

## ۶۔ محبت، شوق، انس اور رضا کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ -

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے اولیاء (دوستوں) کے دلوں کو دنیا کے بناؤ سنگھا اور تمہرے دنیا کی طرف توجہ سے پاک رکھا اور ان کے باطن کو سوا سے اپنے دربار گہر بار کے کسی اور کے ملاحظہ سے صاف رکھا۔ پھر ان کو اپنی عزت کے پھولنے پر متکف ہونے کے لیے خاص کیا اس نے ان پر اپنے اسمائے مبارکہ اور صفات کی تجلی ڈالی حتیٰ کہ وہ اس کی معرفت کے انوار سے چمک اٹھے بعد ازاں ان کے لیے انوار الہیہ سے پردہ اٹھایا حتیٰ کہ وہ (دل) اس کی محبت کی آگ سے جل گئے پھر اپنے جلال کی گہرائی کے ساتھ ان سے پردے میں ہو گیا حتیٰ کہ وہ اس کی کبریائی اور عظمت میں گم ہو گئے وہ جب بھی اس کے جلال کی گہرائی کے ملاحظہ کے لیے حرکت کرتے ہیں۔ تو ایسی حیرانی ان کو چلاتی ہے جو عقل کے چہرے اور بصیرت کو گرد آلود کر دیتی ہے اور جب وہ مایوس ہو کر واپس لوٹنا چاہتے ہیں تو مجال کے سایہ فلک خیمے سے آواز دی جاتی ہے اے وہ شخص! جو اپنی جہالت اور جلدی کی وجہ سے حق کو پانے سے مایوس ہو گیا ہے صبر کر۔ پس وہ ردا اور قبول، رکاوٹ اور وصول کے درمیان یوں باقی رہتا ہے کہ اس کی معرفت کے سمندر میں غرق اور اس کی محبت کی آگ میں جلا ہوا ہوتا ہے۔

اور رحمت کاملہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تکمیل نبوت کے ساتھ آخری نبی ہیں اور آپ کے آل و اصحاب پر جو مخلوق کے سردار اور امام ہیں اور حق کے قائد اور راہبر ہیں اور ان سب پر بہت زیادہ سلام ہو۔

حمد و صلوة کے بعد

اللہ تعالیٰ کی محبت تمام مقامات میں سے انتہائی بلند مقام اور درجات کی بلند چوٹی ہے محبت کے بعد کوئی مقام نہیں بلکہ جو کچھ ہے وہ اس کے پھلوں میں سے ایک پھل اور توابع میں سے ایک تابع ہے جیسے شوق، انس اور رضا وغیرہ۔ اسی طرح محبت سے پہلے بھی کوئی مقام نہیں بلکہ جو کچھ ہے وہ اس کے مقدمات ہیں مثلاً توبہ، صبر اور زہد وغیرہ۔

دوسرے مقامات کا وجود اگر چہ نادر ہے پھر بھی دل ان کے امکان پر ایمان سے خالی نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ سے محبت پر ایمان بہت مشکل ہے حتیٰ کہ بعض علماء نے اس کے امکان کا ہی انکار کیا ہے اور فرمایا کہ اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے جہاں تک حقیقت محبت کا تعلق ہے تو وہ محال ہے کیوں کہ وہ تو اپنے ہم جنس اور ہم مثل سے ہوتی ہے اور جب انہوں نے محبت کا انکار کیا تو انس شوق، لذت مناجات اور محبت کے تمام



لوایم و توابع کا انکار کیا ہے اور اس بات سے پردہ اٹھانا ضروری ہے پس ہم اس حصہ کتاب میں درج ذیل امور بیان کرتے ہیں۔

- (۱) محبت کے بارے میں شرعی شواہد کا بیان
- (۲) محبت کی حقیقت و اسباب کا بیان
- (۳) محبت کا استحقاق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے
- (۴) سب سے بڑی لذت دیدارِ خداوندی کی لذت ہے۔
- (۵) دنیا میں حاصل ہونے والی مغفرت کے مقابلے میں آخرت کے دیدار کی لذت زیادہ ہے۔
- (۶) محبت الہیہ کو تقویت دینے والے اسباب
- (۷) محبت کے حوالے سے لوگوں میں تفاوت کے اسباب
- (۸) معرفتِ خداوندی میں ذہنوں کی کوتاہی کا سبب
- (۹) شوق کا مفہوم
- (۱۰) بندے سے اللہ تعالیٰ کی محبت
- (۱۱) بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامات
- (۱۲) اللہ تعالیٰ سے انس کا مفہوم
- (۱۳) انس میں کشادگی (انساط) کا معنی
- (۱۴) رضا کا مفہوم۔
- (۱۵) رضا کی فضیلت
- (۱۶) رضا کی حقیقت
- (۱۷) دعا مانگنا اور گناہوں سے نفرت، نیز گناہوں سے بھاگنا رضا کے خلاف نہیں۔
- (۱۸) مجہین کی حکایات و کلمات متفرقہ

فصل ۱ :

## بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کے شرعی شواہد

اس بات پر امت کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت فرض ہے اور حبیب محبت کا وجود ہی نہیں ہوگا تو وہ فرض کیسے ہوگی پھر محبت کی تفسیر اطاعت سے کیسے جاسکتی ہے جب کہ اطاعت



محبت کے تابع اور اس کا نتیجہ ہے پس محبت کا مقدم ہونا ضروری ہے اس کے بعد آدمی اس کی اطاعت کرتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کے اثبات پر یہ ارشاد خداوندی دلالت کرتا ہے۔

وَعِبَّيْهُمْ وَيُحِبُّونَهُ - (۱)

وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں

نیز یہ ارشاد خداوندی بھی محبت پر دلالت کرتا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا اسْتَدْحَبُوا إِلَيْهِ -

اور وہ جو ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ (۲)

یہ آیت محبت کے ثبوت اور اس میں تفاوت (دونوں باتوں) پر دلالت کرتی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔

حضرت ابو زرین عقیلی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایمان کیا ہے؟  
آپ نے فرمایا۔

یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے  
نزدیک ان دونوں کے علاوہ (ہر چیز) سے زیادہ محبوب ہوں

أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْكَ  
مِمَّا سِوَاهُمَا - (۳)

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ  
اور اس کا رسول اس کے نزدیک ان (دونوں) کے  
غیر سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ كَمَا هِيَ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ  
أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا - (۴)

ایک اور حدیث میں ہے۔

کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس  
کے نزدیک اس کے اہل و مال اور سب لوگوں سے  
زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

لَا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ حَتَّىٰ أَتَىٰ أَحَبَّ إِلَيْهِ  
مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ - (۵)

(۱) قرآن مجید، سورہ مانہ آیت ۵۲

(۲) قرآن مجید، سورہ بقرہ آیت ۱۶۵

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۱ مرویات ابو زرین

(۴) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۰۷ مرویات انس بن مالک

(۵) صحیح مسلم جلد اول ص ۹ کتاب الایمان



اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں ”وَمِنْ نَفْسِهِ“ اور اس محبت کے بغیر ایمان کیسے مکمل ہو سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ  
وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ  
اِفْتَرَقْتُمُوهَا  
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا  
وَمَسْكَنٌ تَرْضَوْنَهَا  
أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِمَّنْ اللَّهُ  
وَرَسُولُهُ وَجِهَادٍ فِي  
سَبِيلِهِ فَتَرْتَمَوْنَ أَسْفَلًا  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ -

آپ فرمادیں اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا گنہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(۲)

اور یہ بات جھڑکنے اور انکار کے طور پر ارشاد فرمائی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کا حکم دیا۔

أَجِبُوا اللَّهَ لِمَا يُغْذِيكُمْ بِهِ مِنْ نِعْمَةٍ  
وَأَجِبُوا فِي لِحْتِ اللَّهِ أَيُّهَا -

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں ہر صبح نعمت عطا کرتا ہے اور مجھ سے محبت کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرتا ہے۔

(۳)

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِسْتَعِدَّ لِلْفَقْرِ -

اس نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا۔

إِسْتَعِدَّ لِلْبَلَاءِ -

(۴)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت مصعب بن عمیر

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۸۱ کتاب الایمان والنذور

(۲) قرآن مجید - سورۃ توبہ آیت ۳۴

(۳) المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۵۰ کتاب معرفۃ الصحابۃ

(۴) کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۳ حدیث ۱۶۶۴۶



تشریف لارہے ہیں اور ان کے اوپر دہنے کی کھال ہے جو انہوں نے اپنے اوپر لپیٹ رکھی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اس شخص کو دیکھو جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے منور کیا میں نے اس کو دیکھا کہ اس کے ماں باپ اسے نہایت اچھا کھانا کھاتے اور پانی پلاتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت نے اسے اُس چیز کی طرف بلایا جو تم دیکھ رہے ہو! ایک مشہور روایت میں ہے جب موت کا فرشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رُوح قبض کرنے حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا کیا تم نے دیکھا ہے کہ کوئی خلیل اپنے خلیل کو موت دے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی وحی فرمائی کہ کیا آپ نے کسی محب کو اپنے محبوب کی ملاقات سے نفرت کرتے ہوئے دیکھا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اسے موت کے فرشتے! اب رُوح قبض کرو۔

اور یہ بات اسی بندے پر کھلتی ہے جو مکمل دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہو پس جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ موت ملاقات کا سبب ہے تو اس کا دل اس کی طرف راغب ہوتا ہے اور اس کا دوسرا محبوب نہیں ہوتا جس کی طرف رغبت کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

یا اللہ! مجھے اپنی محبت، اپنے مجبین کی محبت اور اس  
 (عمل) کی محبت عطا فرما جو مجھے تیرے قریب کر دے اور  
 اپنی محبت کو میرے نزدیک ٹھنڈے پانی سے بھل زیادہ  
 محبوب بنا دے۔

(۱)

ایک اعرابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے اس نے عرض کیا میں نے اس کے لیے کوئی زیادہ نماز روزے کی تیاری نہیں کی البتہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا۔

آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے محبت کرتا ہے۔

الْمَرْدُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد اس بات سے زیادہ کسی بات پر خوش ہوتے نہیں دیکھا۔

(۱) حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۱۰۸ ترجمہ ۱۲

(۲) کنز العمال جلد ۲ ص ۱۷۹ حدیث ۳۶۲۲

(۳) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۱۱ کتاب الایمان



حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذائقہ حاصل کر لیتا ہے تو یہ بات اسے دنیا کی طلب سے خبر کر دیتی ہے اور اسے تمام انسانوں سے وحشت دلاتی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے رب کو پہچان لیتا ہے وہ اس سے محبت کرتا ہے اور جو آدمی دنیا کی پہچان حاصل کر لیتا ہے وہ اس سے بے رغبت ہو جاتا ہے اور مومن کھیل کود میں نہیں پڑتا کہ غافل ہو جائے پس جب وہ فکر کرتا ہے تو غلگین ہو جاتا ہے حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کو جنت اور ان کے درمیان کی نعمتیں اللہ تعالیٰ سے بے خبر نہیں کرتیں تو وہ دنیا کے ذریعے اس سے کس طرح بے خبر ہو سکتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین آدمیوں کے پاس سے گزرے جن کے بدن کمزور اور رنگ بدل چکے تھے آپ نے پوچھا تمہارا یہ حال کیسے ہوا؟ انہوں نے جواب دیا جہنم کے خوف سے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ خوف رکھنے والوں کو ضرور امن دے گا پھر آپ دوسرے تین آدمیوں سے گزرے تو وہ پہلوں کی نسبت زیادہ کمزور اور متغیر تھے آپ نے فرمایا تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی؟ انہوں نے جواب دیا جنت کے شوق کی وجہ سے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری امید کے مطابق ضرور دے گا۔ پھر آپ تین آدمیوں سے گزرے تو وہ سب سے زیادہ کمزور تھے اور ان کا رنگ بھی بہت زیادہ بدلا ہوا تھا۔ گویا ان کے چہروں پر نور نظر آتا ہے آپ نے پوچھا تمہاری یہ حالت کس وجہ سے ہوئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم مقرب ہو تین بار فرمایا،

حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو برون میں کھڑا تھا میں نے پوچھا کیا آپ کو سردی نہیں لگتی؟ اس نے جواب دیا جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت مصروف کر دے وہ سردی محسوس نہیں کرتا۔

حضرت سمری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن امتوں کو ان کے انبیاء کرام کی نسبت سے پکارا جائے گا پس کہا جائے گا اے امت موسیٰ! اے امت عیسیٰ! اے امت محمد! (علیہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام)

لیکن جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہیں ان کو یوں پکارا جائے گا اے اللہ کے دوستو! اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف آؤ تو خوشی کے مارے ان کے دل نکلنے والے ہوں گے۔

حضرت ہرم بن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن جب اپنے رب کو پہچان لیتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے اور جب اس سے محبت کرتا ہے تو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب اس کی طرف توجہ کی مٹھاس پاتا ہے تو دنیا کو خواہش کی نگاہ سے نہیں دیکھتا اور نہ آخرت کو سستی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اس بات سے اسے دنیا میں مسرت اور آخرت میں راحت ہوگی۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا معاف کرنا تمام کن ہوں کو گھیر لیتا ہے تو اس کی رضا کا کیا عالم ہوگا اور اس کی رضا تمام امیدوں کو لوہا کر دیتی ہے تو اس کی محبت کا کیا عالم ہوگا اور اس کی محبت عقلموں کو مدہوش



کر دیتی ہے تو اس کی دوستی کا کیا حال ہوگا اس کی دوستی (مودت) کی وجہ سے سب کچھ بھول جاتا ہے تو اس کے لطف و کرم کا کیا حال ہوگا۔

بعض کتب میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے! مجھے تیرے حق کی قسم میں تجھ سے محبت کرتا ہوں میں تجھے اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ تو مجھ سے محبت کر۔

حضرت سچھی بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں رائی کے دانے کے برابر محبت، میرے نزدیک محبت کے بغیر کئی ستر سال کی عبادت سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور آپ یہ بھی فرماتے ہیں الہی! میں تیرے صحن میں کھڑا ہوں اور بچپن سے تیری تعریف میں مشغول ہوں تو نے مجھے اپنی طرف لے لیا، اپنی معرفت کا لباس پہنایا اور اپنے لطف و کرم سے حصہ عطا فرمایا تو مجھے احوال، اعمال، پردہ پوشی، توبہ، تہجد، شوق، رضا اور محبت میں بدلتا رہا تو نے مجھے اپنے حوضوں سے پلایا اور اپنے باغوں میں پھرایا میں تیرے حکم کو اختیار کئے ہوئے اور تیرے قول میں مشغول رہا اے جب میری مویں نکل آئیں اور مجھے طاقت حاصل ہوگئی تو آج میں بڑا ہو کر تجھ سے کس طرح پھر سکتا ہوں حالانکہ میں تو بچپن سے تیرے ساتھ ان امور کا عادی ہوں تو جب تک رہوں گا تیرے گرد ہی بھنبھناؤں گا اور تیری بارگاہ ہی میں گڑگڑاؤں گا کیوں کہ میں محبت کرتا ہوں اور ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ مشغول ہوتا ہے اور محبوب کے غیر سے روگردانی کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے سلسلے میں اس قدر احادیث و آثار مردی ہیں جو شمار سے باہر ہیں اور یہ ظاہر بات ہے البتہ اس کے معنی کی تحقیق میں پورٹ میڈگی ہے لہذا ہم اس کی طرف منوجہ ہوتے ہیں۔

فصل ۲:

## محبت کی حقیقت و اسباب بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا معنی

اس بیان کا مطلب اسی وقت واضح ہوگا جب محبت کی فی نفسہ حقیقت بیان کی جائے پھر اس کی شرائط و اسباب کی معرفت کا ذکر کیا جائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کے معنی کی تحقیق کی طرف نظر کی جائے۔

سب سے پہلی بات جس کو جانتا ضروری ہے، یہ ہے کہ محبت کا تصور معرفت و ادراک کے بعد ہی ہوتا ہے کیوں کہ انسان اسی چیز سے محبت کرتا ہے جس کی معرفت رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ جمادات محبت سے موصوف نہیں ہوتے بلکہ محبت زندہ ادراک کرنے والی مخلوق کی خاصیت ہے۔

پھر جن چیزوں کا ادراک ہوتا ہے (یعنی مددکات) ان کی تین صورتیں ہیں یا تودہ مدرک کی طبیعت کے موافق ہوں گے اور وہ ان سے لذت حاصل کرتا ہے یا وہ اس کی طبیعت کے منافی ہوتے ہیں وہ ان سے نفرت اور تکلیف محسوس کرتا ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ ان میں لذت و تکلیف کسی بات کا اثر نہیں ہوتا پس جس چیز کے ادراک میں لذت و راحت ہو



وہ مدرک کے نزدیک محبوب ہوتی ہے اور جس کے ادراک میں تکلیف ہو مدرک کے نزدیک وہ قابلِ نفرت ہوتی ہے اور جس کا ادراک لذت و تکلیف دونوں سے خالی ہو وہ نہ تو محبوب کہلاتی ہے اور نہ ہی مکروہ —

تولذت حاصل کرنے والے کے نزدیک ہر لذیذ چیز محبوب ہوتی ہے اور محبوب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ طبیعت میں اس کی طرف میلان ہوتا ہے اور ناپسند (مبغوض) ہونے کا مطلب یہ ہے کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے تو محبت، لذت والی چیز کی طرف میلانِ طبع کا نام ہے اگر یہ میلان مضبوط ہو جائے تو اسے عشق کہتے ہیں اور بغض اس چیز سے طبعی نفرت کا نام ہے جو تکلیف دہ ٹھکانے والی ہے جب یہ نفرت مضبوط ہو جاتی ہے تو اسے مقت (ناراضگی) کہا جاتا ہے محبت کے معنی کی حقیقت میں یہ بات اصل ہے جس کی معرفت ضروری ہے۔

دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ جب محبت ادراک اور معرفت کے تابع ہے تو جس طرح مدرکات اور حواس تقسیم ہونے ہیں لامحالہ محبت بھی تقسیم ہوتی ہے ہر جس مدرکات میں سے کسی ایک نوع کا ادراک کرتی ہے اور ہر ایک کو بعض مدرکات سے لذت حاصل ہوتی ہے اور اس لذت کے باعث طبیعت کا ان مدرکات کی طرف میلان ہوتا ہے۔ پس یہ مدرکات طبعِ سلیم کے نزدیک محبوب ہوتے ہیں مثلاً آنکھ کی لذت ان چیزوں میں ہوتی ہے جن کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ دکھائی دینے والی خوبصورت چیزوں اور باعث لذت حسین صورتوں کا ادراک کرتی ہے اور کان کی لذت کھائی جانے والی چیزوں اور چھونے کی لذت نرم و نازک چیزوں میں ہوتی ہے۔

پس جب ان مدرکات سے حواس کو لذت حاصل ہوتی ہے تو یہ محبوب ہوتے ہیں یعنی سلیم طبیعت ان کی طرف مائل ہوتی ہے حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حَبِيبِ الْحَيِّ مِنْ دُنْيَاكُمْ تَلَدَتْ الطَّيِّبِ  
وَالنِّسَاءُ وَجَعَلَ حَرَّةً عَيْنِي فِي الْمَصَلَاةِ (۱)

تمہاری دنیا سے مجھے بین چیزیں محبوب ہیں خوشبو، عورتیں  
اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

خوشبو کو محبوب قرار دیا گیا اور یہ بات معلوم ہے کہ آنکھ اور کان کا اس میں کوئی حصہ نہیں بلکہ صرف سونگھنے کا تعلق ہے اور عورتوں کو محبوب قرار دیا گیا حالانکہ ان میں صرف دیکھنے اور چھونے کا تعلق ہے سونگھنے، چمکنے اور کان کا کوئی تعلق نہیں اور نماز کو آنکھ کی ٹھنڈک قرار دیا گیا اور اسے سب سے زیادہ محبوب قرار دیا گیا اور یہ بات معلوم ہے کہ اس سے حواسِ خمسہ کا کوئی تعلق نہیں بلکہ ایک چھٹی حس ہے جو دل کے ماتحت ہے اس کا ادراک اس شخص کو ہوتا ہے جس کے پاس دل جو ان پانچ حواس میں جانور بھی انسان کے ساتھ شریک ہیں۔

اگر محبت کا تعلق صرف ان چیزوں سے ہوتا جن کا ادراک حواسِ خمسہ سے ہوتا ہے حتیٰ کہ یوں کہا جائے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ



کا ادراک حواس سے نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ خیال میں آسکتا ہے لہذا اس سے محبت نہیں ہوگی تو اس بات سے انسان کی خاصیت باطل ہو جائے گی اور وہ چھٹی حس بیکار ہو جائے گی جس کے ذریعے انسان، حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے اور اسے عقل یا نور یا قلب یا اس طرح کا کوئی دوسرا نام دے سکتے ہیں۔ اور اس میں کوئی عجز نہیں۔

اور یہ بات بعید ہے کیوں کہ باطنی بصیرت ظاہری نگاہ سے زیادہ قوت رکھتی ہے اور آنکھ کے مقابلے میں دل کو زیادہ ادراک ہوتا ہے اور عقل کے ذریعے جن معانی کا ادراک ہوتا ہے ان کا جمال ان صورتوں کے جمال سے زیادہ ہوتا ہے جو آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوتی ہیں پس دل جن امور شریفیہ الہیہ کا ادراک کرتا ہے اور حواس ان کا ادراک نہیں کر سکتے وہ زیادہ مکمل اور بالغ ہوتے ہیں پس طبع سلیم اور عقل صحیح کا اس کی طرف میلان زیادہ قوی ہوتا ہے لہذا محبت کا مفہوم یہ ہوا کہ اس چیز کی طرف میلان ہو جس کے ادراک میں لذت ہوتی ہے جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آئے گی پس اس وقت اللہ تعالیٰ کی محبت کا وہی شخص انکار کرتا ہے جس کو اس کی کوتاہی اسے جانوروں کے درجہ میں بٹھا دیتی ہے اور اس کا ادراک حواس سے آگے بالکل نہ بڑھ سکے۔

### تیسرا ضابطہ :

اس بات میں کوئی پوشیدگی نہیں کہ انسان اپنے نفس سے محبت کرتا ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ بعض اوقات وہ اپنی ذات کے لیے دوسروں سے محبت کرتا ہے اور کیا یہ تصور ہو سکتا ہے کہ وہ دوسروں سے ان کی ذات کی وصیہ سے محبت کرے اپنے لیے نہیں یہ بات ضعیف لوگوں کے لیے شکل ہوگی حتیٰ کہ ان کے خیال میں اس بات کا تصور نہیں ہو سکتا کہ انسان دوسرے سے اس کی ذات کے لیے محبت کرے جب تک محب کو محبوب کی ذات کے ادراک کے علاوہ کوئی فائدہ نہ ہو، لیکن حق بات یہ ہے کہ اس بات کا تصور بھی ہو سکتا ہے اور عطا یہ موجود بھی ہے اب ہم محبت کے اسباب اور ان کی اقسام بیان کرتے ہیں۔

### اسباب محبت :-

اس بات کا بیان یہ ہے کہ ہر زندہ کے لیے سب سے پہلا محبوب اس کا نفس اور ذات ہے اور اپنے نفس سے محبت کا معنی یہ ہے کہ وہ طبعی طور چاہتا ہے کہ اس کا وجود دائمی ہو اور وہ اپنے معدوم ہونے اور ہلاکت سے نفرت کرتا ہے کیوں کہ طبعی طور پر محبوب چیز ہوتی ہے جو محبوب کے موافق ہو اور انسان کے لیے اپنے نفس اور دوام وجود سے بڑھ کر کیا چیز موافق ہو سکتی ہے اور اپنے عدم اور ہلاکت سے بڑھ کر مخالفت طبع کیا چیز ہوگی اسی لئے انسان وجود کا دوام چاہتا ہے اور موت و قتل کو ناپسند کرتا ہے موت یہ بات نہیں کہ موت کے بعد (کے حالات) سے خون کھاتا ہے اور موت کی سختیوں سے بچنا چاہتا ہے بلکہ اگر اسے کسی تکلیف کے بغیر اٹھایا جائے اور کسی ثواب و عذاب کے بغیر اسے موت دی جائے تو یہی وہ اس پر راضی نہیں ہوتا اور اسے ناپسند کرتا ہے ہاں اگر دنیا میں کوئی سختی وغیرہ پہنچے تو موت کو پسند کرتا ہے اور جب وہ



کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو مصیبت کا زوال چاہتا ہے اب اگر معدوم ہونے کو پسند کرے تو اس لیے اس کو پسند نہیں کرتا کہ وہ عدم ہے رز ہونا ہے، بلکہ اس لیے کہ اس میں مصیبت کا زوال ہے پس ہلاکت اور معدوم ہونے سے نفرت ہوتی ہے اور ہمیشہ کے لیے باقی رہنا محبوب ہوتا ہے۔

اور جس طرح دوام وجود محبوب ہوتا ہے اسی طرح کمال وجود بھی محبوب ہوتا ہے کیوں کہ ناقص میں کمال نہیں اور جس قدر کمال میں نقص ہوگا۔ اسی قدر عدم ہوگا اور یہ ایک قسم کی ہلاکت ہے اور صفات میں ہلاکت و عدم سے بھی نفرت ہوتی ہے اور کمال وجود میں کمی ہو تو یہ بھی باعث نفرت ہے جس طرح اصل ذات میں عدم سے نفرت ہوتی ہے اور کمال صفات کا پایا جانا محبوب ہوتا ہے جس طرح اصل وجود کا پایا جانا محبوب ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ کے مطابق فطرتی اور طبعی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَكِنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا - (۱) اور تم ہرگز سنتِ الہیہ میں تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کے لیے محبوب اول اس کی ذات ہے پھر اس کے اعضا کی سلامتی اس کے بعد اس کا مال، اولاد، خاندان، اور پھر دوست احباب، پس اعضا محبوب میں اور ان کی سلامتی مطلوب ہے کیوں کہ وجود کا کمال اور دوام ان اعضا پر موقوف ہے اور مال بھی محبوب ہوتا ہے کیوں کہ یہ وجود کے دوام اور کمال کے لیے ایک آلہ ہے نیز تمام اسباب کا یہی حال ہے۔

پس انسان ان چیزوں سے ان کی ذات کی وجہ سے محبت نہیں کرتا بلکہ اس لیے کہ وجود کے دوام و کمال کے سلسلے میں اس کا فائدہ ان سے ملتا ہے سخی کہ وہ اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے اگرچہ اسے اس سے کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ اس کے لیے مشقت برداشت کرتا ہے کیوں کہ یہ اس کے مرنے کے بعد اس کا نائب بنتا ہے پس اس کی نسل کے باقی رہنے میں ایک طرح سے خود اس کا باقی رہنا ہے تو چونکہ وہ اپنے وجود کے بقا کو زیادہ چاہتا ہے اس لیے وہ ان لوگوں کے باقی رہنے کا خواہش مند ہوتا ہے جو اس کے قائم مقام ہوں گویا وہ اس کا ایک جز ہے کیوں کہ وہ خود اپنی ذات کے دوام کی طمع سے عاجز ہے ہاں اگر اسے اس کے اور بیٹے کے قتل کے درمیان اختیار دیا جائے اور اس کی طبیعت اعتدال پر ہو تو وہ اولاد کے باقی رہنے پر اپنی بقا کو ترجیح دیتا ہے کیوں کہ اس کی اولاد کا باقی رہنا من وجہ اس کا باقی رہنا ہے لیکن بعینہ اس کا باقی رہنا نہیں ہے اسی طرح قرابت داروں اور خاندان سے محبت بھی ذاتی کمال کی محبت کی طرح لٹتی ہے کیونکہ وہ ان کے ذریعے اپنی کثرت اور ان کے سبب سے اپنی قوت دیکھتا ہے اور ان کے کمال کو اپنے لیے باعث فخر جانتا ہے کیونکہ خاندان، مال اور خارجی اسباب بازو کی طرح ہیں جو انسان کو مکمل کرتے ہیں اور وجود کا کمال اور دوام لازماً طبعی



طور پر محبوب ہوتے ہیں۔

تو ہر زندہ کے نزدیک سب سے پہلا محبوب اس کی ذات کا کمال اور ان سب چیزوں کا دوام ہے اور اسکی خلاف جو کچھ ہے وہ ناپسند ہوتا ہے۔ یہ سب سے پہلا سبب ہے۔

### دوسرا سبب:

محبت کا دوسرا سبب احسان ہے کیوں کہ انسان احسان کا بندہ ہے اور محسن سے محبت اور برّ اسلوک کرنے والے سے بغض پر دل مجبور ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی۔

اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاحِرٍ عَلَيَّ يَدًا اَيُّجِبْتُهُ  
يا اللّٰهُ! کسی فاجر (بدکار) کو میرا محسن نہ بنا تا اس طرح  
میرا دل اس سے محبت کرنے لگے گا۔ (۱)

قَلْبِي۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ محسن سے قلبی محبت اضطراری ہے اسے دُور نہیں کیا جاسکتا ہے اور یہ جبلی اور فطری بات ہے اس کی تبدیلی کی طرف کوئی راہ نہیں۔ اسی وجہ سے بعض اوقات اجنبی انسان سے محبت ہوتی جس کے ساتھ نہ تو قربت کا تعلق ہوتا ہے اور نہ کوئی دوسرا تعلق۔ اگر اس (دوسرے سبب) میں غور کیا جائے تو یہ بھی پہلے سبب کی طرف ہی لوٹتا ہے کیوں کہ محسن وہ ہوتا ہے جو مال اور دوسرے اسباب جو دوام وجود تک پہنچاتے ہیں، کے ذریعے مدد کرتا ہے اس کی مدد سے کمال وجود اور ان فوائد کا حصول ہوتا ہے جن کے ذریعے وجود پایا جاتا ہے۔ ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ انسانی اعضاء اس لیے محبوب ہوئے ہیں کہ ان کے ذریعے وجود کامل ہوتا ہے اور یہ کمال بعینہ مطلوب ہے لیکن محسن عین کمال مطلوب نہیں ہے ہاں بعض اوقات اس کا سبب بننا ہے جس طرح طبیب صحت اعضاء کے دوام کے لیے سبب قرار پاتا ہے پس صحت کی چاہت اور صحت کے سبب یعنی طبیب کی محبت میں فرق ہے کیوں کہ صحت ذاتی طور پر مطلوب ہوتی ہے اور طبیب ذاتی طور پر محبوب نہیں ہوتا بلکہ اس سے محبت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ صحت کا سبب ہے اسی طرح علم محبوب ہے اور استاذ سے بھی محبت ہوتی ہے لیکن علم ذاتی طور پر محبوب ہوتا ہے اور استاذ سے محبت کی وجہ یہ ہے کہ وہ علم محبوب کا سبب ہے اسی طرح کھانا اور پانی محبوب ہیں اور دینار بھی محبوب ہیں لیکن کھانا ذاتی طور پر محبوب ہے اور دیناروں سے محبت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ کھانے تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔

تو فرق رتبہ میں تفاوت کے اعتبار سے ہوا اور نہ دونوں میں انسان کی محبت اپنے نفس سے ہوتی ہے پس جو شخص کسی محسن سے اس کے احسان کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو وہ حقیقت میں اس کی ذات سے محبت نہیں کرتا بلکہ اس کے احسان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس کا ایک فعل ہے اگر وہ نائل ہو جائے تو محبت بھی ختم ہو جائے حالانکہ اس



رحمن کی ذات باقی رہتی ہے اور احسان میں کمی محبت میں کمی اور اس میں اضافہ محبت بھی زیادتی کا باعث ہے اس (محبت) کی کمی بیشی کا دار و مدار احسان میں کمی بیشی پر ہے۔

### تیسرا سبب :

کسی چیز سے اس کی ذات کی وجہ سے محبت کر کے اس سے کچھ اور فائدہ حاصل کرنا مقصود نہ ہو بلکہ صرف اس کی ذات ہی مطلوب ہو یہ حقیقی محبت ہے جس کے دوام کا اعتماد ہوتا ہے جیسے حسن و جمال کی محبت ہے کیوں کہ جس شخص کو جمال کا ادراک ہوتا ہے اس کے نزدیک ہر جمال محبوب ہوتا ہے اور یہ محبت صرف جمال کی وجہ سے ہوتی ہے کیوں کہ جمال کے ادراک میں ہی لذت ہوتی ہے جو ذاتی طور پر محبوب ہوتی ہے کسی غیر کی وجہ سے نہیں اور یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اچھی صورتوں سے محبت صرف قضائے شہوت کے لیے ہوتی ہے کیوں کہ شہوت کو لوہا کرنا دوسری لذت ہے اور بعض اوقات اس مقصد کے لیے اچھی صورتوں سے محبت کی جاتی ہے اور محض جمال کا ادراک بھی لذت ہوتا ہے پس جائز ہے کہ وہ ذاتی طور پر محبوب ہو اور اس بات کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے جب کہ سبزی اور جاری پانی محبوب ہوتا ہے لیکن اس لئے نہیں کہ اس پانی کو پیا جائے اور سبزی کو کھایا جائے یا ان سے دیکھنے کے علاوہ کوئی فائدہ اٹھایا جائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزہ اور چلٹا ہوا پانی پسند تھا (آپ اسے دیکھنا چاہتے تھے) (۱)

سلیم طبعین شگوفوں، پھولوں اور خوبصورت عمدہ نقش و نگار والے اور مناسب شکل کے پرندوں کو دیکھ کر لذت حاصل کرتی ہیں حتیٰ کہ آدمی جب ان چیزوں کو دیکھتا ہے تو اس کا تم اور پریشانی دور ہو جاتی ہیں حالانکہ وہ ان سے دیکھنے کے علاوہ کوئی دوسرا فائدہ نہیں اٹھاتا۔

پس یہ اسباب لذت رساں ہیں اور ہر لذت چیز محبوب ہوتی ہے اور کسی بھی حسن و جمال کا ادراک لذت سے خالی نہیں ہوتا اور کوئی بھی شخص اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ جمال طبعی طور پر محبوب ہوتا ہے پس اگر ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ صاحب جمال ہے تو جس کے لیے اس کے جمال و جمال کا انکشاف ہوگا اس کے نزدیک وہ محبوب ہوگا جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ (۲)

چوتھا اصل :

### حسن و جمال کا معنی

جو لوگ خیالات اور محسوسات کی قید میں بند ہیں وہ بعض اوقات گمان کرتے ہیں کہ حسن و جمال کا مفہوم صرف یہ ہے کہ شکل صورت

(۱) کنز العمال جلد ۷، ص ۱۵۰ حدیث ۱۸۶۶۱

(۲) صحیح مسلم جلد اول ص ۶۵ کتاب الایمان



مناسب ہو، رنگ اچھا ہو، سُرخی اور سفیدگی کی آمیزش ہو اور قد لمبا ہو وغیرہ وغیرہ یعنی صرف وہ باتیں جن سے کسی انسان کے حلیے کا ذکر کیا جاتا ہے کیوں کہ مخلوق پر غالب حُسن وہی ہے جو آنکھوں سے نظر آئے اور انسان عام طور پر انسانی صورتوں کی طرح ہی متوجہ ہوتا ہے اور وہ گمان کرتا ہے کہ جس چیز کو دیکھا نہیں جاسکتا یا اس کو خیال میں نہیں لایا جاسکتا یا اس کی کوئی شکل نہیں نہ اس کا کوئی رنگ ہو تو اس کے حُسن کا تصور نہیں ہو سکتا اور جب اس کے حُسن کا تصور نہیں ہو سکتا تو اس کے ادراک میں کوئی لذت بھی نہیں پس وہ محبوب نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ واضح غلطی ہے کیوں کہ حُسن صرف ان چیزوں میں بند نہیں ہوتا جن کا ادراک آنکھوں سے نہ ہو سکتا ہو اور نہ ان چیزوں سے خاص ہے جن کی خلقت میں تناسب ہے اور اس کا رنگ سرخ و سفید ہے کیوں کہ ہم کہتے ہیں یہ خط اچھا ہے، یہ آواز اچھی ہے اور یہ گھوڑا اچھا ہے بلکہ ہم کہتے ہیں یہ کپڑا اچھا ہے یہ برتن اچھا ہے تو آواز، خط اور باقی چیزوں کے حُسن کا کیا معنی ہوگا اگر حُسن صرف صورت میں ہو اور یہ بات معلوم ہے کہ آنکھوں کو اچھا خط دیکھ کر لذت حاصل ہوتی ہے، کان اچھے خوبصورت نغمے سن کر لذت حاصل کرتے ہیں اور جن جن چیزوں کا ادراک ہوتا ہے وہ حسین بھی ہوتی ہیں اور قبیح بھی، تو جس حُسن میں یہ چیزیں شریک ہیں اس کا کیا مفہوم ہوگا لہذا اس مسئلے پر بحث کرنا ضروری ہے اور یہ طویل بحث ہے جو علم معاملہ کے لائق نہیں جس میں اختصار ہوتا ہے پس ہم تصریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہر چیز کا جمال وہی ہے جو اس کے لائق اور ممکن ہو۔

توجیب اس میں تمام ممکنہ کمالات جمع ہوں تو وہ انتہائی جمال میں ہوگا اور اگر بعض کمالات ہوں تو جس قدر کمالات موجود ہوں گے اسی قدر حُسن و جمال ہوگا پس اچھا گھوڑا وہی ہے جس میں اس کے لائق و مناسب شکل رنگ، اچھی رفتار اور دوڑ دھوپ ہو اور اچھا خط وہ ہوگا جس میں وہ خوبیاں جمع ہوں جو خط کے لائق ہیں یعنی عروفت مناسب و متوازی ہوں اور ترتیب و انتظام عمدہ ہو۔

تو ہر چیز کا ایک کمال ہوتا ہے جو اس کے لائق ہوتا ہے اور اس کے غیر میں بعض اوقات اس کی ضد ہوتی ہے تو ہر چیز کا حُسن کمال وہی ہے جو اس کے لائق ہو پس انسان کا حُسن اس چیز کے ساتھ نہیں ہوتا جس کے ساتھ گھوڑے کا حُسن ہوتا ہے اور جس چیز کے ذریعے آواز کو حُسن حاصل ہوتا ہے اس کے ذریعے خط کو حُسن حاصل نہیں ہوتا اسی طرح برتنوں کا حُسن ان امور کے ساتھ نہیں ہوتا جن کے ذریعے کپڑوں یا دیگر اشیاء کو حُسن حاصل ہوتا ہے۔

سوال :

اگرچہ ان چیزوں کا ادراک آنکھوں سے نہیں ہوتا جیسے آواز، ذائقے وغیرہ لیکن دیگر حواس سے تو ان کا ادراک ہوتا ہے پس یہ محسوسات ہیں اور محسوسات کے حُسن و جمال کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور جب ان کے حُسن کا ادراک ہو تو محسوس لذت کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا اور انکار ان ہی چیزوں میں ہوتا ہے جن کا ادراک حواس سے نہ ہو سکے۔

جواب :-



غیر محسوسات میں بھی حُسن و جمال موجود ہوتا ہے کیوں کہ کہا جاتا ہے کہ یہ اچھا خلق ہے یہ اچھا علم ہے یہ اچھی سیرت ہے اور یہ اخلاق جمیلہ ہیں اور اخلاق جمیلہ سے مراد علم، عقل، پاک دامنی، شجاعت، تقویٰ، کرم، مروّت اور اچھی خصلتیں مراد ہیں اور ان میں سے کسی بات کا ادراک حواسِ خمسہ کے ذریعے نہیں ہوتا بلکہ باطنی نور بصیرت سے ہوتا ہے اور یہ تمام اچھی خصلتیں محبوب ہیں اور جو شخص ان صفات سے موصوف ہوتا ہے وہ ان لوگوں کے نزدیک طبعی طور پر محبوب ہوتا ہے جو اس کی صفات کو پہچانتے ہیں اور اس کی نشانی یہ ہے اور معاملہ یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت انسان کی سرشت میں رکھ دی گئی ہے حالانکہ ان کو دیکھا نہیں بلکہ ارباب مذاہب مثلاً حضرت امام شافعی، حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک (حضرت امام احمد بن حنبل) رحمہم اللہ سے محبت بھی فطری ہے حتیٰ کہ بعض اوقات آدمی اپنے امام کی محبت میں عشق کی حد سے بھی تجاوز کر جاتا ہے اور اس محبت کے باعث اپنا تمام مال اپنے مذہب کی نصرت اور دفاع میں خرچ کر ڈالتا ہے اور جو شخص اس کے امام اور اس کے پیروکاروں کے بارے میں زبانِ طعن دراز کرے یہ اس سے رٹنے مرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے ارباب مذاہب کی مدد میں کتنے ہی خون بہ چکے ہیں۔

معلوم جو شخص حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے محبت کرتا ہے تو وہ ان سے کیوں محبت کرتا ہے حالانکہ اس نے کبھی بھی ان کی صورت نہیں دیکھی اور اگر دیکھی بھی ہو تو شاید اس صورت کو ناپسند کرتا ہو تو اس کو جو صورت اچھی لگی اور اس نے اسے محبت پر مجبور کیا وہ ان کی باطنی صورت ہے ظاہری صورت نہیں آپ کی ظاہری صورت تو خاک میں مل گئی (قبر میں چلی گئی) لیکن ان سے محبت ان کی باطنی صفات یعنی دین تقویٰ، کثرتِ علم اور طریقِ دین سے آگاہی علم شریعت کی تدریس کے لیے کمر بستہ ہونے اور دنیا میں ان نیکیوں کو پھیلانے کی وجہ سے ہے۔

یہ تمام امور جمیل ہیں لیکن ان کے جمال کا ادراک نور بصیرت کے بغیر نہیں ہوتا حواسِ خمسہ ان کے ادراک سے قاصر ہیں اسی طرح جو شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے اور آپ کو دوسرے صحابہ کرام سے افضل سمجھتا ہے یا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے محبت کرتا ان کو افضل سمجھتا اور ان کے حق میں تعصب سے کام لیتا ہے تو وہ ان حضرات کی باطنی صورتوں یعنی علم، دین تقویٰ، شجاعت وغیرہ کے حُسن کے باعث ان سے محبت کرتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ جو شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے وہ آپ کی ہڈیوں، گوشت، کھال، اعضاء اور شکل و صورت کی وجہ سے محبت نہیں کرتا کیوں کہ یہ سب چیزیں دنیا سے رخصت ہو کر بدل گئی ہیں بلکہ ان باتوں کی وجہ سے محبت کرتا ہے جن کے باعث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق تھے اور یہ صفات محمودہ ہیں جو اچھی سیرتوں کے مصادر (مراکز) ہیں لہذا ان صفات کے باقی رہنے کی وجہ سے آپ کی محبت بھی باقی ہے حالانکہ ظاہری صورتیں زائل ہو چکی ہیں اور یہ تمام صفات علم اور قدرت کی طرف رجوع کرتی ہیں کیوں کہ آپ نے حقائق امور کو جاننا اور خواہشات کو دبا کر ان صفات سے نفس کو موصوف کرنے پر قادر ہوئے۔



تو تمام اچھی خصلتوں کا پھیلاؤ ان دو وصفوں سے ہوتا ہے اور ان دونوں کا ادراک حواس سے نہیں ہوتا اور پورے جسم میں۔ ان کا محل ایک ایسی جڑ ہے جو آگے تقسیم نہیں ہوتی اور حقیقت میں وہی محبوب ہے اور ایسی جڑ جو آگے تقسیم نہیں ہوتی اس کی کوئی صورت شکل اور رنگ نہیں ہوتا جو آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو اور اس کی وجہ سے وہ محبوب ہو۔ لہذا جمال سیرت میں پایا جاتا ہے اور اگر اچھی سیرت علم اور بصیرت کے بغیر صادر ہو تو اس سے محبت پیدا نہ ہوگی پس محبوب مصدر سیرت جمیلہ ہے اور یہ اچھے اخلاق اور فضائل شریفہ ہیں جن کی بنیاد علم و قدرت کا کامل ہونا ہے اور یہ طبعاً محبوب ہیں اور ان کا ادراک حواس سے نہیں ہوتا — حتیٰ کہ وہ بچہ جو صرف اپنی طبیعت کا پابند ہو جب ہم کسی غائب یا حاضر یا فوت شدہ کو اس کے نزدیک محبوب بنانا چاہیں تو ہمارے پاس صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اس شخص کے اوصاف یعنی شجاعت، کرم، علم اور دیگر خصائل حمیدہ کو مبالغے کے ساتھ بیان کریں جب وہ اس کا اعتقاد رکھے گا تو بے اختیار محبت کرنے لگے گا اور اس کی محبت چھوڑنے پر قادر نہ ہوگا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت اور ابو جہل نیز ابلیس سے نفرت کا غلبہ اسی وجہ سے ہے کہ صحابہ کرام کے محاسن اور ابو جہل وغیرہ کی قباحتوں کو اچھی طرح بیان کیا جاتا ہے حالانکہ ان محاسن اور قباحتوں کا ادراک حواس سے نہیں ہوتا جب حاتم طائی کی سخاوت اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شجاعت بیان کی گئی تو دونوں میں ان کی محبت ضروری طور پر جاگزیں ہو گئی اور یہ محبت ان کی صورت محسوسہ کو دیکھنے کی وجہ سے نہیں اور نہ ہی ان سے محبت کرنے والے ان سے کوئی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

بلکہ جب دنیا کے مختلف علاقوں میں موجود بعض بادشاہوں کی سیرت بیان کی جاتی ہے یعنی ان کے عدل، احسان اور صدقہ و خیرات کا ذکر ہوتا ہے تو دونوں پر ان کی محبت غالب آجاتی ہے حالانکہ اس بات سے مایوسی ہوتی ہے کہ ان بادشاہوں کا احسان ان محبت کرنے والوں تک پہنچے گا کیوں کہ وہ در در دلائز کے علاقے میں رہتے ہیں اور ان سے ملاقات بھی نہیں ہو سکتی لہذا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کی محبت صرف ان لوگوں سے نہیں ہوتی جو اس سے حسن سلوک کریں بلکہ محسن ذاتی طور پر ہی محبوب ہوتا ہے اگرچہ اس کا احسان محبت تک کبھی نہ پہنچے کیوں کہ ہر جمال اور حسن محبوب ہوتا ہے اور صورت ظاہری بھی ہوتی ہے اور باطنی بھی، اور حسن و جمال دونوں میں ہوتا ہے ظاہری صورتیں ظاہری آنکھ سے دیکھی جاتی ہیں اور باطنی صورتوں کو باطنی بصیرت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے پس جو شخص باطنی بصیرت سے محروم ہو وہ باطنی صورتوں کا نہ تو ادراک کر سکتا ہے نہ ان سے لذت اندوز ہو سکتا ہے نہ ان سے محبت کرتا ہے اور نہ ہی ان کی طرف مائل ہوتا ہے اور جس شخص کی باطنی بصیرت حواس ظاہرہ پر غالب ہو وہ ظاہری معانی کی نسبت باطنی معانی کو زیادہ چاہتا ہے پس وہ شخص جو دیوار پرینے ہوئے نقش و نگار سے ظاہری صورت کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور وہ جو کسی نبی (علیہ السلام) سے ان کی باطنی صورت کے جمال کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو ان دونوں میں فرق ہے۔



محب اور محبوب کے درمیان پوشیدہ مناسبت کی وجہ سے محبت ہوتی ہے کیوں کہ بعض اوقات دو آدمیوں کی درمیان محبت جمال یا کسی نفع کی وجہ سے پکی نہیں ہوتی بلکہ محض ارواح کے درمیان مناسبت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَمَا تَعَارَفْتُمْ مِنْهَا امْتَلَفَتْ وَمَا تَنَاقَرْتُمْ مِنْهَا اخْتَلَفَتْ -

پس ان میں سے جو (عالم ارواح میں) ایک دوسرے سے متعارف ہوئے ان کے درمیان الفت پیدا ہوگئی اور جو ایک دوسرے سے اجنبی رہے ان کے درمیان اختلاف ہوا۔

ہم نے اس بات کو آدابِ صحبت کے بیان میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے وہاں سے معلوم کریں، کیوں کہ یہ بھی اسبابِ محبت کے عجائب میں سے ہے۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ محبت کی اقسام پانچ اسباب کی طرف لٹوتی ہیں یعنی (۱) انسان اپنے نفس کے پاٹے جانے اور اس کے کمال اور بقا کی چاہت رکھتا ہے (۲) اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اس پر ایسی چیز کے ذریعے احسان کرے جو اس کے بقا اور وجود کے دوام کا باعث ہے نیز اس سے مہلکات کو دور کرتی ہے (۳) جو شخص اس پر احسان نہیں کرتا لیکن وہ ذاتی طور لوگوں پر احسان کرنے والا ہے (۴) جو چیز ذاتی طور پر جمیل ہو چاہے (۵) باطن میں جن درشتخووں کے درمیان پوشیدہ مناسبت ہو۔ اگر کسی شخص میں یہ تمام اسباب جمع ہو جائیں تو لامحالہ اس سے محبت بڑھ جاتی ہے جس طرح کسی شخص کا بیٹا خوبصورت ہو، اچھے اخلاق کا مالک ہو، علم میں کامل ہو، اچھی تدبیر والا ہو، لوگوں سے حسن سلوک کرنے والا اور باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے والا ہو تو لامحالہ اس سے انتہائی درجہ کی محبت ہوگی ان خصلتوں کے جمع ہونے کے بعد جس قدر یہ خصلتیں قوی ہوں گی اسی قدر محبت بھی قوی ہوگی اگر یہ صفات کمال کے انتہائی درجہ کو پہنچی ہوئی ہوں تو لامحالہ محبت بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔

پس ہم اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ ان تمام اسباب کا کامل ہونا اور جمع ہونا صرف اللہ تعالیٰ کے حق میں مقصور ہوتا ہے پس درحقیقت محبت کا استحقاق صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ہے۔

فصل ۳:

## مستحق محبت صرف اللہ تعالیٰ ہے

جو شخص اللہ تعالیٰ کے غیر سے یوں محبت کرتا ہے کہ اس کو غیر کی اللہ تعالیٰ سے نسبت نہ ہو تو وہ اپنی جہالت اور معرفت



خداوندی میں کوتاہی کی دوسرے ایسا کرتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت محمود ہے کیوں کہ یہ بعینہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اسی طرح علماء اور متقی لوگوں سے محبت بھی اللہ تعالیٰ سے ہی محبت کرنا ہے کیوں کہ محبوب کا محبوب نیز محبوب کا رسول اور محبوب کا محب بھی محبوب ہوتا ہے اور ان سب سے محبت اصل سے محبت کی طرف لوٹتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے ہی محبت ہے (ا) اس کے غیر کی طرف تجاویز نہیں کرتی اور ارباب بصیرت کے نزدیک حقیقت میں محبوب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے علاوہ کوئی محبت کا مستحق نہیں ہے۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ ہم ان پانچوں اسباب کی طرف رجوع کریں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور اس بات کو بیان کریں کہ یہ تمام اسباب اللہ تعالیٰ کی ذات میں جمع ہیں اور دوسروں میں یہ انفرادی طور پر پائے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں ان کا پایا جانا حقیقتاً ہے اور اس کے غیر میں ان کی موجودگی وہم و خیال ہے اور محض مجاز ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

پس جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہر صاحب بصیرت کے لیے اس بات کی ضد کشف ہوگی جس کا خیال کمزور عقل اور کمزور دل والے لوگ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے حقیقتاً محبت محال ہے اور یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ تحقیق کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے محبت نہ کی جائے۔

پہلا سبب یعنی انسان کا اپنے آپ سے محبت کرنا اور اپنے باقی رہنے نیز کمال اور دوام وجود کی چاہت رکھنا نیز ہلاکت، عدم اور نقصان نیز کمال کو ختم کرنے والے امور سے نفرت کرنا ہے یہ بات ہر زندہ شخص کی فطرت میں داخل ہے اور اس سے اس کی جدائی کا تصور نہیں ہو سکتا اور یہ بات اللہ تعالیٰ سے انتہائی درجہ کی محبت کا تقاضا کرتی ہے۔ کیوں کہ جو شخص اپنے آپ کو بھی پہچانتا ہے اور اپنے رب کو بھی پہچانتا ہے وہ قطعی طور پر اس بات کو جانتا ہے کہ اس کا ذاتی طور پر کوئی وجود نہیں اور اس کی ذات کا وجود، وجود کا دوام اور کمال وجود سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ کی طرف (جاننے والا) ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ ہے وہی بنانے والا وجود عطا کرنے والا ہے وہی باقی رکھنے والا ہے اور صفات کمال کی تخلیق کے ذریعے وہی اس (انسان) کے وجود کو مکمل کرنے والا ہے اسی نے وہ اسباب پیدا کئے جو اس تک پہنچاتے ہیں اور اسی نے اسباب کے استعمال کے لیے ہدایت کو تخلیق کیا ورنہ بندے کا ذاتی طور پر کوئی وجود نہیں بلکہ وہ محض عدم اور مٹا ہوا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے پیدا نہ کرتا اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ذریعے اسے باقی نہ رکھتا تو وہ وجود میں آنے کے بعد ہلاک ہو جاتا ہے نیز اگر اللہ تعالیٰ اس کی خلقت کو مکمل کرنے کے ذریعے اس پر اپنا فضل نہ فرماتا تو وہ وجود میں آنے کے بعد ناقص رہتا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ کوئی بھی موجود چیز ایسی نہیں جو خود بخود قائم ہو سوا کے قیوم اور حقی ذات کے جو ذاتی طور پر قائم ہے باقی سب کچھ اسی کے ساتھ قائم ہے پس اگر اپنی ذات سے محبت رکھے گا اور اس کو وجود کا فائدہ غیر سے حاصل ہوا ہے



تو لازماً اسے اس ذات سے بھی محبت ہوگی جس نے اسے وجود عطا کیا ہے اور وہ اسے باقی رکھنے والا ہے اگر وہ اس کو خالق، موجد، مخترع، ربنا نے والا، باقی رکھنے والا، ذاتی طور پر قائم اور دوسروں کو قائم رکھنے والا سمجھتا ہے اب اگر وہ اس سے محبت نہیں کرتا تو وہ اپنے سے بھی اور اپنے رب سے بھی جاہل ہے اور محبت، معرفت کا نتیجہ ہے لہذا معرفت کے معدوم ہونے سے محبت بھی معدوم ہو جاتی ہے اس کے کمزور ہونے سے کمزور اور مضبوط ہونے سے مضبوط ہوتی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے وہ اس سے محبت کرتا ہے اور جو آدمی دنیا کی معرفت حاصل کرتا ہے وہ اس میں زہد اختیار کرتا ہے (یعنی رغبت ہو جاتا ہے) اور اس کا تصور کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے آپ سے محبت کرے لیکن اپنے رب سے محبت نہ کرے حالانکہ اسی کے ساتھ قائم ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ جو شخص سورج کی گرمی میں مبتلا ہو جب وہ سائے کو پسند کرتا ہے تو لازمی طور پر وہ درختوں کو پسند کرے گا جن کے ساتھ سایہ قائم ہے اور ہر وہ چیز جو اپنے وجود میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف منسوب ہوتی ہے وہ اس طرح ہے جیسے سائے کو درخت سے نسبت ہوتی ہے اور روشنی کو سورج سے، کیوں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار ہیں اور ان سب کا وجود اس کے وجود کے تابع ہے جس طرح نور کا وجود سورج کے تابع ہے اور سائے کا وجود درخت کے تابع ہے بلکہ عوام الناس کے ذہنوں کے مطابق یہ مثال صحیح ہے کیوں کہ ان کے خیال میں روشنی، سورج کا اثر اور فیضان ہے اور اسی کے ساتھ موجود ہے اور یہ محض خطا ہے کیوں کہ اربابِ قلوب کے لیے ایسا انکشاف ہوتا ہے جو آنکھوں کے مشاہدے سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ نور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حاصل ہوتا ہے یعنی جب سورج کثیف اجسام کے مقابلے میں آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نور پیدا ہوتا ہے جس طرح سورج کی روشنی اور اس کی شکل و صورت بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حاصل ہوتی ہے لیکن ان مثالوں سے ہماری غرض بات سمجھانا ہے حقائق کی طلب مقصود نہیں۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ اگر انسان کا اپنے آپ سے محبت کرنا ضروری ہے تو اس ذات سے محبت کرنا جس کے ذریعے پہلے وہ قائم ہوتا ہے پھر اسے اپنے اصل، صفات، ظاہر، باطن اور جو اہر و اعراض میں دوام حاصل ہوتا ہے سے محبت بھی ضروری ہے اگر وہ اس بات کو اسی طرح جانتا ہے کہ اس کے ساتھ قائم و دائم ہے۔

اور جو آدمی اس محبت سے خالی ہو تو وہ اس لیے خالی ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات اور خواہشات میں مشغول ہوتا ہے اپنے رب اور خالق سے اس کی توجہ ہٹی ہوئی ہوتی ہے وہ اسے کا حق نہیں پہچانتا اور اس کی نظر صرف خواہشات اور محسوسات تک محدود ہوتی ہے اور یہ عالم شہادت ہے اس میں حصول لذت کے سلسلے میں اس کے ساتھ جانور بھی شریک ہیں اس کی نظر عالم ملکوت کی طرف نہیں جاتی جس عالم ملکوت کی زمین کو وہی طے کرتا ہے جس کو فرشتوں سے کچھ مشابہت ہو تو وہ صفات کے اعتبار سے فرشتوں کے جس قدر قریب ہوتا ہے اسی قدر عالم ملکوت میں دیکھے گا اور جس قدر جانوروں کی ایسی ہیں گرسے گا اسی قدر اس کی نگاہ عالم ملکوت سے کوتاہ ہوگی۔



دوسرا سبب یعنی اس ذات سے محبت کرنا جو اس پر احسان کرے تو یہ اپنے مال سے اس کا بدلہ دیتا اور کلام میں زنی برتنا ہے نیز اس کی مدد کر کے اسے قوت - مہیا کرنا ہے اور دشمنوں کے قلع قمع کرنے اور بروں کی برائی ختم کرنے میں اس کی مدد کرنا ہے نیز اس کی ذات اولاد اور اقارب کے حوالے سے اس کی اغراض اور فوائد کی تکمیل کے لیے وسیلہ بنتا ہے تو یقیناً ایسا شخص اس کے نزدیک محبوب ہوگا اور یہ بات بعینہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرے کیونکہ اگر اس کو صحیح معرفت حاصل ہو جائے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس پر احسان کرنے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے ہمارا مقصود اس کے احسانات کی تفصیل کہ کس بندے پر کیا احسان ہے، معلوم کرنا نہیں کیوں کہ کوئی بھی شمار کرنے والا ان احسانات کی گنتی نہیں کر سکتا جیسے ارشاد خداوندی ہے -

وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصَوْهَا - اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان کو گنتی نہیں کر سکتے -

ہم نے اس سلسلے میں کچھ باتیں شکر کے بیان میں ذکر کی ہیں اب ہم صرف یہ بات بیان کریں گے کہ بندوں کی طرف احسان صرف مجازی طور پر ہوتا ہے محسن (حقیقی) تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے مثلاً ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک شخص تمہیں اپنے تمام خزانے دیتا ہے تمہیں ان پر فائدہ دیتا ہے کہ تم جس طرح چاہو ان میں تصرف کرو اب اگر تم سمجھو کہ اس نے تم پر احسان کیا ہے تو یہ غلط ہے اس لیے کہ اس کے احسان کی تکمیل کے لیے خود اس کا اپنا وجود، مال پر قدرت، تمہیں مال دینے کی سوچ وغیرہ کا ہونا ضروری ہے تو وہ کون ہے جس نے خود اس کو، اس کے مال اور قدرت نیز ارادے وغیرہ کو پیدا کر کے اس پر انجام کیا اور وہ کون ہے جس نے تمہیں اس کا محبوب بنایا اور اس کی توجہ کو تمہاری طرف پھیرا نیز اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس کی دینی یا دنیوی بھلائی اس میں ہے کہ وہ تم پر احسان کرے اگر یہ سب باتیں نہ ہوتیں تو وہ تمہیں اپنے مال میں سے ایک دانہ بھی نہ دیتا جب اللہ تعالیٰ نے یہ تمام لوازم پیدا کئے اور اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس کی دینی یا دنیوی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اپنا مال تمہارے حوالے کرے تو وہ اس سلسلے میں مجبور ہے اس کی مخالفت نہیں کر سکتا تو محسن وہ ہے جس نے اسے تمہارے لیے مجبور اور مستخر کیا اور اس پر وہ باتیں مسلط کیں جو اس فعل کا باعث بنیں اس کا ہاتھ تو ایک واسطہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا احسان تم تک پہنچتا ہے مال کا مالک اس سلسلے میں اسی طرح مجبور ہے جیسے پانی اپنے چلنے میں مجبور ہے -

اگر تم اسی کو محسن سمجھتے ہو اور اس لیے اس کا شکر یہ ادا کرتے ہو کہ وہ ذاتی طور پر محسن ہے واسطے کے طور پر نہیں تو تم حقیقت امر سے ناواقف ہو انسان سے احسان کا تصور صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے نفس پر احسان کرتا ہے دوسروں پر



احسان مخلوق کے لیے محال ہے کیوں کہ وہ اپنا مال کسی غرض کے تحت خرچ کرتا ہے یا تو وہ غرض اُغروی ہے یعنی ثواب حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے یا فوری غرض ہے یعنی دوسرے پر احسان رکھنا، مستخر کرنا، تعریف اور شہرت کی طلب کرنا یا یہ کہ سخاوت اور کرم کے ساتھ مشہوری ہو یا یہ کہ لوگوں کے دل اس کی محبت اور اطاعت میں کھینچے جائیں جس طرح انسان اپنا مال دریا میں بہنیں ڈالتا کہ اس میں اس کا کوئی فائدہ نہیں اسی طرح کسی انسان کے ہاتھ میں بھی صرف غرض کے تحت دینا ہے اور یہی غرض اس کا مطلوب و مقصود ہے لینے والے کی ذات مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس کا ہاتھ تو مال لینے کا ایک ذریعہ اور آگہ ہے حتیٰ کہ اس کی غرض پوری ہو جاتی ہے اور وہ ذکر، شکر، یا ثواب ہے اور یہ باتیں اس مال پر تمہارے قبضہ کی وجہ سے حاصل ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تجھے قبضہ کے سلسلے میں مستخر کیا تاکہ نفس کی غرض تک رسائی ہو تو وہ خود اپنے اوپر احسان کرتا ہے اور جو مال خرچ کرتا ہے اس کا ایسا عوض لیتا ہے جو اس کے نزدیک مال سے زیادہ ترجیح رکھتا ہے اگر اس مقصد کو ترجیح نہ دیتا تو تمہارے لیے اپنا مال ہرگز نہ چھوڑتا لہذا وہ دو وجہ سے مال دینے والا شکر اور محبت کا مستحق نہیں ہے ایک وجہ یہ ہے کہ یہ مال دینے کے تمام لوازم اللہ تعالیٰ نے اس پر مسلط کئے اور اس میں مخالفت کی طاقت نہیں اور وہ حاکم کے خزانچہ کی طرح ہے اگر وہ کسی کو خلعت دیتا ہے تو اسے اس وجہ سے محسن نہیں سمجھا جاتا کیوں کہ یہ میر کی طرف سے ہے اور خازن اس کی بات ماننے اور حکم کی تعمیل کے لیے مجبور ہوتا ہے اور اس کی مخالفت نہیں کر سکتا اگر بادشاہ اس کی صوابدید پر مجبور دیتا تو وہ نہ دیتا اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی محسن کو کھلی چھٹی دے دیتا تو وہ اپنے مال میں سے ایک دانہ بھی خرچ نہ کرتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر لوازم کو مسلط کیا اور اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس کا دینی یا دنیوی فائدہ مال خرچ کرنے میں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس خرچ کرنے کا اسے ایسا عوض ملتا ہے جو اس کے نزدیک خرچ کئے جانے والے مال سے زیادہ فائدہ مند اور محبوب ہے۔ پس جس طرح سودا بیچنے والے کو محسن نہیں کہا جاتا کیوں کہ اس نے جو سامان دیا وہ اس چیز کے بدلے میں دیا ہے جو اس کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اسی طرح ہمہ کرنے والا اس کے عوض میں ثواب یا تعریف یا کوئی دوسری چیز لیتا ہے۔ اور عوض کے لیے یہ شرط نہیں کہ وہ مال کی قسم سے کوئی چیز ہو بلکہ تمام لذتیں اور فوائد اسے عوض ہیں جن کے مقابلے میں مال اور دوسری اشیاء کی کوئی حقیقت نہیں۔

پس احسان، سخاوت کی صورت میں ہوتا ہے اور سخاوت کسی ایسے عوض کے بغیر مال خرچ کرنا ہے جو خرچ کرنے والے کی طرف لوٹے اور اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے یہ بات محال ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام جہانوں پر احسان کرتے ہوئے ان کو انعامات سے نوازتا ہے اور اس میں ان ہی کا فائدہ ہے یہ بات نہیں کہ اس کا کوئی نفع یا غرض اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اغراض سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے مجود و احسان کا لفظ استعمال کرنا جھوٹ یا مجاز ہے اور اس کا معنی غیر خدا کے حق میں اس طرح منتن اور محال ہے جیسے سفیدی اور سیاہی کا اجتماع محال ہے لہذا مجود و احسان اور فضل و کرم میں وہ یکساں ہے پس اگر طبیعت میں محسن سے محبت کا جذبہ ہو تو مناسب یہ ہے کہ عارف



صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرے کیوں کہ اس کے غیر کی جانب سے احسان محال ہے پس اس محبت کا واحد مستحق وہی ہے جب کہ اس کا غیر احسان پر محبت کا مستحق اسی وقت ہو سکتا ہے جب محبت کرنے والے کو احسان کا معنی معلوم نہ ہو۔ اور تیسرا سبب یعنی اس شخص سے محبت کرنا جو ذاتی طور پر محسن ہو اگرچہ اس تک اس شخص کا احسان نہ پہنچا ہو اور یہ بات بھی فطری ہے جب تمہیں کسی ایک ایسے بادشاہ کی خیر پہنچے کہ وہ عبادت گزار، عادل اور عالم ہے لوگوں پر نرمی کرنے والا اور ان کے لیے تواضع اختیار کرنے والا ہے اور وہ زمین کے کسی ایسے حصے میں ہو جو تم سے دُور ہے اور تمہیں ایک دوسرے بادشاہ کی خبر پہنچے جو ظالم، متکبر، فاسق، شریر اور لوگوں کی ہتک کرنے والا ہو اور وہ بھی تم سے دُور ہو تو تم اپنے دل میں ان دونوں کے درمیان فرق محسوس کرو گے کیوں تمہارے دل میں پہلے بادشاہ کی طرف میلان پایا جاتا ہے اور یہی محبت ہے جب کہ دوسرے سے نفرت پائی جاتی ہے اور یہی بغض ہے حالانکہ تم پہلے بادشاہ کی طرف سے حصول خیر سے نا امید اور دوسرے کے شر سے بے خوف ہو کیوں کہ تمہیں ان کے ملکوں میں جانے کی توقع نہیں تو یہ محسن سے اس اعتبار سے محبت ہے کہ وہ محسن ہے یہ نہیں کہ اس نے تم پر احسان کیا ہے اور یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا کرتی ہے بلکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے غیر سے بالکل محبت نہ کی جائے ہاں جو کسی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوق کا محسن ہے اور ہر قسم کی مخلوق پر فضل فرمانے والا ہے پہلے ان کو وجود عطا کرتا ہے پھر اعضاء اور اسباب کے ذریعے ان کی تکمیل کرتا ہے جو ان کی ضرورتوں میں شامل ہیں پھر ان اسباب کو پیدا کر کے جو ان کی حاجات میں شامل ہیں اور ضرورت کے زمرے میں نہیں آتے ان پر انعام فرمانا ہے پھر زوائد کے ذریعے ان کو زینت دیتا ہے جو زینت کے مقام پر ہیں اور ضرورت و حاجت سے خارج ہیں۔

ضروری اعضاء کی مثال سر، دل اور جگر ہے جب کہ جن اعضاء کی حاجت ہوتی ہے ان کی مثال آنکھ، ہاتھ اور پاؤں ہیں جب کہ زینت کی مثال ابروؤں کا لگانا کی شکل میں ہونا، ہونٹوں کا سرخ ہونا اور آنکھوں کا بادامی ہونا اور اس کے علاوہ وہ چیزیں کہ ان سے حاجات اور ضرورتوں کا کوئی تعلق نہیں۔

انسانی بدن سے خارج نعمتوں میں سے پانی اور غذا ضروری ہیں جب کہ دوائی، گوشت اور پھل حاجات میں شامل ہیں اور زوائد کی مثال درختوں کا سر سبز ہونا پھولوں اور کلیوں کی خوبصورتی نیز پھلوں اور کھانوں کا لذیذ ہونا ہے کیوں کہ ان کے نہ ہونے سے حاجت اور ضرورت زائل نہیں ہوتی اور یہ تینوں اقسام ہر حیوان بلکہ ہر اگنے والی چیز میں موجود ہیں یہی نہیں عرش سے فرش تک مخلوق کی جتنی اقسام ہیں سب میں موجود ہیں۔

پس وہی محسن ہے اور دوسرا کوئی کس طرح محسن ہو سکتا ہے جب کہ وہ احسان کرنے والا خود اللہ تعالیٰ کی قدرت کی حسنت میں سے ایک حسنتہ (بھلائی) ہے اللہ تعالیٰ ہی محسن کا خالق ہے محسن، احسان اور اسباب احسان کا خالق ہے پس اس علت کی بنیاد پر اس کے غیر سے محبت کرنا بالکل محض جہالت ہے اور جو شخص اس بات کو جان لیتا ہے وہ



اس بنیاد پر صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے اور جو تھا سبب یعنی پر جمیل چیز سے اس کے جمال کی وجہ سے محبت کرنا ہے اس لیے نہیں کہ اس سے ادراکِ جمال کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل کیا جائے ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ محبت بھی فطری ہے اور جمال صورت ظاہرہ کا بھی ہوتا ہے جس کا ادراک سر کی آنکھوں سے ہوتا ہے اور باطنی صورت کا بھی ہوتا ہے جس کا ادراک دل کی آنکھ اور نور بصیرت سے ہوتا ہے پہلی قسم کے جمال کا ادراک بچوں اور جانوروں کو بھی ہوتا ہے جب کہ دوسری قسم کا ادراک اربابِ قلوب کے ساتھ خاص ہے اور وہ شخص ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتا جو صرف ظاہری دینی زندگی کو جانتا ہے۔

جس کو جمال کا ادراک ہوتا ہے اس کے نزدیک جمال محبوب ہوتا ہے اگر دل کے ساتھ اس کا ادراک ہو تو وہ دل کا محبوب ہوتا ہے اور اس قسم کا مشاہدہ انبیاء کرام، علماء عظام اور اچھے پسندیدہ اخلاق والے لوگوں سے محبت میں ہوتا ہے کیوں کہ یہ بات ان کے چہرہ اور دیگر اعضاء کے بظاہر زیادہ خوبصورت نہ ہونے کی صورت میں بھی ممکن ہے صورتِ باطنہ کے حسن سے یہی مراد ہے اور جس سے اس کا ادراک نہیں ہو سکتا ہاں اس کے اچھے آثار جو اس پر دلالت کرتے ہیں ان کا ادراک ہو سکتا ہے حتیٰ کہ جب دل اس پر دلالت کرے تو دل بھی اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے پس جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما یا حضرت امام شافعی رحمہ سے محبت کرتا ہے تو وہ اس حسن کی وجہ سے محبت کرتا ہے جو اس کے سامنے ظاہر ہوا اور یہ ان کی صورتوں کے حسن کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے اچھے افعال کی وجہ سے ہے بلکہ ان کے اچھے افعال ان کی ان صفات کے حسن پر دلالت کرتے ہیں جو افعال کے مراکز میں کیوں کہ افعال تو آثار ہیں جو ان صفات سے صادر ہوتے ہیں اور ان پر دلالت کرتے ہیں۔ پس جو شخص کسی کی اچھی تصنیف یا کسی شاعر کے اچھے اشعار یا کسی نقاش کے نقوش کا حسن دیکھتا ہے یا کسی معمار کی اچھی تعمیر دیکھتا ہے تو اس کے لیے ان افعال سے اس کی باطنی اچھی صفات ظاہر ہوتی ہیں جو بالآخر علم اور قدرت کی طرف لوٹتی ہیں پھر جب معلوم زیادہ شرف والا ہو اور اس کا جمال کامل ہو اور عظمت بھی زیادہ ہو تو علم بھی اشرف و اجمل ہوگا۔ اسی طرح جب مقدور کا تہ اور منزل بڑی ہو تو اس پر قدرت کا درجہ بھی زیادہ ہوگا اور معلومات میں سے سب سے بڑی معلوم ذات اللہ تعالیٰ کی ہے لہذا سب سے زیادہ عمدہ اور اشرف علم بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اسی طرح جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے ساتھ قرب اور اختصاص ہوگا تو اسی اعتبار سے اس کا مقام بھی ہوگا۔

تو صدیقین جن سے محبت فطرتِ انسانی میں داخل ہے ان کی صفات کا جمال تین باتوں کی طرف لوٹتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اس کی کتب، اس کے رسولوں اور اس کے انبیاء کرام کی شریعتوں کو جانا۔

(۲) ان کا اپنی ذات کی اصلاح اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی مرشد و ہدایت اور سیاست کے ذریعے راہنمائی

کرنے پر قادر ہونا۔



(۱۳) ان کا گھٹیا حرکتوں، خباثوں اور غالب شہوتوں جو اچھے راستوں سے روکتی ہیں اور برائی کی طرف کھینچتی ہیں، اسے پاک ہونا۔ یہی وہ باتیں ہیں جن کے باعث انبیاء کرام، علماء، خلفاء اور عدل و کرم کے پیکر بادشاہوں سے محبت کی جاتی ہے تو ان صفات کو اللہ تعالیٰ کی نسبت سے دلچھٹا چاہیے جہاں تک علم کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اولین و آخرین کے علم کی کیا حیثیت ہے وہ تمام چیزوں کا اس طرح احاطہ کرتا ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہیں حتیٰ کہ آسمانوں اور زمین کا کوئی ذرہ اس سے غائب نہیں ہو سکتا۔ اس نے تمام مخلوق کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

وَمَا أَدْبَيْتُمْ آدَاءَ قَدِيلًا - (۱۱) اور تمہیں تو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

بلکہ اگر آسمان و زمین کی تمام مخلوق جمع ہو کر ایک چیونٹی یا مچھر کی تخلیق کی تفصیل کے سلسلے میں اس کے علم و حکمت کا احاطہ کرنا چاہے تو وہ اس کے سوئے (۱۲) حصے تک بھی نہیں پہنچ سکتے اور وہ تھوڑا سا علم جو مخلوق کو حاصل ہے وہ بھی اس کے کھانے سے حاصل ہوا جیسے ارشاد فرمایا۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَمَةً الْبَيِّنَاتِ - (۱۲) اس نے انسان کو پیدا فرمایا رکھ کر اسے بیان سکھایا۔

پس اگر علم کا جمال اور شرف محبوب ہے اور وہ ذاتی طور پر موصوف کے لیے زینت اور کمال ہے تو اس سبب سے صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہی مناسب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے علم کی نسبت سے علماء کے علوم جہالت ہیں۔

بلکہ جو شخص اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم کو جہل جانتا ہو اور سب سے بڑے جاہل کو بھی، تو محال ہے کہ علم کے سبب سے جاہل سے محبت کرے اور علم والے کو چھوڑ دے اگرچہ جاہل کو بھی کسی در کسی چیز کا علم ہوتا ہے جس کا اس کی معیشت سے تعلق ہوتا ہے مخلوق میں سے سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے جاہل کے علم میں جس قدر فرق ہے اس سے زیادہ فرق اللہ تعالیٰ کے علم اور مخلوق کے علم کے درمیان ہے کیوں کہ زیادہ علم والے کو بڑے جاہل پر صرف چند معدود متنہا ہی علوم کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔

اور اس بات کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ جو سب سے زیادہ جاہل ہے وہ کسب و اجتہاد کے ذریعے ان علوم کو حاصل کر لے جب کہ تمام مخلوق کے علوم پر اللہ تعالیٰ کے علم کو جو فضیلت حاصل ہے اس کی کوئی انتہا نہیں کیوں کہ اس کی معلومات بھی بے انتہا ہیں جب کہ مخلوقات کی معلومات متنہا ہی ہیں۔

جہاں تک صفت قدرت کا تعلق ہے تو وہ بھی کمال ہے جب کہ کمزوری نقص ہے پس ہر کمال، حسن، عظمت، بزرگی اور غلبہ محبوب ہوتا ہے اور اس کا ادراک لذیذ ہوتا ہے حتیٰ کہ آدمی جب حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما

(۱۱) قرآن مجید، سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۵

(۱۲) قرآن مجید، سورہ رحمن آیت ۲۴



ادراں کے علاوہ بہادر لوگوں کے واقعات اور اپنے ہم عصر لوگوں پر اس اعتبار سے ان کی بترزی کے بارے میں سنا ہے تو اس کے دل میں ایک حرکت، نحوشی اور راحت لازماً پیدا ہوتی ہے جس کا تعلق صرف لذت سماعت سے ہے مشاہدہ تو بعد کی بات ہے اور اس وجہ سے اس شخص کی محبت دل میں ضرور پیدا ہوتی ہے جو اس صفت کو محسوس ہے کیوں کہ یہ ایک قسم کا کمال ہے۔

تو اب تمام مخلوق کی قدرت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مقابل لاؤ تو دیکھو کہ جو شخص سب سے زیادہ قوت اور سب سے زیادہ وسیع حکومت والا ہے جس کی گرفت سب سے زیادہ ہے، شہوات کو سب سے زیادہ دبانے والا، نفس کی خباثوں کا سب سے زیادہ قلع قمع کرنے والا اور اپنے نفس نیز غیر کے حوالے سے سیاست پر زیادہ قادر ہے تو اس کی قدرت و طاقت کی انتہا کیا ہے۔

اس کی طاقت کی انتہا یہی ہے کہ اپنے نفس کی بعض صفات پر اور انسانوں میں سے بعض لوگوں کے بعض امور پر اسے قدرت حاصل ہوتی ہے اس کے باوجود وہ اپنی زندگی، قوت، دوبارہ زندہ ہونے نیز نقصان اور نفع کا مالک نہیں بلکہ وہ انہی آنکھ کو اندھے پن سے زبان کو گونگا ہونے سے کانوں کو بہرا ہونے سے اور بدن کو بیماری سے نہیں بچا سکتا۔

ادراں باتوں کو بیان کرنے کی حاجت نہیں جن سے وہ اپنے نفس اور دوسروں کے حوالے سے عاجز ہے حالانکہ وہ اس کی طاقت سے متعلق ہیں اور جو اس کی طاقت سے متعلق نہیں مثلاً آسمانوں کی حکومت، آسمان ستارے، زمین، اس کے پہاڑ، سمندر، ہوائیں، بجیلیاں کانیں، سبزیاں، حیوانات اور ان کے تمام اجزاء ان میں سے ایک ذرے پر بھی اسے قدرت حاصل نہیں ہے۔

اور جس چیز پر وہ اپنے لیے اور دوسروں کے لیے قادر ہے تو وہ قدرت بھی اس کی ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس کا، اس کی قدرت کا اور اس کے لیے اسباب کا خالق ہے اور وہ اسے طاقت دیتا ہے اگر ایک مچھر کو سب سے بڑے بادشاہ اور سب سے زیادہ مضبوط شخص پر مسلط کر دیا جائے تو وہ اسے ہلاک کر دے پس بندے کو جو قدرت حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے سب سے بڑے بادشاہ ذوالقرنین کے بارے میں فرمایا۔

ہم نے اسے زمین میں ٹھکانہ دیا۔ اِنَّا مَكِّنَّاكَ فِي الْاَرْضِ - (۱)

پس اس کی تمام بادشاہی اور سلطنت اللہ تعالیٰ کی عطا سے تھی کہ اس نے اس کو زمین کے ایک حصے کا مالک بنایا



اور زمین تمام اجسام عالم کی نسبت ایک ڈھیلہ ہے اور زمین کی وہ تمام حکومتیں جن سے انسان حصہ حاصل کرتا ہے اس ڈھیلے کی گردوغبار ہے پھر وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل اور طاقت عطا کرنے سے ہے لہذا یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بندے سے اس کی طاقت، سیاست، غلبے اور کمال قوت کی وجہ سے محبت کی جائے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت نہ کرے حالانکہ نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی تمام قوت اللہ تعالیٰ بلندی و عظمت واسطے کی عطا سے حاصل ہوتی ہے وہی جبار و قاهر ہے اور وہی علیم و قادر ہے تمام آسمان اس کی قدرت کے تحت ہیں اور زمین نیز جو اس کے اندر اور اوپر ہے وہ اسی کے قبضے میں ہے تمام مخلوق اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اگر وہ ان سب کو ہلاک کر دے تو اس کی بادشاہی اور حکومت میں سے ایک ذرہ بھی کم نہ ہوگا اور اگر وہ ان جیسے لوگ ہزار بار مزید پیدا کرے تو ان کے پیدا کرنے سے عاجزی اور ٹھکاوٹ نہیں ہوگی اور نہ ان کے پیدا کرنے میں سستی ہوگی پس قدرت اور قادر سب اسی کی قدرت کے آثار ہیں جہاں، حُسن، عظمت، کبریائی، غلبہ سب اسی کی قدرت کے آثار ہیں جہاں، حُسن، عظمت، کبریائی، غلبہ سب اسی کو حاصل ہے پس اگر اس بات کا تصور ہو سکتا ہے کہ کسی قادر سے اس کے کمال قدرت کی وجہ سے محبت کی جاتے تو اس بنیاد پر اس کے سوا کوئی بھی محبت کا مستحق نہیں۔

جہاں تک محبوب اور ناقص سے پاک ہونے نیز رذیل اور خبیث باتوں سے پاکیزگی کا تعلق ہے تو یہ بھی محبت کے موجبات میں سے ایک موجب اور باطنی صورتوں میں حُسن و جمال کے مقتضیات میں سے ہے۔ انبیاء و کرام اور صدیقین اگرچہ عیبوں اور خباثتوں سے پاک ہیں لیکن کمال تقدس صرف اسی واحد حق ذات کے لیے ہے جو بادشاہ ہے پاک ہے جلال و اکرام کا مالک ہے جب کہ تمام مخلوق کی صورت حال یہ ہے کہ ان میں ایک یا ایک زیادہ نقص ضرور ہوتے ہیں بلکہ اس کا عاجز، مخلوق، مسخر اور مجبور ہونا عین عیب اور نقص ہے پس (حقیقی) کمال صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے غیر کے لیے اسی قدر کمال ہے جس قدر اس نے عطا کیا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے غیر کو کمال کا انتہائی درجہ عطا کرے کمال کی انتہا کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ وہ ایسا بندہ نہ ہو جو کسی اور کے سامنے مسخر ہو اور اس کے ساتھ قائم ہو اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے غیر میں محال ہے پس وہی کمال کے ساتھ منفرد ہے نقص اور عیبوں سے بھی پاک ہے عیبوں سے اس کے پاک ہونے کی تشریح ایک طویل بحث ہے اور یہ علوم مکاشفہ کے اسرار میں سے ہے ہم اس کا ذکر کر کے بات کو لمبا کرنا نہیں چاہتے۔ پس یہ وصف بھی اگر کمال، جمال اور محبوب ہے تو اس کی حقیقت بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہی مکمل ہوتی ہے اور اس کے غیر کے لیے کمال اور پاکیزگی مطلقاً نہیں بلکہ اس کی نسبت سے ہے جس میں بہت زیادہ نقص پایا جاتا ہے جیسے گھوڑے کا کمال گدھے کی نسبت سے اور انسان کا کمال گھوڑے کے مقابلے میں ہے اور اصل نقص سب کو شامل ہے ان کے درمیان فرق صرف درجات کا ہے۔

نتیجہ یہ ہو کہ جمیل محبوب ہوتا ہے اور جمیل مطلق وہ واحد ذات ہے جس کا کوئی مثل نہیں وہ واحد ذات جس کی کوئی



مذاور مقابل نہیں ایسا بے نیاز جس کا کوئی مزاحم نہیں ایسا غنی جسے کوئی حاجت نہیں ایسا قادر کہ جو چاہے کرے اور جو چاہے فیصلہ دے اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی اسے پھیر سکتا ہے وہ ایسا عالم ہے جس کے علم سے آسمانوں اور زمین کا ایک ذرہ بھی باہر نہیں ایسا غالب ہے کہ اس کے قبضہ قدرت سے بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں باہر نہیں نکل سکتیں اس کی گرفت اور سطوت سے بادشاہوں کی گردنیں باہر نہیں نکل سکتیں اس کی گرفت اور سطوت سے بادشاہوں کی گردنیں چھوٹ تھیں سکتیں وہ ازلی ہے کہ اس کے وجود کے لیے آغاز نہیں اور ابدی ہے کہ اس کے بقایا کوئی انتہا نہیں اس کا وجود ضروری ہے کہ اس کی بارگاہ سے عدم کا تصور کوسوں درہے وہ قیوم ہے جو خود قائم ہے اور تمام موجودات اس کے ساتھ قائم ہیں آسمانوں اور زمینوں کا جبار وہی ہے جمادات، حیوانات اور نباتات کا خالق بھی وہی ہے عزت و جبروت میں وہ یکتا ہے ملک و ملکوت کا مالک صرف وہی ہے فضل و جلال، حسن و جمال اور قدرت و کمال والا ہے اس کے جلال کی معرفت میں عقلمیں حیران ہیں اور اس کا وصف بیان کرنے سے زبانیں گنگ ہیں عارفین کی معرفت کا کمال یہی ہے کہ اس کی معرفت سے اپنے عجز کا اعتراف کریں اور انبیاء کرام کی نبوت کی انتہا یہی ہے کہ اس کے وصف کے بیان سے قصور کا اقرار کریں۔

جیسا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا أُحْصِي شَاءَ عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَتَيْتَ  
عَلَى نَفْسِكَ - (۱)

میں تیری شاد کا شمار نہیں کر سکتا تو اسی طرح ہے جس طرح تو  
نے خود اپنی تباہی فرمائی ہے۔

اور صدیقین کے سردار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

أَلْعَبْرُ عَنْ دَرِكِ الدَّرَاكِ إِدْرَاكَ - (۲)

ادراک کو پانے سے عاجزی کا اظہار بھی ادراک ہے

وہ ذات پاک ہے جس نے اپنی معرفت کے لیے، معرفت سے عجز کے سوا کوئی راستہ نہیں رکھا۔

تو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت کو حقیقتاً یا مجازاً ممکن نہیں مانتے معلوم نہیں وہ ان اوصاف کو جمال اور حمد کے اوصاف اور کمال اور محاسن کی نعمت قرار نہیں دیتے یا وہ اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے موصوف نہیں سمجھتے یا وہ اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ کمال، جمال، حسن اور عظمت صاحب ادراک کے نزدیک محبوب ہوتے ہیں تو وہ ذات پاک ہے جو اپنے جمال و جلال کی غیرت کی وجہ سے اندھوں کی نگاہوں سے پردے میں ہے کہ اس پر وہی لوگ مطلع ہوں جن کے لیے عبادتی سبقت کر گئی وہ جو حجاب کی آگ سے دور ہیں وہ اندھے پن کے اندھیروں میں حیران و سرگردان ہیں اور محسوسات کی وسعتوں اور جانوروں کی خواہشات میں پریشان پھرتے ہیں وہ صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو دیکھتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں۔

تو اس سبب کمالات کی وجہ سے محبت، احسان کی بنیاد پر محبت سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے کیوں کہ احسان میں



کئی بیٹنی ہوتی رہتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ محبوب لوگوں میں سے صلی زیادہ محبوب میرے نزدیک وہ شخص ہے جو کسی عطا کے بغیر میری عبادت کرے لیکن ربوبیت اپنا حق ضرور ادا کرتی ہے۔  
اور زبور میں ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو میری عبادت جنت یا جہنم کے لیے کرتا ہے اگر میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو کیا میں عبادت کے لائق نہ ہوتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام عبادت گزار لوگوں کی ایک جماعت پر گزرے جو کمزور ہر چکے تھے انہوں نے کہا کہ ہم جہنم سے ڈرتے اور جنت کی امید رکھتے ہیں آپ نے فرمایا تم مخلوق کا خوف رکھتے ہو اور مخلوق کی امید رکھتے ہو اور آپ ایک دوسری قوم پر گزرے جو اسی حالت پر تھی انہوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس سے محبت کرتے ہوئے اور اس کے جلال کی تعظیم میں کرتے ہیں آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کے حقیقی دوست ہو مجھے تمہارے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت ابو حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے شرم آتی ہے کہ میں ثواب اور عذاب کے حوالے سے عبادت کروں اور برے غلام کی طرح ہو جاؤں کہ جسے ڈرنے ہو تو کام نہیں کرتا اور برے مزدور کی طرح ہو جاؤں جو مزدوری نہ ملنے کی صورت میں کام نہیں کرتا۔ اور حدیث شریف میں ہے۔

لَا يَكُونَنَّ أَحَدُكُمْ كَالْحَبِيرِ السُّوعِيِّ لَمْ يُعْطَ أَجْرًا لَمْ يَعْمَلْ وَلَا كَالْعَبْدِ السُّوعِيِّ إِنْ لَمْ يَخَفْ لَمْ يَعْمَلْ - (۱)

تم میں کوئی اس برے مزدور کی طرح نہ ہو جائے جو اجر نہ ملنے پر کام نہیں کرتا اور برے غلام کی طرح بھی نہ ہو کہ اگر اسے ڈرنے ہو تو کام نہیں کرتا۔

محبت کا پانچواں سبب مناسبت اور مشابہت ہے کیوں کہ جو چیز کسی کے مشابہ ہو وہ اسے اپنی طرف کھینچتی ہے اور ایک شکل دوسری شکل کی طرف مائل ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ تم دیکھو گے ایک بچہ دوسرے بچے سے محبت کرتا ہے اور بڑا آدمی بڑے آدمی سے مانوس ہوتا ہے پرندہ اپنے ہم جنس سے محبت کرتا اور دوسری جنس سے نفرت کرتا ہے ایک عالم کسی کاریگر کی نسبت دوسرے عالم سے زیادہ اُلُفَّت رکھتا ہے اور بڑھئی کو جس قدر بڑھئی سے اُلُفَّت ہوتی ہے اس قدر کاشتکار سے نہیں ہوتی اور اس بات پر تجربہ شاہد ہے اور اس پر روایات و آثار شہادت دیتے ہیں جیسا کہ ہم نے آداب محبت کے بیان میں اللہ تعالیٰ کے لیے بھائی چارے کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ وہاں سے معلوم کرنا چاہیے۔

یہں جب مناسبت محبت کا سبب ہے تو مناسبت بعض اوقات ظاہری معنی میں ہوتی ہے جس طرح بچہ بچہ کے حوالے سے دوسرے بچے کے مناسب ہوتا ہے اور کبھی پوشیدہ ہوتی ہے حتیٰ کہ اس پر اطلاع نہیں ہو سکتی جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ دو آدمیوں کے درمیان اتحاد ہوتا ہے حالانکہ انہوں نے نہ تو ایک دوسرے کے جمال کو دیکھا ہوتا ہے اور نہ مال وغیرہ کا لالچ



ہوتا ہے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اِنَّ رُّوْحَ جَبْرَائِیلَ مَجْتَدٍ فَمَا تَعَارَفَتْ مِنْهَا  
اُتْلَفَتْ وَمَا تَنَاكَرَتْ مِنْهَا اُخْتَلَفَتْ۔

جنہوں نے

ایک دوسرے کو نہ پہچانا ان کے درمیان اختلاف ہوا۔

تو ایک دوسرے سے تعارف مناسبت ہے جب کہ ایک دوسرے کو نہ پہچانا ایک دوسرے کے خلدن ہوتا ہے۔ یہ سبب بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا کرتا ہے کیوں کہ بندے اور اللہ تعالیٰ میں باطنی مناسبت ہوتی ہے یہ مطلب نہیں کہ صورت اور شکل ایک جسی ہوتی ہے بلکہ باطنی معانی کی طرف رجوع ہوتا ہے ان میں سے بعض کو ذکر کرنا جائز ہے جب کہ بعض کا ذکر جائز نہیں بلکہ ان کا پردہ غیب میں ہی رہنا ٹھیک ہے حتیٰ کہ اس سے ساکنانِ طریقت آگاہی حاصل کریں جب وہ سلوک کی شرط پوری کریں پس جو بات کہنے کے قابل ہے وہ بندے کا ان صفات میں اپنے رب کا قرب حاصل کرنا ہے جن میں اقتداء اور اخلاق ربوبیت کا حکم ہے یہاں تک کہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے موصوف ہوجاؤ۔

یعنی ان صفات کے محامد کو حاصل کرو جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں مثلاً علم ہیکی، احسان، مہربانی، مخلوق سے بھلائی اور رحمت کا سلوک کرنا ان کی نیر خواہی، حق کی طرف ان کی راہنمائی کرنا اور ان کو باطل سے روکنا وغیرہ امور جو شریعت میں اچھے شمار ہوتے ہیں یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہیں لیکن یہ قرب مکانی نہیں ہوتا بلکہ صفات میں قرب مقصود ہے۔ اور جو خاص مناسبت میں لکھی نہیں جاسکتی اور وہ صرف آدمی میں پائی جاتی ہے اس کی طرف اس آیت میں اشارہ پایا جاتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے :

وَيَسْتَلْزِمُكَ عَنِ الرُّوحِ قَلِ الرُّوحِ مِنْ  
أَمْرِ يَتِي - (۲)

لوگ آپ سے رُوح کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے رُوح میرے رب کے حکم سے ہے۔

جب بیان فرمایا کہ رُوح امر ربانی ہے اور مخلوق کی عقلوں کی حد سے خارج ہے اور اس سے بھی واضح قول یہ ارشادِ خداوندی ہے۔

پس جب میں نے اس راہم علیہ السلام کو برابر کر دیا اور اس میں اپنی رُوح چھوئی۔

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي۔

(۳)



اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا اور اس بات کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ قول اشارہ کرتا ہے  
 اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ - (۱)

یوں کہ حضرت آدم علیہ السلام اسی مناسبت کی وجہ سے خلافت الہیہ کے مستحق قرار پائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے اس ارشاد گرامی میں اسی طرف اشارہ ہے آپ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ -  
 اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے اخلاق کا مظہر  
 بنایا۔ (۲)

حتیٰ کہ کوتاہ بین لوگوں نے خیال کیا کہ صورت تو صرف ظاہری ہوتی ہے جس کا ادراک حواس کے ذریعے ہوتا ہے  
 چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے تشبیہ دی اور اس کے لیے جسم اور صورت کا قول کیا اللہ تعالیٰ جاہلوں کی بات سے  
 بہت بلند ہے۔ اور اسی طرف اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں بیمار ہوا تو آپ  
 نے میری عیادت نہ کی عرض کیا اے میرے رب! یہ کیسے ہو سکتا ہے فرمایا میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو آپ نے اس کی بیمار  
 پرسی نہ کی اگر آپ اس کی بیمار پرسی کرتے تو مجھے (میری رحمت کو) اس کے پاس پاتے (۳)

اور یہ مناسبت اسی وقت ظاہر ہوتی ہے جب فرائض کی تکمیل کے بعد نفعی عبادت زیادہ سے زیادہ کی جائے جیسا کہ  
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (حدیث قدسی ہے)

لَا يَزَالُ يَتَقَرَّبُ الْعَبْدُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى  
 اُحِبَّهُ فَاِذَا اُحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي  
 يَسْمَعُ بِهِ وَيُبْصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَلِسانَهُ  
 الَّذِي يَنْطِقُ بِهِ -

بندہ نوافل کے ذریعے مسلسل میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ  
 میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پس جب میں اس سے  
 محبت کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس کے ساتھ  
 وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ  
 دیکھتا ہے۔

(۴)  
 یہ وہ مقام ہے جہاں فہم کی لگام کو روکنا ضروری ہے کیوں کہ اس سلسلے میں لوگ متفرق ہو گئے ہیں بعض کوتاہ بین ہیں  
 جو ظاہر تشبیہ کی طرف مائل ہو گئے بعض حد سے بڑھ گئے اور انہوں نے غلو اختیار کر کے مناسبت کی حد سے اتحاد کی

(۱) قرآن مجید سورہ ص آیت ۲۶

(۲) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۴۴ مرویات ابوہریرہ

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۴۰۴ مرویات ابوہریرہ

(۴) میران الاعتدال جلد اول ص ۶۴۱ ترجمہ ۲۴۶۳



طرف تجاوز کیا اور حلول کے قائل ہو گئے (یعنی اللہ تعالیٰ بندے میں داخل ہوتا ہے) حتیٰ کہ بعض نے ”اتما الحق“ میں ہی حق ہوں) کا نعرہ لگایا اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گمراہ ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ وہی معبود ہیں ان میں سے کچھ دوسرے لوگوں نے کہا کہ عالم ناسوت نے عالم لاہوت کا لباس پہنا ہے اور کچھ نے کہا کہ لاہوت اور ناسوت دونوں ایک ہو گئے، مگر جن لوگوں پر اس بات کا انکشاف ہوا کہ تشبیہ و تمثیل اور اتحاد و حلول محال ہے اور ان کے سامنے اصل لازم واضح ہوا تو وہ کم لوگ ہیں اور شاید حضرت ابوالحسن ثوری رحمہ اللہ اسی مقام کو دیکھتے جب شاعر کے اس شعر سے ان پر وجد طاری ہوتا تھا

لَا زِلْتُ أَنْزِلُ مِنْ وَكَأَنَّكَ مَنْزِلًا كَتَّحْتِي  
الذُّبَابِ عِنْدَ نَزْوِلِهِ۔

میں تیرے عشق میں ہر دم ایسی منزل میں اترتا ہوں کہ اس  
اترنے پر عقل مند لوگ حیران ہوتے ہیں۔

آپ اسی وجد کی حالت میں مسلسل گنے کے کھیتوں میں دوڑتے رہے گنا کا ٹاکی تھا اور اس کی ٹپس باقی تھیں جس سے آپ کے پاؤں چر گئے اور ان میں درم آگئے اور اس وجہ سے آپ کا انتقال ہوا۔  
غرضیکہ مناسبت، اسباب محبت میں سے سب سے بڑا، سب سے زیادہ مضبوط عمدہ ترین اور بعید تر سبب ہے اور یہ بہت کم پایا جاتا ہے۔

تو اسباب محبت جو معلوم ہیں وہ یہی پانچ ہیں اور یہ تمام اسباب اللہ تعالیٰ کی ذات میں حقیقتاً جمع ہیں مجازی طور پر نہیں۔ نیز اعلیٰ درجات میں ہیں ادنیٰ میں نہیں گویا ارباب بصیرت کے ہاں معقول و مقبول محبت صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہے جیسے (دل کے) اندھوں کے نزدیک معقول محبت صرف اللہ تعالیٰ کے غیر سے ہوتی ہے پھر جو شخص مخلوق میں سے جس شخص سے ان اسباب میں سے کسی ایک سبب کے باعث محبت کرتا ہے تو اس بات کا تصور پایا جاتا ہے کہ اس سبب میں شرکت کی وجہ سے کسی دوسرے سے بھی محبت کرے اور محبت میں شرکت نقصان ہے اور محبوب کے کمال سے آنکھیں بند کرنا ہے اور کوئی بھی شخص کسی وصف محبوب کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا مگر اس کے ساتھ کوئی دوسرا بھی شریک ہوتا ہے اور اگر عملاً ایسا نہ بھی ہو تو امکان ضرور ہوتا ہے البتہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ایسا نہیں ہوتا وہ ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جو جمال و کمال میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں اس سلسلے میں اس کا شریک نہ ملے جو خود ہے اور نہ اس کا امکان ہے لہذا اس کی محبت میں شرکت قطعاً نہیں ہو سکتی اور نہ اس میں نقص آ سکتا ہے پس وہی اصل محبت اور کمال محبت کا اس طرح مستحق ہے کہ اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا۔

فصل ۷:  
سب سے بڑی لذت معرفت خداوند کی ہے

سب سے بڑی اور اعلیٰ لذت اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی زیارت ہے اور کسی دوسری لذت کو اس پر ترجیح ہو



اس بات کا تصور بھی نہیں ہو سکتا ہاں جو اس لذت سے محروم ہو (تو الگ بات ہے) جاننا چاہیے کہ لذتیں، ادراکات کے تابع ہیں اور انسان بہت سی قوتوں اور طبیعتوں کا جامع ہے اور ہر قوت و طبیعت کے لیے ایک لذت ہے اور وہ لذت طبیعت کے اس مقتضی کو پانا ہے جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی ہے کیوں کہ یہ قوی انسان میں بیکار پیدا نہیں کئے گئے بلکہ ہر قوت و طبیعت طبیعت کے مقتضی امور میں سے کسی امر کے لیے رکھی گئی ہے مثلاً طبیعت غضب تشفی اور انتقام کے لیے ہے پس یقیناً اس کی لذت غلبہ اور انتقام کی صورت میں ہوتی ہے کیوں کہ یہی اس کی طبیعت کا تقاضا ہے اور کھانے کی خواہش کی طبیعت حصول غذا کے لیے پیدا کی گئی جس کے ذریعے انسان قائم رہتا ہے لہذا اس طبیعت کو لذت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اس کا مقتضی (غذا) حاصل ہو اسی طرح دیکھنے، سننے اور سونگھنے سے ان کی لذتیں حاصل ہوتی ہیں پس ان طبیعتوں میں سے کوئی بھی طبیعت اپنے ہر کاٹ کی نسبت سے تکلیف یا لذت سے خالی نہیں ہوتی اسی طرح دل کے اندر ایک طبیعت ہے جسے نور اہی کہا جاتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے :-

أَمِنَ شَرَّحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِيَدِكَ سَكْرًا مَرِيضًا  
عَلَى قَوْلٍ مِّن رَّبِّهِ - (۱۱)

تو کیا وہ شخص جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا پس وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

اسی قلبی قوت کو عقل بھی کہا جاتا ہے کبھی اسے باطنی بصیرت کہا جاتا ہے اور کبھی اس کا نام نور ایمان اور یقین رکھا جاتا ہے لیکن ناموں میں مشغولیت کا کوئی مطلب نہیں کیوں کہ اصطلاحات مختلف ہیں اور کمزور آدمی گمان کرتا ہے کہ اختلاف معانی میں ہے کیوں کہ ضعیف آدمی الفاظ سے معانی تلاش کرتا ہے اور یہ واجب کا عکس ہے۔

پس دل بدن کے اجزاء سے مختلف ہوتا ہے کیوں کہ اس کے ذریعے ان معانی کا ادراک ہوتا ہے جو نہ تو خیال میں آسکتے ہیں اور نہ محسوس کئے جاسکتے ہیں جیسے عالم کا پیدا ہونا یا اس کا خالق کا محتاج ہونا جو قدیم ہے مدبر اور حکیم ہے اور صفات الہیہ سے موصوف ہے اور اس طبیعت کو ہم عقل کا نام دیتے ہیں بشرطیکہ لفظ عقل سے وہ چیز نہ سمجھی جائے جس کے ذریعے مجاہدے اور مناظرے کا طریقہ آتا ہے کیوں کہ عقل اسی نام سے مشہور ہے اسی لیے بعض صوفیاء کرام نے اس کی مذمت کی ہے ورنہ جس صفت کی وجہ سے انسان، جانوروں سے ممتاز ہوتا ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ادراک ہوتا ہے وہ سب سے اچھی صفت ہے اس کی مذمت کرنا مناسب نہیں۔

اور یہ صفت اس لیے پیدا کی گئی ہے کہ اس کے ذریعے تمام امور کے حقائق معلوم کئے جائیں پس اس کی طبیعت کا مقتضی معرفت اور علم ہے اور یہی اس کی لذت ہے جس طرح تمام صفات اور طبیعتوں کا مقتضی ان کی لذتیں ہیں۔



اور یہ بات مخفی نہیں کہ علم اور معرفت میں لذت ہے حتیٰ کہ جس شخص کی نسبت علم اور معرفت کی طرف کی جائے اگرچہ کسی خاص چیز میں ہو، وہ اس پر خوش ہوتا ہے۔ اور جس کو جاہل کہا جائے اگرچہ کسی حقیر چیز کے حوالے سے ہو وہ اس بات پر غمگین ہوتا ہے حتیٰ کہ انسان اگر حقیر چیز کا بھی علم رکھتا ہو وہ اس پر فخر کرنے اور بڑائی کا اظہار کرنے سے صبر نہیں کرتا۔

مثلاً شطرنج سے کھیلنے والا باوجود اس کھیل کے نہیں ہونے کے اس کی تعلیم دینے سے خاموش نہیں رہ سکتا اور جو کچھ وہ جانتا ہے اس کا ذکر اس کی زبان پر جاری رہتا ہے اور یہ سب باتیں اس لیے ہیں کہ علم کی لذت زیادہ ہوتی ہے اور اسی علم کے ذریعے وہ اپنی ذات کا کمال جانتا ہے کیوں کہ علم صفات ربوبیت میں سے خاص صفت ہے اور یہ کمال کی انتہا ہے یہی وجہ ہے کہ جب کسی آدمی کی تعریف سمجھداری اور علم کی زیادتی کے ساتھ کی جاتی ہے تو اس کی طبیعت کو راحت حاصل ہوتی ہے کیوں کہ تعریف سنتے وقت وہ اپنی ذات اور علم کے کمال سے آگاہ ہوتا ہے پس وہ خود پسندی کا شکار ہوتا اور لذت حاصل کرتا ہے۔

پھر جس قدر لذت ملی سیاست اور مخلوق کے معاملات کی تدبیر کے علم سے حاصل ہوتی ہے اس قدر لذت زراعت اور سلائی کے علم سے نہیں ہوتی اور نحو اور شعر و شاعری کے علم ہے اس قدر لذت حاصل نہیں ہوتی جتنی لذت اللہ تعالیٰ، اس کی صفات فرشتوں اور زمین و آسمان کے علم سے حاصل ہوتی ہے بلکہ جس قدر علم کا شرف ہوتا ہے اسی قدر اس کی لذت بھی ہوتی ہے اور علم کا شرف معلوم کے شرف کے اندازے سے ہوتا ہے حتیٰ کہ جو شخص لوگوں کے باطنی احوال کو جانتا اور اس کی خبر دیتا ہے وہ اس میں لذت محسوس کرتا ہے اور اگر اسے ان باتوں کا علم نہ ہو تو جستجو کرتا ہے۔ رئیس شہر کے باطنی حالات اور ریاست کے سلسلے میں اس کی تدبیر کے اسرار کا علم اس کے نزدیک کاشکار یا جولاہے کے باطنی حالات جاننے کی نسبت زیادہ لذت رکھتا ہے اور نہایت عمدہ ہوتا ہے۔

پس اگر وہ وزیر کے اسرار اور تدبیر نیز جن امور وزارت کا وہ عزم رکھتا ہے ان پر مطلع ہو جائے تو رئیس کے اسرار جاننے کی نسبت اس میں زیادہ لذت محسوس کرتا ہے اور بادشاہ کے احوال باطنی سے خبردار ہو جو وزیر سے بھی بڑھ کر ہے تو وزیر کے اسرار باطنی کی نسبت یہ بات زیادہ اچھی لگے گی اور اس پر تعجب، اسرار کی حرص اور بحث کا زیادہ خواہاں ہوگا اور اس کی چاہت بھی زیادہ ہوگی کیوں کہ اس میں لذت بہت زیادہ ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ جو معارف اشرف ہیں وہ لذیذ ترین اور ان کا شرف معلوم چیز کے اعتبار سے ہوتا ہے اگر معلومات میں ایسی چیز ہو جو نہایت بزرگی و کمال کی حامل ہے اور اشرف و اعظم ہے تو اس کا علم لامحالہ لذیذ ترین، نہایت شرف کا حامل اور بہت اچھا ہوگا۔

تو کیا کسی چیز کا وجود اس ذات سے ارفع و اعلیٰ، اشرف و اکمل اور اعظم ہو سکتا ہے جو تمام اشیاء کا خالق ہے



ان کی تکمیل کرنے والا ان کو زینت دینے والا، ان کا آغاز کرنے والا اور دوبارہ وجود میں لانے والا نیز ان کی تدبیر اور ترتیب کرنے والا ہے۔

اور کیا اس بات کا تصور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ حسن کے جلال کے مبادی اور عجائبِ احوال کا احاطہ وصف بیان کرنے والے نہیں کر سکتے، ملک، کمال، جمال اور خوبصورتی میں اس جیسا کوئی دربار ہو سکتا ہے؟ پس اگر تجھے اس بات میں شک نہیں تو اس بات میں بھی شک نہیں ہونا چاہیے کہ اسرارِ ربوبیت پر اطلاع اور تمام موجودات کا احاطہ کرنے والے امور کی ترتیب کا عالم تمام قسم کے معارف اور اطلاعات سے زیادہ لذیذ، زیادہ اچھا اور من پسند ہے یہ واقفیت ایسی ہے کہ جب نفس اس سے منفعت ہو تو اس کو اپنے کمال و جمال کو سمجھنا زیادہ مناسب ہے اور اس پر زیادہ خوش ہونا، اور اس سے راحت پانا بھی زیادہ مناسب ہے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ علم لذیذ ہوتا ہے اور سب سے زیادہ لذیذ علم اللہ تعالیٰ کی خات و صفات اور اس کے افعال نیز عرش کی اتہاسے زمین کے نیچے تک مملکت میں اس کی تدبیر کا علم ہے پس یہ بات جاننا زیادہ مناسب ہے کہ معرفت کی لذت تمام لذتوں سے زیادہ قوی ہے یعنی خواہش، غصے اور حواسِ خمسہ کی تمام لذتوں سے زیادہ لذیذ ہے پہلے تو لذتوں کی اقسام مختلف ہیں جیسے جماع کی لذت، سماع کی لذت کے خلاف ہے اور ریاست و اقتدار کی لذت اور لذتِ معرفت میں اختلاف ہے دوسری بات یہ ہے کہ قوت و ضعف کے اعتبار سے بھی لذتوں میں فرق ہے جیسے شہوت رکھنے والے عربوں کو جماع سے جو لذت حاصل ہوتی ہے کم شہوت والے کو حاصل ہونے والی لذت کے خلاف ہے اسی طرح خوبصورت آدمی جو حسن و جمال میں فوقیت رکھتا ہے اس کی طرف دیکھنے اور اس سے کم حسن والے کو دیکھنے میں فرق ہے۔

لذت کی قوت کو اس طرح پیمانہ جانا ہے کہ اسے دوسروں پر ترجیح دی جاتی ہے اگر کسی شخص کو اچھی صورت دیکھنے اور اس کا مشاہدہ کرنے اور اچھی خوشبو میں سونگھنے کے درمیان اختیار دیا جائے اور وہ اچھی صورت دیکھنے کو اختیار کرے تو معلوم ہوگا کہ اس کے نزدیک یہ عمل اچھی خوشبو سونگھنے سے زیادہ لذیذ ہے۔ اسی طرح جب کھانے کے وقت کھانا حاضر ہو اور شطرنج کھیلنے والا، کھیلنے میں ہی مصروف رہے اور کھانا نہ کھائے تو معلوم ہوگا کہ اس کے نزدیک شطرنج کے غلبہ کی لذت کھانے کی لذت سے زیادہ قوی ہے۔ تو لذتوں کی ترجیح معلوم کرنے کے سلسلے میں یہ سچا معیار ہے اب ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے کہتے ہیں کہ لذتیں ظاہری بھی ہوتی ہیں جس طرح حواسِ خمسہ کی لذت اور باطنی بھی ہوتی ہیں جس طرح حکومتِ غلبہ، کرامت اور علم وغیرہ کی لذت، کیوں کہ یہ لذتیں آنکھ، ناک، کان اور چھونے کی لذتیں نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا چکھنے کے ساتھ تعلق ہے اور اربابِ کمال پر ظاہری لذتوں کے مقابلے میں باطنی معانی زیادہ غالب ہوتے ہیں۔

اگر کسی شخص کو اختیار دیا جائے کہ وہ موٹے نازہ مرغ اور حریرے کی لذت حاصل کرے یا ریاست، دشمنوں پر غلبے اور بلندی کا درجہ پانے سے مطلق اندوز ہو تو اگر اس کی محبتِ خیر ہے دل مردہ اور حرص و لالچ کا شکار ہے تو وہ گوشت



اور حلوے کو اختیار کرے گا اگر اس کی ہمت زیادہ اور عقل کامل ہے تو ریاست کو اختیار کرے گا اور اس کے لیے بھوکا رہنا اور کئی دن تک ضروری غذا سے صبر کرنا آسان ہوگا پس اس شخص کا ریاست کو اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے نزدیک اس بات کی لذت اچھے کھانوں کی لذت سے زیادہ ہے۔

ہاں جو شخص ناقص ہو یعنی ابھی اس کے باطنی معانی پایہ تکمیل کو نہ پہنچے ہوں جیسے بچہ ہے یا جس کی باطنی قوی مرچکے ہیں جس طرح کم عقل ہے تو بعد نہیں کہ وہ لذت ریاست پر کھانوں کی لذت کو ترجیح دے تو جس طرح اس شخص کے لیے جو بچپن اور کم عقلی سے نکل چکا ہو اس پر ریاست اور کرامت کی لذت تمام لذتوں سے غالب ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے دربار بوبیت کے جمال کا مطالعہ اور امور الہیہ کے اسرار کی طرف نظر کرنا ریاست سے زیادہ لذت ہے جو مخلوق پر غالب لذتوں میں سے سب سے اعلیٰ ہے۔ تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ کوئی نفس اس بات کو نہیں جانتا کہ اس کے لیے کیا چیز یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک پر شیدہ رکھی گئی ہے۔ اور ان کے لیے وہ کچھ تیار کیا گیا جسے نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔ اور یہ لذت اسے ہی معلوم ہوگی جو دونوں لذتوں کو چکھے وہ یقیناً تنہائی، تجربہ اور فکر و ذکر کو ترجیح دے گا اور معرفت کے سمندر میں غوطہ زن ہوگا اور ریاست کو ترک کرنے کا اور مخلوق کی ریاست کو حقیر جانے کا کیوں کہ اسے معلوم ہے کہ یہ ریاست بھی فنا ہوگی اور جن لوگوں پر ریاست و حکومت ہے وہ بھی دنیا سے چلے گئے اور اس میں طرح طرح کی خرابیاں ہیں جن سے اس کا خالی ہونا منظور نہیں ہو سکتا اور موت پر اس کا خاتمہ لازم ہوگا جس کا آنی یقینی ہے جیسے زمین جب اپنے سنگھار کھڑتی ہے اور سڑتی ہو جاتی ہے اور اس کے مالک خیال کرتے ہیں کہ وہ اس پر قادر ہیں۔ (تورات یا دن کو ہمارا حکم آتا ہے تو اسے اس طرح کٹا ہوا کر دیتا ہے کہ گویا گل وہ تھی ہی نہیں)

پس وہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی صفات و افعال کے مطالعہ اور اعلیٰ علیین سے اسفل السافلین تک اس کے نظام مملکت کی لذت کو بڑا جانے گا کیوں کہ اس میں نہ کوئی مزاحمت ہے اور نہ ہی کوئی خرابی وہ وہاں جانے والوں کے لیے وسیع ہے اور بڑی ہونے کی وجہ سے اس میں تنگی نہیں اس کی چوڑائی تو آسمانوں اور زمین کی چوڑائی جیسی ہے لیکن جب ان حدود سے بڑھ جائیں تو اس کی چوڑائی کی کوئی انتہا نہیں پس عارف اس کے مطالعہ کی وجہ سے ہمیشہ ایسی جنت میں رہتا ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے وہ اس کے باغ سے لطف اندوز ہوتا ہے اس کے پھل چھتا ہے اور اس کے حوضوں سے پانی پیتا ہے نیز وہ اس کے ختم ہونے سے بے خوف ہوتا ہے کیوں کہ جنت کے پھل نہ تو ختم ہونے والے ہیں اور نہ ان سے روکا جائے گا۔

پھر یہ کہ یہ ابدی ہیں موت سے ختم نہیں ہوتے کیوں کہ موت محل معرفت کو ختم نہیں کرتی اور اس (معرفت) کا محل روح ہے جو امر ربانی آسمانی ہے موت اس کے احوال میں تبدیلی پیدا کرتی ہے اور اس کے مشاغل اور رکاوٹوں کو ختم



کر کے اسے قید سے آزاد کرتی ہے۔ اسے مٹاتی نہیں۔  
ارشاد خداوندی ہے:

وَلَوْ تَحَسَّبْنَا لَبِئْسَ مَا لَكُم مِّنْ مَّوَدَّةٍ بَيْنَ يَدَيْهِ قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
أَمْؤَاتَانِ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّكُمْ يُرْزَقُونَ  
فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ  
وَكَيْفَ تَتَذَكَّرُونَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ  
مِّنْ خَلْفِهِمْ ۖ

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید کئے جائیں انہیں  
مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں انہیں ان کے رب کے  
ہاں رزق دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں جو اپنا فضل  
عطا کیا اس پر وہ خوش ہوتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں ان  
لوگوں سے جو ان کے بعد ان سے آگے نہیں ملے۔

اور تمہیں یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ یہ اعزاز ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو میدان جنگ میں قتل ہو جاتے ہیں کیونکہ  
عارف کو ہر سانس میں ایک ہزار شہید کا درجہ ملتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ شہید آخرت میں تمنا کرے گا کہ اسے دنیا  
کی طرف لوٹا دیا جائے پھر وہ دوبارہ شہید ہوا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے بہت بڑا ثواب ملے گا اور شہید تمنا کریں گے  
کہ کاش وہ علماء (عارفین) ہوتے کیوں کہ وہ دیکھیں گے کہ علماء کا بہت بلند مرتبہ ہے (۲)

تو آسمانوں اور زمین کے تمام کنارے عارف کا میدان ہے وہ جس جگہ چاہے جائے لیکن اسے اپنے جسم کے ساتھ  
حرکت کی ضرورت نہیں پس وہ جنت میں جس کی چوڑائی تمام آسمان اور زمین ہے جمال ملکوت کے مطالعہ میں ہوتا ہے اور ہر عارف  
کا یہی حال ہوگا ایک دوسرے کی وجہ سے تنگی نہیں ہوگی ہاں یہ کہ جس قدر کسی کی معرفت زیادہ ہوگی اسی قدر اس کے لیے وسعت  
زیادہ ہوگی اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں درجات ہیں اور ان کے درجات کے درمیان فرق کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔

پس ظاہر ہوا کہ ریاست کی لذت جو باطنی ہے اصحاب کمال میں اس کی قوت تمام حواس کی قوت سے زیادہ ہے اور یہ لذت  
جانوروں بچوں اور کم عقل لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی اور ارباب کمال کو اس لذت ریاست کے ساتھ ساتھ محسوسات اور  
خواہشات کی لذت بھی حاصل ہوتی ہے لیکن وہ ریاست باطنی کو ترجیح دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کی صفات و افعال، ملکوت سماوی اور اسرار سلطنت کی معرفت کی لذت کا ریاست کی لذت سے  
زیادہ ہونا ان لوگوں کی معرفت کے ساتھ خاص ہے جو معرفت کے مرتبے تک پہنچیں اور اس کو چکھیں۔

اور جس آدمی کا دل نہ ہو اس کے لیے یہ معرفت ثابت کرنا ممکن نہیں کیوں کہ اس قوت کا مرکز دل ہے جس طرح بچوں  
کے نزدیک گیند سے کھیلنے کی لذت کے مقابلے میں جماع کی لذت کو ترجیح نہیں ہوتی اور نہ ہی نامر د عطر سونکھنے کے مقابلے

(۱) قرآن مجید، سورہ آل عمران ۱۶۹، ۱۷۰

(۲) صیغہ بخاری جلد اول ص ۳۹۵ یہ الفاظ انہیں کہ شہید اس بات کی تمنا کریں گے کہ وہ علماء ہوں ۱۲ رب نواز



ہیں جماع کو ترجیح دیتا ہے کیوں کہ ان دونوں (بچے اور نامرد) کے پاس وہ قوت نہیں جس کے ذریعے اس لذت کا ادراک ہوتا ہے لیکن جو شخص نامردی کی آفت سے محفوظ ہو اور اس کی سونگھنے کی حس بھی صحیح سالم ہو وہ دونوں لذتوں کے درمیان فرق محسوس کرتا ہے اب اس صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس نے چکھا اسے پہچان حاصل ہوئی۔

علوم کو طلب کرنے والے اگرچہ امور البیہ کی معرفت کے درپے نہیں ہوتے لیکن جب ان کے سامنے مشکل مسائل حل ہوتے ہیں اور مشابہات دُور ہوتے ہیں جن کی طلب کے وہ حوصلے ہوتے ہیں تو یہ بھی معارف و علوم ہیں اگرچہ ان کی معلومات کو وہ شرف حاصل نہیں جو معلومات البیہ کو حاصل ہے۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت میں خوب نوری فکر کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی سلطنت کے امور منکشف ہوتے ہیں اگرچہ کچھ کم معرفت ہی کیوں نہ ہو اس کشف کے وقت اس کے دل میں اس قدر خوشی ہوتی ہے کہ اس کا دل اڑ جاتا ہے اور اسے اپنے نفس پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ ثابت قدم رہا اور فرحت و سرور کی قوت کو اٹھایا اور یہ بات ذوق کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اس کا بیان اتنا زیادہ فائدہ نہیں دیتا۔

اس قدر بیان سے تمہیں آگاہی حاصل ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سب سے زیادہ لذیذ ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں اسی لئے حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو جہنم کا خوف اور جنت کی امید اللہ تعالیٰ کی ذات سے غافل نہیں کر سکتی تو دنیا کس طرح ان کو اللہ تعالیٰ سے بے خبر کر سکتی ہے جب کہ حضرت معرفت کرخی رحمہ اللہ کے بعض احباب نے ان سے کہا اے ابو محفوظ! کس چیز نے آپ کو عبادت کی ترغیب دی اور مخلوق سے الگ کیا؟ آپ نے خاموشی اختیار کی، اس نے کہا موت کے ذکر نے؟ آپ نے فرمایا موت کیا چیز ہے؟ اس نے پوچھا قبر اور بزرخ کے ذکر نے؟ آپ نے فرمایا قبر کیا چیز ہے، پوچھا جہنم کے خوف اور جنت کی امید نے؟ فرمایا کہ یہ کیا چیزیں ہیں یہ سب کچھ ایک بادشاہ کے قبضے میں ہے اگر تم اس سے محبت کرو تو یہ سب کچھ تمہیں بھول جائے گا اور اگر تمہارے اور اس کے درمیان معرفت ہو تو وہ تمہیں ان چیزوں سے کفایت کرے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خیروں میں سے (آپ نے فرمایا) جب تم کسی نوجوان کو اللہ تعالیٰ کی طلب میں مشغول دیکھو تو جان لو کہ اس نے اسے سب چیزوں سے غافل کر دیا ہے۔

کسی بزرگ نے حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا ابو نصر تمہارا اور عبد الوہاب درّاق کا کیا حال ہے؟ فرمایا میں نے اس وقت ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھاتے پیتے چھوڑا ہے میں پوچھا اور آپ؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ میں نے کھانے پینے میں زیادہ رغبت نہیں رکھی تو اس نے مجھے اپنا میدار نصیب فرمایا۔

حضرت علی بن موقوف رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں جنت میں داخل ہوا ہوں میں نے ایک



شخص کو دیکھا وہ دسترخوان کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور دو فرشتے اس کے دائیں بائیں اس کے منہ میں تمام اچھے کھانوں کے لقمے ڈال رہے ہیں اور وہ کھا رہا ہے اور میں نے ایک دوسرے شخص کو جنت کے دروازے پر کھڑا دیکھا جو لوگوں کے چہروں کو دیکھ دیکھ کر بعض کو اندر جانے دیتا ہے اور بعض کو واپس کر دیتا ہے، فراتے ہیں پھر میں ان سے آگے بڑھ کر حظیرۃ قدس رحمت کی طرف گیا تو عرش کے خیموں میں ایک شخص کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف نظر لگائے دیکھ رہا ہے ادھر ادھر نہیں دیکھا میں نے رضوان فرشتے سے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت معروت کرمی رحمہ اللہ نے فرمایا اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی عبادت جہنم کے خوف اور جنت کے شوق سے نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے اس کو اپنے دیوار کا اجازت دے دی کہا گیا ہے کہ دوسرے دونوں شخص حضرت بشر بن حارث اور حضرت احمد بن حنبل رحمہما اللہ تھے۔

اسی لیے حضرت ابوسیمان رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص آج اپنے نفس میں مشغول ہو گا وہ کل بھی اپنے نفس میں مشغول ہو گا اور جو آج اپنے رب کے ساتھ مشغول رہے گا وہ کل بھی اپنے رب کے ساتھ مشغول رہے گا۔  
حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے حضرت رابعہ رحمہما اللہ سے پوچھا کہ آپ کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت جہنم کے خوف اور جنت کی محبت میں نہیں کی کہ میرا حال برسے مزدور کی طرح ہوتا بلکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق میں عبادت کی ہے اور انہوں نے محبت کے معنی میں کچھ اشعار فرمائے۔

میں نے تجھ سے دو وجہ سے محبت کی ایک عشق کی وجہ سے	أَحْبَبْتُكَ حُبَّيْنِ حُبِّ الْهَوَىٰ
اور دوسری بات یہ کہ تو محبت کے لائق ہے	وَحُبًّا لِذَلِكَ أَهْلًا لِيَدَاكَ
پس وہ جو عشق کے باعث محبت ہے تو میں دوسروں کو چھوڑ کر صرف تیرے ذکر میں مشغول ہوں اور وہ محبت	كَأَمَّا الَّذِي هُوَ حُبُّ الْهَوَىٰ
کہ تو اس کا اہل ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے	فَسَعَلِي بِذِكْرِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ
پر دے کھول دیئے حتیٰ کہ میں تجھے دیکھتی ہوں پس اس	وَأَمَّا الَّذِي أَنْتَ أَهْلٌ لَهُ
میں تعریف ہو یا اُس میں وہ میرے لیے نہیں بلکہ سب	فَكَثِيفُكَ لِي الْحُجْبَ حَتَّىٰ آوَالَكَ
تعریف تیرے لیے ہے۔	فَلَا الْحَمْدُ فِي ذَاوَدَاكَ لِي
	وَلَكِنَّ لَكَ الْحَمْدُ فِي ذَاوَدَا مَا

شاید انہوں نے عشق کی محبت سے اللہ تعالیٰ کی وہ محبت مراد لی ہو جو دنیا میں ملنے والے اس کے انعامات اور احسان کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ اور جس محبت کا وہ اہل ہے اس سے مراد وہ محبت ہے جو اس کے جلال و جمال کی وجہ سے ہے جو اس نے حضرت رابعہ رحمہما اللہ کے لیے منکشف فرمایا اور یہ محبت، دونوں محبتوں میں سے اعلیٰ اور زیادہ مضبوط ہے اور مطالعہ جمال ربوبیت کی لذت وہ ہے جس کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس ارشاد گرامی میں اشارہ فرمایا



آپ نے اللہ تعالیٰ سے نقل فرمایا کہ وہ ارشاد فرماتا ہے۔

أَعَدُّتُمْ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا كَذَّبْتُمْ  
عَيْنُ رَأَتْ وَكَذَّابُ أُذُنٌ سَمِعَتْ وَكَذَّابُ عِلْيَ  
قَلْبٌ بَشَّرَ۔ (۱)

میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ (نعمتیں) تیار کی ہیں جو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا۔

اور اگر کسی شخص کا دل انتہائی درجہ کا صاف ہو تو ان میں سے بعض لذتیں اسے دنیا میں ہی مل جاتی ہیں اسی لیے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں اسے میرے رب اسے اللہ! تو میں اس بات کو اپنے دل پر پہاڑ سے زیادہ وزنی پاتا ہوں کیوں کہ پکارنا پر دے کی آڑ سے ہوتا ہے اور کبھی تم نے دیکھا کہ کوئی شخص اپنے ہم نشین کو پکارتا ہو اور یہ بھی ان کا قول ہے کہ جب کوئی شخص اس علم میں انتہا کو پہنچتا ہے تو لوگ اسے پتھروں سے مارتے ہیں یعنی اس کا کلام ان کی غفلتوں کی حد سے باہر نکل جاتا ہے اور وہ اس کی بات کو یا گل پن یا کفر قرار دیتے ہیں پس تمام عارقیں کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ تک پہنچنا اور اس سے ملاقات کرنا ہے اور یہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہے جس کے بارے میں کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کے لیے کیا چیز چھپا کر رکھی گئی ہے اور جب یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے تو تمام ارادے اور خواہشات مٹ جاتی ہیں اور اس کا دل اس کی نعمتوں میں مشغول ہو جاتا ہے پس اگر اسے جہنم میں ڈالا جائے تو اس استغراق کی وجہ سے اسے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اور اگر جنت کی نعمتیں اس کے سامنے پیش کی جائیں تو اس نعمت کی وجہ سے وہ ان نعمتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا کیوں کہ وہ اس انتہا کو پہنچ چکا ہے کہ اس سے اوپر کوئی لذت نہیں۔

معلوم وہ لوگ جو صرف محسوسات کی محبت کو ہی جانتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی لذت پر کس طرح ایمان رکھتے ہیں حالانکہ اس کی کوئی صورت اور شکل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے جو وعدہ کیا اور بتایا کہ یہ سب سے بڑی نعمت ہے تو اس کا کیا مطلب ہوگا بلکہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی پیمان حاصل ہوتی ہے وہ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ مختلف خواہشات کے تحت جو متفرق لذتیں ہیں وہ سب اس لذت کے تحت داخل ہیں جیسا کہ بعض شعرا نے فرمایا۔

كَانَتْ لِقَلْبِي أَهْوَا مُفَرَّقَةً  
فَأَسْتَجْمَعُتْ مُذَرَّتْكَ الْعَيْنُ أَهْوَا فِي  
فَضَائِلِي حَسُدِي مَنْ كُنْتُ أَحْسَدُ  
وَصِرْتُ مَوْطِي الْوَدَى مُذْصِرْتِ مَوَادِي  
تَرَكْتُ لِلنَّاسِ دُنْيَاهُمْ وَدِينَهُمْ  
شَغْلًا بِذِكْرِكَ يَا دِينِي وَدُنْيَايَ

میرے دل میں متفرق و مختلف خواہشات تھیں لیکن جب تجھے دیکھا تو تمام خواہشات جمع ہو گئیں۔ پس جس پر میں رشک کرتا تھا وہ مجھ پر رشک کرنے لگا اور جب سے میں نے تجھے اپنا مولا سمجھا میں تو کروں کا آقا بن گیا میں نے تیرے ذکر میں مشغول ہو کر لوگوں کی دنیا اور دین کو ان کے لیے چھوڑ دیا اسے میرے دین اور اسے میری دنیا۔



اسی لیے کسی دوسرے شاعر نے فرمایا۔

اور اس (اللہ تعالیٰ) کو چھوڑنا جہنم سے بھی بڑا عذاب ہے  
اور اس کا دصال جنت سے بھی زیادہ اچھا ہے۔

وَهِيَ جَزْءٌ أَعْظَمُ مِنَ النَّارِ  
وَوَصْلَةُ أَطْيَبُ مِنْ جَنَّةٍ

ان لوگوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے حاصل ہونے والی قلبی لذت کو کھانے، پینے اور نکاح کی لذت پر ترجیح دی جائے کیوں کہ جنت وہ مقام ہے جہاں جو اس کو نفع حاصل ہوگا اور دل کی لذت صرف اللہ تعالیٰ کی ملاقات میں ہے۔

اور لذتوں کے سلسلے میں مخلوق کے حالات کو یوں سمجھیں کہ بچے کے لیے اس کی پہلی حرکت اور سمجھ حاصل ہونے کی صورت میں ایک ایسی قوت پیدا ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ کھیل کود میں لذت محسوس کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے نزدیک کھیل کود کی لذت تمام اشیاء کی لذت سے زیادہ ہوتی ہے پھر زینت، لباس پہننے، جانوروں پر سوار ہونے وغیرہ کی لذت آتی ہے تو کھیل کی لذت کو حقیر جانے لگتا ہے پھر جماع اور عورتوں کی خواہش کی لذت پیدا ہوتی ہے تو وہ ان تک پہنچنے کے لیے پہلی تمام لذتوں کو چھوڑ دیتا ہے پھر اقتدار، بلند مرتبہ اور کثرت مال کی لذت ظاہر ہوتی ہے اور یہ دنیوی لذتوں میں سے آخری سب سے بلند اور مضبوط ترین لذت ہے۔

جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

بے شک دنیا کی زندگی کھیل کود زینت، باہمی فخر اور  
کثرت مال کی تلاش ہے۔

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَكُهُوْ  
وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ ۝ (۱۱)

پھر ایک اور قوت ظاہر ہوتی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہے اب اس صورت میں پہلے کی تمام لذتیں حقیر نظر آتی ہیں پس ہر سچھلی لذت، پہلی لذت کے مقابلے میں زیادہ قوی ہوتی ہے اور یہ سب سے آخری لذت ہے کیوں کہ کھیل کود کی لذت سمجھ بوجھ آنے کی عمر میں ہوتی ہے، عورتوں اور زینت کی محبت بلوغت کی عمر میں، اقتدار کی محبت بیس سال کے بعد اور علوم کی محبت چالیس سال کی عمر کے قریب ہوتی ہے اور یہ انتہائی درجہ ہے اور جس طرح بچہ اس شخص پر منتہا ہے جو کھیلتا نہیں اور عورتوں سے میل جول اور ریاست کی طلب میں مشغول ہوتا ہے اسی طرح رئیس لوگ ان لوگوں پر ہنستے ہیں جو ریاست کی طلب ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مشغول ہوتے ہیں اور عارفین کہتے ہیں کہ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی تم پر ہنسیں گے جیسا کہ تم ہنستے ہو پس عنقریب تم جان لو گے۔



## معرفت دنیوی کی نسبت آخرت میں لذت دیدار کے زیادہ ہونے کا سبب

واضح ہو کہ مرکات دو قسم کے ہیں ایک وہ جو خیال میں آتے ہیں جس طرح خیالی صورتیں اور رنگ بزرگ کے حیوانات جو مختلف شکلیں رکھتے ہیں دوسری قسم ان مرکات کی ہے جو خیال میں نہیں آسکتے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور وہ اشیاء جن کا جسم نہیں ہوتا مثلاً علم، قدرت اور ارادہ وغیرہ جو شخص کسی انسان کو دیکھ کر اپنی آنکھ کو بند کر دے وہ اس کی صورت کو اپنے خیال میں پاتا ہے گو بارہ اس کی طرف دیکھ رہا ہے لیکن جب آنکھ کھول کر اسے دیکھتا ہے تو اس کو دونوں کے درمیان فرق کا ادراک ہوتا ہے اور یہ فرق دونوں صورتوں کے درمیان اختلاف کی شکل میں نہیں ہوتا کیوں کہ دکھائی دینے والی صورت خیال میں آنے والی صورت کے موافق ہوتی ہے فرق صرف زیادہ واضح ہونے اور کشف کے اعتبار سے ہوتا ہے کیوں کہ جو صورت دکھائی دے رہی ہے اس کا کشف زیادہ ہوتا ہے اور وہ زیادہ واضح ہوتی ہے اور یہ اس شخص کی طرح ہے جو دن کی روشنی پھینے سے پہلے صبح کی سفیدی میں دیکھا جائے اور پھر مکمل روشنی کے وقت دکھائی دے تو دونوں حالتوں میں فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ ایک میں وہ شکل زیادہ واضح ہوتی ہے۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ خیال، ادراک کا آغاز ہے اور دیکھنا اس ادراک خیال کی تمہیل ہے اور یہ کشف کی انتہا ہے اسی لیے اس کو رویت (دیکھنا) کہا جاتا ہے اس لیے نہیں کہ اس کا آنکھ سے تعلق ہے۔ بلکہ اگر اللہ تعالیٰ اس کا مکشوف ادراک کو پیشانی یا سینے میں رکھ دیتا ہے تو اسے بھی رویت (دیکھنا) ہے کہا جاتا۔

جب خیال میں آنے والی چیزوں کے بارے میں تم یہ بات سمجھ گئے تو جان لو کہ جو معلومات خیال میں متشکل نہیں ہوتیں ان کی معرفت و ادراک کے دو درجے ہیں ایک پندرہ درجہ ہے اور دوسرا درجہ اس کی تمہیل ہے اور ان دونوں کے درمیان کشف کی زیادتی کے حوالے سے اسی قدر تفاوت ہے جس قدر خیال میں آنے والی اور دیکھی جانے والی چیز کے درمیان فرق ہے تو دوسری صورت کو پہلی کے مقابلے میں مشاہدہ، نقاد اور رویت کہا جاتا ہے اور یہ نام رکھنا حق ہے۔ کیوں کہ رویت (دیکھنے) کو رویت اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں کشف زیادہ ہوتا ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ جاری فرمایا کہ آنکھوں کی پلکیں ملانے سے پوری طرح دکھائی نہیں دیتا آنکھ اور دکھائی دینے والی چیز کے درمیان پردہ باقی رہتا ہے اور دیکھنے کے لیے اس پردے کا اٹھنا ضروری ہے اور جب تک یہ پردہ نہ اٹھے حاصل ہونے والا ادراک محض خیال ہو گا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے جاری کردہ طریقے کا مقتضی یہ بھی ہے کہ جب تک نفس بدنی عوارض اور خواہشات کے تقاضوں کے پردے میں ہوتا ہے اور جب تک اس پر بشری صفات کا غلبہ رہتا ہے اس وقت تک خیال سے خارج معلومات کے سلسلے میں وہ مشاہدے اور نقاد تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ یہ زندگی (دنیوی زندگی) رویت سے حجاب ہے جس طرح پلکیوں کا حجاب، آنکھوں



سے دیکھنے کے سلسلے میں رکاوٹ ہے اور اس زندگی کے حجاب ہونے کے سلسلے میں گفتگو بہت طویل ہے جو اس علم کے لائق نہیں ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔

كُنْ تَرَاوِي (۱)  
آپ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔

نیز ارشاد فرمایا۔

لَا تَدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ - (۲)  
آنکھیں اس کا اندر اک نہیں کر سکتیں۔

یعنی دنیا میں آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں اور صحیح بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ

کو نہیں دیکھا (۳)

نوٹ :- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر علماء کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب

کی زیارت کی ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا وہ نورانی

ہے (نور ہے) اور اس کے راوی صحیح احادیث کے راوی ہیں۔ تفصیل کے لیے امتحان السادة المتقين جلد ۹ ص ۵۸۰

دیکھئے۔ (۱۲ ہزار رووی)

پس جب موت کی وجہ سے حجاب اٹھ جاتا ہے تو نفس دنیوی کہ درتوں میں ملوث رہتا ہے وہ مکمل طور پر اس پر دور نہیں

ہوتیں اگر صرف فرق ہوتا ہے بعض نفس ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر جنابت اور زنگ چڑھا رہتا ہے اور وہ اس شیشے کی طرح

ہوتے ہیں جو ایک عرصہ تک زنگ آلود رہتا ہے اور اس وجہ سے اس کا اصل جوہر ہی خراب ہو جاتا ہے اب صفائی اور رنگ

مال ملنا اسے کوئی فائدہ نہیں دیتا یہ لوگ اپنے رب سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حجاب میں ہوتے ہیں ہم اس بات سے اللہ تعالیٰ

کی پناہ چاہتے ہیں۔

اور بعض نفس ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی کہ درت زنگ اور مہر کی حد تک نہیں پہنچتی اور وہ ترکیب اور اصلاح کی قبولیت سے

خارج نہیں ہوتے وہ جہنم پر صرف اس قدر پیش کئے جائیں گے کہ ان کا میل کچیل دُور ہو اور یہ کم از کم ایک لمحہ ہے اور مومنوں

کے حق میں زیادہ سے زیادہ سات ہزار سال سے جیسا کہ روایات میں آیا ہے (۴) اور اس عالم سے جو بھی نفس جاتا ہے

اس پر کچھ نہ کچھ کہ درت ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

(۱) قرآن مجید، سورۃ اعراف آیت ۱۴۳

(۲) قرآن مجید، سورۃ انعام آیت ۱۰۳

(۳) صحیح مسلم جلد اول ص ۹۸ کتاب الایمان

(۴) کنز العمال جلد ۱۴ ص ۵۳۶ حدیث ۲۹۵۴۹



وَأَنَّ مَلَکَ الْأَدْوَارِ دَهَاكَ أَنَّ عَلٰی رَیْکَ  
حَتْمًا مَقْضِيًّا تَمَّ نَجْحِي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَتَذَكَّرَ  
الظَّالِمِينَ فِيهَا جَنِيًّا۔ (۱)

اور ہر ایک جہنم سے گزرنا ہے یہ تمہارے رب کا قطعی فیصلہ ہے پھر ہم ان لوگوں کو نجات دیں گے جو (ہم سے) ڈرتے ہیں اور ظالموں کو اس میں منہ کے بل چھوڑ دیں گے۔

تو ہر نفس کا جہنم سے گزرنا تو یقینی ہے لیکن وہاں سے بچ نکلتا یعنی ہمیں ہے جب اللہ تعالیٰ اس کی تطہیر و تزکیہ کو مکمل کر دے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی ہوئی مدت پوری ہو جائے گی اور حساب و کتاب نیز پیشی سے متعلق جن باتوں کا شریعت نے وعدہ کیا ہے ان سے فراغت ہو جائے گی اور جنت کا استحقاق ثابت ہو جائے گا اور یہ وقت مبہم ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں اس پر مطلع نہیں ہے کیونکہ یہ قیامت کے بعد واقع ہوگا اور قیامت کا وقت جمہول ہے، تو اس وقت اس کی صفائی اور کرداروں کو دُور کرنے میں مشغولیت ہوگی کہ اس کے چہرے پر کوئی گرد و غبار نہیں چڑھے گا کیونکہ اس میں حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی اور یہ اس طرح کی تجلی ہوگی کہ اس میں پہلا علم منکشف اور واضح ہوگا جس طرح تخلیقات کی نسبت دیکھنے میں زیادہ ظہور ہوتا ہے اسی مشاہدہ اور تجلی کو رویت کہتے ہیں۔

تو رویت حق ہے بشرطیکہ اس سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ خیالی صورت کا خیال کسی جہت اور مکان کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے ذریعے اس کی تکمیل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اس تصور سے بلند و بالا ہے بلکہ جس طرح ہم دنیا میں اسے ایسی حقیقت تامہ کے ساتھ پہچانتے ہو جس میں کوئی تخیل و تصور اور شکل و صورت نہیں ہوتی آخرت میں بھی اسی طرح دیکھو گے بلکہ میں کہتا ہوں کہ دنیا میں جو صورت حاصل ہوتی بعینہ وہ پائے تکمیل کو پہنچے گی اور اس میں کشف و ظہور درجہ کمال کو پہنچے گا اور مشاہدہ کی صورت اختیار کرے گا۔ پس آخرت میں مشاہدہ اور دنیا میں علم کے درمیان اختلاف صرف کشف و ظہور کے زیادہ ہونے کا ہے جس طرح ہم نے خیال کی مثال کے سلسلے میں پہلے بیان کیا ہے پس جب اللہ تعالیٰ کی معرفت میں صورت اور جہت کو ثابت نہیں کیا جا سکتا تو اس معرفت کی تکمیل اور انتہائی کشف کے سلسلے میں بھی جہت اور صورت کا کوئی دخل نہیں ہے کیوں کہ دونوں ایک ہی ہیں صرف کشف کے زائد ہونے کا فرق ہے جس طرح دکھائی دینے والی صورت بعینہ خیالی صورت ہوتی ہے البتہ اس میں کشف زیادہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

يَسْتَلِي نُورَهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَيْمَانِهِمْ  
يَقُولُونَ رَبَّنَا أَنْتُمْ لَنَا نُورٌ۔ (۲)

ان کا نور ان کے آگے اور دائیں طرف دوڑتا ہوگا وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارے نور کو مکمل کر دے۔

(۱) قرآن مجید سورہ مریم آیت ۶۱، ۶۲

(۲) قرآن مجید، سورہ حدید آیت ۲۲



کیوں کہ نور کی تکمیل کا مطلب کشف و ظہور کی زیادتی ہے یہی وجہ ہے کہ نظر و رؤیت کے درجے پر وہی لوگ پہنچیں گے جو دنیا میں عارف ہوں گے کیوں کہ معرفت ہی وہ بیج ہے جو قیامت کے دن مشاہدہ کی شکل میں بدل جائے گا جس طرح گٹھلی درخت کی شکل اختیار کرتی ہے اور دانہ کھیتی بن جاتا ہے تو جس شخص کی زمین میں گٹھلی نہ ہو اسے درخت کیسے حاصل ہوگا اور جو زمین میں بیج نہیں ڈالتا وہ کھیتی کس طرح کاٹے گا پس اسی طرح جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کرتا وہ آخرت میں اس کے دیدار سے کیسے مشرف ہوگا۔

پس جب معرفت کے مختلف درجات ہیں تو تجلی کے درجات میں بھی اختلاف ہے تو معارف کی نسبت سے تجلی میں اختلاف اسی طرح ہے جیسے مختلف قسم کے بیج مختلف قسم کی فصل دیتے ہیں کیوں کہ ان کے درمیان کثرت قلت، حسن، قوت اور کمزوری کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ يَنْجِلِي لِلنَّاسِ عَمَاتَهُ دَرَجَاتٍ بِكِبَرِ  
عَمَلِهِمْ  
بَلَىٰ شَكَ اللَّهُ تَعَالَىٰ لَوِ كُؤُنَ كَسْمِ عَمُوِي طُورِ سِوَا وَرِضْوَتِ الْوَبِكْرِ  
خَاصَّةً۔ (۱)

ہذا یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ جو لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کم درجے میں ہیں ان کو مشاہدہ اور دیکھنے کی وہی لذت حاصل ہوگی جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی بلکہ وہ اس کا سوواں حصہ پائیں گے اگر دنیا میں ان کی معرفت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معرفت کا سوواں حصہ ہو۔ پس جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے معرفت میں لوگوں سے افضل تھے اور یہ راز آپ کے سینہ مبارک میں جاگزیں تھا اس لیے آپ آخرت میں انفرادی تجلی کی فضیلت کے مستحق ہوئے۔

اور جس طرح تم دیکھتے ہو کہ دنیا میں بعض لوگ لذت ریاست کو کھانے اور نکاح کی لذت پر ترجیح دیتے ہیں اور تم یہ بھی دیکھتے ہو کہ بعض لوگ علم اور آسمانوں اور زمین کی سلطنتوں کے شکل مقامات کے کشف اور تمام امور الہیہ کو ریاست نکاح، کھانے اور مشروب سب پر ترجیح دیتے ہیں اسی طرح آخرت میں ایک قوم ایسی ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی زیارت کو جنت کی نعمتوں پر ترجیح دیں گے۔ کیوں کہ جنت کی نعمتیں کھانے اور نکاح سے متعلق ہیں اور یہ لوگ وہی ہیں جن کا دینی حال ہم نے بیان کیا کہ وہ علم و معرفت اور اسماء ربوبیت پر اطلاع کو نکاح، کھانے اور مشروب کی لذت پر ترجیح دیتے ہیں حالانکہ تمام مخلوق ان لذات میں مشغول ہے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت رابعہ رحمہا اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ جنت کے بارے میں کیا کہتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا ”أَجَاؤُكُمْ الدَّارُ“ پہلے صاحب خانہ اور پھر گھر، تو انہوں نے بیان کیا کہ ان کے دل میں جنت کی طرف نہیں بلکہ جنت کے رب کی طرف توجہ ہے۔

اور جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں رکھتا وہ آخرت میں اسے نہیں دیکھے گا اور جس شخص کو دنیا میں لذت، معرفت



حاصل نہیں وہ آخرت میں لذت نظر نہیں پائے گا کیوں کہ جس شخص کو دنیا میں کسی چیز کا ساتھ حاصل نہ ہو آخرت میں اس کے لیے کوئی نئی بات نہیں ہوگی اور سرگرمی وہی چیز کاٹے گا جو اس نے بویا ہوگا اور آدمی جس حالت پر فوت ہوتا ہے اسی پر اٹھایا جائے گا اور موت بھی اسی حالت میں آتی ہے جس پر وہ زندگی گزار رہا ہوتا ہے پس جس قدر معرفت سے کر جائے گا اسی قدر لذت پائے گا اور وہی معرفت مشاہدہ کی صورت اختیار کرے گی پس اس کی لذت اسی انداز میں دو بال ہوگی جس طرح معشوق کی خیالی صورت رویت و مشاہدہ میں بدلتے وقت عاشق کو لذت حاصل ہوتی ہے یہ اس کی لذت کی انتہا ہے اور چونکہ جنت میں ہر شخص کو من پسند چیز ملے گی پس جو شخص صرف اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خواہش رکھتا ہے اسے کسی اور عمل کی لذت حاصل نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات اس کی وجہ سے اذیت محسوس کرتا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جنت کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی محبت کے اندازے پر ملیں گی اور محبت خداوندی اسی قدر ہوتی ہے جس قدر معرفت حاصل ہوتی ہے پس تمام سعادتوں کی اصل وہ معرفت ہے جسے شریعت ایمان سے تعبیر کرتی ہے۔

### سوال :-

لذت دیدار کی نسبت اگر لذت معرفت کی طرف ہے تو وہ کم ہے اگرچہ وہ اس سے کئی گنا زیادہ ہو کیوں کہ دنیا میں معرفت کی لذت ضعیف ہوتی ہے پس اس کا دو گنا چو گنا ہونا ایسی حد کو نہیں پہنچائے گا جس کے سامنے جنت کی لذتیں حقیر معلوم ہوں

### جواب :

لذت معرفت کو کم سمجھنا، معرفت سے خالی ہونے کی دلیل ہے پس جو شخص معرفت سے خالی ہو وہ اس کی لذت کو کیسے پائے گا اور اگر تھوڑی سی معرفت ہو اور اس کا دل دنیوی تعلقات سے بھرا ہوا ہو تو کس طرح اس کی لذت محسوس کرے گا پس عارفین اپنی معرفت، فکر اور اللہ تعالیٰ سے مناجات میں اس قدر لذت پاتے ہیں کہ اگر دنیا میں اس کے بدلے ان کے سامنے جنت کو پیش کیا جائے تو وہ اس کے بدلے میں جنت نہیں لیں گے پھر یہ لذت اپنے کمال کے باوجود دیدار اور مشاہدہ کی لذت سے کچھ نسبت نہیں رکھتی جس طرح معشوق کے تصور کی لذت کو اس کے دیکھنے سے کوئی نسبت نہیں ہوتی اور نہ ہی عمدہ اور پسندیدہ کھانوں کو سو گھنے کی لذت ان کے کھانے سے کچھ نسبت رکھتی ہے ہاتھ سے چھونے کو جماع کی لذت سے کوئی نسبت نہیں ہوتی اور ان دونوں میں فرق کو مثال بیان کے بغیر ظاہر نہیں کیا جاسکتا پس ہم کہتے ہیں۔

دنیا میں معشوق کے چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت کچھ اسباب کی بنیاد پر مختلف ہوتی ہے۔

### پہلا سبب :

معشوق کے جمال کا کامل اور ناقص ہونا ہے کیوں کہ زیادہ خوبصورت کو دیکھنے میں لامحالہ لذت بھی زیادہ کامل ہوتی ہے

### دوسرا سبب :

محبت، شہوت اور عشق کا قوی ہونا ہے پس جس شخص کا عشق زیادہ ہوا اس کو حاصل ہونے والی لذت اور کمزور



محبت والے کو حاصل ہونے والی لذت میں فرق ہے۔

### تیسرا سبب:

کمالِ ادراک ہے پس اگر کوئی شخص اپنے محبوب کو اندھیرے میں یا باریک پردے کے پیچھے سے یا دُور سے دیکھے تو یہ لذت قریب سے کسی پردے کے بغیر دیکھنے یا روشنی میں دیکھنے سے حاصل ہونے والی لذت جیسی نہیں ہے۔ اسی طرح برہنگی کی حالت میں اس کے ساتھ لیٹنے کی جولذت ہے اس کے مقابلے میں وہ لذت کم ہوتی ہے جب دونوں کے درمیان کپڑا حائل ہو۔

### چوتھا سبب:

دل کو پریشان کرنے والے ترددات کا دُور ہونا ہے اور تندرست فارغ اور تنہائی میں محبوب کو دیکھنے والے کو جو لذت حاصل ہوتی ہے غوتِ زود یا بیمار یا تکلیف میں مبتلا شخص یا جس کا دل اہم امور میں مشغول ہو وہ اس قسم کی لذت حاصل نہیں کر سکتا فرض کیجئے ایک عاشق کا عشق ضعیف ہو وہ اپنے محبوب کو باریک پردے کے پیچھے سے دُور سے دیکھتا ہے کہ اس کی صورت کی ماہیت اچھی طرح واضح نہیں ہوتی اور مزید یہ کہ وہ ان چھو اور بھڑپیں جمع ہیں جو اس کو کاشتی اور اذیت پہنچاتی ہیں اور اس کے دل کو مشغول رکھتی ہیں تو وہ اس حالت میں بھی معشوق کے دل کو مشغول رکھتی ہیں تو وہ اس حالت میں بھی معشوق کے مشاہدہ سے کچھ نہ کچھ لذت حاصل کرتا ہے اب اگر اچانک ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ پردہ اٹھ جائے اور روشنی زیادہ ہو جائے نیز مُؤذی کیڑے مکوڑے بھی چلے جائیں اور وہ فارغ محفوظ ہو جائے اور شہوت قوی ہو جائے نیز عشق کا اس قدر ہجوم ہو کہ انتہائی درجہ تک پہنچ جائے تو دیکھو لذت کس طرح بڑھے گی حتیٰ کہ پہلی صورت اس کے مقابلے میں غیر معتبر ہو جائے گی، اسی طرح لذتِ معرفت کی نسبت سے لذتِ دیدار کو دیکھنا چاہیے باریک پردہ بدنِ انسانی کی طرح ہے بچھو اور بھڑپیں ان شہوتوں کی طرح ہیں جو انسان پر مسلط ہیں مثلاً بھوک، پیاس، غصہ اور غم وغیرہ، اور خواہش و محبت کی کمزوری اس بات کی مثال ہے کہ دنیا میں ملاد اعلیٰ کی طرف شوق میں کمی اور کوتاہی ہو اور وہ اسفل السافلین کی طرف متوجہ ہو جس طرح پھر لذتِ ریاست کے ملاحظہ سے فاسر ہوتا ہے اور اس کی توجہ پرندوں سے کھیلنے کی طرف ہوتی ہے۔

عارف کی معرفت اگرچہ دنیا میں قوی ہو جائے پھر بھی وہ ان کرداروں سے خالی نہیں ہوتی اور یہ تصور نہیں ہو سکتا کہ وہ ان باتوں سے خالی ہو بلکہ بعض اوقات یہ موانع کسی صورت میں ضعیف ہوتے ہیں اور دائمی نہیں ہوتے پس مجالِ معرفت اس قدر چمکتا ہے کہ اس سے عقل حیران رہ جاتی ہے اور اس کی لذت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اس کی عظمت کی وجہ سے دل چھٹنے کے قریب ہو جاتا ہے لیکن یہ بجلی کی چمک کی طرح ہوتی ہے اور سب کم ٹھہرتی ہے بلکہ اسے کچھ ایسے شغل اور افکار پیش آتے ہیں یہ بات ہمیشہ رہتی ہے اس لیے مرتے دم تک یہ لذت آلودہ رہتی ہے اور حیاتِ طیبہ موت کے بعد ہوتی ہے اور حقیقی عیش (اور زندگی) تو آخرت کی ہے جسے ارشاد خداوندی ہے۔



كَانَ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ - (۱)  
اور اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے رکھا چھا ہوتا  
اگر تم جانتے۔

اور جو شخص اس مرتبے تک پہنچتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے پس وہ موت کو بھی پسند کرتا ہے اور اگر اسے پرا جانتا ہے تو صرف اس وجہ سے کہ وہ موت سے پہلے تکمیل معرفت کا خواہاں ہوتا ہے کیوں کہ معرفت بیچ کی طرح ہے اور معرفت کے سمندر کا کوئی کنارہ نہیں پس اللہ تعالیٰ کے جہاں کی گہرائی تک رسائی محال ہے تو جب اللہ تعالیٰ، اس کی صفات و افعال اور اس کی مملکت کے اسرار کی معرفت زیادہ اور مضبوط ہوتی ہے تو آخرت کی نعمتیں بھی بڑھ جاتی ہیں اور عمر وہ ہونے کا باعث ہے اور اس بیچ کا حصول صرف دنیا میں ممکن ہے اور یہ کھیتی صرف دل کی زمین میں ہوتی ہے اور اسے آخرت میں کاٹا جاتا ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

أَفْضَلُ السَّعَادَاتِ طَوْلُ الْعُمْرِ فِي طَاعَةِ اللَّهِ - (۲)  
سب سے اچھی سعادت طویل زندگی ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں گزرے۔

کیوں کہ معرفت کی تکمیل اور کثرت نیز اس کی وسعت اس وقت ہوتی ہے جب لمبی زندگی حاصل ہو اور دائمی فکر اور مجاہدہ نیز دنیوی تعلقات سے انقطاع اور طلب کے لیے گوشہ نشینی نصیب ہو اور ان کاموں کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔ پس جو شخص موت کو چاہتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو معرفت میں انتہائی مقام پر دیکھتا ہے جو اس کے لیے آسان کر دیا گیا اور جو شخص موت کو ناپسند کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ طویل عمر کے ذریعے مزید معرفت کی امید رکھتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ زیادہ عمر لینے کی صورت میں حوقوت وہ حاصل کر سکتا ہے اس کی نسبت سے ابھی وہ کمی ہے پس اہل معرفت کے نزدیک موت کی چاہت اور ناپسندیدگی یکی وجہ ہے۔

جب کہ باقی لوگوں کی نظر دنیوی خواہشات تک محدود ہوتی ہے اگر ان کا حصول ممکن ہو تو وہ باقی رہنا پسند کرتے ہیں اور اگر خواہشات کے پورا ہونے میں تنگی محسوس کریں تو موت کی تمنا کرتے ہیں اور یہ سب باتیں محدودی اور خسارے کا باعث ہیں جن کی بنیاد جہالت اور غفلت ہے پس جہالت و غفلت ہر بد بختی کی جڑ ہے جب کہ علم و معرفت ہر قسم کی نیک بختی کی بنیاد ہیں۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس سے تمہیں محبت اور عشق کی پہچان ہوگئی کہ عشق محبت میں زیادتی کو کہتے ہیں نیز لذت معرفت کا مضموم، روئیت کا معنی اور لذت روئیت کا معنی بھی معلوم ہو گیا نیز یہ بات بھی تم نے جان لی کہ عقل والوں اور

(۱) قرآن مجید، سورہ عنکبوت آیت ۶۴

(۲) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۶۶۶ حدیث ۶۲۶۴



اہل کمال کے نزدیک لذت دیدار تمام لذتوں سے بڑھ کر ہے اگرچہ کم عقل لوگوں کے نزدیک یہ صورت نہ ہو جس طرح بچوں کے نزدیک کھانوں کے مقابلے میں ریاست کی لذت زیادہ نہیں ہوتی۔

**سوال :**

آخرت میں دیدار دل سے ہوگا یا آنکھ سے؟

**جواب :-**

اس سلسلے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے اور اہل بصیرت اس اختلاف کی طرف دھیان نہیں دیتے بلکہ عقل مند آدمی کو پھل کھانے سے غرض ہوتی ہے پیڑ گتے سے نہیں اور جو شخص معشوق کو دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے اس کا عشق اسے اس بات کو دیکھنے سے روکتا ہے کہ اس کا دیدار آنکھوں سے ہوگا یا پیشانی سے بلکہ وہ محض دیکھنے اور لذت کا تصور کرتا ہے چاہے وہ آنکھ سے ہو یا کسی دوسرے عضو سے کیوں کہ آنکھ تو محل اور طرف ہے نہ اس کی طرف نظر ہوتی ہے اور نہ اس کا کوئی فیصلہ ہوتا ہے۔

حق یہ ہے کہ قدرت ازلیہ دینے ہے پس ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم اسے دو باتوں میں سے کسی ایک میں بند کر دیں یہ تو جواز کی صورت ہے تو دونوں جائز صورتوں میں سے آخرت میں کوئی واقع ہوگی تو یہ شارع سے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی ہے۔ شرعی دلائل کی روشنی میں اہل سنت و جماعت کے لیے جو حق بات ظاہر ہوئی ہے وہ یہ کہ اس دیدار کی قوت آنکھ کو دی جائے گی تاکہ لفظ رویت، نظر اور دوسرے تمام الفاظ جو شریعت میں آئے ہیں ان کو ظاہر پر محمول کیا جائے کیوں کہ ضرورت کے بغیر ظاہر الفاظ کو چھوڑنا جائز نہیں اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

**فصل ۷ :**

## محبت خداوندی کو مضبوط کرنے والے اسباب

جان لو کہ آخرت میں سب سے زیادہ سعادت مند وہ شخص ہوگا جس کی اللہ تعالیٰ سے محبت زیادہ مضبوط ہوگی کیونکہ آخرت کا مطلب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری اور اس کی ملاقات کی سعادت حاصل کرنا ہے اور محبت کے لیے محبوب کے پاس آنے سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے جب کہ وہ ایک عرصہ سے اس بات کا شوق رکھتا ہو اور اب وہ دائمی مشاہدے پر قادر ہو اور مشاہدہ بھی ایسا کہ اس میں کوئی خرابی، روک ٹوک اور رقابت نہ ہو اور نہ ہی اس کے ختم ہونے کا ڈر ہو البتہ یہ لذت قربت محبت کے اندازے پر ہوگی جب محبت میں اضافہ ہوگا تو لذت بھی بڑھ سکے گی اور بندے کو اللہ تعالیٰ کی محبت دنیا میں حاصل ہوتی ہے اور اصل محبت مومن سے جدا نہیں ہوتی کیوں کہ اصل معرفت سے کوئی بھی خالی نہیں ہوتا البتہ محبت کا زیادہ ہونا اور غالب ہونا جیسے عشق کہا جاتا ہے اکثر لوگ اس سے خالی ہوتے ہیں اور اس کے حصول کے دو سبب ہیں۔



پہلا سبب :

دنیا سے تعلق توڑنا اور غیر اللہ کی محبت کو دل سے نکال دینا کیوں کہ دل برتن کی مثل ہے جب تک اس سے پانی نہ نکلے اس میں بہر کے کی گنجائش نہیں ہوتی ارشاد خداوندی ہے۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ - (۱)

اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے اندر دو دل نہیں رکھے۔

کمال محبت یہ ہے کہ پورے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے اور جب تک غیر کی طرف متوجہ رہے گا اس کے دل کا ایک زاویہ اللہ تعالیٰ کے غیر میں مشغول ہوگا اور جس قدر غیر میں مشغولیت ہوگی اسی قدر اللہ تعالیٰ سے محبت میں نقصان ہوگا۔ اور جس قدر برتن میں پانی ہوگا اسی قدر سرکہ کم ہوگا اور اسی فراغت ہوگا۔ اور جس قدر برتن میں پانی ہوگا اسی قدر سرکہ کم ہوگا اور اسی فراغت قلبی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا -

یہ شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر انہوں نے استقامت اختیار کی ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (۲)

اور ارشاد فرمایا۔

قُلْ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ -

اے خدا کی تعالیٰ نے کتاب اتاری ہے آپ فرمادیں گے اللہ تعالیٰ نے کتاب اتاری ہے پھر ان کو ان کی بیہودگی میں کھیلتا ہوا چھوڑ دیں۔ (۳)

بلکہ لا الہ الا اللہ کا معنی بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود و محبوب نہیں ہے کیوں کہ ہر محبوب، معبود ہوتا ہے اس لیے کہ عبد، مقید کو کہتے ہیں اور جس کا قیدی ہو وہی معبود ہوتا ہے اور ہر محب اپنے محبوب کی قید میں ہوتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اَرَاَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ اِلٰهَهُ حَمَواةً -

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنایا۔ (۴)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

(۱) قرآن مجید، سورہ احزاب آیت ۴

(۲) قرآن مجید، سورہ انعام آیت ۹۱

(۳) قرآن مجید، سورہ احقاف آیت ۱۲

(۴) قرآن مجید، سورہ فرقان آیت ۲۲



أَبْغَضَ إِلَهِ عِبْدِكَ فِي الْأَرْضِ الْهَوَىٰ - سب سے بڑا مبعود جس کی دنیا میں پوجا کی جائے وہ خواہش ہے۔

(۳)

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ - جس شخص نے اخلص کے ساتھ "لا الہ الا اللہ" پڑھا وہ جنت میں داخل ہوا۔

(۲)

پس جس شخص کی یہ حالت ہو اس کے لیے دنیا قید خانہ ہے کیوں کہ یہ اس کے لیے مشاہدہ محبوب کے راستے میں رکاوٹ ہے اور اس کی موت قید سے چھٹکارا اور محبوب کی طرف جانے کا باعث ہے پس جس شخص کا ایک ہی محبوب ہو اور اس کے لیے ایک طویل اشتیاق ہو پھر وہ قید خانے میں بند بھی ہو تو اب قید خانے سے چھوٹنا اور محبوب سے ملنے پڑا ہونا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے امن اور چین سے رہنا کتنا اچھا ہوگا۔

تو دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے کزدر ہونے کا ایک سبب دنیوی محبت کی قوت ہے اور اس میں گھر والوں، مال، اولاد، رشتہ داروں، زمین، جانوروں، باغوں اور سیر و سیاحت کی محبت بھی شامل ہے حتیٰ کہ جو شخص پرندوں کی عمدہ آوازوں اور نسیمِ سحر کی حرکت سے سرور حاصل کرتا ہے وہ دنیوی نعمتوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں نقصان کے درپے ہوتا ہے پس جس قدر دنیا سے اُٹس پیدا ہوتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُٹس میں کمی آتی ہے اور انسان کو دنیا میں جس قدر دیا جاتا ہے اسی قدر آخرت سے کم کر دیا جاتا ہے جیسے انسان مشرق کے جس قدر قریب ہوتا جائے گا اس قدر وہ مغرب سے ضرور دور ہوگا۔ اور کسی عورت کا دل جس قدر خوش ہوتا ہے اس کی سوتن (سوکن) کا دل اسی قدر تنگ ہوتا ہے پس دنیا اور آخرت دو سوتنیں ہیں اور یہ مشرق و مغرب کی طرح ہیں اور یہ بات اہل دل پر زیادہ منکشف ہوتی ہے جو آنکھوں کے ذریعے دیکھنے سے زیادہ واضح ہوتی ہے اور دل سے محبت دینا کا قطعاً قمع اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب زہد کے راستے پر چلے اور ہمیشہ صبر اختیار کرے اور خوف ورجاء (امید) کی باگ سے ان دونوں کاموں کے لیے مطیع ہو مگر نے جن مقامات کا ذکر کیا ہے یعنی توبہ، صبر، زہد، خوف اور رجاء تو یہ مقدمات ہیں تاکہ ان کے ذریعے محبت کے کسی ایک رکن کو حاصل کرے اور غیر اللہ سے دل کو خال کرنا ہے اس کا آغاز اللہ تعالیٰ، آخرت کے دن، جنت اور دوزخ پر ایمان لانا ہے پھر اس سے خوف اور رجاء کی شاخیں پھوٹی ہیں اور ان دونوں سے توبہ اور صبر نکلتا ہے پھر یہ دنیا، مال و جہاد اور تمام دنیوی فوائد سے زہد کی طرف لے جاتا ہے حتیٰ کہ ان تمام باتوں کی وجہ سے دل غیر اللہ سے پاک ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے بعد ان

(۱) مجمع الزوائد جلد اول ص ۱۸۸ کتاب العلم

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۵ ص ۱۹۷ حدیث ۵۰۴



میں اللہ تعالیٰ کی معرفت و محبت کے نزول کے لیے وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ سب باتیں تطہیر قلب کے مقدمات ہیں اور یہ محبت کے دو رنگوں میں سے ایک رنگ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے آپ نے فرمایا۔

الطَّهْرُ شَطْرُ اِيْمَانٍ (۱)

پاکیزگی نصف ایمان ہے۔

جیسا کہ ہم نے کتاب کے شروع میں ذکر کیا ہے۔

محبت کے قوی ہونے کا دوسرا سبب اللہ تعالیٰ کی معرفت کا قوی اور وسیع ہونا نیز اس کا دل پر غالب ہونا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دل کو تمام دنیوی مشاغل اور تعلقات سے پاک کیا جائے یہ اسی طرح ہے جیسے زمین کو گھاس پھونس سے پاک کرنے کے بعد اس میں بیج ڈالا جاتا ہے اور یہ محبت کا دوسرا رنگ ہے پھر اس بیج سے محبت و معرفت کا درخت اُگتا ہے اور وہ کلمہ طیبہ ہے جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے ارشادِ خداوندی ہے۔

صَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا تَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمٰوٰتِ

اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال اس پاک درخت کے مطابق دی ہے جس کی بنیاد قائم ہے اور اس کی شاخیں

آسمان میں ہیں۔

(۲)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ (۳)

اس سے معرفت مراد ہے اور ارشادِ خداوندی ہے۔

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ - (۴)

اور وہ (اللہ تعالیٰ) اچھے عمل کو اٹھالیتا ہے

اور اچھا عمل اس معرفت کے جمال اور خادِم کی طرح ہے اور اچھے اعمال سب کے سب پہلے دل کو دنیا (کی محبت) سے پاک کرتے ہیں پھر اس طہارت کو باقی رکھنے کا سبب بنتے ہیں پس عمل سے ہی معرفت مقصود ہوتی ہے جہاں تک کیفیتِ عمل کے علم کا تعلق ہے تو وہ عمل کے لیے مقصود ہوتا ہے پس علم ہی اول ہے اور یہی آخر ہے پہلے علم معاملہ ہوتا ہے جس سے عمل مقصود ہوتا ہے اور معاملہ (یعنی عمل) کا مقصد دل کی طہارت و تزکیہ ہے تاکہ اس میں حق کی تجلی ہو اور علم معرفت سے مزین ہو اور وہ علم مکاشفہ ہے۔ اور جب یہ معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے پیچھے معرفت ضرور آتی ہے جیسے معتدل

(۱) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۱۸ کتاب الطہارۃ

(۲) قرآن مجید، سورۃ ابراہیم آیت ۲۴

(۳) قرآن مجید، سورۃ فاطر آیت ۱۰



مزاج شخص جب خوبصورت چیز کو دیکھتا ہے اور ظاہری آنکھ سے اس کا ادراک کر لیتا ہے تو وہ اس سے محبت کرتا اور اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور جب اس سے محبت کرتا ہے تو اسے لذت حاصل ہوتی ہے پس محبت کے بعد لذت ضرور حاصل ہوتی ہے اور معرفت کے بعد محبت کا آنا بھی لازمی ہے۔ اور دل کو دینیوی مشاغل سے پاک کرنے کے بعد جب تک فقر صاف، ذکر دائمی، طلب کی بھرپور کوشش اور اللہ تعالیٰ اس کی صفات اور آسمانی حکومت نیز تمام مخلوق میں غور و فکر نہ ہو اس معرفت تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

### عارفین کی اقسام :

اس مرتبہ معرفت تک پہنچنے والے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو مضبوط ہوتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ پہلے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتے ہیں پھر اس کے ذریعے اس کے غیر کو پہچانتے ہیں۔

دوسری قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے جو کمزور ہیں وہ پہلے افعال کی معرفت حاصل کرتے ہیں پھر اس سے فاعل کی طرف ترقی کرنے میں پہلی قسم کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔

أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (۱) کیا تمہارا رب ہر چیز پر گواہی کے لیے کافی نہیں۔ اور ارشاد خداوندی ہے۔

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ - (۲)

بعض عارفین نے اسی نظر سے جواب دیا جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے رب کو کس طرح پہچانا؟ انہوں نے فرمایا میں نے اپنے رب کو اسی سے پہچانا۔ اگر میرا رب نہ ہوتا تو میں اپنے رب کو نہ پہچانتا۔

اور دوسری قسم کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ارشاد فرمایا۔

سَرُّنِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَّبِعِينَ كَلِمَاتَهُ الْحَقِّ -

عقرب ہم ان کو آفاق میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے اور ان کے نفسوں میں بھی، تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ وہی حق ہے۔

(۳)

اور اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا۔

أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - اور کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں نہیں دیکھا۔

(۱) قرآن مجید، سورہ فصلت آیت ۵۲

(۲) قرآن مجید، سورہ آل عمران آیت ۱۸

(۳) قرآن مجید، سورہ اعراف آیت ۱۸۵



اور ارشاد خداوندی ہے -

قُلْ اَنْظُرُوا مَا ذَاتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - (۱)

آپ فرمادیجئے، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسے دیکھو

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے -

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ

لَرَجَحْمٰنٍ مِّنْ تَفَاوُتٍ فَاَرْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ

تَرَىٰ مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ اَرْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ

يَنْظُرْ اَيْلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِاٌ وَهُوَ حَسِيْرٌ - (۲)

اور وہ ذات جس نے سات آسمان تہہ بہ تہہ بنائے تو زمین

کی تخلیق میں کوئی فرق دیکھتے ہو گناہ اٹھا کر دیکھو کیا تمہیں

کوئی رخنہ نظر آتا ہے پھر دوبارہ نگاہ اٹھاؤ نظر تمہاری طرف

ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی -

یہ طریقہ اکثر لوگوں پر آسان ہے اور سالکین کے لیے زیادہ وسعت بھی اسی میں ہے اور قرآن پاک کی اکثر آیات بھی اسی کو متضمن ہیں جن میں تدبیر، تفکر اور غور و فکر کا حکم دیا ایسی آیات بے شمار ہیں۔

سوال :-

یہ دونوں طریقے مشکل ہیں ہمارے لیے کوئی ایسی تدبیر بیان کریں جس کی مدد سے معرفت حاصل ہو اور محبت تک پہنچا

جاسکے۔

جواب :-

اعلیٰ طریقہ تو یہ ہے کہ معرفت خداوندی سے مخلوق کی معرفت حاصل کی جائے لیکن یہ نہایت مشکل ہے اور اس سلسلے میں گفتگو عام لوگوں کی سمجھ سے خارج ہے لہذا کتابوں میں اس کو ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

لیکن ادنیٰ اور آسان طریقہ عام طور پر سمجھ میں آجاتا ہے ہاں اس کے سمجھنے سے فہم اس لیے قاصر ہوتا ہے کہ تدبیر سے اعراض کیا جاتا ہے اور دینیوی خواہشات میں مشغولیت ہوتی ہے اور چونکہ یہ بات بجز تپائی جاتی ہے اور اس کے ابواب کی شاخیں بے انتہا ہیں کیوں کہ آسمان کی بلندی سے زمین کی پستی تک کوئی ذرہ ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور کمال حکمت پر دلالت کرنے والی عجیب نشانیوں نہ ہوں اور اس کی عظمت و جلال کی انتہا پر دلالت نہ پائی جاتی ہو اس لیے اس کا ذکر بھی نہیں ہو سکتا ارشاد خداوندی ہے -

آپ فرمادیجئے اگر سمندر میرے رب کے کلمات رکھنے کے

لئے روشنائی ہو تو میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِداً يَكْتُمٰتِ

رَبِّي لَفِغَدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ

(۱) قرآن مجید سورہ یونس آیت ۱۱

(۲) قرآن مجید، سورہ ملک آیت ۴۳



(۱۱) کَلِمَاتٍ رَّتِي۔

اور سمندر ختم ہو جائے گا۔

پس اس میں غور و فکر علوم کاشفہ کے سمندروں میں غوطہ لگانا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اسے معلوم معاملہ کا طیفی بنا کر لکھا جائے البتہ اختصار کے ساتھ ایک مثال کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تاکہ اس سے اس کی جنس پر تشبیہ ہو جائے پس ہم کہتے ہیں۔

دونوں طریقوں میں سے آسان ترین طریقہ افعال میں نظر کرنا ہے پس ہمیں اس میں کلام کرنا اور اعلیٰ کو چھوڑنا چاہیے پھر افعال الہیہ بہت زیادہ ہیں لہذا ہم ان میں سے کم تر اور حقیقہ ترین تلاش کرتے ہیں اور ان کے عجائب میں نظر کرتے ہیں پس مخلوق میں سے کم تر زمین ہے اور جو کچھ اس کے اوپر ہے یعنی ملائکہ اور آسمانی سلطنت اس کی نسبت سے کم تر ہے اگر تم اس کے جسم اور حجم کی رُو سے اسے دیکھو تو سورج اس کے باوجود کہ اس کا حجم چھوٹا نظر آتا ہے لیکن اس سے ایک سو ستر گنا سے بھی زیادہ ہے تو اس کے مقابلے میں زمین کی چھوٹائی کو دیکھو پھر دیکھو کہ سورج اپنے اس فلک کے مقابلے میں چھوٹا ہے جس میں وہ مرکوز ہے کیوں کہ اس سے اس کو کوئی نسبت نہیں اور یہ چوتھے آسمان میں ہے اور یہ اپنے اوپر والے آسمانوں کی نسبت چھوٹا ہے پھر ساتوں آسمان کرسی کے مقابلے میں ایسے ہی جیسے جنگل میں پٹا ہوا ہے گاڑا سو اسی طرح عرش کے مقابلے میں کرسی کا معاملہ ہے یہ تو مقدار کے اعتبار سے ظاہر حجم کی طرف نظر کرنے کی صورت ہے تو ان کے مقابلے میں زمین کس قدر چھوٹی ہے بلکہ زمین تو سمندروں کی نسبت چھوٹی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الْأَرْضُ فِي الدُّبْحِ كَأَنَّ الدُّبْحَ فِي الدُّرِّ - سمندر کے مقابلے میں زمین اس طرح ہے جیسے زمین کے مقابلے میں اسطبل ہو جائے۔ (۲)

تجربہ اور مشاہدہ بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے اور پانی سے باہر زمین یوں معلوم ہوتی ہے جس طرح تمام زمین کے مقابلے میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔

پھر انسان کو دیکھو جو مٹی سے پیدا کیا گیا اور مٹی زمین کی ایک جڑ ہے نیز تمام حیوانات کو دیکھو کہ یہ سب زمین کی نسبت کس قدر چھوٹے ہیں ان سب کو بھی چھوڑو جس حیوان کو تم سب سے چھوٹا جانتے ہو مثلاً مچھر اور شہد کی مکھی وغیرہ کو دیکھو۔ اب دیکھو کہ مچھر کو اس کے چھوٹا ہونے کے باوجود عقل حاضر اور صاف فکر عطا کی گئی تو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اسے کس قدر ہاتھی کی شکل میں پیدا کیا جو سب سے بڑا حیوان ہے کہ اس کی سونڈ کی طرح اس کی سونڈ بھی پیدا کی اور اس کے چھوٹے سے جسم میں ہاتھی کی طرح تمام اعضاء پیدا کئے بلکہ دوپروں کا اضافہ کیا دیکھو اس کے ظاہری اعضاء کو کس طرح تقسیم کیا اس کے پیر

(۱۱) قرآن مجید، سورہ کہف آیت ۱۰۹

(۲) تذکرۃ الموصوفات ص ۱۳ باب اوصافہ المتشابهة

www.maktabah.org



ہاتھ اور پاؤں بنائے اور اس کو کان اور آنکھیں بھی دیں اور اس کے باطنی اعضاء میں بھی یوں تدبیر فرمائی کہ باقی حیوانات کی طرح غذا کے اعضاء اور آلات پیدا کئے اور اس میں قوت غذا جذب کرنے، دُور کرنے، ٹھہرانے اور مضام کرنے کی قوت رکھی جو باقی تمام حیوانات کو عطا فرمائی ہے۔

یہ اس کی شکل اور صفات میں ہے پھر اس کی رہنمائی کی طرف دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی غذا کی طرف کیسے رہنمائی فرمائی اور اسے بتایا کہ اس کی غذا انسانی خون میں ہے پھر دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس میں انسان تک پہنچنے کے لیے اڑنے کا سامان پیدا کیا اور کس طرح اس کے لیے ایک لمبی نوکیلی سونڈ پیدا کی اور کیسے اس کو انسانی چمڑے میں مساموں تک رہنمائی فرمائی کہ وہ کسی ایک مسام پر اپنی سونڈ رکھتا ہے پھر اسے کس طرح قوت عطا فرمائی کہ وہ اس میں سونڈ کو گاڑتا ہے پھر اسے بتایا کہ وہ کس طرح اسے چوس کر خون پیئے پھر سونڈ کو اس کے پتلا ہونے کے باوجود کس طرح اندر سے خالی رکھا کہ خون پتلا ہو کر اس کے ذریعے اس کے پیٹ تک جاتا ہے پھر اس کے تمام اجزاء میں پھیل کر غذا بنتا ہے۔

پھر اسے یہ بھی بتایا کہ انسان اسے اپنے ہاتھ سے مارنا چاہتا ہے تو اسے بھانسنے کی تدبیر بتائی اور اس کا سامان اسے عطا کیا اس کے لیے قوت سماعت پیدا کی جس کے ذریعے وہ ہاتھ کی خفیف حرکت کو سن لیتا ہے حالانکہ وہ اس سے بہت دُور ہوتا ہے پس وہ خون چوسنا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے پھر جب ہاتھ رُک جاتا ہے تو دوبارہ آتا ہے پھر دیکھئے اس کے لیے آنکھوں کے ڈھیلے کس طرح بنائے حتیٰ کہ وہ اپنی غذا کی جگہ دیکھ لیتا ہے اور وہاں کا قصد کرتا ہے حالانکہ اس کے جسم کا حجم بہت چھوٹا ہوتا ہے۔

اور دیکھئے ہر چھوٹے حیوان کا ڈھیلہ چھوٹا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ پوٹوں کو برداشت نہیں کر سکتا اور پوٹے ڈھیلے کے شیشے کو تنکوں اور غبار وغیرہ سے صاف رکھنے کا آلہ ہے اس لیے مچھر اور مکھی کے لیے دو پاؤں بنائے تم مکھی کو دیکھو وہ ہمیشہ اپنی آنکھوں کے ڈھیلوں کو اپنے پاؤں سے مٹی ہے لیکن انسان اور بڑے حیوانات کے پوٹے بنائے کہ وہ ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں اور ان کے کنارے پتلے رکھے ہیں تاکہ جو غبار ڈھیلے پر آئے اس کو جمع کر کے پلکوں پر ڈالیں اور پلکوں کو سیاہ بنایا تاکہ آنکھوں کی روشنی کو جمع رکھیں اور دیکھنے پر مدد دیں نیز آنکھ خوبصورت معلوم ہو اور غبار کے وقت ایک جال بن جائے اور جال کے پیچھے سے دیکھنے میں دقت نہ ہو یہ جال غبار کے داخل ہونے میں رکاوٹ بنتا ہے لیکن دیکھنے میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔

لیکن مچھر کے لیے دو ڈھیلے بنائے جو صاف ہیں اور پلکوں سے خالی ہیں اور اسے ہاتھوں کے ساتھ ان کی صفائی کا طریقہ سکھایا چونکہ اس کی بینائی کمزور ہوتی ہے اس لیے وہ چراغ پر گر پڑتا ہے اور وہ دن کی روشنی تلاش کرتا ہے جب وہ بیچارہ رات کے وقت چراغ کی روشنی دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ وہ اندھیرے گھر میں ہے اور چراغ کی روشنی کو روشن دان سمجھتا ہے اس لیے وہ روشنی کی طلب میں دہان تک جاتا ہے اور جب وہاں سے تجاوز کرتا ہے اور اندھیرا دیکھتا ہے



تو خیال کرتا ہے کہ مجھے روشندان نہیں ملا اور وہ اس کی سیدھ میں نہیں گیا لہذا دوبارہ اس طرف جانا ہے یہاں تک کہ وہ جل جانا۔ شاید تمہارا خیال یہ ہو کہ یہ بات اس میں کمی اور جہالت کی وجہ سے ہوتی ہے تو جان لو کہ انسان کی جہالت اس کی جہالت سے زیادہ ہے بلکہ دنیوی خواہشات پر گرنے کے اعتبار سے انسان ان پر دانوں کی طرح ہے جو آگ پر گرتے ہیں کیوں کہ انسان کے لیے خواہشات ظاہری صورت میں چمکتی ہیں اور وہ نہیں جانتا کہ ان کے پیچھے زہر قاتل ہے تو وہ اپنے آپ کو ہمیشہ ان خواہشات کے پیچھے لے جاتا ہے حتیٰ کہ ان میں ڈوب جاتا ہے اور ان میں قید ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے کاش کہ انسان کی جہالت پروانے کی جہالت جیسی ہوتی کیوں کہ وہ ظاہری روشنی کے دھوکے میں اگر جلتا ہے تو اسی وقت چھوٹ جاتا ہے لیکن انسان تو ہمیشہ ہمیشہ یا ایک عرصہ دراز تک آگ میں رہے گا اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعلانہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

إِنِّي مُمْسِكٌ بِحَبْرٍ كُفْرٍ وَأَنْتُمْ تَتَمَتَّعُونَ فِيهَا تَهْتَكُونَ الْفَرَاشَ - (۱)

میں تمہیں تمہاری کمر سے پڑھ کر پیچھے ہٹا ہوں اور تم پروانے کی طرح جہنم میں گرتے ہو۔

تو یہ سب سے چھوٹے حیوان میں اللہ تعالیٰ کی عجیب صنعت کا ایک عجیب کرشمہ ہے اور اس میں اس کے علاوہ اتنے عجائبات ہیں کہ اگر اولین و آخرین صحیح ہو کر اس کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کریں تو اس کی حقیقت سے عاجز آجائیں گے اور اس کی ظاہری صورت میں سے واضح امور پر بھی مطلع نہیں ہو سکیں گے جہاں تک اس کے پوشیدہ معانی کا تعلق ہے تو اس سے صرف اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے۔

پھر تمام حیوانات اور سبز لوہوں میں ایسے ایسے عجائب ہیں جو اس کے ساتھ خاص ہیں ان میں اس کے ساتھ کوئی دوسرا حیوان شریک نہیں ہے۔ شہد کی مکھی اور اس کے عجائب کو دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے یہ بات سمجھائی کہ اس نے پیاروں میں درختوں اور مکانوں کی چھتوں میں گھر بنا لئے اور وہ کس طرح اپنے لعاب سے موم اور شہد بناتی ہے ان میں سے ایک کو روشنی اور دوسری کو شفاء بنا یا پھر اگر تم اس کی ان عجیب باتوں پر غور کرو کہ وہ کس طرح پھولوں اور کلیوں سے رس حاصل کرتی ہے اور کندگی سے بچتی ہے اور اپنے امیر کی اطاعت کرتی ہے جو جسمانی طور پر ان سب سے بڑی ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی امیر مکھی کو عدل و انصاف پر مجبور کیا کہ اگر ان میں سے کوئی نجاست پر بیٹھتی ہے تو اسے چھتے کے منہ پر ہی تسل کر دیا جاتا ہے تو مزید تعجب پیدا ہوتا ہے اگر تم غور و فکر کرو اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ سے نیز اپنے ہم عصر لوگوں سے دشمنی اور جھڑپوں کے ساتھ دوستی کی خواہشات سے فارغ ہو پھر ان سب باتوں کو چھوڑ کر اس بات کو دیکھو کہ وہ موم سے کس طرح اپنا گھر بناتی ہے اور تمام شکلوں کو چھوڑ کر مسدس شکل اختیار کرتی ہے اپنا گھر گول، مربع یا پانچ کونوں والا نہیں بناتی بلکہ چھ کونوں والا نہیں بناتی ہے اور اس شکل میں جو خاصیت ہے اس کو سمجھنے سے انجینئر بھی عاجز ہیں وہ یہ کہ تمام شکلوں



میں سے زیادہ وسیع شکل دائرے کی ہے اور جو اس کے قریب ہو مربع میں زاویے بیکارہ جاتے ہیں اور مکھی کا جسم گول لمبا ہوتا ہے تو اس نے مربع شکل کو چھوڑ دیا تاکہ زاویے صانع ہو کر فارغ نہ رہیں پھر اگر وہ گول شکل کا گھر بناتی تو اس شکل کا گھر بناتی تو اس کے باہر کشادگی رہ جاتی جو صانع ہوتی کیوں کہ گول شکلوں کو جمع کیا جائے تو آپس میں اچھی طرح متصل نہیں ہوتیں اور زاویوں والی اشکال میں سے کوئی شکل ایسی نہیں جو گنجائش میں گول کے قریب ہو پھر ملانے میں کشادگی باقی نہ رہے صرف مسدس شکل کی یہ خاصیت ہے۔

پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی جیسے چھوٹے سے جانور کو یہ سب باتیں کس طرح بتائیں تو یہ سب اس کی مہربانی اور عنایت ہے شہر کی مکھی جن چیز کی محتاج ہے وہ بھی اس کو سکھادی تاکہ سکون سے رہے تو اللہ تعالیٰ کس قدر بلند شان کا مالک ہے اور اس کا لطف و کرم اور احسان کس قدر وسیع ہے۔

تو اس معمولی سے حیوان میں قدرت کا یہ کرشمہ دیکھ کر عبرت اختیار کرو اور زمین و آسمان کے اسرار کو چھوڑ دو جو کچھ ہماری ناقص فہم میں گزرا ہے اس کی وضاحت میں عمریں گزر سکتی ہیں اور جو کچھ ہمارے علم کے احاطہ میں آیا ہے اسے اس کے ساتھ کوئی نسبت نہیں جو انبیاء کرام اور علماء عظام کے احاطہ علم میں ہے۔ اور جو کچھ تمام مخلوق کے احاطہ علم میں ہے اسے اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی نسبت نہیں بلکہ مخلوق جن قدر جانتی ہے اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے اسے علم بھی نہیں کہنا چاہیے۔ تو اس قسم کی باتوں میں غور و فکر کرنے سے آسان طریقے سے حاصل ہونے والی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے اور معرفت کا پڑھنا محبت میں اضافہ کا باعث ہے پس اگر تم اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے ذریعے سعادت مندی حاصل کرنا چاہتے ہو تو دنیا کو اپنی پیٹھ کے پیچھے چھوڑ دو اور اپنی زندگی ذکر و دائم اور فکر لازم میں صرف کرو لہذا ہمیں کہہ دو کہ بہت چھوٹے سے ہمیں بہت بڑی سلطنت ملے جس کی کوئی انتہا نہیں۔

فصل ۷:

## محبت میں لوگوں کے درمیان تفاوت کا سبب

چونکہ ایمان میں تمام مومن مشترک ہیں اس لیے اصل محبت میں بھی ان سب کے درمیان اشتراک ہے لیکن معرفت خداوندی اور محبت دنیا کے حوالے سے ان کے درمیان تفاوت کی وجہ سے محبت میں بھی وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں کیوں کہ اسباب میں اختلاف، سبب کے اختلاف کا باعث ہوتا ہے اور اکثر لوگ صرف اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات ہی دیکھتے ہیں جو سنتے ہیں اور بعض اوقات ان کے ایسے معانی خیال کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات بلند اور پاک ہے اور بعض اوقات وہ ان کی حقیقت پر بھی مطلع نہیں ہوتے اور فاسد معنی کا خیال بھی نہیں آتا بلکہ وہ صرف تسلیم و تصدیق کی مذہب ایمان لاتے ہیں اور عمل میں مصروف ہوتے ہیں محبت مباحثہ ترک کر دیتے ہیں یہ لوگ اصحاب عین میں سے ہیں اور ان



کو سلامتی حاصل ہوتی ہے جب کہ فاسد معانی کا تخیل رکھنے والے گمراہ لوگ ہیں اور حقائق کو جاننے والے مقررین لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان تینوں قسم کے لوگوں کا حال یوں بیان فرمایا۔

فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةٌ نَّعِيمٌ وَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ اصْحَابِ الْيَمِينِ فَسَكَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ مِنَ الصَّعَابِ وَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكذِبِينَ الصَّالِحِينَ فَذُلٌّ مِّنْ حَمِيمٍ وَتَصْلِيَةٌ جَٰحِيمٍ - (۱)

پس اگر وہ مقررین میں سے ہے تو راحت ہے اور پھول اور جنت کی نعمتیں ہیں اور اگر راستی طرف والوں سے ہے تو اسے محبوب آپ پر دہنی طرف والوں سے سلام ہو اور گروہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہو تو اس کی مہمانی کھوتی پانی اور بھرتی آگ میں دھنسا۔

مثلاً حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد، ان کی محبت میں مشترک ہیں وہ فقہاء ہوں یا عوام کیوں کہ ان سب کو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے فضل، دین، حُسن تدبیر اور عمدہ خصائل کی معرفت حاصل ہے لیکن عام لوگوں کو ان کے علم کے اجمالی معلوما ہیں۔ اور فقیہ تفسیلاً جانتا ہے پس اس سلسلے میں فقیہ کی معرفت زیادہ مکمل ہوتی ہے اور اس کا اس پر غور ہونا اور اسے پسند کرنا زیادہ مشہور ہے کیوں کہ جو شخص کسی مصنف کی تصنیف کو دیکھ کر اسے اچھا سمجھتا ہے اور اس کی فضیلت سے آگاہ ہوتا ہے وہ لامحالہ اسے پسند کرتا ہے اور اس کی طرف اس کا دل مائل ہوتا ہے اور اگر وہ کوئی دوسری تصنیف دیکھے جو اس سے بھی اچھی ہو تو یقیناً اس کی محبت دوگنا ہو جاتی ہے کیوں کہ اس علم کی وجہ سے اس کی معرفت بڑھ جاتی ہے اسی طرح جب کسی شاعر کے بارے میں عقیدہ ہو کہ وہ اچھے اشعار کہتا ہے تو وہ اس سے محبت کرتا ہے پس جب اس کے عمدہ اشعار سنتا ہے جن سے اس کی سمجھداری اور فن کی عظمت اجاگر ہوتی ہے تو اس کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے اس کی محبت بھی بڑھ جاتی ہے، تمام فنون اور فضائل کا یہی حال ہے۔

عوام الناس میں کوئی شخص جب سنتا ہے کہ فلاں آدمی مصنف ہے اور اس کی تصانیف عمدہ ہیں لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اس تصنیف میں کیا ہے تو اس کی معرفت اجمالی ہوتی ہے اور اسی حوالے سے اس کا میدان اور محبت بھی اجمالی ہوتی ہے لیکن صاحب بصیرت سبب تصانیف کا مطالعہ کر کے ان کے عجائب سے آگاہ ہوتا ہے تو لامحالہ اس کی چاہت دوگنا ہو جاتی ہے کیوں کہ کسی فن، شعر اور تصنیف کی عمدہ باتیں فاعل اور مصنف کے کمال پر دلالت کرتی ہیں اور یہ سارا جہان اللہ تعالیٰ کی صنعت اور تصنیف ہے عام آدمی اسے جانتا اور اس کا اعتقاد رکھتا ہے لیکن اہل بصیرت اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی صنت کا تفصیل مطالعہ کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ پھر میں اللہ تعالیٰ کی کاریگری کے وہ عجائب دیکھتے ہیں کہ عقل رنگ رہ جاتی ہے اور اس سبب سے یقیناً ان کے دل میں اللہ تعالیٰ جلال اور کمال صفات کی عظمت بڑھ جاتی ہے اور اس وجہ سے ان کی محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے



اور جب بھی اللہ تعالیٰ کی کارگیری کے عجائب پر اطلاع زیادہ ہوتی ہے تو وہ اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے جلال کی عظمت پر استدلال کرتے ہیں اور اس وجہ سے ان کی معرفت اور محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔  
اور اس معرفت یعنی اللہ تعالیٰ کی صنعت کے عجائب کی معرفت کا سمندر، بحر بے کنار ہے لہذا اہل معرفت کی محبت میں تفاوت بھی شمار سے باہر ہے۔

اختلاف محبت کے اسباب پانچ ہیں جو ہم کچھ چکے ہیں پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ وہ اس پر احسان کرنے والا اور انعامات سے نوازنے والا ہے اور اس کی ذات کی وجہ سے محبت نہیں کرتا اس کی محبت کمزور ہوتی ہے کیوں کہ احسان کی تبدیلی سے محبت میں بھی تبدیلی واقع ہوتی ہے ظاہر بات ہے کہ رونا اور آسائش کی حالت میں جو محبت ہوتی ہے ابتداء و آزمائش کے دوران وہ محبت نہیں ہوتی۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس کی ذات کی وجہ سے اور اس لیے محبت کرتا ہے کہ وہ اپنے کمال و جمال، بزرگی اور عظمت کی وجہ سے محبت کا مستحق ہے تو احسان کے تفاوت سے اس کی محبت میں فرق نہیں پڑتا۔

تو اس قسم کی باتیں محبت میں لوگوں کے تفاوت کا سبب ہیں اور محبت میں تفاوت آخری سعادت میں تفاوت کا سبب ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔  
وَلِلَّهِ خِزْيَةُ الْكِبَرِ وَدَرَجَاتٍ ذَلِكُمْ تَفْصِيلًا (۱۱)  
اور آخرت کے درجات اور فضیلت بہت بڑی ہے۔

### فصل ۱۱:

## معرفت خداوندی میں مخلوق کی سمجھ کیوں کوتاہ ہوتی ہے

جاننا چاہیے کہ موجودات میں سے سب سے زیادہ ظاہر اور روشن اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس بات کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے زیادہ اسی کی معرفت ہو، اور عقول پر سب سے زیادہ آسان بھی وہی ہو لیکن تم معاملہ اس کے برعکس دیکھتے ہو لہذا اس کا سبب بیان کرنا ضروری ہے۔

ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات موجودات میں سے سب سے زیادہ ظاہر اور سب سے زیادہ روشن ہے اس کو سمجھنے کے لیے ایک مثال بیان کرنا ضروری ہے وہ یوں کہ مثلاً ہم ایک آدمی کو دیکھتے ہیں وہ کہتا ہے یا کپڑوں کی سلانی کرتا ہے تو ہمارے نزدیک اس کا زندہ ہونا سب سے زیادہ ظاہر بات ہے پس اس کی زندگی، علم قدرت اور سلانی کا ارادہ ہمارے نزدیک اس کی تمام ظاہری و باطنی صفات سے زیادہ واضح ہے کیوں کہ اس کی باطنی صفات مثلاً شہوت، غضب، خلق، صحت اور مرضی



دیگرہ کو ہم نہیں جانتے اور ظاہری صفات میں سے بعض کا ہمیں علم ہے اور بعض کے بارے میں ہمیں شک ہے جیسے اس کی لمبائی اور چہرے کا رنگ وغیرہ صفات کو دیکھا جاسکتا ہے لیکن ان میں شک بھی ہو سکتا ہے جب کہ اس کی حیات، قدرت، ارادہ، علم اور اس کا حیوان ہونا نہایت واضح ہیں کہ اس کی حیات قدرت اور ارادے کے ساتھ دیکھنے کی حس کا کوئی تعلق نہیں کیوں کہ یہ صفات حواسِ خمسہ کے ذریعے معلوم نہیں ہوتیں پھر ممکن نہیں کہ اس کی حیات، قدرت اور ارادے کو اس کی سئلائی یا حرکت کے بغیر معلوم کیا جاسکے اگر ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ان تمام چیزوں کو دیکھیں تو اس جہاں میں ہیں تو ان سے اس کی صفت کی پہچان نہیں ہو سکتی تو اس کے وجود پر صرف ایک دلیل ہے اور وہ اس کے باوجود واضح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وجود، اس کی قدرت، علم اور تمام صفات پر وہ تمام چیزیں گواہ ہیں جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں اور ظاہری و باطنی حواس سے ان کا ادراک کرتے ہیں وہ پتھر، پتھر، ڈھیلے، سبزی، درخت، حیوانات آسمان، زمین، آتارے، خشکی، سمندر، آگ، ہوا، جوہر اور عرض کچھ بھی ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر سب سے پہلا گواہ ہمارے نفس، ہمارے جسم، ہمارے اوصاف، ہمارے احوال کی تبدیلی دلوں کا تغیر اور ہماری حرکات و سکنات کے تمام طور طریقے ہیں اور ہمارے علم میں سب سے زیادہ ظاہر ہمارے نفس میں پھر جن کا ادراک عقل اور بصیرت سے ہوتا ہے ان تمام مدرکات میں سے ہر ایک کا ایک مدرک ہے ایک شاہد اور ایک دلیل ہے اور اس جہاں میں جو کچھ ہے وہ اپنے خالق، مدبر، اسے پھرنے والے اور حرکت دینے والے پر شاہد ناطق اور دلیل شاہد ہے اور اس کے علم، قدرت لطف و کرم اور حکمت پر دلالت کرنے والا ہے اور موجودات مدرک کی کوئی انتہا نہیں پس اگر کاتب کی حیات ہمارے لیے ظاہر ہے اور اس کا ایک ہی شاہد ہے کہ ہم اس کے ہاتھ کی حرکت محسوس کرتے ہیں تو وہ ذات کس طرح ہمارے سامنے ظاہر نہ ہوگی کہ جو کچھ بھی ہمارے اندر یا باہر موجود ہے وہ سب چیز اس کی ذات اور عظمت و جلال پر شاہد ہیں کیوں کہ ہر ذرہ زبان حال سے پکار رہا ہے کہ اس کے نفس کا وجود اور اس کی ذات کی حرکت کسی موجود و محرک کی محتاج ہے اس پر سب سے پہلے ہمارے اعضاء کی ترکیب، ہڈیوں کے جوڑ، ہمارے گوشت، اعصاب، بالوں کے اگنے کی جگہ، ہاتھ پاؤں اور تمام ظاہری و باطنی اجزاء اس پر گواہی دیتے ہیں کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ چیزیں خود بخود مرکب نہیں ہیں جس طرح ہمیں معلوم ہے کہ کاتب کا ہاتھ خود بخود حرکت نہیں کرتا لیکن جب تمام موجودات جن کا ادراک و احساس ہوتا ہے یا وہ عقل میں آتی ہیں وہ حاضر ہوں یا غائب وہ اللہ تعالیٰ کی شاہد اور اس کی پہچان کرنے والی ہیں تو اس کا ظہور زیادہ ہوا پس اس کے ادراک سے عقل حیران ہو گئی کیوں کہ جس چیز کو سمجھنے سے ہماری عقل عاجز ہو اس کے رد سبب ہیں۔

۱- وہ چیز ذاتی طور پر پوشیدہ اور گہری ہو اس کی مثال واضح ہے۔

۲- جو انتہائی درجہ روشن ہو اس کی مثال یوں ہے کہ چمکا ڈراتے وقت دیکھتی ہے دن کو اسے کچھ نظر نہیں آتا اس



یے نہیں کہ دن پوشیدہ ہے بلکہ اس کا ظہور زیادہ ہے چمکاڑ کی بنیائی کمزور ہوتی ہے جب سورج کی روشنی چمکتی ہے تو اس کی بنیائی دیکھنے سے قاصر ہو جاتی ہے تو دن کا زیادہ ظہور اور چمکاڑ کی بنیائی کی کمزوری اس کے دیکھنے میں رکاوٹ ہوتی ہے اس لیے وہ اسی وقت دیکھ سکتی ہے جب روشنی اور اندھیرا باہم مل جائیں اور روشنی کمزور پڑھ جائے۔

اسی طرح ہماری عقلیں کمزور ہیں اور جمال حضرت الہی نہایت روشن اور انتہائی شمولیت کا حامل ہے حتیٰ کہ اس کے ظہور سے آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا ایک ذرہ بھی نہیں باہر نہیں ہوتا تو اس کا یہ ظہور ہی اس کی پوشیدگی کا سبب ہے تو وہ ذات پاک ہے جو اپنے نور کی چمک کی وجہ سے حجاب میں ہے اور وہ اپنے ظہور کی وجہ سے ظاہری و باطنی آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔

تو ظہور کے باعث اس کی پوشیدگی پر تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ کہوں کہ اشیاء اپنی ضد کے ساتھ چھپائی جاتی ہیں اور جو اس کا قدر عام ہو کہ اس کی ضد ہی نہ ہو تو اس کا ادراک شکل ہو جاتا ہے یا اشیاء اس طرح کی ہوں کہ ان میں بعض، بعض پر دلالت کرتی ہوں تو ان میں فرق معلوم ہو جاتا ہے لیکن جب ایک ہی طریقے پر سب کی دلالت ہو تو معاملہ مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال سورج کی روشنی ہے جو زمین پر چمکتی ہے ہم جانتے ہیں کہ یہ ایک عرض ہے جو زمین پر پیدا ہوا اور سورج کے غائب ہونے سے یہ بھی زائل ہو جائے گی پس اگر سورج ہمیشہ چمکنا رہتا تبھی غروب نہ ہوتا تو ہم خیال کرتے کہ جہنوں میں ان کے رنگ یعنی سیاہی یا سفیدی وغیرہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیوں کہ ہم سیاہ چیزیں صرف سیاہی اور سفید میں صرف سفیدی دیکھتے ہیں محض روشنی کا ادراک نہیں لیکن جب سورج غروب ہو جاتا ہے اور اندھیرا چھا جاتا ہے تو دونوں حالتوں میں فرق کا ادراک ہوتا ہے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجسام دھوپ کی وجہ سے چمک رہے تھے اور اسی صفت سے موصوف تھے جو غروب کے وقت ان اشیاء سے جدا ہو گئی پس دھوپ کا وجود اس کے عدم سے معلوم ہوا اگر وہ معدوم نہ ہوتی تو اس کے وجود کا علم بڑی مشکل سے ہوتا کیوں کہ اس صورت میں تمام اجسام ایک طرح نظر آتے اندھیرے اور روشنی کا فرق نہ ہوتا ہو اس کے باوجود کہ نور تمام محسوسات میں سے زیادہ ظاہر ہے کیوں کہ اس کے ذریعے محسوسات کا ادراک ہوتا ہے، یہ صورت حال پیدا ہوئی۔

تو جو ذات خود بخود ظاہر ہے اور غیر کو ظاہر کرتی ہے اگر اس کی ضد نہ ہوتی تو اس کے ظہور کے سبب سے اس کا معاملہ کس طرح مبہم ہوتا پس اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ ظاہر ہے اور اسی سے تمام اشیاء ظاہر ہیں اگر اس کے لئے عدم اور غائب ہونا ہوتا یا اس میں تغیر ہوتا تو زمین و آسمان گر پڑتے اور ظاہری و باطنی حکومت باطل ہو جاتی اور دونوں حالتوں کے درمیان فرق کا ادراک ہو جاتا۔

اور اگر بعض اشیاء اس کے ساتھ موجود ہوتیں اور بعض اس کے غیر کے ساتھ تو دلالت میں دونوں کے درمیان فرق کا ادراک ہوتا۔ مگر اس کی دلالت تمام اشیاء میں ایک طرح کی ہے اور اس کا وجود تمام احوال میں قائم و دائم ہے اس



کے خلاف ہونا محال ہے پس شدتِ ظہور نے حفا و پیدا کیا اور یہی سبب ہے کہ اس سے فہم قاصر ہیں۔  
لیکن جس کی بصیرت قوی ہو وہ اپنے اعتدال کی حالت میں صرف اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور اس کے غیر کو نہیں جانتا  
وہ جانتا ہے کہ (حقیقی) وجود تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کے افعال اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار ہیں پس یہ اس کے  
تابع ہیں لہذا حقیقی وجود اس کے علاوہ کسی کا نہیں وجود تو صرف اسی ایک حق ذات کا ہے جس کے ساتھ تمام افعال کا وجود  
قائم ہے۔

اور جس شخص کی یہ حالت ہو وہ کسی بھی فعل کو دیکھتا ہے تو اس میں اس کے فاعل کو دیکھتا ہے اور فعل سے  
اپنی توجہ کو ہٹا دیتا ہے آسمان، زمین، حیوان اور درخت کو ان کی حیثیت سے نہیں بلکہ فاعل کے حوالے سے دیکھتا ہے  
اور یہ کہ یہ تمام چیزیں ایک ذاتِ حق کی صنعت و کاریگری ہے اس کی نظر غیر خدا کی طرف نہیں جاتی جس طرح کوئی شخص  
کسی انسان کی شعر گوئی یا اس کے خط یا اس کی تصنیف کو دیکھے اور اس میں شاعر یا مصنف کی طرف نظر ہو وہ یہ  
دیکھے کہ یہ اس کے اثرات ہیں یہ نہیں کہ یہ دوات ہے، روشنائی ہے، پٹھکڑی ہے یعنی سیما ہی قلم دوات پر نظر نہیں  
جاتی تو ظاہر بات ہے کہ اس شخص کی نظر مصنف کے غیر کی طرف نہیں ہوتی یہ تمام جہاں اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے پس  
جو شخص اس کی طرف اس طریقے پر دیکھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اسی حوالے سے اسے جانتا ہے اور فعل  
خداوندی ہونے کی بنیاد پر اس سے محبت کرتا ہے تو اس کی نظر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے اسی کا عارف ہونا ہے اور  
اسی کا محب ہونا ہے اور سچا مودود ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھے بلکہ اپنے نفس کو بھی اس حیثیت سے نہ  
دیکھے کہ وہ اس کا نفس ہے ہاں اس کو اللہ تعالیٰ کے بندے کے طور پر دیکھے۔ اسی بات کو فنا فی التوحید کہتے ہیں اور  
ایسا شخص اپنے نفس سے فانی کہلاتا ہے اور جس بزرگ نے یہ فرمایا کہ ”ہم اپنے ساتھ تھے اور اپنے آپ سے فنا  
ہو گئے اور اپنے آپ کے بغیر ہو گئے“ تو ان کا یہ قول اسی بنیاد پر ہے۔

تو یہ امور اصحابِ بصیرت کے ہاں معلوم ہیں لیکن جن لوگوں کی سمجھ اس سے قاصر ہے ان کے نزدیک یہ امور مشکل  
ہیں اور بڑے بڑے علماء اس کی وضاحت اس قسم کی عبارت سے نہیں کر سکتے جس سے ان کو غرض سمجھ آجائے پھر یہ کہ  
وہ اپنی اپنی ذاتوں میں مصروف ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ بات دوسروں کے سامنے ذکر کرنا مفید نہیں۔  
تو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے لوگوں کے انہام کی کوتاہی کا سبب یہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہے کہ وہ  
تمام درجات جو اللہ تعالیٰ پر شاہد ہیں انسان بچپن میں بے عقلی میں ان کا ادراک کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ عقل ظاہر ہوتی ہے  
اور اس وقت وہ اپنی خواہشات میں ڈوبا ہوتا ہے اور درجات و محسوسات سے مانوس ہو جاتا ہے اور اس طویل  
انس کی وجہ سے ان درجات کی وقعت اس کے دل سے گر جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب وہ کسی عجیب و غریب حیوان یا  
میزی کو دیکھتا ہے یا اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل دیکھتا ہے جو عادت کے خلاف اور عجیب ہو تو طبیعتی طور پر اس کی زبان سے



معرف مرزد ہوتی ہے اور وہ ”سبحان اللہ“ کہتا ہے وہ تمام دن اپنے نفس، اعصاب اور ان تمام حیوانات کو دیکھتا ہے جن سے اسے الفت و انس ہے اور یہ تمام کے تمام قطعی شہادت دیتے ہیں لیکن ان سے انس کی وجہ سے وہ اس بات کو محسوس نہیں کرتا۔

اگر کوئی مادر زاد اندھا فرض کیا جائے جو عقل مند ہونے کی صورت میں بالغ ہو پھر اس کی آنکھ کھل جائے اور وہ زمین، آسمان، درختوں، سبزلیوں اور حیوانات کو اچانک ایک بار دیکھ لے تو اس بات کا ڈر ہوگا کہ کہیں اس کی عقل چلی نہ جائے کیوں کہ اسے اپنے خالق پر ایسی شہادت دیکھ کر تعجب ہوگا۔ تو یہ تمام اسباب اور ان کے ساتھ ساتھ خواہشات میں انہماک مخلوق پر الوار معرفت کے ساتھ روشنی کے حصول کی راہ بند کر دیتا ہے پس اس کے سمندروں میں سیاحت و سیح ہے اور لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت طلب کرتے ہیں اس مدہوش شخص کی طرح ہی جس کی مثال یوں دی جاتی ہے کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر گدھے کو تلاش کرتا ہے اور روشن امور جب مطلوب بن جاتے ہیں تو مشکل ہو جاتے ہیں تو اس امر کا راز یہ ہے پس اس کی تحقیق کی جائے۔

اسی لیے کہا گیا ہے۔

لَقَدْ ظَهَرَ تَمَّا تَعْنَى عَلَى أَحَدٍ آدَةَ عَلَى  
أَكْمَهُ لَا يَعْرِفُ الْفَقْرَ إِذْ كُنَّ بَطْنَتْ بِمَا  
أَظْهَرَ مُعْتَبَرًا فَكَيْفَ يَعْرِفُ مَنْ بِالْعُفُوفِ قَدِّسَتْ  
بے شک وہ ظاہر ہے کسی پر مخفی نہیں البتہ جو پیدائشی اندھا  
ہو جو چاند کو نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن ظہور ہی تیرا پردہ ہوگی تو  
جس کی شہرت ہی اس کا پردہ ہو وہ کیسے معلوم ہوگا۔

فصل ۹:

## شوق خداوندی کا مفہوم

جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا منکر ہے وہ شوق کی حقیقت سے لازماً انکار کرے گا کیوں کہ شوق کا تصور محبوب کے بغیر نہیں ہوتا اور ہم ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شوق ضرور ہوتا ہے اور اس سلسلے میں عارف مجبور ہوتا ہے یہ بات انوار بصیرت کے ذریعے نظر کرنے اور اخبار و آثار سے ثابت ہے پہلے دیکھنے یعنی غور و فکر کرنے کے سلسلے میں اتنی بات ہی کافی ہے جو ثبوت محبت کے سلسلے میں گزر چکی ہے کیوں کہ محبوب کے غائب ہونے کی صورت میں اس کا اشتیاق ضرور ہوتا ہے لیکن جو محبوب حاصل و حاضر ہو اس کا شوق نہیں ہوتا کیوں کہ شوق کسی چیز کی طلب کا نام ہے اور جو چیز موجود ہو اسے تلاش نہیں کیا جاتا لیکن شوق کا تصور صرف ایسی چیز میں ہوتا ہے جس کا ادراک کسی وجہ سے ہو سکتا ہو اور کسی وجہ سے نہ ہو۔ لیکن جس چیز کا ادراک بالکل نہ ہو سکتا ہو اس کا شوق نہیں ہوتا۔ اگر کسی شخص نے دوسرے آدمی کو نہ دیکھا اور نہ سنا ہو تو اس کا شوق نہیں ہوتا اور جس چیز کا ادراک کمال طور پر ہو جائے اس کا شوق بھی نہیں ہوتا اور کمال ادراک دیکھنے سے ہوتا ہے



پس جو شخص اپنے محبوب کو ہمیشہ دیکھتا ہو اس کے لیے شوق متصور نہیں ہوا البتہ شوق اس چیز سے متعلق ہوتا ہے جس کا ادراک کسی وجہ سے ہو سکے اور کسی وجہ سے نہ ہو سکے۔ مشاہدات میں سے اس کی مثال اس طرح ہے کہ مثلاً کسی شخص کا محبوب اس سے غائب ہوا اور اس کے دل میں اس کا خیال باقی ہوتا ہے اس خیال کی تکمیل کے لیے دیکھنے کی ضرورت ہوگی پس اگر اس کے دل سے یہ خیال ختم ہو جائے اور اس کا ذکر اور معرفت وغیرہ سب مٹ جائیں حتیٰ کہ وہ نیا مہنیاً ہو جائے تو اس کے شوق کا تصور نہیں ہو سکتا۔

اور اگر وہ اسے دیکھ لے تو دیکھنے کے وقت شوق نہیں ہوگا کیوں کہ شوق کا معنی یہ ہے کہ خیال کی تکمیل کے لیے نفس میں اس کا اشتیاق پایا جائے اسی طرح بعض اوقات وہ اسے اندھیرے میں دیکھتا ہے کہ اس کی صورت حقیقتاً منکشف نہیں ہوتی تو وہ تکمیل دیدار کا مشاق ہوتا ہے اور اسی صورت میں انکشاف نام ہوتا ہے جب اس پر روشنی چلے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ محبوب کے چہرے کو دیکھے لیکن اس کے بال نہ دیکھے اور نہ اس کے تمام محاسن کو دیکھا ہو تو اس کو دیکھنے کا شوق ہوتا ہے اگرچہ ان محاسن کو کبھی نہ دیکھا ہو اور نہ ہی دیکھنے کے بعد نفس میں کوئی خیال ثابت ہوا ہو لیکن وہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی ایک عضو یا تمام اعضا خوبصورت ہیں اور دیکھنے کے ذریعے اس جمال کی تفصیل معلوم نہیں ہوئی تو اس کو شوق ہوتا ہے کہ جس چیز کو اس نے بالکل نہیں دیکھا وہ اس کے سامنے ظاہر ہو۔

اشراقی کے حق میں ان دونوں صورتوں کا تصور ہو سکتا ہے بلکہ یہ دونوں تمام عارفین کے لیے لازم ہیں کیوں کہ عارفین کے لیے جو امور الہیہ واضح ہوتے ہیں اگرچہ وہ بہت زیادہ واضح ہوں لیکن پھر بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا باریک پردے کے پیچھے سے دیکھا ہے پس وہ بہت زیادہ واضح نہیں ہوتے بلکہ ان میں تخمبات کا شائبہ ہوگا کیوں کہ اس عالم میں معلومات کے لیے خیالات تمثیل اور حکایت سے خالی نہیں ہوتے اور عارف کے لیے اس کے مزے میں تلخی پیدا کر دیتے ہیں اسی طرح دیوبنی مشاغل بھی ان سے مل جاتے ہیں اور مکمل طور پر واضح تو مشاہدے اور پوری تجلی کی صورت میں ہوتے ہیں اور یہ بات صرف آنحضرت میں ہوتی ہے اور اس سے لازماً شوق جنم لیتا ہے اور عارفین کے محبوب کی انتہا یہی ہے تو شوق کی ایک قسم یہ ہے یعنی جس چیز کا شوق ہوا تھا وہ مکمل طور پر واضح ہو جائے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ امور الہیہ کی کوئی انتہا نہیں ہر بندے کے لیے ان میں سے بعض منکشف ہوتے ہیں اور بے شمار امور پوشیدہ رہ جاتے ہیں اور عارف کو ان کے وجود کا بھی علم ہوتا ہے اور وہ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ امور معلوم ہیں اور اسے اس بات کا بھی علم ہوتا ہے کہ معلومات میں سے جو امور اس کے علم میں نہیں آسکے وہ بے شمار ہیں پس اسے ہمیشہ شوق رہتا ہے یہاں تک کہ وہ باقی معلومات جو ابھی تک حاصل نہیں ہوئیں ان کی اصل معرفت حاصل ہو جائے

کیوں کہ ان کا علم نہ تو واضح طور پر ہوا اور نہ مجمل طریقے سے —  
پہلا شوق تو آخرت میں پایہ تکمیل کو پہنچنے کا یعنی وہ حالت حاصل ہوگی جسے رویت (دیکھنا) ملاقات اور مشاہدہ کہتے ہیں۔



دنیا میں اس کا تصور ممکن نہیں حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ مشنق لوگوں میں سے تھے فرماتے ہیں میں نے ایک دن عرض کیا اے میرے رب! اگر تو مشائقین کو اپنی ملاقات سے پہلے ایسی چیز عطا کرتا ہے جس سے اس کے دل کو سکون ملتا ہو تو مجھے بھی عطا فرمایا مجھے اضطراب نے بہت پریشان کر رکھا ہے، فرماتے ہیں پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا اے ابراہیم! کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ تو مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں تجھے ملاقات سے پہلے ایسی چیزوں میں سے تجھے سکون قلب حاصل ہو کیا شوق رکھنے والے کو محبوب کی ملاقات سے پہلے سکون ملتا ہے! میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں تیری محبت میں حیرت زدہ تھا مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ میں کیا ہوں مجھے بخش دے اور سکھا دے کہ میں کیا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یوں کہو۔

اللَّهُمَّ رَضِينِي بِرِضَاكَ وَصَبِّرْ نِي عَلَى  
بِلَائِكَ دَاوِرْ عَنِّي شُكْرًا نَعْمًا لِكَ  
يا اللہ! مجھے اپنی رضا پر راضی رکھ اپنی آزمائشوں پر صبر عطا  
کر اور اپنی نعمتوں کے شکر کی توفیق عطا فرما۔

کیوں کہ یہ شوق تو آخرت میں ختم ہوگا۔

جہاں تک دوسرے شوق کا تعلق ہے تو وہ اس لائق ہے کہ دنیا اور آخرت میں اس کی کوئی انتہا نہ ہو کیوں کہ اس کی نہایت یہ ہے کہ بندے کے لئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کا جلال، اس کی صفات، اس کی حکمت اس کے افعال اور معلومات خداوندی منکشف ہوں اور یہ محال ہے کیوں کہ اس کی کوئی انتہا نہیں اور بندے کو ہمیشہ یہ معلوم ہوگا کہ جمال و جلال میں سے ابھی کچھ باقی ہے جو اس کے لیے واضح نہیں ہوا تو اس کا شوق بالکل ختم نہیں ہوگا خاص طور پر وہ شخص جو اپنے درجہ سے اوپر کی درجات دیکھتا ہے، ہاں اصل وصال حاصل ہونے کے بعد اس کی تکمیل مطلوب ہوتی ہے تو وہ اس کے لیے لذیذ شوق پاتا ہے جس میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور یہ بات بعید نہیں کہ کشف و نظر کے الطاف مسلسل اور بے انتہا ہوں پس راحت و لذت ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے اور لطف و کرم کی یہ نئی نئی لذتیں اس چیز کے شوق سے جو حاصل نہیں ہوتی، بے فکر و دینی ہیں اور یہ بات اس شرط کے ساتھ ہے کہ جس چیز کا کشف دنیا میں بالکل نہیں ہوا اس کے کشف کا حصول ممکن ہوگا اگر ایسا نہ ہو سکے تو راحت و لذت ایسی حد پڑھ جائے گی کہ اس سے نہیں بڑھے گی ہاں ہمیشہ جاری رہے گی اور اس ارشاد خداوندی میں اس بات کا احتمال ہے۔

نورَهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَيَأْتِيَانِهِمْ  
يَقُولُونَ رَبَّنَا آتِنَا مَا نَدْعُوا  
ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑتا  
ہے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمارے لیے  
ہمارے نور کو مکمل کر دے۔

(۱۱)



یعنی اگر دنیا میں اصل نور ہوگا تو وہ قیامت کے دن پورا کی جائے گا یہ بھی احتمال ہے کہ نور کی تکمیل سے مراد یہ ہو کہ دنیا میں جو اس کی روشنی حاصل ہوئی وہ آخرت میں تکمیل کو پہنچے پورا ہونے کا یہی مطلب ہو،

اور ارشاد خداوندی ہے :

مَنْ نُورِدْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا  
وَرَاءَكُمْ فَأَلْتَمِسُوا نُورًا - (۱)

ہمیں ایک نگاہ دیکھو ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیا  
کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو وہاں نور ڈھونڈو۔

یہ اس بات پر دلالت ہے کہ دنیا میں اصل نور کا سرمایہ پاس ہو پھر وہ آخرت میں خوب چمکے گا، یہ نہیں کہ نیا نور ہوگا اس قسم کی باتوں میں تخمینے سے بات کہنا خطرناک ہے اس سلسلے میں ہمیں ابھی تک کوئی یقینی بات نہیں ملی ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے علم اور ہدایت میں اضافہ فرمائے اور حق کا حق ہونا ہم پر ظاہر فرمائے پس حقائق شوق اور ان کے معانی کے کشف کے لیے انوار بصیرت میں سے اس قدر کافی ہے۔

جہاں تک اخبار و آثار سے حاصل ہونے والے شواہد کا تعلق ہے تو وہ شمار سے زیادہ ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا معروف ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الرَّضَاعَ بَعْدَ انْقِضَاءِ وَ  
بِرِّ وَالْعَيْشَ بَعْدَ الْمَوْتِ وَكَذَلِكَ النَّظِيرَ  
إِلَى وَجْهِكَ أَكْثَرُ لُحْمٍ وَالشُّوقَ إِلَى لِقَائِكَ (۲)

یا اللہ! میں تجھ سے فضا کے بعد رضاعت کے بعد  
خوش عیشی اور تیری کریم ذات کے دیدار کی لذت اور  
تیری ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے تورات کی کوئی خاص آیت بتائیں انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نیکو کار لوگوں کو میری ملاقات کا بہت زیادہ شوق ہے اور میں ان سے ملاقات اس سے بھی زیادہ شائق ہوں فرمایا اس آیت کے قریب یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جو شخص مجھے تلاش کرے گا وہ مجھے پالے گا اور جو میرے غیر کو تلاش کرے گا وہ مجھے نہیں پاسکتا حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بات میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سنی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی روایات میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد علیہ السلام! میری زمین والوں تک یہ بات پہنچا دیں کہ میں اس شخص کا حبیب ہوں جو مجھ سے محبت کرتا ہے جو میرے پاس بیٹھتا ہے میں اس کا جلسہ ہمنشین ہوں جو میرے ذکر سے مانوس ہو میں اس کا مؤنس ہوں جو میرا کتھی بنے میں اس کا ساتھی ہوں جو مجھے اختیار کرے

(۱) قرآن مجید، سورہ حدید آیت ۱۲

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۸، ص ۲۱۹، حدیث ۸۲۵



میں اسے اختیار کروں گا جو میری اطاعت کرے میں اس کی بات مانوں گا جو شخص قلبی یقین کے ساتھ مجھ سے محبت کرتا ہے  
 میں اسے اپنی ذات کے لیے قبول کرتا ہوں اور اس سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس سے آگے  
 نہیں بڑھتا جو شخص سچی طلب کے ساتھ مجھے تلاش کرتا ہے وہ مجھے پالیتا ہے اور جو میرے غیر کو ڈھونڈتا ہے وہ  
 مجھے نہیں پاسکتا اسے زمین والو اتم جس دعوے کے میں ہوں اسے چھوڑ دو میری کرامت، صحبت اور میری مجلس کی طرف آؤ تم مجھ  
 سے اُنس حاصل کرو میں تمہارے ساتھ اُنس رکھوں گا اور تمہاری محبت کی طرف جلدی کروں گا میں نے اپنے دوستوں کا  
 خمیر اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ہم کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اپنے منتخب بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے خمیر سے پیدا کیا ہے مشتاق لوگوں کے دلوں کو اپنے نور سے پیدا کیا اور اپنے جلال سے ان کی پرورش کی۔  
 بعض اسلاف سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی صدیق بندے کی طرف الہام فرمایا کہ میرے کچھ بندے مجھ  
 سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں وہ میرا شوق رکھتے ہیں اور میں ان کا مشتاق ہوں وہ مجھے یاد کرتے ہیں  
 اور میں ان کو یاد کرتا ہوں وہ مجھے دیکھتے ہیں اور میں ان کو دیکھتا ہوں اگر تو ان کے طریقے پر چلے تو میں تجھ سے بھی محبت  
 کروں گا اور اگر ان کی راہ سے روگردانی کرے گا تو میں تجھ سے ناراض ہوں گا، پوچھا اسے میرے رب! ان کی علامت  
 کیا ہے؟ فرمایا وہ دن کے وقت سائے کو یوں دیکھتے ہیں جس طرح شقیں چرواہا اپنی بکریوں کو دیکھتا ہے اور غروب  
 آفتاب کو اس طرح مشتاق ہوتے ہیں جیسے پرندہ اس وقت اپنے گھونسلے کا مشتاق ہوتا ہے پھر جب ان  
 پر رات چھا جاتی ہے اور اندھیرا ہو جاتا ہے بستر بچھ جاتے ہیں اور تخت بچھائے جاتے ہیں اور ہر محب اپنے محبوب  
 کے پاس چلا جاتا ہے تو وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پیشانی بچھالتے ہیں میرے کلام کے ساتھ مجھ سے سرگوشی  
 کرتے ہیں اور میرے انعام کے باعث میری خوشامد کرتے ہیں کوئی چیخا اور رزنا ہے کوئی آئیں پھرتا اور شکوہ کرتا ہے  
 کوئی قیام میں ہے تو کوئی تھوہ کر رہا ہے کوئی حالت رکوع میں ہے تو کوئی سجدے کی حالت میں ہے وہ میری رضا کے  
 حصول کے لیے جو مشقت اٹھاتے ہیں میں اسے دیکھتا ہوں اور میری محبت میں جو شکوہ و شکایت کرتے ہیں میں اسے  
 سناتا ہوں۔

میں ان کو سب سے پہلے جو کچھ دوں گا وہ تین چیزیں ہیں۔

(۱) اپنا نور ان کے دل میں ڈالوں گا تو وہ میرے بارے میں خبر دیں گے جیسے میں ان کے بارے میں خبر دیتا ہوں۔

(۲) اگر آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے، ان کے وزن کے مقابلے میں ہوگی تو میں اسے ان کی نظروں میں کم کر دوں گا۔

(۳) میری رحمت ان کی طرف متوجہ ہوگی تو کسی کو معلوم ہے کہ میں جس کی طرح متوجہ ہوں اسے کیا دیتا ہوں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعات میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجتے ہوئے فرمایا اسے داؤد

علیہ السلام! آپ کب تک جنت کا ذکر کرتے رہیں گے اور مجھ سے میرے شوق کا سوال نہیں کریں گے آپ نے عرض کیا



یا اللہ! تیرا شوق رکھنے والے لوگ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ میرا شوق رکھتے ہیں میں نے ان کے دلوں کو مہر قسم کی کدورت سے پاک کر دیا ہے اور ان کو مہرِ خوں سے آگاہ کر دیا ہے ان کے دلوں میں اپنی طرف ایک سُورخ بنا بنا دیا ہے کہ وہ مجھے دیکھتے ہیں میں ان کے دلوں کو اپنے دستِ قدرت سے اٹھا کر اپنے آسمان پر رکھ دیتا ہوں پھر اپنے خاص فرشتوں کو بلاتا ہوں جب وہ جمع ہو جاتے ہیں تو میرے لیے سجدہ کرتے ہیں میں کہتا ہوں میں نے تمہیں اس لیے نہیں بلایا کہ مجھے سجدہ کرو بلکہ اس لیے بلایا ہے کہ تمہارے سامنے اپنے مشتاق بندوں کے دل پیش کروں اور ان کے باعث تم پر فخر کروں ان کے دل میرے آسمان میں فرشتوں کو اس طرح نور دیتے ہیں جس طرح سورخ زین والوں کو روشنی دیتا ہے۔

اسے داؤد علیہ السلام! میں نے مشتاق لوگوں کے دلوں کو اپنی ہنا سے بنایا اور اپنے چہرے کے نور سے جیسا کہ اس کے شایانِ شان ہے ان کو زینتِ دہی ان کو اپنی ذات کے لیے بات کرنے والا بنایا اور ان کے بدلوں کو زین میں اپنی نظر کا مرکز بنایا نیز ان کے دلوں سے ایک راستہ بنایا جس کے ذریعے وہ مجھے دیکھتے ہیں اور ہر دن ان کا شوق بڑھتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے اپنے اہلِ محبت لوگ دکھا دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد علیہ السلام! البنان کے پہاڑ میں جاؤ وہاں چوہہ اُدی ہیں جن میں نوجوان بھی ہیں اور بوڑھے بھی جب ان کے پاس جائیں تو ان کو میرا سلام کہیں اور ان سے کہیں کہ تمہارا رب تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا تم اپنی حاجت کا سوال نہیں کرتے تم تو میرے محبوب، پسندیدہ اور دوست ہو میں تمہاری خوشی پر خوش ہوتا ہوں اور تمہاری محبت کے لیے جلدی کرتا ہوں۔

چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے تو ان کو ایک چشمے کے پاس دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں غور و فکر کر رہے تھے انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکھا تو ان سے دور ہونے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا میں تمہارے

پاس اس لیے آیا ہوں کہ تمہیں تمہارے رب کا پیغام پہنچاؤں چنانچہ وہ آپ کی طرف متوجہ ہو گئے اور آپ کی بات غور سے سننے لگے نیز انہوں نے اپنی نگاہوں کو جھکایا حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس پیغام لے کر آیا ہوں اللہ تعالیٰ تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا تم مجھ سے اپنی حاجت کا سوال نہیں کرتے کیا تم مجھے نہیں پکارنے کو میں تمہاری آواز اور کلامِ سنوں بے شک تم میرے محبوب منتخب بندے اور میرے دوست ہو میں تمہاری خوشی پر خوش ہوتا ہوں اور تمہاری محبت میں جلدی کرتا ہوں اور ہر گھڑی تمہاری طرف یوں دیکھتا ہوں جیسے شفیق مہربان ماں دیکھتی ہے یہ سن کر ان کے آنکھوں سے آنسو چہروں پر بہنے لگے ان کے شیخ نے کہا یا اللہ! تو پاک ہے تو



پاک ہے ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کے بیٹے ہیں ہمارے دلوں سے تیرے ذکر میں جو کوتاہی ہوتی ہے اسے معاف فرما۔

دوسرے نے کہا یا اللہ! تو پاک ہے تو پاک ہے ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کی اولاد ہیں ہمارے اور تیرے درمیان جو معاملہ ہے اس میں ہم پر نظر رحمت فرما۔ تیرے نے کہا تو پاک ہے تو پاک ہے ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کی اولاد ہیں کیا ہم دعا کی جرأت کریں تو جانتا ہے کہ ہمیں اپنے کسی کام کی حاجت نہیں تو ہم پر احسان فرما کہ ہمیں ہمیشہ اپنے راستے پر رکھا اور اس طرح ہم پر احسان فرما جو تجھے نے کہا یا اللہ تم تیری رضا کی طلب میں کوتاہی کرنے والے ہیں اپنے جو دو کرم سے ہماری مدد فرما۔

پانچویں نے کہا تو نے ہمیں مادہ منسوب سے پیدا فرمایا اور اپنی عظمت میں غور و فکر کے ذریعے ہم پر احسان فرمایا جو شخص تیری عظمت میں مشغول اور تیرے جہل میں غور و فکر کرنے والا ہو گیا وہ کلام کی جرأت کر سکتا ہے ہم تیرے نور کا قرب مانگتے ہیں۔

چھٹے شخص نے کہا ہماری زبانیں تجھ سے دعا کرنے کی طاقت نہیں رکھتیں کیوں کہ تیری شان عظیم ہے، تو اپنے اولیاء کے قریب ہے اور اہل محبت پر تیرے بے شمار احسانات ہیں۔

ساتویں بزرگ نے کہا یا اللہ! تو نے ہمارے دلوں کو اپنے ذکر کی ہدایت دی اور اپنی ذات میں مشغولیت کے لیے تو نے ہمیں فراغت عطا فرمائی پس تیرا شکر ادا کرنے میں ہم سے جو کوتاہی ہوئی ہے اسے معاف کر دے اٹھویں نے کہا تو ہماری حاجات کو جانتا ہے اور وہ تیرا دیدار ہے۔

نویں شیخ نے کہا یا اللہ! غلام اپنے آقا پر کیسے جرأت کر سکتا ہے لیکن چونکہ تو نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں دعا کا حکم دیا ہے تو یا اللہ تو ہمیں ایسا نور عطا فرما کہ اس کے ذریعے ہمیں آسمان کے طبقات میں اندھیروں میں راستہ ملے۔

دسویں بزرگ نے کہا ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہماری طرف توجہ فرما اور ہمیں ہمیشہ تیرا قرب حاصل رہے۔

گیارہویں بزرگ نے کہا یا اللہ! تو نے ہمیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔

اور ہم پر فضل کیا ہم ان کی تکمیل کا سوال کرتے ہیں۔

بارھویں بزرگ نے کہا ہمیں تیری مخلوق سے کسی قسم کی حاجت نہیں ہے تو ہمیں اپنے دیدار کی دولت عطا فرما۔

تیرھویں بزرگ نے کہا یا اللہ! تو مجھے دنیا اور دنیا داروں کو دیکھنے سے نا بینا کر دے اور میرے دل کو آخرت (کے معاملے) میں مشغول کر دے۔

چودھویں بزرگ نے کہا یا اللہ! مجھے معلوم ہے تو بلند اور باریک ذات ہے تو اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہے یا اللہ! تو مجھ پر یوں احسان فرما کہ میرا دل سب کچھ چھوڑ کر تیری ذات میں مشغول ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ان سے کہہ دین میں نے تمہارا کلام سنا اور جو کچھ تمہیں پسند ہے



میں نے قبول کیا پس تم میں سے ہر ایک دوسرے ساتھی سے جدا ہو جائے اور اپنے لیے زمین میں تہہ خانہ بنا لے کیونکہ میں اپنے اور تمہارے درمیان سے پردہ اٹھانے والا ہوں تاکہ تم میرے ٹورا اور جلال کو دیکھ سکو۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! یہ لوگ کس طرح اس درجے کو پہنچے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہوں نے میرے بارے میں اچھا لگنا کیا نیز دنیا اور دنیا داروں سے کنارہ کشی اختیار کر کے میرے لیے خلوت اختیار کی اور مجھ سے مناجات کرتے رہے اس منزل کو وہی شخص پاسکتا ہے جو دنیا اور دنیا داروں کو چھوڑے اور ان کے ذکر میں سے کسی بات میں مشغول نہ ہو نیز اپنے دل کو میرے لیے فارغ کر دے اور تمام مخلوق کے مقابلے میں مجھے اختیار کرے اس وقت میں اس پر لطف و کرم کی بارش برساتا ہوں اس کے نفس کو فارغ کرتا ہوں اور اپنے اور اس کے درمیان قائم حجاب کو دور کر دیتا ہوں حتیٰ کہ وہ مجھے اس طرح دیکھتا ہے جس طرح کوئی شخص اپنی آنکھ سے کسی چیز کو دیکھتا ہے میں اسے ہر وقت اپنی کرامت دکھاتا ہوں اور اسے اپنے نورِ ذات کے قریب کرتا ہوں اگر وہ بیمار ہو جائے تو میں اس کی تیمارداری اس طرح کرتا ہوں جس طرح شفیق ماں اپنے بیٹے کی تیمارداری کرتی ہے اگر وہ پیاسا ہوتا ہے تو میں اسے سیراب کرتا ہوں اسے اپنے ذکر کا ذائقہ چکھاتا ہوں اسے داؤد علیہ السلام! جب میں اس کے ساتھ لوں کرتا ہوں تو اس کا نفس دنیا اور اہل دنیا سے اندھا ہو جاتا ہے اور میں اس دنیا کو اس کا محبوب نہیں بناتا وہ میرے ساتھ مشغولیت میں کمی نہیں کرتا اور میری طرف آنے کی جلدی کرتا ہے میں اس کی موت کو ناپند کرتا ہوں کیونکہ یہ شخص لوگوں کے درمیان میری نظر کا محل ہے وہ میرے غیر کو نہیں دیکھتا اور میں اس کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔

داؤد علیہ السلام! اگر آپ اسے دیکھیں تو اس کا نفس گھل گیا جسم لاغر ہو گیا اور اعضا ٹوٹ گئے ہیں جب وہ میرا ذکر سنتا ہے تو اس کا دل ٹھکانے پر نہیں رہتا میں فرشتوں اور آسمان والوں کے سامنے اس پر فخر کرتا ہوں تو اس کا خوف اور عبادت بڑھ جاتی ہے۔

اے داؤد علیہ السلام! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے میں اسے جنت الفردوس میں بٹھاؤں گا اور اپنے دیار سے اس کے سینے کو شفا دوں گا حتیٰ کہ وہ راضی ہو جائے بلکہ رضا سے بھی اوپر کا مقام حاصل ہوگا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی روایات و حکایات میں یہ بھی ہے کہ میرے ان بندوں سے فرمادیں جو میری طرف متوجہ ہیں اگر میں مخلوق سے پوشیدہ رہوں اور اپنے اور تمہارے درمیان سے پردہ اٹھا دوں حتیٰ کہ تم مجھے اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھو تو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے اور اگر میں تم سے دنیا کو لپیٹ دوں اور تمہارے لیے دین کو کشادہ کر دوں تو تمہارا کیا نقصان ہوگا اور جب تم میری رضا کے طالب ہو تو مخلوق کا ناراض ہونا تمہیں کیا نقصان پہنچائے گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعات میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں اگر واقعی مجھ سے محبت کرنے ہیں تو اپنے دل سے دنیا کی محبت نکال دیں کیوں کہ میری



محبت اور دنیا کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی اسے داؤد! مجھ سے خالص محبت کریں اور دنیا والوں سے یوں میں  
 جو رکھیں کہ دین میں میری تقلید کریں اور دینی معاملات میں لوگوں کی تقلید نہ کریں ہاں ان کی جو بات میری محبت کے موافق  
 ہو اسے اختیار کریں لیکن جو بات مشکل ہو تو اسے میرے حوالے کر دیں۔ میرے ذمہ کرم پر لازم ہے کہ میں تیری سیاست  
 اور دستگی کی طرف جلدی کروں میں تیرا قائد اور راہنما ہوں مانگنے کے بغیر آپ کو عطا کروں اور مشکلات میں آپ کی مدد  
 کروں میں نے قسم کھائی ہے کہ صرف اسی بندے کو ثواب عطا کروں گا جس کی طلب و ارادہ سے مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ  
 میرے سامنے عاجزی کرتا ہے اور مجھ سے بے نیازی اختیار نہیں کرتا۔

اے داؤد! اگر آپ ایسے ہوں گے تو میں آپ کے دل سے وحشت کو دور کروں گا اور آپ کے دل کو غنی  
 کر دوں گا میں نے قسم کھائی ہے کہ میرا جو بندہ اپنے نفس پر مطمئن ہو کر اس کے افعال کو دیکھتا ہے تو میں اسے اس کے  
 حوالے کر دیتا ہوں اشیاء کی نسبت میری طرف کھینچے آپ کے اعمال اس کے خلاف نہ ہوں ورنہ آپ مشقت میں پڑ جائیں  
 گے اور آپ کے ہم مجلس آپ سے نفع نہیں اٹھا سکیں گے اور نہ ہی آپ میری معرفت کی کوئی حد پا سکیں گے کیوں کہ اس  
 کی کوئی انتہا نہیں جب آپ مجھ سے زیادہ مانگیں گے تو میں آپ کو زیادہ دوں گا اور اس کی کوئی حد نہیں۔

پھر آپ نبی اسرائیل کو بتادیں کہ میرے اور مخلوق کے درمیان کوئی رشتہ نہیں لہذا ان کی رغبت اور ارادہ ہی میرے  
 نزدیک زیادہ ہونا چاہیے تاکہ میں ان کو وہ چیز دوں جسے نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی کسی انسان  
 کے دل میں اس کا خیال آیا مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں اور دل کی نظر سے مجھے دیکھیں اور اپنے سر کی آنکھوں  
 سے ان لوگوں کی طرف نہ دیکھیں جن کی عقلمی مجھ سے پردے میں ہیں تو انہوں نے ان کو تکبر میں ڈال دیا اور میں نے ان  
 سے اپنے ثواب کو منقطع کر دیا ہے۔

میں نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھائی ہے کہ میں اس شخص کے لیے ثواب کا دروازہ نہیں کھولوں گا جو میری اطاعت  
 تجر بے یا ثاں مٹول کے طور پر کرتا جن کو آپ سکھائیں ان کے لینے تو واضح اختیار کریں اور عقیدت مندوں پر زیادتی نہ کریں  
 اگر اہل محبت کو علم ہو جائے کہ مریدین کا میرے نزدیک کیا مقام ہے تو وہ ان کے لیے زمین بن جائیں تاکہ وہ ان پر چلیں۔  
 اے داؤد علیہ السلام! اگر آپ کسی مرید کو نئے سے نکال کر پاک صاف کر دیں تو میں آپ کو اپنے ہاں نہایت محنت کرنے  
 والا لکھوں گا اور جس کو میں اپنے ہاں محنت کرنے والا لکھ دوں اس پر کوئی وحشت نہیں ہوتی اور نہ وہ مخلوق کا محتاج ہوتا ہے۔  
 اے داؤد علیہ السلام! میرے کلام کو مضبوطی سے اختیار کریں اپنے نفس کے لیے نفس سے ہی حصہ لیں اس میں سے کچھ ہرگز  
 نہ دیں ورنہ میں اپنی محبت کو آپ سے پردے میں کر دوں گا۔ میرے بندوں کو میری رحمت سے نا امید نہ کرنا اور اپنی خواہش  
 کو میرے لیے ترک کر دیا میں نے اپنی مخلوق میں سے کمزور لوگوں کے لیے خواہشات کو جائز قرار دیا ہے۔ مضبوط لوگوں  
 کو کیا ہوا کہ وہ خواہشات حاصل کریں اس طرح میری مناجات کی حلاوت کم ہو جائے گی مضبوط لوگ شہوت اختیار کریں تو



میری طرف سے ان کی ادنیٰ مزایہ سے کہ میں ان کی عقلوں پر اپنی طرف سے حجاب ڈال دوں گا کیوں کہ میں دنیا اور اس کی ترقی تازگی کو اپنے محبوب بندوں کے لیے پسند نہیں کرتا۔

اسے داؤد علیہ السلام! اپنے اور میرے درمیان کسی ایسے عالم کو ذریعہ نہ بنا جا جو اپنی غفلت کے باعث تجھے میری محبت سے حجاب میں کر دے یہ لوگ میرے مریدوں کے لیے راہزن ہیں شہوتوں کو چھوڑنے کے سلسلے میں ہمیشہ روزہ رکھیں اور روزے کو چھوڑنے کا تجربہ نہ کرنا کیوں میں دائمی روزے کو پسند کرتا ہوں۔

اسے داؤد علیہ السلام! اپنے نفس کی دشمنی کر کے میرے محبوب بنیں اور اپنے نفس کو شہوت سے دور رکھیں تاکہ میں آپ کی طرف نظر کروں گا اور آپ دیکھیں کہ میرے اور آپ کے درمیان جو پردہ تھا وہ اٹھ گیا ہے میں آپ کی خاطر ملاقات اس لیے کر رہا ہوں کہ آپ میرے ثواب پر قادر ہو جائیں جب میں آپ پر ثواب کا احسان کروں اور میں آپ کو آپ سے روک کر رکھتا ہوں کہ آپ میری عبادت میں رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے داؤد علیہ السلام! اگر روگردانی کرنے والوں کو معلوم ہو کہ میں کس طرح ان کا منظر رہتا ہوں اور ان سے نرمی کرتا ہوں اور ان کے گناہوں کے ترک کے لیے کیسا مشفق ہوں تو وہ میرے شوق میں مرجائیں اور میری محبت میں ان کے جوڑ ٹوٹ جائیں۔

اسے داؤد علیہ السلام! جو لوگ مجھ سے پیٹھ پھیرتے ہیں ان کے لیے میرا یہ ارادہ ہے تو جو لوگ میری طرف متوجہ ہوتے ہیں ان کے ساتھ میرا کیا ارادہ ہوگا۔ اے داؤد علیہ السلام! بعینہ اندازہ جب مجھ سے بے نیازی اختیار کرتا ہے تو اس وقت اسے میری حاجت زیادہ ہوتی ہے اور جب وہ مجھ سے پیٹھ پھیرتا ہے تو اس وقت مجھے اس پر زیادہ رحم آتا ہے اور جب وہ میری طرف رجوع کرتا ہے تو اس وقت وہ مجھے بہت بڑا معلوم ہوتا ہے۔

یہ روایات اور اس قسم کی مثالیں بے شمار ہیں جو محبت، شوق اور اس پر دلالت کرتی ہیں اور ان کے معانی کی حقیقت پہلے معلوم ہو چکی ہے۔

فصل ۷۱:

## محبت خداوندی اور اس کا مفہوم

قرآن مجید سے متواتر شواہد اس بات کو ثابت کرنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے لہذا اس کا معنی معلوم کرنا ضروری ہے لیکن پہلے ہم محبت کے ثبوت سے متعلق شواہد ذکر کرتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔



وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ - (۱)

اور ارشاد فرمایا۔

بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستے میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا - (۲)

اور ارشاد فرمادہ وہی ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور وہ خوب پاک ہونے والوں کو چاہتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ - (۳)

اسی لیے جن لوگوں نے دعویٰ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔

آپ فرمادیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو تو وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دے گا۔

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ - (۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔

إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ تَعَالَى عَبْدًا كَمْ يَفْضُرُهُ ذَنْبٌ - (۵)

آپ نے فرمایا۔

گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو،

النَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ لَمَنْ لَمْ يَذَنْبْ لَهُ - (۶)

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

بیشک اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ - (۷)

(۱) قرآن مجید، سورہ مائدہ آیت ۴۲

(۲) قرآن مجید، سورہ الصف آیت ۲

(۳) قرآن مجید، سورہ بقرہ آیت ۲۲۲

(۴) قرآن مجید، سورہ مائدہ آیت ۱۸

(۵) الدر المنثور جلد اول ص ۲۶۱ تحت آیت ان اللہ یحب التوابین

(۶) سنن ابن ماجہ ص ۲۲۲، ابواب الزہد (۷) قرآن مجید، سورہ بقرہ آیت ۲۲۲



مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت رکھتا ہے تو مرنے سے پہلے اس کی توبہ کر لیتا ہے پس اسے گذشتہ گناہ نقصان نہیں دے سکتے اگرچہ زیادہ ہوں جس طرح اسلام قبول کرنے والے کو گذشتہ کفر نقصان نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے محبت کے لیے گناہوں کی بخشش کا بھی ذکر فرمایا۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ  
 آپ فرمادیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔ (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ  
 وَمَنْ لَا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِي الْإِيمَانَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ -  
 بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اس شخص کو بھی دیتا ہے جس سے محبت کرنا ہے اور اسے بھی جس سے محبت نہیں کرتا لیکن ایمان صرف ان لوگوں کو عطا فرماتا ہے جن سے محبت کرنا ہے۔ (۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔  
 مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ  
 وَصَعَهُ اللَّهُ (۳) وَمَنْ أَكْثَرَ ذِكْرًا لِلَّهِ  
 أَحَبَّهُ اللَّهُ -  
 جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سر بلند ہی عطا کرتا ہے اور جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے پست کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو اکثر یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ (۴)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَىٰ بَابِ نَوَافِلٍ  
 حَتَّىٰ أَحْبَبَهُ فَإِذَا أَحْبَبْتَهُ كُنْتُ  
 سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَيَصْرُوحُ  
 اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بندہ مسلسل نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان ہوتا ہوں جس

(۱) قرآن مجید سورۃ آل عمران آیت ۲۱

(۲) شعب الایمان جلد ۸ ص ۳۹۵ حدیث ۵۵۲۳

(۳) مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۸۲ کتاب الادب

(۴) کنز العمال جلد ۵ ص ۲۲۵ حدیث ۱۸۳۸



سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جانا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔

(۱)

حضرت زبید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کی محبت میں اس مقام تک پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ محبت کے سلسلے میں جس قدر الفاظ آئے ہیں وہ بے شمار ہیں اور ہم نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت حقیقت ہے مجاز نہیں ہے کیوں کہ لغت میں محبت کا معنی موافق چیز کی طرف میلانِ نفس ہے اور عشق اس خواہش کے غلبے اور بڑھ جانے کا نام ہے اور ہم نے بیان کیا ہے کہ احسانِ نفس کے موافق ہونا ہے اور جمال بھی اس کے موافق ہوتا ہے۔

نیز جمال اور احسان بعض اوقات ظاہری آنکھ سے اور بعض اوقات باطنی آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں اور محبت ان دونوں کے پیچھے جاتی ظاہری آنکھ سے خاص نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت اس طرح ممکن نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر حقنے الفاظ بھی بولے جاتے ہیں تو خالق و مخلوق پر ان کا اطلاق ایک جیسا نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ لفظ وجود جس میں خالق و مخلوق کا اشتراک سب سے زیادہ ہے وہ بھی خالق و مخلوق پر ایک انداز میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ بھی ہے اس کا وجود اللہ تعالیٰ کے وجود کا فیضان ہے اور تابع کا وجود متبوع کے وجود کے سادی نہیں ہوتا محض اطلاق لفظی میں برابری ہے اس کی مثال یوں سمجھیں کہ گھوڑے اور درخت دونوں کو جسم کہا جاتا ہے کیوں کہ جسمیت کا معنی اور حقیقت دونوں میں ایک جیسی ہے یہ نہیں کہ ایک کا استحقاق ہو یعنی اس کے لیے لفظ جسم بطور اصل استعمال ہوتا ہو۔ اور ایک کی جسمیت دوسرے کی جسمیت کا فیضان ہو لیکن اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے لئے لفظ وجود کے اطلاق میں فرق ہے اور یہ فرق تمام ناموں میں ظاہر ہے جیسے علم، ارادہ اور قدرت وغیرہ تمام ناموں میں خالق اور مخلوق میں کوئی مشابہت نہیں ہے واضح لغت نے پہلے ان ناموں کو مخلوق کے لیے وضع کیا کیوں کہ عقل و فہم میں مخلوق پہلے آتی ہے پھر خالق کے حق میں ان کا استعمال بطور مجاز و استعارہ ہوا۔

محبت کا لغوی معنی نفس کا ایسی چیز کی طرف میلان ہے جو اس کے مناسب و موافق ہو اور یہ اس نفس میں تصور ہو سکتی ہے جو اس کے نہ ملنے سے ناقص رہے اور جب وہ اسے مل جائے تو وہ کامل ہو جائے اور اس سے فائدہ اٹھائے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے کیوں کہ ہر کمال، جمال اور فضیلت اللہ تعالیٰ کو ہر وقت حاصل ہے اور ازل سے اب تک واجب الحصول ہے نہ اس کے زوال کا تصور کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی جدت



کا، پس اللہ تعالیٰ کا غیر کی طرف نظر کرنا اس لیے نہیں کہ وہ اس کا غیر ہے بلکہ اس لیے کہ وہ اس کا فعل ہے لہذا وہ صرف اپنی ذات اور افعال کو دیکھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وجود بھی صرف اس کی ذات اور افعال ہی کا ہے۔

اس لیے حضرت شیخ ابوسعید مبنی رحمہ اللہ کے سامنے جب یہ آیت پڑھی گئی۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ۔  
وہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے اور وہ اس (اللہ تعالیٰ)

سے محبت کرتے ہیں۔

(۱)

تو آپ نے فرمایا اس کی محبت صحیح ہے کیوں کہ وہ اپنی ذات سے ہی محبت کرتا ہے یعنی وہی کل ہے اور اس کے علاوہ کسی کا وجود نہیں اور جو صرف اپنی ذات اپنے افعال اور اپنی تصانیف سے محبت کرے تو اس کی محبت اس کی ذات اور توابع ذات سے تجاوز نہیں کرتی کیوں کہ وہ اس کی ذات سے ہی متعلق ہے تو گویا وہ صرف اپنے آپ سے محبت کرتا ہے اور بندوں سے اس کی محبت کے سلسلے میں جو الفاظ آئے ہیں تو ان کی تاویل یوں کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے دل سے پردہ اٹھا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ اسے اپنے دل سے دیکھتا ہے نیز وہ بندے کو اپنے قریب کر دیتا ہے اور یہ اس کا انہی ارادہ ہے پس جب اللہ تعالیٰ کی محبت کی نسبت اس کے ارادہ انہی کی طرف ہے کہ اس نے بندے کو قرب کے اس راستے پر چلنے کا ارادہ کیا تو معلوم ہوا کہ بندے سے اس کی محبت بھی انہی ہے۔

اور جب اس محبت کی اضافت اس کے اس فعل کی طرف ہو جس کے ذریعے وہ بندے کے دل سے پردہ ہٹا دیتا ہے تو یہ حادثہ ہے کیوں کہ اس کا سبب بھی حادثہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندہ مسلسل نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو نوافل کے ذریعے اس کا قرب اس کی باطنی صفائی اور دل سے حجاب کے اٹھ جانے کا سبب ہوتا ہے نیز اس طرح اسے اپنے رب کے قرب کا درجہ ملتا ہے پس یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی وجہ سے ہے اور اس کی محبت کا یہی معنی ہے اور اس بات کو سمجھنے کے لیے ایک مثال پیش کرنا ضروری ہے

مثلاً ایک بادشاہ کسی غلام کو اپنے قریب کرتا ہے اور اسے ہر وقت اپنے حضور میں حاضر ہونے کا حکم دیتا ہے کیونکہ بادشاہ کا اس کی طرف میدان ہے یا تو اس لیے کہ وہ اپنی طاقت کے ذریعے بادشاہ کی مدد کرے یا وہ اس کے مشاہدے سے راحت پائے یا اس سے مشورہ کر کے اس کی لائے حاصل کرے یا وہ اس کے لیے کھانے پینے کا سامان تیار کرے تو کہا جاتا ہے کہ بادشاہ اس سے محبت کرتا ہے یعنی بادشاہ کا اس کی طرف میدان ہے کیوں کہ اس میں موافقی و مناسب معنی پایا جاتا ہے اور بعض اوقات بادشاہ اپنے غلام کو مقرب بناتا ہے اور اسے پاس آنے سے نہیں



روکتا لیکن اس کا مقصد اس سے کوئی نفع لیتا نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اس کے ذریعے طاقت حاصل کرتا ہے بلکہ اس کی وجہ اس غلام کا اچھے اخلاق کا مالک ہونا ہے اس میں ایسے اوصاف حمیدہ پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے وہ بادشاہ کے قرب کے لائق ہو جاتا ہے اور اس کو قرب سے مافروضہ ملتا ہے حالانکہ بادشاہ کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی پس جب بادشاہ اس کے اور اپنے درمیان سے حجاب اٹھا لیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ تک پہنچ گیا اور اور اس کا محبوب ہو گیا۔

تو اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت دوسرے معنی کے اعتبار سے ہے پہلے معنی کے اعتبار سے نہیں اور دوسرے معنی کے اعتبار سے ہی مثال دینا بھی اس شرط کے ساتھ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں کچھ تبدیلی نہ سمجھی جائے کیوں کہ جو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے وہ اس کا قرب حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جانوروں، درندوں اور شیطانوں سے دُور ہے اور ان اچھے اخلاق سے موصوف ہو گیا ہے جو اخلاق خداوندی ہیں تو یہ صفت کے اعتبار سے قریب ہے مکان کے اعتبار سے نہیں۔

اور جو پہلے قریب نہ ہو اور اب قریب ہو جائے تو اس میں تبدیلی آگئی پس بعض اوقات اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ جب نیا قرب آتا ہے تو بندے اور رب دونوں کے وصف میں تبدیلی آجاتی ہے یعنی پہلے قریب نہ تھا اور اب قریب ہو گیا تو یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ پر تبدیلی محال ہے بلکہ وہ تو ہمیشہ اسی کمال اور جلال پر رہتا ہے جس پر انزل میں تھا۔

اور اس بات کی مثال لوگوں کے باہم قرب کے حوالے سے سمجھی جاسکتی ہے مثلاً دو آدمی بعض اوقات ایک دوسرے کی طرف حرکت کر کے باہم قریب ہوتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک اپنی جگہ ٹھہرا رہتا ہے اور دوسرا حرکت کرتا ہے اور اس قرب میں ایک کے اندر تبدیلی آتی ہے دوسرے میں نہیں۔ بلکہ صفات کا معاملہ بھی اسی طرح ہوتا ہے مثلاً شاگرد علم و جمال میں کمال حاصل کر کے اپنے استاذ کے درجے کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے جب کہ استاذ اپنے کمال علم میں غیر متحرک ہوتا ہے وہ شاگرد کے درجہ کی طرف نزول نہیں کرتا بلکہ شاگرد حرکت کر کے جہالت کی بستی سے علم کی بلند کی طرف ترقی کرتا ہے پس وہ مسلسل تبدیلی اور ترقی کی منازل طے کرتا ہے حتیٰ کہ اپنے استاذ کے قریب ہو جاتا ہے جب کہ استاذ میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ تو درجاتِ قرب میں بندے کی ترقی کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیے جب وہ اپنی صفات میں کامل ہو جائے علم کی تکمیل ہو جاتی ہے اور وہ تقاضی امور کو جان لیتا ہے نیز شیطان اور فرشتوں کے قلع قمع کے لیے اس میں قوت ثابت ہو جاتی ہے نیز بُری خصلتوں سے اس کی پاکیزگی ظاہر ہو جاتی ہے تو وہ درجہ کمال کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور انتہائی درجہ کمال تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور ہر شخص جس قدر کمال حاصل کرتا ہے اسی قدر اسے قربِ خداوندی حاصل ہوتا ہے ہاں ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات



شاگرد استاذ کے قریب ہونے اس کے برابر ہونے بلکہ اس سے آگے بڑھنے پر بھی قادر ہوتا ہے لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے کیوں کہ اس کے کمال کی کوئی انتہا نہیں جب کہ درجات کمال میں بندے کے سلوک (چلنے) کی ایک انتہا ہے وہ ایک محدود حد تک ہی پہنچتا ہے لہذا اس کے لیے مساوات کی کوئی طمع نہیں ہو سکتی۔

پھر قُرب کے درجات بھی مختلف ہیں اور اس اختلاف کی کوئی انتہا نہیں کیوں کہ اس کمال کی بھی کوئی انتہا نہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بندے سے محبت کرنا یہ ہے کہ وہ بندے سے دینیوں کی درتوں سے اس کے اندر کو صاف کر کے اور اس کے دل سے پردہ ہٹا کر اسے اپنے قریب کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کا مشاہدہ اس طرح کرتا ہے گویا اسے دل سے دیکھ رہا ہے۔

جہاں تک بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق ہے تو وہ اس کا اس کمال کو پانے کی طرف میلان ہے جس میں وہ مغلص ہے اور اس سے خالی ہے پس وہ لازماً اس چیز کا شوق رکھتا ہے جو اس کے پاس نہیں ہے اور جب اس میں سے کوئی چیز پالیتا ہے تو اس سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اس معنی کے اعتبار سے شوق اور محبت اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہیں۔

سوال :-

اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کا معاملہ مشتبہ ہے بندے کو کس طرح معلوم ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

جواب :

اس بات کی کچھ علامتیں ہیں جن کے ذریعے معلوم ہو سکتا ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا ابْتَلَاهُ فَإِذَا أَحَبَّهُ

الْحُبُّ الْبَالِغُ اتَّسَاءُ۔

کرتا ہے تو اس کو چن لیتا ہے (اتناہ کا لفظ فرمایا) عرض کیا گیا کہ اتنا (چننا) کیا ہے فرمایا اس کے لئے مال در

اولا نہیں چھوڑتا۔

تو اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اسے غیر سے متفرگ کر دے اور اس کے اور غیر کے درمیان

عائل ہو جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ہم آپ کی سواری کے لیے دروازے کوش کیوں نہ خریدیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ

کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ وہ مجھے اپنی ذات کی مشغولیت سے ہٹا کر دروازے کوش میں مشغول کر دے۔

ایک روایت میں ہے



جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے پس اگر وہ صبر کرے تو اسے اپنا محبوب بنا دیتا ہے اور اگر راضی ہو تو اس کو اپنا مصطفیٰ (محبب بندہ) بنا دیتا ہے۔

إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا ابْتَلَاهُ فَإِنْ صَبَرَ أَحْبَبَاهُ فَإِنْ رَضِيَ اصْطَفَاهُ۔

(۱)

بعض علماء فرماتے ہیں جب تم دیکھو کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو اور وہ تمہیں آزمائش میں ڈالتا ہے تو جان لو کہ وہ تمہیں پاک صاف کرنا چاہتا ہے۔

کسی مرید نے اپنے استاذ شیخ سے کہا کہ مجھے کچھ محبت کا پتہ چل رہا ہے انہوں نے فرمایا اسے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے سوا کسی دوسرے محبوب کی محبت میں مبتلا کیا ہے اور پھر تم نے اس پر اللہ تعالیٰ کو ترجیح دی ہے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا پھر محبت کی قطع نہ کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ جس بندے کو اپنی محبت عطا فرمایا ہے اسے آزمائش میں بھی ڈالتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کے نفس کو اس کا واعظ اور دل کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے والا بنا دیتا ہے وہ اسے (اچھے کاموں کا) حکم دیتا اور (بڑے کاموں سے) روکتا ہے

إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا جَعَلَ لَهُ وَاعِظًا مِنْ نَفْسِهِ وَزَاجِرًا مِنْ تَلَبُّهِ يَا مُرَّةً وَيَسَّهًا۔

(۲)

اور ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے اس کے نفسانی عیوب پر مطلع کر دیتا ہے۔

إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا لَيَسِّرْهُ عِيُوبَ نَفْسِهِ۔

(۳)

تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاص علامت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے یہ بات اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے۔ جہاں تک محبت خداوندی پر دلالت کرنے والے عمل کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ظاہری اور باطنی کاموں کا کیفی سمجھے اللہ تعالیٰ ہی اس کو مشورہ دینے والا، وہی کاموں کی تدبیر فرمانے والا اور وہی اس کے اخلاق کو مزین

(۱) کنز العمال جلد ۱ ص ۱۰۰، ۱۰۱، حدیث ۳۰۷۶۲

(۲) الفردوس بآثور الخطاب جلد اول ص ۲۵۱ حدیث ۹۷۱

(۳) الفردوس بآثور الخطاب جلد اول ص ۲۲۲ حدیث ۹۳۶

(۴) الفردوس بآثور الخطاب جلد اول ص ۲۲۲ حدیث ۹۳۵



کرنے والا ہے وہی اس کے اعضاء کو مصروف رکھتا اور اس کے ظاہر و باطن کو درست کرنے والا ہے وہی اس کے تمام فکروں کو سمیٹ کر ایک فکر بنا دیتا ہے اس کے دل میں دنیا سے نفرت ڈالتا ہے اور اپنے غیر سے بیگانہ کر دیتا ہے نیز خلوت میں مناجات کے ذریعے اُس عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کے اور اپنے درمیان سے حجاب اٹھاتا ہے۔  
تو اس قسم کی باتیں اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کی علامات ہیں اب ہم بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامات بیان کرتے ہیں یہ علامات اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کی علامتیں بھی ہیں۔

### فصل ۱۱:

## بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامات

جان لو کہ محبت کا دعویٰ ہر شخص کرتا ہے لیکن دعویٰ تو آسان ہے اس پر عمل کرنا مشکل ہے لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ شیطان کے مکر و فریب اور نفس کے دھوکے میں آکر مغرور نہ ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرے جب تک علامات کے ذریعے نفس کا امتحان نہ لے اور اس سے دلائل کا مطالعہ نہ کرے محبت ایک ایسا درخت ہے جس کی جڑیں مضبوط و قائم ہیں اس کی شاخیں آسمانوں میں ہیں اور اس کا پھل دل، زبان اور اعضاء پر جاری ہوتا ہے اور یہ فیض بخش آثار جو دل اور اعضاء پر اثر انداز ہوتے ہیں محبت پر اس طرح دلالت کرتے ہیں جس طرح درہوں آگ پر اور پھل درختوں پر دلالت کرتے ہیں ان علامات میں سے ایک یہ ہے کہ دارالسلام میں محبوب کی ملاقات کشف و مشاہدہ کے طور پر چاہیے اور جب اسے معلوم ہو کہ اس تک پہنچنے کے لئے موت کے ذریعے دنیا سے کوچ کرنا اور اسے چھوڑنا ضروری ہے تو اسے چاہیے کہ موت کو پند کرے اس سے نہ بھاگے کیوں کہ محب اپنے وطن سے سفر کر کے محبوب کے ٹھکانے تک جانے کو بوجہ محسوس نہیں کرتا کیوں کہ وہ اس کے مشاہدے سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے اور موت ملاقات کی چابی اور مشاہدہ میں داخلے کا دروازہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ - جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات چاہتا ہے اللہ تعالیٰ

بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے

(۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت فرمایا حبیب فقر پر آیا ہے جو پشیمان ہو گا وہ فلاح نہیں پائے گا۔ کسی بزرگ نے فرمایا بندے میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی چاہت کے بعد کثرتِ سجد سے بڑھ کر کوئی خصلت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی چاہت کو سجد سے سے مقدم کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے محبت میں سچائی کی



حقیقت کے لیے راہِ خداوندی میں شہادت کو شرط قرار دیا ہے جب لوگوں نے دعویٰ کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہونے اور طلبِ شہادت کو اس محبت کی علامت قرار دیا ارشاد فرمایا۔  
 إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ  
 لِيُقَاتِلَ اللَّهُ فِي سَبِيلِهِ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَجْمَعِينَ  
 (۱) بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستے میں صفت بستہ جہاد کرتے ہیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے،  
 يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَيُقَاتِلُونَ  
 وَ يُقَاتِلُونَ  
 (۲) وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں پس قتل کرتے اور شہید ہوتے ہیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جو وصیت فرمائی تھی اس میں یہ بھی فرمایا۔  
 حق بات گراں ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود خوش گواری ہے اور باطل ہلکا ہے لیکن اس ہلکے پن کے باوجود ناموافق ہے اگر آپ میری وصیت کی حفاظت کریں تو کوئی غائب چیز آپ کے نزدیک موت سے زیادہ پسند نہ ہوگی جو یقیناً آپ تک آنے والی ہے اور اگر آپ نے میری وصیت کو ضائع کر دیا تو کوئی بھی غائب چیز آپ کے نزدیک موت سے زیادہ ناپسندیدہ نہ ہوگی اور آپ اسے ہال نہیں سکیں گے۔

حضرت اسماعیل بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ اُحد کے دن حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا ہم اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کریں؟ چنانچہ وہ ایک طرف کو ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے یوں دعا مانگی۔

”اے میرے رب! میں تجھے قسم دے کر کہتا ہوں کہ کل جب میں دشمن کے مقابلے میں جاؤں تو میرا مقابلہ کسی سخت ہونک اور غضب ناک آدمی سے ہو میں تیرے راستے میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے پھر وہ مجھے بکڑ کر میرا ناک اور میرے کان کاٹ دے اور میرے پیٹ کو بھاڑ دے تاکہ کل جب (روز قیامت) تجھ سے ملاقات کروں تو تو فرمائے اے عبداللہ! تیرا ناک اور کان کس نے کاٹے تو میں کہوں یا اللہ! تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں یہ حال ہوا پھر تو فرمائے کہ تو نے سچ کہا حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دن کے آخر میں دیکھا کہ ان کا ناک اور کان ایک دھانگے میں لٹک رہے تھے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قسم کے آخری حصے کو بھی اسی طرح سچا کرے گا۔ جس طرح اس کے پہلے حصے

(۱) قرآن مجید، سورۃ الصف، آیت ۴

(۲) قرآن مجید، سورۃ توبہ، آیت ۱۱



کو سچا کر دیا۔ (۱)  
حضرت سفیان ثوری اور حضرت بشر حافی رحمہما اللہ فرماتے تھے کہ موت کو وہی ناپسند کرتا ہے جیسے شک ہو کیوں کہ محب کسی حالت میں بھی محبوب کی ملاقات کو ناپسند نہیں کرتا حضرت بو بلی رحمہ اللہ نے کسی زاہد سے پوچھا کہ کیا تم موت کو پسند کرتے ہو؟ گویا اس نے کچھ توقف کیا تو حضرت بو بلی نے فرمایا اگر تم سچے ہوتے تو موت کو محبوب جانتے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فَمَمْنُوا لِمَوْتِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (۷)  
پس موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔  
اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَمْنِيَنَّ اَحَدُكُمْ الْمَوْتَ۔ (۳)  
تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے۔

آپ کا مقصد یہ تھا کہ کسی مصیبت کے آنے پر موت کی تمنا نہ کرے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہنا اس سے فرار کی نسبت افضل ہے۔

سوال :-

جو شخص موت کو پسند نہیں کرتا تو کیا اس کے بارے میں تصور ہو سکتا ہے کہ شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔  
جواب :-

موت کو ناپسند کرنا بعض اوقات دنیا کی محبت نیز گھر والوں دولت اور دولت سے جدائی پر افسوس کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ بات کمال محبت کے منافی ہے کیوں کہ کمال محبت وہ ہوتی ہے جو پورے دل کو گھیر لے لیکن یہ بات بعید نہیں کہ اہل و اولاد کی محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی مکروری محبت ہو۔

اور اس محبت میں لوگوں کے درمیان فرق ہے جس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن شمس رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بہن فاطمہ کا نکاح اپنے آند کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ سے کیا تو قریش نے اس سلسلے میں ان پر ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ تم نے ایک عقل مند عورت کا نکاح ایک غلام سے کر دیا انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے اس کا نکاح اس سے کیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ غلام اس (میری بہن) سے زیادہ علم والا ہے قریش کو ان کے عمل کی نسبت اس بات سے زیادہ تکلیف ہوئی انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فاطمہ تو آپ کی بہن ہے جب کہ وہ

(۱) حلیۃ الاولیاء، جلد اول ص ۱۰۹ ترجمہ ۱۳

(۲) قرآن مجید، سورہ بقرہ آیت ۴۴

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۶۳ مرویات انس



آپ کا غلام ہے انہوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا۔  
 مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ يُحِبُّ اللَّهَ  
 بِكُلِّ قَلْبِهِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى سَالِمٍ -  
 جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے جو پورے  
 دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو وہ حضرت  
 سالم رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ (۱۱)

تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بعض لوگ پورے دل سے اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں کرتے بلکہ وہ ان سے بھی محبت کرتے  
 ہیں اور دوسرے لوگوں سے بھی۔

تو یقیناً ایسے لوگوں کو بارگاہِ خداوندی میں حاضری کے وقت ملاقات کی لذت محبت کے مطابق ہوگی اور جس قدر دنیا  
 سے محبت کرنے میں موت کے وقت دنیا کی جدائی کا افسوس بھی اسی حساب سے ہوتا ہے۔

موت کو ناپسند کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ بتدہ فی الحال محبت کے ابتدائی مراحل میں ہو وہ موت کو ناپسند نہیں  
 کرتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لیے تیاری سے پہلے موت کے آنے کو ناپسند کرتا ہے تو یہ بات محبت کی کمزوری پر دلالت  
 نہیں کرتی اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جسے اطلاع ملے کہ اس کا کوئی دوست (محبوب) آ رہا ہے تو وہ اس کے آنے  
 میں تاخیر کا خواہاں ہوتا ہے تاکہ اس کے لیے اپنے گھر کو تیار کر سکے اور دیگر اسباب کی تیاری بھی کرے اور اس سے  
 اس صورت میں ملاقات کرے کہ اس کا دل دینی مشاغل سے فارغ ہو اور اس ملاقات میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

تو اس مقصد کے تحت موت کو ناپسند کرنا کمال محبت کے بالکل سنائی نہیں ہے اس کی علامت ہمیشہ عمل کرتے رہنا  
 اور تیاری کی فکر کرنا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ جس بات کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اسے اپنی محبوب چیزوں  
 پر ظاہری اور باطنی طور ترجیح دے پس اسے عمل کا شوق ہو اور خواہشات کی اتباع سے بچتا رہے سستی کو قریب ٹھکنے  
 نہ دے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی قربان داری میں رہے اور نوافل کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرے نیز اللہ تعالیٰ کے ہاں مزید  
 درجات قرب کا خواہشمند ہو جس طرح محب اپنے محبوب کے دل میں مزید قرب کی طلب کرتا ہے۔ اس ایثار کے ساتھ  
 محبت کرنے والوں کی تعریف اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی ہے۔

يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ  
 فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا  
 وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَكُوكَانَ  
 وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے  
 پاس آئے اور جو کچھ ان کو دیا گیا اس سے اپنے دلوں  
 میں کوئی حاجت نہیں پاتے اور وہ ان کو اپنے آپ پر



بِمَهْمٍ خَصَّاصَةً - (۱) تزویج دیسے ہیں اگرچہ خود بھوکے ہوں۔

پس جو شخص ہمیشہ خواہشات کی اتباع میں رہتا ہے تو اس کا محبوب وہی چیز ہے جس کی وہ خواہش رکھتا ہے بلکہ محب اپنے محبوب کی محبت میں اپنے آپ سے محبت کو بھی چھوڑ دیتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

أُرِيدُ وَصَالَكَ وَبُرَيْدُ هَجْرِي فَأَتْرُكُ  
مَا أُرِيدُ لِمَا يُرِيدُ - (۲) میں اس کا وصال چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے جدا ہوا چاہتا ہے پس میں اس کی چاہت پر اپنی چاہت کو قربان کرتا ہوں۔

بلکہ جب محبت غالب آجائے اور خواہش کا قلع قمع ہو جائے تو اس کے لیے محبوب کے غیر سے لطف اندوزی بھی باقی نہیں رہتی جیسا کہ مروی ہے حضرت زینجا جب ایمان لائیں اور انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے نکاح کیا تو ان سے انک تھلک ہو کر عبادت کرنے لگیں آپ دن کے وقت حضرت زینجا کو اپنے بستر پر بدلتے تو وہ رات پر مثال دیتیں اور جب رات کو دعوت دیتے تو دن پڑھا لیتیں۔ وہ فرماتی تھیں اسے یوسف علیہ السلام! میں آپ سے اس وقت محبت کرتی تھی جب مجھے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل نہ تھا لیکن جب میں نے اسے پہچان لیا تو اس کی محبت نے میرے دل میں کسی اور کی محبت باقی نہیں چھوڑی اور مجھے اس محبت کا عوض منظور نہیں ہے حتیٰ کہ آپ نے حضرت زینجا سے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے اور اس نے مجھے بتایا کہ وہ تیرے لطن سے دوڑنے کے عطا فرمائے گا جن کو نبوت کے منصب پر فائز کرے گا حضرت زینجانے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے اور مجھے اس کا ذریعہ بنایا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتی ہوں اس وقت وہ آمادہ ہو گئیں۔ تو معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتا اسی لیے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں فرمایا۔

تَعَصَى إِلَهًا وَأَنْتَ تَطْهَرُ حُبَّهُ هَذَا  
لِعَمْرِي فِي الْفِعَالِ بَدِيعٌ كَوَكَّانَ  
حُبِّكَ صَادِقًا لَوْ طَعْتَهُ إِنَّ الْمُعْبَتَ  
لَمَنْ يَجِبُ مُطِيعٌ - تم اپنے معبود کی نافرمانی بھی کرتے ہو اور اس کی محبت کا  
دعویٰ بھی قسم بخدا! یہ عجیب عمل ہے۔ اگر تم اپنی محبت  
میں سچے ہوتے تو اس کی اطاعت کرتے کیوں کہ محب  
اپنے محبوب کی بات ماننا ہے۔

اسی سلسلے میں یہ بھی کہا گیا ہے۔

وَأَتْرُكُ مَا أَهْوَى لِمَا قَدْ هَوَيْتَهُ فَارَضِي  
بِمَا تَرْضَى وَإِنْ سَخَطْتَ نَفْسِي - اے محبوب میں تیری خواہش کے لیے اپنی خواہش کو بھی چھوڑ  
دیتا ہوں پس میں اس پر راضی ہوں جس پر تو راضی ہے اگرچہ  
میرا نفس ناراض ہو جائے۔



حضرت سہل رحمہ اللہ نے فرمایا محبت کی علامت یہ ہے کہ تم اپنے محبوب کو اپنے نفس پر ترجیح دو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والے تمام لوگ اس محبوب نہیں ہوتے بلکہ اس کا محبوب وہی ہے جو ممنوع کاموں سے اجتناب کرے۔ اور بات یہی ہے کیوں کہ بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت اس بات کا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے جیسے ارشاد فرمایا۔

وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔  
 يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ۔ (۱)  
 توجیب اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا تو دشمنوں کے خلاف اس کی مدد فرمائے گا اور اس کے دشمن اس کا نفس اور خواہشات میں پس اللہ تعالیٰ اسے نہ تو رسوا کرے گا اور نہ ہی اس کو خواہش و شہوت کے سپرد کرے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا  
 وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا۔  
 اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور  
 اللہ تعالیٰ کی دوستی بھی کافی ہے اور بطور مددگار وہ تمہیں  
 کافی ہے۔ (۲)

سوال :-

کیا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، اصل محبت کے خلاف ہے؟

جواب :-

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کمال محبت کی ضد ہے اصل محبت کی نہیں کتنے ہی لوگ اپنے آپ سے محبت کرتے ہیں اور وہ بیمار ہونے کی صورت میں صحت کے خواہشمند ہوتے ہیں لیکن وہ چیز کھاتے ہیں جو نقصان دہ ہے حلال کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ ضرر رساں ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے آپ سے محبت نہیں کرتے البتہ معرفت کمزور ہو جاتی ہے اور شہوت کے غالب آنے سے وہ حتیٰ محبت کو قائم رکھنے سے عاجز ہو جاتا ہے اس لیے روایت دلات کرتی ہے کہ نعیمان بہت جلد گن ہوں میں پکڑا جاتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جانا ایک دن وہ لایا گیا تو آپ نے اس پر حد قائم فرمائی ایک شخص نے اس پر لعنت بھیجی اور کہا کہ اس شخص کو اکثر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَلْعَنَنَّ قَاتِلَهُ يَحِبُّ اللَّهَ  
 اس پر لعنت نہ بھیجیو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ

(۱) قرآن مجید، سورہ مائدہ آیت ۴۲

(۲) قرآن مجید، سورہ نساء آیت ۴۲



دُرُوسُكۡءِ - (۱۱) صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔  
تو اس کو گناہ نے محبت سے نہ نکالا۔ ہاں بعض اوقات گناہ کی وجہ سے محبت کامل نہیں رہتی۔

کسی عارف کا قول ہے کہ جب ایمان دل کے ظاہر میں ہو تو اللہ تعالیٰ سے درمیانہ درجہ کی محبت رکھتا ہے اور جب ایمان دل کے اندر چلا جائے تو وہ اس سے انتہائی محبت کرتا ہے اور گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ محبت کے دعویٰ میں خطرہ ہے اسی لیے حضرت فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا جب تم سے پوچھا جائے کہ کیا اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو؟ تو تم خاموش رہو اگر تم کہو گے ”ہیں“ تو یہ کفر ہے اور اگر ”ہاں“ کہو گے تو تمہارا وصف مجہین والا وصف نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرو بعض علماء نے فرمایا کہ جنت میں اہل محبت و معرفت کو حاصل ہونے والی نعمت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور نہ جہنم میں اس شخص کے عذاب سے زیادہ عذاب ہے جو معرفت و محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اس میں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں پائی جاتی۔

محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ ذکر الہی کا بہت زیادہ حریص ہو اس کی زبان اس سلسلے میں نہ تو کوتاہی کرے اور نہ خالی ہو۔ کیوں کہ جو شخص کسی چیز سے محبت کرتا ہے وہ لازماً اس کا ذکر بجزرت کرتا ہے بلکہ اس کے متعلقین کا ذکر بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت اس کے ذکر اور قرآن پاک سے محبت کرنا ہے کیوں کہ یہ اس کا کلام ہے نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور جو چیز اس کی طرف منسوب ہوتی ہے اس سے محبت کرنا ہے کیوں کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کے محل کے کتوں سے بھی محبت کرتا ہے پس جب محبت مضبوط ہو جاتی ہے تو وہ محبوب سے متعدی ہو کر ہر اس چیز تک پہنچ جاتی ہے جس کا محبوب سے تعلق ہو اور یہ محبت میں شرکت نہیں ہے کیوں کہ جو شخص محبوب کے قاصد سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ وہ محبوب کا قاصد ہے اور اس کے کلام سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ وہ اس کا کلام ہے تو اس کی محبت محبوب کے غیر کی طرف نہیں جاتی بلکہ یہ تو اس کی محبت کے کمال کی دلیل ہے اور جس آدمی کے دل پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو وہ تمام مخلوق سے محبت کرتا ہے کیوں کہ وہ اس کی مخلوق سے تو وہ قرآن پاک، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت کیسے نہیں کرے گا۔

ہم نے اس بات کو اخوت و محبت کے بیان میں تحقیق سے بیان کیا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔  
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِيْ  
يُحِبِّبْكُمْ اللّٰهُ - (۲) پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

(۱) مصنف عبدالرزاق جلد ۷ ص ۲۸۱ حدیث ۱۳۵۵۲

(۲) قرآن مجید، سورہ آل عمران آیت ۳۱



ادرنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَجِبُوا لِلَّهِ لِمَا يَعْتَدُكُمْ بِهِ مِنْ نِعْمَةٍ  
وَأَجِبُوا لِلَّهِ تَعَالَى۔ (۱)

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں نعمت عطا فرماتا ہے  
اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرو۔

حضرت سیفان رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص اس آدمی سے محبت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے والے کی تعظیم کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرتا ہے۔

کسی مرید سے منقول ہے وہ کہتا ہے میں الادت کے دنوں میں مناجات کی علامت پاتا تھا تو میں نے دن رات قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی پھر مجھ سے تو تباہی ہوئی تو تلاوت چھوٹ گئی میں نے سنا کوئی شخص حالت نیند میں کہہ رہا ہے اگر تمہارا خیال ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو تم نے میری کتاب کے ساتھ کیوں ظلم کیا، کیا تم نے اس میں مذکور ہمارے لطیف عتاب پر غور نہیں کیا وہ کہتا ہے میں جاگانو میرے دل میں قرآن پاک کی محبت ڈال دی گئی تھی چنانچہ میں پہلی حالت کی طرف لوٹ آیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم میں کوئی شخص اپنے نفس سے قرآن پاک کے علاوہ کسی بات کا سوال نہ کرے اگر وہ قرآن پاک سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے بھی محبت کرے گا اور اگر قرآن پاک سے محبت نہیں تو اللہ تعالیٰ سے بھی محبت نہ ہوگی۔

حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت قرآن پاک سے محبت کرنا ہے نیز اللہ تعالیٰ اور قرآن پاک سے محبت کی علامت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت سنت سے محبت ہے اور سنت سے محبت کی علامت آخرت سے محبت کرنا ہے اور آخرت سے محبت کی علامت دنیا سے بغض رکھنا ہے اور دنیا سے بغض کی پہچان یہ ہے کہ ضروری اخراجات اور آخرت کے سوا کچھ نہ لے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ گوشہ نشینی اللہ تعالیٰ سے مناجات اور قرآن پاک کی تلاوت سے مانوس ہو۔ ہمیشہ تہجد پڑھے رات کے سکون اور مشاغل سے انقطاع کے ذریعے وقت کے خالص ہونے کو نصیبت جانے، محبت کا کم از کم درجہ محبوب سے خلوت کی اذیت حاصل کرنا اور اس کی مناجات سے لطف اندوز ہونا ہے جس شخص کے نزدیک نیند اور گفتگو میں مشغولیت مناجات خداوندی کے مقابلے میں زیادہ لذیذ ہو تو اس کی محبت کیسے صحیح ہوگی۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ بیاباڑ سے اتر رہے تھے تو کسی نے پوچھا آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس سے آ رہا ہوں (



حضرت داؤد علیہ السلام کی خبروں میں سے (اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا) میری مخلوق میں سے کسی سے مانوس نہ ہونا میں دو طرح کے آدمیوں کو اپنے آپ سے دور کرتا ہوں ایک وہ شخص جو ثواب کے ملنے میں تاخیر جان کر علیحدہ ہو اور دوسرا شخص وہ ہے جو مجھے قبول کر اپنے حال پر راضی ہوتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ میں اسے اس کے نفس کے سپرد کرتا ہوں اور دنیا میں حیران پریشان چھوڑتا ہوں۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کے غیر سے مانوس ہو تو جس قدر یہ اُنس ہوگا اسی قدر اللہ تعالیٰ سے وحشت ہوگی اور وہ درجہ محبت سے گر جائے گا۔

ایک حبشی غلام جس کا نام بُرخ تھا اور اس کے تو سول سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارش طلب کی تھی، کے واقعات میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ بُرخ میرا بہترین بندہ ہے لیکن اس میں ایک عیب ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے میرے رب! اس میں کیا عیب ہے؟ فرمایا اسے نسیم سحر اچھی لگتی ہے اور وہ اس سے سکون حاصل کرتا ہے اور جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے وہ کسی چیز سے سکون حاصل نہیں کرتا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک عابد نے عرصہ دراز تک کسی جنگل میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی پھر ایک پرندے کو دیکھا جس نے درخت پر آشیانہ بنایا اور اس میں بیٹھ کر چھیپتا ہے اس عابد نے کہا اگر میں اپنی عبادت کی جگہ اس درخت کے قریب کروں تو اس پرندے کی آواز سے مانوس ہوں گا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ فلاں عابد سے فرمائیں تم نے مخلوق سے اُنس حاصل کیا ہے تو میں نہ تیسرا درجہ کم کر دیا ہے اب تو اپنے کسی عمل سے اسے نہیں پاکے گا۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ محبت کی علامت محبوب سے کمال درجے کا اُنس اور مناجات ہے نیز اس کے ساتھ تنہائی سے لطف اندوز ہونا ہے اور جس کام سے خلوت میں نقص پیدا ہو اور لذت مناجات مکر ہو جائے وہ کامل وحشت ہے۔ اور اُنس کی علامت یہ ہے کہ عقل و فہم مکمل طور پر لذت مناجات میں مستغرق ہوں جیسے کوئی شخص اپنے معشوق کو پکارتا اور اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔

بعض لوگوں میں یہ لذت انتہا کو پہنچ گئی تھی حتیٰ کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کا گھر جل گیا لیکن ان کو پتہ نہ چل سکا اور ایک بزرگ کے پاؤں میں تکلیف تھی تو حالت نماز میں ان کا پاؤں کاٹا گیا لیکن ان کو اس کی خبر ہی نہ ہوئی۔

اور جب آدمی پر محبت و اُنس کا غلبہ ہوتا ہے تو خلوت و مناجات اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی ہے جس سے ذریعے تمام فکر دور ہو جاتے ہیں بلکہ اُنس اور محبت اس کے دل کو اس طرح گھیر لیتی ہے کہ جب تک اس کے سامنے دنیوی امور کا بار بار ذکر نہ کیا جائے اسے سمجھ نہیں آتی جیسے عاشق فریبغۃ زربان سے بول رہا ہوتا ہے اور اس کے باطن میں ذکر محبوب سے اُنس ہوتا ہے۔



تو محب وہ ہوتا ہے جو اپنے محبوب کے بغیر مطمئن نہیں ہوتا حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔  
 الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ  
 اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ  
 وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے  
 ذکر سے مطمئن ہوئے، سنو! اللہ تعالیٰ کے ذکر سے

اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔

(۱)

آپ نے فرمایا وہ دل مراد ہیں جو اس کے خواہشمند ہوں اور اس سے مانوس ہوتے ہیں۔  
 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی خالص محبت کا ذائقہ چکھا ہے تو وہ اسے طلب دنیا  
 سے روک دیتا ہے اور تمام انسانوں سے متنفر کر دیتا ہے۔

حضرت مطرف بن ابوبکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محب اپنے محبوب کی باتوں سے ملال میں نہیں پڑتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ جو شخص میری محبت کا دعویٰ کرے اور جب رات چھا جائے  
 تو وہ میرے ذکر کو چھوڑ کر سو جائے تو ایسا شخص جھوٹا ہے کیوں کہ وہ کیسا محب ہے جو محبوب کی ملاقات نہیں چاہتا  
 میں اس وقت طلب کرنے والوں کے لیے موجود رہتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! تو کہاں ہے کہ میں تیرا قصد کروں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تو  
 قصد کرے گا تو پہنچ جائے گا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ اپنے آپ سے بغض رکھتا ہے۔  
 انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ جس آدمی میں تین خصلتیں نہ ہوں وہ محب نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کو مخلوق کے کلام پر ترجیح دے،  
 مخلوق کی ملاقات کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو اور خدمتِ خلق کے مقابلے میں عبادت کو ترجیح دے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی جو کچھ اس سے چلا جائے اس پر افسوس کا اظہار  
 نہ کرے البتہ جس وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اطاعت نہ کرے اس پر بہت زیادہ افسوس کرے جب غفلت ہو جائے تو اس  
 وقت خوب توبہ و استغفار کرے۔

بعض عارفین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو اس سے محبت کرتے اور اس کے ساتھ ہی مطمئن ہوتے  
 ہیں تو اس طرح ان سے جو چیز چلی جائے اس پر افسوس نہیں ہوتا وہ نفسانی لذت میں مشغول نہیں ہوتے کیوں کہ ان کے  
 مالک کی ملک کامل ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے جو کچھ ان کے لیے ہے وہ ان کو پہنچاتا ہے اور جو ان سے جانا رہتا  
 ہے وہ ان کے لیے اس کی تدبیر فرماتا ہے۔



اور محب کو چاہیے کہ جب وہ کسی وقت غفلت کا شکار ہونے کے بعد اس سے رجوع کرے تو محبوب کی طرف متوجہ ہو اور یوں اس کے منہ کو دور کرے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور کہے کہ یا اللہ! تو نے میرے کس گناہ کے سبب مجھ سے اپنے احسان کو دور کیا اور مجھے اپنی بارگاہ سے دور فرمایا نیز مجھے میرے نفس اور شیطان کی اتباع میں مشغول کر دیا اس طرح ذکر خداوندی کی صفائی اور دل کی نرمی پیدا ہوگی اور سابقہ غفلت کا کفارہ ہوگا اور یہ لغزش نئے ذکر اور قلبی صفائی کا ذریعہ ہوگی۔

اور جب محب، محبوب کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتا اور سب کچھ اسی کی طرف سے دیکھتا ہے تو نہ انوسوس کرتا ہے اور نہ شک، بلکہ مکمل طور پر راضی ہوتا ہے اور اس بات پر یقین کرتا ہے کہ محبوب نے اس کے لیے وہی کچھ مقدر کیا ہے جس میں اس کی بھلائی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو یاد کرتا ہے۔

وَعَسَىٰ اَنْ تَكُوْنُوْا سَآئِيْغًا وَّهُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ  
 قَرِيْبٌ هِيَ كَمْ كَسِي حِيْزٍ كُوْنَا پَسْنَد كُرُوْا وِرُوْه تَهَارِے  
 لیے بہتر ہو۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کی محبت کی ایک اور علامت یہ ہے کہ اطاعتِ خداوندی سے آرام پائے اور اس کو بوجھ نہ سمجھے اور نہ اس میں تھکاوٹ محسوس ہو جیسے کسی بزرگ کا قول ہے کہ ہم نے بیس سال رات کو مشقت برداشت کی پھر بیس سال اس سے آسائش حاصل کی۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں محبت کی علامت ہمیشہ خوش رہنا اور اس طرح کوشش کرنا کہ اس سے بدن تھک جائے دل نہ تھکے بعض بزرگ فرماتے ہیں محبت کی حالت میں عمل کرنے سے تھکن نہیں ہوتی اور بعض علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا کبھی سیر نہیں ہوتا اگرچہ بڑے بڑے وسائل تک پہنچ جائے اس قسم کی تمام باتیں مشاہدات میں موجود ہیں بلکہ عاشقِ معشوق کی محبت میں کوشش کرنے سے نہیں تھکتا اور اس کی خدمت کو دل سے اچھا جانتا ہے اگرچہ یہ عمل اس کے بدن پر شاق ہو اور جب اس کا بدن تھک جائے تو اس کے نزدیک محبوب ترین چیز یہ ہوتی ہے کہ اس میں دوبارہ طاقت آجائے اور عاجزی ختم ہو جائے تاکہ وہ اس محبت میں مشغول ہو پس اللہ تعالیٰ کی محبت اس طریقے پر ہوتی ہے کہ اس کے غلبے کی صورت میں اس کی عبادت و اطاعت سے بہتر کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی۔

پس جس شخص کے نزدیک اس کا محبوب، سستی سے زیادہ پسندیدہ ہو تو وہ اس کی خدمت کے لیے سستی کو ترک کر دیتا ہے اور اگر مال سے زیادہ محبوب ہو تو اس کی محبت میں مال کو چھوڑ دیتا ہے۔

ایک محب نے اپنے محبوب کی خاطر اپنا جان و مال سب فدا کر دیا حتیٰ کہ اس کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا تو اس سے پوچھا گیا



اس محبت میں تیری یہ حالت کیسے ہوگی؟ اس نے کہا میں نے ایک دن ایک محب سے سنا وہ خلوت میں اپنے محبوب سے کہہ رہا تھا اللہ کی قسم میں پورے دل سے تجھے چاہتا ہوں اور تم مکمل طور پر مجھ سے پھرتے ہو محبوب نے اس سے کہا اگر تو مجھ سے محبت کرتا ہے تو بنا مجھ پر کیا فریج کرے گا؟ اس نے کہا اے میرے سردار! میں اپنا سارا مال تمہاری ملک کردوں گا مجھ پر سے اور پر اپنی جان فدا کر دوں گا۔ میں نے سوچا جب بندہ، بندے کے ساتھ اس طرح کرے تو بندے کو اپنے مہبود کے ساتھ کیسے کرنا چاہیے، تو محبت میں اسن ترقی کا یہ سبب ہے۔

محبت خداوندی کی ایک اور علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں پر شفیق اور مہربان ہو اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر اور ان تمام لوگوں پر بہت سخت ہو جو اس کی مرضی کے خلاف کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

أَشَدَّ أَعْسَىٰ الْكُفَّارِ رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ ۝۱۱

وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔

اور اس سلسلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے لیے آنے والے غصے سے کوئی عمل اسے پھیر نہ سکے اللہ تعالیٰ نے اپنے درستوں کا یہی وصف بیان فرمایا حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے درست (وہ لوگ ہیں جو میری محبت پر اس طرح فریفتہ ہوتے ہیں جیسے بچہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور وہ میرے ذکر کو اس طرح ٹھکانہ بناتے ہیں جس طرح پرندہ اپنے گھونسلے میں پناہ لیتا ہے۔ اور وہ میرے حرام کردہ کاموں پر اس طرح غصے میں آئے ہیں جس طرح پیتا کسی پر غضب ناک ہو کر غصے میں آتا ہے وہ لوگوں کی قلت و کثرت کی پرواہ نہیں کرتا۔ تو اس مثال کو دیکھو جب بچے کا دل کسی چیز پر آجاتا ہے تو وہ اسے بالکل نہیں چھوڑتا اور جب وہ چیز اس سے لی جائے تو وہ رونے اور چیخنے کے سوا کچھ نہیں کرتا حتیٰ کہ وہ چیز اسے واپس دی جائے پھر جب وہ سوچتا ہے تو اس کو اپنے ساتھ کپڑوں میں رکھ لیتا ہے اور جب جاگتا ہے تو دوبارہ اسے اٹھالیتا ہے اور اگر اس سے وہ چیز لے لی جائے تو وہ روتا ہے اور جب اسے پالیتا ہے تو ہنسنے لگتا ہے اور جو اس سے جھکڑا کرے وہ اسے ناپسند کرتا ہے اور جو اس کو وہ چیز دیتا ہے اس سے محبت کرتا ہے اور جیسے کو جب نصیحت آتا ہے تو وہ اپنے آپ میں نہیں رہتا حتیٰ کہ وہ شدید غصے کی حالت میں اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔

تو یہ محبت کی علامات ہیں پس جن شخص میں یہ علامات مکمل طور پر پائی جائیں اس کی محبت مکمل اور خالص ہوتی ہے اور آخرت میں اس کی شراب صاف اور میٹھی ہوگی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس کے غیر کی محبت کو شامل کرتا ہے اسے آخرت میں محبت کی مقدار میں نعمت حاصل ہوگی یعنی اس کی شراب میں مقررین کی کچھ شراب ملائی جائے گی جیسے اللہ تعالیٰ نے مقررین کے احوال سے متعلق فرمایا۔



بے شک نیک لوگ ضرور چین میں ہوں گے۔

إِنَّ الْبَرَّارَ لَفِي نَعِيمٍ - (۱)

پھر فرمایا۔

صاف شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی رکھی ہے  
اس کی مہر مُشک پر ہے اور اسی پر لپجانے والوں کو  
لپکانا چاہیے اور اس کا مزاج تسنیم سے ہے یہ وہ چشمہ  
ہے جس سے مفرجین پیتے ہیں۔

يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْمُومٍ خِنَامُهُ وَنَسِكٌ  
رَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ وَ  
مِرَاجِدٍ مِنْ نَسِيمٍ عَيْنَا يُشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ -

(۲)

نیک لوگوں کی شراب اس لیے اچھی ہوگی کہ اس میں مفرجین کی خالص شراب ملی ہوگی اور شراب سے مراد تمام جنبی نعمتیں  
ہیں جس طرح کتاب سے مراد تمام اعمال ہیں ارشاد خداوندی ہے۔

نیک لوگوں کے اعمال علیتین (بلند مقام) میں ہوں گے۔

إِنَّ كِتَابَ الْبَرَّارِ لَفِي عِلِّيِّينَ - (۳)

پھر ارشاد فرمایا۔

مقرب جس کی زیارت کرتے ہیں۔

(۴)

يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ -

تو ان کی کتاب (اعمال) کی بلندی کی علامت یہ ہے کہ وہ وہاں تک اٹھائے جاتے ہیں کہ فرشتے ان کو دیکھتے ہیں اور  
جس طرح نیک لوگ مفرجین کے قرب اور مشاہدہ کی وجہ سے اپنی حالت اور معرفت میں اضافہ پاتے ہیں اسی طرح آنحضرت  
میں بھی ان کی یہی حالت ہوگی۔

ارشاد خداوندی ہے۔

تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے۔  
جیسا ایک جان کا۔

مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بِكُمْ إِلَّا كُفَّيْ  
تَا حَادَّةٌ - (۵)

اور ارشاد فرمایا۔

جیسے ہم نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اسی طرح (تو) انہیں گے۔

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نَعْبُدُكَ - (۶)

(۱) قرآن مجید، سورۃ انفطار آیت ۱۳

(۲) قرآن مجید، سورۃ مطففین آیت ۲۵ تا ۲۸

(۳) قرآن مجید، سورۃ مطففین آیت ۱۸

(۴) قرآن مجید، سورۃ مطففین آیت ۲۱

(۵) قرآن مجید، سورۃ لقمان آیت ۲۸

(۶) قرآن مجید، سورۃ انبیاء آیت ۱۴



اور ارشاد خداوندی ہے۔

پورا پورا بدلہ ہے۔

حَبْرَاءَ وَقَضَاءً (۱)

یعنی ان کی جزا اعمال کے موافق ہوگی تو خالص عمل کی جزا خالص شراب اور مخلوط اعمال کی جزا مخلوط شراب ہوگی اور جس قدر محبت خداوندی اور اعمال میں ملاوٹ ہوگی اسی قدر شراب میں بھی ملاوٹ ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ  
يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔

پس جو شخص ذرہ برابر بھی نیک عمل کرے گا اسے  
(اس کی جزا کو) دیکھ لے گا اور جو آدمی ذرہ بھڑائی کرے  
گا وہ بھی اسے (اس کا بدلہ) دیکھ لے گا۔

(۲)

اور یہ بھی ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُ  
وَأَمَّا بِأَنفُسِهِمْ۔ (۳)

بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب  
تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَإِنَّ اللَّهَ لَوِ يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنَّ  
تَكُّ حَسَنَةً يَّضَاعِفْهَا۔ (۴)

اور بے شک اللہ تعالیٰ ذریعے کے برابر بھی ظلم نہیں  
کرتا اور اگر نیکی ہو تو اس کو بڑھا دیتا ہے۔

اور ارشاد فرمایا۔

وَإِنَّ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ  
أَتَيْنَا بِهَا وَكُفًىٰ بِنَا حَاسِبِينَ۔

اور اگر وہ (نیکی) رائی کے ایک دانے کے برابر ہو  
تو بھی ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے  
والے کافی ہیں۔ (۵)

(۵)

پس جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ سے محبت کی نعمتوں اور حُور و قصور کے لیے محبت کرتا تھا اسے جنت میں قادر کر

(۱) قرآن مجید، سورۃ النبا، آیت ۲۶

(۲) قرآن مجید، سورۃ الزلزال، آیت ۷، ۸

(۳) قرآن مجید، سورۃ بعد، آیت ۱۱

(۴) قرآن مجید، سورۃ النسا، آیت ۱۱

(۵) قرآن مجید، سورۃ النبا، آیت ۷۷



دیا جائے گا کہ جہاں چاہے رہے پس وہ بچوں کے ساتھ کھیلے گا اور عورتوں سے لطف اندوز ہوگا آخرت میں اس کی لذت کا خاتمہ اسی بات پر ہوگا کیوں کہ محبت میں ہر انسان کو وہی کچھ دیا جاتا ہے جو اس کا نفس چاہتا ہے اور اس سے اس کی آنکھوں کو لذت حاصل ہوتی ہے اور جس شخص کا مقصد آخرت کا مالک اور تمام کائنات کا مالک ہو اس پر صرف اسی کی خالص اور سچی محبت غالب ہوتی ہے وہ سچے ٹھکانے میں طاقت والے بادشاہ کے پاس آتا رہا جائے گا پس نیک لوگ جنت کے باغات سے متمتع ہوں گے اور جنت کے باغات میں ثورین، بچوں، اور مقررین دربار عالی کے ساتھ لطف اندوز ہوں گے اسی کی طرف تاگ لگائے ہوں گے اور اس لذت کے ایک ذرے کے مقابلے میں بھی جنت کی نعمتوں کو معمولی سمجھیں گے پس پیٹ اور شرمگاہ کی خواہشات کو پورا کرنے والے اور لوگ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بیٹھنے والے دوسرے لوگ ہوں گے۔

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَكْثَرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْبُلَّةُ وَعَلِيَّتُونَ لِذَوِي الْأَوْلِيَاءِ - (۱)

اکثر اہل جنت بھولے بھالے ہوں گے اور بلند مرتبہ عقل مند لوگ ہوں گے۔

اور جب علیین کا مفہوم ذہن میں نہیں آتا تو اس کا معاملہ بہت بڑا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا عَلِيَّتُونَ - (۲)

اور تمہیں کیا معلوم علیئیوں کیا ہے

جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الْقَارِعَةُ وَمَا الْقَارِعَةُ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ - (۳)

دل دہلانے والی، کیا ہے دل دہلانے والی اور تمہیں کیا معلوم دل دہلانے والی کیا ہے۔

محبت کی ایک اور علامت یہ ہے کہ محب اللہ تعالیٰ کی محبت میں خائف ہو اور اس کی ہدایت و تعظیم میں دہلا پٹلا ہو جائے بعض اوقات خیال کیا جاتا ہے کہ خوف، محبت کی ضد ہے حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ عظمت کا ادراک ہدایت کو جنم دیتا ہے جس طرح جمال کے ادراک سے محبت پیدا ہوتی ہے اور مخصوص محبت کے لیے مقام محبت میں ایسے خوف ہوتے ہیں جو دوسروں کے لیے نہیں ہوتے اور بعض خوف دوسرے بعض کے مقابلے میں سخت ہوتے ہیں پس سب سے پہلا خوف عدم توجہ کا ہے اور اس سے سخت خوف، حجاب کا خوف ہے اور اس سے بھی سخت خوف اپنے آپ سے دور کرنے کا خوف ہے۔

(۱) مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۹، کتاب الادب (وعلیون سے آگے کے الفاظ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں ۱۲۔ رب نواز

(۲) قرآن مجید، سورہ مطفین آیت ۱۹

(۳) قرآن مجید، سورہ القارعة آیت ۳ تا ۵



اور سورہ ہود جس نے تمام مجبین کے سردار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دیا، (۱)

میں یہی مضمون ہے جب آپ نے فرمایا۔

أَلَا بَعْدَ الْثَمُودَ - (۲)

سنو! قوم ثمود کے لیے دوری ہے۔

اور فرمایا۔

أَلَا بَعْدَ الْإِمْدَيْنِ كَمَا بَعَدَتْ ثَمُودٌ -

سنو! دین (دالوں) کے لیے دوری ہے جیسے ثمود کے

لیے دوری ہے۔ (۳)

بعد کی نسبت اور خوف اسی کے دل میں ہوتا ہے جو قرب سے مانوس ہو اور اس سے لطف اندوز ہوتا ہو۔ دور کے گئے لوگوں کے غمی میں دوری کی بات سن کر اہل قرب بوڑھے ہو جاتے ہیں اور جو آدمی دوری سے مانوس ہو وہ قرب کا شائق کیسے ہوگا اور جس شخص کے لیے قرب کی بساط ممکن نہ ہو وہ دوری کے خوف سے نہیں رزتا۔

پھر ٹھہر جانے اور زیادتی مراتب کے چلے جانے کا خوف ہوتا ہے ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ قرب کے درجات بے انتہا ہیں اور بندے پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت کوشش کرے حتیٰ کہ اس کا قرب بڑھ جائے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جس آدمی کے دو دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے اور جس کا آج، کل کے مقابلے میں برابر ہو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے۔

مَنْ اسْتَوَى يَوْمًا فَهُوَ مَقْبُورٌ وَمَنْ كَانَ يَوْمُهُ شَرًّا مِنْ أَمْسِهِ فَهُوَ مَلْعُونٌ - (۴)

اور اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میرے دل پر دن اور رات میں کچھ پردہ آجاتا ہے حتیٰ کہ میں اللہ تعالیٰ سے ستر مرتبہ بخشش طلب کرتا ہے۔

إِنَّهُ لَيَخَانُ عَلَى قَلْبِي فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ حَتَّى اسْتَغْفِرَ اللَّهُ سَبْعِينَ مَرَّةً - (۵)

آپ کا استغفار پہلے قدم کے طور پر تھا کیوں کہ دوسرے قدم کی نسبت پہلا قدم دوری قرار پاتا ہے اور سالکین کا

(۱) جامع ترمذی ص ۵۷۱، ابواب الشمائل

(۲) قرآن مجید سورہ ہود آیت ۶۸

(۳) قرآن مجید، سورہ ہود آیت ۹۵

(۴) تذکرۃ الموضوعات ص ۲۲، کتاب العلم

(۵) بیح مسلم جلد ۲ ص ۲۶۶، کتاب الذکر



راستے میں تھک جانا اور محبوب کے غیر کی طرف توجہ کرنا بھی ان کے لیے سزا ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جب کوئی عالم دینیوی خواہشات کو میری عبادت پر ترجیح دیتا ہے تو میں اسے کم از کم یہ سزا دیتا ہوں کہ اسے اپنی مناجات کی لذت سلب کر دیتا ہوں تو شہوت کے باعث درجات کے اضافے کا چھین لینا عوام کے حق میں سزا ہے اور خواص کا حال تو یہ ہے کہ صرف دعویٰ کرنے یا خود پتہ یا ابتدائی لطف و کرم کے ظہور پر پاس کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے ان کو مزید درجات سے حجاب میں کر دیا جاتا ہے اور یہ پتہ یہ مکر ہے جس سے صرف وہی لوگ بچ سکتے ہیں جن کے قدم راہ سلوک میں راسخ ہوتے ہیں پھر اس چیز کا خوف ہوتا ہے جس کے جاتے رہنے کے بعد دوبارہ اس کا حصول ممکن نہ ہو۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ یہاں حمت کے دوران ایک پہاڑ پر تھے تو آپ نے کسی کہنے والے سے سنا۔  
 كُلُّ شَيْءٍ مِنْكَ مَغْفُورٌ سِوَى الْإِعْرَاضِ عَنَّا  
 تمہارے تمام گناہ بخش دیئے گئے لیکن تمہارا ہم سے  
 قَدْ وَهَبْنَا لَكَ مَا قَاتَ فَمَهَبَ مَا قَاتَ  
 اعراض کرنا نہیں بخشا جائے گا جو تجھ سے فرت ہوا وہ معا  
 ہے اور جو ہم سے فرت ہوا تم اسے نظر انداز کرو۔  
 مینا۔

اس سے آپ پر اضطراب طاری ہوا اور آپ بیہوش ہو گئے حتیٰ کہ ایک دن رات آپ کو افاقہ نہ ہوا اور آپ پر بہت سے حالات طاری ہو گئے پھر فرمایا میں نے پہاڑ سے رٹنا اسے ابراہیم! بندہ ہو جاؤ فرماتے ہیں میں بندہ ہو گیا اور ہوش میں آیا۔

پھر محبوب سے بے غم ہو جائے یا بھول جانے کا خون ہے کیوں کہ محب ہمیشہ شوق، طلب اور حرص میں رہتا ہے مزید درجات کی طلب میں تو تباہی نہیں کرتا اور اسے لطف جدید سے تسلی ہوتی ہے اور اگر یہ بات نہ ہو تو یہ اس کے ٹھہر جانے یا رجوع کا سبب ہوتا ہے اور اس پر بے غمی اس طرح آتی ہے کہ اس کو سہم نہیں چلتا جس طرح بعض اوقات اس کی بے خبری میں اس پر محبت داخل ہو جاتی ہے۔

ان تبدیلیوں کے اسباب پوشیدہ آسمانی ہونے میں ان پر اطلاع انسانی طاقت سے باہر ہے جب اللہ تعالیٰ اس کو کسی خفیہ تدبیر کا نشانہ بنانا چاہتا ہے تو اس پر جو بے غمی طاری ہوتی ہے اسے مخفی رکھتا ہے پس بندہ امید ہی امید میں رہتا ہے اور حسن نظر یا غلبہ نفعیت یا خواہش یا بھول جانے کی وجہ سے دھوکہ کھاتا ہے۔

یہ سب شیطانی لشکر ہیں جو فرشتوں کے لشکروں یعنی علم، عقل، ذکر اور بیان پر غالب آتے ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں جو وصف ظاہر ہوتے ہیں وہ جو شجاعت کا تقاضا کرتے ہیں اور وہ لطف و رحمت اور حرکت کا اوصاف میں اسی طرح بندے کے بعض اوصاف جو روشن ہوتے ہیں وہ بے غمی کا باعث بنتے ہیں جیسے جبر، عزت اور استغناء وغیرہ اور یہ کمزور و بے اختیار اور محرومی کے مقدمات ہیں۔



پھر اس بات کا خون ہوتا ہے کہ دل محبت الہی سے اس کے غیر کی محبت کی طرف منتقل نہ ہو جائے یہی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے اور محبوب سے بے غمی اس مقام کا مقدمہ ہے جب کہ منہ پھیرنا اور حجاب بے غمی کا مقدمہ ہے اور تنگی سے سینے کی گھٹن دوام ذکر سے تنگ پڑ جانا اور وظائف اوراد سے ملال محسوس کرنا اعراض و حجاب کے اسباب و مقدمات ہیں اور ان اسباب کا ظہور مقام محبت سے ناراضگی کے مقام کی طرف انتقال ہے ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جب کہ ان امور سے ہمیشہ خائف رہنا اور مراقبہ کی صفائی کے ذریعے ان سے بچنا سچی محبت کی دلیل ہے کیوں کہ جو شخص کسی چیز سے محبت کرتا ہے وہ لامحالہ اس کے چلے جانے کا ڈر محسوس کرتا ہے پس محب کو ہر وقت خوف رہتا ہے جب اس کا محبوب ایسا ہو جس کا جانا ممکن ہو۔

کسی عارف کا قول ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف محبت سے کرتا ہے اس میں خوف شامل نہیں ہوتا وہ زیادہ پاؤں پھیلائے اور نازکی و صبر سے ہلاک ہو جاتا ہے اور جو آدمی محبت کے بغیر محض خوف سے عبادت کرتا ہے تو وہ وحشت اور دوری کی وجہ سے اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور جو شخص محبت اور خوف دونوں کے باعث اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے لہذا اس کو اپنے قریب کرنا اور قدرت و علم عطا فرماتا ہے۔ پس محب خوف سے خالی نہیں ہوتا اور ڈرتے والا محبت سے خالی نہیں ہوتا لیکن جس آدمی پر محبت غالب ہو سکتی ہے اس میں خوب پھیل جائے اور خوف معمولی ہونو کا جاتا ہے کہ یہ مقام محبت میں ہے اور اسے مجاہد میں شمار کیا جاتا ہے اور خوف کی آمیزش محبت کے نشے کو کچھ تسکین دے گی۔

پس اگر محبت غالب ہو اور معرفت بھی زیادہ ہو تو بشری طاقت اس کو برداشت نہیں کر سکتی البتہ خوف کی وجہ سے اس میں کچھ اعتدال آجاتا ہے اور دل پر اس کا وقوع خفیف ہوتا ہے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ کسی صدیق نے ایک ابدال سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ مجھے تھوڑی سی معرفت عطا فرمائے چنانچہ انہوں نے دعا کی (اور وہ قبول ہو گئی) تو اس بزرگ کا حال یہ ہوا کہ وہ پہاڑوں میں سرگرداں پھرنے لگے ، عقل حیران اور دل پریشان ہو گیا سات دن اس طرح گزرے گئے کہ نہ اس نے کسی چیز سے نفع اٹھایا اور نہ کسی چیز نے اس سے نفع اٹھایا۔

اس صدیق نے بارگاہ خلدندی میں درخواست کی کہ یا اللہ کچھ معرفت کم کر دے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اتفاق فرمایا کہ ہم نے معرفت کے ایک لاکھ اجزاء میں سے صرف ایک جزو ان کو دی تھی کیوں کہ ایک لاکھ آدمیوں نے مجھ سے اس وقت محبت کا سوال کیا جب اس نے سوال کیا تھا میں نے دعا قبول کرنے میں تاخیر کی حتیٰ کہ تم نے اس کی سفارش کی تو میں نے جہاں تمہاری دعا قبول کی دوسروں کی دعا بھی قبول کی اور اس کی طرح ان کو بھی معرفت عطا کی میں نے معرفت کے ایک ذریعے کو ایک لاکھ بندوں میں تقسیم کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا۔



اس مدیق نے کہا اے تمام حاکموں کے حاکم! تو پاک ہے جو کچھ تو نے اسے عطا کیا ہے اس میں سے کچھ کم کر دے اللہ تعالیٰ نے اس لاکھوں حصے میں سے صرف دس ہزاروں حصہ رہنے دیا باقی اٹھایا تو اس کا خون، محبت اور امید اعتدال پر آگئے اور اسے سکون مل گیا چنانچہ وہ باقی عارفین کی طرح ہو گیا عارف کے سال کا وصف یوں بیان کیا گیا ہے۔

اس کا وصف قریب اور مقصود بعید ہے اور وہ تمام آزاد لوگوں اور غلاموں سے دور ہے اس کا علم اور دیگر وصف غریب (اجنبی) ہیں اور اس کا دل لوہے کی تختیوں کی طرح ہے اس کے معانی آنکھوں سے نہایت بند سوائے شہید کے۔

وہ اپنے اوقات میں عیدوں کو جاری دیکھتا ہے اور اس کے لیے ہر روز ہزاروں عیدیں ہیں دوست احباب عید بہت خوش ہوتے لیکن وہ اس عید پر سرور نہیں پاتا۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کچھ اشعار پڑھتے اور ان سے احوال عارفین کے اسرار کی طرف اشارہ فرماتے اگر چہ ان اسرار کا اظہار ناجائز ہے وہ یہ اشعار پڑھتے۔

میں ایسے لوگوں کے ساتھ چلا کہ ان کے دل ہزاروں ہیں میں پس وہ بزرگی و فضل والی ذات کے قریب ایسے میدان میں اترے جو اس کی ظلِ قدس کے قرب میں ہے وہاں ان کی ارواح پھرتی اور ادھر ادھر جاتی ہیں وہ وہاں عزت و عقل والے مقام پر اترے اور اس سے زیادہ کامل مقام سے نکلنے میں وہ ایسی ذات کی عزت میں چلتے ہیں جو اپنی صفات میں متفرد ہے اور وہ توحید کے لباس میں ناز سے چلتے ہیں اس کے بعد وہ ہے جو اس کی صفات کو کھٹکتا ہے اور اس کا چھپانا زیادہ مناسب ہے عنقریب میں اس سلسلے

قَرِيبُ الْوَحْدِ ذُو مَرَجٍ بَعِيدٍ  
عَنِ الْأَمْرَارِ مِنْهُمْ وَالْعَبِيدِ  
غَرِيبٌ أَنْوَصَفِ ذُو عِلْمٍ غَرِيبٍ  
كَأَنَّ فُؤَادَهُ زُبْرًا حَدِيدٍ  
لَقَدْ عَزَّتْ مَعَانِيهِ وَجَدَّتْ  
عَنِ الْإِبْصَارِ إِلَّا لِلشَّهِيدِ  
يَرَى الْأَعْيَادِ فِي الْأَوْقَاتِ تَجْرِي  
لَهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ أَلْفٌ عِيدٍ  
وَلَا حَبَابَ أَفْرَاحٍ بَعِيدٍ  
وَلَا يَجِدُ السُّرُورَ لَهُ بَعِيدٍ

سِرْتُ بِنَانِي فِي الْغَيْبِ قُلُوبُهُمْ  
فَعَلَوْ بِقُرْبِ الْمَاجِدِ الْمُتَفَضِّلِ  
عَمَّا صَاقِبُ رَبِّ اللَّهِ فِي ظِلِّ قُدْسِهِ  
تَجُولُ بِهَا أَرْوَاحُهُمْ وَتَنْفُلُ  
مَوَارِدُهُمْ فِيهَا عَلَى الْعِزِّ وَالنُّهَى  
وَمَصْدَرُهُمْ عَنْهَا لِمَا هُوَ الْكَمَلُ  
تَرَوْحُ بِعِزِّ مُفَرِّدٍ مِنْ صِفَاتِهِ  
وَفِي حُكْلِ التَّوْحِيدِ تَمْشِي وَتُرْقِلُ  
وَمِنْ بَعْدِ هَذَا مَا تَدَقُّ صِفَاتُهُ  
وَمَا كُنْتُمْ أَوْلَى لَدَيْهِ وَأَعْدَلُ



سَأَلْتُمْ مِنْ عَلَمِي بِهِ مَا يَسُوتُهُ  
وَأَبْدَلُ مِنْهُ مَا أَرَى الْحَقَّ يَبْدُلُ  
وَأَعْطِي عِبَادَ اللَّهِ مِنْهُ حَقُّوقَهُمْ  
وَأَمْنَعُ مِنْهُ مَا أَرَى الْمَنَعَ بَفَضْلُ  
عَلَى أَنْ يَلْرَحْمَنُ سِرًّا يَسُوتُهُ  
إِلَى أَهْلِهِ فِي السِّرِّ وَالصَّوْنِ أَحْمَدُ

میں اپنے علم کا وہ حصہ چھپاؤں گا جس کا چھپانا ضروری ہے  
ہے اور جس کو استعمال کرنا صحیح ہے اس کو ظاہر کروں  
گا اس سے بندوں کے حقوق دوں گا اور جس کا راز باہر  
ہے اس کو روکوں گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے جسے  
وہ اس کے اہل لوگوں تک پوشیدگی کے ساتھ پہنچاتا  
ہے اور حفاظت زیادہ اچھی ہے۔

اس قسم کے معارف جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان میں سب لوگوں کا شریک ہونا جائز نہیں اور جس کے لیے یہ منکشف ہوں اس کے لیے جائز نہیں اور جس کے لیے یہ منکشف ہوں اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے سامنے ظاہر کرے جس کے لیے منکشف نہیں ہوئے بلکہ اگر اس میں تمام لوگوں کی شرکت ہو تو دنیا کا نظام تباہ و برباد جائے پس حکمت کا تقاضا ہے کہ سب پر غفلت رہے تاکہ دنیا آباد رہے بلکہ اگر سب لوگ چالیس دن تک حلال کھانا کھائیں تو ان کے شہرہ کی وجہ سے دنیا تباہ ہو جائے اور بازاری اور رزق کے تمام ذرائع ختم ہو جائیں بلکہ اگر علماء حلال کھائیں تو وہ اپنے آپ میں ہی مشغول ہو جائیں اور بے شمار علوم کی نشرو اشاعت سے زبانیں اور قلمیں رک جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کاموں میں حکمت رکھی ہے جو بظاہر برے ہیں جس طرح اچھے کاموں میں اس کی حکمتیں اور اسرار ہیں اور اس کی قدرت کی طرح حکمت کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی حرام رزق کھائے جان بوجھ کر حرام رزق حاصل کرنا گناہ ہے حکمت خداوندی بیان ہوئی ہے ۱۲ ہزار دی (۱)

محبت خداوندی کی ایک علامت یہ ہے کہ محبت کو چھپائے اور دعویٰ کرنے سے پرہیز کرے اور محبوب کی تعظیم، اجلال اور ہیبت کی وجہ سے وجد کو ظاہر کرنے سے بچے کیوں کہ اس کے راز کو ظاہر کرنا اس کی غیرت کے خلاف ہے اور محبت بھی محبوب کے اسرار میں سے ایک ہے اور بعض اوقات دعویٰ میں اصل بات سے زائد بات منہ سے نکل جاتی ہے اور یہ بہت نادر ہوگا جس کا نتیجہ آخرت میں برا ہے۔ اور دنیا میں بھی آزمائش ہوتی ہے ہاں بعض اوقات محب کو محبت کا نشہ اس قدر ہوتا ہے کہ وہ اس میں مدہوش ہو جاتا ہے اور اس کے احوال میں اضطراب پیدا ہوتا ہے اس وقت محبت ظاہر ہوتی ہے پس اگر اس قسم کا اظہار کسی تکلیف اور اختیار کے بغیر سرزد ہو تو وہ مجبور ہوگا کیوں کہ وہ مغلوب ہوا اور بعض اوقات آتش محبت شعلہ زن ہوتی ہے کہ کسی کو اس کی تاب نہیں ہوتی اور کبھی اس سے دل بہہ جاتا ہے تو اس بہاؤ کو روکا نہیں جاسکتا۔

پس جو شخص راز کو چھپانے پر قادر ہو تو وہ یوں کہتا ہے۔



اگر یہ وہ کہتے ہیں کہ درست قریب سے لیکن میں سورج کی شعاعوں کے قریب ہو کر کیا کروں اگر یہ وہ میرے کمرے میں ہوں میرے دل میں صرف اسی کا ذکر ہے اور میرے سینے میں محبت و شوق کی آگ شعلہ زن رہتی ہے۔

رَقَالُوا قَرِيبًا نَّاسُ مَا اَنَا مَا نَعْرِفُ  
بِقُرْبِ شُعَاعِ الشَّمْسِ لَوْ كَانَ فِي حُجْرِي  
فَمَا لِي مِنْهُ عَيْتٌ ذِكْرِي بِخَاطِرٍ  
يَهْبِجُ نَارَ الْحُبِّ وَالشَّوْقِ فِي صَدْرِي

اور جو شخص اس راز کو چھپانے سے عاجز ہو وہ کہتا ہے۔

وہ چھپاتا ہے لیکن آنسو اس کے اسرار کو ظاہر کر دیتے ہیں اور آہ بھرا اس کے وجد کو ظاہر کرتا ہے۔

يُخْفِي قَيْبِي لَدَى مَعِ اسْرَارَهُ  
وَيُظْهِرُ الْوَجْدَ عَلَيْهِ النَّفْسُ

وہ یہ بھی کہتا ہے۔

اور جن کا دل اس کے غیر کے ساتھ ہو اس کا حال کیا ہو گا اور جن کا راز اس کی ہلکوں میں ہو وہ کیسے چھپائے گا۔

وَمَنْ قَلْبُهُ مَعَ غَيْرِهِ كَيْفَ حَالُهُ  
وَمَنْ سِرُّهُ فِي جَيْبِهِ كَيْفَ يَكْتُمُهُ

بعض عارفین فرماتے ہیں لوگوں میں سے وہ شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ دُور ہوتا ہے جو اس کی طرف اشارہ زیادہ کرے۔ گویا ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر چیز میں بناوٹ سے کام لے اور اس طرح ہر ایک کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ ایسا آدمی مجبین اور اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والوں کے نزدیک ناپسندیدہ اور غضب کے لائق ہے۔

حضرت ذوالنون مہری رحمہ اللہ اپنے کسی بھائی کے پاس تشریف لے گئے جو محبت کا ذکر کرتا تھا تو آپ نے اسے استعجاب میں مبتلا کر دیا تو فرمایا جو اس کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو محسوس کرے وہ اس سے محبت نہیں کرتا اس شخص نے کہا میں کہتا ہوں وہ شخص اللہ تعالیٰ کا محب نہیں جو اس کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کی لذت محسوس نہیں کرتا حضرت ذوالنون رحمہ اللہ نے فرمایا میں کہتا ہوں جو شخص محبت میں شہرت چاہتا ہے اسے اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں اس پر اس آدمی نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

سوال :-

محبت، مقامات کی انتہا ہے اس لیے اس کا ظاہر کرنا بہتر ہے تو اس کے اظہار کو برا کیوں قرار دیا گیا۔

جواب :-

جان لو کہ محبت قابل تعریف ہے اور اس کا ظاہر ہونا بھی محمود ہے البتہ بتکلف ظاہر کرنا برا ہے کیوں کہ اس میں دعویٰ اور تکبر ہے اور محب کا حق توبہ ہے کہ اس کی پوشیدہ محبت افعال و احوال سے ظاہر ہو احوال سے نہیں۔ اور مناسب یہ ہے کہ اس کی محبت قصد و ارادے کے بغیر ظاہر ہو اور وہ ایسے فعل کو بھی ظاہر نہ کرے جو محبت پر دلالت کرتا ہے بلکہ محب کو چاہیے کہ صرف محبوب کو مطلع کرنے کا ارادہ کرے دوسروں کی اطلاع کا ارادہ محبت میں شریک ہے اور اس میں



خلل پیدا کرتا ہے جیسا کہ انجیل میں آیا ہے کہ جب تم صدقہ کرو تو اس طرح کرو کہ تمہارے ہاتھ کے عمل کا بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو اس کا بدلہ اعلیٰ طور پر وہ دے گا جو پوشیدہ باتوں کو دیکھتا ہے اور جب تم روزہ رکھو تو اپنے چہرے کو دھو لو اور سر میں تیل لگاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس کا علم نہ ہو پس قول اور فعل دونوں کو ظاہر کرنا مذموم ہے ہاں جب محبت کا نشہ غالب ہو تو زبان بولتی ہے اور اعضاء میں بے چینی پائی جاتی ہے تو اس صورت میں اس پر کوئی ملامت نہیں۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی مجنون سے ایسا عمل دیکھا جس سے اپنے آپ کو ناواقف پایا اس نے یہ بات حضرت معروف کفری رحمہ اللہ سے عرض کی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا اسے بھائی! اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے چھوٹے بڑے، عقلمند اور مجنون سب طرح کے لوگ ہیں تم نے جو حالت دیکھی ہے وہ مجنون محبت کی حالت ہے۔ محبت کو ظاہر کرنا اس لیے بھی ناپسند ہے کہ محب اگر عارف ہے اور دائمی محبت اور لازمی شوق کے سلسلے میں فرشتوں کے احوال سے واقف ہے کہ وہ دن رات کسی کو تاہی کے بغیر اس کی تسبیح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور ان کو جو حکم دیا جاتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں تو اسے اپنے آپ سے اور محبت کے اظہار سے شرمندگی ہوتی ہے اور وہ قطعی طور پر جان لیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مملکت میں سب سے کمزور محب ہے اور اس کی محبت ناقص ہے۔

کسی صاحب کشف محب نے فرمایا کہ میں نے تیس سال تک دل اور اعضاء کے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس میں خوب محنت کی اور جس قدر طاقت تھی خرچ کی حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا رتبہ ہے اور آسمانی نشانوں کے مکاشفات سے متعلق کئی باتیں ذکر کیں، یہ ایک طویل قصہ ہے اس کے آخر میں فرمایا میں فرشتوں کی ایک صف میں پہنچا جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات کے برابر تھی میں نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہیں ہم تین لاکھ سال سے یہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں ہمارے دلوں میں اس کے سوا کسی کا خیال نہیں آیا اور نہ ہی ہم نے کسی اور کا ذکر کیا وہ بزرگ فرماتے ہیں ریہ سن کر مجھے اپنے اعمال سے بہت حیا آیا تو میں نے اپنے تمام اعمال ان لوگوں کو بخش دیئے جن کے لیے عذاب ثابت ہو گیا تھا تاکہ ان کے لیے جہنم میں آسانی ہو۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ جو شخص اپنے آپ کو پہچان لیتا ہے وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اور اس سے اس طرح حیا کرتا ہے جیسے حیا کرنے کا حق ہے تو اس کی زبان دعویٰ کرنے سے گنگ ہو جاتی ہے البتہ اس کی حرکات و سکنات اور کسی عمل کا اقلام یا اعراض وغیرہ اس کی محبت پر گواہی دیتے ہیں جیسے حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے وہ فرماتے ہیں ہمارے استاد حضرت مری سفلی رحمہ اللہ بیمار ہو گئے اور ہمیں ان کی بیماری کا سبب بھی معلوم نہ ہو سکا اور دوائی کے بارے میں بھی پتہ نہ چل سکا ہمیں ایک ماہ طبیب کے بارے میں بتایا گیا تو ہم ان کا فارورہ لے کر اس کے پاس گئے طبیب نے اسے دیکھا اور کچھ دیر تک دیکھا رہا پھر کہا مجھے یہ کسی عاشق کا پیشاب نظر آتا ہے حضرت جنید رحمہ اللہ



فرتے ہیں یہ بات سن کر گر پڑا اور بیہوش ہو گیا اور وہ قارورہ میرے ہاتھ سے گر پڑا۔  
 پھر میں حضرت سہری رحمہ اللہ کے پاس آیا اور تمام بات بتادی وہ مسکرائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے وہ  
 کس قدر سچا رکھتا ہے میں نے کہا اسے استاذ ابکی پیشاب سے بھی محبت کا پتہ چلتا ہے؟ فرمایا ہاں —  
 ایک مرتبہ حضرت سہری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا اگر میں چاہوں تو یوں کہوں کہ میری ہڈیوں پر میرے چمڑے کو اس کی محبت نے  
 خشک کیا اور میرے جسم کو بھی اسی محبت نے کھینچا پھر ان پر بیہوشی طاری ہو گئی اور یہ بیہوشی اس بات کی دلیل تھی کہ انہوں  
 نے یہ بات غلبہ و جد میں اس وقت فرمائی جب بیہوشی آنے والی تھی — تو محبت کی علامات اور اس کے نتیجے  
 کا یہ بیان تھا۔

محبت کی علامات میں اُنس اور رضا بھی ہے جن کا بیان عنقریب ہو گا خلاصہ یہ ہے کہ دین کے تمام محاسن اور  
 مکارم اخلاق محبت کا ثمرہ ہیں اور اگر محبت کا ثمرہ نہ ہو تو وہ خواہش کی اتباع ہے اور یہ نہایت ہی بُرے اخلاق سے ہے  
 ان بعض اوقات آدمی اللہ تعالیٰ سے اس کے احسانات کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور بعض اوقات اس کا جلال و  
 جمال باعث محبت ہوتا ہے اگرچہ اس کا احسان نہ ہو اور محبت کرنے والے ان دو قسموں سے باہر نہیں جاتے۔ اسی لیے  
 حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے سلسلے میں بندے عام بھی ہیں اور خاص بھی، عام لوگوں نے یہ مرتبہ  
 اس لیے پایا کہ وہ ہمیشہ اس کے احسانات اور نعمتوں کی کثرت کو دیکھتے ہیں تو وہ اسے راضی کئے بغیر نہیں رہ سکتے البتہ  
 انعامات و احسانات کی کمی زیادتی سے ان کی محبت بھی کم اور زیادہ ہوتی ہے لیکن خاص لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر،  
 قدرت علم، حکمت اور سلطنت میں یکتائی کے باعث اس کی عظمت کے پیش نظر محبت کا مقام حاصل کیا۔

جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ اور اسمائے حسنیٰ کی پہچان حاصل کر لی تو وہ اس سے محبت کئے بغیر  
 نہ رہ سکے کیوں کہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ اس بنیاد پر محبت کا مستحق ہے اس لیے وہ ان صفات کا اہل ہے  
 اگرچہ ان سے تمام نعمتیں چلی جائیں۔

ہاں بعض لوگ اپنی خواہشات نفسانیہ اور شیطان لعین سے محبت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے لیکن اس  
 کے باوجود ان کو دھوکہ ہوتا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں حالانکہ ان لوگوں میں محبت کی ان  
 علامات میں سے کوئی علامت نہیں پائی جاتی اور گرہ ہوتی ہے تو وہ محض منافقت، ریاکاری اور شہرت کی وجہ سے ایسا  
 دکھاتے ہیں اور ان کی غرض دنیا کا فوری نفع ہے جب کہ وہ اس کے خلاف ظاہر کرتا ہے جس طرح عماد مسود اور برے  
 قاری اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کے دشمن ہیں۔

حضرت سہل رحمہ اللہ جب کسی انسان سے کلام کرتے تو فرماتے اے دوست! اے محبوب! آپ سے عرض کیا گیا  
 کہ بعض اوقات مخاطب دوست نہیں ہوتا تو آپ اسے کس طرح دوست کہتے ہیں؟ حضرت سہل رحمہ اللہ نے سوال کرنے



والے کئے کان میں کہا کہ یہ دو حال سے خالی نہیں مومن ہوگا یا منافق ہے اگر مومن ہے تو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور منافق ہے تو شیطان کا دوست ہے۔

حضرت ابو تراب نخعی رحمہ اللہ نے محبت کی علامات کے سلسلے میں چند اشعار کہے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

دھوکہ نہ دے محبت کرنے والے کی کچھ علامات ہیں اور  
محبوب سے پہنچنے والے تحائف ہیں ان میں سے ایک یہ  
ہے کہ محبوب کی طرف سے پہنچنے والی کڑوی تکلیف کو بھی  
برداشت کرے اور محبوب اس کے ساتھ جو سلوک  
کرے اس پر خوش ہو اگر وہ نعمت روک دے تو اسے  
مقبول عطیہ سمجھے اور فقر کو عزت اور فوری اچھائی خیال  
کرے محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت  
کا عزم کرے اگرچہ ملامت گریا بار ملامت کرے۔

محبت کی علامت یہ بھی ہے کہ ہونٹوں پر تیسیم ہو اور دل  
محبوب کی یاد میں سخت غمزہ ہو اور محبت کی ایک  
علامت یہ ہے کہ وہ اس شخص کی بات کو سمجھنے والا  
دکھائی دے جو اس کے پاس سائل کو ترجیح دے اور  
محبت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تنگ دست نظر آئے  
اور اپنی گفتگو میں احتیاط برتنے والا ہو۔

لَا تَتَّخِذْ عَنْ فَلِدِّجِيْبٍ دَكَاِئِلُ  
وَلَدَ بِهِ مِنْ تَحْفِ الْحَبِيْبِ رَسَائِلُ  
مِنْهَا تَنْغِيْمُهُ بِمِرِّ بَلَاِئِهِ  
وَسُرُوْرُهُ فِيْ كُلِّ مَا هُوَ فَاعِلٌ  
فَالْمَنْعُ عَنْهُ عَطِيَّةٌ مَّقْبُوْلَةٌ  
وَالْفَقْرُ كَرَامَةٌ وَبِرُّ عَاجِلٌ  
وَمِنْ اَللَّهِ اَلدَّلِيْلُ اَنْ تَرَى مِنْ عَرْفِهِ  
طَوْعَ الْحَبِيْبِ وَاِنْ اَلَحَّ الْعَاذِلُ  
وَمِنْ اَلدَّلَاِئِلِ اَنْ يَّرَى مُتَبَسِّمًا  
وَالْقَلْبُ فِيْهِ مِنَ الْحَبِيْبِ يَلْدُ بِلُ  
وَمِنْ اَلدَّلَاِئِلِ اَنْ يَّرَى تَتَفَهَمًا  
يَكُوْمَهُ مَنْ يُّحْطِيْ كَدِيْهِ اَلسَّائِلُ  
وَمِنْ اَلدَّلَاِئِلِ اَنْ يَّرَى مَتَقَشِّفًا  
مُتَحَفِّظًا مِنْ كُلِّ مَا هُوَ قَائِلٌ

اور حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا۔

محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ تم محب کو چست دیکھو  
اور وہ پانی کے کناروں پر نظر آئے۔ اور وہ رات  
کے اندھیرے میں گریہ اور آہ و زاری کرے نیز وہ  
جہاد اور ہر اچھے کام کی طرف سفر کرے نیز ذلت والے  
گھر اور ذرائع ہونے والی نعمتوں سے بے رغبت ہو۔

وَمِنْ اَلدَّلَاِئِلِ اَنْ تَرَاهُ مُتَمِرًا  
فِيْ خُرْفَتَيْهِ عَلٰى شَطُوْطِ السَّاحِلِ  
وَمِنْ اَلدَّلَاِئِلِ حُرْبُهُ وَنَحِيْبُهُ  
جَوْنُ الظَّلَامِ فَمَا لَهُ مِنْ عَاذِلٍ  
وَمِنْ اَلدَّلَاِئِلِ اَنْ تَرَاهُ مُسَافِرًا  
نَحْوَالِجْمَادِ وَكُلِّ فِعْلٍ فَاْضِلٍ  
وَمِنْ اَلدَّلَاِئِلِ زُهْدُهُ فَيَمَّا يَّرَى

مِنْ دَارِ ذُلِّ وَالتَّعِيْمِ السَّزِيْلِ



محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ تم اسے روٹنا ہو اور دیکھو  
اگر وہ اپنے آپ کو برسے کاموں میں دیکھے نیز یہ  
بھی محبت کی علامت ہے کہ وہ اپنے تمام امور کو  
اپنے مالک کے سپرد کر دے۔

نیز یہ کہ وہ اپنے مالک کی طرف سے آنے والے ہر  
حکم پر راضی ہو یہ بھی محبت کی علامت ہے کہ لوگوں کے  
سامنے ہنستا ہے لیکن اس کا دل اس شخص کے دل  
کی طرف منگین ہوتا ہے جس کا پچھ گم ہو جائے۔

وَمِنَ الدَّٰثِلِ اَنْ تَرَآهُ بَاكِیًا  
اِنْ قَدَرَآهُ عَلٰی قَبِيْحٍ فَعَاثِلِ  
وَمِنَ الدَّٰثِلِ اَنْ تَرَآهُ مُسَلِّمًا  
كُلَّ الدُّمُوْرِ اِلَیْكَ  
وَمِنَ الدَّٰثِلِ اَنْ تَرَآهُ لَا ضِیَا  
بِمَلِیْكَہِ فِی كُلِّ حُكْمٍ نَاذِلِ  
وَمِنَ الدَّٰثِلِ فُحْكُهُ بَیْنَ الدَّرٰی  
وَالتَّقَلُّبِ مَحْزُوْنٌ لِّقَلْبِ الشَّاكِلِ  
فصل ۱۲:

## اللہ تعالیٰ سے انس کا معنی

ہم نے ذکر کیا ہے کہ انس، خوف اور شوق محبت کے آثار میں سے ہیں لیکن یہ آثار مختلف ہیں محب کی نظر اور  
غلبہ کیفیت کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں جب اس پر وہ غیب کے پیچھے سے انتہائے جمال تک اطلاع غالب ہو اور  
جلال کی حقیقت سے واقف ہونے سے اپنا قاصر ہونا سمجھ جائے تو دل اس کی طلب میں براہ گنجتہ ہوتا ہے اور اس کی طرف  
جوش مارتا ہے اس حالت کو شوق کہا جاتا ہے اور یہ امر غائب کی نسبت سے ہوتا ہے۔

اور جب اس پر قرب اور کشف سے حاصل ہونے والے مشاہدہ حضوری پر خوشی غالب ہو اور اس کی نظر صرف اس جمال  
کے مطالعہ تک محدود ہو جو حاضر اور واضح ہے اس کی طرف تو جذبہ ہو جس کا ادراک بعد میں ہوگا تو جو کچھ دیکھا ہے اس کی وہ  
سے دل خوش ہوتا ہے اور اس خوشی کو انس کہتے ہیں اور اگر اس کی نظر عزت، استغناء، بے پرواہی اور زوال و بُعد کے  
امکان کے خطرے پر ہو تو اس شعور سے دل میں دکھ پیدا ہوتا ہے اور اس دکھ کا نام خوف ہے

تو یہ احوال ان ملاحظات کے تابع ہیں اور ملاحظات ان اسباب کے تابع ہیں جو ان ملاحظات کا تقاضا کرتے ہیں  
اور یہ بے شمار ہیں تو انس کا معنی مطالعہ جمال سے دل کا خوش ہونا ہے حتیٰ کہ جب یہ خوشی غالب ہو اور جو کچھ غائب ہے  
اس کا خیال نہ رہے اور نہ ہی خطرہ زوال ہو تو اس کی لذت اور راحت بڑھ جاتی ہے یہی وہ ہے کہ ایک بزرگ سے پوچھا  
گیا کہ کیا آپ مشتاق ہیں انہوں نے جواب دیا نہیں شوق تو غائب چیز کا ہوتا ہے جب غائب، حاضر ہو جائے تو کس  
کا شوق ہو گا؟ تو یہ اس شخص کا قول ہے جو حاصل شدہ پر خوشی میں ڈوبا ہوا تھا مزید لطف و کرم جو ممکن ہے ان کی  
طرف توجہ نہ تھی اور جس آدمی پر انس غالب ہو اس کی خواہش تنہائی اور گوشہ نشینی کی طرف ہوتی ہے جیسا کہ حضرت



ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ پاپڑ سے اترے تو ان سے عرض کیا گیا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اُنس سے، یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے اُنس کو غیر اللہ سے وحشت لازم ہوتی ہے بلکہ جو کام تنہائی میں رکاوٹ ہو وہ دل پر سب سے زیادہ گراں گزرتی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا تو ایک عرصہ تک آپ لوگوں میں سے جس کی گفتگو سنتے آپ پر ہوشی طاری ہو جاتی کیوں کہ محبت کی وجہ سے محبوب کا کلام اور ذکر میٹھا لگتا ہے لہذا دل سے اس کے غیر کی مٹھاس نکل جاتی ہے۔

اسی لیے کسی دانائے اپنی دعائیں لیں کہا کہ اسے وہ ذات جس نے اپنے ذکر سے مجھے مالوں کیا اور مخلوق سے وحشت میں ڈالا —

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ میرے مشاق ہو جائیں اور مجھ سے اُنس حاصل کریں نیز میرے غیر سے متنفر ہو جائیں۔

حضرت رابعہ رحمہما اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ مقام کیسے پایا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بے مقصد بات کو چھوڑ دیا اور اس ذات سے اُنس حاصل کیا جو ہمیشہ رہے گا۔

حضرت عبدالواحد بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک راجب کے پاس سے گزرا تو میں نے کہا اسے راجب کیا تمہیں تنہائی پسند ہے؟ اس نے کہا بھائی! اگر تم گوشہ نشینی کا مزہ چکھتے تو اپنے نفس سے بھی نفرت کرتے تنہائی عبادت کی جڑھے میں نے کہا اسے راجب! تنہائی سے کم از کم کیا فائدہ پاتے ہو؟ اس نے کہا لوگوں کی خوشامد سے راحت اور ان کی شر سے سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا اسے راجب! بندہ اللہ تعالیٰ سے اُنس کی مٹھاس کب پاتا ہے؟ اس نے کہا جب دوستی صاف اور معاملہ خالص ہو میں نے پوچھا محبت کب صاف ہوتی ہے؟ اس نے کہا جب تمام افکار جمع ہو کر اطاعت میں ایک ہو جائیں۔

کسی دانائے کا قول ہے کہ لوگوں پر تعجب ہے وہ کیسے تجھ سے بدل چاہتے ہیں اور دلوں پر تعجب ہے وہ کیسے تجھے چھوڑ کر دوبروں سے اُنس حاصل کرتے ہیں۔

سوال :-

اُنس کی علامت کیا ہے؟

جواب :-

جان لو کہ اس کی خاص علامت یہ ہے کہ لوگوں کی مجلس سے اس کا دل ننگ ہو اور ان سے گھبراہٹ ہو نیز ذکرِ خداوندی کی شیرینی کا بہت زیادہ حوصلہ ہو اس صورت میں اگر وہ ملے گا تو وہ جماعت میں تنہا خلوت میں مجتمع، وطن میں اجنبی، سفر میں مقیم، غائب ہونے کی حالت میں حاضر اور حاضری کی حالت میں غائب ہوتا ہے بدن سے میل جول کرتا ہے لیکن قلبی



طور پر پڑتا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی سٹھاس میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ان لوگوں کے وصف میں فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن پر حقیقت علم مجوم کر گیا تو وہ رُوح یقین سے مہرہ در مہرے جس چیز کو دولت مند مشکل جانتے ہیں ان کے نزدیک وہ آسان ہے انہوں نے اس چیز سے انس حاصل کیا جس سے جاہلوں کو وحشت ہوتی ہے دنیا سے ان کا تعلق صرف جسمانی ہے اور ان کی ارواح محل اعلیٰ سے متعلق ہیں یہ لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلفاء اور اس کے دین کے داعی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ سے انس کا یہی معنی ہے اور یہ اس کی علامت اور شواہد ہیں۔

بعض مشکلیں نے انس، شوق اور محبت کا انکار کیا کیوں کہ ان کے خیال میں یہ تشبیہ (اللہ تعالیٰ کے مخلوق کے مشابہ ہونے) پر دلالت ہے حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ ظاہری آنکھوں سے نظر آئی والی چیزوں کے جمال کے مقابلے میں دل کی آنکھوں سے دیکھی جانے والی صفات کا جمال زیادہ مکمل ہوتا ہے اور معرفت کی لذت اربابِ قلوب پر زیادہ غالب ہوتی ہے۔

ان میں سے احمد بن غالب ہے جس کو غلامِ خلیل کے نام سے پہچانا جاتا ہے، اس نے حضرت عنید بغدادی اور حضرت ابوالحسن نوری رحمہما اللہ اور ایک جماعت پر محبت، شوق اور عشق کے حوالے سے اعتراض کیا حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے مقامِ رضا کا انکار کیا اور کہا کہ صرف صبر ہی ہے رضا کا تصور نہیں ہو سکتا اور یہ تمام گفتگو ناقص و قاصر سے یہ لوگ دین سے صرف چھلکے کو جانتے ہیں ان کے خیال میں صرف چھلکے کا وجود ہے کیوں کہ محسوسات اور جو کچھ دین کے طریقے سے خیال میں آتا ہے وہ محض چھلکا ہے اور یہ مطلوبِ مغز کے علاوہ ہے جس شخص کی رسائیِ اخرویٹ کے چھلکے تک ہو وہ اخرویٹ کو مکمل طور پر پکڑی خیال کرتا ہے اور اس کے نزدیک اس سے تیل کا نکلنا محال ہے تو ایسا شخص معذور ہے لیکن اس کا عذر قابلِ قبول نہیں اسی سلسلے میں کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے انس اہلِ باطل کی سمجھ میں نہیں آ سکتا اور  
جیلہ گر اس کا ادراک نہیں کر سکتا انس رکھنے والے  
تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ منتخب شریف اور  
باعمل لوگ ہیں۔

اَلْاِنْسُ بِاللّٰهِ لَا يَخُوِيْهِ بَطَالٌ وَّكَيْسٌ  
يُّدْرِكُهُ بِالْحَوْلِ مُحْتَالٌ وَّالَا يَسُوْتُ  
رِجَالٌ كَلِمَتُهُمْ نَجَبٌ وَّكَلِمَتُهُمْ صَفْوَةٌ  
اللّٰهِ عَمَّالٌ -

فصل ۱۱:

## غلبہ انس کا نتیجہ کشادگی اور محبت کا مفہوم

جب انس داعی، غالب اور مستحکم ہو اور شوق کی پریشانی یا تبدیلی اور حجاب کا خون اسے گدلا نہ کرے تو اس سے اقوال و افعال اور اللہ تعالیٰ سے مناجات میں کشادگی پیدا ہوتی ہے بعض اوقات بظاہر یہ برا ہوتا ہے کیوں کہ اس میں جرأت ہوتی ہے اور سمیت کم ہوتی ہے لیکن جو شخص مقامِ انس میں ہوتا ہے اس سے یہ بات برداشت کی جاتی ہے اور جو آدمی اس



مقام میں نہیں ہوتا بلکہ فعل اور کلام میں ان لوگوں کی مشابہت اختیار کرنا ہے تو وہ ہلاک ہوتا اور کفر کے قریب ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال برخ اسودکی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس سے کہیں کہ وہ بنی اسرائیل کے لیے بارش مانگے اس وقت بنی اسرائیل سات سال قحط کا شکار ہو گئے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر ہزار آدمیوں کو لے کر باہر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میں ان لوگوں کی دعا کیسے قبول کروں جب کہ ان پر ان کے گناہوں کا اندھیرا چھا یا ہوا ہے ان کے باطن خبیث ہیں جو مجھے یقین کے بغیر پکارتے ہیں اور میری خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں میرے بندوں میں اسے ایک بندے برخ کے پاس تشریف لے جائیں اور اس سے کہیں کہ وہ باہر نکلے تاکہ میں اس کی دعا قبول کروں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے برخ کے بارے میں پوچھا تو پتہ نہ چلا اچانک ایک دن آپ راستے میں جا رہے تھے کہ ایک سیاہ غلام آگے سے آ رہا تھا اس کی آنکھوں کے درمیان مٹی لگی ہوئی تھی جو مسجد کے نشان تھا اس کے اوپر ایک چادر تھی جسے گردن کے ساتھ باندھ رکھا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نورانی سے اسے پہچان لیا اسے سلام کیا اور نام پوچھا اس نے عرض کیا کہ میرا نام برخ ہے آپ نے فرمایا ہم ایک مدت سے تجھے تلاش کر رہے ہیں آپ باہر تشریف لے جائیں اور ہمارے لیے بارش کی دعا مانگیں۔ چنانچہ برخ نے باہر نکل کر یوں دعا مانگی۔

یا اللہ! نہ تو تیرا کام ہے اور نہ تیری بردباری پھر ایسا کیوں ہے؟ کیا تیرے چشمے کم ہو گئے ہیں یا ہواؤں نے تیری اطاعت سے منہ پھیر لیا ہے یا تیرے خزانے ختم ہو گئے ہیں یا گناہ گاروں پر تیرا غضب ٹپھ گیا ہے؟ یا اللہ! کیا تو بخشتے والا نہیں ہے تو نے خطا کرنے والوں سے پہلے اپنی رحمت کو پیدا کیا اور مہربانی کا حکم دیا کیا تو ہمیں یہ بتاتا ہے کہ تجھ تک رسائی نہیں ہو سکتی یا مخلوق کے بھاگنے کے خوف سے ان کو جلد سزا دیتا ہے۔

وہ اس قسم کی باتیں کرتا رہا حتیٰ کہ بارش برسنا شروع ہو گئی اور بنی اسرائیل تڑپ کر گئے اللہ تعالیٰ نے نصف دن میں گھاس کو الگا کر اتنا بڑا کر دیا کہ وہ گھٹنوں تک پہنچ گئی فرماتے ہیں برخ واپس ہوا تو راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا میں اپنے رب سے کیسے جھگڑا اور اس نے کس طرح مجھ سے افسانہ کیا یا فضل فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی طرف قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ برخ روزانہ تین مرتبہ ہنستا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ بصرہ میں چند چھپرے آگ سے جل گئے لیکن درمیان میں ایک چھپرہ جلا ان دنوں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے امیر تھے ان کو اس بات کی اطلاع کی گئی تو انہوں نے اس چھپرے والے کو طلب فرمایا۔ وہ بوڑھا شخص آیا تو آپ نے فرمایا اسے شیخ! کیا وجہ ہے تمہارا چھپرہ نہیں جلا اس نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کو قسم دی تھی کہ وہ میرا چھپرہ نہ جلائے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔



يَكُونُ فِي امْتِي قَوْمٌ شَعْنَهُ رُوَسْمُهُ  
مِثْلِي امْتِ بَيْنَ كَظْمِ لُوكٍ اَيْسِي هُوْنَ كِي جِن كِي بَالِ بَكْرِي  
هُوَسِي اَوْر كُطْرِي مِيلِي هُوْنَ كِي اَكْرُو اَللّٰهُ تَعَالٰى پَر قِسْمِ  
كِهَائِي تَوَا اَللّٰهُ تَعَالٰى اِن كِي قِسْمِ كُو پُوْرَا كَرِي كَا۔

(۱)

حضرت حمن رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے کہ بعرو میں آگ لگ گئی تو حضرت ابو عبیدہ بن خواص رحمہ اللہ آگ پر سے گزرتے ہوئے تشریف لائے امیر بعرو نے ان سے کہا خیال کیجئے کہیں آگ میں جل نہ جائیں انہوں نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو قسم دی ہے کہ وہ مجھے نہیں جلائے گا فرمایا پھر آگ کو بھی قسم دو کہ مجھ جائے چنانچہ انہوں نے قسم دی تو وہ بجھ گئی۔  
حضرت ابو حفص رحمہ اللہ ایک دن جہاز سے تھے کہ سامنے سے ایک گنوار رو دیا ہوا آیا جس کے ہوش و حواس قائم نہیں تھے حضرت ابو حفص نے پوچھا تجھے کیا پریشانی ہے؟ اس نے کہا میرا گدھا گم ہو گیا ہے اور میرے پاس دوسرا گدھا نہیں ہے لاری کہتے ہیں حضرت ابو حفص کھڑے ہوئے اور کہا اے اللہ! تیری عزت کی قسم! جب تک تو اس شخص کا گدھا تلاش نہیں لائے گا میں یہاں سے ایک قدم نہیں اٹھاؤں گا چنانچہ اس کا گدھا اسی وقت ظاہر ہو گیا اور حضرت حفص رحمہ اللہ وہاں سے چل پڑے۔

اس قسم کی مثالیں اس والوں کے لیے جاری ہوتی ہیں دوسروں کو ان سے تشبیہ کا حتیٰ کہ نہیں حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل انس خلوت میں اپنے کلام اور مناجات میں ایسی باتیں کہتے ہیں جو عام لوگوں کے نزدیک کفر ہیں اور ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا اگر عام لوگ یہ باتیں سنیں تو ان کو کافر قرار دیں۔ حالانکہ وہ ان باتوں سے اپنے معاملات میں ترقی پاتے ہیں ان سے یہ باتیں برداشت بھی کی جاتی ہیں اور یہ ان کے لائق بھی ہیں کسی شاعر نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے

قَوْمٌ مُّتَعَا جِمُهُمْ زَهْرٌ بَسِيْدٌ هِمُّ  
وَأَعْبُدِيْزُهُمْ عَلٰى مِقْدَارِ مَوْلَاهُ  
تَاهُوْا بِرُوَيْتِهِ عَمَّا سِوَاهُ  
بِأَحْسَنِ رُوَيْتِهِمْ فِي عَرْمَاتٍ هُوَا

اور اس بات کو بعید نہ جانو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کی ایک بات پر راضی ہوتا ہے جب کہ وہی دوسرے سے ناپسند ہوتی ہے لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے جب ان کا مقام مختلف ہو۔

قرآن پاک میں ان معانی پر تنبیہات ہیں اگر تم سمجھو کہ قرآن پاک میں مذکور تمام واقعات اصحاب بصیرت و بصارت کے لیے تنبیہات ہیں کہ وہ ان سے عبرت پڑیں اور ایسے لوگوں کے لیے یہ محض نام ہیں مثلاً سب سے پہلا قصہ حضرت آدم



اور ایسی لعین کا کیا تمہیں دیکھتے کہ لفظ معصیت اور مخالفت میں دونوں شریک ہیں لیکن منتخب اور معصوم ہونے کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے۔ ایسی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوا اور کہا گیا کہ وہ رحمت سے دور لوگوں میں سے ہے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

وَعَصَىٰ آدَمَ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ - اور حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم سے (بطاہر) روگردانی کی تو لغزش واقع ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب فرمایا ان کی توبہ قبول فرمائی اور ہدایت دی

(۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک آدمی سے اعراض کرنے اور دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے ناراضگی کا اظہار فرمایا حالانکہ بندہ ہونے میں دونوں برابر تھے لیکن دونوں کا حال مختلف تھا۔

ارشاد فرمایا۔

وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعَىٰ وَهُوَ يَخْشَىٰ فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ - اور جو شخص آپ کے پاس دڑتا ہوا آیا اور وہ ڈرتا ہے تو آپ اس سے غفلت برتتے ہیں۔

(۲)

اور دوسرے کے بارے میں فرمایا۔

أَمَّا مَن اسْتَعْنَىٰ فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّىٰ - اور جو آپ سے بے نیاز ہوتا ہے آپ اس کی فکر میں

ہیں۔

(۳)

اسی طرح آپ کو ایک جماعت کے ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا ارشاد فرمایا۔

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ - اور جب آپ کے پاس ہماری آیات پر ایمان لانے والے آئیں تو ان کو سلام کہیں۔

(۴)

جب کہ دوسروں سے اعراض کا حکم دیا فرمایا۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ - اور جب ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لیں۔

(۵)

(۱) قرآن مجید، سورۃ طہ آیت ۶۳، ۶۴

(۲) قرآن مجید، سورۃ عبس آیت ۱

(۳) قرآن مجید، سورۃ عبس آیت ۵

(۴) قرآن مجید، سورۃ انعام آیت ۶۸ تا ۶۸



یہاں تک کہ فرمایا۔

فَلَوْ تَقَعْدُ بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (۱)

پس یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھو۔

اور ارشاد فرمایا۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ  
رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ -

اور آپ اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روک رکھیں  
جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں (اس کی عبادت  
کرتے ہیں) (۲)

اسی طرح کشادگی اور ناز بھی بعض بندوں سے برداشت کیا جاتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بھی اسی انبساط  
رکشا دگی کی دلیل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُصَلِّ بِهِنَّ مَن  
تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ - (۳)

یہ سب تیرا آزمائش ہے اس سے جس کو چاہے گمراہ کرتا  
ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا گیا تو آپ نے غدر پیش کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔  
وَلَهُمْ عَلَى ذَنْبٍ - (۴)

ان کا مجھ پر ایک الزام ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

إِنِّي آخِذٌ بِأَنْ يَكْفُرُونَ وَيَصِفُّ صَدْرِي  
وَلَوْ يَنْطَلِقُ لِسَانِي - (۵)

مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں اور میرا سینہ تنگ ہو  
جائے اور میری زبان رک جائے۔

اور انہوں نے یہ بھی کہا (ارشاد خداوندی ہے)  
إِنَّا نَخَافُ أَنْ يُفْرِطَ عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطَّغَى (۶)

ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا وہ سرکش کرے۔

(۱) قرآن مجید، سورۃ انعام آیت ۵۳ تا ۶۸

(۲) قرآن مجید، سورۃ کہف آیت ۲۸

(۳) قرآن مجید، سورۃ اعراف آیت ۱۵۵

(۴) قرآن مجید، سورۃ شعراء آیت ۱۳

(۵) قرآن مجید، سورۃ شعراء آیت ۱۲، ۱۳

(۶) قرآن مجید، سورۃ طہ آیت ۴۵



حالات کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی شخص یہ باتیں کہتا تو بے ادبی شمار ہوتی کیوں کہ جو شخص مقام اُنس میں ہوتا ہے اس سے نرمی برتی جاتی ہے اور اس کی باتیں برداشت کی جاتی ہیں حضرت یونس علیہ السلام جب مقام قبض اور ہیبت میں تھے تو ان سے اس سے کم بات بھی برداشت نہ کی گئی پس ان کو مچھلی کے پیٹ میں تین اندھیروں میں قید میں ڈال دیا گیا اور قیامت تک ان کے حق میں یہ نہ لادی گئی۔

لَوْلَا اَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّنْ رَبِّهِ لَكُنْتًا  
بِالْعُرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ - (۱)

اگر اس کے رب کی نعمت اِس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی تو ضرور میدان پر چھینک دیا جانا الزام دیا ہوا۔  
حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”عراء“ سے مراد قیامت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان (حضرت یونس علیہ السلام) کی اتنا سے منع کیا گیا اور فرمایا گیا۔

فَاَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ  
الْخُوتِ اِذْ نَادَى وَهُوَ مَكْظُومٌ - (۲)

آپ اپنے رب کے حکم پر صبر کریں اور مچھلی واسے کی طرح نہ ہو جائیں کہ اس نے پکارا تو وہ غصے میں بھرا ہوا تھا۔

ان اختلافات میں سے بعض اختلاف احوال و مقامات کے اعتبار سے ہیں اور بعض اس وجہ سے ہیں کہ ازل میں بندوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دے دی گئی اور ان کی قسمت میں تفاوت رکھا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى  
بَعْضٍ - (۳)

اور بے شک ہم نے بعض انبیاء کرام کو بعض پر فضیلت دی۔

اور ارشاد فرمایا۔

فِيهِمْ مِّنْ كَلِمَاتٍ لِّلّٰهِ دَرَجَاتٌ لِّبَعْضِهِمْ  
دَرَجَاتٍ - (۴)

ان میں سے کسی سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور ان میں سے بعض کے درجات کو ہم نے بلند فرمایا۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان انبیاء کرام میں سے تھے جن کو فضیلت دی گئی اور اسی نازکی وجہ سے انہوں نے اپنے اور پیام بھیجا فرمایا۔

(۱) قرآن مجید، سورۃ قلم آیت ۴۹

(۲) قرآن مجید، سورۃ قلم آیت ۴۸

(۳) قرآن مجید، سورۃ اسراء آیت ۵۵

(۴) قرآن مجید، سورۃ بقرہ آیت ۲۵۳



وَالسَّلَامُ عَلٰی يَوْمِ وُلِدْتُمْ وَيَوْمِ اَمَوْتُمْ  
وَيَوْمِ اُبْتَلْتُمْ حَيَاتًا۔ (۱)

اور مجھ پر سلام ہو جس دن میری ولادت ہوئی جس دن میں  
انتقال کر جاؤں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

تو جب آپ نے مقام اُنس دیکھا تو حیرت کی اور ناز کے طور پر یہ بات فرمائی جب کہ حضرت زکریا علیہ السلام بیت  
اور حیا کے مقام پر تھے تو انہوں نے یہ بات نہیں فرمائی بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔

وَسَلَامٌ عَلَیْهِ۔ (۲)

اور دیکھئے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان سے جو سلوک کیا وہ کس طرح برداشت کیا گیا بعض علماء  
فرماتے ہیں کہ میں نے ارشاد خداوندی

اِذْ تَاْمُرُوْا بِیُوْسُفَ وَاٰخُوْا حَبِیْبًا اِلٰی اٰبِیْتَا  
مِثْلًا۔ (۳)

جب انہوں نے کہا البتہ یوسف علیہ السلام اور ان کے  
بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں۔

اس آیت سے لے کر ہیں آیات تک جہاں یہ فرمایا گیا کہ

وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (۴)

اور وہ، حضرت یوسف علیہ السلام میں رغبت نہیں رکھتے تھے

(ان آیات میں) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی چالیس سے زیادہ خطائیں شمار کی ہیں ان میں سے بعض دوسری  
بعض کے مقابلے میں بڑی ہیں۔ ایک ایک کلمہ میں تین تین چار چار خطائیں جمع ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا اور معاف  
کر دیا لیکن حضرت عزیز نے تقدیر کے بارے میں ایک سوال کیا تو ان سے برداشت نہ کیا گیا حتیٰ کہ دیوان نبوت سے ان کا  
نام مٹا دیا گیا۔

اسی طرح بلعم بن باعوراء جو ارباب علماء میں تھا اس نے دین کے بدلے میں دنیا کو کھایا تو اس سے یہ عمل برداشت  
نہ کیا گیا اور اکسف، اسراف (زیادتی) کرنے والوں میں سے تھا اور اس کا گناہ اعضاء سے متعلق تھا تو اسے معاف کر دیا گیا۔  
ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اسے عابدین کے سردار! اسے  
زاہدین کی حجت کے بیٹے اتیری حالہ کا بیٹا اصف کب تک میری نافرمانی کرتا رہے گا میں بار بار بردباری سے پیش آ رہا ہوں  
مجھے اپنی عزت و جدال کی قسم! اگر میری ہوا کے کسی جھونکے نے اسے پکڑ لیا تو میں اس کے ساتھیوں کے لیے اسے مثال

(۱) قرآن مجید سورہ مریم آیت ۳۳

(۲) قرآن مجید، سورہ مریم آیت ۱۵

(۳) قرآن مجید سورہ یوسف آیت ۸

(۴) قرآن مجید سورہ یوسف آیت ۲



اور والوں کے لیے عبرت بنا کر چھوڑوں گا۔ جب آصف، حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ نے دھی، الہی کی خبر دی چنانچہ وہ باہر چلے گئے اور ریت کے ایک ٹیلے پر چڑھ کر اپنا منہ اور ماتھا آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کیا اسے میرے معبود! اسے میرے آقا! تو تو ہے اور میں میں ہوں اگر تو میری توبہ قبول نہیں کرے گا تو میں کیسے توبہ کروں گا اور اگر تو مجھے نہیں پچائے گا تو میں کیسے بچوں گا اور دوبارہ اس طرف لوٹ جاؤں گا اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف دھی فرمائی کہ اے آصف! تم نے سچ کہا تو تو ہے اور میں میں ہوں تو، توبہ کی طرف متوجہ ہو میں نے تیری توبہ قبول کر لی اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔

حضرت آصف کا یہ کلام اسی طرح ہے جس طرح کوئی ناز سے بات کرے اور اللہ تعالیٰ سے اسی کی طرف بھاگے اور اسی کے ذریعے اس کو دیکھے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک بندہ جو ملاکت کے کنارے پر پہنچ چکا تھا اسے سچانے کے لیے دھی بھیجی کہ تو نے کتنے ہی ایسے گناہ کئے کہ میں نے ان سے کمتر گناہ کے باعث ایک پوری امت کو ہلاک کر دیا۔

توبہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ جاریہ ہے کہ اس کی مشیت ازلیہ کے مطابق بندوں کے درمیان فضیلت اور تقدیم و تاخیر وغیرہ کا سلسلہ رکھا گیا ہے قرآن مجید میں یہ واقعات مذکور ہیں تاکہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کے بارے میں جو پہلے گزر چکے ہیں اس کا طریقہ معلوم ہو سکے کہ قرآن مجید میں جو کچھ ہے وہ ہدایت اور توجہ ہے نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو آگاہی ہے کبھی تو وہ بندوں کو اپنی تغذیوں کی سچان کرنا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَلَهُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ  
وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ

آپ فرمادیں گے اللہ تعالیٰ ایک ہے وہ بے نیاز ہے  
نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور  
اس کا کوئی ہمسر بھی نہیں۔ (۱)

بعض اوقات اس کے جلال کی صفات سے آگاہی ہوتی ہے جیسے وہ ارشاد فرماتا ہے۔

الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ  
الْمُهَيَّبُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔ (۲)

وہ بادشاہ ہے پاک سلامتی دینے والا امان بخشنے والا،  
حفاظت فرمانے والا عزت والا، عظمت والا، تکبر والا۔

کبھی وہ اپنے افعال کی سچان کرنا ہے جو خون پیدا کرتے یا امید دلاتے ہیں چنانچہ وہ اپنے دشمنوں اور اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق اپنے طریقے کو یوں بیان کرتا ہے۔

(۱) قرآن مجید، سورہ اہلص (مکل)

(۲) قرآن مجید، سورہ الحشر آیت ۲۳



کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا  
وہ اہم حد سے زیادہ طول والے (لبے قد والے مرد ہیں)

الْمُتَرَكِّفِ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرْمًا ذَاتِ  
الْعِمَادِ - (۱)

اور ارشاد فرمایا۔

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں  
کے ساتھ کیا کیا۔

الْمُتَرَكِّفِ فَعَلَ رَبُّكَ بِاصْحَابِ  
الْفِيلِ - (۲)

قرآن پاک میں یہی تین اقسام ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی تقدیس کی معرفت یا اس کی صفات و اسمائے  
بارکہ کی معرفت یا اس کے افعال اور طریقے کی معرفت کی طرف راہنمائی کرنا۔

چونکہ سورہ اخلاص میں اقسام میں سے ایک قسم ہر مشتمل ہے اور وہ تقدیس ہے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اسے قرآن پاک کا تیسرا حصہ قرار دیا آپ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْاِخْلَاصِ فَقَدْ قَرَأَ  
ثُلُثَ الْقُرْآنِ - (۳)

جس نے سورہ اخلاص پڑھی اس نے قرآن پاک کا تیسرا  
حصہ پڑھا۔

کیوں کہ تقدیس کی انتہا یہ ہے کہ وہ تین امور میں یکتا ہو ایک یہ کہ اس سے اس کی کوئی نظیر اور شبہ حاصل نہ ہو اس  
پر ارشاد خداوندی "لَمْ يَكُنْ لَكَ دَلِيلٌ كَرْتَا هُ" دلات کرتا ہے دوسرا یہ کہ وہ خود اپنی مثل اور نظیر سے نہ ہو اس پر ارشاد خداوندی "وَلَمْ  
يُؤَكِّدْ" دلات کرتا ہے تیسرا یہ کہ اس کی اصل و فرع نہ ہونے کے ساتھ ساتھ کوئی بھی اس کے درجہ میں نہ ہو اس  
پر "وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" دلات کرتا ہے اور ان تمام باتوں کو "قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ" میں جمع کیا گیا ہے  
اور یہ تمام سورت "لا الہ الا اللہ" کی تفصیل ہے۔

یہ امر قرآن میں اور قرآن میں ایسے امر لے انتہا ہیں

اور ہر خشک و تر چیز کا ذکر قرآن پاک ہے اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

تَوَدُّوا الْقُرْآنَ وَالتَّمَسُّوا عِزًّا رَبَّهُ فَصِيحُهُ  
عِلْمُهُ اَوْ قَلْبُهُ وَالْاٰخِرِيْنَ -

قرآن مجید سے روشنی حاصل کرو اور اس کے عجائب  
تماش کرو کیوں کہ اس میں پہلوں اور پھلوں کا علم ہے۔

بات اسی طرح ہے جس طرح انہوں نے فرمایا اور اس کی پہچان صرف اسی شخص کو ہو سکتی ہے جو اس کے ایک ایک

(۱) قرآن مجید، سورہ الفجر آیت ۷، ۸

(۲) قرآن مجید، سورہ فیل آیت ۱

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۹۹ مرویات الوالیوب



کلمے میں خوب غور کرے اور اس کا فہم بھی صاف ہو چکی کہ اس کے لیے ہر کلمہ گواہی دے کہ وہ جبار و قاهر اور مالک و قادر ذات کا کلام ہے نیز وہ انسانی طاقت سے باہر ہے۔

اور اکثر اسرارِ قرآن و اوقات اور خبروں کے ضمن میں ہی لہذا تمہیں ان کے حصول کی حرص کرنا چاہیے تاکہ تمہارے لئے اس کے وہ عجائب منکشف ہوں جن کے سامنے وہ گھڑے ہوئے علوم، سچ معلوم ہوں جو اس سے خارج ہیں۔ معنی دانس کے سلسلے میں ہم یہ باتیں ذکر کرنا چاہتے تھے نیز وہ بے تکلفی جو اس کا نتیجہ ہے اور یہ کہ اس سلسلے میں بندوں کے درمیان تفادوت ہے — اللہ سبحانہ و تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

فصل ۱۲:

## اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہونے کا مفہوم، حقیقت اور فضیلت

جاننا چاہیے کہ رضامحت کے ثمرات میں سے ایک ثمر ہے اور یہ مقربین کا سب سے اعلیٰ مقام ہے اس کی حقیقت اکثر لوگوں پر مخفی ہے اس سلسلے میں جو مشابہت اور ابہام ہے وہ صرف ان لوگوں کے سامنے واضح ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ تادیل کا علم اور فہم عطا فرماتا اور دین کی سمجھ و محنت فرماتا ہے منکر لوگوں نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ جو بات مرضی کے خلاف ہو اس پر آدمی راضی ہو چھراہوں نے کہا کہ اگر ہر چیز پر راضی ہونا ممکن ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تو کفر اور گناہ پر راضی ہونا چاہیے یہ لوگ دہوکے میں پڑ گئے اور انہوں نے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر راضی ہونے اور اعتراض و انکار کو چھوڑنے کو بھی اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو تسلیم کرنا قرار دیا۔

اگر یہ اسرارِ آدمی پر صرف ظاہری احکامِ شرع سننے سے کھل جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے یہ دعوانہ مانگتے۔

اللَّهُمَّ فَتِّهِهِ فِي الدِّينِ وَعَلِّمَهُ التَّوْبَةَ (۱)

یا اللہ! ان کو دین کی سمجھ اور تادیل کا علم عطا فرما۔ سب سے پہلے ہم رضا کی فضیلت بیان کرنے ہیں پھر اہل رضا کے احوال کی حکایات پھر حقیقتِ رضا اس کے بعد خواہش کے خلاف رضا کے تصور کی کیفیت بیان کریں گے پھر ان امور کا بیان ہو گا جن کو رضا کی تکمیل قرار دیا جاتا ہے حالانکہ ان کا رضا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا جس طرح دعا کو چھوڑ دینا اور گناہوں پر خاموشی اختیار کرنا۔



## فضیلتِ رضا

## آیات:

ارشادِ خداوندی ہے۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔  
اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ (۱)

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ۔ (۲)  
اور نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کیا ہے۔  
اور احسان کی انتہا اللہ تعالیٰ کا بندے سے راضی ہونا ہے اور یہ بندے کے اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے کا ثواب ہے اور ارشادِ خداوندی ہے۔

وَمَسَاكِينُ طَيِّبَةِ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ۔ (۳)  
اور ہمیشہ رہنے والے باغات میں پاک گھر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا بہت بڑی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے جناتِ عدن کے مقابلے میں رضا کا مقام بڑھ کر فرمایا جیسے اپنے ذکر کو نماز سے اور پر قرار دیا ارشاد فرمایا۔  
إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَكَذَلِكَ اللَّهُ أَكْبَرُ۔ (۴)  
بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اس سے بھی بڑا ہے۔

نوجس طرح اس ذات کا مشاہدہ جس کا نماز میں ذکر ہوتا ہے نماز سے بڑا ہے تو جنت کے مالک کی رضا بھی جنت سے بڑھ کر ہے بلکہ یہ جنتیوں کا انتہائی مقصود ہے۔ حدیثِ شریف میں ہے۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ يَتَجَلَّىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ فَيَقُولُ سَبِّحُونِي فَيَقُولُونَ رِضَاكَ۔ (۵)  
بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے تجلی فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا مجھ سے سوال کرو تو وہ کہیں گے ہم تمہاری رضا چاہتے ہیں۔

(۱) قرآن مجید، سورۃ البینہ آیت ۸

(۲) قرآن مجید، سورۃ رحمن آیت ۶۰

(۳) قرآن مجید، سورۃ توبہ آیت ۷۲

(۴) قرآن مجید، سورۃ عنکبوت آیت ۴۵

(۵) تذکرۃ الموضوعات ص ۲۲۶ باب امور القیامتہ



تو دیدار کے بعد رضا کا سوال کرنا نہایت ہی فضیلت کا باعث ہے جہاں تک بندے کی رضا کا تعلق ہے تو ہم عنقریب اس کی حقیقت بیان کریں گے۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کا بندے سے راضی ہونا ہے تو اس کا معنی دوسرا ہے اور یہ اس بات کے قریب ہے جو ہم نے اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کے سلسلے میں لکھی ہے۔

اس کی حقیقت کا انکشاف جائز نہیں کیوں کہ اس بات کو سمجھنے سے لوگوں کے فہم قاصر ہیں اور جو اس پر قادر ہے اس کو بتانے کی ضرورت نہیں خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے بڑھ کر کوئی رتبہ نہیں انہوں نے رضا کا سوال اس لیے کیا کہ یہ دائمی دیدار کا سبب ہے گویا انہوں نے اسے سب سے بڑا مقصود اور انتہائی درجہ کی خواہش سمجھا جب وہ دیدار کی لذت سے کامیاب ہوئے اور جب ان کو سوال کرنے کی اجازت دی تو انہوں نے صرف اس کے دوام کا سوال کیا اور جان لیا کہ رضا کی وجہ سے پردہ ہمیشہ کے لیے اٹھ جائے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اور ہمارے پاس مزید ہے۔

وَكَدَيْتَا مَزِيدًا - (۱)

بعض مفسرین نے اس سلسلے میں فرمایا کہ اہل جنت کے پاس وقت مزید میں رب العالمین کی طرف سے تین تحفے آئیں گے ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ ہوگا کہ جنت میں اس کی مثل ان کے پاس نہیں ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

فَكَوْنُ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ - (۲)

پس کسی نفس کو علم نہیں کہ ان کے لیے کون سی چیز مخفی رکھی گئی جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

دوسرا تحفہ ان کے رب کی طرف سے ان کو سلام کا پہنچنا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

سَلَامٌ مَّقُولًا مِنْ رَبِّكَ رَحِيمٍ - (۳)

اور تیسرا تحفہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہوگا کہ میں تم سے راضی ہوں اور یہ ہدیہ اور سلام سے افضل ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ - (۴)

(۱) قرآن مجید، سورۃ ق آیت ۳۵

(۲) قرآن مجید، سورۃ السجدة آیت ۱۷

(۳) قرآن مجید، سورۃ یسین آیت ۵۸

(۴) قرآن مجید، سورۃ توبہ آیت ۷۲



یعنی وہ نعمتیں جن میں وہ ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی صورت میں اس کا فضل ہے جو بندے کی رضا کا نتیجہ ہے۔  
احادیث:

روایات میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے پوچھا کہ تم کیا ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم مومن ہیں آپ نے فرمایا تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم آزمائش کے وقت صبر کرتے ہیں فراخی کے وقت شکر ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہتے ہیں آپ نے فرمایا ربِّ کعبہ کی قسم! تم مومن ہو۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا۔

اہل حکمت علماء میں قریب ہے کہ وہ اپنی سمجھ کی وجہ سے انبیاء کرام کے مقام تک پہنچ جائیں۔

حُكَمَاءُ وَعُلَمَاءُ كَادُوا مِنْ فَتَاهِهِمْ اَنْ  
يَكُونُوا اَنْبِيَاءَ۔ (۲)

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کو اسلام کی ہدایت دی گئی اور ضرورت کے مطابق رزق دیا گیا اور وہ اس پر راضی ہے۔

طُوْبَى لِمَنْ هُدِيَ لِرِزْقِهِ بِرِزْقِهِ  
رِزْقُهُ كَفَافًا وَرَضِيَ بِهِ۔ (۳)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے رطلنے والے تھوڑے رزق پر راضی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے تھوڑے عمل پر راضی ہوتا ہے۔

مَنْ رَضِيَ مِنَ اللَّهِ بِالْقَلِيلِ مِنَ الرِّزْقِ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى مِنْهُ بِالْقَلِيلِ مِنَ  
الْعَمَلِ۔ (۴)

آپ نے ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کی آزمائش کرتا پس اگر وہ صبر کرے تو اسے چن لیتا

اِذَا أَحَبَّ اللَّهُ تَعَالَى عَبْدًا اِبْتَدَاهُ  
فِيَنْ صَبْرًا اِحْتَبَاهُ فَاِنْ

(۱) المعجم الكبير للطبرانی جلد ۱۱ ص ۱۵۳ حدیث ۱۱۳۳۶

(۲) البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۹۴ فضل فی قدام الازد

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۱۹ روایات فضالہ ابن عبیدہ۔

(۴) العلل المتناہیہ جلد ۲ ص ۲۳۱ حدیث ۱۳۴۷



رَبِّهِ اِصْطَفَاہُ۔ (۱)

ہے اور اگر وہ راضی ہوتا تو اسے منتخب بندہ بناتا ہے۔

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ میری امت کی ایک جماعت کے پر پیدا کرے گا چنانچہ وہ اپنی قبروں سے اُڑ کر جنت میں چلے جائیں گے اور جیسے چاہیں گے مزے اُڑائیں گے فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم حساب دیکھ چکے ہو؟ وہ کہیں گے ہم نے حساب نہیں دیکھا فرشتے پوچھیں گے تمہارا تعلق کس امت سے ہے؟ وہ کہیں گے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے تعلق ہے فرشتے کہیں گے ہم تمہیں قسم دے کر کہتے ہیں کہ ہمیں بتائیے دنیا میں کیا عمل کرتے تھے وہ کہیں گے ہمارے اندر دو خصلتیں تھیں اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسی مقام تک پہنچے فرشتے پوچھیں گے وہ کیا خصلتیں ہیں؟ وہ کہیں گے جب ہم علیحدگی میں ہوتے تھے کہ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے جیا کرتے تھے۔ اور تھوڑے مال پر راضی ہوتے تھے جو ہمارے لئے مقدر کیا گیا تھا فرشتے کہیں گے اس لیے تم اس بات کے مستحق تھے۔ (۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ اعْطُوا اللَّهَ التَّيْمَانَ مِنْ قُلُوبِكُمْ تَطْفُرُوا بِثَوَابِ فَقْرِكُمْ وَاللَّاءِ فَلَآ۔ (۳)

اے فقراء کے گروہ! اگر تم اپنے دلوں سے اس چیز پر راضی ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے تو اپنے فقر کا ثواب پاؤ گے ورنہ نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اخبار میں ہے کہ بنی اسرائیل نے ان سے عرض کیا کہ اپنے رب سے سوال کریں کہ وہ ہمیں ایسا کام بتائے جس کے کرنے سے وہ ہم پر راضی ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا الہی! جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ تو نے سن لیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام! آپ ان سے فرمادیں کہ وہ مجھ سے راضی ہوں اور میں ان سے راضی ہوں۔

اس بات کی شہادت اس روایت سے ملتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَعْلَمَ مَا لَمْ يُعْنِدِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَلْيَنْظُرْ مَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدُ فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يُنَزِّلُ الْوَعْدَ مِنْهُ حَيْثُ

جو شخص یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لیے کیا ہے تو وہ دیکھے کہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے لیے کیا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے ہاں وہ مقام

(۱) الفردوس بماثور الخطاب جلد اول ص ۲۵۱ حدیث ۹۷۱

(۲) الاحادیث الضعیفۃ الموضوعۃ جلد ۲ ص ۴ حدیث ۵۰۷

(۳) کنز العمال جلد ۶ ص ۱۸۵ حدیث ۱۶۶۵۵



دیتا ہے جو مقام بندے نے اپنے ہاں اللہ تعالیٰ کو دیا ہے۔  
 أَنْزَلَهُ الْعَبْدُ مِنْ نَفْسِهِ - (۱)  
 حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار میں ہے کہ میرے اولیاد کو دنیا کی فکر سے کیا کام؟ دینیوی غم میرے ساتھ مناجات کی حلاوت ان کے دلوں سے ختم کر دیتا ہے اسے داؤد علیہ السلام میں اپنے اولیاد سے اس لیے محبت کرتا ہوں کہ وہ رُوحانی ہوں اور کچھ غم نہ کریں۔

ایک روایت میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! ایسے کام پر میری راہنمائی فرما جس میں تیری رضا ہے کہ میں اس پر عمل کروں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میری رضا اس کام میں ہے جو آپ کو ناپسند ہو اور آپ ایسے عمل پر صبر نہیں کرنے آپ نے عرض کیا یا اللہ وہ کیا بات ہے فرمایا میری رضا اس بات میں ہے کہ آپ میرے فیصلے پر راضی ہوں (۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کے دوران بلد گاہ خداوندی میں عرض کیا اے میرے رب! مخلوق میں سے کون تجھے زیادہ پسند ہے؟ فرمایا وہ شخص کہ جب میں اس کے محبوب کو لے جاؤں تو وہ مجھ سے متفق ہو، عرض کیا مخلوق میں سے کس پر تو ناراض ہوتا ہے؟ فرمایا وہ لوگ جو کسی کام میں مجھ سے خیر طلب کرتے ہیں پھر جب میں فیصلہ کروں تو وہ میرے فیصلے پر ناراض ہوتے ہیں اور اس سے بھی سخت بات مروی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا مَنْ لَمْ يَصْبِرْ عَلَيَّ  
 بَلَدَتِي وَلَمْ يَشْكُرْ نِعْمَاتِي وَلَمْ يَرْضَ  
 بِقَضَائِي فَلْيَتَّخِذْ رَبًّا سِوَانِي -  
 میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص میری  
 آرزوئیں پر صبر نہیں کرتا اور میری نعمتوں پر شکر نہیں کرتا  
 نیز میری قضا پر راضی نہیں ہوتا وہ میرے علاوہ کسی کو  
 رب بنا لے۔

(۳)

اسی قسم کی حدیث قدسی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔  
 قَدَّرْتُ الْمَقَادِيرَ وَدَبَّرْتُ التَّدْبِيرَ وَأَحْكَمْتُ  
 الصُّنْعَ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا مَنِّي حَتَّى  
 يَلْقَانِي وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ مَنِّي  
 حَتَّى يَلْقَانِي - (۴)  
 میں نے سب مقداریں مقرر کیں تدبیر فرمائی اور اس کام کو مضبوط کیا پس جو راضی ہو اس کے لیے میری طرف سے رضا ہے کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے اور جو ناراض ہو اس پر میری ناراضگی یہاں تک کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے۔

(۱) تاریخ ابن عساکر جلد ۲ ص ۲۸۹ من اسمہ ابراہیم بن محمد

(۲) شعب الایمان جلد ۲ ص ۲۰۸ حدیث ۱۸۹۴

(۳) تاریخ ابن عساکر جلد ۶ ص ۱۲۸ من اسمہ سعید بن زیاد

(۴) تذکرہ الموضوعات ص ۱۸۹ باب الاخلاق المحمودة



ایک مشہور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے -

خَلَقْتُ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ لَطَوْبِي لِمَنْ خَلَقْتَهُ  
لِخَيْرٍ وَاجْرِيَتْ الْخَيْرُ عَلَى يَدِهِ وَوَيْلٌ  
لِمَنْ خَلَقْتَهُ لِلشَّرِّ وَاجْرِيَتْ الشَّرُّ عَلَى  
يَدِهِ وَوَيْلٌ لِمَنْ قَال لِمَ  
وَكَيفَ -

میں نے خیر شر کو پیدا کیا پس اس کے لیے خوشخبری ہے  
جسے میں نے خیر کے لیے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں  
پر خیر کو جاری کیا اور اس کے لیے خرابی ہے جسے  
میں نے شر کے لیے پیدا کیا اور ہلاکت پر ہلاکت ہے  
اس کے لیے جو "کیوں اور کیسے" کے چکر میں پڑتا ہے  
(یعنی چون و چرا کرتا ہے)

(۲)

گذشتہ امتوں کے واقعات میں ہے کہ ایک نبی علیہ السلام نے دس سال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھوک، محتاجی اور  
جوڑوں کی شکایت کی لیکن جو کچھ انہوں نے چاہا اس کا جواب نہ ملا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ کب تک شکایت  
کرتے رہو گے؟ ہمارے نزدیک تمہارا حال لوح محفوظ میں زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے کا اسی طرح لکھا ہوا ہے اور  
میری طرف سے اسی طرح لکھا گیا ہے میں نے دنیا کو پیدا کرنے سے پہلے تمہارے بارے میں اسی طرح فیصلہ کیا ہے  
کیا تم چاہتے کہ میں تمہارے لیے دنیا کی تخلیق کو بدل دوں  
یا تم چاہتے کہ جو کچھ میں نے تمہارے لیے مقدر کیا ہے اسے بدل دوں پس جو کچھ تم چاہتے ہو وہ میرے چاہے ہوتے  
سے اوپر ہو مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اگر آپ کے دل میں دوبارہ یہ خیال آیا تو میں نبوت کے رجسٹر سے آپ کا نام  
نکال دوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا کوئی چھوٹا بچہ آپ کے جسم پر چڑھتا اترا آپ کی پسلیوں پر پاؤں  
رکھ کر سیڑھیوں کی طرح آپ کے سر کی طرف جاتا پھر پسلیوں کی طرف اترا اور آپ نے سر جھکایا تو مانہ بولنے اور نہ سر اٹھاتے  
آپ کے کسی دوسرے صاحبزادے نے کہا ابا جان! آپ کو معلوم نہیں یہ کیا کرتا ہے اگر آپ اس کو روکیں تو  
اچھا ہے۔

آپ نے فرمایا اے بیٹے! جو کچھ میں دیکھتا ہوں وہ تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے میں  
نے ایک حرکت کی تو میں عزت والے مقام سے نیچے آگیا اور نعمتوں والی جگہ سے بدبختی کی جگہ آگیا مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے  
دوبارہ کوئی ایسا کام کیا تو معلوم نہیں کیا مصیبت آجائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دس سال تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی تو آپ



نے کبھی کسی کام کے بارے میں جو میں نے کیا یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اور نہ کسی کام کے بارے میں یہ فرمایا جو میں نے نہ کیا ہو کہ تم نے کیوں نہیں کیا۔ اور جو ہوا اس کے بارے میں نہیں فرمایا کہ کاش ایسا نہ ہوتا اور جو کچھ نہ ہوا اس کے بارے میں نہیں فرمایا کہ کاش ایسا نہ ہوتا اور جو کچھ نہ ہوا اس کے بارے میں یہ نہ فرمایا کہ کاش ایسا ہو جاتا اور اگر آپ کے گھردالوں میں سے کوئی مجھ سے جھگڑتا تو آپ فرماتے۔

دَعُوهُ لَوْ فِئْتِي شَيْءٌ لَّكَانَ -  
اس کو چھوڑ دو اگر کسی کام کا فیصلہ ہو چکا ہو تا تو وہ کام ہو جاتا۔ (۱)

اور مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد! تم بھی ایک بات چاہتے ہو اور میں بھی چاہتا ہوں اور ہو گا وہی جو میں چاہتا ہوں اور اگر آپ میرے چاہے ہوئے کو تسلیم کریں تو میں آپ کی خواہش کے لیے کفایت کروں گا اور اگر میرا ارادے کے مطابق فیصلے کو قبول نہ کریں تو میں آپ کو آپ کی خواہش کے سلسلے میں مشقت میں ڈالوں گا۔ پھر ہو گا وہی جو میں چاہتا ہوں۔

### آثار:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قیامت کے دن جنت کی طرف سب سے پہلے ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے سوائے تقدیر کے مواقع کے کوئی خوشی نہیں رہی آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کی چاہتے ہیں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ جو فیصلہ فرمائے۔

حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کی بیوقوفی کا کوئی علاج نہیں۔ حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر نہیں کر سکتے تو اپنے نفس کی تقدیر پر بھی صبر نہیں کر سکتے۔

حضرت عبدالعزیز بن ابورواد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو کی روٹی سر کے کے ساتھ کھانے اور اونی کپڑے پہننے میں کوئی شان نہیں بلکہ شان اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں چنگاری چاٹوں حتیٰ کہ وہ مجھے جلا دے جو کچھ جلدنا ہے اور باقی چھوڑے جو چھوڑنا ہے تو یہ بات مجھے اس سے بات سے زیادہ پسند ہے کہ جو کچھ ہو چکا میں اس کے بارے میں کہوں کہ کاش ایسا نہ ہوتا یا جو کچھ نہیں ہوا اس کے بارے میں کہوں کہ کاش ایسا ہو جاتا۔



ایک شخص نے حضرت محمد بن واسع رحمہ اللہ کے پاؤں میں زخم دیکھ کر فرمایا مجھے اس زخم کی وجہ سے آپ پر رحم آتا ہے آپ نے فرمایا جب سے یہ زخم لگا ہے میں شکر کرتا ہوں کہ یہ میری آنکھ میں نہیں ہوا اسرائیلی روایات میں ہے کہ ایک عابد نے طویل عرصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو اس کو خواب میں دکھایا گیا کہ فلاں عورت جو بکریاں چراتی ہے جنت میں تمہاری ساتھی ہوگی اس نے اس کے بارے میں پوچھ گچھ کی یہاں تک کہ اسے پایا اس کو تین دن تک مہمان بنائے رکھنا کہ اس کا عمل دیکھ سکتے تو وہ رات کو کھڑا عبادت کرتا جب کہ وہ عورت سو جاتی وہ دن بھر روزہ رکھتا اور یہ روزے کے بغیر ہوتی اس نے پوچھا کیا تو اس کے علاوہ بھی کوئی عمل کرتی ہے؟ اس نے کہا یہی ہے جو تم نے دیکھا مجھے اس کے علاوہ کسی عمل کا پتہ نہیں وہ مسلسل کہتا رہا کہ یاد کرو حتیٰ کہ اس عورت نے کہا میرے اندر ایک خصلت ہے وہ یہ کہ جب میں سختی کی حالت میں ہوں تو اچھی حالت کی تمنا نہیں کرتی اور اگر بیمار ہوں تو صحت کی خواہش نہیں کرتی سورج میں ہوں تو سائے میں ہونے کی تمنا نہیں کرتی رہے سن کہ عابد نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور کہا کیا یہ چھوٹی سی خصلت ہے اللہ کی قسم یہ بہت بڑی خصلت ہے جس سے عبادت گزار بندے بھی عاجز ہیں۔

بعض بزرگ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ جب آسمان میں کوئی فیصلہ فرماتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ زمین والے اس پر راضی ہوں۔  
حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایمان کی سر بلندی اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرنا اور تقدیر پر راضی رہنا ہے۔  
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس بات کی پروا نہیں کہ میں کس حال میں صبح اور شام کرتا ہوں سختی میں یا خوشحالی میں۔

ایک دن حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے حضرت رابعہ رحمہما اللہ کے پاس یوں کہا اے اللہ اہم سے راضی ہو جاؤ، حضرت رابعہ نے فرمایا کیا آپ کو اللہ تعالیٰ سے جیا نہیں آتا کہ اس سے رضا کا مطالبہ کر رہے ہیں انہوں نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں حضرت جعفر بن سلیمان صغیر رحمہ اللہ نے پوچھا کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کب راضی ہوتا ہے؟ حضرت رابعہ نے فرمایا جب وہ مصیبت پر بھی اسی طرح خوش ہو جس طرح وہ نعمت پر خوش ہوتا ہے۔

حضرت فیضی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب بندے کے نزدیک منہ اور عطا برابر ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہے۔  
حضرت احمد بن ابوالحواری رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں سے اسی بات پر راضی ہو جاتا ہے جس بات پر غلام اپنے آقاؤں سے راضی ہوتے ہیں۔

حضرت احمد فرماتے ہیں میں نے پوچھا یہ کس طرح ہوتا ہے؟ فرمایا مخلوق میں سے جو غلام میں ان کی مراد یہ نہیں ہوتی کہ ان کا مولیٰ ان پر راضی ہو؟ میں نے کہا ہاں ایسا ہی ہوتا ہے فرمایا بندوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ وہ اس سے راضی ہوں۔  
حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں بندوں کو یقین میں سے اسی قدر حصہ ملتا ہے جس قدر ان کو رضا سے حصہ ملتا ہے اور رضا سے ان کا حصہ اسی قدر ہوتا ہے جس قدر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ بِعِبْرَتِهِ وَجَدَّ لِيهِ  
جَعَلَ الرُّوحَ وَالْقَدْرَ فِي الرِّضَا وَالْيَقِينِ وَ  
جَعَلَ النِّعَمَ وَالْحُزْنَ فِي الشُّكِّ وَالسُّخْطِ ۝۱۱

فصل ۱۲ :

## رضا کی حقیقت اور خواہش کے خلاف اس کا تصور

جو لوگ کہتے ہیں کہ خواہش کے خلاف امور اور مختلف مصیبتوں میں صرف صبر ہو سکتا ہے رضا کا تصور نہیں ہو سکتا  
گو یا وہ لوگ محبت کا انکار کرتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کا تصور اور تمام ہمت کا اس میں مستغرق ہونا ثابت  
ہو جائے تو اس بات میں کوئی لپٹا شید کی نہیں کہ محبت محبوب کے کاموں پر راضی ہونے کا باعث ہے اور یہ دو طریقوں سے  
ہوتا ہے۔

۱۔ تکلیف کا احساس ختم ہو جائے حتیٰ کہ اس پر کوئی تکلیف دہ بات آئے تو اس کا احساس نہ ہو اور کوئی زخم پہنچے تو اس کا  
ادراک بھی نہ ہو اس کی مثال یہ ہے کہ اڑنے والے شخص کو غصے یا خوف کی حالت میں زخم پہنچے تو وہ محسوس نہیں کرتا حتیٰ کہ  
جب وہ بخون دیکھتا ہے تو اسے زخم کا علم ہوتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی شخص کس معمولی سے کام میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس  
کے پاؤں میں کانٹا چھب جاتا ہے تو دل کی مشغولیت کی وجہ سے اسے اس کا احساس نہیں ہوتا۔ بلکہ جو شخص سیگی لگواتا  
ر خون نکلواتا ہے یا استرے سے سر منڈواتا ہے تو اس سے آدمی کو ایذا پہنچتی ہے لیکن جب دل ٹھکانے میں نہ ہو  
اور کسی دوسری طرف مشغول ہو تو خون نکلنے والا اور حجام فارغ ہو جاتا ہے لیکن اس کو تپہ نہیں چلدا۔ اور یہ سب باتیں  
اس لیے ہیں کہ جب دل کسی بات میں مشغول ہوتا ہے اور مکمل طور پر اس میں مستغرق ہوتا ہے تو دوسری کسی بات کا ادراک  
نہیں ہوتا۔

اسی طرح عاشق جو اپنے معشوق کے مشاہدے میں مکمل طور پر مستغرق ہوتا ہے یا اس کی محبت کا شکار ہوتا ہے  
تو بعض اوقات وہ اذیت محسوس کرتا ہے یا غمگین ہوتا ہے اگر وہ عشق میں مبتلا نہ ہو لیکن دل پر محبت کے بہت زیادہ  
غلبے کی وجہ سے اسے غم و اندوہ کا ادراک نہیں ہوتا۔ یہ تو اس صورت میں ہے جب اسے تکلیف محبوب کے غیر کی  
طرف سے پہنچے تو جب محبوب کی طرف سے پہنچے تو کیا کیفیت ہوگی اور دل کا محبت اور عشق میں مشغول ہونا سب سے اہم



مصرفیت ہے اور جب خفیف محبت کے باعث تھوڑی سے تکلیف کے سلسلے اس بات کا تصور ہو سکتا ہے تو بڑی محبت کے باعث بہت بڑی تکلیف کے سلسلے میں بھی اس کا تصور ہو سکتا ہے اس لیے کہ جس طرح تکلیف کا بڑھنا ممکن ہے اسی طرح محبت کا بڑھنا بھی ممکن ہے اور جس طرح آنکھ سے دکھائی دینے والی خوبصورت چیزوں کی محبت مضبوط ہوتی ہے اسی طرح ان خوبصورت چیزوں کی محبت بھی قوی ہوتی ہے جن کا ادراک باطنی نگاہ سے ہوتا ہے جو نور بصیرت سے اور اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال پر کسی دوسرے جلال و جمال کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ پس جس کے لیے یہ منکشف ہو جائے تو تعجب نہیں کہ وہ مدہوش ہو کر بے ہوش ہو جائے اور اس پر جو کچھ جاری ہو اس کا احساس نہ ہو سکے چنانچہ منقول ہے کہ حضرت فتح موصلی رحمہ اللہ کی زوہر گریٹیں تو ان کا ناخن ٹوٹ گیا اس پر وہ ہنس پڑیں پوچھا گیا کیا آپ کو تکلیف نہیں ہوتی؟ اس نے کہا اس کے ثواب کی لذت نے مجھ سے درد کی کڑواہٹ کو نائل کر دیا گیا ہے۔

حضرت سہل رحمہ اللہ کو ایک بیماری لاحق تھی تو آپ دوسروں کو لاحق اس بیماری کا علاج کرتے لیکن اپنا علاج نہیں کرتے تھے اس سلسلے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اسے دوست و محبوب کے مارنے سے درد نہیں ہوتا۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس درد کا ادراک ہو لیکن وہ اس پر راضی ہو بلکہ وہ اس میں رغبت رکھتا ہو اور عقل کی بنیاد پر اس کا ارادہ کرے اگرچہ اس کی طبیعت پر گراں گزیرے جیسے کوئی شخص رگ کھلوانا اور خون نکلوانا چاہتا ہے تو وہ اس کا درد محسوس کرتا ہے لیکن وہ اس پر راضی ہوتا اور اس میں رغبت رکھتا ہے اور رگ کھولنے والے کا احسان مند ہوتا ہے۔

تو جس کو تکلیف پہنچتی ہے اس کا بھی یہی حال ہے۔

اسی طرح جو شخص نفع طلب کرتا ہے وہ سفر کی مشقت بھی برداشت کرتا ہے لیکن سفر کے نتائج کی محبت اس کے نزدیک سفر کی مشقت سے زیادہ خوشگوار ہوتی ہے اور وہ اس پر راضی ہوتا ہے تو جب اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی آزمائش پہنچے اور اسے یقین ہو کہ اس کے لیے جو ثواب رکھا گیا ہے وہ اس فوٹ شدہ چیز سے زیادہ ہے تو وہ اس پر راضی ہوتا ہے اس میں رغبت رکھتا ہے اور اس کو پسند کرتے ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جب وہ ثواب اور احسان کا لحاظ رکھے جو اس مصیبت کے بدلے میں اسے ملتا ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ محبت غالب ہو اور اس کا مقصد محبوب کی مراد اور رضا کے سوا کچھ نہ ہو اور یہ سب باتیں مخلوق کی محبت میں مشاہدے میں آتی ہیں اور وصف کرنے والوں نے نظم و نثر میں اس بات کو بیان کیا ہے اور اس کا مطلب صرن آنکھ سے ظاہری صورت کے جمال کو دیکھتا ہے اور جمال ظاہری کا حال تو یہ ہے کہ وہ چمڑہ، گوشت اور خون ہے جس میں نجاست ملی ہوئی ہے اس کا آغاز ناپاک لطف ہے جب کہ اس کا انجام ناپاک مہار ہے درمیان میں وہ پانخانہ اٹھائے پھرتا ہے اور اگر دیکھنے والے کو دیکھو تو آنکھ خیس ہے جو اکثر دہوکہ کھاتی ہے چھوٹی چیز کو بڑی اور بڑی کو چھوٹی سمجھتی ہے اسی طرح دور والی چیز کو قریب سمجھتی ہے اور بد صورت کو خوبصورت قرار دیتی ہے۔



تو جب اس حالت میں محبت کا غلبہ منظور ہوتا ہے تو ازل، ابدی جمال جس کے کمال کی کوئی انتہا نہیں اور اس کا ادراک بصیرت کی آنکھ سے ہوتا ہے نہ اس میں غلطی کا امکان ہے اور نہ ہی موت اس کے گرد بھٹکتی ہے بلکہ وہ موت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ رہتی اور اللہ تعالیٰ کے رزق پر خوش ہوتی ہے اور موت کی دہ سے زیادہ تنبیہ اور کشف ہونا ہے تو اس محبت میں ایسی کیفیت کا پیدا ہونا کیسے محال ہوگا۔

اگر اس بات کو غور و فکر کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ واضح ہے اس کا پایا جانا اور محبت کرنے والوں کے احوال و اقوال اس پر شاہد ہیں حضرت شفیق بلخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص سستی کا ثواب دیکھ لیتا ہے وہ اس سے نکلنے کی خواہش نہیں رکھتا۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سری سقطی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا محبت کو تکلیف کا احساس ہوتا ہے؟ فرمایا نہیں میں نے کہا اگر چہ اسے تلوار سے مارا جائے؟ فرمایا ہاں اگر چہ اسے تلوار کے ساتھ سز مرتبہ مارا جائے اور ضرب لگائی جائے۔

اور بعض بزرگوں نے فرمایا کہ میں ہر اس چیز سے محبت کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتی کہ اگر وہ جہنم کو پسند کرتا تو میں جہنم میں داخل ہونے کو پسند کرتا۔

حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جس کو بغداد کے محلہ شرقیہ میں ایک ہزار کوڑے مارے گئے تھے لیکن اس نے کوئی بات نہ کی پھر اسے قید خانے کی طرف لے جایا گیا تو میں اس کے پیچھے چلا میں نے پوچھا تمہیں کیوں مارا گیا؟ اس نے کہا اس لیے کہ میں عاشق ہوں میں نے پوچھا تم خاموش کیوں رہے؟ اس نے کہا اس لیے کہ میرا محبوب میرے سامنے تھا اور مجھے دیکھنا تھا میں نے کہا اگر تم سب سے بڑے محبوب کو دیکھو تو کیسا ہے؟ فرماتے ہیں یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور گر کر مر گیا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب اہل جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو ان کی آنکھیں دلوں میں چلی جائیں گی اور آٹھ سال تک واپس نہیں آئیں گی تو ان دلوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو اس کے جمال و جلال کے درمیان پڑے ہوئے ہیں اور جب اس کے جمال کو دیکھتے ہیں تو پریشان ہوتے ہیں۔

حضرت بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے سلوک کے آغاز میں جزیرہ عبادان کا ارادہ کیا تو میں نے وہاں ایک آدمی دیکھا جو نابینا بھی تھا، کوڑھی اور مخون بھی اور مرگی کا شکار تھا چوٹیوں میں اس کے جسم کو کھار ہی تھیں میں نے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور کچھ بوتلار با جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا یہ کون فضول شخص ہے جو میرے اور میرے رب کے درمیان مداخلت کر رہا ہے اگر وہ میرا ایک ایک جوڑ کاٹ دے تو میری محبت میں اضافہ ہوگا۔ حضرت بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اس کے بعد جب بھی بندے اور اس کے رب کے درمیان کوئی اذیت دیکھی تو مجھے بڑا معلوم



نہیں ہوا۔

حضرت ابو عمرو محمد بن اشعث رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل مصر کو چار مہینے تک غذائہ ملی صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا دیدار کر کے بھوک کا ازالہ کرنے انہیں جب بھی بھوک لگتی آپ کا دیدار کر لیتے تو آپ کے جمال میں شغولیت کی وجہ سے ان کو بھوک کی تکلیف محسوس نہ ہوتی بلکہ قرآن پاک میں اس سے بھی زیادہ معاملہ مذکور ہے یعنی مصر کی عورتوں نے جمال یوسفی پر فریقہ ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے لیکن ان کو احساس تک نہ ہوا۔

حضرت سعید بن جبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے بصرہ میں حضرت عطاء بن مسلم کی سرانے میں ایک نوجوان کو دیکھا اس کے ہاتھ میں چھرا تھا، وہ بلند آواز سے پکار رہا تھا اور لوگ اس کے گرد جمع تھے۔ وہ کہتا تھا۔

يَوْمَ الْغُرَاقِ مِنَ الْفِيَا مَتَا طَوْلُ وَالْمَوْتُ مِنْ  
الْمَوْتِ تَقَرُّنِي اَجْمَلُ قَالُوا الرَّحِيلُ فَقُلْتُ  
لَسْتُ بِرَاحِلٍ لَكِنْ مَهَجَّتِي الَّتِي تَتَرَحَّلُ

پھر اس نے چھری سے اپنا پیٹ چیرا اور مر گیا میں نے اس کے بارے میں اور اس کے واقعہ سے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ بادشاہ کے ایک غلام پر عاشق تھا جو اس سے صرف ایک دن غائب رہا۔

مردی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھے زمین میں سب بڑی عبادت گاہ کے بارے میں بتائیے انہوں نے ایک آدمی بتایا کہ کوڑھ کی وجہ سے اس کے ہاتھ پاؤں کٹ چکے تھے اور بنائی بھی چلی گئی تھی انہوں نے سنا وہ کہہ رہا تھا یا اللہ! جب تک تو نے چاہا مجھے ان چیزوں سے نفع دیا اور جب چاہا مجھ سے ان کو لے لیا۔ اسے نیکی کا اچھا بدلہ دینے والے اور مطلب تک پہنچانے والے! اپنی ذات میں میری امید کو باقی رکھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کا ایک صاحبزادہ بیمار ہو گیا تو آپ کو اس کا بہت دکھ ہوا حتیٰ کہ بعض لوگوں نے کہا ہمیں ڈر ہوا کہ کہیں اس بچے کی وجہ سے آپ کو کچھ ہونہ جائے چنانچہ وہ صاحبزادے سے انتقال کر گئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے آپ کو اس وقت جس قدر خوشی تھی کبھی کسی کو نہ ہوئی ہوگی آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا میرا غم اس پر رحمت و شفقت کی وجہ سے تھا جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا تو ہم راضی ہو گئے۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جبکل میں ایک شخص تھا جس کے پاس کتا، گدھا اور مرغ تھا، مرغ ان کو نماز کے لیے جگانا گدھا ان کے لیے پانی لانا اور ان کے خیمے اٹھا کر لے جانا جب کہ کتا ان کی حفاظت کرتا فرماتے ہیں ایک لومڑی آئی اور مرغ کو اٹھا کر لے گئی ان لوگوں کو اس بات کا بہت دکھ ہوا وہ شخص نیک تھا کہنے لگا ہو کتا ہے اس میں بھلائی ہو پھر بھیر یا آیا اور اس نے گدھے کا پیٹ پھاڑ کر اسے ہلاک کر دیا گھر والوں کو اس کا دکھ ہوا لیکن اس نے



کہا ہو سکتا ہے اس میں بھلائی ہو پھر اس کے بعد کتا مر گیا اس نے کہا ممکن ہے اس میں بہتری ہو، پھر ایک دن وہ اٹھے تو دیکھا کہ ان کے ارد گرد کے سب لوگوں کو قید کر لیا گیا اور وہ محفوظ رہے اس نے کہا وہ اس لیے پکڑے گئے کہ ان کے پاس کتوں گدھوں اور مرغوں کی آوازیں تھیں تو تقدیر خداوندی کے مطابق ان لوگوں کو ان حیوانات کی ہلاکت سے فائدہ ہوا۔

پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ لطف و کرم کو جان لیتا ہے وہ ہر حال میں اس کے فعل پر راضی ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو اندھا بھی تھا، برص کی بیماری میں بھی مبتلا تھا، اچانچ بھی تھا اور دونوں طرف سے فالج زدہ بھی تھا کورٹھکی وجہ سے اس کا گوشت بچھ چکا تھا اور وہ کہہ رہا تھا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس چیز سے بچایا جس میں اپنی مخلوق میں سے بے شمار لوگوں کو مبتلا کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا اے فلاں! وہ کونسی آزمائش ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تجھ سے دُور رکھا؟ اس نے کہا اے رُوح اللہ! میں اس شخص سے بہتر ہوں جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت نہیں ڈالی جب کہ میرے میں ڈالی سے آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا اپنا ہاتھ لاؤ اس نے ہاتھ پکڑا تو اس کا چہرہ نہایت خوبصورت اور باقی شکل بھی اچھی ہو گئی اور اللہ تعالیٰ اس کی تمام تکلیف کو لے گیا چنانچہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت اختیار کر لی اور عبادت کرنے لگا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خاش تھی تو آپ نے اپنا پاؤں گھٹنے سے کٹوایا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ایک پاؤں لے لیا یا اللہ اتیری قسم ہے اگر تو ایک پاؤں لے گیا تو دوسرا باقی بھی رکھا ہے اگر تو نے آزمائش میں ڈالا ہے تو عافیت بھی عطا فرمائی ہے پھر اس رات یہی وظیفہ پڑھتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ فقر اور مالداری دو سواریاں ہیں مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں کس پر سوار ہوتا ہوں اگر فقر ہو تو میں صبر کرتا ہوں اور اگر مالداری ہو تو خرچ کرتا ہوں۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ہر مقام سے ایک کیفیت حاصل کی سوائے رضا کے، اس سے مجھے خوشبو کا صرف ایک جھونکا ملا ہے اور اس کے باوجود اگر اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو جنت میں اور مجھے دوزخ میں بھیجے تو میں اس پر راضی ہوں گا۔

ایک اور عارف سے پوچھا گیا کیا آپ کو رضا کا انتہائی درجہ حاصل ہو گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں نے انتہائی درجہ نہیں پایا البتہ مجھے مقام رضا حاصل ہو گیا ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھے جہنم کے ادھر لے بنا دے کہ تمام مخلوق میرے ادھر سے گذر کر جنت میں جائے پھر اپنی قسم کو لوہا کرنے کے لیے مجھ سے ہی دوزخ کو بھروسے تو میں اس حکم کو پسند کروں گا اور اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم پر راضی ہوں گا۔

تو ایسے شخص کا کلام ہے جسے معلوم ہے کہ محبت نے اس کے تمام فکر کو گھیر لیا حتیٰ کہ اسے آگ کی تکلیف کا



احساس تک نہ ہوا اور اگر احساس ہو بھی تو وہ محبوب کی رضا حاصل ہونے کے شعور کی لذت میں کم ہو جائے اور اس حالت کا غلبہ ذاتی طور پر بحال نہیں ہے اگرچہ ہماری کمزور حالت سے دُور ہے لیکن یہ بات مناسب نہیں کہ کمزور محروم شخص قوت والے لوگوں کے احوال کا انکار کرے اور یہ خیال کرے کہ جس بات سے وہ عاجز ہے اولیاء کرام بھی اس سے عاجز ہیں۔

حضرت فوذباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن جلداد دمشقی سے پوچھا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ میں چاہتا ہوں میرا جسم قینچی سے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور تمام مخلوق اس کی اطاعت کرے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا اگر یہ بات اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی بزرگی کے پیش نظر ہے تو مجھے معلوم نہیں اور خون اور لوگوں کی خیر خواہی کے طور پر ہے تو میں جانتا ہوں پھر ان پر بیہوشی طاری ہو گئی۔

حضرت عمران بن حصین رحمہ اللہ کے پیٹ میں تکلیف تھی آپ تیس سال تک پیٹھ کے بل بیٹھے رہے نہ کھڑے ہو سکتے اور نہ بیٹھ سکتے آپ کی چارپائی کا بان کاٹ کر قضا ئے حاجت کے لیے جگہ بنائی گئی تھی حضرت مطرف اور ان کے بھائی حضرت علاء رحمہما اللہ ان کے پاس آئے اور ان کی اس حالت کو دیکھ کر رونے لگے فرمایا تم کیوں روتے ہو؟ حضرت مطرف نے فرمایا آپ کی اس حالت کو دیکھ کر روتے ہیں فرمایا تم نہ روؤ کیوں کہ جو بات اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے وہ مجھے بھی زیادہ پسند ہے پھر فرمایا میں تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے نفع عطا فرمائے اور میرے مرنے تک کسی کو نہ بتانا فرشتے میرے پاس آتے ہیں اور میں ان سے مانوس ہوتا ہوں وہ مجھے سلام کرتے ہیں اور میں ان کا سلام سنتا ہوں تو میں جان لیتا ہوں کہ یہ بیماری سزا نہیں بلکہ اس بہت بڑی نعمت کا سبب ہے پس جو شخص آزمائش کی حالت میں اس قسم کا مشاہدہ کرے وہ اس پر کیسے راضی نہیں ہوگا۔

حضرت مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم حضرت سوید بن متعبہ رحمہ اللہ کی عیادت کے لیے ان کے پاس گئے ہم نے دیکھا کہ ایک کپڑا پڑا ہوا ہے ہم نے سوچا اس کے نیچے کچھ نہیں حتیٰ کہ کپڑا ہٹایا گیا تو ان کی زود نے کہا آپ کے گھر والے آپ پر فلا ہوں آپ کو کیا کھلائیں پلائیں انہوں نے فرمایا ایک عرصہ سے بیٹا ہوا ہوں اور میری پیٹھ زخمی ہو گئی اور میں کمزور ہو گیا ہوں میں نے ایک عرصہ دراز سے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے لیکن مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ اس کیفیت سے ایک ناخن کے برابر بھی کمی کروں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے اور آپ کی بیٹی چلی گئی تھی لوگ آپ کے پاس بحق درجوق آتے اور دعا کی درخواست کرتے آپ ان سب کے لیے دعا مانگتے اور آپ کی دعا قبول ہوتی تھی حضرت عبداللہ بن سائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں بھی آپ کے پاس حاضر ہوا اور ان دنوں میں لڑکا تھا میں نے ان کو اپنی پہچان کرائی تو انہوں نے مجھے پہچان لیا اور فرمایا تو وہل مکہ کا قاری ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں انہوں نے واقعہ ذکر کیا جس کے



آخر میں فرمایا کہ میں نے عرض کیا اے چچا جان! آپ لوگوں کے لیے دعا کرتے ہیں اگر اپنے لیے بھی دعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی بنیائی لوٹا دے گا۔ یہ سن کر وہ مسکرائے اور فرمایا۔ اے بیٹے! میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کا فیصلہ میری بنیائی سے زیادہ اچھا ہے۔

ایک صوفی کا بیٹا کم ہو گیا تین دن تک پتہ نہ چلا ان سے کہا گیا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو وہ آپ کی طرف لوٹا دے گا انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتراض کرنا میرے نزدیک بیٹھے کے گم ہونے سے زیادہ سخت ہے۔ ایک عبادت گزار نے فرمایا کہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا تو میں ساٹھ سال سے رو رہا ہوں انہوں نے اس گناہ سے توبہ کی قبولیت کے لیے بہت زیادہ عبادت کی پوچھا گیا وہ گناہ کیا ہے؟ فرمایا ایک دفعہ میں نے ایک کام کے بارے میں جو ہو گیا تھا، کہا کہ کاش ایسا نہ ہوتا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں اگر میرا جسم فیٹیچوں سے کاٹا جائے تو میرے لیے یہ بات اس سے بہتر ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلے کے بارے میں کہوں کہ کاش ایسا نہ ہوتا۔

حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ کو بتایا گیا کہ یہاں ایک شخص ہے جس نے پچاس سال عبادت کی ہے وہ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے بتاؤ کہ کیا تم سیر ہو گئے جواب دیا نہیں پوچھا کیا تم اس سے مانوس ہوئے؟ کہا نہیں، پھر سوال کیا اس پر رضی ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ پوچھا تو تمہیں اس سے صرف روزے اور نماز کا حصہ ملا ہے؟ جواب دیا جی ہاں فرمایا اگر مجھے تم سے شرم نہ آتی تو میں بتا دیتا کہ تمہارا معاملہ پچاس سال سے اندر سے خالی ہے یعنی تمہارے دل کا دروازہ نہیں کھلا کہ تم قلبی اعمال کے ذریعے قرب کے درجات تک ترقی کرتے تم اصحابِ امین کے طبقات میں شمار ہوتے ہو کیوں کہ تمہیں صرف ظاہری اعمال میں ترقی ہوئی ہے جو عام لوگوں کو ہوتی ہے۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ رستان میں قید تھے تو ایک جماعت آپ کے پاس گئی انہوں نے اپنے سامنے پتھر جمع کر رکھے تھے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا آپ سے محبت کرنے والے ہیں چنانچہ آپ ان کی طنز متوجہ ہوئے اور ان کو پتھر مارنے لگے وہ بھاگ نکلے فرمایا تمہیں کیا ہوا کہ تم مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو؟ اگر تم سچے ہو تو میری مصیبت پر صبر کرو۔ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے یہ شعر کہا۔

اِنَّ الْمَحَبَّةَ يَلْتَرِحُّنِ سَكْرَتِي  
وَهَلْ رَاَيْتَ مَعْبَتًا غَيْرَ سَكْرَانِ  
بے شک رحمان کی محبت نے مجھے نشے میں مبتلا کر دیا اور  
کیا تم نے ایسا محب دیکھا ہے جو نشے میں نہ ہو۔

شام کے کسی عبادت گزار نے کہا تم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتے ہوئے اس سے متا ہے اور شاید اس نے تکذیب بھی کی ہو کیوں کہ تم میں سے کسی کی انگلی سونے کی ہو تو وہ اس سے اشارہ کرتا ہے اور اگر اس میں کچھ نخل ہو تو اسے چھتا پھرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سونا مذموم ہے اور لوگ اس پر فخر کرتے ہیں اور آزمائش اہل آخرت



کے نزدیک زینت ہے اور وہ اس سے نفرت کرتے ہیں۔  
 کہا گیا ہے کہ بازار میں آگ لگ گئی تو حضرت سہری رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ تمام بازار جل گیا اور آپ کی دوکان نہیں جلی آپ نے فرمایا "الحمد للہ" پھر فرمایا میں نے کیسے الحمد للہ کہا حالانکہ میں پچا ہوں دوسرے مسلمان تو نہیں بچے چنانچہ آپ نے تجارت سے توبہ کر لی اور باقی ساری زندگی اس بات سے استغفار کرتے ہوئے دوکانداری چھوڑ دی کہ میں نے الحمد للہ کیوں کہا۔

اگر تمام واقعات پر غور کرو تو قطع طور پر جان لو گے کہ خواہشات کے غلات بات پر رضا محال نہیں بلکہ وہ اہل دین کے مقامات میں سے ایک اہم مقام ہے اور حبیب یہ مخلوق کی محبت اور اس سے حصہ حاصل کرنے میں ممکن ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور آخری فوائد میں بدرجہ اولیٰ ممکن ہے اور اس امکان کی دو وجہیں ہیں۔  
 ۱۔ تکلیف پہنچنے پر راضی ہونا کیوں کہ اس پر ثواب کی توقع ہوتی ہے جیسے خون نکلوانے، رگ کٹوانے اور دوائی پینے پر آدمی شفا دہانی کے انتظار میں راضی ہوتا ہے۔

۲۔ کسی دوسرے مقصد کے لیے رضا نہ ہو بلکہ اس لیے راضی ہو کہ یہ محبوب کی مراد اور رضا ہے اور بعض اوقات محبت اس لیے غالب ہوتی ہے کہ محبوب کی مراد میں محب کی مراد غوطہ زن ہوتی ہے پس اس کے نزدیک سب سے زیادہ لذیذ محبوب کے دل کی خوشی اور اس کی رضائیں اس کے ارادے کا نفاذ ہے اگرچہ اس میں اس کی رُوح ہلاک کیوں نہ ہو جائے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

فَمَا لِحَزْرٍ إِذَا أَرْضْنَا كَمَا أَلَمَّ - جس زخم میں تمہاری خوشی ہو اس میں تکلیف کہاں۔

اور یہ بات احساس تکلیف کے باوجود ممکن ہے اور بعض اوقات محبت کا اس طرح غلبہ ہوتا ہے کہ تکلیف کے ادراک سے وہ مدہوش ہو جاتا ہے قیاس تجربہ اور شاہدہ ایسی حالت کے وجود پر دلالت کرتا ہے لہذا جس آدمی میں یہ بات نہ پائی جائے اسے اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ وہ اس سے اس لیے محروم ہے کہ اس میں اس کا سبب نہیں پایا جاتا اور وہ محبت کا زیادہ ہونا ہے اور جو شخص محبت کے ذائقے سے آگاہ نہیں وہ اس کے عجائبات کی پہچان نہیں رکھتا تو محبت کرنے والوں کے لیے بڑے بڑے عجائبات ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں۔

حضرت عمرو بن حارث رافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں موضع ررقہ میں اپنے ایک دوست کے پاس مجلس میں تھا اور ہمارے ساتھ ایک نوجوان تھا جو گانے والی ایک لونڈی پر عاشق تھا اور وہ لونڈی بھی اسی مجلس میں تھی اس نے باجا بجایا اور گانا گایا۔

عَلَامَةٌ ذَلِ الْهَمِي - عَلَى الْعَاشِقِينَ الْبُكَاءُ  
 وَلَا سِيَّامًا عَاشِقٌ - إِذَا لَمْ يَجِدْ مُشْتَكِيًا  
 عاشق کی زلت کی پہچان رونا ہے خصوصاً جب عاشق کوئی  
 تدبیر نہ پائے۔



نوجوان نے کہا تو نے خوب کہا کیا تو مجھے مرنے کی اجازت دیتی ہے؟ اس نے کہا اگر تو سچا ہے تو مر جا چنانچہ اس نے ٹیکے پر سر رکھا اور منہ اور آنکھیں بند کر لیں ہم نے اسے حرکت دی تو وہ مر چکا تھا۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک بچے کی آستین پکڑے ہوئے اس کے سامنے گڑا کرتا اور محبت کا اظہار کر رہا تھا بچہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا یہ منافقت جو تم میرے سامنے ظاہر کر رہے ہو کب تک رہے گی؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس میں سچا ہوں حتیٰ کہ اگر تو مجھ سے مرنے کے لیے کہے گا تو میں مجاؤں گا اس نے کہا اگر تو سچا ہے تو مر جا حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ شخص ایک طرف گھبرا ہوا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں لوگوں نے دیکھا تو مریا ہوا تھا۔

حضرت سمون محب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے پڑوس میں ایک شخص تھا اور اس کی ایک لونڈی تھی جس سے وہ محبت کرتا تھا لونڈی بیمار ہو گئی تو وہ اس کے لیے صلوہ بنانے بیٹھا وہ ہنڈیا میں چمچہ پھیر رہا تھا کہ لونڈی نے درد کے مارے ”آہ“ کہا یہ سن کر وہ شخص بیہوش ہو گیا اور اس کے ہاتھ سے چمچ گر پڑا اور وہ اپنے ہاتھ سے ہنڈیا کو حرکت دینے لگا حتیٰ کہ اس کی انگلیاں جل گئیں لونڈی نے کہا یہ کیا؟ اس نے کہا تمہارے آہ بھرنے سے یہ ہوا ہے۔

حضرت محمد بن عبد اللہ بغدادی رحمہ اللہ سے منقول ہے فرماتے ہیں میں نے بصرہ میں ایک نوجوان کو بلند چھت پر دیکھا وہ لوگوں کو جھانک رہا تھا اور یوں کہتا تھا۔

مَنْ مَاتَ عَشَقًا فَلَيْمَتْ هَكَذَا الْآخِرُ  
فِي عَشَقٍ بِلَا مَوْتٍ -  
جو شخص عشق میں مرنا چاہے وہ یوں مرے کیوں کہ عشق  
میں موت کے سوا کوئی بھلائی نہیں۔

پھر اپنے آپ کو گرا دیا تو لوگوں نے اسے مردہ حالت میں اٹھایا۔

اس قسم کی مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ جب مخلوق کی محبت اور اس کی تصدیق میں یہ باتیں ہو سکتی ہیں تو خالق کی محبت میں بدرجہ اولیٰ ہو سکتی ہیں کیوں کہ ظاہری بینائی کی نسبت باطنی بصیرت زیادہ صداقت پر مبنی ہے اور حضرت ربوبیت کا جمال ہر جمال سے کامل تر ہے بلکہ دنیا کا ہر جمال اسی جمال کی خوبیوں میں سے ایک ہے۔

ہاں جو آدمی بینائی سے محروم ہو وہ صورتوں کے جمال کا منکر ہوتا ہے جو ذہن سماعت سے محروم ہو وہ خوش آوازی اور نغموں سے انکار کرتا ہے اور جس کو دل کی دولت حاصل نہ ہو وہ یقیناً ان لذتوں سے انکار کرتا ہے جو دل کے بغیر سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔

فصل ۷ :-

## دعا، رضا کے خلاف نہیں

دعا مانگنے والا مقام رضا سے باہر نہیں جاتا اسی طرح گنہوں کو بڑا جانتا مجرموں سے ناراض رہنا اور اسباب گناہ کو ناپسند



کرتا نیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے ان کے ازالے کی کوشش کرتا بھی رضا کے خلاف نہیں۔ بعض اہل باطل اور دہوکے کے شکار لوگوں کو اس سلسلے میں مغالطہ لگا اور انہوں نے گمان کیا کہ گنہ فہسق و فجور اور کفر اللہ تعالیٰ کی تضاد قدر سے ہیں پس ان باتوں پر راضی ہونا واجب ہے یہ بات تاویل سے جہالت اور اسرار شریعت سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

جہاں تک دعا کا تعلق ہے تو اس کے ذریعے ہم عبارت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام نے کثرت سے دعا مانگی ہے جس طرح ہم نے دعاؤں کے بیان میں نقل کیا ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رضا کا اعلیٰ مقام حاصل تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کی یوں تعریف فرماتا ہے۔

وَيَذَّوْنًا رَعِبًا ذُرَّهَبًا۔ (۱)

اور وہ امید و خوف کے ساتھ ہم سے دعا مانگتے ہیں۔ اور گناہوں سے نفرت کر لے اور ان پر راضی نہ ہونے کو بھی اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے عبادت قرار دیا ہے اور ان پر راضی ہونے کی مذمت فرمائی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الْدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِهَا۔  
وہ لوگ دنیا کی زندگی پر راضی ہوئے اور اس پر مطمئن ہو گئے۔ (۲)

اور ارشاد خداوندی ہے۔

رَضُوا بِأَنْ يَكُونَ مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ  
عَلَى قُلُوبِهِمْ۔

اور وہ پیچھے رہ جانے والی غورتوں کے ساتھ رہنے اور جہاد کے لیے نہ جانے (پر راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔

(۳)

ایک مشہور حدیث میں ہے۔

مَنْ شَهِدَ مُنْكَرًا قَرَضِي بِهِ فَكَأَنَّهُ  
قَدْ فَعَلَهُ۔ (۴)

جو شخص بُرائی کے قریب گیا اور اس پر خوش ہوا گویا اس نے اس بُرائی کا ارتکاب کیا۔

اور ایک دوسری حدیث شریعت میں ہے۔

أَلَّا أَلَّ عَلَى الشَّيْءِ كَفَاءَ عَلَيْهِ۔

برائی کی راہ دکھانے والا برائی کرنے والے کی طرح ہے

(۱) قرآن مجید، سورۃ انبیاء

(۲) قرآن مجید، سورۃ یونس آیت ۷

(۳) قرآن مجید، سورۃ توبہ آیت ۹۳

(۴) مسند ابولعیلیٰ جلد ۶ ص ۱۸۲ حدیث ۶۵۲

(۵) الفردوس بماثور الخطاب جلد ۲ ص ۲۳۲ حدیث ۳۱۲۱



حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک شخص برائی سے غائب رہتا ہے لیکن اس پر اتنا ہی گناہ ہوتا ہے جتنا جرم کرنے والے پر ہوتا پوچھا گیا یکس طرح ہوتا ہے؛ فرمایا اسے اس گناہ کی خبر پہنچتی ہے تو وہ اس پر راضی ہوتا۔

حدیث شریف میں ہے۔

لَوْ أَنَّ عَبْدًا قَتَلَ بِالْمَشْرِقِ وَرَضِيَ  
بِقَتْلِهِ أَخْرَبَ بِالْمَغْرِبِ كَمَا أَنَّ شَرِيكًا  
فِي قَتْلِهِ - (۱)

اگر کوئی بندہ مشرق میں قتل ہو جائے اور دوسرا شخص مغرب میں اس کے قتل پر راضی ہو تو یہ اس قتل میں شریک ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اچھے کاموں میں رشک کرنے اور لہجانے اور بُرے کاموں سے بچنے کا حکم دیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

فَلْيَنْتَهِزِ الْمَتَانِ فَسْوَنَ - (۲)

پس لہجانے والوں کو لہجانا چاہیے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً  
فَهُوَ يَبْسُطُهَا فِي النَّاسِ وَيُعَلِّمُهَا وَرَجُلٌ  
آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسَلَطَ عَلَى هَلَكْتِهِ فِي  
الْحَقِّ - (۳)

رشک صرف دو آدمیوں پر ہو سکتا ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی اور وہ اسے لوگوں میں پھیلاتا ہے اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا پس وہ اسے راہ حق میں خرچ کرتا ہے۔

دوسری روایت میں اس طرح ہے۔

وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ  
أَنْبَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ يَقُولُ الرَّجُلُ كَسُو  
آتَانِي اللَّهُ مِثْلَ مَا آتَى هَذَا فَعَلَّتْ مِثْلَ  
مَا يَفْعَلُ - (۴)

وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی اور وہ رات اور دن کی گھڑیوں میں اس کے ساتھ قیام کرتا ہے تو دوسرا شخص کہتا ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس کی مثل عطا فرمائے جو اس کو عطا کیا تو میں بھی اس کی طرح عمل کروں۔

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۷ ص ۲۶۶ کتاب الصلوٰۃ

(۲) قرآن مجید سورہ مطففین آیت ۲۶

(۳) صحیح مسلم جلد اول ص ۲۷۲ کتاب صلاۃ المسافرین

(۴) ایضاً۔



کفار، اور فاسق و فاجر سے بغض اور ان پر اعتراض و نالائقی کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بے شمار شواہد پائے جاتے ہیں جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ  
مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ۔ (۱)

مومن، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ  
وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ (۲)

اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَكَذَلِكَ نُؤَيِّنُ لِبَعْضِ الظَّالِمِينَ بَعْضًا۔ (۳)

وہیٹ شریف میں ہے۔

اسی طرح ہم بعض ظالموں کو دوسرے بعض پر مسلط کرتے ہیں

إِنَّ اللَّهَ أَخَذَ الْمِيثَاقَ عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ  
أَنْ يَبْغِضَ كُلَّ مَنَافِقٍ وَعَلَى كُلِّ مَنَافِقٍ  
أَنْ يَبْغِضَ كُلَّ مُؤْمِنٍ۔ (۴)

یہے تک اللہ تعالیٰ نے ہر مومن سے وعدہ لیا کہ وہ ہر منافق سے بغض رکھے اور ہر منافق سے وعدہ لیا کہ ہر مومن سے بغض رکھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ۔ (۵)

ادھی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا وَآلَاهُمْ حُسْرًا  
مَعَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۶)

جو شخص کسی قوم سے محبت کرے اور دوستی رکھے وہ قیامت کے دن اسی قوم کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(۱) قرآن مجید، سورہ آل عمران آیت ۲۸

(۲) قرآن مجید، سورہ مائدہ آیت ۵۱

(۳) قرآن مجید، سورہ انعام آیت ۱۲۹

(۴) الاسرار المفوتہ ص ۷۶ حدیث ۲۷۱

(۵) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۱۱ کتاب الادب

(۶) کنز العمال جلد ۶ ص ۴۱ حدیث ۷۴۳۰



اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 اَرْثَقُ عَزْرِي الْوَيْمَانَ الْعَبْتُ فِي اللَّهِ وَالْبَعْضُ  
 ایمان کی سب سے مضبوط رسی اللہ تعالیٰ کے لیے محبت  
 کرنا اور اللہ تعالیٰ کے لیے بُغض رکھنا ہے۔ (۱)

اس بات کے ثبوت ہم نے آدابِ صحبت کے بیان میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور بُغض کے ضمن میں بھی ذکر کئے  
 ہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بیان میں بھی ذکر کئے ہیں لہذا ہم دوبارہ ذکر نہیں کرتے۔

سوال :-

اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر رینا کے لئے میں آیات، واحادیث آئی میں (۲) پس اگر گناہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے بغیر  
 ہوں تو یہ بات محال ہے اور عقیدہ توحید میں خلل کا باعث ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی قضا سے میں تو ان کو ناپسند کرنا اور  
 ان پر ناراض ہونا اللہ تعالیٰ کی قضا کو ناپسند کرنا ہے تو ایک ہی بات میں رضا اور کراہت کو کیسے جمع کیا جاسکتا ہے۔

جواب :-

یہ بات ان لوگوں پر مشتبہ ہوتی ہے جو ضعیف اور اسرارِ علوم سے زیادہ واقف نہیں ہوتے حتیٰ کہ بعض لوگوں پر معاملہ  
 مشتبہ ہوا تو انہوں نے برائیوں سے خاموشی کو مقامِ رضا خیال کیا اور اس کا نام حُسنِ خلق رکھا حالانکہ یہ محض جہالت ہے  
 بلکہ رضا اور کراہت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جب یہ دونوں ایک چیز پر ایک ہی جہت سے آتے ہیں البتہ جب کراہت  
 کسی اور درجہ سے ہو اور رضا دوسری درجہ سے ہو تو اس میں کوئی تضاد نہیں کیوں کہ بعض اذنیات تمہارا دشمن مر جاتا ہے  
 جو تمہارے دشمنوں کا بھی دشمن ہوتا ہے اور اس کی ہلاکت کی کوشش کرتا ہے تو اس کی موت کو تم اس لیے ناپسند کرتے  
 ہو کہ تمہارے دشمن کا دشمن مر گیا لیکن اس لیے خوش ہوتے ہو کہ تمہارا دشمن مر گیا۔

اسی طرح گناہ کی دو وجہ ہیں ایک کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فعل، اختیار اور ارادہ ہے پس وہ اس وجہ  
 سے راضی ہوتا ہے کہ مالک اپنی ملک میں جو چاہے کرے اور وہ اپنے فعل پر راضی ہو۔ اور ایک مَرخ بندے کی جانب ہے  
 کہ وہ اس کا کب اور وصف ہے نیز اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے اور اس سے بُغض رکھا  
 ہے کہ اس پر دُوری اور ناراضگی کے اسباب مسلط کئے اس اعتبار سے یہ منکر اور مذموم ہے اور یہ بات ایک مثال  
 سے واضح ہوگی۔

ہم مخلوق میں سے ایک محبوب فرض کرتے ہیں جو اپنے عاشقوں کے سامنے کہتا ہے کہ میں محبت کرنے والوں اور

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۱ ص ۴۸ حدیث ۱۰۴۹۲

(۲) مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۱۶۸ روایات البوقاص



بعض رکھنے والوں میں تمیز کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے ایک سچا معیار اور بولنے والا میزان مقرر کرتا ہوں وہ اس طرح  
 کہ میں فلاں شخص کے بارے میں قصد کرتا ہوں کہ اسے ایذا پہنچاؤں اور اسے ایسی ماراؤں کہ وہ مجھے گالی دینے پر مجبور  
 ہو جائے۔ حتیٰ کہ جب وہ مجھے گالی دے گا تو میں اس سے نفرت کروں گا اور اسے اپنا دشمن سمجھوں گا جو شخص اس سے  
 محبت کرے گا تو میں سمجھوں گا کہ وہ بھی میرا دشمن ہے اور جو آدمی اس سے نفرت کرے گا تو میں اسے اپنا محب اور دوست  
 سمجھوں گا۔ پھر اس نے ایسا ہی کیا اور گالی دینے سے اس کی مراد حاصل ہو گئی جو نفرت کا باعث تھی۔ اور وہ نفرت حاصل  
 ہو گئی جو دشمنی کا سبب تھی اس صورت میں جو شخص اس کا سچا عاشق ہے اور محبت کی شرائط کو جانتا ہے وہ یوں کہے کہ  
 تم جو اس شخص کو ایذا پہنچانے، مارنے اور ڈور کرنے کی تدبیر کر رہے ہو کہ اس سے بعض رعلاوت ہو تو میں اس بات پر راضی  
 ہوں اور اس کو پسند کرتا ہوں کیوں کہ یہ تیری رائے، تیری تدبیر، تیرا فعل اور تیرا ارادہ ہے لیکن اس نے جو تجھے گالی دی  
 ہے تو یہ اس کی طرف سے زیادتی ہے کیوں کہ اس کا فرض تھا کہ وہ صبر کرتا اور گالی نہ دیتا۔ لیکن اس سے تمہاری مراد  
 یہی تھی کیوں کہ تم نے اس کو اسی لیے مارا کہ وہ تمہیں گالی دے جو ناراضگی کا باعث ہے تو اس اعتبار سے کہ یہ سب کچھ تمہاری  
 تدبیر اور رضا کے مطابق ہوا میں اس پر راضی ہوں کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمہاری تدبیر میں نقص واقع ہوتا اور تیری مراد حاصل  
 نہ ہوتی اور مجھے تیری مراد کا پورا نہ ہونا پسند نہیں لیکن چون کہ یہ اس شخص کا وصف اور کسب ہے اور تیرے جمال کے  
 نقصانے کے خلاف دشمنی ہے کیوں کہ اس پر لازم تھا کہ وہ تجھ سے اس مار کو برداشت کرتا اور گالی کے ذریعے مقابلہ نہ  
 کرتا تو اس حوالے سے مجھے یہ بات پسند نہیں گویا ناپسندیدگی اس وجہ سے ہے کہ یہ اس کا وصف ہے اس  
 لیے نہیں کہ یہ تیری مراد اور تیری تدبیر کا تقاضا ہے ہاں اس کی گالی کی وجہ سے جو تم اس سے نفرت کرتے ہو تو میں اس  
 پر راضی ہوں اور اس کو پسند کرتا ہوں کیوں کہ وہ تمہاری مراد ہے اور تمہاری موافقت میں، میں بھی اس سے نفرت کرتا ہوں  
 اس لیے کہ محبت کی شرط یہ ہے کہ محبوب کے محبوب سے محبت کی جائے اور اس کے دشمن کو دشمن سمجھا جائے۔

اور اس کا تجھ سے نفرت کرنا مجھے اس لیے پسند ہے کہ تو نے خود اس بات کو چاہا کہ وہ تجھ سے نفرت کرے جب  
 تو اسے اپنے آپ سے ڈور کر دے اور اس پر بعض کے اسباب مسلط کر دے لیکن ناپسند اس لیے کرتا ہوں کہ  
 یہ اس بعض رکھنے والے کا وصف، کسب اور فعل ہے اور میں اس سے ناراض ہوں کیوں کہ وہ تم سے ناراض ہے اور اس  
 کی یہ بات مجھے اس لیے ناپسند ہے کہ یہ اس کا وصف ہے لیکن جب یہ سب کچھ تمہاری مراد ہے تو میں اس پر  
 راضی ہوں۔

رضا اور کراہت میں تناقض اس صورت میں ہوتا ہے کہ وہ یوں کہے کہ تمہاری مراد ہونے کی وجہ سے یہ پسندیدہ ہے  
 اور تمہاری مراد کی نسبت سے ہی ناپسند بھی ہے لیکن جب اس کا فعل اور مراد ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے غیر  
 کا وصف اور کسب ہونے کی وجہ سے ناپسند ہوتا ہے تو اس میں کوئی تناقض نہیں اس پر ہر وہ بات شاہد ہے جس میں نفرت



کسی اور وجہ سے ہو اور رضا کسی دوسری وجہ سے، اور اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔  
 تو اللہ تعالیٰ نے جب بندے پر مشورت اور گناہ کے اسباب مسلط کر دیئے حتیٰ کہ یہ بات اسے گناہ کی محبت تک  
 لے گئی اور وہ محبت از تکاپ گناہ تک لے جاتی ہے تو یہ اسی طرح ہے جیسے مذکورہ بالا مثال میں محبوب نے دوسرے شخص  
 کو اتنا ملا کہ اس کی وجہ سے اسے غصہ آیا اور غصے کے نتیجے میں وہ گالیوں دینے لگا اور اللہ تعالیٰ نافرمان بندے پر جب  
 ناراض ہوتا ہے تو اگرچہ اس کے گناہ میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر شامل ہوتی ہے لیکن یہ اسی طرح ہے جیسے گالی کھانے والے  
 کو گالی دینے والے پر غصہ آتا ہے اگرچہ اس گالی میں خود اس گالی کھانے والے کی تدبیر و اختیار شامل ہوتا ہے کیونکہ  
 اس کی مار گالی کا سبب نبی اور اللہ تعالیٰ جب بندے کے ساتھ برعمل کرتا ہے کہ گناہ کے اسباب اس پر مسلط کرتا  
 ہے تو یہ اس بات کی دلالت ہے کہ پہلے سے اس کی مشیت میں اس شخص کو دور کرنا اور اس پر ناراضگی پائی جاتی ہے۔  
 پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اس پر واجب ہے کہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے یہ بھی اس  
 شخص سے نفرت کرے جن پر وہ غصہ فرمائے یہ بھی اس پر غصہ کرے اور جسے وہ اپنی بارگاہ سے دُور کرے یہ بھی اسے  
 اپنے آپ سے دُور رکھے اگرچہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے قہر اور قدرت سے ہی اللہ تعالیٰ کی دشمنی اور مخالفت پر مجبور ہوا  
 ہے لیکن وہ بارگاہ خداوندی سے دُور کیا ہوا اور ملعون تو ہے اور جو شخص درجبات قرب سے دور کیا گیا ہے وہ اللہ  
 تعالیٰ سے محبت کرنے والے تمام افراد کے نزدیک قابلِ نفرت ہونا چاہیے کیوں کہ اس طرح محبوب سے موافقت ہو جاتی  
 ہے کہ اس نے جس کو اپنے آپ سے دُور کرنے کے ذریعے اس پر غضب فرمایا یہ بھی اس پر غضب ناک ہونا ہے۔  
 اس تقریر سے اللہ تعالیٰ کے لیے بغض، اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور کفار پر سختی کرنے نیز ان سے ناراض ہونے  
 میں مبالغہ کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی قضا پر رضی رہنا اس لیے کہ وہ اس کا فیصلہ ہے، کے سلسلے میں وارد  
 روایات موکدہ ہو گئیں۔

اور یہ روایات اس تقدیر کے راز سے مدد چاہتی ہیں جسے انشاء کرنا صحیح نہیں وہ یہ کہ خیر اور شر دونوں مشیت اور  
 الارے میں داخل ہیں لیکن شر مکروہ مراد ہے جب کہ خیر پسندیدہ مراد ہے پس جو شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
 نہیں ہے وہ جاہل ہے اور جو شخص یوں کہتا ہے کہ دونوں اسی کی طرف سے ہیں لیکن رضا اور کراہت کے اعتبار سے  
 ان میں کوئی فرق نہیں تو وہ بھی کوتاہی کرنے والا ہے اور اس سے پردہ اٹھانے کی اجازت نہیں لہذا سب سے بہتر بات یہی  
 ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے اور شرعی آداب کو اختیار کیا جائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 الْقَدَّارُ سِرُّ اللَّهِ فَلَا تُفْشَوُا - (۱)

تقدیر اللہ تعالیٰ کا راز ہے اسے ظاہر نہ کرو۔



اور ہم علم مکاشفہ سے متعلق ہے اور اس وقت ہماری مراد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہونا چاہیے اور گناہوں سے نفرت کی جلائے باوجود بیکہ دونوں کا تعلق قضا سے الہی سے ہے، دونوں کو جمع کرنا ممکن ہے لہذا لازم کو افشاء کرنے کی حاجت کے بغیر ہماری غرض پوری ہوگئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ مغفرت کے حصول اور گناہوں سے بچنے کی دعا کرنا اور تمام اسباب جو دین پرید کرتے ہیں قضا سے خلاوندی پر راضی رہنے کے خلاف نہیں اللہ تعالیٰ نے بندے کو حکم دیا کہ وہ دعا کرتے تاکہ اس کے ذریعے اس سے صاف ذکر قبلی خستہ اور گنہگارنا سامنے آئے اور سیدل کے روشن ہونے کا سبب، کشف کی چابی اور مزید لطفت و کرم کے مسلسل آنے کا سبب ہے جیسے پیاس کی صورت میں لوٹا اٹھانا اور پانی پینا اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہونے کے خلاف نہیں ہے اور پیاس کو دور کرنے کے لیے کسی ایسے سبب کو اختیار کرنا جسے مسبب الاسباب نے اس کے ساتھ مرتب فرمایا قضا پر راضی رہنے کے منافی نہیں ہے۔

اسی طرح دعا بھی ایک سبب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مرتب فرمایا اور اس کا حکم دیا اور ہم نے یہ بات بیان کی ہے کہ جس طرح سنت الہیہ جاری ہے اس کے مطابق اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے ہم نے یہ بات توکل کے بیان میں تفصیل سے بیان کر دی ہے اور یہ بھی رضا کے خلاف نہیں ہے کیوں کہ رضا ایک مقام ہے جو توکل سے ملتا ہوا ہے۔

ہاں شکوہ کے طور پر مصیبت کا اظہار اور دل سے اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا رضا کے خلاف ہے البتہ شکر کے طریقے پر اور قدرت کے منکشف ہونے کے طور پر مصیبت کا اظہار رضا کے خلاف نہیں۔

کسی بزرگ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اچھے طرح راضی ہونا یہ ہے کہ وہ یہ نہ کہے کہ آج گرم دن ہے یعنی شکایت کے طور پر نہ کہے اور یہ گرمیوں کے موسم کی بات ہے سردیوں میں اس قسم کا کلام شکر کے طور پر ہے اور شکوہ ہر حال رضا کے خلاف ہے کھانوں کی مذمت کرنا اور ان میں عیب نکالنا بھی قضا کے الہی پر رضا کے خلاف ہے کیوں کہ صنعت کی مذمت صنایع کی مذمت ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔

اور کسی شخص کا یہ کہنا کہ فقر مصیبت اور محنت ہے اور اہل داد و لادعہ اور تھکاوٹ کا باعث ہیں اور کوئی پیشہ اختیار کرنا مشقت اور پریشانی سے تو یہ تمام باتیں رضائیں خرابی پیدا کرتی ہیں بلکہ آدمی کو چاہیے کہ وہ تدبیر کو اس کے مدبر اور مملکت کو اس کے مالک کے سپرد کر دے اور وہ بات ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی آپ نے فرمایا مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ میں مالدار کی حالت میں صبح کرتا ہوں یا فقیر کی حالت میں کیوں کہ مجھے معلوم نہیں کہ ان میں کونسی بات میرے لیے بہتر ہے۔



## گناہوں کے مراکز سے بھاگنا اور گناہوں کی مذمت رضاکے خلاف نہیں

مکرو آدمی بعض اوقات یوں خیال کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شہر سے باہر جانے سے منع فرمایا جس میں طاعون پھیل جائے (۱)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس شہر میں گناہ پھیل جائیں وہاں سے نکلنا بھی منع ہے کیوں کہ ان میں سے ہر ایک میں اللہ تعالیٰ کی قضا سے بھاگنا ہے اور یہ محال ہے۔

بلکہ جس شہر میں طاعون پھیلتا ہے اس سے نکلنا اس لیے منع ہے کہ اگر اس قسم کی اجازت کا دروازہ کھول دیا جائے تو تندرست لوگ وہاں سے چلے جائیں اور بیمار لوگ رہ جائیں جن کی تیمارداری کرنے والا کوئی نہ ہو تو تباہ و برباد ہو جائیں گے اور وہ کمزوری اور بیماری کی وجہ سے مر جائیں گے۔

اسی لیے بعض روایات کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بھاگنے کو میدان جنگ سے بھاگنے کی طرح قرار دیا ہے اور اگر یہ قضا سے بھاگنے کی صورت ہوتی تو جو آدمی اس و بازوہ شہر کے قریب پہنچتا ہے اسے واپسی کا حکم نہ فرماتے ہم نے اس کا حکم توکل کے بیان میں لکھا ہے۔

اور جب ممانعت کی علت معلوم ہوگئی تو ظاہر ہوا کہ گناہوں والے شہروں بھاگنا قضا سے بھاگنا نہیں بلکہ جس چیز سے بھاگنا ضروری ہے وہاں سے بھاگنا بھی قضا سے بھاگنا نہیں بلکہ جس چیز سے بھاگنا ضروری ہے وہاں سے بھاگنا بھی قضا سے اسی طرح وہ مقامات اور اسباب جو گناہوں کی دعوت دیتے ہیں ان کی مذمت اس لیے کرنا کہ لوگوں کو نفرت ہو نہ ذمہ بات نہیں ہے پہلے بزرگ ہمیشہ اسی طرح کرتے تھے حتیٰ کہ ایک جماعت نے بغداد کی برائی بیان کرنے اور اس کو ظاہر کرنے پر اتفاق کیا تو حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے مشرق و مغرب کا چکر لگایا تو بغداد سے بڑا شہر نہ دیکھا پوچھا گیا وہ کیسے؟ فرمایا اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کی حقارت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو معمولی بات سمجھا جاتا ہے اور جب آپ خراسان تشریف لے گئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے بغداد کو کیسے دیکھا؟ آپ نے فرمایا میں نے وہاں (تین قسم کے لوگ دیکھے ہیں) سپاہی کو غصے کی حالت میں تاج کو حسرت کا اظہار کرتے ہوئے اور قاری کو حیران دیکھا اس کو غیبت گمان کرنا مناسب نہیں

(۱) مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۳۱۵ کتاب الجنائز

(۲) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۲۴ روایات جابر بن عبداللہ



کیوں کہ آپ نے کسی خاص آدمی کا ذکر نہیں کیا کہ اس سے اس شخص کو ضرر پہنچتا بلکہ آپ کا مقصد ان لوگوں کو ڈرانا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ مکہ مکرمہ جانے کے لیے باہر تشریف لائے تو بغداد شریف میں ٹھہرتے حتیٰ کہ قافلہ سولہ دن میں نیار ہو جاتا اور آپ اس کی نگرانی کرتے اور وہاں ٹھہرنے کی وجہ سے سولہ دینار صدقہ کرتے ایک دن کے بدلے ایک دینار ہوتا۔

ایک جماعت نے عراق کی مذمت بھی کی ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت کعب اخبار رضی اللہ عنہما بھی ان میں شامل ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے پوچھا تم کہاں رہتے ہو؟ اس نے کہا عراق میں رہتا ہوں آپ نے پوچھا وہاں کیا کرتے ہو؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جو شخص عراق میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے پیچھے کوئی مصیبت لگا دیتا ہے۔ ایک دن حضرت کعب اخبار رضی اللہ عنہ نے عراق کا ذکر کیا تو فرمایا اس میں دس حصوں میں سے نو حصے برائی ہے اور اس میں لا علاج بیماری ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نیکی کے دس اجزا ہیں جن میں سے نو حصے شام میں اور دسواں حصہ عراق میں ہے جب کہ برائی کے دس حصے اس کے برخلاف ہیں۔

کسی محدث نے فرمایا کہ ہم ایک دن حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے پاس تھے اتنے میں ایک موٹی آنے جنہوں نے عبا پہن رکھی تھی انہوں نے اسے اپنے پاس بٹھایا پھر اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہاں رہتے ہو؟ اس نے کہا بغداد میں رہتا ہوں آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا ان میں سے کوئی ایک ہمارے پاس راہیوں کا لباس پہن کر آتا ہے پس جب ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ کہاں رہتے ہو؟ تو کہتا ہے ظالموں کے گھونسلے میں رہتا ہوں۔

حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ بغداد میں عبادت کرنے والا کھجوروں کے جھنڈ میں عبادت کرنے والے کی طرح ہے اور وہ فرماتے تھے کہ میں وہاں رہتا ہوں تو اس سلسلے میں میری آفتانہ کرو جو یہاں سے نکلنا چاہتا ہے نکل جائے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے تھے اگر ان بچوں کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوتا تو میں اس شہر سے نکلنے کو ترجیح دیتا کہ گیا کہ آپ کہاں سکونت پذیر ہونا چاہتے ہیں؟ فرمایا پارڈوں (یا دادیوں) میں۔

کسی بزرگ سے بغداد والوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ان کے زیادہ پکے زیادہ ہیں اور ان کے شہر پکے شہر ہیں یہ اس بات پر دلالت ہے کہ جس شہر میں کثرت سے گناہ ہوتے ہوں اور نیکی کم ہو اور وہاں کوئی شخص چھین جائے تو اس کے پاس وہاں ٹھہرنے کے لیے کوئی عذر نہیں بلکہ اسے وہاں سے ہجرت کرنی چاہیے ارشاد خداوندی ہے۔

۱۰ اَلَمْ تَكُنْ اَرْضَ اللّٰهِ وَاَسْعَةً فَتَنَّا جُرُودًا فِيْهَا ۙ (۱) کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم وہاں ہجرت کرتے۔



پس اگر وہ اہل دعیال یا علاقہ کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے تو اسے اس جگہ رہنے پر راضی نہیں ہوتا چاہیے اور نہ ہی اسے وہاں اطمینان حاصل ہو بلکہ ہمیشہ دل برداشتہ رہے اور یوں دعا مانگتا رہے۔

لَبِنَا خَرَجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ  
اَهْلُهَا۔ (۱)

اسے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال دے  
جس کے رہنے والے ظالم ہیں۔

کیوں کہ جب ظلم عام ہوتا ہے تو مصیبت آتی ہے اور سب کو تباہ و برباد کرتی ہے تو وہ اطاعت گزار بندوں کو بھی اپنی گرفت میں لیتی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا  
مِثْلَهُمْ خَاصَّةً۔

اور اس فتنہ سے (عذاب سے) ڈرو جو تم میں سے  
صرف ظالموں کو ہی نہیں پہنچے گا (بلکہ سب کو اپنی لپیٹ میں  
لے گا۔

(۲)

تو دین کے نقصان کے اسباب میں سے کسی چیز میں مطلق رخصت نہیں مگر جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کے فعل کی طرف ہو لیکن اس کی ذات کے حوالے سے رضا کی کوئی وجہ نہیں۔

تین مقامات والے لوگوں میں سے کون سے افراد افضل ہیں وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں موت کو پسند کرتا ہے دوسرا وہ جو اپنے مولیٰ کی عبادت کے لیے زندہ رہنا چاہتا ہے اور تیسرا ان دونوں باتوں میں سے کسی بات کو اختیار نہیں کرتا بلکہ اس بات پر راضی رہتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پسند فرمائی ہے، اس سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

کسی عارن کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہوتا ہے وہ ان میں سے افضل ہے کیوں کہ وہ غیر ضروری باتوں سے محفوظ ہے ایک دن حضرت وہیب بن ورد، سفیان ثوری اور یوسف بن اسباط رحمہم اللہ اکٹھے ہوئے حضرت ثوری رحمہم اللہ نے فرمایا میں اس سے پہلے اچانک موت کو ناپسند کرتا تھا لیکن آج میں چاہتا ہوں کہ مر جاؤں حضرت یوسف بن اسباط رحمہم اللہ نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ مجھے فتنے کا خوف ہے پھر حضرت یوسف بن اسباط نے فرمایا کہ میں لمبی زندگی کو ناپسند نہیں کرتا حضرت سفیان رحمہم اللہ نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا ہو سکتا ہے میں کسی دن توبہ کروں اور نیک اعمال، بجا لاؤں حضرت وہیب سے پوچھا کیا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں کسی بات کو پسند نہیں کرتا بلکہ مجھے وہ بات پسند ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے حضرت سفیان ثوری رحمہم اللہ

(۱) قرآن مجید، سورہ نساء، آیت ۷۵

(۲) قرآن مجید، سورہ انفال، آیت ۲۵



نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے فرمایا رب کعبہ کی قسم! یہ روحانیت ہے۔

فصل ۱۶ :-

## محبت کرنے والوں کے کچھ واقعات، اقوال اور مکاشفات

کسی عارت سے پوچھا گیا کہ آپ محب ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں محب نہیں ہوں بلکہ محبوب ہوں کیوں کہ محب مشقت برداشت کرتا ہے ان سے مزید کیا گیا کہ لوگ کہتے ہیں آپ سات میں سے ایک ہیں انہوں نے جواب دیا میں پورا سات ہوں وہ فرماتے تھے جب تم مجھے دیکھو تو گویا تم نے چالیس ابدال دیکھ لیے عرض کیا گیا یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ آپ تو ایک ہیں؟ انہوں نے فرمایا اس لیے کہ میں نے چالیس ابدال دیکھے اور ان میں سے ہر ایک کا ایک خلق اپنا یا۔ ان سے پوچھا گیا کہ میں معلوم ہوا ہے آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے تو انہوں نے قسم فرماتے ہوئے فرمایا اس آدمی پر تعجب نہیں جو حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھتا ہے تعجب تو اس شخص پر ہے جسے حضرت خضر علیہ السلام دیکھنا چاہیں اور وہ چھپ جائے۔

حضرت خضر علیہ السلام سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جب کبھی میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کوئی ایسا نہیں جسے میں نے نہ دیکھا ہو تو اسی دن میں ایک اور ولی کو دیکھا جس کو میں پہلے سے نہیں جانتا تھا۔

حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ گزارش کی گئی کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ فرمایا تو اس سلسلے میں ہمیں بھی کچھ بتائیں تو انہوں نے چیخ ماری اور فرمایا اس بات کو جاننا تمہارے شایان شان نہیں عرض کیا گیا اللہ تعالیٰ کے لیے آپ نے جو سخت سے سخت مجاہدہ کیا ہے اس کے بارے میں بتائیے تو انہوں نے فرمایا اس بات سے تمہیں آگاہ کرنا بھی جائز نہیں عرض کیا گیا اپنی شروع شروع کی ریاضت کے بارے میں بتائیں فرمایا ہاں یہ ٹھیک ہے میں نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تو اس نے سرکشی کی پس میں نے قسم کھائی کہ ایک سال تک پانی نہیں پیوں گا اور سال بھر تک آرام نہیں کروں گا تو نفس نے اسے پورا کر دیا۔

حضرت سلجی بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے بعض شہادت میں حضرت ابو یزید رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ نماز مشاہد کے بعد صبح تک قدموں کے نچوں کے بل بیٹھے ہوئے ہیں ایڑیوں سمیت تلودوں کو زمین سے اٹھا رکھا ہے ٹھوڑی کو سینے سے لگایا ہوا ہے اور آنکھیں کھلی ہوتی ہیں چھبکتی بھی نہیں فرماتے ہیں پھر انہوں نے سحری کے وقت ایک طویل سجدہ کیا اس کے بعد بیٹھ گئے اور بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کیا۔

اے اللہ! کچھ لوگوں نے تجھ سے سوال کیا تو تو نے انہیں پانی اور ہوا پر چلنے کی طاقت دی وہ اس پر راضی ہو گئے لیکن میں ان باتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں کچھ لوگوں نے تیری بارگاہ میں عرض کیا تو تو نے ان کے لیے زمین کو



پیسٹ دیا وہ اس پر راضی ہو گئے لیکن میں اس سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں پھر ایک اور جماعت نے تجھ سے طلب کیا تو تو نے ان کو زمین کے خزانے عطا فرمائے وہ اس پر راضی ہو گئے لیکن میں اس سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں حتیٰ کہ انہوں نے کرامات اولیاء سے میں سے زیادہ مقامات شمار کئے پھر میری طرف متوجہ ہو کر مجھے دیکھا اور فرمایا تم یحییٰ ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میرے آقا! فرمایا کس وقت سے تم یہاں موجود ہو؟ میں نے عرض کیا کافی دیر سے موجود ہوں تو وہ خاموش ہو گئے میں نے کہا اے میرے آقا مجھ سے کچھ بیان کریں فرمایا میں تجھ سے وہ بات بیان کرتا ہوں جو تیرے حال کے مناسب ہو وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب سے نچلے فلک میں داخل کیا اور مجھے ملکوت سفلی میں پھیرا مجھے تمام زمینیں اور تخت الشریٰ دکھایا پھر اوپر لے فلک میں داخل کیا اور مجھے آسمانوں میں پھرایا اور اس میں تمام جنتیں عرش تک دکھائیں پھر اپنے سامنے کھڑا کر کے فرمایا جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس میں سے جو چاہتا ہے مانگ کر میں تجھے عطا کروں میں نے عرض کیا اے میرے آقا! میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس کو اچھا سمجھتا ہوں اور تجھ سے مانگوں فرمایا تو میرا سچا بندہ ہے تو نے صدق دل سے میرے لیے عبارت کی ہے میں تیرے ساتھ یہ کروں گا اور وہ کروں گا کئی باتوں کا ذکر کیا۔

حضرت یحییٰ فرماتے ہیں میں اس بات سے گھبرا گیا اور میرا دل بھر گیا اور مجھے تعجب ہوا میں نے کہا اے میرے آقا! آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی معرفت کا سوال کیوں نہیں کیا؟ حالاں کہ بادشاہوں کے بادشاہ نے آپ سے فرمایا کہ جو چاہتے ہیں پوچھیں، فرماتے ہیں اس پر حضرت ابو یزید رحمہ اللہ نے مجھ پر ایک چیخ ماری اور فرمایا چپ رہو مجھ اپنے نفس سے اللہ تعالیٰ پر غیرت آئی کہ اس کے سوا کوئی اور اسے نہ پہچانے۔

منقول ہے کہ حضرت ابو تراب نخشی رحمہ اللہ اپنے ایک مرید کو پند کرتے تھے چنانچہ آپ اسے اپنے قریب کرتے اور اس کی ضرورت کو پورا فرماتے مرید اپنی عبادت اور وجد میں مشغول رہتا ایک دن حضرت ابو تراب رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا اگر تم ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ کو دیکھو تو کیسا ہے؟ اس نے کہا مجھے ان کے لیے فرصت نہیں۔

جب حضرت ابو تراب رحمہ اللہ نے بار بار یہی بات کہی کہ اگر تم حضرت ابو یزید رحمہ اللہ کو دیکھو تو کیسا ہے تو اس نے کہا میں ابو یزید کو کیا کروں گا میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے پس اس نے مجھے حضرت ابو یزید سے بے نیاز کر دیا ہے حضرت ابو تراب فرماتے ہیں اس وقت میری اپنی طبیعت بھی بگڑ گئی اور مجھے اپنے اوپر قابو نہ رہا میں نے کہا تو اللہ تعالیٰ کے دیکھنے پر مغرور ہے اگر تو حضرت ابو یزید رحمہ اللہ کو ایک بار دیکھے تو اللہ تعالیٰ کو ستر بار دیکھنے سے زیادہ مفید ہوگا۔

فرماتے ہیں وہ مرید بہت حیران ہوا اور اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے انہوں نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ کو اپنے پاس دیکھتا ہے تو وہ تیری مقدار کے مطابق ظہور فرماتا ہے اور ابو یزید کو اللہ تعالیٰ کے پاس دیکھے گا کہ وہ ان کے لیے ان کی مقدار کے مطابق ظاہر ہوتا ہے تو اس نے میری بات کا لازماً پایا کہا مجھے ان کے پاس لے چلیں۔

حضرت ابو تراب نے تفصیل لکھتے ہوئے آخر میں لکھا ہے کہ ہم ایک ٹیلے پر جا کر کھڑے ہو گئے ان کی انتظار کرنے



لگے کہ وہ جنگل سے ہماری طرف تشریف لائیں گے اور آپ درندوں سے بھرپور جنگل میں رہا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ہمارے پاس سے گزرے اور انہوں نے ایک پوستین اپنی پیٹھ پر ڈال رکھی تھی میں نے اس نوجوان سے کہا کہ یہ ابو زید ہیں ان کو دیکھو نوجوان نے ان کی طرف دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا ہم نے اسے حرکت دی تو دیکھا کہ وہ مرجکا ہے چنانچہ ہم نے اسے دفن کیا میں نے حضرت ابو زید بسطامی رحمہ اللہ سے عرض کیا میرے آقا! آپ کے دیکھنے سے یہ نوجوان مر گیا۔ انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ تمہارا سچا تھا اس کے دل میں ایک لانا تھا کہ اس کا وصف اس پر منکشف نہ ہو جب اسے ہمیں دیکھا تو اس کا قلبی لانا منکشف ہو گیا وہ اسے برداشت نہ کر سکا کیونکہ وہ کمزور مردوں کے مقام پر تھا اس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

اور جب زنگی (اوریقی) بصرہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے لوگوں کو قتل کیا ان کے مال لوٹے تو حضرت سہیل رحمہ اللہ کے مریدان کے پاس جمع ہوئے انہوں نے عرض کیا اگر آپ اللہ تعالیٰ سے اُن کو ڈور کرنے کی دعا مانگیں تو اچھا ہے وہ خاموش رہے پھر فرمایا اس شہر میں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ ظالموں کے خلاف بددعا کریں تو زمین پر کوئی ظالم نہ رہے سب اسی رات مر جائیں لیکن وہ ایسا نہیں کرتے پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں وہ ان کو بھی پسند نہیں۔ پھر انہوں نے قبولیت کے سلسلے میں چند باتیں بیان کیں جن کا ذکر ہمارے بس میں نہیں۔

حتیٰ کہ انہوں نے فرمایا اگر وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ قیامت قائم نہ کرے تو وہ اسے قائم نہیں کرے گا۔

تو بیہ تمام امور ذاتی طور پر ممکن ہیں پس جس کو ان سے کچھ حصہ نہ ملے تو حتیٰ الامکان تصدیق اور ایمان سے خالی نہیں رہنا چاہیے کیوں کہ قدرت وسیع ہے فضل عام ہے ملک و ملکوت کے عجائب بے شمار ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت ہے اس کی کوئی انتہا نہیں نیز اس کے منتخب بندوں پر اس کے فضل کی بھی کوئی حد نہیں۔

اسی لیے حضرت ابو زید بسطامی رحمہ اللہ نے فرمایا اگر تجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مناجات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ثقلت (جہلیں ہونا) دیا جائے تو اس سے بھی زیادہ کا مطالبہ کر دو کیوں کہ اس سے اور کئی گنا زیادہ ہے اگر تم کسی درجہ پر مطمئن ہو جاؤ گے تو اس سے حجاب میں ہو جاؤ گے اور اس قسم کی باتیں ان لوگوں کے لیے آزمائش ہیں جو ان جیسا مقام رکھتے ہیں کیوں کہ ان کے مختلف درجات ہیں۔

کسی عارف نے فرمایا کہ چالیس حواریں میرے سامنے کی گئیں میں نے ان کو دیکھا کہ وہ ہما میں دوڑ رہی ہیں اور ان پر سونے، چاندی اور جواہرات کا لباس ہے جو چھن چھن کرتا ان کے ساتھ پھیرتا ہے میں نے ان کو ایک نظر دیکھا تو مجھے چالیس دن سزا دی گئی پھر میرے سامنے اسی حواریں آئیں جو حُسن و جمال میں ان سے بھی اور پھیں مجھے کہا گیا کہ ان کو دیکھو میں نے سجدہ کیا اور سجدے میں آنکھیں بند کر دیں تاکہ میں ان کی طرف نہ دیکھ سکوں میں نے کہا (اے اللہ!) میں تیرے سوا سب سے پناہ چاہتا ہوں مجھے اس کی حاجت نہیں میں مسلسل گڑگڑاتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مجھے سے پھیر دیا۔

تو مومن کو چاہیے کہ وہ اس قسم کے مکاشفات سے اس لیے انکار نہ کرے کہ وہ خود اس سے خالی ہے اگر



ہر مومن اسی بات پر ایمان لاتا جس کا وہ تاریک نفس اور سخت دل سے مشاہدہ کرتا ہے تو ایمان کا میدان تنگ ہو جائے گا بلکہ یہ احوال اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب آدمی کئی گھائیوں کو عبور کرتا اور کئی مقامات کو حاصل کر لیتا ہے ان میں سے ادنیٰ مقامِ احدیٰ ہے نیز تمام ظاہری و باطنی اعمال سے نفسانی فوائد اور مخلوق کے ملاحظہ سے نفس کو نکالنا ہے پھر اپنے حال کو چھپاتے ہوئے لوگوں سے مخفی رہنا ہے حتیٰ کہ وہ گوشہ نگنما می کے قلعے میں بند ہو جائے۔ تو یہ باتیں ان لوگوں کے سلوک کا آغاز ہیں اور سب سے کم مقام ہے اور یہ بڑے بڑے متقی لوگوں میں بھی بہت کم پائی جاتی ہیں۔

اور جب مخلوق کی طرف توجہ کی کدورتوں سے دل صاف ہو جاتا ہے تو اس پر نور یقین کا فیضان ہوتا ہے اور مبادیٰ حق منکشف ہوتے ہیں اور تجربے اور سلوک طریقت کے بغیر اس کا انکار کرنا اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ لوہے پر نقش صورت ممکن نہیں اگرچہ اسے خوب رنگ کر اور صاف کر کے شیشے کی طرح کر دیا جائے پس منکر کی نگاہ اس لوہے پر ہوتی ہے جو اس کے پاس ہے نہایت سیاہ ہے اور اس کے اوپر رنگ اور میل چڑھی ہوتی ہے اس پر کوئی صورت منقش نہیں ہوتی اس لیے اس نے اس وقت کے انکشاف کا بھی انکار کیا جب اس کا جوہر ظاہر ہو جائے تو اس بات کا انکار انتہائی درجہ کی جہالت اور گمراہی ہے۔

پس یہ ہر اس شخص کا حکم ہے جو کراماتِ اولیاء کا منکر ہے اور اس انکار پر اس کے پاس سوائے اس کی کوتاہ بینی کے کوئی دلیل نہیں اور جس کو اس نے دیکھا وہ بھی قاصر ہے تو قدرتِ خداوندی سے انکار کی یہ بہت بُری دلیل ہے بلکہ تم پر اس شخص سے مکاشفہ کی خوشبو سونگھو گے جو اس راہ میں کچھ بھی چلتا ہے اگرچہ وہ راستے کی ابتدا ہی میں ہو جیسا کہ حضرت بشر رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ مقام کیسے پایا؟ انہوں نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا تھا کہ وہ میرے حال کو پوشیدہ رکھے کسی پر ظاہر نہ کرے۔

منقول ہے کہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا تو کہا کہ وہ ان کے لیے دعا کریں انہوں نے دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عبادت کو آسان کرے عرض کیا مزید دعا مانگیں فرمایا اللہ تعالیٰ اسے مخلوق سے پوشیدہ رکھے یہ بھی کہا گیا کہ ان کی دعا کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ خود آپ سے بھی اس کو پوشیدہ رکھے کہ آپ کی توجہ اس کی طرف نہ ہو۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھنے کا شوق ہوا ایک مرتبہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ یا اللہ مجھے ان کی زیارت کراؤں تاکہ میں ان سے وہ بات سیکھوں جو میرے لیے اہم ہے جب مجھے ان کی زیارت ہوئی تو مجھے کوئی بات نہ سوجھی صرف اتنا کہا اے ابوالعباس! مجھے کوئی چیز سکھادیں کہ جب میں کہوں تو مخلوق کے دلوں سے پردے میں ہو جاؤں ان کے دلوں میں میری کوئی قدر نہ رہے اور کوئی شخص بھی نیکی اور دیانت سے مجھ نہ جانے انہوں نے فرمایا تم یوں کہو۔

یا اللہ! مجھ پر اپنا کارہا پردہ ڈال دے اور اپنے صحابا ت مجھ پر اتار دے مجھے اپنے غیب کے پردوں میں



کردے اور مخلوق کے دلوں سے مجھے چھپا دے فرماتے ہیں پھر وہ غائب ہو گئے اور میں ان کو نہ دیکھ سکا اور نہ ہی اس کے بعد مجھے ان کا شوق ہوا میں روزانہ یہ کلمات کہتا۔

کہتے ہیں ان کلمات کی تاثیر اس قدر ہوئی کہ لوگ ان کو ذلیل کرتے اور توہین کرتے حتیٰ کہ ذمی رکافر، ان کے ساتھ مذاق کرتے اور ان کو بیگار میں پکڑ کر اپنا سامان ان پر رکھ دیتے۔ بچے ان کے ساتھ مذاق کرتے یعنی ان کے کاسوں اور راحت اسی ذلت اور پوشیدگی میں تھا۔

تو اولیاء کرام کا یہ حال ہے اور ان کو ایسے ہی لوگوں میں تلاش کرنا چاہیے جب کہ دیہوکے میں مبتلا لوگ ان کو ایسے لوگوں میں تلاش کرتے ہیں جو بوندگی ہوئی گذریاں اور چادری پہنے ہوئے ہوں اور علم و تقویٰ وغیرہ میں مشہور ہوں حالانکہ اولیاء کرام کے سلسلے میں غیرت خداوندی ہی ہے کہ وہ پوشیدہ رہیں جیسے حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔  
 اَدْلِيَانِي تَحْتَ قَبَائِي لَا يَعْرِفُهُمْ عَيْرِي -  
 میرے اولیاء کرام میری قبا کے نیچے ہیں میرے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

رَبِّ اشْعَثْ اَعْبُرْ ذِي طَمْرِنٍ لَا يُؤْبَهُ  
 لَهُ كَوَاقِمٌ عَلَى اللَّهِ لَا بُرْءَا -

اللہ تعالیٰ پر قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کرتا ہے۔

(۱۱)

خدا صہ یہ ہے کہ ان معافی کی خوشبو سے زیادہ تڑپ ہی دل دُور میں جو تبحر کرنے والے خود پرند اور اپنے علم و عمل پر نازاں ہیں لیکن جو لوگ شکستہ دل ہیں اور اپنے آپ کو اس قدر ذلت و رسوائی میں دیکھتے ہیں کہ اگر ان کو ذلیل کیا جائے تو ان کو احساس نہیں ہوتا جیسے غلام کا آقا اس سے بلند ٹیٹھا ہے تو اسے ذلت کا احساس نہیں ہوتا تو ایسے لوگوں کے دلوں کو زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے پس جب اسے ذلت کا احساس نہ ہو اور اس ذلت کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اس کی خبر بھی نہ ہو بلکہ وہ اپنے آپ کو اس سے بھی کم درجے میں سمجھتا ہو کہ ہر قسم کی ذلت کو اپنے حق میں ذلت سمجھے بلکہ اپنے آپ کو اس سے بھی کم سمجھتا ہو حتیٰ کہ طبعی تواضع اس کی ذاتی صفت بن جائے تو اس قسم کے دل کے بارے میں امید کی جاسکتی ہے کہ وہ ان خوشبوؤں کے مبادی کی خوشبو سونگھے۔

اگر اس قسم کا دل نہ پایا جائے اور اس قسم کی رُوح سے بھی ہم محروم ہوں تو ہمارے لیے مناسب نہیں کہ جو لوگ اس کے اہل ہیں ان کے لیے اس کے امکان پر ایمان نہ رکھیں۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ کا دوست بننے پر قادر نہیں اسے ان



لوگوں کا محب ہونا چاہیے اور ان پر ایمان رکھے امید ہے کہ جس سے محبت کرتا ہے اس کے ساتھ اٹھایا جائے۔  
 اس بات پر یہ روایت شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے پوچھا کھینچی کہاں آگئی ہے؟ انہوں نے  
 جواب دیا مٹی میں، آپ نے فرمایا میں تم سے سچ کہتا ہوں حکمت بھی دل میں پیدا ہوتی ہے جو مٹی کی طرح ہوتا ہے اور ولایت  
 خداوندی کے طلب گاروں نے ولایت کی شرائط کی طلب میں اپنے نفس کو اس قدر ذلیل کیا کہ نہایت درجے کی عاجزی  
 اور خساست تک پہنچا دیا۔ حتیٰ کہ منقول ہے کہ حضرت ابن کربی رحمہ اللہ جو حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے استاد تھے  
 ان کو ایک شخص نے تین مرتبہ کھانے کے لیے بلایا  
 بار بار بلانا اور آپ تشریف لائے تو تھی مرتبہ وہ آپ کو اپنے گھر لے گیا اور پوچھا کہ آپ نے یہ سب کچھ کیسے برداشت  
 کر لیا آپ نے فرمایا میں تیس سال سے نفس کی ذلت پر راضی ہوں حتیٰ کہ میرا نفس تے کی طرح ہو گیا ہے جسے دستکارا  
 جائے تو چلدا جاتا ہے پھر بلا کر اس کے سامنے بڑی ڈالی جائے تو لوٹ آتا ہے اگر تم مجھے سچاں مرتبہ بھی بلا کر واپس  
 کر دو گے پھر بلاؤ گے تو میں تمہاری دعوت قبول کروں گا۔

آپ سے یہ بھی مروی ہے فرمایا میں ایک محلے میں گیا تو نیک سختی کے حوالے سے مجھے پہچانا گیا اس سے میرا  
 دل پریشان ہو گیا تو میں حمام میں چلا گیا اور قصد ادا ہاں سے کسی کے عمدہ کپڑے اٹھا کر پہن لیے پھر اس کے اوپر اپنی گڈڑی  
 اتار کر اپنے کپڑے لے لیے اور مجھے خوب مارا پیٹا۔ اس کے بعد میں حمام کا چرم معرّف ہو گیا اور یوں میرے دل کو سکون  
 حاصل ہوا۔

تو وہ لوگ اس طرح اپنے نفسوں کو مشقت و راجنت میں مبتلا کرتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو مخلوق کی نظر سے بچائے  
 حتیٰ کہ اپنے نفس سے بھی حجاب میں ہو جائیں اور اب ان کے دلوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب دوری پیدا نہ کرے  
 اور نہ ہی کوئی چیز حائل ہو۔ دلوں کی دوری کا باعث اپنے آپ میں اور دوسروں میں مشغولیت ہے بلکہ اپنے نفس میں  
 مشغول ہونا تو بہت بڑا حجاب ہے اسی لیے منقول ہے کہ بسطام کا ایک معزز شخص حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ کی مجلس  
 سے کبھی جدا نہ ہوتا ایک دن اس نے عرض کیا میں تیس سال سے دن کو روزہ رکھ رہا ہوں کبھی اسے ترک نہیں کیا اور رات  
 کو قیام کرتا ہوں سوتا نہیں لیکن جو کچھ آپ ذکر کرتے ہیں میں اس میں سے کچھ بھی اپنے دل میں نہیں پاتا حالانکہ میں اس کی  
 تصدیق کرتا ہوں اور اس سے محبت بھی رکھتا ہوں حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ نے فرمایا اگر تم تین سو سال روزہ رکھو اور  
 راتیں قیام میں گزارو تو بھی تم اس سے ایک ذرہ نہیں پاسکتے اس نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ تم اپنے نفس کی وجہ  
 سے حجاب میں ہو۔ اس نے پوچھا اس کا کوئی علاج؟ فرمایا ہاں ہے اس نے عرض کیا آپ مجھے بتائیں میں اس پر عمل کروں  
 آپ نے فرمایا حمام کے پاس جاؤ اور اپنا سر اور دائرھی منڈا دو اور یہ لباس اتار کر ایک کبیل اوڑھ لو اپنے گلے میں افروٹوں  
 سے بھرا کپڑا لٹکا دو۔ بچوں کو اپنے گرد جمع کرو اور کہو کہ جو کوئی مجھے مارے گا اسے ایک افروٹ دوں گا۔ بازار



میں جاؤ اور بازار میں ان سب کے پاس پھرنے لگاؤ جو وہاں موجود ہیں اور وہ جوتھیں جانتے ہیں اس شخص نے کہا سبحان اللہ! آپ مجھے یہ مشورہ دیتے ہیں؟ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ نے فرمایا تمہارا "سبحان اللہ" کہنا شرک ہے اس نے پوچھا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا تم نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور پھر "سبحان اللہ" کہا تو نے اپنے رب کی تسبیح بیان نہیں کی اس نے کہا یہ کام تو میں نہیں کروں گا کچھ اور بتائیے آپ نے فرمایا سب سے پہلے یہی کام کرنا ہوگا اس نے کہا مجھے اس کی طاقت نہیں آپ نے فرمایا میں نے کہا تھا کہ تو اسے قبول نہیں کرے گا۔

تو حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ نے جو کچھ فرمایا یہ اس شخص کا علاج ہے جو اپنے آپ کو دیکھنے اور لوگوں کی توجہ کا طالب ہونے جیسی مرض میں مبتلا ہو اس بیماری سے صرف یہی علاج نجات دے سکتا ہے یا اس قسم کا کوئی دوسرا عمل ہو اور جو شخص علاج کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اس شخص کے لیے شفا کے امکان کا انکار کرے جو مرض کے بعد اس قسم کا علاج کرتا ہے یا وہ جو اس قسم کی بیماری میں بالکل مبتلا نہیں ہوتا اس لیے کہ صحت کا کم از کم درجہ اس کے امکان پر ایمان لانا ہے پس جو شخص اس قلیل مقدار سے بھی محروم ہو اس کے لیے ہلاکت ہے۔ یہ امور شریعت میں واضح ہیں لیکن اس کے باوجود اس شخص کے نزدیک بہت دشوار ہیں جو اپنے آپ کو علمائے شریعت میں شمار کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَسْتَكْمِلُ الْعَبْدُ الْإِيمَانَ حَتَّى تَكُونَ  
مِلَّةُ الشَّيْءِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ كَثْرَتِهِ وَحَتَّى  
يَكُونَ أَنْ لَا يَمْرَأَ أَحَبَّ مِنْ أَنْ يَعْرِفَ

(۱۱)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ اسْتُكْمِلَ إِيْمَانُهُ  
لَا يَحَاتُ فِي اللَّهِ لَوْمَةٌ لَا يُعْرَى وَلَا يُرَائِي  
بِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِهِ وَإِذَا عُرِضَ عَلَيْهِ  
أَمْرَانِ أَحَدُهُمَا لِلدُّنْيَا وَالْآخَرِ لِلْآخِرَةِ

بندے کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب  
تک قلیل چیز اس کے نزدیک اس کے کثیر سے زیادہ  
محبوب نہ ہو اور جب تک معروف ہونے کی نسبت معروف  
نہ ہونا اسے پسند نہ ہو۔

جس شخص میں تین باتیں پائی جائیں اس کا ایمان کامل ہوتا ہے  
اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت  
سے نہ ڈرے اس کا کوئی عمل دکھاوے کے لیے  
نہ ہو جب اس کے سامنے دو باتیں پیش کی جائیں ان میں



أَنْزَاهُ رَاذِلًا خَيْرَةً عَلَى الدُّنْيَا۔

سے ایک دنیا کے لیے ہوا اور دوسری آخرت کے لیے تو وہ  
اغروی بات کو دینی بات پر ترجیح دے۔

(۱)

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رَدَّ يَكْمَلُ اِيْمَانُ عَبْدِي حَتَّى يَكُوْنَ فِيهِ  
ثَلَاثُ خِصَالٍ اِذَا غَضِبَ لَمْ يُخْرِجْهُ غَضَبُهُ  
عَنِ الْحَقِّ وَاِذَا رَضِيَ لَمْ يُدْخِلْهُ رِضَاَهُ  
فِي بَاطِلٍ وَاِذَا قَدَّرَ كَمْ يَتَنَاوَلُ مَا لَيْسَ  
لَهُ (۲)

جب تک بندے میں تین خصلتیں نہ ہوں اس کا ایمان  
کامل نہیں ہوتا جب اسے غصہ اُٹے تو غصہ اسے سچ بات کہنے  
سے نہ نکالے اور جب راضی ہو تو اس کی رضا سے باطل  
میں نہ داخل کر دے اور جب طانت حاصل ہو تو جو چیز  
اس کی نہیں اسے نہ لے۔

ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا۔

ثَلَاثٌ مَنْ اَوْ نَهَتْ فَقَدْ اَوْقَى مِثْلَ مَا اَوْقَى  
اَلْ دَاوُدَ الْمَدْلُ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَالْفُسْدُ  
فِي الْغَنِيِّ وَالْفَقْرِ وَخَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ  
وَالْعَلَا نِيَّةِ۔ (۳)

تین باتیں ایسی ہیں کہ جس کو دی گئیں اسے داؤد علیہ السلام  
کی طرح کا عطیہ ملا خوشی اور غصہ کی حالت میں انصاف کرنا  
مالداری اور محتاجی کی حالت میں میانہ روی اختیار کرنا اور  
پوشیدہ و ظاہر دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان والوں کے لیے ان شرائط کا ذکر کیا ہے پس ایسے شخص پر تعجب ہے جو علم دین  
کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اس میں ان شرائط میں سے ایک ذرہ بھی نہیں پایا جاتا پھر اس کو علم و عقل سے اس قدر حصہ ملا ہے  
کہ جو مرتبہ ایمان لانے اور کئی مقامات طے کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ اس کا انکار کرتا ہے۔

روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں اس شخص کو اپنا خلیل بنا تا ہوں جو میرے  
ذکر میں کوتاہی نہ کرے اور اسے میرے علاوہ کسی کی فکر نہ ہو اور نہ ہی مخلوق میں سے کسی کو مجھ پر ترجیح دے اور اگر اسے  
آگ میں جلا دیا جائے تو وہ اس جلن سے تکلیف محسوس نہ کرے اور اگر اسے آروں سے چیرا جائے تو اس سے بھی درد  
محسوس نہ کرے۔

تو جس شخص کی محبت اس درجے کو بھی نہ پہنچی ہو تو اسے کس طرح پتہ چلے گا کہ محبت کے بعد کرامات اور مکاشفات میں

(۱) کنز العمال جلد ۵ ص ۱۷۷، حدیث ۸۱۷۷، ۸۱۷۸، ۸۱۷۹

(۲) المعجم الصغیر للطبرانی جلد اول ص ۶۱ من اسماء احمد

(۳) کنز العمال جلد ۵ ص ۱۱۱، حدیث ۸۲۲۲، ۸۲۲۳



یہ سب چیزیں محبت کے بعد ہوتی ہیں اور محبت ایمان کے کامل ہونے کے بعد ہوتی ہے۔ اور ایمان کے مقامات اور کمی زیادتی کے اعتبار سے اس میں تفاوت شمار سے باہر ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو میری امت کے تمام مومنوں کے ایمان کے برابر ایمان عطا فرمایا جو مجھ پر ایمان لاتے اور مجھے تمام اولادِ آدم کے برابر ایمان عطا فرمایا جو وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ فَذَا عَطَاكَ مِثْلَ إِيمَانِ كُلِّ مَنْ آمَنَ بِي مِنْ أُمَّتِي وَأَعْطَانِي مِثْلَ إِيمَانِ كُلِّ مَنْ آمَنَ بِهِ مِنْ وَكَلِ آدَمَ۔ (۱)

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ کے تین سوا خلاق ہیں جو شخص توحید کے ساتھ ساتھ ان میں سے کسی ایک خلق کے ساتھ اس سے ملاقات کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ان میں سے کوئی خلق مجھ میں بھی ہے آپ نے فرمایا اسے ابو بکر وہ تمام اخلاق تم میں موجود ہیں۔ اور ان میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ خلق سخاوت ہے۔ (۲)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میں نے ایک ترازو دیکھا جو آسمان سے ٹکایا گیا اس کے ایک پلٹے میں مجھے رکھا گیا اور دوسرے پلٹے میں میری امت کو رکھا گیا تو میرا پلٹا بھاری ہو گیا نیز ایک پلٹے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رکھا گیا اور میری امت کو لا کر دوسرے پلٹے میں رکھا گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ والا پلٹا بھاری ہو گیا۔

ان سب باتوں کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں اس طرح استعراق تھا کہ آپ کے دل میں کسی اور کو خلیل بنانے کی گنجائش نہ تھی۔ آپ نے فرمایا۔

اگر میں لوگوں میں کسی کو خلیل بناؤں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناؤں لیکن تمہارا ساتھی اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے (اپنے بارے میں فرمایا)

كُوْنْتُ مَتَخِيْذًا مِنَ النَّاسِ خَلِيْلًا لَا تَخَذُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا وَّلٰكِنْ صَاحِبِكُمْ خَلِيْلًا اللّٰهُ تَعَالٰى۔ (۳)

(۱) العنن المتناہیة جلد اول ص ۱۸۳ حدیث ۲۹۳۔

(۲) تذکرۃ الموضوعات ص ۱۲ باب او صاقر المتناہیة

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۶، مرویات ابن عمر

(۴) صحیح بخاری جلد اول ص ۱۶۹ کتاب المناقب



## خاتمہ — محبت سے متعلق متفرق مفید کلمات :

حضرت سیفان رحمہ اللہ فرماتے ہیں محبت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نام اور دوسرے لوگ کہتے ہیں ہمیشہ ذکر کرنا محبت ہے جب کہ کچھ حضرات فرماتے ہیں محبوب کو ترجیح دینا محبت ہے کچھ دیگر حضرات کے نزدیک دنیا میں باقی رہنے کو برجا جانا محبت کہلاتا ہے۔

ان تمام اقوال میں محبت کے نتائج کی طرف اشارہ ہے جب کہ نفس محبت کے سلسلے میں انہوں نے کچھ نہیں کہا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ محبت ایک ایسا معنی ہے جو محبوب کی طرف سے ہوتا ہے دل اس کے ادراک سے مغلوب ہوتے ہیں اور نہ بائیں اس کی تعبیر نہیں کر سکتیں۔

حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر محبت کو حرام کر دیا ہے جن کا اللہ تعالیٰ کے غیر سے تعلق ہو۔ اور فرمایا ہر محبت کا عوض ہوتا ہے جب عوض زائل ہو جائے تو محبت بھی زائل ہو جاتی ہے۔  
حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار کرے اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے ذمیل بننے سے بچے۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ ہمارے سامنے عارن اور محب کی صفت بیان کریں تو انہوں نے فرمایا اگر عارن کلام کرے تو ہلاک ہوتا ہے اور محب خاموش رہے تو ہلاک ہوتا ہے اور حضرت شبلی رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں۔

اے کریم سردار! تیری محبت میرے دل میں قائم ہے  
اے میری بلبلوں سے نیند کو دور کرنے والے جو کچھ مجھ  
پر گزرتا ہے تو اسے جانتا ہے۔

يَا أَيُّهَا السَّيِّدُ الْكَرِيمُ  
حُبِّكَ بَيْنَ الْعَشَاءِ مُبِيئٌ  
يَا رَافِعَ النَّوْمِ عَنِّي حَقَانِي  
أَنْتَ بِمَا مَكَّرْتَنِي عَلِيمٌ

کسی دوسرے شخص نے یوں کہا ہے۔

اِس شخص پر تعجب ہے جو کہتا ہے مجھے اپنا محبوب یاد  
آیا کیا میں بھول گیا تھا کہ اب، کہوں یاد آیا میں تیری  
یاد سے جتنا مڑتا ہوں اگر میرا حُسن ظن نہ ہو تو کیسے زندہ  
رہتا میری زندگی آرزوئوں سے ہے اور موت شوق کی  
کی وجہ سے تو میں تیرے لیے کس قدر زندہ رہتا اور  
مڑتا ہوں۔

عَجِبْتُ لِمَنْ يَقُولُ ذَكَرْتُ الْفَيْ  
وَهَلْ أَسَى فَإِذَا ذَكَرْتُمَا نَسِيتُ  
أَمَوْتُ إِذَا ذَكَرْتِكَ ثُمَّ أَحْيَا  
وَكَلَوَا حُسْنَ ظَنِّي مَا حَيَّيْتُ  
فَأَحْيَا بِالْمَعْنَى وَأَمَوْتُ شَوْقًا  
فَكَمَا أَحْيَا عَلَيْكَ وَكَمَا أَمَوْتُ



میں نے محبت کے جام پر جام پیے پس نہ شراب ختم ہوئی  
اور نہ میں سیر ہوا کاش اس کا خیال میری آنکھوں کے  
سامنے ہو پھر کون تاسی کروں تو اندھا ہو جاؤں۔

شَرِبْتُ الْعُبَّةَ كَأْسًا بَعْدَ كَأْسٍ  
فَمَا لَفَدَ الشَّرَابُ وَمَا رَوَيْتُ  
فَلَيْتَ خِيَالَهُ نُصِيبُ لِعَيْنِي  
فَإِنْ قَصَرْتُ فِي نَطْرِي عَمِيَّتْ

حضرت رابعہ رضی رحمہ اللہ نے ایک دن فرمایا کون ہے جو ہمیں ہمارے حبیب کا پتہ بتائے ان کی خادمہ نے عرض  
کیا کہ ہمارا حبیب تو ہمارے ساتھ ہے لیکن دنیا نے ہمیں اس سے علیحدہ کر رکھا ہے۔

حضرت ابن جلد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ جب میں کسی بندے کے  
دل کی طرف دیکھتا ہوں اور اس میں دنیا اور آخرت کی محبت نہیں پاتا تو اس کے دل کو اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں اور اس  
کی حفاظت کا کفیل ہو جاتا ہوں۔

کہتے ہیں ایک دن حضرت سمون رحمہ اللہ نے محبت کے سلسلے میں گفتگو کی تو ایک پرنذہ آپ کے سامنے انرا وہ اپنی  
پوچھنے مسل زمین میں مارتا رہا حتیٰ کہ اس سے خون جاری ہو گیا اور وہ مر گیا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا اے میرے مولا! تو جانتا ہے کہ اپنی محبت کے  
ذریعے تو نے مجھے جو عزت عطا کی ہے مجھے اپنے ذکر سے مانوس کیا اور اپنی عظمت میں غور و فکر کے لیے مجھے فراغت  
عطا کی اس کے مقابلے میں جنت میرے نزدیک پھر کے پر کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔

حضرت سہری رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ عیش کرتا ہے اور جو آدمی دنیا کی طرف  
مائل ہوتا ہے وہ اپنی عقل کھو بیٹھتا ہے بیوقوف آدمی صبح و شام ہمگی چیزوں کے لیے کوشش کرتا ہے اور عقل مند آدمی اپنے  
عیب تلاش کرتا ہے۔

حضرت رابعہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت کا کیا عالم ہے؟ انہوں نے  
فرمایا اللہ کی قسم! میں اس سے بہت زیادہ محبت کرتی ہوں لیکن خالق کی محبت نے مجھے مخلوق کی محبت سے روک رکھا ہے۔  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ فضیلت والا عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ  
سے راضی رہنا اور اس سے محبت کرنا۔

حضرت ابو یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں محب دنیا اور آخرت سے محبت نہیں کرتا وہ تو اپنے مولا سے مولا ہی کو چاہتا ہے۔  
حضرت شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا محبت لذت میں مدہوشی اور تعظیم میں حیرت کا نام ہے اور کہا گیا ہے کہ محبت یہ ہے  
کہ وہ تم سے تمہارے نشان کو مٹا دے حتیٰ کہ تمہارے اندر کوئی ایسی چیز نہ رہے جو تجھ سے تیری طرف رجوع کرتی ہے  
یہ بھی کہا گیا ہے کہ محبت دل کا خوشی اور بشارت کے ساتھ محبوب کے قریب ہونا ہے۔ حضرت خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں محبت



تمام ارادوں کو ختم کرنا اور تمام صفات و حاجات کو جلا کر رکھ دینا ہے۔  
حضرت سہیل رحمہ اللہ سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی بندے کی مراد کو دیکھ کر اس کے  
دل کو اپنے مشاہدے کی طرف پھیر دے تو محبت ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ محب کا معاملہ چار منزلوں پر ہوتا ہے محبت، ہیبت، جہاد اور تعظیم اور ان میں سے افضل منزل تعظیم  
اور محبت ہے کیوں کہ یہ دو منزلیں اہل جنت کے ساتھ جنت میں باقی رہیں گی اور دوسری منزلیں اٹھالی جائیں گی۔  
حضرت ہرم بن جان رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن جب اپنے رب عزوجل کو چنانچہ لیتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے اور  
جب وہ اس سے محبت کرتا ہے تو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب اس کی طرف توجہ کی مٹھاس حاصل کرتا ہے تو  
دنیا کو خواہش کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور یہ لذت اسے دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی راحت پہنچاتی ہے۔

حضرت محمد بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ایک عبادت گزار عورت کو دیکھا وہ رو رہی تھی اور اس کے  
رخسار آنسوؤں سے تر تھے وہ اللہ تعالیٰ کے شوق اور اس سے ملاقات کی چاہت میں کہہ رہی تھی اللہ کی قسم میں دنیا  
سے تنگ آچکی ہوں اگر موت مجھے فریدنے سے ملے تو میں اسے خرید لوں۔ حضرت محمد بن عبد اللہ فرماتے ہیں میں نے اس  
سے پوچھا کیا تجھے اپنے عمل پر اطمینان ہے؟ اس نے کہا نہیں لیکن میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے بارے میں حُسن  
ظن کی وجہ سے ایسا کہتی ہوں تمہارا کیا خیال ہے وہ مجھے اس محبت کے باوجود عذاب دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ مجھ سے پیٹھ پھرنے والے لوگ اگر یہ حدیث جان لیں  
کہ میں ان کا انتظار کس طرح کرتا ہوں ان سے نرمی برتاؤں اور ان کے گناہ چھوڑنے کا مشاقق ہوں تو وہ میرے شوق  
میں مر جائیں اور میری محبت میں ان کے جسم کے جوڑ جلا جدا ہو جائیں اسے داؤد علیہ السلام! میرا یہ ارادہ ان لوگوں کے  
بارے میں ہے جو مجھ سے پیٹھ پھرنے ہیں تو میری طرف متوجہ ہونے والوں کے بارے میں میرا ارادہ کیا ہوگا؟ اسے  
داؤد علیہ السلام! جو بندہ مجھ سے بے پرواہ ہو جائے وہ میرا زیادہ محتاج ہوتا ہے اور جب کوئی بندہ مجھ سے پیٹھ پھرتا ہے  
تو میں اس پر زیادہ رحم کرتا ہوں اور جب کوئی بندہ میری طرف رجوع کرتا ہے تو وہ میرے نزدیک بہت معزز ہوتا ہے۔

حضرت ابو خالد صفا رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک نبی علیہ السلام کی کسی عابد سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا  
عابدین کے گروہ اتم ایسے طریقے پر عمل کرتے ہیں جو ہم انبیاء کرام عمل نہیں کرتے تم نوح اور امید پر عمل کرتے ہو  
اور ہم محبت اور شوق پر عمل کرتے ہیں۔

حضرت ثبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اسے داؤد! میرا ذکر، ذکر  
کرنے والوں کے لیے ہے میری جنت اطاعت گزار لوگوں کے لیے ہے، میری زیارت مشاقق لوگوں کے لیے ہے  
اور میں خود محبت کرنے والوں کے لیے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی فرمایا اسے آدم! تو



اپنے محبوب سے محبت کرتا ہے وہ اس کے قول کو سچا جانتا ہے جو اپنے محبوب سے مانوس ہوتا ہے وہ اس کے فعل پر راضی ہوتا ہے اور جو اس کا شوق رکھتا ہے وہ اپنے سفر میں کوشش کرتا ہے۔

حضرت خواص رحمہ اللہ اپنے سینے پر ہاتھ مار کر فرماتے ہائے اس کا شوق جو مجھے دیکھتا ہے اور میں اسے نہیں دیکھتا۔  
حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت یونس علیہ السلام اس قدر روئے کہ نہ دنیا ہو گئے انہوں نے اس قدر قیام کیا کہ کبڑے ہو گئے اور اس قدر نماز پڑھی کہ جلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی۔ اور بارگاہِ خداوندی میں یوں عرض کیا یا اللہ اتیری عزت و جلال کی قسم اگر میرے اور تیرے درمیان آگ کا دریا ہوتا تو تیرے شوق کی وجہ سے میں اس میں گھس جاتا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی سنت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا۔

معرفت میرا سرمایہ اور عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد اور شوق میری سواری ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر میرا ہمیشہ اور اعتماد میرا خزانہ ہے غم میرا رفیق اور علم میرا سلمہ ہے، صبر میری چادر اور رضا میری غنیمت ہے عاجزی میرا فخر اور نڈھال میرا پیشہ ہے یقین میری قوت اور سچائی میری شفیع ہے اطاعت میری محبت اور جہاد میرا اخلاق ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے (۱)

حضرت ذوالنون مہری رحمہ اللہ نے فرمایا وہ ذات پاک ہے جس نے ارواح کو جمع لشکر بنایا عارفین کی ارواح جلدی اور قدسی ہیں اسی لیے وہ اللہ تعالیٰ کے مشتاق ہیں مومنوں کی رُوحیں روحانی ہیں اسی لیے وہ جنت کے شائق ہیں اور غافل لوگوں کی ارواح ہوائی ہیں اسی لیے وہ دنیا کی طرف مائل ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے لہم ہاٹ میں ایک شخص کو دیکھا جس کا رنگ گندمی تھا اور جسم کمزور تھا وہ ایک پتھر سے دوسرے پتھر کی طرف جا رہا تھا۔ اور کہتا تھا۔

التَّوَقُّ وَالرَّغْوَى صَيَّرَانِي كَمَا تَرَى۔  
(تیرے) شوق اور خواہش نے مجھے اس طرح کر دیا جس

طرح تو دیکھ رہا ہے۔ (۱)

کہا جاتا ہے کہ شوق ایک آگ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے ادبیا کرام کے دلوں میں روشن کرتا ہے حتیٰ کہ اس کی وجہ سے ان کے دلوں کے خیالات، ارادے اور خواہش و حاجات سب کچھ جل جاتا ہے۔ محبت، اُنس، شوق اور رضا کے سلسلے میں اس قدر بیان کافی ہے اور ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی راہِ راست کے توفیق دینے والا ہے۔

محبت، شوق، رضا اور اُنس کا بیان مکمل ہوا اس کے بعد نیتِ اخلاص اور صدق کا بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ



## ۱۔ نیت و اخلاص کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ !

ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں جس طرح شکر گزار بندے کرتے ہیں اس پر اس طرح ایمان لاتے ہیں جس طرح اہل یقین ایمان لاتے ہیں اور اس کی توحید کا اقرار اس طرح کرتے ہیں جس طرح سچے لوگ اقرار کرتے ہیں۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سبب و نہیں وہ نام جہانوں کا رب ہے آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے جنوں، انسانوں اور مقرب فرشتوں کو مکلف بنانے والا ہے کہ وہ مخلص کے ساتھ اس کی عبادت کریں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ - (۱)

اور ان کو یہی حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے۔

تو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص دین ہی ہے جو بیدھا بھی ہے اللہ تعالیٰ شریک ٹھہرانے والوں کے شرک سے بہت بے نیاز ہے اور رحمت کاملہ اس کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو جو تمام رسولوں کے سردار ہیں اور تمام انبیاء کرام نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب پر رحمت ہو جو طیب و طاهر ہیں۔

حمد و صلوة کے بعد

اہل دل لوگوں پر ایمانی بصیرت اور انوارِ قرآن کی وجہ سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ سعادت تک رسائی کے لیے علم و عبادت ضروری ہے پس علماء کے علاوہ تمام لوگ ہلاک ہونے والے ہیں اور تمام علماء ہلاک ہونے والے ہیں سوائے عمل کرنے والوں کے، اور مخلص لوگوں کے علاوہ تمام اہل عمل بھی ہلاک ہونے والے ہیں جب کہ مخلص لوگوں کو بھی بہت بڑا خطہ ہے نیت کے بغیر عمل محض مشقت ہے اور اخلاص کے بغیر نیت ریاکاری ہے اور منافقت کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے اور گناہ کے برابر ہے جب کہ صدق کے بغیر اخلاص، گردوغبار کے ذرات ہیں۔

ہر وہ عمل جو غیر اللہ کے ارادے سے کیا جائے اور نیت خالص نہ ہو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مَا سَعَلُوا مِنْ عَمَلٍ مَّجْعَلْنَاہُ

اور جو کچھ انہوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں



هَبَاً مَشُورًا -

بار بار یک بار یک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا  
کہ کھڑکی کی دھوپ میں سے نظر آتے ہیں۔

(۱)

تو جو شخص حقیقتِ نیت سے واقف نہ ہو اس کی نیت کیسے صحیح ہوگی یا جو شخص اخلاص کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو وہ نیت کو صحیح کرنے میں مخلص کیسے ہوگا یا وہ شخص جو صداقت کے مفہوم سے آگاہی نہ رکھتا ہو وہ اپنے نفس سے صدق کا مطالبہ کیسے کرے گا لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ارادہ رکھتا ہو اس کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نیت کا علم حاصل کرے تاکہ اس کو اس کی معرفت حاصل ہو۔ پھر صدق و اخلاص کی حقیقت سے آگاہ ہو کر عمل کے ذریعے نیت کو صحیح کرے کیوں بیز سے کی نجات اور چھٹکارے کا وسیلہ یہی دو باتیں ہیں (اخلاص اور صدق) لہذا ہم صدق اور اخلاص کے معانی کو تین بابوں میں ذکر کریں گے۔

پہلا باب :- نیت کی حقیقت اور معنی

دوسرا باب :- اخلاص اور اس کے حقائق

تیسرا باب :- صدق اور اس کی حقیقت

## پہلا باب

### نیت کا بیان

اس باب میں نیت کی فضیلت، حقیقتِ نیت، نیت کا عمل سے اچھا ہونا نفس سے متعلق اعمال کی تفصیل اور نیت کے اختیار سے نکلنے کا بیان ہوگا۔

فصل ۱ :-

### فضیلتِ نیت

ارشاد خداوندی ہے -

اور دُور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام  
اس کی رضا چاہتے ہوئے۔

لَا تَطْرُقِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْإِفْتَادَةِ  
وَالْعِثَّةِ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ - (۲)

(۱) قرآن مجید، سورۃ فرقان آیت ۲۳

(۲) قرآن مجید، سورۃ النعام آیت ۵۲



یہاں ارادے سے مراد نیت ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 اَعْمَالُ الرَّسُولِ بِالْإِيْتِيَاتِ وَبِحُكْمِ أَمْرِي  
 مَا لَوْى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ  
 فَهِيَ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ  
 هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى مَرْءٍ يَتَّبِعُهَا  
 فَهِيَ هِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَا جَرَّ إِلَيْهِ۔  
 (۱)

یہاں ارادے سے مراد نیت ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 اعمال کے ثواب کا دار و مدار نیت پر ہے اور ہر شخص  
 کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس کی  
 ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف  
 ہو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی طرف ہی ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اسے  
 حاصل کرنا مقصود ہو یا کسی عورت کی طرف کہ اس سے  
 نکاح کرے تو وہ جس کی طرف ہجرت کرے گا اس کی ہجرت  
 اسی کی طرف شمار ہوگی۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔  
 أَكْثَرُ شَهَادَةٍ أُمَّتِي أَصْحَابُ الْقَرْنَيْنِ وَدَيْتُ  
 قَتِيلَ بَيْنَ الصَّفِيْنِ اللَّهُ أَعْلَمُ  
 بِنَيْتِهِ۔ (۲)  
 اور ارشاد خداوندی ہے۔

میکرامت کے اکثر شہداء بستر پر فوت ہونے والے  
 ہوں گے اور در فوجوں کے درمیان قتل ہونے والے اکثر لوگوں  
 کی نیت کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

اِنَّ تَيْرِيَةَ اِصْلَاحًا يُوَفِّقُ اللّٰهُ  
 بَيْنَهُمَا۔ (۳)  
 اگر وہ دونوں (میاں بیوی میں صلح کرانے والے) اصلاح کی  
 نیت کریں تو اللہ تعالیٰ ان (میاں بیوی) کے درمیان اتفاق  
 پیدا فرمائے گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے نیت کو توفیق رہا تم اتفاق کا سبب بنایا۔  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔  
 اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَنْظُرُ اِلَى صُوْرِكُمْ اَمْوَالِكُمْ  
 وَاِنَّمَا يَنْظُرُ اِلَى قُلُوْبِكُمْ۔

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو  
 نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے

(۱) صحیح بخاری جلد اول ص ۲ باب کیف کان بدء الوحی

(۲) سنن امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۲۹۷ مرویات عبداللہ بن مسعود

(۳) قرآن مجید، سورہ نسا، آیت ۲۵ (۴) سنن امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۸۵ مرویات ابوہریرہ



وہ دلوں کو اس لیے دیکھا ہے کہ دل نینوں کی جگہ ہیں۔  
اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بندہ اچھا عمل کرتا ہے تو فرشتے اسے مہر لگائے ہوئے صیغیوں (رحسٹروں) میں لے کر اوپر جاتے ہیں اور اس عمل کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرمایا اس صیغے کو ڈال دو اس میں جو عمل ہے اس میں میری رضا کی نیت نہیں کی گئی پھر فرشتوں کو حکم دینا ہے کہ اس شخص کے لیے فلاں فلاں بات مکھ دو وہ کہتے ہیں اسے ہمارے رب! اس نے تویہ کام نہیں کیا اللہ تعالیٰ فرمایا اس نے اس کام کی نیت کی تھی۔ (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

النَّاسُ اَرْبَعَةٌ رَجُلٌ اَتَاهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ  
عِلْمًا وَمَالًا فَهُوَ يَعْمَلُ بِعِلْمِهِ فِي  
مَالِهِ فَيَقُولُ رَجُلٌ تَوَاتَا فِي اللهِ تَعَالَى  
مِثْلُ مَا اَتَاهُ لَعَمَلْتُ كَمَا يَعْمَلُ فَهَمَّا  
فِي الدَّجْرِ سَوَاءٌ وَرَجُلٌ اَتَاهُ اللهُ تَعَالَى مَالًا  
وَلَمْ يُوْتِنِهٖ عِلْمًا فَهُوَ يَتَخَبَّطُ بِجَهْلِهِ  
فِي مَالِهِ فَيَقُولُ رَجُلٌ تَوَاتَا فِي  
اللهُ مِثْلُ مَا اَتَاهُ عَمِلْتُ كَمَا يَعْمَلُ فَهَمَّا  
فِي الدَّجْرِ سَوَاءٌ۔

لوگ چار قسم کے ہیں ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کو  
اللہ تعالیٰ نے علم اور مال عطا فرمایا تو وہ اپنے مال میں علم  
کے مطابق عمل کرتا ہے دوسرا شخص کہتا ہے اگر اللہ تعالیٰ  
نے مجھے اس کی مثل دیا تو میں بھی اس کی طرح عمل  
کرتا ہوں ان دونوں کا اجر ایک جیسا ہے دوسرا وہ شخص  
ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور علم نہیں دیا  
وہ اپنی جہالت کی وجہ سے مال کو فضول کاموں میں خرچ  
کرتا ہے تو ایک اور شخص کہتا ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھے  
بھی مال دیتا تو میں بھی اس کی طرح کرتا تو یہ دونوں نہیں  
برابر ہیں۔

(۲)

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے  
تشریف لے گئے تو فرمایا مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ ہیں کہ ہم جو بھی وادی طے کرتے ہیں یا ایسی جگہ کو پا لیا کرتے ہیں جس سے گھار کو  
غصہ آئے نیز ہم کوئی مال خرچ کرتے ہیں یا ہم بھر کے ہوتے ہیں تو وہ ان تمام باتوں میں ہمارے ساتھ نہریک ہوتے ہیں حالانکہ وہ  
مدینہ طیبہ میں ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیسے؟ وہ تو ہمارے ساتھ نہیں ہیں آپ نے فرمایا انہیں غلڑ  
نے روک رکھا ہے۔ (۳)

(۱)

(۲) سنن ابن ماجہ ص ۳۲۲، ابواب الزکوٰۃ

(۳) سنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۹ ص ۴۲ کتاب السیر



تو وہ حسن نیت کی وجہ سے شریک تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

مَنْ هَاجَرَ بِنَيْتِي بِنَيْتِي فَهُوَ كَهَا  
جو شخص کسی چیز کی تلاش میں ہجرت کرتا ہے تو اس

کے لیے وہی ہے۔

ایک شخص نے ہجرت کی اور ہمارے خاندان کی ایک خاتون سے شادی کی تو اس کا نام ام قیس کا مہاجر پڑ گیا۔ (۱)  
اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہوا تو اس کا نام "قتیل حمراء" رکھ دیا گیا۔  
قتل ہونے والا اقرار پایا کیوں کہ وہ ایک شخص سے اس لیے لڑا کہ اس کا سامان اور گدھا حاصل کرے تو اسی وجہ سے  
اسے قتل کیا گیا پس وہ اپنی نیت کی طرف منسوب ہوا۔ (۲)

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

مَنْ غَزَا وَهُوَ لَا يَتَوَقَّعُ الْأَعْقَابَ إِلَّا خَلَّةً  
جو شخص ایک رسی حاصل کرنے کے لیے لڑا تو اس کے  
لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک شخص سے مدد طلب کی جو میرے ساتھ مل کر جہاد کر رہا تھا  
اس نے انکار کیا حتیٰ کہ میں اس کے لیے اجرت مقرر کروں میں نے اس کے لیے اجرت مقرر کی پھر میں نے یہ بات نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا اس کے لیے دنیا اور آخرت میں وہی کچھ ہے جو تم نے  
اس کے لیے مقرر کیا۔ (۴)

اسراہیلی روایات میں ہے کہ ایک شخص بھوک کی حالت میں ریت کے ایک ٹیلے سے گزرا تو اس نے دل میں  
کہا اگر یہ ریت غلہ ہوتی تو میں اسے لوگوں میں تقسیم کر دیتا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کی طرف وحی بھیجی کہ اس سے فرمائیں  
اللہ تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا اور تیری اچھی نیت کے بدلے میں اس قدر ثواب دیا کہ اگر یہ ریت غلہ ہوتی اور تم صدقہ  
کرتے تو تمہیں جس قدر ثواب ملتا کئی روایات میں آیا ہے۔

مَنْ هَتَمَ بِحَسَنَةٍ وَكَمْ يَعْمَلُهَا كَتَبَتْ  
جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے لیکن اس پر عمل نہ کر

(۱) مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۱۰۱ کتاب الصلوة

(۲)

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۲۰ روایات عبادہ بن صامت

(۴) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۲۲ روایات یعلیٰ ابن امیر



سکے تو اس کے لیے نیکی کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

لَهُ حَسَنَةٌ -

(۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی عنہ کی روایت میں ہے۔  
 مَنْ كَانَتْ الدُّنْيَا نِيَّتَهُ جَعَلَ اللهُ فِقْرَهُ  
 بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَفَارَقَهَا رَغَبٌ مَا يَكُونُ فِيهَا  
 وَمَنْ تَكُنِ الْآخِرَةُ نِيَّتَهُ جَعَلَ اللهُ تَعَالَى  
 غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ عَلَيْهِ صِيَعَتَهُ  
 وَفَارَقَهَا أَرْهَادٌ مَا يَكُونُ فِيهَا

جو شخص دنیا کی نیت کرے اللہ تعالیٰ اس کا فقر اس کی  
 آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور جس وقت اسے  
 دنیا کی زیادہ رغبت ہوتی ہے اس وقت اسے دنیا سے  
 جدا کرتا ہے اور جو شخص آخرت کی نیت کرے اللہ تعالیٰ  
 اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے، اس کا سامان اس کے  
 لیے جمع کر دیتا ہے اور جب دنیا سے اسے جدا کرتا ہے  
 تو وہ دنیا سے بہت زیادہ بے رغبت ہوتا ہے۔

(۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کا ذکر فرمایا جو جنگل  
 میں دھنسا دیئے جائیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ان میں زبردستی لائے ہوئے اور اجرت پر آنے  
 والے بھی ہوں گے ہوا آپ نے فرمایا ان سب کا حشر ان کی نیتوں پر ہوگا۔ (۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔  
 إِنَّمَا يُقْتَلُ الْمُقْتَلُونَ عَلَى النِّيَّاتِ - (۴)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب دو لشکر باہم مقابل ہوتے ہیں تو فرشتے اترتے ہیں  
 اور مخلوق کو درجہ بدرجہ لکھتے ہیں کہ فلاں آدمی دنیا کے  
 لیے لڑتا ہے فلاں شخص غیرت کی خاطر لڑتا ہے فلاں آدمی  
 قومی مصیبت میں لڑتا ہے سنو ایہ نہ کہو کہ فلاں اللہ تعالیٰ  
 کے راستے میں شہید ہوگی پس جو شخص اس لیے

إِذَا اتَّعَى الصَّفَّانِ نَزَلَتِ الْمَلَائِكَةُ  
 تَكْتُبُ الْخَلْقَ عَلَى مَرَاتِبِهِمْ فَلَا  
 يُقَاتِلُ لِلدُّنْيَا فَلَا يُقَاتِلُ حَمِيَّةً فَلَا  
 يُقَاتِلُ عَصِيَّةً إِلَّا فَلَا تَقُولُوا  
 فَلَا تَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمَنْ قَاتَلَ

(۱) صحیح مسلم جلد اول ص ۸۷ کتاب الایمان

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۱ ص ۲۶۶ حدیث ۱۱۶۹۰

(۳) المستدرک جلد ۸ ص ۳۱۴ کتاب الفتن

(۴) میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۶۹ ترجمہ ۲۳۸



لَنَارٍ كَلِمَةٌ اللَّهُ هِيَ الْعُلْيَا فَهِيَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - (۱)

لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند ہو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑنے والا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔  
آپ نے ارشاد فرمایا۔

يَبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ - (۱)

ہر بندے کو اسی (نیت) پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کا انتقال ہوا۔

حضرت احنف رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

رَآذَا التَّقَى الْمُسْلِمَانَ بِسَيْفِيهِمَا نَالِقَاتٍ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ - (۱)

جب دو مسلمانوں اپنی تلواروں کے ساتھ باہم مقابل ہوتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔  
عرض کیا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قاتل (کا جہنم میں جانا) تو ٹھیک ہے مقتول کیوں جائے گا؟  
آپ نے ارشاد فرمایا۔

لَا تَدْرِي أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ - (۳)

کیوں کہ اس نے اپنے مقابل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

مَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى صَدَاقٍ وَهُوَ لَا يُوْنِيْ اِدَاءَةً فَهُوَ زَانٍ وَمَنْ اَدَّانَ دَيْنًا وَهُوَ لَا يُوْنِيْ قِضَاءَةً فَهُوَ سَارِقٌ - (۴)

جو شخص کسی عورت سے مہر پر نکاح کرے اور اس کی ادائیگی کی نیت نہ ہو تو وہ زانی ہے اور جو آدمی قرض لے اور اس کو ادا کرنے کی نیت نہ ہو تو وہ چور ہے۔  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ تَطَيَّبَ لِلَّهِ تَعَالَى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرِيحُ الْمَيْمِ مِنَ الْمَسْكِ وَمَنْ تَطَيَّبَ لِغَيْرِ اللَّهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرِيحُهُ

جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے خوشبو لگائے تو وہ قیامت کے دن اس طرح آگے گا کہ اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ مہک رہی ہوگی اور جو آدمی غیر خدا کی



أَنْتُمْ مِنَ الْجِيْفَةِ -

خاطر خوشبو لگائے وہ نیامت کے دن یوں آئے گا کہ  
اس کی ٹومر دار سے زیادہ بدبودار ہوگی۔

(۱)

آثار :

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بہترین عمل فرائض خداوندی کو ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے بچنا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں نیت کا سچا ہونا ہے  
حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ عنہ کو لکھا کہ جان لیں! بندے کو اللہ تعالیٰ کی مدد  
اس کی نیت کے مطابق ملتی ہے جس کی نیت مکمل ہو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد بھی مکمل ہوتی ہے اور اگر نیت میں کمی  
ہو تو اسی کے مطابق مدد بھی کم ملتی ہے۔  
بعض بزرگوں کا قول ہے کہ اکثر چھوٹے اعمال کو نیت بڑا کر دیتی ہے اور کئی بڑے کام نیت کی وجہ سے چھوٹے  
ہو جاتے ہیں۔

حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ نیکو کار کہ اس کی نیت تقویٰ کی ہوتی ہے اگر اس کے تمام اعضاء بھی دنیا  
سے متعلق ہو جائیں تو کسی دن اس کی نیت اسے اچھی نیت کی طرف لوٹا دے گی اور جاہل کا حال اس کے خلدن ہے  
حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے لوگ، عمل کے لیے نیت سیکھتے تھے جس طرح وہ عمل سیکھتے تھے۔  
بعض علماء نے فرمایا عمل سے پہلے اس کے لیے نیت سیکھو اور جب تک تم نیکی کی نیت میں رہو گے تم بھلائی پر  
رہو گے۔

ایک طالب علم علماء کے پاس جا کر کہتا کہ کون ہے جو مجھے ایسے عمل کی راہ بتائے کہ اس کے باعث میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے  
یہ عامل رہوں کیوں کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ رات اور دن میں مجھ پر کوئی ایسا وقت آئے جس میں میں اللہ تعالیٰ کے لیے  
عمل نہ کرتا ہوں۔ اس سے کہا گیا تم نے اپنی حاجت کو پایا جس قدر ممکن ہو نیکی کرو جس جب تم تک جا ڈیا اس کو چھوڑ دو  
تو اس عمل کی نیت کرو کیوں کہ نیت کرنے والا بھی عمل کرنے والے کی طرح نیک عمل کر رہا ہوتا ہے۔

اسی طرح بعض اساتذہ نے فرمایا کہ تم پوچھو اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں اور تمہارے گناہ تمہارے علم سے مخفی ہیں لیکن تمہیں  
چاہیے کہ صبح و شام توبہ کرو اللہ تعالیٰ درمیان والے گناہ بخش دے گا۔

حضرت عبید بن علیہ السلام نے فرمایا اس آنکھ کے لیے خوشخبری ہے جو جو جائے اور گناہ کا ارادہ نہ کرے اور بے گناہی

پر جائے۔



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگ نیا امت کے دن اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔  
حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ جب یہ آیت کریمہ پڑھتے۔

وَلَبَسُوا ثَمِيًّا  
وَلَبَسُوا ثَمِيًّا حَتَّىٰ لَعَلَّهَا الْمَجَاهِدِيَّةُ  
مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَتَبَلَّوْا خَبْرًا كَثُورًا  
اور ہم، تمہیں ضرور بضرور آزمائیں گے حتیٰ کہ ہم، تم  
میں سے مجاہدین کی پہچان کر دیں اور تمہارے اچھے لوگوں  
کی آزمائش کریں۔

(۱۱)  
تو حضرت فضیل رحمہ اللہ رو پڑے اور اس آیت کو بار بار پڑھتے ہوئے فرمانے (یا اللہ!) اگر تو نے ہماری آزمائش کی  
تو ہم رُسوا ہو جائیں گے اور ہماری پردہ دری ہو جائے گی۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل جنت جنت میں اور جہنمی جہنم میں اپنی نیتوں کی وجہ سے ہمیشہ رہیں گے۔  
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تو رات میں لکھا ہوا ہے کہ جس عمل سے میری رضا مطلوب ہو وہ چھوڑا بھی زیادہ  
ہوتا ہے اور جس سے میرا غیر مقصود ہو وہ زیادہ بھی چھوڑا ہوتا ہے۔

حضرت بلال بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں بندہ مومن آدمی جیسا قول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے قول کو  
ہنیں چھوڑتا حتیٰ کہ وہ اس کے عمل کو دیکھتا ہے اور جب عمل کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑتا یہاں تک کہ اس کے  
تقویٰ کو دیکھتا ہے اور اگر وہ پرہیزگاری اختیار کرے تو اسے نہیں چھوڑتا یہاں تک کہ اس کی نیت کو دیکھے۔ پس اگر اس  
کی نیت صحیح ہو تو اس لائق ہے کہ اس کے دوسرے کام بھی صحیح ہوں۔

تو اعمال کا ستون نیتیں ہیں عمل تو نیت کا محتاج ہے تاکہ وہ اس (نیت) کے ذریعے بہتر ہو جائے۔ جب کہ  
نیت ذاتی طور پر بہتر ہے اگرچہ کسی رکاوٹ کی وجہ سے عمل مشکل ہو جائے۔

فصل ۷:

## حقیقتِ نیت

جاننا چاہیے کہ نیت، ارادہ اور قصد مترادف الفاظ ہیں جو ایک ہی معنی کے لیے آتے ہیں اور یہ ایک قلبی حالت و صفت  
ہے جس کو علم و عمل نے گھیر رکھا ہے علم پہلے ہوتا ہے کیوں کہ وہ اس کی اصل اور شرط ہے اور عمل نیت کے بعد ہوتا ہے  
کیوں کہ وہ اس کے تابع اور اس کی فرع ہے کیوں کہ ہر عمل یعنی ہر حرکت و سکون اختیاری ہے اور وہ تین باتوں یعنی علم  
ارادے اور قدرت سے پورا ہوتا اس لئے کہ انسان اسی چیز کا ارادہ کرتا ہے جس کا اسے علم ہوتا ہے لہذا علم ضروری ہے



اور جب تک ارادہ نہ ہو عمل نہیں کرنا لہذا ارادہ ضروری ہے اور ارادے کا مطلب یہ ہے کہ دل ایسے کام کے لیے براہِ گنجینہ ہو جسے وہ اپنی غرض کے موافق سمجھتا ہے چاہے فی الحال ہو یا مستقبل میں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح پیدا فرمایا کہ بعض امور اس کے موافق اور غرض کے مناسب ہوتے ہیں اور کچھ امور اس کے مخالف ہوتے ہیں۔ پس وہ موافق و مناسب کاموں کو اپنی طرف کھینچنے اور نقصان دہ باتوں کو جو اس کے نفس کے خلاف ہیں دور کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو مضر اور نفع بخش چیز کا ادراک حاصل کرنا اس کے لیے ضروری ہے تاکہ نفع بخش کو حاصل کرے اور نقصان دہ سے بھاگے۔ کیوں کہ جو شخص غذا کو نہیں دیکھتا اور نہ اس کی پہچان رکھتا ہے اس کے لیے اس کا کھانا ممکن نہیں ہوتا اور جو آگ کو نہ دیکھے اس کے لیے اس سے بھاگنا ممکن نہیں ہوتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور معرفت کو پیدا فرمایا اور اس کے لیے اسباب بنائے اور وہ ظاہری و باطنی اسباب نہیں (اور اس وقت) ان سے ہماری غرض نہیں۔

پھر اگر وہ غذا کو دیکھ لے اور جان لے کہ یہ اس کے موافق ہے تو پھر بھی اسے کھانے کے لیے احتیاط کافي نہیں جب تک اس کی طرف میلان رغبت اور ایسی خواہش نہ ہو جو اس کی طرت براہِ گنجینہ کرتی ہو کیوں کہ مریض غذا کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ اس کے موافق ہے لیکن رغبت اور میلان نہ ہونے کی وجہ سے اس کے لیے اس تک پہنچنا ممکن نہیں ہوتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف میلان رغبت اور ارادہ پیدا فرمایا یعنی اس کے نفس میں شوق اور دل میں توجہ رکھ دی۔ پھر یہ بات بھی کافی نہیں کہتے ہی لوگ کھانے کو دیکھتے ہیں اس میں رغبت بھی رکھتے ہیں اور اس کو کھانے کا ارادہ بھی ہوتا ہے لیکن وہ اپنا بیچ ہونے کی وجہ سے اس سے عاجز ہوتے ہیں لہذا آدمی کے لیے قدرت اور متحرک اعضاء پیدا کئے گئے تاکہ اس تک پہنچنا مکمل ہو اعضاء طاقت کے بغیر حرکت نہیں کر سکتے اور طاقت ارادے کی منظر ہوتی ہے یعنی دل میں یہ خیال چکا ہو کہ یہ چیز اس کے موافق ہے جب پختہ و مصمم معرفت حاصل ہو جاتی ہے کہ یہ کام موافق ہے اور اس کا کرنا ضروری ہے نیز کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہوتی جو اس سے پھر دوسے تو ارادہ براہِ گنجینہ ہوتا اور میلان ثابت ہوتا ہے پس جب ارادے میں حرکت پیدا ہوتی تو قدرت اعضاء کو متحرک کرنے کے لیے عزت میں آئی ہے پس قدرت ارادے کی خادم ہے ارادہ اتمام معرفت کے تابع ہے لہذا نیت اس صفت کا نام ہو جو اعضاء اور ذرات کے درمیان ہے اور یہ ارادہ اور نفس کا رغبت و میلان کی بنیاد پر غرض کے موافق کام کی طرت براہِ گنجینہ ہونا ہے چاہے وہ فی الحال موافق ہو یا مستقبل میں ہو۔

پس پہلا محرک وہ غرض ہے جو مطلوب ہے اور ایسی کو باعث کہا جاتا ہے اور یہ غرض یا باعث وہ مقصد ہے جس کی نیت کی گئی اور براہِ گنجینگی قصد اور نیت کا نام ہے اور قدرت کا اعضاء کو حرکت دینے کے ذریعے ارادے کی خدمت کے لیے براہِ گنجینہ ہونا عمل ہے البتہ بعض اوقات قدرت کامل کے لیے براہِ گنجینہ کرنا ایک باعث کی بنیاد پر ہوتا ہے اور کبھی اس کے دو باعث ہونے میں جو ایک فعل میں جمع ہوتے ہیں اور جب اس کے دو باعث ہوں تو بعض اوقات ایک باعث بھی قدرت کو براہِ گنجینہ



کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے اور بعض اوقات دونوں الگ الگ اس کام سے قاصر ہوتے ہیں جب تک جمع نہ ہوں۔ اور بعض اوقات ایک بھی کافی ہوتا ہے لیکن دوسرا اس کا معاون ہوتا ہے لہذا اس سے چار اقسام پیدا ہوئیں ہم ان میں سے ہر ایک کا نام اور مثال بیان کرتے ہیں۔

(۱) ایک باعث تنہا ہو جیسے انسان پر درندہ حملہ آور ہوتا ہے تو وہ اسے دیکھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اس بات کا محرک صرف یہ ہے کہ وہ درندے سے بھاگنا چاہتا ہے وہ درندے کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ نقصان پہنچانے والا ہے تو اس کے دل میں بھاگنے کا خیال پیدا ہوتا ہے تو اس رغبت کے مطابق قدرت کام کرتی ہے پس کہا جاتا ہے کہ اس کی نیت درندے سے بھاگنا ہے اس اٹھنے کا کوئی دوسرا مقصد نہیں اس کو خالص نیت کہتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کو خالص عمل کہا جاتا ہے کیوں کہ اس کی غرض ایک ہی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عمل غیر کی مشارکت سے خالص ہے۔

۲- کسی عمل کے دو باعث ہوں لیکن دونوں الگ الگ مستقل ہوں محسوسات میں سے اس کی مثال یہ ہے کہ دو آدمی کسی چیز کو اٹھانے پر ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ لیکن اگر ان میں سے ایک بھی اسے اٹھانا چاہے تو اٹھا سکتا ہو۔ اس سلسلے میں مثال یہ ہے کہ کسی شخص کا قریبی رشتہ دار جو محتاج ہو وہ اس سے اپنی حاجت کے سلسلے میں سوال کرے اور بیاس کی قرابت اور فقر کی وجہ سے اس کی حاجت کو پورا کرے اور اسے معلوم ہے کہ اگر وہ محتاج نہ بھی ہوتا تو یہ اس کی حاجت کو قرابت کی وجہ سے پورا کرتا اور اگر قرابت نہ ہوتی تو محض فقر کی وجہ سے پورا کرتا اور دل میں اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ اگر اس کا کوئی مالدار رشتہ دار حاضر ہو تو اس کی حاجت کو پورا کرنے میں بھی رغبت رکھے گا اور اگر اجنبی فقیر ہو تو اس میں بھی رغبت ہوگی۔

اسی طرح ڈاکٹر کسی شخص کو کھانا چھوڑنے کا حکم دیتا ہے اور یومِ عرفہ (نوزوالحجہ) کا دن آجاتا ہے پس وہ روزہ رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اگر نوزوالحجہ کا دن نہ ہوتا تو وہ پرہیزگی کی وجہ سے کھانا چھوڑ دیتا ہے اور اگر پرہیزگی کا مسئلہ نہ ہوتا تو یومِ عرفہ کی وجہ سے کھانا ترک کرتا۔

اور اب دونوں سبب جمع ہیں پس وہ اس کام کی طرف بڑھتا ہے اور دوسرا سبب پہلے سبب کا رفیق بنتا ہے تو اس صورت کو ہم مراقتت کہتے ہیں کیوں کہ دونوں سبب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

۳- دونوں سبب الگ الگ کافی نہ ہوں لیکن جب جمع ہو جائیں تو طاقت کو براہِ نیچتہ کر سکتے ہوں اس کی مثال محسوس چیز میں یہ ہے کہ دو کدو آدمی ایک چیز کو لیں کر اٹھاتے ہیں جس کو دونوں الگ الگ نہیں اٹھا سکتے ہمارے موضوع سے متعلق اس کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کا مال دار رشتہ دار اس کا قصد کرے اس سے ایک درہم مانگے اور وہ اسے نہ دے لیکن کوئی اجنبی مانگے تو اسے دے دے پھر غریب رشتہ دار مانگے تو اسے دے دے تو اس صورت میں اس کے ارادے کا باعث قرابت اور فقر دونوں کا مجموعہ ہے اسی طرح ایک شخص لوگوں کے سامنے ثواب اور تعریف کی غرض سے حدیث



کرتا ہے اور اگر وہ اسے تنہائی میں ملتا تو محض ثواب کا حصول اسے صدقہ دینے پر راغب نہ کرتا اور اگر مانگنے والا ناسق ہوتا کہ اسے دینے سے ثواب نہ ہوتا تو محض دکھاوا اسے دینے پر مجبور نہ کرتا اور اگر دانوں باتیں جمع ہو جائیں تو ان سے دل کو تحریک ہوتی اس جنس کو ہم مشارکت کہتے ہیں۔

۲۔ دو سیبوں میں سے ایک مستقل ہے جو تنہا بھی کارگر ہو سکتا ہے لیکن دوسرا مستقل نہیں ہے لیکن جب اسے پہلے کے ساتھ ملا یا جائے تو اس کا مددگار بن کر آسانی پیدا کر دیتا ہے مسوسات میں اس کی مثال یہ ہے کہ بوجھ اٹھانے میں کمزور آدمی، طاقتور کی مدد کرے اگر طاقتور آدمی اکیلا بھی اٹھانا چاہے تو اٹھا سکتا ہے لیکن کمزور آدمی تنہا نہیں اٹھا سکتا۔ لیکن اس کی وجہ سے کام آسان ہو جاتا ہے اور کمزور شخص اس آسانی میں موثر ہوتا ہے۔

ہمارے موضوع سے متعلق اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک آدمی نماز کا وظیفہ بھی کرتا ہے اور صدقہ دینے کا عادی بھی ہے اب اتفاق سے کچھ لوگ آگئے تو ان کو دیکھنے کی وجہ سے کام آسان ہو گیا اور وہ دل سے جانتا ہے کہ اگر وہ تنہا چوتنا تو بھی اس کے عمل میں کوتاہی نہ ہوتی اور وہ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ اگر اسے اطاعت کا خیال نہ بھی ہوتا تو بھی محض ریاکاری اسے اس عمل پر مجبور نہ کرتی تو اس قسم کی نیت میں کسی قدر آمیزش ہو جاتی ہے اس جنس کو معاونت کہتے ہیں۔

تو دوسرا باعث رفیق ہوتا ہے یا شریک یا معین، اور ہم اس بات کو اخلاص کے باب میں بیان کریں گے اس وقت ہمارا مقصود نیتوں کی اقسام بیان کرنا ہے کیوں کہ عمل نیت کے تابع ہوتا ہے اس کا ذاتی حکم نہیں ہوتا بلکہ مقبوع کا حکم ہی اس کا حکم ہوتا ہے۔

فصل ۳:

## مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے کا کیا مطلب ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ - (۱)

مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے

جاننا چاہیے کہ بعض اوقات اس تزییح کے بارے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ نیت ایک پوشیدہ چیز ہے جس پر صرف اللہ تعالیٰ ہی مطلع ہے اور عمل ظاہر ہے جب کہ پوشیدہ عمل کو فضیلت حاصل ہوتی ہے اور یہ صحیح بات ہے لیکن یہ بات مراد نہیں ہے کیوں کہ اگر کوئی شخص دل سے ذکر کرنے کی نیت کرے یا مسلمانوں کی بھلائی کے بارے میں غور و فکر کرے تو



عموم حدیث کی وجہ سے تفکر کی بجائے نیت بہتر ہونی چاہیے۔

اور کبھی یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ترییح کا سبب یہ ہے کہ نیت عمل کے آخر تک رہتی ہے جب کہ عمل کو دوام نہیں ہوتا لیکن یہ بات بھی کمزور ہے کیوں کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کثیر عمل، تھوڑے عمل کے مقابلے میں بہتر ہے حالانکہ یہ بات نہیں کیوں کہ نماز کے افعال کی نیت بعض اوقات دائمی نہیں ہوتی بلکہ چند لمحات پر مشتمل ہوتی ہے جب کہ اعمال میں دوام ہوتا ہے اور عموم اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہو۔

بعض اوقات اس کا مطلب یوں بیان کیا جاتا ہے کہ محض نیت اس عمل سے بہتر ہے جو نیت سے خالی ہو اور بات یہی ہے لیکن اس کا مراد ہونا بعید ہے کیوں کہ نیت کے بغیر یا غفلت کے ساتھ عمل میں کوئی خیر نہیں اور محض نیت بہتر ہے اور ظاہر ترییح ان امور میں ہوتی ہے جہاں خیر میں مشترک ہوں۔

بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر عبادت نیت اور عمل سے مشترک ہوتی ہے اور نیت بھی ایک قسم کی نیکی ہے جب کہ عمل بھی ایک نیکی ہے تو عمل کی نسبت نیت سب سے بہتر نیکی ہے یعنی ہر ایک کا مقصود میں اثر ہوتا ہے لیکن عمل کی نسبت نیت کا اثر زیادہ ہوتا ہے پس مطلب یہ ہوا کہ مومن کی نیت جو تمام عبادات میں سے اس کے عمل سے بہتر ہے جبکہ عمل بھی ایک اطاعت ہے غرض یہ ہے کہ بندے کو نیت اور عمل دونوں کا اختیار ہے اور یہ دونوں عمل ہیں لیکن ان دونوں میں سے نیت بہتر ہے۔ تو حدیث شریف کا یہ مفہوم ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نیت عمل سے کس طرح بہتر ہے اور اس کی عمل پر ترییح کا کیا سبب ہے تو اس بات کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو دین کے مقصود اور اس کے طریقے کی سمجھ رکھتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ مقصود تک پہنچنے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ بعض اثرات کو دوسرے بعض پر قیاس کرے حتیٰ کہ مقصود کی نسبت سے زیادہ ترییح والے اثرات ظاہر ہوں پس جو شخص کہتا ہے کہ روٹی، پھل سے بہتر ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ جسمانی غذا ہونے کے اعتبار سے روٹی بہتر ہے اور اس بات کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے۔ جو اس بات کو سمجھے کہ غذا کا مقصد صحت اور بقا ہے اور غذاؤں کے مختلف اثرات ہیں وہ ہر اثر کو سمجھے اور بعض کو بعض پر قیاس کرے۔

پس عبادات دلوں کی غذائیں ہیں اور مقصود دلوں کی شفا اور بقا ہے نیز یہ کہ آخرت میں سلامت رہیں، سعادت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے لطف اندوز ہوں غرضیکہ مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے سعادت مندی کا حصول ہے اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے لطف اندوز وہی شخص ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے عرفان پر دنیا سے رخصت ہو اور اس سے محبت وہی شخص کرتا ہے جو اس کی معرفت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اُس بھی اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو اس کا طویل ذکر کرتا ہے پس اُس، دوام ذکر کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور معرفت، دوام فکر سے حاصل ہوتی ہے اور معرفت کے بعد محبت ضرور آتی ہے اور دائمی ذکر و فکر کے لیے دل اسی وقت فارغ ہوتا ہے جب دنیوی مشاغل



سے فارغ ہو اور مشاغل سے فراغت اسی وقت ہوتی ہے جب خواہشات سے علیحدگی ہوتی کہ وہ نیکی کی طرف مائل ہو اور اس کا ارادہ کرے شر سے نفرت کرے اور بغض رکھے جب کہ نیکیوں اور عبادات کی طرف میلان اس وقت ہوتا ہے جب معلوم ہو کہ آخری سعادت کا دار و مدار اسی بات پر ہے جس طرح عقل مند آدمی چھینٹے گوانے اور خون ٹکوانے کی طرف مائل ہوتا ہے کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ ان دونوں کاموں میں سلامتی ہے۔

اور جب اصل میدان معرفت سے حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی مواظبت رہمشیگی کی ضرورت ہوتی ہے جو عمل سے حاصل ہوتی ہے کیوں کہ دل کی صفات اور ارادے کے تقاضے کے مطابق مواظبت عمل کے ذریعے غذا کی جگہ اختیار کرتی ہے حتیٰ کہ قلبی صفت مضبوط ہو جاتی ہے پس جو شخص علم یا اقتدار کا خواہش مند ہوتا ہے ابتداء میں اس کا میدان کمزور ہوتا ہے پس اگر وہ میدان کے تقاضے کے پیچھے چلے اور علم میں تیز اقتدار کو بڑھانے اور اس کے لیے مطلوبہ اعمال میں مشغول ہو تو اس کا میدان پکا اور راسخ ہو جاتا ہے اور اس سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے اور اگر وہ میدان کے تقاضے کے خلاف چلے تو میدان کمزور پڑ جاتا ہے اور ٹوٹ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات زائل ہو جاتا ہے اور مرط جاتا ہے اسی طرح ان تمام صفات نیکیوں اور عبادات کا معاملہ ہے جن سے آخرت کا ارادہ کیا جاتا ہے اور تمام برائیوں سے دنیا کا ارادہ کیا جاتا ہے آخرت مقصود نہیں ہوتی اور نفس کا آخری بھٹیوں کی طرف میلان اور دنیوی مقاصد سے اس کو پھینچنا ہی دل کو ذکر و فکر کے لیے فارغ کرتا ہے اور یہ بات اسی وقت پختہ ہوتی ہے جب نیک کاموں پر مواظبت ہو اور اعضاء سے گنہوں کے ارتکاب کو ترک کیا جائے کیونکہ اعضاء اور دل کے درمیان ایک تعلق ہے حتیٰ کہ یہ ایک دوسرے سے متاثر ہوتے ہیں تم دیکھتے ہو کہ جب کوئی عضو زخمی ہوتا ہے تو اس سے دل کو تکلیف پہنچتی ہے اور جب کسی عزیز کی موت پر دل کو رنج پہنچتا ہے یا کسی خوف ناک بات سے دل تنگیں ہوتا ہے تو اس سے اعضاء بھی متاثر ہوتے ہیں بدن کا پیتل ہے اور رنگ بدل جاتا ہے البتہ فرق یہ ہے کہ دل اصل اور متبوع ہے گو یا وہ امیر اور حاکم ہے اور اعضاء خدام کی طرح ہیں۔

اعضاء دل کے خدام ہیں کیوں کہ ان کی صفات اس میں پختہ ہوتی ہیں پس دل ہی مقصود ہے اور اعضاء آلات ہیں جو مقصود تک پہنچاتے ہیں۔

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ  
 لَهَا سَائِرُ الْجَسَدِ (۱)  
 اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی۔  
 بے شک جسم میں گوشت کا ایک ٹوٹھرا ہے جب وہ ٹھیک  
 ہوتا ہے تو اس کے لیے تمام جسم ٹھیک رہتا ہے۔



اللَّهُمَّ أَصْلِحِ الرَّاعِيَ وَالرَّعِيَّةَ۔ (۱) یا اللہ! نگران اور رعایا دونوں کو درست کر دے۔

آپ نے رعی (نگران) سے دل مراد لیا اور ارشاد خداوندی ہے۔

لَنْ يَبَالَ اللَّهُ لِعُومِمَا وَلَا دِمَاؤِهَا وَلَكِنْ

يَبَالَ التَّقْوَى مِنْكُمْ (۲) اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

اور تقویٰ دل کی صفت ہے۔ اسی اعتبار سے ضروری ہے کہ دل کے اعمال مطلقاً اعضاء کی حرکات سے افضل

ہوں پھر یہ بھی ضروری بات ہے کہ ان سب میں سے نیت افضل ہو کیوں کہ یہ دل کا نیکی کی طرف میلان اور ارادہ ہے اور اعضاء کے ذریعے اعمال سے ہماری غرض دل کو نیکی کے ارادے کا عادی بنانا اور اس کی طرف میلان کو بچا کرنا ہے تاکہ وہ دنیوی خواہشات سے فارغ ہو اور ذکر و فکر کی طرف متوجہ ہو پس غرض کے حوالے سے وہ لازماً بہتر ہے جیسے کسی شخص کے صدر میں درد ہو تو اس کا علاج یوں کرتے ہیں کہ سینے پر لیپ کرتے ہیں اور دوائی پلاتے ہیں جو صدر سے تک پہنچتی ہے تو لیپ کی نسبت دوائی پلانا بہتر ہے کیوں کہ لیپ سے مقصود بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کا اثر صدر سے تک پہنچے وہ زیادہ مستر اور زیادہ نفع بخش ہے۔

پس نیکیوں کی تاثیر کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیے کیوں کہ ان سے دل کو بدلنا اور صفات ہی تبدیلی لانا مقصود ہوتا ہے اعضاء میں تبدیلی مقصود نہیں تمہیں یہ خیال نہیں تمہیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ پیشانی کو زمین پر رکھنے کی غرض پیشانی اور زمین کو جمع کرنا ہے بلکہ عادت یہی ہے کہ اس سے دل میں صفت تواضع پختہ ہوتی ہے کیوں کہ جس شخص کے دل میں تواضع پائی جاتی ہو جب وہ اعضاء کو تواضع کی صورت دے گا تو اس سے دل میں تواضع پختہ ہو جائے گی اور جس آدمی کے دل میں قیامت پر نرمی کرنے کی صفت موجود ہو جب وہ اس بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے اور اسے بوسہ دیتا ہے تو دل میں پائی جانے والی نرمی مضبوط ہو جاتی ہے اسی وجہ سے نیت کے بغیر عمل بالکل فائدہ نہیں دیتا کیوں کہ جو شخص قیامت پر نرمی کے سر پر ہاتھ پھر لے اور اس کا دل غافل ہو یا وہ اپنے خیال میں کپڑے پر ہاتھ پھیر رہا ہے تو اس کے اعضاء کا اثر دل تک نہیں پہنچے گا کہ اسے پختہ کر دے اسی طرح جو شخص غفلت میں سجدہ کرتا ہے اور اس کا دل دنیوی خیالات میں معدوم ہے تو اس کی پیشانی سے اور اسے زمین پر رکھنے سے دل پر کوئی اثر نہیں ہو گا جس سے تواضع پختہ ہو جائے اس لیے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور مقصود کی نسبت سے جس عمل کا وجود عدم برابر ہو وہ عمل باطل ہوتا ہے پس کہا جاتا ہے کہ نیت کے بغیر عبادت باطل ہے اور جب غفلت میں کرے تو یہی صورت ہوتی ہے۔

(۱) الامرار المفوعہ ص ۶۶ حدیث ۲۳۵

(۲) قرآن مجید، سورۃ الحج آیت ۲۶



اور جب عبادت سے ریا کاری یا کسی دوسرے شخص کی تعظیم مقصود ہو تو اس کا وجود معروم کی طرح نہیں ہوتا بلکہ برائی میں اضافہ ہوتا ہے یعنی جس صفت کی تاکید مطلوب نہیں وہ حاصل نہ ہوتی بلکہ جن کا قلع قمع مقصود تھا اس کی تاکید ہوتی۔ اور ریا کاری ہے جو دنیا کی طرف میلان ہے۔

اس اعتبار سے نیت عمل سے بہتر ہے اور اسی بات سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا معنی سمجھ آتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَوْ نَعِمَ لَهَا كُتِبَتْ  
لَهُ حَسَنَةٌ (۱)

جو شخص نیکی کا ارادہ کرے لیکن اس پر عمل نہ کر سکے اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔

کیونکہ دل کا ارادہ ہی نیکی کی طرف جھکاؤ اور میلان اور خواہش نیز دینوی محبت سے انحراف ہے اور یہ تمام نیکیوں کی انتہا ہے عمل کے ساتھ اس کی تکمیل اس کی تاکید میں اضافہ کرتی ہے پس قربانی کا خون بہانے کا مقصد خون اور گوشت نہیں بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ دل دنیا کی محبت سے پھر جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دیتے ہوئے مال خرچ کیا جائے اور یہ صفت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب نیت اور ارادہ پختہ ہو اگر یہ عمل کے راستے میں کوئی رکاوٹ آجائے لہذا اللہ تعالیٰ ایک تمہارے رجانوروں کا گوشت اور خون ہمیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے اور تقویٰ یہاں ہے (یعنی دل میں ہے) اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ قَوْمًا يَأْتُمُونَنَا قَدْ شَرَكُوا فِي جِهَادِنَا۔  
بے شک مدینہ طیبہ میں ایک جماعت ہے جو ہمارے ساتھ جہاد میں شریک ہیں۔ (۱)

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں بھلائی کا سچا ارادہ پایا جاتا ہے۔ وہ مال و جان خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں طلب شہادت اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے میں رغبت بھی رکھتے ہیں جس طرح یہ باتیں ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں جو جہاد کے لیے باہر نکلے ان میں فرق صرف یہ ہے کہ یہ اپنے جموں کے ذریعے جہاد میں شریک نہیں ہیں کیوں کہ ان کو خاص رکاوٹیں درپیش ہیں جن کا تعلق ایسے اسباب سے ہے جو دل سے خارج ہیں اور مطلوب تو صرف ان صفات کو پختہ کرنا ہے۔ ان معانی کے اعتبار سے ان تمام احادیث کی سمجھا جائے گی جو ہم نے نیت کی فیضیت کے ضمن میں ذکر کی ہیں تو ان کو ان معانی کے مطابق کریں تاکہ ان کے اسرار تم پر واضح ہوں ہم دوبارہ ذکر کر کے بات کو لمبا کرنا نہیں چاہتے۔

(۱) صحیح جلد اول ص ۸۱ کتاب الایمان

(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۹ ص ۲۸ کتاب السیر



## نیت سے متعلق اعمال کی فضیلت

اگرچہ اعمال کی بے شمار اقسام ہیں مثلاً فعل، قول، حرکت، سکون، حصول نفع، دفع ضرر، فکر اور ذکر وغیرہ لیکن بنیادی طور پر ان کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ عبادات (۲) گناہ (۳) مباح امور (جائز کام)

پہلی قسم یعنی گناہوں میں نیت کی وجہ سے کوئی تبدیلی نہیں آتی لہذا کسی جاہل کو حدیث شریف ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“ (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے) سے یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ نیت سے گناہ نیکی میں بدل جائے گا جیسے ایک شخص کسی آدمی کی دلجوئی کے لیے کسی دوسرے کی غیبت کرے یا کسی کے مال سے فقیر کو کھانا کھلائے یا حرام مال سے کوئی مدرسہ یا مسجد یا سہارا بنائے اور اس کا ارادہ اچھا ہو یہ سب جہالت کی باتیں ہیں نیت اس کو ظلم و زیادتی یا گناہ ہونے سے نکلانے میں موثر نہیں ہوگی بلکہ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بُرے کام سے اچھا ارادہ کرنا مزید شر ہے اگر وہ یہ بات جانتا ہے تو وہ شریعت کا دشمن ہے اور جہالت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو جہالت کے باعث گناہ گار ہوگا کیوں کہ ہر مسلم پر طلب علم فرض ہے اور اچھے کاموں کا اچھا ہونا شریعت سے معلوم ہوتا ہے تو کسی شر کا تیر ہونا کیسے ممکن ہوگا یہ بات نہایت بعید ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ شہوتِ نجفی اور باطنی خواہش دل میں یہ بات ڈالتی ہے کیوں کہ جب دل طلب جاہ و مرتبہ اور لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی طرف جھکتا ہے اور تمام نفسانی فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے تو شیطان کو موقع مل جاتا ہے کہ جاہل آدمی کو دھوکہ دے۔

اسی لیے حضرت سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جہالت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں ہوتی آپ سے پوچھا گیا اسے ابو محمد! کیا آپ کے نزدیک جہالت سے زیادہ سخت بھی کوئی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں جہالت کی خبر نہ ہونا آپ نے بجا فرمایا کیوں کہ جب جہالت سے غفلت ہو تو سیکھنے کا دروازہ مکمل طور پر بند ہوتا ہے جس شخص کا یہ خیال ہو کہ وہ عالم ہے تو وہ کیسے سیکھے گا؟ اسی طرح علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت سب سے افضل ہے اور علم کی بنیاد علم کے بارے میں علم کا ہونا ہے جیسے جہالت کی بنیاد جہالت سے جاہل رہنا ہے کیوں کہ جو شخص علم نافع اور نقصان دہ علم میں امتیاز نہیں کر سکتا وہ ان خود ساختہ علوم میں مشغول ہوتا ہے جن پر لوگ اوندھے پڑے ہوئے ہیں اور وہ حصول دنیا کے وسائل ہیں۔ یہی بات جہالت کا مادہ اور فسادِ عالم کا منبع ہے۔

مقصود یہ ہے کہ جو شخص جہالت کی وجہ سے گناہ کے ذریعے نیکی حاصل کرنا چاہتا ہے وہ معذور نہیں ہے ہاں (اس وقت معذور تھا) جب اسلام کا ابتلائی دور تھا۔ اور ابھی تک حصول علم کی مہلت نہ ملے ارشاد خداوندی ہے۔



نَا سَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ - (۱)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -

لَا يُعَذَّرُ الْجَاهِلُ عَلَى الْجَهْلِ وَلَا يَحِلُّ  
لِلْجَاهِلِ أَنْ يَسْتَكْتَفِيَ عَلَى جَهْلِهِ وَلَا لِعَالِمٍ  
أَنْ يَسْتَكْتَفِيَ عَلَيْهِ - (۲)

جاہل، جہالت کی وجہ سے معذور نہیں سمجھا جائے گا اور  
جاہل کو اپنی جہالت پر اور عالم کو اپنے علم پر خاموشی اختیار کرنا  
جائز نہیں، مطلب یہ ہے کہ جاہل سیکھے اور عالم سکھائے

جو لوگ حرام مال سے مساجد اور مدارس بنا کر بادشاہوں کا قرب حاصل کرتے ہیں وہ ان علماء و سواد کے قریب قریب ہیں  
جو بیوقوف اور شر پسند لوگوں کو سکھاتے ہیں جو فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں ان کا کام صرف اور صرف یہ ہے کہ علماء سے  
لڑیں بیوقوف لوگوں کو گمراہ کریں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کریں دنیوی مال و متاع جمع کریں اور بادشاہوں، تینوں اور مساکین کا مال  
حاصل کریں یہ لوگ جب علم حاصل کرتے ہیں تو وہ راہ خداوندی کے ڈاکو بن جاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے شہر  
میں دجال کا نائب بن جاتا ہے دنیا پر کتوں کی طرت جھک پڑتے ہیں اور خواہشات کی پیروی کرتے ہیں یہ لوگ تقویٰ سے دور  
رہتے ہیں اور ان کو دیکھ کر لوگوں کو گناہ کی جرأت ہوتی ہے پھر یہ علم ان جیسے لوگوں تک نسل در نسل پہنچتا ہے اور وہ جی  
اس علم کو برائی اور اتنا باغ خواہش کا آکہ اور وسیلہ بناتے ہیں یہ سلسلہ مسلسل چلتا ہے اور اس سب خرابی کا وبال اس معلم  
پر ہوتا ہے جو ایسے لوگوں کی نیت اور ارادے کی خرابی کو دیکھنے کے باوجود انہیں سکھاتا ہے اور اس کے طرح طرح کے  
گناہوں کو جو قول، فعل اور کھانے پینے اور لباس سے متعلق ہیں، آنکھوں سے دیکھا اور اس کو تعلیم دینا ترک نہ کیا اس طرح  
کا عالم دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے لیکن اس کے آثار و اثر دنیا میں ہزاروں ہزار سال تک پھیلتے رہتے ہیں اور وہ شخص اچھا  
ہے جس کی موت کے ساتھ ہی اس کے گناہوں کا خاتمہ ہو جائے پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ اس قسم کے علماء جہالت کی وجہ  
سے کہتے ہیں کہ اعمال کا دار مدار نیت پر ہے اور اس سے میرا ارادہ علم دین کو پھیلانا ہے اب اگر وہ اس علم کو فساد پھیلانے  
میں استعمال کرتا ہے تو اس کا قصور ہے میرا نہیں میں نے تو صرف یہ ارادہ کیا تھا کہ اس سے بھلائی پر مدد حاصل کرے تو  
تو اس کا یہ قول جاہ و اقتدار کی محبت لوگوں کو اپنا تابع بنانا اور علم کی بلندی سے دوسروں پر فخر کرنا ہے وہ ان باتوں کو اپنے  
اپنے دل میں اچھا سمجھتا ہے اور اس محبت اقتدار کے واسطے سے شیطان اسے دھوکہ دیتا ہے۔

لیکن معلوم نہیں وہ اس بات کا کیا جواب دے گا کہ اگر وہ کسی ڈاکو کو لوٹو دے اور اس کے لیے گھوڑا اور دیگر سامان  
تیار کرے کہ اس کے ذریعے وہ اپنے مقصود پر مدد حاصل کرے اور اب یہ شخص کہے کہ میں نے مال خرچ کیا اور سخاوت

(۱) قرآن مجید، سورہ انبیاء آیت ۷

(۲) مجمع الزوائد جلد اول ص ۱۶۱، ۱۶۲ کتاب العلم



کی اور اللہ تعالیٰ کی عمدہ صفات کو اپنایا اور اس سے میری غرض یہ تھی کہ وہ اس تلوار اور گھوڑے کے ذریعے راہِ خداوندی میں جہاد کرے اور غازی کے لیے یہ سامان تیار کرنا بہت بڑی عبادت ہے اب اگر اس نے اس قوت کو ڈاکہ زنی میں استعمال کیا تو وہ خود گناہ گار ہے۔

تو اس بات پر فقہاء کا اجماع ہے کہ یہ کام (ڈاکو کی اس طرح مدد کرنا) حرام ہے حالانکہ سخاوت اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ پسندیدہ صفت سے حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بے شک اللہ تعالیٰ کی تین سو صفات ہیں جو شخص ان میں سے ایک کے ذریعے بھی قرب حاصل کرے جنت میں جائے گا اور ان میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ سخاوت ہے۔

إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى ثَلَاثًا تَلْتَمِثُ خَلْقٍ مَن تَقَرَّبَ إِلَيْهِ بِوَاحِدٍ مِنْهُمَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَحْبَبُّهَا إِلَيْهِ السَّخَاوَةُ۔

تو کیا وجہ ہے کہ اس سخاوت کو حرام کیا اور اس ظالم ڈاکو کے قریبہ حال کو دیکھنا ضروری قرار دیا پس جب اس کی عادت ظاہر ہو گئی کہ وہ تلوار کے ذریعے برائی پر مدد حاصل کرتا ہے تو مناسب یہی ہے کہ اس سے تدارک چھیننے کی کوشش کی جائے نہ یہ کہ اپنی طرف سے تلوار دے کر اس کی مدد کی جائے تو علم بھی ایک ہتھیار ہے جس کے ذریعے شیطان اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف لڑائی لڑی جاتی ہے اور بعض اوقات اس سے دشمنانِ خدا کو مدد پہنچتی ہے جیسے خواہشاتِ انسانی میں پس جو شخص ہمیشہ دین پر دنیا کو اور آخرت پر خواہشات کو ترجیح دیتا ہو اور وہ کم علمی کی وجہ سے اس مقصود کے حصول سے عاجز ہو تو اس کی امداد کس طرح جائز ہوگی کہ اسے کس قسم کا علم دیا جائے جس کے ذریعے خواہشات تک پہنچنا ممکن ہو۔

بلکہ ہمارے اساتذہ کا طریقہ یہ تھا کہ جو لوگ ان کے پاس آتے جاتے تھے وہ ان کے حالات کی چھان بین کیا کرتے تھے اگر وہ ان میں نوافل کے سلسلے میں کوتاہی دیکھتے تو اس بات کو برا جانتے اور ان کی تعظیم چھوڑ دیتے۔ اور اگر وہ ان میں کوئی گناہ یا حرام کو حلال سمجھنا دیکھ لیتے تو ان سے قطع تعلق کرتے اور اپنی مجالس سے ان کو نکال دیتے ان کو تعلیم دینا تو درکنار ان سے گفتگو بھی نہ کرتے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایک مسند سیکھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا بلکہ اس کو دوسرے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے وہ تو برائی کا آلہ طلب کر رہا ہے اور غلامِ علماءِ ملعون نے بدکار عالم سے پناہ مانگی ہے بدکار جاہل سے نہیں منقول ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص کئی سال تک آتا رہا پھر اتفاقاً آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اس کا بائیکاٹ کیا اور اس سے گفتگو کرنا چھوڑ دیا وہ اس تبدیلی کا سبب بار بار پوچھتا لیکن آپ نہ بتاتے بالآخر کافی اصرار کے بعد آپ نے فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تو نے اپنی دیوار کو مڑک کی جانب



سے گارا لگایا ہے اور فرد آدم کے برابر بڑھی لی ہے اور وہ مسلمانوں کے راستے کا کنارہ ہے لہذا تو علم کو منتقل کرنے کے لائق نہیں ہے تو اسلاف عالمانِ علم کی نگرانی اس طرح کرتے تھے۔

اس قسم کی مثالیں غیبی اور شیطان کے پجاری لوگوں پر مخفی رہتی ہیں اگرچہ ان کے اوپر چادریں ہوں اور ان کی آستینیں کھلی ہوں زبان دراز مقرر ہوں اور بہت زیادہ علم رکھتے ہوں لیکن یہ علم دنیا سے ڈرانے اور روکنے نیز آخرت کی ترغیب اور اس کی دعوت پر مشتمل نہ ہو بلکہ اس علم کا تعلق مخلوق سے ہو اس کے ذریعے دینی حرام مال جمع کرتے ہیں، لوگوں کو اپنے پیچھے لاتے ہیں اور ساتھیوں سے آگے بڑھ کر بیٹھتے ہیں۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ”اعمال کا دار مدار نیتوں پر ہے“ نیکوں اور محض جائز امور کے ساتھ خاص ہے گناہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں کیوں کہ نیت اور ارادے کی وجہ سے نیکی گناہ میں بدل جاتی ہے اور مباح کام نیت کی بنیاد پر گناہ اور عبادت دونوں سے بدل سکتا ہے لیکن گناہ، نیت کی وجہ سے نیکی میں کبھی نہیں بدلتا۔ ہاں اس میں نیت کا دخل ہوتا ہے یعنی جب اس میں کئی خبیث نیتیں شامل ہوں تو اس کا گناہ بڑھ جاتا ہے اور سزا بھی زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے توبہ کے بیان میں ذکر کیا ہے۔

دوسری قسم — اعمال کی دوسری قسم عبادات پر مشتمل ہے تو عبادات کا نیت سے دو طرح کا تعلق ہوتا ہے ایک ان کا صحیح قرار پانا اور دوسرا ان کی فضیلت کا دو چند ہو جانا عبادت کی صحت کا دار مدار نیت پر ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت مقصود ہو کسی غیر کی نہیں اگر دکھاوے کی نیت ہوگی تو یہ گناہ قرار پائے گا اور فضیلت میں اضافے کی صورت یہ ہے کہ ایک عبادت میں کئی اچھی نیتیں پائی جائیں اس طرح ہر نیت کا الگ ثواب ملے گا کیوں کہ ہر نیت مستقل نیکی ہے اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا بڑھتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے (۱)

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مسجد میں بیٹھتا ہے تو یہ بیٹھنا ایک کارِ ثواب ہے اور ممکن ہے اس کئی نیتیں جمع ہوں حتیٰ کہ متقی لوگوں کے اعمال کی فضیلت حاصل ہو جائے اور اس کے ذریعے مقررین کے درجہ تک پہنچ جاتے پہلی نیت یہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور اس میں داخل ہونے والا اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی نیت کرے اور اس بات کی امید رکھے جس کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وعدہ فرمایا ہے آپ نے فرمایا۔

مَنْ قَعَدَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَدْ زَارَ اللَّهَ تَعَالَى  
وَحَقَّ عَلَى الْمَزُورِ كَرَامَةُ زَارِئِهِ۔

جو شخص مسجد میں بیٹھتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی اور جس کی زیارت (یا ملاقات) کی جائے اس پر لازم ہے

کہ زیارت کرنے والے کی عزت افزائی کرے۔



دوسری نیت یہ کہ نماز کے بعد نماز کے انتظار میں ہے تو وہ نماز کا نظر ہی شمار ہوگا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کا یہی مطلب ہے فرمایا۔

اور (نمازوں کی) حفاظت کرو۔ (یا اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرو) (۱)

تیسری نیت کان، آنکھ اور دیگر اعضاء کو حرکات اور تردوات سے روک کر رہبانیت اختیار کرنا ہے کیوں کہ مسجد میں اشکاف روزے کی طرح رکنے کا نام ہے اور یہ ایک قسم کی رہبانیت ہے

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رَهْبَانِيَّةٌ مِمَّنِي الْقَعُودُ فِي الْمَسَاجِدِ - (۲)

چوتھی نیت اپنی ہمت کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر محدود کرنا ہے اور آخرت کی فکر کے سلسلے میں راز کا پھینچا کرنا اور مسجد میں گوشہ نشینی کے ذریعے ان مشاغل کو دور کرنا جو اس کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔

پانچویں نیت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے یا سننے اور اس کی یاد کے لیے علیحدگی اختیار کرنا ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

مَنْ عَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ لِيَذْكُرَ اللَّهَ تَعَالَى  
أَوْ يَذْكُرَ بِهِ كَانَ كَالْمُجَاهِدِ فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى - (۳)

جو شخص صبح کے وقت مسجد میں جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے یا اس کے ذکر کی تلقین کرے وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔

چھٹی نیت یہ ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے ذریعے علم کا فائدہ پہنچائے کیوں کہ مسجد ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہوتی جو اپنی نماز میں بھول جاتے ہیں یا ایسا کام کرتے ہیں جو جائز نہیں ہیں یہ ان کو اچھے کام کا حکم دے اور دین کی طرف راہنمائی کرے تاکہ وہ اس جھلائی میں شریک ہو جو وہ سیکھیں اور یہ اس کی نیکیوں میں اضافہ ہو۔

ساتویں نیت یہ کہ کسی دینی بھائی سے استفادہ کرے کیوں کہ یہ عنایت اور اخروی گھر کے لیے ذخیرہ ہے اور مسجد میں اسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو دیندار اور اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے والے ہیں۔

اٹھویں نیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہوئے اور اس بات کے خون سے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے گھر میں ایسا کام نہ ہو جائے جس سے اس گھر کی عزت میں فرق پڑتا ہے، وہ گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما

(۱) قرآن مجید، سورہ آل عمران آیت ۲۰۰

(۲) تذکرۃ الموضوعات ص ۳۷ باب فضل المسجد

(۳) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱ ص ۱۱۱، ۱۱۲، حدیث ۴۰۳



فراتے ہیں جو شخص مسجد میں بکثرت آتا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سات خصلتوں میں سے ایک خصلت عطا فرماتا ہے یا کوئی بھائی ملتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے بارے استغادہ ہوتا ہے یا رحمت نازل ہوتی ہے یا عجیب علم حاصل ہوتا ہے یا ایسا کلمہ سیکھتا ہے جو راہ راست کی راہنمائی کرتا ہے یا اسے نکمی بات سے ڈر کر رکھتا ہے یا وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور جیاد کرتے ہوئے گناہوں کو ترک کر دیتا ہے تو نیتوں کو بڑھانے کا یہ طریقہ ہے اور اسی پر تمام عبادات اور جائز اور کوفیاس کرور کیوں کہ ہر عبادت میں کئی نیتوں کا احتمال ہوتا ہے اور بندہ مومن کے دل میں اسی قدر نیتیں حاضر ہوتی ہیں جس قدر طلب غیر کے لیے وہ کوشش کرتا ہے اور غور و فکر کرتا ہے تو اس طرح اعمال سحرے ہوتے ہیں اور نیکیاں بڑھتی ہیں۔

تیسری قسم یعنی مباحات — ہر مباح کام ایک یا زیادہ نیتوں کا احتمال رکھتا ہے جس کے ذریعے وہ مباح کام عمدہ عبادات میں سے ہو جاتے ہیں اور ان کے ذریعے بلند درجات حاصل ہوتے ہیں وہ شخص کتنے بڑے نقصان میں ہے جو ان سے غافل ہے اور ان کاموں کو جانوروں کی طرف غفلت سے بجا لاتا ہے بندے کے لیے مناسب نہیں کہ کسی خطرے، محظے اور قدم کو حقیر جانے کیوں کہ ان تمام کاموں کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہو گا کہ کیوں کیا تھا؟ اور اس کا مقصد کیا تھا؟

یہ بات صرف ان مباح امور کے بارے میں ہے جن میں کرامت نہ ہو اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
حَدَّثَنَا حَسْبُ وَحَرَامُهَا عِقَابٌ - (۱)

اس راہ کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عذاب۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا الْعَبْدَ لَيْسَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ عَنْ كَلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ عَنْ كَلِّ عَيْنِيهِ وَعَنْ قِيَامِ الْيَمِينَةِ بِاصْبَعِيهِ وَعَنْ فَاسِيهِ تَوْبِ  
قیامت کے دن بندے سے ہر چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا حتیٰ کہ آنکھ کے سر سے انگلی سے مٹی کر دینے اور اپنے بھائی کا کپڑا چھونے کے بارے میں بھی سوال ہو گا۔

أَخِيهِ - (۲)

ایک دوسری روایت میں ہے۔

مَنْ تَطَيَّبَ اللَّهُ تَعَالَىٰ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرِيحَةَ الْهَيْبِ مِنَ الْيُسْكِ وَمَنْ تَطَيَّبَ بِغَيْرِ اللَّهِ تَعَالَىٰ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
جو شخص اللہ تعالیٰ ہی رضاً جوئی اس کے لیے خوشبو لگائے وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی خوشبو کستوری سے بھی زیادہ ہوگی اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کے

(۱) الفردوس باثور الخطاب جلد ۵ ص ۲۸۲ حدیث ۸۱۹۲

(۲) تذکرۃ الموضوعات ص ۲۲۲ باب امور القیامت



زَرِيْعَةٌ اَتَتْكَ مِنَ الْجَنَّةِ -  
 غیر کے لیے خوشبو لگائے وہ قیامت کے دن اس طرح آئے  
 گا کہ اس کی بوسہ دار کی بدبو سے زیادہ ہوگی۔  
 ۱۱) تو خوشبو کا استعمال جائز ہے لیکن اس میں نیت ضروری ہے (تا کہ ثواب حاصل ہو)

**سوال:**

خوشبو تو اپنی ذات کے لیے لگائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے لگانے کا کیا مطلب ہے؟

**جواب:**

جو شخص جمعۃ المبارک کے دن یا کسی اور وقت خوشبو لگاتا ہے تو اس کے بارے میں کئی باتوں کا تصور ہو سکتا ہے مثلاً یہ کہ لذتِ دنیا سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے یا اس کے ذریعے وہ لوگوں پر کثرتِ مال کے ساتھ تنجیر کا اظہار کرتا ہے تاکہ اس کے ساتھی اس سے حد کریں یا وہ لوگوں کو دکھانا چاہتا ہے تاکہ اس طرح لوگوں کے دلوں میں اس کی دھاک بیٹھ جائے اور اچھی خوشبو کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے یا وہ اجنبی عورتوں کے دلوں میں محبوب ہو جائے جب وہ ان کی طرف دیکھنے کو جائز سمجھتا ہو اور اس کے علاوہ بے شمار امور ہیں اور ان تمام باتوں میں خوشبو لگانے والا گناہ گار ہوتا ہے اور انہی صورتوں میں یہ خوشبو قیامت کے دن مردار سے بھی زیادہ بدبو دار ہوگی البتہ پہلا ارادہ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا، گناہ نہیں ہے لیکن اس سے سوال ضرور ہوگا اور جس سے حساب میں جھگڑا ہوا اسے عذاب دیا گیا اور جو آدمی دنیا میں مباح چیزوں کو استعمال کرتا ہے اگرچہ اسے قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا لیکن اسی حساب سے اس کے لیے آفریدی نعمتیں کم ہو جائیں گی۔

غور کیجئے کتنے بڑے نقصان کی بات ہے کہ آدمی فنا ہونے والی نعمتوں کی جلدی کرے اور اس کے بدلے میں آفریدی نعمتوں میں کمی کے ذریعے نقصان اٹھائے۔

لیکن اچھی نیتیں یہ ہیں کہ ان سے جمعہ کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنا مقصود ہو (۱) مسجد کی تطہیر کی نیت کی جاتی ہو اللہ تعالیٰ کے گھر کا احترام مطلوب ہو جو شخص مسجد میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لیے جاتا ہے وہ اچھی خوشبو لگاتا ہے اور اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کو راحت پہنچانا چاہتا ہے تاکہ وہ اس کے پاس بیٹھ کر خوشبو سے سکون حاصل کریں یا وہ اپنے آپ سے بدبو کو دور کرنا ہے کیوں کہ اس سے دوسروں کو ایذا پہنچتی ہے۔ یہ مقصد بھی ہوتا ہے کہ غیبت کا دروازہ بند کر دیا جائے کیوں کہ وہ بدبو کی وجہ سے غیبت کرتے ہیں اور یوں وہ گناہ گار ہوتے ہیں کیوں کہ جو

(۱) مصنف عبد الرزاق جلد ۴ ص ۱۹۶ حدیث ۴۳۲

(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۲ ص ۲۳۱ کتاب الجمع



شخص غیبت کرتا ہے اور یہ اس سے بچانے پر قادر ہے (لیکن نہ بچائے) تو یہ بھی اس گناہ میں شریک ہوگا جسے کہا گیا ہے  
 إِذَاترَحَلَّتْ عَنْ قَوْمٍ وَقَدْ رَوَّأَانُ رَدَّ  
 نَعَارِ قَوْمٍ فَأَلْرَّاحِلُونَ لَهُمْ۔  
 جب تم کسی قوم سے کوچ کر چکو اور وہ اس بات پر  
 قادر ہوں کہ تم ان سے جلد نہ ہوا یعنی روک سکیں اور  
 نہ روکیں تو اس پر وہی کوچ کرنے والے ہیں

اور ارشاد خداوندی ہے۔

اور ان ربتوں کو گالی نہ دو جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ  
 کے سوا پوجتے ہیں اس طرح وہ جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ  
 سے دشمنی کرتے ہوئے اس کی توہین کریں گے۔  
 وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ  
 اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔  
 (۱۱)

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بڑے کام کا سبب بھی بُرا ہوتا ہے خوشبو لگانے سے اپنے دماغ کے  
 علاج کا ارادہ بھی کیا جائے تاکہ اس سے اس کی ذہانت اور ذکاوت زیادہ ہوا اور غور و فکر کے ذریعے دین کے مشکل مسائل  
 کو حل کرنا آسان ہو۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا جس کی خوشبو اچھی ہو اس کی عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔  
 یہ اور اس طرح کی دیگر نعمتوں سے کوئی فقیہ عاجز نہیں ہو سکتا جب آخرت کی تجارت اور طلب خیر اس کے دل پر غالب  
 ہو البتہ جب اس کے دل پر دنیوی نعمتوں کا غلبہ ہو تو اس قسم کی نعمتیں ذہن میں نہیں آتیں اور اگر کوئی ذکر بھی کرے تو بھی  
 اس کے دل میں اس قسم کی نعمتوں کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا اگر نیت ہو بھی تو بھی محض ایک خیال کے طور پر ہوتی ہے حالانکہ  
 اس بات کا نیت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

مباح امور بے شمار ہیں اور ان میں نیتوں کا شمار کرنا ممکن نہیں اسی ایک پر باقی سب کو قیاس کو لو اسی لیے  
 بعض اہل علم عارفین نے فرمایا کہ میں ہر کام میں نیت کو پند کرتا ہوں حتیٰ کہ کھانے، پینے، سونے اور بیت الخلاء میں داخل  
 ہونے کے لئے بھی۔ اور ان سب باتوں میں اللہ تعالیٰ کا قرب مقصود ہو کیوں کہ یہ سب باتیں بدن کے باقی رہنے اور دل  
 کو بدن کے معاملات سے فارغ کرنے کا سبب ہیں اور یہ بات دین پروردگار ہوتی ہے پس جو شخص اس لیے کھانا کھائے  
 کہ عبادت پر طاقت حاصل ہو جماع کا مقصد اپنے دین کی حفاظت اور بیوی کے دل کو خوش کرنا نیز نیک اولاد تک رسائی  
 ہو جو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور یوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت زیادہ ہو تو وہ کھانا کھانے  
 اور کچھ میں اللہ تعالیٰ کا مطیع ہوگا۔

نفس کو سب سے زیادہ کھانے اور جماع سے تعلق ہوتا ہے اور ان دونوں باتوں میں بھلائی کی نیت اس شخص



کے لیے مشکل نہیں جس کے دل میں آخرت کا خیال زیادہ ہو اسی لیے جب آدمی کا مال ضائع ہو جائے تو اسے اچھی نیت کر لینی چاہیے۔ وہ یوں کہے کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے اور جب سنے کہ کوئی شخص اس کی غیبت کرتا ہے تو دل میں خوش ہو کہ اس وجہ سے وہ اس کے گناہ اٹھا رہا ہے اور اس شخص کی نیکیاں میرے نامہ اعمال میں منتقل ہوں گی لیکن یہ نیت زبان سے نہیں بلکہ خاموشی کے ذریعے ہونی چاہیے حدیث شریف میں ہے۔

بندہ کا حساب ہو گا تو کسی آفت کے آجانے سے تمام اعمال بیکار ہو جائیں گے حتیٰ کہ وہ جہنم کا مستحق ہو جائے گا پھر اس کے لیے نیک اعمال صالحہ کا دفتر کھولا جائے گا جس سے اس کے لیے جنت واجب ہوگی وہ تعجب کرتے ہوئے کہے گا اے اللہ! یہ اعمال میں نے کبھی نہیں کئے تو جواب دیا جائے گا یہ ان لوگوں کے اعمال نہیں جنہوں نے تیری غیبت کی تجھے اذیت پہنچائی اور تجھ پر ظلم کیا۔ (۱)

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے۔

بندہ قیامت کے دن ایسے اعمال لائے گا جو بہاڑوں جیسے ہوں گے اگر وہ اس کے لیے خالص ہوں تو وہ جنت میں داخل ہو جائے لیکن وہ اس صورت میں آئے گا کہ اس نے کسی پر ظلم کیا ہو گا کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی کو مارا ہوگا

پس ہر ایک کو اس کی نیکیوں میں سے بدلہ دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کی کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی تو فرشتے ہمیں گے اس کی نیکیاں تو ختم ہو گئیں اور مطالبہ کرنے والے ابھی باقی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان لوگوں کے گناہ اس پر ڈال دو پھر اسے جہنم کا پروانہ لکھ دو۔ (۲)

خلاصہ یہ ہوا کہ ہمیں کسی عمل کو حقیر جاننے سے بہت زیادہ پرہیز کرنا چاہیے تم اس کے دھوکے اور شر سے بچنا نہیں سکتے اور حساب و سوال کے دن تمہارے پاس جواب تیار نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر مطلع ہے اور تمہیں دیکھ رہا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک  
مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَمْ يَلْمِ بِهِ نَفْسًا  
مَحْفُوظَةً يَوْمَ الْحِسَابِ (۳)

ایک بزرگ فرماتے ہیں تم نے ایک خط لکھا تو اسے پڑوسی کی دیوار کی مٹی سے خشک کرنے لگا لیکن میں نے اچھا

(۱) الفردوس مبانئ اور الخطاب جلد اول ص ۱۹۷ حدیث ۷۲۳

(۲) حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۱۷۸ ترجمہ ۲۹

(۳) قرآن مجید، سورۃ ق آیت ۱۸



نہ سمجھا پھر میں نے کہا یہ تو مٹی ہے اور مٹی کی کیا حیثیت ہے؛ جب میں نے اس پر مٹی ڈالی تو مجھے غیبی آواز آئی۔

سَمِعْتُمْ مَنِ اسْتَحَقَّ بِتَرَابٍ مَا يَلْفَا  
عَدَا مِنْ سُوءِ الْحِسَابِ۔  
جو شخص مٹی کو معمولی سمجھتا ہے اسے عقرب معلوم ہو  
جائے گا کہ کان قیامت کے دن اس سے کیا سلوک ہوگا۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی تو اس نے دیکھا کہ آپ کا کپڑا اُلٹا تھا اس نے آپ کو بنایا آپ نے اسے درست کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا پھر روک لیا اور اسے ٹھیک نہ کیا اس شخص نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا میں نے اسے اللہ تعالیٰ کے لیے پہنا ہے اس لیے میں نہیں چاہتا کہ اس کے غیر کے لیے اسے درست کروں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک شخص دوسرے آدمی سے اُلٹھے گا اور کہے گا میرا اور تیرا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے وہ کہے گا اللہ کی قسم میں تجھے نہیں جانتا وہ کہے گا ہاں تو نے میری دیوار سے ایک اینٹ لی تھی اور میرے کپڑے سے ایک دھاگہ لیا تھا۔

یہ اور اس قسم کی مثالیں ڈرنے والوں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں اگر تم عقل اور حوصلہ رکھتے ہو اور دھوکے کے شکار لوگوں میں سے نہیں ہو تو اس وقت اپنے نفس کی نگرانی کرو اور نہایت باریکی سے اپنا حساب کتاب کرو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب و کتاب کیا جائے اپنے احوال کی نگرانی کرو اور تمہاری حرکات و سکنات سوچے سمجھے بغیر نہیں ہونی چاہئیں تم سوچ لیا کرو کہ حرکت کیوں کرتے ہو؟ تمہارا ارادہ کیا ہے اور اس کے باعث تمہیں دنیا سے کیا ملے گا؟ اور آخرت سے کیا جاتا رہے گا اور تم دنیا کو آخرت پر کس لیے ترجیح دیتے ہو؟ پس جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ اس عمل کا باعث محض دینی ہے تو وہ کام کر گزرو جس کا تمہارے دل میں خیال آیا اور نہ رک جاؤ پھر اس رکے میں بھی اپنے دل کی نگرانی کرو کیوں کہ کسی فعل کو چھوڑنا بھی ایک فعل ہے پس اس کے لیے نیت کا صحیح ہونا ضروری ہے لہذا اس ترک فعل کا داعی حقیقی خواہش نہیں ہونی چاہیے جس پر اطلاع نہیں ہوتی۔ اور تمہیں ظاہری امور اور نیکیوں کی شہرت سے دھوکہ نہ ہو باطن اور اسرار میں غور کرو تا کہ تم دھوکے کے مقام سے نکل جاؤ حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں مروی ہے کہ آپ اجرت پر گارے کی دیوار بناتے تھے اور اس کے بدلے میں آپ کو ایک روٹی دی جاتی کیوں کہ آپ ہاتھ کی کمائی کے علاوہ نہیں کھاتے تھے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو کھانے کی دعوت نہ دی تھی کہ آپ فارغ ہوئے تو ان لوگوں کو تعجب ہوا کیوں کہ آپ سخاوت اور نہد میں مشہور تھے اور ان کا خیال تھا کہ کھانے کے ساتھ تواضع کرنا بہتر ہے آپ نے فرمایا میں ایک قوم کے لیے اجرت پر کام کرتا ہوں اور وہ مجھے ایک روٹی دیتے ہیں تاکہ مجھے ان کے لیے کام کرنے پر قوت حاصل ہو اگر تم بھی میرے ساتھ کھاؤ تو نہ تمہیں کفایت کرے گی اور نہ مجھے لیکن میرے عمل میں کمزوری آجائے گی تو صاحب بصیرت شخص اس طرح نورانی سے باطن میں دیکھتا ہے کیوں کہ آپ کا عمل سے کمزور ہو جانا فرض میں نقصان کا باعث تھا



جب کہ کھانے کی دعوت نہ دینا فضیلت میں کمی تھی اور فرائض کے ساتھ فضائل (نوافل) کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں میں حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس گیا اور وہ کھانا کھا رہے تھے انہوں نے مجھ سے گفتگو نہ کی حتیٰ کہ جب انگلیاں چاٹ لیں تو فرمایا اگر میں نے یہ کھانا فرض کے طور پر نہ لیا ہوتا تو مجھے یہ بات پسند ہوتی کہ تم میرے ساتھ کھاؤ۔

حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص کسی کو کھانے کی دعوت دیتا ہے لیکن وہ اسے کھلانا نہیں چاہتا اب اگر وہ دعوت کو قبول کر لے تو اس دعوت دینے والے پر دو گناہ ہیں اور اگر وہ نہ کھائے تو اس پر ایک گناہ ہے یعنی ایک گناہ منافقت ہے اور دوسرا اپنے مسلمان بھائی کو ایسے کام کے لیے پیش کرنا ہے کہ اگر وہ جان لے تو اسے یہ ناپسند ہو۔ تو بندے کو ایسی طرح تمام اعمال میں نیت کا خیال رکھنا چاہیے کوئی کام بھی کرے اس میں نیت ضروری ہے اگر اس وقت نہ ہو تو ٹھہر جائے کیوں کہ نیت اختیار میں نہیں ہوتی۔

### فصل ۵۰

## نیت اختیاری چیز نہیں

جان لو کہ جاہل شخص جب ان تمام باتوں کو سنتا ہے جو ہم نے نیت کے اچھا ہونے کے سلسلے میں بطور وصیت ذکر کی ہیں اور بتایا کہ زیادہ نیتیں ہونی چاہیں اور اس کے ساتھ ساتھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کو بھی سنتا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (۱)

اعمال (کے ثواب) کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

تو وہ دل میں کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھانے، یا تجارت کرنے یا کھانے کی نیت کرتا ہوں اور اسے نیت سمجھتا ہے حالانکہ یہ بات نہیں یہ تو حدیثِ نفس ہے یا زبانی کلام سے یا فکر ہے یا خیالات کی مشغلی ہے۔ ان سب میں نیت کنارہ کش ہے نیت اس بات کا نام ہے کہ نفس اس کام کی طرف براہِ نیت متوجہ اور مائل ہو جس میں انسان کی غرض ظاہر ہوتی ہے چاہے وہ فوری غرض ہو یا اس کا تعلق مستقبل سے ہو اور اگر میلان نہ ہو تو محض ارادے سے فعل کا حصول اور ایجاد ممکن نہیں بلکہ یہ بیٹ بھرے ہوئے آدمی کے اس قول کی طرح ہے کہ میں کھانے کی خواہش کی نیت کرتا ہوں اور اس کی طرف مائل ہوتا ہوں یا کوئی بے فکر شخص کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ فلاں شخص سے عشق و محبت کروں اور دل سے اسے عظیم سمجھوں تو یہ بات محال ہے بلکہ دل کا کسی بات کی طرف پھرناس کی طرف متوجہ ہونا اور مائل ہونا اس وقت تک نہیں ہو سکتا



جب تک اس کے اسباب حاصل نہ ہوں اور اس بات پر کبھی وہ قادر ہوتا ہے اور کبھی اسے یہ طاقت حاصل نہیں ہوتی اور نفس، فعل کی طرف اسی وقت برا بھلا ہوتا ہے جب نفس کے موافق و مناسب غرض پیدا ہو اور جب تک آدمی کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ اس کی غرض کسی فعل سے وابستہ ہے اس وقت تک اس کا ارادہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور یہ ان امور میں سے ہے کہ جن کے اعتقاد پر وہ ہر وقت قادر نہیں ہوتا اور جب اس کا اعتقاد ہو تو دل اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے بشرطیکہ دل فارغ ہو اور کسی دوسری زیادہ مضبوط غرض میں مصروف نہ ہو اور یہ بات ہر وقت ممکن نہیں ہوتی پھر رغبت دینے والی اور پھیرنے والی چیزوں کے لیے بہت سے اسباب ہیں جن سے وہ اس مرجع ہوتے ہیں اور یہ اجتماع اشخاص، احوال اور اعمال کے حوالے سے مختلف ہوتا ہے پس جب نکاح کی خواہش غالب ہو اور اولاد کے سلسلے میں کوئی دینی یا دنیوی صحیح غرض نہ ہو تو وہ بچے کی نیت سے جماع نہیں کر سکے گا بلکہ شہوت کی نیت کے بغیر جماع نہیں ہو سکے گا کیوں کہ نیت غرض پر منقون ہے اور اس کا باعث تو شہوت ہے وہ اولاد کی نیت کیسے کرے گا اور جب اس کے دل پر یہ بات غالب نہ ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سنت نکاح کو قائم کرنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے (۱) تو نکاح سے اتباع سنت کی نیت کرنا ممکن نہ ہو گا ہاں یہ کہ وہ زبان سے یا دل سے کہے اور وہ حدیث نفس ہے نیت نہیں ہے۔

ہاں اس نیت کو حاصل کرنے کا طریقہ ہے کہ پچھلے شریعت پر ایمان مضبوط ہو اور اس بات پر ایمان مضبوط ہو کہ ہر شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ کرے گا اسے زیادہ ثواب ملے گا اور اپنے دل سے ان تمام باتوں کو دور کر دے جو اولاد سے نفرت کا باعث ہیں مثلاً زیادہ بوجھ اور طول تکھاوٹ وغیرہ۔ جب وہ یہ کام کرے گا تو ہو سکتا ہے ثواب کی غرض سے اس کے دل میں اولاد کی رغبت پیدا ہو اور وہ رغبت اس کو حرکت دے اور اس کے اعضاء عقد نکاح کے لیے حرکت میں آئیں۔

پس جب زبان کو حرکت دینے والی قدرت، دل پر غالب اس باعث عقد کی اطاعت کرتے ہوئے قبول عقد کے لیے برا بھلا ہوتا ہو تو وہ نیت کرنے والا ہو گا اور اگر یہ صورت نہ ہو تو اولاد کے قصد کے سلسلے میں جو بات وہ دل میں رکھتا ہے اور اس کو بار بار دہراتا ہے وہ دوسرے اور ہذیان (بخار کی حالت میں بے مقصد گفتگو) ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بزرگوں کی ایک جماعت نے نیت نہ ہونے کی وجہ سے بعض عبادات سے پہلو تھی کی وہ فرماتے تھے کہ ہماری نیت حاضر نہ تھی حتیٰ کہ حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی اور فرمایا میری نیت موجود نہ تھی اور ان میں سے ایک اپنے بالوں میں کنگھی کرنا چاہتے تھے تو انہوں نے پوی کو آواز دی کہ کنگھی لاؤ اس نے کہا شیشہ لاؤں؟ وہ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا ہاں، اس سلسلے میں ان سے پوچھا گیا تو فرمایا کنگھی کے لیے تو میری نیت تھی لیکن شیشے کے لیے نیت حاضر نہ تھی اس لیے میں نے توقف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مہیا کر دیا۔



حضرت حماد بن سلیمان جو علمائے کوفہ میں سے ایک تھے جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے عرض کیا گیا کہ آپ ان کے جنازے میں تشریف نہیں لے جاتے؟ فرمایا اگر میری نیت ہوتی تو میں ایسا کرتا اسی طرح ان بزرگوں میں سے کسی ایک سے کسی نیک عمل کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ فرماتے اگر اللہ تعالیٰ نے اس کی نیت عطا فرمائی تو میں ایسا کروں گا۔

حضرت طاؤس رحمہ اللہ نیت کے بغیر حدیث بیان نہ فرماتے آپ سے حدیث بیان کرنے کا مطالبہ ہوتا لیکن آپ بیان نہ کرنے اور رجب نیت ہوتی تو سوال کئے بغیر بیان کرنا شروع کر دیتے۔ اس سلسلے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں نیت کے بغیر بیان کروں؟ جب میری نیت ہوگی تو میں بیان کروں گا۔

منقول ہے کہ حضرت داؤد بن مجبر رحمہ اللہ نے جب کتاب العقل تصنیف فرمائی تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ان کے پاس آئے کتاب طلب کی پھر ایک صفحہ دیکھنے کے بعد واپس کر دی انہوں نے پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا اس میں ضعیف اسناد میں حضرت داؤد بن مجبر نے فرمایا میں نے اسے اسناد کے طریقے پر نہیں لکھا امتحان کی نگاہ سے اس کا جائزہ لیں میں نے اسے عمل کی نگاہ سے دیکھا اور تقع اٹھایا حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا مجھے واپس کریں تاکہ میں اسے اس نگاہ سے دیکھوں جس نگاہ سے آپ نے اسے دیکھا ہے چنانچہ وہ اسے پکڑ کر دیر تک کھڑے رہے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے میں نے اس سے نفع اٹھالیا۔

حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے عرض کیا گیا کہ ہمارے لیے دعا کیجئے انہوں نے فرمایا جب نیت حاضر ہوگی تو دعا کروں گا۔

ایک بزرگ نے فرمایا میں ایک جہینے سے ایک شخص کی بیمار پرسی کے لیے نیت تلاش کر رہا ہوں لیکن مجھے نہیں مل رہی۔ حضرت عیسیٰ بن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ کے ساتھ گیا حتیٰ کہ جب وہ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو میں واپس لوٹ گیا ان کے بیٹے نے ان سے کہا کہ کیا آپ ان کو عشاء کے کھانے کی دعوت نہیں دیتے فرمایا اس وقت میری نیت میں نہیں ہے اور یہ اس لیے ہے کہ نیت نظر کے تابع ہوتی ہے جب نظر بدل جاتی ہے تو نیت میں بھی تبدیلی آجاتی ہے اور وہ لوگ نیت کے بغیر عمل کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ نیت عمل کی رُوح ہے اور سچی نیت کے بغیر عمل ریاکاری اور تکلیف ہے اور یہ غضب کا سبب ہے قرب کا نہیں۔ اور وہ لوگ اس بات کو بھی جانتے تھے کہ نیت اس بات کا نام نہیں کہ کوئی شخص اپنی زبان سے کہے کہ میں نے نیت کی بلکہ وہ دل کا ابھار ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل کشادگی کے قائم مقام ہے بعض اوقات یہ آسان ہوتا ہے اور کبھی مشکل۔ ہاں جس شخص کے دل پر دین کا معاملہ غالب ہو اس پر اکثر حالات میں نیک امور کے لیے نیت کو حاضر کرنا آسان ہوتا ہے اس کا دل کسی نہ کسی طور پر اصل بھلائی کی طرف مائل ہوتا ہے لہذا وہ عام بھلائیوں کی طرف بھی اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور جس آدمی



کا دل دنیا کی طرف مائل ہو اور اس پر دنیا غالب آجائے اس کے لیے یہ بات آسان نہیں ہوتی بلکہ فرائض میں بھی نیت کو حائل کرنا بڑی جدوجہد کے ساتھ ہوتا ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جہنم کو یاد کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے غلاب سے ڈراتا ہے یا جنتی نعمتوں کا ارادہ ہوتا ہے تو اس سلسلے میں نفس کو ترغیب دیتا ہے اس سلسلے میں کبھی ایک کمزور سا ارادہ پیدا ہوتا ہے تو اسے نیت و رغبت کی مقدار کے مطابق ثواب ملتا ہے۔

لیکن وہ اطاعت جو اللہ تعالیٰ کی بزرگی کے پیش نظر ہوتی ہے کہ وہی عبادت و اطاعت کے لائق ہے یہ جذبہ ایسے شخص کو حاصل نہیں ہوتا جو دنیا کی طرف راغب ہو اور یہ سب سے اعلیٰ اور عمدہ نیت ہے رُوئے زمین پر ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اس کو سمجھ سکیں استعمال کرنا تو دور کی بات ہے۔

### نیت کی اقسام :

عبادات میں لوگوں کی نیتوں کی کئی اقسام ہیں کیوں کہ بعض لوگ خوف کی وجہ سے عمل کرتے ہیں وہ جہنم سے بچ چاہیں گے۔ بعض لوگ امید کے باعث عمل کرتے ہیں اور یہ جنت کی رغبت ہے اگرچہ اس قسم کی نیت اس نیت کے مقابلے میں کم درجے پر ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے جلال کی تعظیم اور عبادت کے لیے کی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود یہ اچھی نیتوں میں سے ہے کیوں کہ یہ اس بات کی طرف میلان ہے جس کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اگرچہ وہ ان چیزوں میں سے ہے جن سے دنیا میں الفت ہوتی ہے اور سب سے غالب باعث شرمگاہ اور پیٹ ہے اور ان کی خواہش کو پورے کرتے کہ جگہ جنت ہے پس جنت کے لیے عمل کرنے والا اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے لیے عمل کرتا ہے جس طرح برا مزدور ہوتا ہے۔

ایسے لوگوں کا درجہ سیدھے سادے لوگوں کا درجہ ہے اور یہ اپنے عمل کی وجہ سے مقصود کو پالیں گے کیوں کہ اکثر اہل جنت سیدھے سادے لوگ ہوں گے۔

لیکن عقل مند لوگوں کی عبادت اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر سے تجاوز نہیں کرتی وہ اس کے جمال و جلال سے محبت کرتے ہیں اعمال تو محض تاکید کے لیے ہوتے ہیں اور جنت میں نکاح یا کھانے کی طرف توجہ سے ان لوگوں کا مقام بلند ہے وہ ان باتوں کا قصد نہیں کرتے بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اسے صبح و شام پکارتے ہیں اور چونکہ لوگوں کو ان کی نیتوں کے مطابق ثواب ملے گا اس لیے یہ لوگ لازماً اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ اور ان لوگوں پر ہنسیں گے جو حوروں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس طرح حوروں کو دیکھ کر لطف اندوز ہونے والے ان لوگوں پر ہنسیں گے جو بیٹی سے بنی ہوئی صورتوں کے چہروں کو دیکھ کر لطف اٹھاتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہنسیں گے کیوں کہ جمال ربوبیت اور حوروں کے جمال میں اس سے زیادہ تفاوت ہے جس قدر حوروں کے جمال اور بیٹی سے بنی ہوئی صورت کے درمیان فرق ہے بلکہ جانوروں والی صفات رکھنے والے شہوت پرست لوگوں کا خوبصورت چہروں والوں سے



میل جول رکھنا کہ اپنی خواہش کو پورا کریں اور جمال الہی سے اعراض کرنا اسی طرح ہے جس طرح گبر بیلار کا لاکٹر اتر جو گریں ہوتا ہے اپنے جوڑے کو عظیم سمجھتا اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور عورتوں کے جمال کو دیکھنے سے اعراض کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ کے جمال و جلال کو دیکھنے سے اکثر دل اندھے ہیں اور یہ اس گبریے کی طرح ہیں جو عورتوں کے جمال کو دیکھنے سے اندھا ہے اسے اس بات کا بالکل شعور نہیں اور نہ ہی وہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اگر اسے عقل ہوتی اور اس کے سامنے عورتوں کا ذکر ہوتا تو وہ ان لوگوں کی عقل کو اچھا سمجھتا جو ان کی طرح متوجہ ہوتے ہیں اور یہ لوگ ہمیشہ مختلف رہیں کیوں کہ ہرگز وہ اس بات پر خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی لیے پیدا فرمایا۔

منقول ہے کہ حضرت احمد بن حنبلہ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا سب لوگ مجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں لیکن حضرت ابو یزید مجھ سے صرف میرا سوال کرتے ہیں۔ اور حضرت ابو یزید رحمہ اللہ نے خواب میں اپنے رب کی زیارت کی تو انہوں نے عرض کیا یا اللہ! مجھ تک پہنچنے کا کونسا راستہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے نفس کو چھوڑ کر میری طرف آؤ۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کسی دعویٰ پر دلیل نہیں مانگی البتہ ایک بات کی دلیل مانگی ہے میں نے ایک دن کہا کہ جنت کے نقصان سے بڑھ کر کونسا نقصان ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے دیدار کے نقصان سے بڑھ کر کونسا نقصان ہے۔

غرض یہ ہے کہ ان نیتوں کے درجات مختلف ہیں اور جس شخص کے دل پر ان میں سے کوئی دلیل غالب ہو بعض اوقات اس کے لیے اس سے منہ پھیرنا آسان نہیں ہوتا اور ان حقائق کی معرفت سے اسے اعمال و افعال پیدا ہوتے ہیں جس کا نقہائے ظاہر بھی انکار نہیں کرتے۔

پس ہم کہتے ہیں کہ جس شخص کے لیے مباح کام میں نیت ظاہر ہو لیکن کسی نفل کے لیے نیت نہ ہو تو مباح کام زیادہ بہتر ہے اور فضیلت اسی کی طرف منتقل ہو جائے گی اور اس کے حق میں نفل نقصان کا باعث ہو گا کیوں کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے یہ معاف کرنے کی طرح ہے کیوں کہ یہ انتقام لینے سے افضل ہے لیکن بعض اوقات معاف کرنے کی نیت نہیں ہوتی البتہ انتقام لینے کی نیت ہوتی ہے تو یہ بات افضل ہے۔

اسی طرح وہ کھانے پینے اور سونے کی نیت رکھتا ہے تاکہ اپنے نفس کو آرام پہنچائے اور مستقبل میں اسے عبادت پر قوت حاصل ہو اور اس وقت روزے اور نماز کی نیت حاضر نہیں ہوتی تو کھانا اور سونا ہی افضل ہے بلکہ اگر اسے مسلسل عبادت کرنے سے ملال ہو، رغبت کم ہو اور خوشی خوشی عبادت نہ کر سکے اور وہ جانتا ہو کہ کچھ دیر کھیل کود اور گھنٹوں میں گزارنے سے ستر و لوٹ آئے گا تو اس کے لیے کھینا اس نماز سے افضل ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے



نفس کو ٹھوڑے سے کھیل کے ساتھ راحت دینا ہوں تو یہ کھیل میرے لیے حق پر مددگار ہوتا ہے۔  
حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں دلوں کو آرام دیا کرو کیوں کہ جب ان پر زبردستی کی جائے تو وہ اندھے ہو جائیں گے یہ وہ حقائق ہیں جن کا ادراک مجیدہ علماء کو ہی ہو سکتا ہے۔

محض بھروسہ قسم کے لوگوں کو نہیں بلکہ ماہر حکیم بعض اوقات گرمی کے شکار مریض کا علاج گوشت سے کرتا ہے حالانکہ وہ بھی گرم ہے۔ اور جس شخص کو طب کا علم نہ ہو وہ اس بات کو بعید جانتا ہے جب کہ علاج کرنے والا پہلے اس کی قوت کو بحال کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ علاج بالضد کو برداشت کر سکے اور جو شخص شطرنج کھیلنے میں ماہر ہو کبھی رُخ اور ٹھوڑا مفت میں چھوڑ دیتا ہے تاکہ اس جیلے سے غلبہ پائے لیکن جو کھیلنے میں زیادہ ماہر نہ ہو اسے اس پر تعجب ہوتا ہے اور وہ اس پر ہنستا ہے اسی طرح جو شخص لڑائی کے فن سے واقف ہو بعض اوقات وہ اپنے مقابل سے بھاگتا ہے اور اس سے پیٹھ پھینتا ہے اور اس طرح وہ ایسی تدبیر اختیار کرتا ہے جس سے مقابل کو تنگ جگہ پر آنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے اور یہ موقعہ پا کر یکدم اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا طریقہ بھی اسی طرح ہے یہ شیطان سے لڑائی اور دل کا علاج ہے جو شخص صاحب بصیرت ہو اور اسے توفیق دی گئی ہو تو وہ اس میں نہایت لطیف جیلے اختیار کرتا ہے جن کو کمزور لوگ عقل سے بعید سمجھتے ہیں پس مرید کے لیے مناسب نہیں کہ جو کچھ وہ اپنے شیخ سے دیکھتا ہے دل میں اس سے انکار چھپائے رکھے اور طالب علم کو بھی اپنے استاذ پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسی حد تک توقف کرے جہاں تک اس کی بصیرت کی رسائی ہو اور ان کی جو بات سمجھ میں نہ آئے وہ ان کے سپرد کر دے حتیٰ کہ ان کے مقام تک پہنچ جائے اور اس پر اسرار منکشف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اچھی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

## دوسرا باب

### اخلاص، اسکی فضیلت، حقیقت اور درجات

فصل ۱:

#### فضیلتِ اخلاص

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا أَمْرًا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ

اور ان کو یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے اس



کی بندگی کریں۔

كَلِمَةُ الْيَوْمِ - (۱)

ادراشاد باری تعالیٰ ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہی خالص دین ہے۔

اَللّٰهُ الْدِيْنُ الْخَالِصُ - (۲)

ادراشاد خداوندی ہے۔

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی (اپنی) اصلاح کی اور اللہ تعالیٰ (کی رسی) کو مضبوطی سے پکڑا اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاَعْتَمَرُوْا بِاِلٰهِهِمْ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ - (۳)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ اچھا عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ اَحَدًا - (۴)

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کریں اور چاہیں کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تین کام ایسے ہیں جن پر مومن کا دل خیانت نہیں کرتا خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرنا حکمرانوں کی خیر خواہی اور جماعت سے وابستگی۔

ثَلَاثٌ لَا يَغِيْبُ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ اِحْدَاهُمْ الْعَمَلُ لِلّٰهِ وَالنَّصِيْحَةُ لِلْوَلَدَةِ وَلزوم الجماعة - (۵)

حضرت مصعب بن سعد اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں میرے باپ کو خیال ہوا کہ ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض دوسرے صحابہ کرام پر فضیلت ہے جو ان سے کم درجہ ہیں میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) قرآن، سورۃ البینہ آیت ۵

(۲) قرآن، مجید، سورۃ الزمر آیت ۳

(۳) قرآن مجید، سورۃ النسا آیت ۱۲۶

(۴) قرآن مجید، سورۃ کہف آیت ۱۱۰

(۵) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۸۰ مروایت جبر بن مطعم



إِنَّمَا لَصِرَ اللَّهُ عَنْ وَجَلَّ هَذِهِ الْأُمَّةُ  
بِصُغْفَائِهَا وَدَعْوَتِهِمْ وَإِخْلَاصِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ  
اللہ تعالیٰ نے اس امت کے کمزور لوگوں، ان کی دعا،  
اخلاص اور نماز کے ذریعے امت کی مدد فرمائی۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى الْإِخْلَاصُ سِرٌّ مِنْ سِرِّي  
أَسْتَوْدِعُهُ قَلْبَ مَنْ أَحْبَبْتُ مِنْ  
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اخلاص میرے رازوں میں سے  
ایک راز ہے جو میں نے اپنے ان بندوں کے دلوں میں  
بطور امانت رکھا ہے جن سے مجھے محبت ہے۔  
(۲) عبادی -

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

عمل کی کمی کی فکر نہ کرو اس کی قبولیت کی فکر کرو کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ  
سے فرمایا۔

أَخِصِّ الْعَمَلُ يُعْزِزُكَ مِنْهُ الْفَقِيرُ - (۳)

اپنے عمل کو خالص کرو تو ٹھوڑا بھی کافی ہوگا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ عَبْدٍ يُخْلِصُ لِلَّهِ الْعَمَلَ أَرْبَعِينَ

جو بندہ چالیس دن خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرے اللہ

يَوْمَئِذٍ ظَهَرَتْ بِنَايِعِ الْحِكْمَةِ مِنْ

تعالیٰ حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر

قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ - (۴)

ظاہر کر دیتا ہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قیامت کے دن سب سے پہلے تین قسم کے لوگوں سے سوال ہوگا۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا اللہ تعالیٰ  
پوچھے گا تجھے جو علم حاصل ہوا اس کے سلسلے میں تو نے کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں رات کی ساعتوں  
اور دن کے اطراف میں اس کے لیے کمر بستہ رہتا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ  
کہتا ہے بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ کہیں فلاں شخص عالم ہے تو یاد رکھو یہ بات کہی گئی۔ دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ  
نے مال عطا فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ پر انعام کیا تو نے کیا کیا؟ وہ جواب دے گا اے میرے رب! میں رات

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۳ ص ۴۴ کتاب صلاۃ الاستسقاء

(۲)

(۳) المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۳۰۴ کتاب الزقاق

(۴) الترغیب والترہیب جلد اول ص ۵۶ مقدمۃ الكتاب



کی گھڑیوں اور دن کے اوقات میں صدقہ کرتا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تمہارا ارادہ یہ تھا کہ کہا جائے فلاں شخص سخی ہے سنو! یہ بات کہی گئی اور تیسرا شخص جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا اے میرے رب! مجھے جہاد کا حکم دیا گیا تو میں رطاحتی کہ قتل کر دیا گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ تمہارا ارادہ یہ تھا کہ کہا جائے فلاں شخص بہت بہادر ہے سنو! یہ بات کہی گئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ران پر ایک لکیر کھینچی اور فرمایا اسے ابو ہریرہ! یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن جہنم میں سب سے پہلے ان پر آگ بھڑکائی جائے گی (۱)

اس حدیث کے راوی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو وہ رو پڑے حتیٰ کہ قریب تھا ان کی رُوح پرواز کر جاتی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ارشاد خداوندی ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَهَا  
نُوفِيَ إِلَيْهَا أَعْمَالُهُمْ مِنْهَا وَهُمْ  
فِيهَا لَا يَبْخَسُونَ - (۲)

جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتے ہیں ہم ان کو اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے اور ان کے لیے ان میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

اسرائیلی روایات میں ہے کہ ایک عابد نے طویل عرصہ تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی پھر اس کے پاس کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا یہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر درخت کی پوجا کرتے ہیں اس پر اسے غصہ آیا اور اس نے کھاڑا اپنے کا ندھے پر رکھ کر درخت کو کاٹنے کا ارادہ کیا راستے میں شیطان ایک بزرگ کی صورت میں ملا اس نے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ عابد نے جواب دیا میں نے اس درخت کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے شیطان نے کہا تجھے اس سے کیا غرض ہے تم عبادت اور نفس کی مشغولیت چھوڑ کر دوسرے کاموں میں مشغول ہوتے ہو عابد نے کہا یہ بھی میرے لیے عبادت ہے شیطان نے کہا میں تجھے یہ درخت کاٹنے نہیں دوں گا چنانچہ دونوں رٹ پڑے اور عابد نے اسے زمین پر دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا شیطان نے کہا مجھے چھوڑو میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں وہ اٹھ کھڑا ہوا شیطان نے اس سے کہا اے فلاں! اللہ تعالیٰ نے یہ کام تم پر فرض نہیں کیا اور نہ ہی تو اس کی پوجا کرتا ہے اور دوسروں کا گناہ تجھ پر نہیں ہوگا روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انبیاء کرام میں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان لوگوں کی طرف ان کو بھیج دیتا اور ان کو حکم دیتا کہ درخت کو کاٹ دیں۔

(۱) جامع ترمذی ص ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ابواب الزہد

(۲) قرآن مجید، سورہ ہود آیت ۱۵



عابد نے کہا میں اسے ضرور کاٹوں گا اس نے پھر ٹکے کا ارادہ کیا تو عابد اس پر غالب آ گیا اس نے اور اسے بچھا ڈیا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا ابلیس عاجز آیا تو اس نے کہا چلو ہم ایک اور بات کرتے ہیں جس سے ہم دونوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر اور نفع بخش ہے عابد نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا مجھے چھوڑ دین تمہیں بتا رہا ہوں اس نے چھوڑ دیا تو شیطان نے کہا تم ایک فقیر شخص ہو تمہارے پاس کچھ نہیں تم لوگوں پر پوچھو پوچھو تمہاری خبر گیری کرنے میں شاید تم چاہتے ہو گے کہ اپنے بھائیوں سے اچھا سلوک کرو، پڑوسیوں کی غمخواری کرو خود سیر ہو کر کھاؤ اور لوگوں سے بے نیاز ہو جاؤ؟ اس نے کہا ہاں یہ بات تو ہے۔ شیطان نے کہا تو یہ کام چھوڑ دو اور واپس چلے جاؤ میں ہر رات تمہارے سر ہانے کے پاس دو دینار رکھ دوں گا جب صبح اٹھو تو ان کو اٹھا لو اور اپنے اور پینر اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو نیز اپنے بھائیوں پر صدقہ کر دینا تمہارے لئے اور مسلمانوں کے لیے اس درخت کے کانٹے سے زیادہ نفع بخش ہو گا کیوں کہ اس کی جگہ دوسرا درخت لگا دیا جائے گا۔ اور اس کے کانٹے سے ان لوگوں کو کوئی نقصان نہ ہو گا اور نہ ہی اس سے تمہارے مسلمان بھائیوں کو کوئی فائدہ ہو گا۔

عابد نے شیطان کی گفتگو کے بارے میں سوچ بچار کی اور کہنے لگا شیخ نے سچ کہا میں کوئی نبی نہیں ہوں کہ مجھ پر اس کو کاٹنا لازم ہو اور نہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے کانٹے کا حکم دیا ہے کہ میں اس عمل کو چھوڑنے کی وجہ سے گناہ لگا کہلاؤں گا جو کچھ اس نے ذکر کیا ہے اس میں زیادہ نفع ہے چنانچہ اس نے شیطان سے عہد و پیمان اور قسم لی پھر عابد اپنے عبادت منانے کی طرف لوٹ آیا اور رات گزارا صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس کے سر ہانے دو دینار پڑے ہوئے ہیں اس نے ان کو اٹھایا دوسرے دن بھی اسی طرح ہوا لیکن تیسرے دن اور اس کے بعد اس نے کچھ نہ دیکھا تو وہ غصے میں آ گیا اور کہلا ہٹا کا ندھے پر رکھ لیا راستے میں شیطان بزرگ آدمی کی شکل میں ملا تو پوچھا کہاں جا رہے ہو اس نے کہا اس درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں اس نے کہا اللہ کی قسم تم جھوٹ بولتے ہو تم اس پر قادر نہیں ہو اور نہ تم اس کام کو کر سکتے ہو چنانچہ عابد نے اس کو پکڑ کر پہلے کی طرح گرانا چاہا تو اس نے کہا اب ایسا نہیں ہو سکتا چنانچہ شیطان نے اس کو پکڑ کر بچھا ڈیا تو یوں معلوم ہوا جیسے اس کے سامنے چوڑا پٹی ہوئی ہو شیطان اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور کہا اپنے اس ارادے سے باز آ جاؤ ورنہ تمہیں ذبح کر دوں گا عابد نے دیکھا کہ اب وہ اس سے نہیں لڑ سکتا تو کہا اسے فلاں! تو مجھ پر غالب آ گیا مجھے چھوڑ دے اور بتا کہ یہ کیسے ہو گیا پہلے میں تم پر غالب آیا اور اب تم مجھ پر غالب آ گئے اس نے کہا پہلی مرتبہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے لیے غصہ آیا تھا اور تم آخرت کی نیت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے سامنے مستخر کر دیا اور اس مرتبہ تمہیں اپنی ذات اور دنیا کے لیے غصہ آیا تو میں نے تمہیں بچھا ڈیا اس حکایت نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تصدیق کر دی ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّ عِبَادَكَ مِنْهُمْ (شیطان نے کہا) مگر میں تیرے مخلص بندوں کو قابو نہیں



کیوں کہ انسان کو شیطان سے صحتِ اخلاص بچا سکتا ہے۔

اسی لیے حضرت معروف کرمی رحمہ اللہ اپنے آپ کو مارتے اور فرماتے اے نفس! اخلاص اختیار کرنا کہ تو چھٹکارا پائے حضرت یعقوب کفوت رحمہ اللہ فرماتے تھے مخلص وہ شخص ہے جو اپنی نیکیوں کو اس طرح چھپاتا ہے جس طرح اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے۔

حضرت سلیمان رحمہ اللہ فرماتے تھے اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کا ایک قدم بھی صحیح ہو جائے اور اس سے صرف اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جس کی نیت صحیح ہو جائے اللہ تعالیٰ اسے اس کی ان باتوں میں کفایت کرنا ہے جو اس کے اور لوگوں کے درمیان ہیں۔

کسی دلی نے اپنے بھائی کو لکھا اپنے اعمال میں خالص نیت رکھو تمہیں تھوڑا عمل بھی کفایت کرے گا۔ حضرت ابو سخیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عمل کرنے والوں پر سب سے زیادہ سخت نیت کو خالص کرنا ہے اور حضرت مطرف رحمہ اللہ فرماتے تھے جو شخص خالص نیت رکھتا ہو اس کے لیے اجر بھی صاف ہوتا ہے اور جس کی نیت میں اختلاط ہو اس کے لیے اسی قسم کا اجر ہوتا ہے۔

کسی بزرگ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا آپ نے اپنے اعمال کو کیسا پایا؟ انہوں نے فرمایا میں نے جو عمل بھی اللہ تعالیٰ کے لیے کیا اس کا اجر پایا حتیٰ کہ انار کا ایک دانہ جو راستے سے ہٹایا اور ہماری ایک بلی مر گئی تھی اس کو بھی میں نے اپنی نیکیوں میں پایا اور میری ٹوپی میں ایک ریشمی دباگ تھا میں نے اس کو برائیوں کے پلڑے میں پایا اور میرا ایک گدھا جس کی قیمت ایک سو دینار تھی، مر گیا تو میں نے اس کا ثواب نہ دیکھا میں نے کہا بلی کی موت نیکیوں کے پلڑے میں ہے اور گدھے کی موت اس میں نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ وہ وہاں بھیجا گیا جہاں تو نے اسے بھیجا کیوں کہ جب تجھے کہا گیا کہ گدھا مر گیا ہے تو تو نے کہا اللہ تعالیٰ کی لعنت میں گیا پس اس میں تیرا اجر باطل ہو گیا اگر تم کہتے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں گیا تو تم اسے اپنی نیکیوں میں پاتے۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے ایک صدقہ لوگوں کے سامنے دیا تو ان کا میری طرف دیکھنا مجھے پسند آیا تو میں نے دیکھا کہ نہ تو مجھے اس کا ثواب ملا اور نہ ہی اس پر عذاب ہوا۔

حضرت سفیان رحمہ اللہ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا یہ تو ان کا اچھا مال ہے کہ عذاب نہ ہو یہ تو عینِ احسان ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص، اعمال کو عیبوں سے ممتاز کر دینا ہے جس طرح دودھ، اگر برادرِ خون میں سے صاف نکلی آتا ہے کہا گیا ہے کہ ایک شخص عورتوں کا لباس پہن کر عورتوں کے اجتماع میں جاتا تھا شادی بیاہ ہو یا غمی کا



اجتماع، اتفاق سے ایک دن وہ عورتوں کے اجتماع میں گیا تو وہاں ایک موتی چوری ہو گیا آواز دی گئی کہ دروازہ بند کر کے تفتیش کر دوہ ایک ایک کی تلاشی لینے حتیٰ کہ اس شخص اور اس کے ساتھ عورت کی باری آئی اس نے اخلاص کے ساتھ دعا مانگی کہ یا اللہ! آج اگر اس ذلت سے چھٹکارا عطا فرما دے تو آئندہ ایسا کام نہیں کروں گا تو وہ موتی اس عورت کے پاس سے مل گیا اور انہوں نے آواز دی کہ موتی مل گیا اب کسی کی تلاشی نہ لینا۔

صوفیاء و کرام میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں میں حضرت ابو عبیدہ تئری رحمہ اللہ کے ساتھ کھڑا تھا وہ نوز و الحج کے دن عمر کے بعد زمین میں ہل چلا رہے تھے اتنے میں ان کا کوئی ابدال بھائی آیا اور اس نے آہستہ سے کچھ کہا حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ نے فرمایا ”نہیں اس پر وہ بادلوں کے طرح زمین کو چھو تا ہوا چلا گیا حتیٰ کہ میری نگاہ سے غائب ہو گیا میں نے حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اس نے آپ کو کیا کہا تھا؟ انہوں نے فرمایا اس نے مجھے کہا تھا کہ میرے ساتھ حج کرو میں نے کہا نہیں، وہ بزرگ فرماتے ہیں میں نے پوچھا آپ نے انکار کیوں کیا؟ فرمایا میری نیت نہیں تھی اور میں نے نیت کی تھی کہ شام تک اس زمین کا کام مکمل کروں گا۔ تو مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ اگر میں اس ابدال کی خاطر اس کے ساتھ حج کے لیے جاؤں تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا نشانہ بنوں گا۔ کیوں کہ اس طرح میں اللہ تعالیٰ کے لیے کئے جانے والے عمل میں اس کے غیر کو شریک کرنے والا ہوں گا تو میں جو کام کر رہا ہوں وہ میرے نزدیک ستر حجوں سے زیادہ بڑا ہے۔

کسی دوسرے بزرگ سے منقول ہے فرماتے ہیں میں ہمدرد کے راستے جہاد کے لیے نکلا تو ہم میں ایک نے توشہ دان پیش کیا میں نے کہا میں اسے خرید لیتا ہوں یہ مجھے جہاد میں کام آئے گا جب میں فلاں شہر میں داخل ہوں گا تو اسے بیچ کر نفع حاصل کروں گا چنانچہ میں نے وہ توشہ دان خرید لیا اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان سے دو آدمی اترے اور ان میں سے ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا کہ جہاد کرنے والوں کے نام لکھو چنانچہ وہ اسے لکھوا تا کہ فلاں شخص سیر کے لیے نکلا ہے فلاں دکھاوے کے لیے آتا ہے فلاں تاجر ہے اور فلاں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے پھر میری طرف دیکھا اور کہا لکھو فلاں تاجر بن کر نکلا ہے میں نے کہا خدا کا خوف کرو میں کب تجارت کے لیے نکلا ہوں میرے پاس تو تجارت کا سامان بھی نہیں ہے جس کی تجارت کروں گا میں تو صرف جہاد کے لیے نکلا ہوں اس نے کہا اسے شیخ اہم نے گذشت تیرت ایک توشہ خان خرید لیا تم چاہتے ہو کہ اس سے نفع حاصل کرو فرماتے ہیں میں نے روتے لگا اور میں نے کہا مجھے تاجر نہ لکھو اس نے دوسرے ساتھی کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا خیال ہے اس نے کہا لکھو فلاں شخص جہاد کے لیے نکلا لیکن اس نے راستے میں توشہ دان خرید لیا تاکہ اس کو نفع پر نیچے اللہ تعالیٰ جو فیصلہ مناسب سمجھے گا فرمائے گا۔

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر تم خلوص کے ساتھ علیحدگی میں دو رکعتیں پڑھو تو یہ بات تمہارے لیے ستر باتوں سوا حدیث عمدہ اسناد کے ساتھ لکھنے سے بہتر ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ ایک ساعت کا اخلاص ہمیشہ کی نجات کا باعث ہے لیکن اخلاص بہت کم پایا جاتا ہے۔



اور کہا جاتا ہے کہ علم بیچ ہے، عمل کھتی ہے اور اس کا پانی اخلاص ہے۔ اور بعض بزرگوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو اسے تین باتیں عطا کرتا ہے اور تین باتوں سے روک دیتا ہے اسے صالحین کی صحبت تو عطا کرتا ہے لیکن وہ ان کی کوئی بات قبول نہیں کرتا اسے اچھے اعمال کی توفیق دیتا ہے لیکن اس سے اخلاص کو روک دیتا ہے اسے حکمت عطا فرماتا ہے لیکن اس میں سچائی سے محروم رکھتا ہے۔

حضرت موسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بندوں کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو صرف اخلاص مطلوب ہے حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو عقل مند ہیں جب وہ عقل مند ہیں تو عمل کرتے ہیں اور جب عمل کرتے ہیں تو اس میں اخلاص ہوتا ہے اور اخلاص ان کو نیکیوں کی تمام اقسام کی دعوت دیتا ہے۔

حضرت محمد بن سعید مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام معاملہ دو بنیادی باتوں کی طرف لوٹتا ہے ایک اس کا فعل تمہارے ساتھ ہے اور دوسرا تمہارا فعل اس کے ساتھ ہے جو کچھ وہ کرے اس پر راضی ہو جا اور جو عمل تو کرے اس میں اخلاص کو اختیار کر۔ اگر یہ دونوں باتیں ہو جائیں تو دونوں جہانوں میں کامیابی پائے گا۔

فصل ۲:

## حقیقتِ اخلاص

ہر چیز میں ملاوٹ ممکن ہے جب وہ ملاوٹ سے پاک صاف ہو تو اسے خالص کہتے ہیں اور جس فعل سے وہ عمل صاف ہوتا ہے اس کو اخلاص کہتے ہیں ارشاد خداوندی ہے۔

اور ہم تمہیں ان جانوروں کے پیٹ سے گوہر اور خون  
کے درمیان سے دودھ پلاتے ہیں جو خالص ہے اور  
دوستیٰ کھو ممتانی بَطُونِهَا مِنْ بَيْنِ حَرِيثٍ  
وَدَّوْرًا لَبَنًا خَالِصًا لِقَالِ الشَّارِبِيْنَ۔

(۱۱) پینے والوں کے لیے خوش گوار ہے۔

دودھ کا خالص ہونا یہ ہے کہ اس میں خون اور گوہر بلکہ کسی ایسی چیز کی آمیزش نہ ہو جو اس میں مل سکتی ہے اخلاص کی ہندشک کرنا ہے پس جو شخص مخلوس نہیں ہوتا وہ مشرک ہوتا ہے لیکن شرک کے کئی درجات ہیں۔

شوک کے درجات:

تو حید میں اخلاص کے مقابل الوہیت میں شریک ٹھہرانا ہے شرک خفی بھی ہوتا ہے اور جلی بھی اسی طرح اخلاص کا معاملہ ہے اور اخلاص نیز اس کی ضد دونوں دل پر وارد ہوتے ہیں لہذا اس کا محل دل ہے اور ان کے ورود کا تعلق قصد و نیت



سے ہے اور نیت کی حقیقت ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی کہ نیت، باعثِ عمل موافق ہوتی ہے پس جب باعثِ عمل صرف ایک ہو تو اس کی وجہ سے جو فعل صادر ہوگا وہ اخلاص ہوگا اور اس کا تعلق نیت سے ہے پس جو شخص صدقہ کرے اور اس کی نیت اور غرض ریاکاری ہو تو وہ اس حوالے سے مخلص ہے لیکن عرف عام یہ ہے کہ اخلاص کا اطلاق اس عمل پر ہوتا ہے جس میں مقصود صرف اللہ تعالیٰ کا قرب ہو اور اس میں کسی قسم کی آمیزش نہ ہو۔ جس طرح الحاد صرف میلان کا نام ہے لیکن عرف میں حتیٰ سے دوسری جانب کے میلان کو الحاد کہتے ہیں پس جس فعل کا باعث محض ریا ہو وہ باعثِ ہلاکت ہے اور ہماری گفتگو اس سے متعلق نہیں ہے کیوں کہ ریا سے متعلق ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں ادنیٰ بات وہ ہے جس کا حدیث شریف میں ذکر آیا ہے کہ قیامت کے دن ریاکار کو چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ اے ریاکار، اے دہوکے باز، اے مشرک اور اے کافر — (۱)

اس وقت ہماری گفتگو اس سلسلے میں ہے کہ انسان کا مقصد قربِ خداوندی ہی ہو لیکن اس میں کوئی دوسرا باعث مثلاً ریاکاری یا نفسانی فوائد وغیرہ شامل ہو جائیں —

اس کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی شخص تقربِ خداوندی کے لیے روزہ رکھے لیکن اس میں پرہیز کا فائدہ بھی حاصل کرنا چاہتا ہو یا وہ غلام آزاد کرتا ہے اور اس میں یہ ارادہ بھی ہے کہ اس کے اخراجات اور بد اخلاقی سے جان چھوٹ جائے گی یا حج کرتا ہے تاکہ حرکتِ سفر کی وجہ سے مزاج صحیح ہو جائے یا شہر میں پائی جانے والے کسی نثر سے بچ جائے گا یا اس کے گھر میں کوئی دشمن ہے جس سے بھاگنا بھی مقصود ہے یا بیوی بچوں یا کسی دوسرے کام سے تنگ گیا ہے اور کچھ دن آرام کرنا چاہتا ہے یا وہ جہاد کرتا ہے تاکہ فنِ لڑائی میں مہارت ہو اور لشکر وغیرہ تیار کرنے کا طریقہ سیکھ جائے یا کوئی آدمی رات کے وقت نماز پڑھتا ہے اور اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اپنے آپ سے ادنیٰ کو دور کرے گھر والوں یا سامان کی حفاظت کرے یا علم حاصل کرنا ہے تاکہ اس کے لیے ضروری مال حاصل کرنا آسان ہو جائے یا خاندان میں اسے عزت حاصل ہو یا علم کی عزت کے باعث طمع کرنے والوں سے اس کی زمین اور مال محفوظ رہے یا کوئی شخص درس و تدریس اور وعظ میں معروف ہوتا ہے کہ خاموشی کی تکلیف سے جان چھوٹ جائے اور لذتِ حدیث سے خوشی حاصل ہو یا وہ علماء اور صوفیاء کی خدمت کرتا ہے تاکہ لوگوں کے نزدیک اس کی عزت زیادہ ہو یا دنیا میں اس کے ساتھ زنی کا بناؤ کیا جائے۔

یا کوئی شخص قرآن مجید اس لیے لکھتا ہے کہ بابرار کی کتابت سے اس کا خط اچھا ہو جائے یا کوئی آدمی پیدل حج کرتا ہے تاکہ کرایہ بچ جائے یا وضو اس لیے کرتا ہے کہ بدن صاف ہو جائے یا ٹھنڈک حاصل ہو یا غسل کرتا ہے کہ



ابھی خوشبو ہو یا حدیثِ برایت کرتا ہے تاکہ عمدہ اور اعلیٰ سبب کا علم ہو یا مسجد میں اعتساک پھینکا ہے تاکہ گھر کے کرائے میں تخفیف ہو یا روزہ رکھتا ہے تاکہ کھانے پکانے کے تردد سے بچ جائے یا اس لیے کہ مدرسے کاموں کے لیے فراغت حاصل ہو جائے۔

یا کوئی شخص کس سائل کو صدقہ اس لیے دیتا ہے کہ وہ اس کے مانگنے سے عاجز آگیا ہے یا کسی مریض کی عیادت اس لیے کرتا ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کی بیماری سچی بھی کی جائے۔ یا جنازے کے ساتھ اس لیے جاتا ہے کہ لوگ اس کے جنازے کے ساتھ بھی جائیں یا ان کاموں میں سے کوئی کام اس لیے کرتا ہے تاکہ بھلائی کے ساتھ اس کی بیچان ہو اور اس کا ذکر کیا جائے اور لوگ اسے اچھی نگاہ سے دیکھیں۔

پس جب عمل کا باعث تقربِ خداوندی ہو لیکن اس کے ساتھ ان امور میں سے بھی کوئی بات ملی ہوئی ہوتی ہے تاکہ ان امور کی وجہ سے اس کے لیے عمل آسان ہو جائے تو اس کا عمل اخلاص کی حد سے نکل گیا اور اب وہ خالص رضائے الہی کے لیے نہیں ہے بلکہ اس میں شرکتِ پائی گئی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (حدیث شریف میں ہے) کہ میں شرکت سے تمام شرکاء سے بڑھ کر بے نیاز ہوں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ وہ تمام دینی فوائد جن سے نفس کو راحت پہنچتی ہے اور ان کی طرف دل مائل ہوتا ہے وہ کم ہوں یا زیادہ جب وہ عمل میں پائے جائیں تو وہ عمل صاف اور خالص نہیں رہتا اس کا اخلاص زائل ہو جاتا ہے اور انسان کی حالت تویب ہے کہ وہ مفاداتِ دینی سے مرلوط ہے اور خواہشات کے سمندر میں غوطہ زن ہے بہت کم اس کا فعل یا عبارت اس قسم کے فوری فوائد اور غرض سے جدا ہوتی ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ جس شخص کی زندگی کا ایک لمحہ بھی خالص رضائے الہی کے لیے میسر ہو گیا اس نے نجات پائی اور یہ بات اس لیے ہے کہ خلوص بہت نادر ہے اور ان آمیزشوں سے دل کا صاف ہونا بہت مشکل ہے۔

بلکہ خالص نودہ ہے جس کا باعث صرف اللہ تعالیٰ کے قرب کی طلب ہو اور اگر عمل کا باعث صرف یہی امور ہوں تو ایسے عامل کا معاملہ کس قدر سخت ہوگا یہ بات مخفی نہیں ہے لیکن ہمارے پیش نظر وہ صورتیں ہیں کہ جب مقصد اصلی اللہ تعالیٰ کے قرب کا حصول ہو اور اس کے ساتھ یہ امور مل جائیں پھر یہ آمیزش یا نودہ واقفیت کے زنجیر میں ہوگی یا بطور شرکت ہوگی یا مدد و اعانت کے طور پر ہوگی۔ جس طرح نیت کے بیان میں گزر چکا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ باعثِ نفسی، باعثِ دینی کی طرح ہوگا یا اس سے قوی ہوگا یا کمزور ہوگا۔ اور ہر ایک کا الگ حکم ہے جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ عمل ان تمام امور کی آمیزش سے خالص ہو یہ آمیزش کم ہو یا زیادہ، حتیٰ کہ صرف تقربِ خداوندی مقصود ہو اس کے سوا عمل کا کوئی باعث نہ ہو اور یہ بات اسی شخص سے منظور ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت



کرتا ہے اس کا عاشق زار ہے اور آخرت کی فکر میں اس قدر ڈوبا ہوا ہے کہ اس کے دل میں محبتِ دنیا کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے حتیٰ کہ اسے کھانے پینے سے بھی محبت نہیں ہے بلکہ اس سلسلے میں اس کی رغبت اسی قدر ہے جن قدر قضاے حاجت کی رغبت ہے کہ یہ ایک فطری ضرورت سے لہذا وہ کھانے کی خواہش اس لیے نہیں رکھتا کہ یہ کھانا ہے بلکہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر طاقت حاصل ہو۔ اور وہ تمنا کرے کہ کیا اچھا ہو وہ بھوک کی آفت سے محفوظ ہو جائے کہ اسے کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔

پس اس کے دل میں ضرورت سے زائد چیزوں کے لیے کوئی جگہ نہ ہو اور بقدر ضرورت مطلوب ہو کیوں کہ یہ اس کے دین کی ضرورت ہے۔ اس کو صرف فکر الہی ہو پس اس قسم کا شخص اگر کھانا یا پیتا ہے یا قضاے حاجت کے لیے جاتا ہے تو تمام حرکات و سکنات میں اس کا عمل خالص اور نیت صحیح ہوتی ہے۔

مثلاً وہ سوچتا ہے تاکہ آرام حاصل ہو اور اس کے بعد عبادت پر قدرت ہو تو اس کا سونا بھی عبادت ہے اور اس سلسلے میں اسے غلبہ میں کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور جس شخص کی حالت اس طرح نہ ہو اس پر اعمال کے سلسلے میں اخص کا دروازہ بند ہوتا ہے ہاں کبھی کبھی کھلتا ہے اور جس طرح ایسا شخص جس پر اللہ تعالیٰ اور آخرت کی محبت غالب ہو اس کی عام حرکات بھی یہی صفت ہو جاتی ہیں اور وہ اخص بن جاتی ہیں اسی طرح جس شخص کے نفس پر دنیا بلندی اور افتخار یا کوئی دوسری بات جس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق نہ ہو، غالب آجائے تو اس کی تمام حرکات میں بھی یہی صفت آجاتی ہے لہذا اس کی عبادات نماز اور روزہ وغیرہ بہت کم محفوظ رہتی ہیں۔

پس اخص سے اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ نفسانی خواہشات کو توڑ پھوڑ دیا جائے اور دنیا کی طمع کو ختم کر کے صرف آخرت کو پیش نظر رکھا جائے یعنی وہی دل پر غالب ہو اس وقت اخص آسان ہو گا کتنے ہی اعمال ایسے ہیں جن میں انسان تھکاوٹ برداشت کرتا ہے اور اس کے خیال میں یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا ہے حالانکہ وہ اس سلسلے میں دھوکے کا شکار ہوتا ہے کیوں کہ ان میں آفت کی وجہ سے معلوم نہیں ہوتی جیسے کہ کسی بزرگ کے بارے میں منقول ہے انہوں نے فرمایا میں نے تیس سال کی نمازیں جو میں پہلی صفت میں پڑھنا تھا، قضا کیں کیوں کہ ایک دن کسی عذر کی وجہ سے مجھ سے تاخیر ہو گئی اور میں نے دوسری صفت میں نماز پڑھی اس سے مجھے لوگوں کے سامنے شرمندگی ہوئی کہ انہوں نے مجھے دوسری صفت میں دیکھا اس سے مجھے معلوم ہوا کہ جب لوگ مجھے پہلی صفت میں دیکھتے تھے تو اس سے مجھے خوشی ہوتی تھی اور یہ بات میرے لیے راحت قلبی کا سبب تھی لیکن مجھے اس کی خبر نہ تھی اور یہ ایک باریک خفیہ بات ہے کہ اس جیسی باتوں سے بہت کم اعمال محفوظ ہوتے ہیں اور اس بات سے صرف انہی لوگوں کو آگاہی ہو سکتی ہے جن کو اللہ تعالیٰ اس بات کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اور جو لوگ اس سے غافل ہیں وہ قیامت کے دن اپنی تمام نیکیوں کو گناہوں کی شکل میں پائیں گے اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ دگرانی سے وہی لوگ مراد ہیں۔



اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ چیز ظاہر ہوئی جس کا وہ خیال نہیں رکھتے تھے اور ان کے لیے وہ برائیاں ظاہر ہوئیں جو انہوں نے کما فی حق تھیں۔

وَيَذَلُّهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ  
وَذَلَّ اللَّهُ سَيِّئَاتٍ مَا كَسَبُوا -

(۱)

اور ارشاد خداوندی ہے۔

آپ فرمادیجئے کیا میں تمہیں ان لوگوں کی خبر دوں جو اعمال کے اعتبار سے بہت خسارے میں ہیں وہ لوگ جن کی کوشش دنیوی زندگی میں بیکارگی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكَ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالَ  
الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا -

(۲)

اور اس نکتے کا زیادہ سکار علماء میں کیوں کہ ان میں سے اکثر اپنے علم کو پھیلانے سے غلبے کی لذت دوسروں کو چھپے لانے کی خوشی اور حمد و ثناء سے سرور محسوس کرتے ہیں۔ اور شیطان ان کو دوسرے میں ڈالتے ہوئے کہتا ہے تمہاری غرض تو دین خداوندی کو پھیلانا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے مخالفوں کو دور کرنا ہے اور واغظیں لوگوں اور بادشاہوں کی خیر خواہی اور وعظ و نصیحت کا اللہ تعالیٰ پر احسان بجاتے ہیں اور اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ لوگ ان کی بات کو قبول کرنے میں اور ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور واعظ دعویٰ کرتا ہے کہ میری خوشی کا باعث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی نصرت میرے لیے آسان کر دی اور اگر اس کا کوئی جمعہ اس سے اچھا وعظ کرنا ہو اور لوگ اس سے ہٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جائیں تو یہ بات اسے بڑی لگتی ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے وعظ کا باعث دین ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام دوسرے کے سپرد کر دیا اس کے باوجود شیطان اسے تنہا نہیں چھوڑتا اور کہتا ہے میرے غم کا سبب یہ ہے کہ تجھ سے ثواب چلا گیا تو اس لئے غمگین نہیں کہ لوگ تجھے چھوڑ کر دوسری طرف چلے گئے۔ کیوں کہ اگر وہ تیری بات سے نصیحت حاصل کرتے تو تجھے ثواب ہوتا اور تیرا ثواب کے چلے جانے پر غمگین ہونا اچھا ہے اور اس بیچارے کو معلوم نہیں کہ اس کا حق کے لیے جھکاؤ اور تبلیغ کا کام اپنے سے افضل کے سپرد کرنا زیادہ ثواب کا باعث ہے اور تنہا تبلیغ کے مقابلے میں اس صورت میں ثواب زیادہ ہو گا۔ تو بتائیے اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر غمگین ہوتے تو کیا یہ غم اچھا ہوتا یا بُرا؟ اور کسی بھی دین دار آدمی کو اس بات میں شک نہیں کہ اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسا کرتے تو یہ بات قابل تعریف نہ ہوتی کیوں کہ ان کا حق کے

(۱) قرآن مجید سورہ زمر آیت ۲۸، ۲۹

(۲) قرآن مجید سورہ کہف آیت ۱۰۲



سامنے جھک جانا اور قوم کا معاملہ اپنے سے افضل کے سپرد کر دینا خود لوگوں کے مسائل کی ذمہ داری اٹھانے سے بہتر تھا اور اس میں ثواب بھی زیادہ ہے بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اس بات پر خوش ہوئے کہ جو شخصیت ان سے افضل ہے اس نے تنہا اس ذمہ داری کو اٹھایا علماء کو کیا ہوا کہ وہ اس بات پر خوش نہیں ہوتے بعض اوقات کچھ اہل علم شیطان کے دہکے میں آجاتے ہیں اور دل میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی ہم سے افضل عالم پیدا ہوا تو ہمیں خوشی ہوگی لیکن امتحان سے پہلے یہ بات کہنا محض جہالت اور دہوکہ ہے کیوں کہ نفس اس قسم کے وعدوں میں فوراً جھک جاتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ معاملہ درپیش نہیں ہوتا لیکن جب وہ معاملہ آجاتا ہے تو اس میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور اپنے خیال سے رجوع کر لیتا ہے اپنا وعدہ پورا نہیں کرتا اور اس بات کی معرفت اس شخص کو ہو سکتی ہے جو شیطان اور نفس کے مکر و فریب کو جانتا ہے اور اس سلسلے میں اسے کافی تجربہ ہوتا ہے۔

پس حقیقتِ اخلاص کی معرفت اور اس پر عمل ایک گہرا سمندر ہے اس میں سب لوگ ڈوب جاتے ہیں اکا دکا ہی محفوظ رہتے ہیں قرآن مجید کی اس آیت میں اس استثناء کا ذکر ہے ارشاد خداوندی ہے۔

الرَّعِيبَ ذَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ - (۱)

مگر تیرے مخلص بندے (میرے قابو میں نہیں آئیں گے)

تو بندے کو چاہیے کہ ان باریک امور کی خوب چھان بین کرے ورنہ وہ نادانستہ طور پر شیطان کے سجاریوں میں شامل ہو جائے گا۔

### فصل ۳:

## اخلاص کے بارے میں بزرگوں کے اقوال

حضرت صوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص اس بات کا نام ہے کہ خود اخلاص پر بھی نظر نہ رہے کیوں کہ جو شخص اپنے اخلاص میں اخلاص کو دیکھتا ہے اس کا اخلاص بھی اخلاص کا محتاج ہے انہوں نے جو کچھ فرمایا وہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اپنے عمل کو خود پندی سے بھی پاک رکھا جائے کیوں کہ اخلاص کی طرف توجہ اور اس پر نظر بھی خود پندی ہے اور یہ بھی آفات میں سے ایک آفت ہے خالص عمل وہ ہے جو تمام آفات سے پاک ہو اور یہ ایک آفت ہے۔

حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”اخلاص یہ ہے کہ بندے کی حرکت و سکون سب کچھ خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، آپ کا یہ قول جامع ہے اور پوری غرض کو گھیرے ہوئے ہے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کے قول کا بھی یہی مطلب ہے آپ نے فرمایا اخلاص، اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیت کو سچا کرنے کا نام ہے۔



حضرت سہیل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ نفس پر سب سے سخت بات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ”اخلاص“ کیوں کہ اس میں نفس کا اپنا کوئی حصہ نہیں ہے۔

حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں اس عمل کا موضوع طلب نہ کرے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نفسانی مقاصد دنیوی ہوں یا اخروی وہ آفت ہیں اور جو شخص اس لیے عبادت کرے کہ جنت میں نفسانی خواہشات سے بہرہ ور ہو وہ آفت زدہ ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عمل سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہونی چاہیے اور یہ صدیقین کے اخلاص کی طرف اشارہ ہے جسے مطلق اخلاص کہتے ہیں۔

لیکن جو شخص جنت کی امید اور جہنم کے خوف سے عبادت کرتا ہے وہ فوری طور پر ملنے والے فوائد کے حوالے سے غلص ہے ورنہ وہ پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش کو پورا کرنے والا ہے اور عقل مند لوگوں کا سچا مطلوب تو فقط اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور کسی قائل کا یہ قول اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کی حرکت کسی نہ کسی مقصد کے لیے ہوتی ہے مقاصد و اغراض سے پاک ہونا تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور جو اپنے لیے یہ دعویٰ کرے وہ کافر ہے حضرت ابو بکر باقری رحمہ اللہ نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا جو ہر قسم کی غرض سے پاک ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ آپ نے جو فرمایا وہ حق ہے لیکن لوگوں نے اغراض سے پاک ہونے کا مطلب یہ لیا ہے کہ ان اغراض سے پاک ہوجن کو لوگ اغراض کہتے ہیں اور وہ جنتی خواہشات میں محض معرفت، مناجات اور دیدار الہی سے لطف اندوز ہونا تو ان لوگوں کی غرض ہے اور لوگوں کے نزدیک یہ باتیں غرض شمار نہیں ہوتیں بلکہ وہ اس بات پر تعجب کرتے ہیں۔

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اطاعت، مناجات اور بارگاہ خداوندی کی دائمی معاضرت جیسی اہم نعمت جو ان کے پاس ہے اگر اس کے بدلے میں ان کو جنت کی تمام نعمتیں بھی دی جائیں تو وہ اسے حقیر جانیں اور اس کی طرف متوجہ نہ ہوں پس ان کی حرکت بھی کسی غرض کے لیے ہوتی ہے اور عبادت کا بھی ایک مقصد ہوتا ہے اور وہ فقط ذاتِ معبود ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے خالق کی طرف دیکھے اور یوں مخلوق کو دیکھنا بھول جائے۔ اس قول میں صرف ریاکی آفت کی طرف اشارہ ہے اسی لیے بعض بزرگوں نے فرمایا عمل میں اخلاص یہ ہے کہ شیطان اس پر مطلع نہ ہو ورنہ وہ اسے بگاڑ دے گا اور نہ فرشتوں کو اس کا علم ہو کہ وہ اسے لکھیں۔ یہ محض پوشیدہ رکھنے کی طرف اشارہ ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اخلاص وہ چیز ہے جو مخلوق سے پوشیدہ اور ملاوٹ سے پاک ہو۔ یہ قول تمام مقاصد کو جامع ہے۔

حضرت محاسبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ رب کے معاملے سے مخلوق کو نکال دے۔ اس قول میں محض



ریاکی نفی کی طرف اشارہ ہے اسی طرح حضرت خواص رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص ریاست (اقتدار اور دوسروں پر برتری) کا پیالہ پینا ہے وہ بندگی کے اخلاص سے نکل جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کس کا عمل خالص ہے؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرتا ہے اسے یہ بات پسند نہیں ہوتی کہ اس پر کوئی اس کی تعریف کرے تو یہ بھی ریا کو چھوڑنے کی بات ہے آپ نے اس بات کو خاص طور پر اس لیے ذکر فرمایا کہ اخلاص میں خلل کا یہ سب سے مضبوط سبب ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص، عمل کے کدورتوں سے پاک ہونے کا نام ہے۔ حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کو چھوڑنا ریا ہے اور ان کے لیے عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ان دونوں مصیبتوں سے بچائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اخلاص دائمی مراقبہ (اعمال کی حفاظت) اور نفسانی اغراض کو بھولنے کا نام ہے۔

یہ کامل بیان ہے درنہ اس سلسلے میں بے شمار اقوال ہیں لیکن حقیقت واضح ہو جانے کے بعد زیادہ باتیں نقل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور اس سلسلے میں شانی بیان سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے آپ سے اخلاص کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

أَنْ تَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ ثُمَّ تَسْتَقِيمَ كَمَا  
أُمِرْتَ - (۱)

تم کہو کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا۔

یعنی اپنے نفس اور خواہش کے پجاری نہ بنو اور صرف اپنے رب کی عبادت کرو اور اس کی عبادت میں اسی طرح سیدھی راہ پر رہو جس طرح تمہیں حکم دیا گیا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے غیر سے نظر کو دور ہٹانے اور سچی سچا اخلاص ہے۔

فصل ۴۰:

## اخلاص میں پائی جانے والی آفات اور آمیزشوں کے درجات

وہ آفات جو اخلاص کو مکدر کرتی ہیں ان میں سے بعض واضح ہیں اور بعض پوشیدہ ہیں اور بعض واضح ہونے کے باوجود کمزور ہیں جب کہ بعض پوشیدہ ہونے کے باوجود قوی و مضبوط ہیں اور پوشیدہ و ظاہر ہونے کے حوالے سے ان کے درجات کو ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے اور اخلاص کو سب سے زیادہ خراب کرنے والی چیز ریاکاری ہے تو اس سلسلے میں



مثال بیان کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص خلوص سے نماز پڑھ رہا ہو تو شیطان اس کو آفت میں مبتلا کرتا ہے ہے کہ جب کچھ لوگ اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہوں یا اس کے پاس کوئی شخص آئے تو شیطان کہتا ہے اچھی طرح نماز پڑھو تاکہ دیکھنے والے تمہیں تعظیم کی نگاہ سے دیکھے اور تجھے اچھا سمجھے نہ تو تجھے حقارت کی نگاہ سے دیکھے اور نہ تمہاری نسبت کرے، اب یہ شخص شیطان کی بات سن کر اپنے اعضاء میں خشوع ظاہر کرے اور اچھے طریقے سے نماز ادا کرے تو یہ واضح رہا ہے حتیٰ کہ ابتدائی مریدین پر بھی مخفی نہیں ہوتا۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ مرید اس آفت کو سمجھ گیا اور اس نے اس سے بچاؤ کی راہ اختیار کر لی اور وہ شیطان کی اطاعت نہیں کرتا اور نہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے بلکہ پہلے کی طرف نماز کو جاری رکھتا ہے تو اب شیطان کسی خیر کے بہانے سے اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے تیری اتباع اور اقتدا کی جاتی ہے اور تجھے دیکھا جاتا ہے تو جو عمل کرتا ہے لوگ اس سے اثر دیتے ہیں اور تیری اقتدا کرتے ہیں اگر تو اچھا عمل کرے گا تو ان کے عمل کا ثواب بھی پائے گا۔ اور اگر برا کرے گا تو ان کا گناہ بھی تجھ پر ہو گا لہذا اس آدمی کے سامنے اچھا کر دو ہو سکتا ہے وہ خشوع و خضوع اور اچھی طرح عبادت کرنے میں تیری اقتدا کرے۔ یہ درجہ پہلے درجے کی نسبت کچھ پوشیدہ ہے اور بعض اوقات اس صورت میں وہ لوگ بھی دہوکے کا شکار ہو جاتے ہیں جو پہلی صورت میں نہیں ہوتے یہ بھی عین ریاکاری ہے اور اس سے اخلاص باطل ہو جاتا ہے کیوں کہ اگر وہ خشوع اور حسن عبادت کو اچھا سمجھتا ہے کہ دوسرے کے لیے اسے چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتا تو خلوت میں اس کو اپنانے پر راضی کیوں نہیں ہوتا اور یہ بات ممکن نہیں کہ اپنے نفس کے مقابلے میں دوسرے کے نفس کو زیادہ عزیز سمجھے پس یہ محض دہوکے ہے بلکہ پیشوا تو وہ شخص ہے جو اپنے آپ سیدھے راستے پر ہو اور اس کا دل روشن ہو پھر یہ نور دوسروں تک پہنچے اور اس کو ثواب حاصل ہو لیکن یہ تو محض منافقت اور دہوکے ہے پس جو شخص اس کی اقتدار کرے گا اسے ثواب حاصل ہو گا لیکن خود اس سے اس بات کی باز پرس ہوگی کہ اس نے دہوکے کیا اور جو کچھ اس میں ظاہر نہ تھا اس سے اپنے آپ کو موصوف بتایا۔

تیسرا درجہ پہلے دونوں درجوں سے بھی زیادہ دقیق ہے کہ اس سلسلے میں بندہ اپنی آزمائش کرے اور شیطان کے مکر و فریب سے آگاہ ہو اور جان لے کہ خلوت کی صورت میں عبادت کی کیفیت کا کچھ اور ہونا اور کسی کے سامنے دوسری کیفیت کا ہونا محض ریا ہے اور اس بات کو بھی جان لے کہ اخلاص اس چیز کا نام ہے کہ خلوت میں نماز لوگوں کے سامنے والی نماز کی طرح ہو اسے اپنے آپ سے بھی جیا آئے اور اپنے رب سے بھی جیا کرے کہ خلوت میں جو خشوع پایا جاتا ہے لوگوں کے سامنے اس سے زیادہ خشوع ہو پھر خلوت میں اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو اور اپنی نماز کو اس طریقے پر اچھا بنائے جس طریقے کو لوگوں کے سامنے پسند کرتا تھا۔ اور لوگوں کے سامنے بھی اسی طریقے پر نماز پڑھے تو یہ باریک قسم کی ریاکاری ہے کیوں کہ اس نے علیحدگی میں نماز کو اس لیے اچھا کیا کہ لوگوں کے سامنے بھی اسی طرح اچھا بنائے تو اب خلوت اور جمع دونوں میں اس کی توجہ مخلوق کی طرف ہوگی بلکہ اخلاص تو یہ ہے کہ اس کی نماز کی طرف جانوروں اور انسانوں کا دیکھنا برابر ہو گا یا اس



کا دل برداشت نہیں کرتا کہ لوگوں کے سامنے نماز بری طرح ادا کرے پھر اپنے دل میں شکر مانتا ہے کہ کہیں ریاکاروں میں سے نہ ہو جائے اور وہ خیال کرتا ہے کہ جب خلوت اور مجلس کی نماز ایک جیسی ہو جائے گی تو ریاکاری ختم ہو جائے گی۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں بلکہ ریاکاری کا زوال اس وقت ہوگا کہ خلوت اور اجتماع دونوں صورتوں میں مخلوق پیش نظر نہ ہو جس طرح جمادات کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ تو یہ شیطان کے خفیہ فریب ہیں۔

چوتھا درجہ سب سے زیادہ باریک اور خفی ہے کہ لوگ اسے نماز میں دیکھیں اور شیطان یہ بات کہنے سے عاجز آجائے کہ ان کے لیے خشوع اختیار کر دیکوں کہ شیطان اس بات کو جانتا ہے کہ وہ شخص یہ بات سمجھ چکا ہے اس لیے شیطان کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال میں غور کرو اور دیکھو تم کس کے سامنے کھڑے ہو اور اس بات سے جیا کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو دیکھے اور تمہارا دل اس سے غافل ہو اس خیال کے آنے سے اس کا دل حاضر ہوتا ہے اور اعضاء میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور وہ اسے عین اخلاص سمجھتا ہے حالانکہ یہ تو خاص مکر اور دھوکہ ہے اگر اس کا خشوع اللہ تعالیٰ کے جلال کو دیکھنے ہوئے ہوتا تو تنہائی میں بھی یہ خطرہ ہوتا اور یہ حالت دوسروں کے دیکھنے کے ساتھ خاص نہ ہوتی اس آفت سے محفوظ ہونے کی علامت یہ ہے کہ یہ خیال تنہائی میں بھی اس کے دل میں جمائے جس طرح مجلس میں رہتا ہے اور دوسروں کی موجودگی اس خیال کی ماضی کا سبب نہ ہو جس طرح جانوروں کی موجودگی اس خیال کا باعث نہیں ہوتی پس جب تک وہ انسانی مشاہدے اور جانور کے مشاہدے میں فرق کرتا ہے اخلاص کی صفائی سے خارج رہے گا اور اس کا باطن شرک خفی یعنی ریا سے ملوث رہے گا اور یہ شرک انسان کے دل میں سیاہ چوٹی کے سخت اندھیری رات میں سخت پتھر پر چلنے سے بھی زیادہ پورے شہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ (۱)

شیطان سے وہی شخص بچ سکتا ہے جو گہری نظر رکھتا ہو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس کی توفیق سے سعادت مند ہو ورنہ شیطان ہر وقت ان لوگوں کی تاک میں رہتا ہے جو عبادت خداوندی میں مستعد ہوتے ہیں وہ ان سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں ہوتا اور ان کو ہر حرکت میں ریاکاری پر ابھارتا ہے حتیٰ کہ آنکھوں میں سرمہ لگائے تو نہیں کاٹنے، جمعہ کے دن خوشبو لگانے اور کپڑے پہننے میں ریاکاری کرتے ہیں یہ امور مخصوص اوقات میں سنت ہیں اور نفس کے لیے ان میں ایک خفی غرض ہے کیوں کہ لوگ ان کاموں کو دیکھتے ہیں اور طبیعت ان سے مانوس ہوتی ہے اس لیے شیطان ان کاموں کے کرنے کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سنت ہے اس لیے ایسے چھوڑنا نہیں چاہیے اور نفس کو اس تقریر سے اس لیے ترغیب ہوتی ہے کہ اس میں خفیہ شہوتیں موجود ہیں یا اس میں کچھ آمیزش ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اخلاص کی حد سے نکل جاتا ہے اور جو ان تمام آفات سے محفوظ نہ ہو وہ خالص نہیں بلکہ جو شخص ایسی مسجد میں طواف کرتا ہے جس کی تعمیر اور صفائی وغیرہ عمدہ ہے تو اس



سے طبیعت مانوس ہوتی ہے اور شیطان اس سلسلے میں اسے رغبت دیتا ہے اور امکان کے فضائل کثرت سے بیان کرتا ہے اور بعض اوقات اس کا محرک خفی مسجد کی خوبصورتی کی وجہ سے اس سے مانوس ہونا اور اس میں طبیعت کا آرام پانا ہے اور یہ بات اس وقت واضح ہوتی ہے جب ایک مسجد دوسری کے مقابلہ میں زیادہ خوبصورت ہو اور اس وجہ سے اس کی طرف میلان ہو اور ان سب صورتوں میں طبیعت کی آمیزش اور نفس کی کدورت ملی ہوتی ہے اور یہ بات اخلاص کو باطل کر دیتی ہے جس طرح خالص گھونٹ میں کھوٹ ملی ہوئی ہو تو اس کے لیے درجات ہیں۔ بعض اوقات کھوٹ غالب ہوتی ہے اور بعض کھوٹ کم ہوتی ہے لیکن جلد معلوم ہو جاتی ہے اور کبھی نہایت دقیق ہوتی ہے تجربہ کار آدمی کے سوا کسی کو پتہ نہیں چلتا۔

لیکن دل کی کھوٹ شیطان کا مکر و فریب اور نفس کا خبت اس سے بھی زیادہ پوشیدہ اور دقیق ہوتا ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ عالم کی دو کیفیتیں جاہل کی ایک سال کی عبادت سے افضل ہیں اور اس سے وہ عالم مراد ہے جو اعمال کی باریک و دقیق آفات کی بصیرت رکھتا ہو تاکہ ان آفات سے اپنے اعمال کو صاف کر سکے کیوں کہ جاہل کی نظر ظاہری عبادت پر ہوتی ہے اور اسی سے وہ دہوکھا جاتا ہے جس طرح ایک دیہاتی جو دینار کو دیکھتا ہے کہ سترخ اور گول ہے حالانکہ وہ کھوٹا اور نکما سا دینار ہوتا ہے جب کہ تھوڑا سا خالص سونا جس کو تجربہ کار شخص پرکھتا ہے اس دینار سے بہتر ہے جس کو غیبی اور نادان شخص اچھا سمجھتا ہے۔

پس عبادات میں تفاوت کا بھی یہی مسئلہ ہے بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ سخت اور بڑا ہے اور جس قدر آفات اعمال میں داخل ہوتی ہیں وہ شمار سے باہر ہیں لہذا ہم نے جو مثال بیان کی ہے اس سے نفع حاصل کرنا چاہیے سمجھا کر آدمی کے لیے تھوڑی سی گفتگو بھی کافی ہے جب کہ غیبی شخص کو لمبی چوڑی باتوں سے بھی فائدہ نہیں لہذا تفصیل میں جانا بے فائدہ ہے۔

فصل ۵:

## مخلوط عمل کا حکم اور ثواب

جان لو جب عمل اللہ تعالیٰ کے لیے خالص نہ ہو بلکہ اس میں دکھاوا یا نفس کی اغراض شامل ہوں تو اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا اس سے ثواب ملے گا یا عذاب ہوگا؟ یا کچھ بھی نہیں ہوگا تو ثواب نہ عذاب۔ لیکن جس عمل میں ریاکاری ہی مقصود ہو وہ قطعی طور پر نقصان دہ ہے اور وہ ناراضگی اور عذاب کا سبب ہے اور جو عمل اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہو وہ باعث ثواب ہے اختلاف صرف مخلوط عمل میں ہے احادیث کے ظاہر سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس عمل کا ثواب نہیں ہوگا اور اس سلسلے میں روایات میں تعارض ہے (۱)

(۱) سنن ابوداؤد میں ہے ایک شخص نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد کرتا ہے لیکن وہ سامان دینا کا تو ہمت مند ہے

آپ نے فرمایا اس کا جہاد نہیں رسنن ابی داؤد جلد اول ص ۴۴ کتاب الجہاد



ہمارے خیال میں باعثِ عمل کی طائفہ کو دیکھا جائے اگر دینی اور نفسانی باعث برابر ہوں یعنی ان کا قیام اور سقوط مساوی ہوتو اس سلسلے میں ثواب و عذاب کچھ نہ ہوگا اور اگر دکھاوے کا سبب غالب اور قوی ہوتو یہ عمل نفع نہ دے گا بلکہ باعث نقصان و عذاب ہوگا۔ ہاں اس صورت میں عذاب اس عذاب سے ہلکا ہوگا جو محض ربا کی صورت میں ہوتا ہے اور اس عمل میں تقربِ خداوندی کی نیت بالکل نہیں ہوتی اور اگر کسی دوسرے باعث کے مقابلے میں تقربِ خداوندی غالب ہوتو جس قدر باعث دینی زیادہ ہوگا اسی قدر ثواب بھی ملے گا۔ کیوں کہ ارشادِ خداوندی ہے۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ  
يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔  
پس جو شخص ذرہ بھر نیکی کرتا ہے وہ اسے دیکھ لے  
گا (اس کا ثواب پائے گا) اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا  
وہ اسے دیکھ لے گا۔ (۱)

اور ارشادِ خداوندی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكَ  
حَسَةً يَضَعْفُهَا۔ (۲)  
بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہو تو  
اسے بڑھا دیتا ہے۔

لہذا نیکی کا ارادہ ضائع نہیں ہوگا بلکہ اگر ربا کا قصد غالب ہوتو اس کے مساوی ثواب ضائع ہو جائے گا اور جو  
زائد ہے باقی رہ جائے گا اور اگر قصدِ ربا مغلوب ہوتو اس کے سبب سے اتنا عذاب سا قسط ہو جائے گا جو محض قصد  
فاسد سے ہوتا ہے۔

اس بات کی تحقیق اس طرح ہے کہ اعمال کی تاثیر دلوں میں ہوتی ہے کہ جس صفت سے وہ صادر ہوتے ہیں وہ اسے  
پکا کرتے ہیں پس جو چیز ربا کی دعوت دیتی ہے وہ مہلکات میں سے ہے اور اس مہلک کی غذا اور قوت اس کے مطابق  
عمل کرنا ہے اور خیر کا داعیہ نجات دینے والے امور میں سے ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا اس صفت کو مضبوط کرتا  
ہے جب یہ دونوں متضاد صفات دل میں اکٹھی ہو جائیں اور پھر ربا کے تقاضے کے مطابق عمل کرے تو یہ صفت مضبوط  
ہو جائے گی اور تقربِ خداوندی کے تقاضے کے مطابق عمل کرے تو یہ قوت بھی مضبوط ہو جائے گی اور ان دونوں میں  
سے ایک مہلک ہے اور دوسری نجات دینے والی ہے اب اگر دونوں کی تقویت برابر ہوتو دونوں مساوی ہو جائیں گی مثلاً  
کسی شخص کو گرم چیزیں نقصان دیتی ہیں جب وہ گرم چیز کھانے کے بعد ٹھنڈی چیز کھائے جس کی طاقت گرم چیز کی طاقت کے  
برابر ہوتو ان دونوں کو کھانے کے بعد اس طرح ہوگا کہ گویا اس نے دونوں چیزیں نہیں کھائیں اور اگر ان میں سے ایک

(۱) قرآن مجید، سورہ زلزال آیت ۷، ۸

(۲) قرآن مجید، سورہ النسا آیت ۴۰  
www.maktabah.org



غالب ہو تو وہ اثر سے خالی نہ ہوگی۔ تو جس طرح کھانے، پانی اور دواؤں میں سے ذرہ بھر بھی ضائع نہیں ہوتا اور سنتِ الہیہ کے مطابق جسم پر اس کا اثر ضرور ہوتا ہے اسی طرح خیر و شر کا کوئی ذرہ بھی ضائع نہیں ہوتا اور دل کو ردِ شکر یا تائب کرنے اور اللہ تعالیٰ سے قرب یا دوری کے سلسلے میں اس کی تاثیر ہوتی ہے پس جب ایسا عمل کرے جو اسے بالشت بھرا اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ عمل بھی موجود دُوری کا باعث ہے تو وہ پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے گا اور اسے نہ تو کوئی فائدہ ہوگا اور نہ ہی نقصان۔

اور اگر ایسا عمل موجود بالشت قریب کرتا ہے اور دوسرا عمل ایک بالشت دُور کرتا ہے تو ظاہر بات ہے کہ ایک بالشت کی فضیلت باقی رہے گی۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

أَقْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَفْحَهُهَا (۱)

برائی کے پیچھے نیکی لاؤ وہ اسے مٹا دے گی۔

جب محض ریا کو اخصاصِ محض مٹا دیتا ہے تو جس صورت میں دونوں جمع ہوں تو وہ ضرور ایک دوسرے کو دُور کریں گے۔ اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جو شخص حج کے لیے جائے اور اس کے پاس تجارت کا مال بھی ہو تو اس کا حج صحیح ہوگا اور اس پر اسے ثواب بھی ملے گا اگرچہ اس میں نفسانی غرض شامل ہوگئی۔ ہاں ممکن ہے کہا جائے کہ اعمال پر ثواب اس وقت ملے گا جب وہ مکرم پہنچ جائے اور تجارت حج پر موقوف نہیں ہے پس وہ خالص ہے البتہ سفر حج مشترک ہے اور جب تجارت کی نیت ہو تو اس (سفر) کا ثواب نہیں ملے گا لیکن بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے جب محرک اصلی حج ہی ہے اور تجارت کی غرض بطور مددگار اور تابع کے ہے تو نفسِ سفر بھی ثواب سے خالی نہ ہوگا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ غازی جب کفار سے لڑیں اور مالِ غنیمت حاصل ہو اور دوسری صورت میں غنیمت حاصل نہ ہو تو وہ ان دونوں صورتوں میں فرق نہیں پاتے لیکن یہ بات بھی عقل سے بعید ہے کہ یہ فرق ان کے ثواب کو بالکل ضائع کر دیتا ہے بلکہ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ جب جہاد کا باعث اصلی اور محرک قوی اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند کرنا ہو اور غنیمت میں رغبت تابع ہو تو اس سے ثواب ضائع نہ ہوگا ہاں اس کا ثواب اُس کے ثواب کے مساوی نہیں ہوگا جس کا دل غنیمت کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتا کیوں کہ غنیمت کی طرف توجہ بہر حال نقصان ہے۔

سوال :

آیات و احادیث پتہ چلتا ہے کہ ریا سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے اور طلبِ غنیمت، تجارت اور تمام نفسانی اغراض اسی معنی میں ہیں حضرت طاؤس اور دیگر تابعین رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے



اس شخص کے بارے میں پوچھا جوں کی توڑتا ہے یا آپ نے فرمایا صدقہ کرتا ہے تو پسند کرتا ہے کہ اس کی تعریف کی جائے اور اسے اجر ملے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب نہ دیا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ  
عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ  
أَحَدًا۔ (۱)

پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو  
اسے چاہیے کہ اچھا عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت  
میں کسی ایک کو شریک نہ ٹھہرائے۔

اور اس شخص نے تعریف اور اجر دونوں کا ارادہ کیا تھا۔ (۲)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے فرمایا۔  
أَدْنَىٰ إِلَيَّ شِرْكٌ۔ (۳)

تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔  
يُقَالُ لِمَنْ أَشْرَكَ فِي عَمَلِهِ خَذًا جُرَكَ  
مِمَّنْ عَمِلَتْ لَهُ۔ (۴)

جو شخص اپنے عمل میں شرک کرتا ہے (قیامت کے  
دن) اس سے کہا جائے گا کہ تو نے جس کے لیے عمل کیا  
ہے اسی سے اجر طلب کرو۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ (ایک حدیث قدسی) روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں شرکت سے سب سے  
زیادہ بے نیاز ہوں جو شخص میرے لیے عمل کرے اور اس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کرے تو میں اپنا حصہ بھی اپنے  
شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض  
کیا یا رسول اللہ! ایک شخص غیرت کے تحت لڑتا ہے دوسرا بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے اور تیسرا شخص جنت میں اپنا  
مکان دیکھنے کے لیے لڑتا ہے (تو مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے؟)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
مَنْ قَاتَلَ لِيَتَكُونَ كَلِمَةً اللَّهُ هِيَ الْعُلْيَا  
جو شخص اس لیے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند ہو

(۱) قرآن مجید، سورہ کہف آیت ۱۱۰

(۲) الدر المنثور جلد ۲ ص ۲۵۵ تحت آیت فمن كان يرجو لقاء

(۳) المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۲۶۲ کتاب مرقاة الصحابة

(۴) الترغيب والترهيب جلد اول ص ۹۹ مقدمه الكتاب



فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - (۱)  
تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں (مجاہد) ہے۔  
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کہتے ہو فلاں شخص شہید ہے اور ہو سکتا ہے اس نے اپنے جانور کے  
بورے چاندی سے بھر لیے ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
مَنْ هَاجَرَ بَيْنَتِي دَسْتِيَامِنَ الدُّنْيَا  
فَهُوَ لَكَ - (۲)  
جو شخص دنیا کی کوئی چیز حاصل کرنے کے لیے ہجرت  
کرے تو اس کے لیے وہی کچھ ہوگا۔

### جواب:

ہم کہتے ہیں یہ احادیث ہماری مذکورہ تقریر کے خلاف نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو شخص صرف دنیا چاہتا ہو جیسا کہ  
ابلی حدیث ہجرت میں گزرا اور یہی (دنیا) اس کے ارادے پر غالب ہو اور ہم نے ذکر کیا کہ یہ نگاہ اور زیادتی ہے یہ بات  
نہیں کہ طلب دنیا حرام ہے بلکہ دینی کاموں کو طلب دنیا کا آلہ بنانا حرام ہے کیوں کہ اس میں ریا اور عبادت کو اپنی جگہ سے  
تبدیل کرنا ہے۔

لیکن لفظ شرکت جہاں کہیں وارد ہوا مطلق برابری کے معنی میں آیا ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب در ارادے  
مساوی ہوں تو ساقط ہو جاتے ہیں اور نفع نقصان کچھ بھی نہیں ہوتا لہذا اس پر ثواب کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔  
پھر انسان حالت شرکت میں ہمیشہ خطرے میں رہتا ہے اسے معلوم نہیں کہ دونوں باتوں میں سے کونسی بات اس  
کے ارادے پر زیادہ غالب ہوگی پس بعض اوقات وہ اس کے لیے اوبال بن جاتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے  
ارشاد فرمایا۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ  
عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ  
رَبِّهِ أَحَدًا - (۳)

مطلب یہ ہے کہ شرکت کے ہوتے ہوئے ملاقاتِ خداوندی کی امید نہ رکھے کیوں کہ شرکت کا سب سے مضر  
نتیجہ یہ ہے کہ عمل ساقط ہو جائے۔

(۱) صحیح بخاری جلد اول ص ۴۹۲ کتاب الجہاد

(۲) مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۱۰۱ کتاب الصلوٰۃ

(۳) قرآن مجید، سورہ کہف آیت ۱۱۰



یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ منصب شہادت جہاد میں اخلاص کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور یہ بات کہنا بعید از عقل ہے کہ جس شخص کا دینی ارادہ اس انداز کا ہو کہ وہ اسے محض جہاد کی رغبت دے اگرچہ غنیمت حاصل نہ ہو اور کفاد کی دونوں قسم کی جماعتوں یعنی تونگر اور مفلس (دونوں) سے لڑ سکتا ہو پس وہ مالدار جماعت کی طرف مائل ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی بلند ہو اور غنیمت بھی حاصل ہو تو اسے ثواب بالکل نہیں ملے گا اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ معاملہ اس انداز کا ہو کیوں کہ یہ دین میں حرج کا باعث ہے اور اس سے مسلمان مایوسی کا شکار ہوتے ہیں کیوں کہ اس قسم کے ضمنی کمیزنوں سے انسان کبھی بھی خالی نہیں ہوتا ہاں تا در صورتیں مستثنیٰ ہیں اور اس قسم کی بات ثواب میں کمی پیدا کرتی ہے عمل کو بالکل ضائع نہیں کرتی۔

ہاں اس میں انسان کے لیے بہت بڑا خطہ ہے کیوں کہ بعض اوقات وہ خیال کرتا ہے کہ قوی سبب تقرب قدوند کا قصد ہے حالانکہ اس کے دل میں نفسانی اغراض غالب ہوتی ہیں اور یہ بات نہایت خفی ہوتی ہے پس اجر کا حصول صرف اخلاص کی بنیاد پر ہوتا ہے اور انسان اگرچہ بہت زیادہ احتیاط کرے اسے اپنے نفس سے اخلاص کا یقین بہت کم ہوتا ہے۔

اسی لیے مناسب ہے کہ وہ ہمیشہ خوب کوشش کرے اور قبول ورد کے درمیان متردد رہے اور اس بات کا خون رکھے کہ کہیں اس کی عبادت میں ایسی آفت نہ آجائے جن کا وبال ثواب کے مقابلے میں زیادہ ہو اور اب بصیرت جو فون رکھنے والے تھے وہ اسی طرح کرتے تھے۔ اور یہ صاحب بصیرت کو اسی طرح کرنا چاہیے۔ اسی لیے حضرت سفیان نے فرمایا میں اپنے ظاہر ہونے والے عمل پر اعتماد نہیں کرتا۔

حضرت عبدالعزیز بن رواد رحمہ اللہ نے فرمایا میں اس گھر (بیت اللہ شریف) کا ساٹھ سال مجاور رہا اور میں نے ساٹھ حج کئے لیکن میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے جو عمل بھی کیا اس میں اپنے نفس کا محاسبہ کیا تو شیطان کا حصہ اللہ تعالیٰ کے حصے سے زیادہ پایا کاش میرا حساب برابر ہو بیخ نہ ہو تو نقصان بھی نہ ہو۔

لیکن اس کے باوجود آفت اور ریا کے خون سے عمل کو چھوڑنا مناسب نہیں کیوں کہ شیطان کی انتہائی آرزو یہی ہے مقصود تو یہ ہے کہ اخلاص نہ جانے پائے اور حجب عمل کو چھوڑے گا تو عمل اور اخلاص دونوں چلے جائیں گے۔

منقول ہے کہ ایک فقیر حضرت ابوسعید خدری رحمہ اللہ کی خدمت کیا کرتا اور ان کے اعمال میں مدد کرتا ایک دن حضرت ابوسعید رحمہ اللہ نے حرکات کے سلسلے میں اخلاص کا ذکر کیا تو فقیر ہر حرکت میں دل کی نگوئی کرنے لگا اور اخلاص کو تلاش کرتا چنانچہ اس کے لیے حاجات کی تکمیل میں مشکل ہو گئی جس سے شیخ کو نقصان ہوا انہوں نے فقیر سے پوچھا کہ کام کیوں نہیں کرتے تو اس نے بتایا کہ میں نفس سے حقیقت اخلاص طلب کرتا ہوں اور میرا نفس اخلاص سے عاجز ہے لہذا میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔



حضرت ابو سعید رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا اس طرح نہ کرو کیوں کہ اخلاص عمل کو ختم نہیں کرتا لہذا ہمیشہ عمل کرو اور اخلاص کی کوشش کرو میں نے تم سے یہ نہیں کہا کہ عمل چھوڑ دو میں نے تو صرف یہ کہا کہ عمل میں اخلاص پیدا کرو۔  
حضرت فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا لوگوں کی وجہ سے عمل کو چھوڑنا ریا ہے اور مخلوق کو دکھانے کے لیے عمل کرنا شرک ہے۔





## تیسرا باب

### صدق اور اس کی فضیلت و حقیقت

فصل ۱:

#### فضیلتِ صدق

ارشاد خداوندی ہے۔

کچھ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دیا۔

رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ (۱)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بے شک سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ صدیق (بہت سچ بولنے والا) لکھ دیا جاتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ گنہ کی طرف لے جاتا ہے اور گنہ جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی مسلسل جھوٹ بولتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب (بہت جھوٹ بولنے والا) لکھا جاتا ہے۔

إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَالْبِرِّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّىٰ يَكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدْقًا وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَالْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّىٰ يَكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذِبًا۔

(۲)

فضیلتِ صدق کے بارے میں اتنی بات کافی ہے کہ لفظ صدیق، صدق سے مشتق ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی تعریف میں لفظ صدیق ذکر فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اور کتاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیجئے بیشک

وَأَذْكُرُنِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ

(۱) قرآن مجید، سورہ احزاب آیت ۲۳

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۰، کتاب الادب



آپ سچے نبی تھے۔

صَدِّيقًا نَبِيًّا۔ (۱)

اور فرمایا۔

اور کتاب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر لکھیے آپ وعدے کے سچے اور رسول، نبی ہے۔

وَأَذْكُرُنِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا (۲)

اور ارشاد خداوندی ہے۔

اور کتاب میں حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر کریں بیشک آپ سچے نبی تھے۔

وَأَذْكُرُنِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صَدِّيقًا نَبِيًّا۔ (۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں وہ نفع حاصل کرتا ہے سچائی، حیا، اچھے اخلاق اور شکر۔

حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے سچائی کا معاملہ کرتا ہے وہ لوگوں سے دُور رہتا ہے۔ حضرت ابو عبد اللہ ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت منصور دینوری رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟ فرمایا اس نے مجھے بخش دیا اور مجھ پر رحم فرمایا اور مجھے وہ کچھ عطا فرمایا جس کی مجھے امید نہ تھی۔ میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ کی طرف بندہ کس چیز کے ذریعے اچھی طرح متوجہ ہوتا ہے؟ فرمایا سچ کے ساتھ اور سب سے بُری چیز جس کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ جھوٹ ہے۔

حضرت ابوسلمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں سچ کو اپنی سواری اور حق کو اپنی تلوار بناؤ اور اللہ تعالیٰ ہی تمہاری طلب کی غایت ہونا چاہیے۔

ایک شخص نے کسی دانا آدمی سے کہا میں نے کوئی سچا آدمی نہیں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا اگر تو خود سچا ہوتا تو سچے لوگوں کو پہچان لیتا۔

حضرت محمد بن علی کتانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم نے اللہ تعالیٰ کے دین کو تین باتوں یعنی حق، صدق اور عدل پر استوار پایا پس حق اعضا پر ہوتا ہے، عدل دلوں پر اور سچ عقولوں پر ہوتا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ارشاد خداوندی ہے۔

(۱) قرآن مجید سورہ مریم آیت ۴۱

(۲) قرآن مجید سورہ مریم آیت ۵۴

(۳) قرآن مجید سورہ مریم آیت ۵۶



وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوعَالِي  
اللَّهُ وَجُوهَهُمْ مُسْوَدَّةٌ - (۱)

اور قیامت کے دن تم ان لوگوں کے چہروں کو سیاہ دیکھو  
گے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کیا لیکن یہ سچے نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف دعویٰ بھیجی کہ اسے داؤد علیہ السلام! جو تخلص دل سے میری تصدیق کرتا ہے  
ہے میں مخلوق کے سامنے علانیہ طور پر اس کو سچا کرتا ہوں۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ کی مجلس میں ایک شخص نے چیخ ماری اور اپنے نفس کو رجبہ میں ڈال دیا حضرت شبلی رحمہ اللہ  
نے فرمایا اگر یہ شخص سچا ہوا تو اللہ تعالیٰ اسے نجات دے گا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور اگر جھوٹا ہے تو  
اللہ تعالیٰ اسے غرق کرے گا جس طرح فرعون کو غرق کیا بعض بزرگوں نے فرمایا کہ فقہاء اور علماء کاتبین باتوں پر اتفاق سے کہ  
اگر وہ صحیح ہو جائیں تو آرمی نجات پالیتا ہے اور وہ تینوں باتیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر پوری ہوتی ہیں۔ اسلام جو بدعت  
اور خواہش سے خالص ہو، اعمال میں اللہ تعالیٰ کے لیے صدق اور پاکیزہ کھانا۔

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے تورات کے حاشیے میں ہیں عرووف ایسے پائے جن کو نبی اسرائیل  
کے نیک لوگ اٹھے ہو کر پڑھا کرتے تھے وہ الفاظ یہ ہیں۔

علم سے بڑھ کر کوئی خزانہ نافع نہیں، بردباری سے زیادہ نفع بخش کوئی مال نہیں غصے سے بڑھ کر کوئی نسب ہلکا نہیں، عمل  
سے زیادہ بہتر کوئی ساتھی نہیں جہالت سے برا کوئی دوست نہیں، تقویٰ سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں خواہش کو چھوڑنے سے زیادہ  
کوئی گرم نہیں، فکر سے زیادہ افضل کوئی عمل نہیں صبر سے اعلیٰ کوئی نیکی نہیں تکبر سے زیادہ گستاخ کوئی برائی نہیں، نرمی سے زیادہ  
نرم کوئی دوا نہیں، بیوقوفی سے زیادہ دردناک کوئی بیماری نہیں، حق سے بڑھ کر عادل کوئی رسول نہیں کوئی دلیل سچائی سے بڑھ  
کو خیر خواہ نہیں، طبع سے بڑھ کر کوئی فقیر ذلیل تر نہیں مال جمع کرنے سے بڑھ کر کوئی بد بخت مال داری نہیں صحت سے زیادہ اچھی  
کوئی زندگی نہیں، عفت سے زیادہ محافظ کوئی معیشت نہیں شروع سے زیادہ اچھی کوئی عبادت، نہیں، قناعت سے بہتر کوئی تہجد  
نہیں خاموشی سے زیادہ حفاظت کرنے والا کوئی نگران نہیں اور کوئی غائب چیز موت سے بڑھ کر قریب نہیں۔

حضرت محمد بن سعید مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تم اللہ تعالیٰ کو سچائی کے ساتھ طلب کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے  
ہاتھ میں ایک ایسا آئینہ دے گا کہ تم دنیا اور آخرت کے عجائب میں سے ہر چیز دیکھو گے۔

حضرت ابو بکر وراق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سچائی کی حفاظت کرو اور اپنے اور مخلوق  
کے درمیان نرمی اختیار کرو حضرت زوالنون مصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا بندہ اپنے امور کی اصلاح کے لیے



کوئی راستہ پایا ہے تو آپ نے فرمایا۔

قَدْ يَقِينَا مِنَ الذَّنْبِ حَيَاةً نَطْلُبُ  
الصَّدَقَ مَا إِلَيْهِ سَبِيلٌ فَدَعَا  
الْمَوِيَّ نَخِفْتُ عَلَيْكَ وَخَلَدْتُ الْهَوِيَّ  
عَلَيْكَ ثَقِيلٌ

ہم گنہوں کے باعث حیران ہیں ہم سچائی چاہتے ہیں  
لیکن اس کی طرف کوئی راستہ نہیں ہمارے لیے عشق  
کا دعویٰ آسان ہے لیکن خواہش کی خلاف ورزی بہت  
مشکل ہے۔

حضرت سہیل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ہمارے اس معاملے کی اصل کیا ہے آپ نے فرمایا صدق، سخاوت اور شجاعت،  
معنی کیا گیا اضافہ فرمائیے فرمایا تقویٰ، حیا اور حلال غذا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔  
قَوْلَ الْحَقِّ وَالْعَمَلُ بِالصَّدَقِ -  
ارشاد خداوندی ہے۔

تاکر وہ سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں پوچھے۔  
رَبِّسَأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ (۱)  
حضرت جنید رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ جو لوگ اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہیں ان کے رب کے ہاں ان سے  
اس صداقت کے بارے میں سوال ہوگا اور یہ پُرخطر معاملہ ہے۔

فصل ۲:

## صدق کی حقیقت، معنی اور مراتب

جان لو صدق چھ معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) گفتگو میں صدق (۲) نیت و ارادہ میں صدق (۳) عزم میں صدق (۴) ارادے کو پورا کرنے میں صدق (۵) عمل میں  
صدق (۶) تمام مقامات دین کی تحقیق میں صدق۔

پس جو شخص ان تمام معانی میں صدق سے موصوف ہو وہ صدیق ہے کیوں کہ وہ صدق میں انتہائی درجہ تک پہنچتا ہے  
پھر صادقین کے بھی بہت سے درجات ہیں پس جس شخص میں کسی خاص چیز میں صدق پایا جائے وہ اسی چیز کی نسبت سے  
صادق کہلائے گا۔

پہلا صدق :- یہ زبان کا صدق ہے اور یہ صرف خبریں دینے میں یا ان باتوں میں ہوتا ہے جو خبروں میں شامل ہوں

(۱) قرآن مجید، سورہ احزاب آیت ۸



اور ان سے آگاہی ہو اور خبر یا نوامی سے متعلق ہوتی ہے یا سنبھل سے اور اس میں وعدے کو پورا کرنا اور اس کی خلاف ورزی کرنا بھی داخل ہے ہر بندے پر لازم ہے کہ اپنے الفاظ کی حفاظت کرے لہذا سچی بات ہی کہے صداقت کی اقسام میں سے سب سے زیادہ مشہور اور ظاہر یہی قسم ہے پس جو شخص خلاف حقیقت خبر دینے سے اپنی زبان کی حفاظت کرے وہ سچا ہے۔

لیکن اس صدق کے دو کمال ہیں ایک کنایات سے بچنا کیوں کہ کہا گیا ہے کہ کنایات میں جھوٹ کے لیے کھلا میدان ہے کیوں کہ یہ بھی جھوٹ کے قائم مقام ہیں اس لیے کہ جھوٹ میں یہی بات ممنوع ہے کہ جو بات جس طرح ہے اس کے خلاف سمجھائی جائے۔ لیکن اس کی ضرورت پڑتی ہے اور بعض اوقات مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے مثلاً بچوں اور عورتوں وغیرہ کو ادب سکھانے، دشمنوں کے ساتھ لڑائی اور ان کو مملکت کے اسرار پر اطلاع سے احتراز کرنے ظالموں سے بچاؤ وغیرہ کے سلسلے میں اگر کوئی شخص جھوٹ بولنے پر مجبور ہو تو سچائی کے باقی رہنے کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ گفتگو کرے جس کا حق نے اس کو حکم دیا اور وہی دین کا تقاضا ہے اس سلسلے میں وہ سچا ہو گا اگرچہ بظاہر اس کا کلام خلاف حقیقت سمجھا جاتا ہے۔ کیوں کہ صدق ذاتی طور پر مراد نہیں ہوتا بلکہ حق پر دلالت اور اس کی طرف دعوت مقصود ہوتی ہے لہذا اس کی صورت کو دیکھنے کی بجائے اس کے معنی کو دیکھا جائے۔

ہاں ایسی جگہوں میں جہاں تک ممکن ہو سکے کنایات کی طرف رجوع کیا جائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر کی طرف تشریف لے جانا چاہتے تو اسے چھپاتے (۱) تاکہ یہ خبر دشمنوں تک نہ پہنچ جائے اس طرح وہ آپ کا قصد کریں گے۔ اور یہ بات جھوٹ نہ ہوتی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَيْسَ بَكْتَابٍ مِّنْ أَصْلَحَ بَيْنَ اثْنَيْنِ  
نَقَالَ خَيْرًا أَوْ أَمَى خَيْرًا - (۲)

وہ شخص جھوٹا نہیں جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کراتے ہوئے اچھی بات کہے یا نیکی کو بڑھائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جگہوں میں مصلحت کے موافق بات کرنے کی اجازت دی ہے (۱) وہ شخص جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کرائے (۲) جس کی دو بیویاں ہوں اور (۳) وہ شخص جو لڑائی کی مصلحتوں کو پیش نظر رکھے یہاں سچائی نیت کی طرف پھر جاتی ہے پس جب اس کی نیت صحیح اور قصد درست ہو اور محض بھلائی کا ارادہ ہو تو وہ صادق و صدیق ہو گا اس کے الفاظ کچھ بھی ہوں پھر اس میں بھی کنایہ کا استعمال زیادہ بہتر ہے اور اس کا طریقہ جس طرح بعض بزرگوں سے منقول ہے اس طرح ہے کہ ظالم ان کی تلاش میں تھے اور وہ گھر میں موجود تھے انہوں نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ

(۱) صحیح بخاری جلد اول ص ۱۴۴ کتاب الجہاد

(۲) المعجم الصغیر بطبرانی جلد اول ص ۱۰۲ باب من استأمننا



اپنی انگلی سے دائرہ کھینچو اور دائرے میں انگلی رکھ کر کہو کہ وہ یہاں نہیں ہیں اس طرح وہ جھوٹ سے اور ظالم کے ظلم دونوں سے بچ جاتے اور ان کی بات بھی سچ نہیں لیکن ظالم سمجھتا کہ وہ گھر میں نہیں ہیں۔

تو کلام میں سب سے پہلا کمال تو یہ ہے کہ مزاح جھوٹ اور کنایات دونوں سے بچے البتہ ضرورت کے وقت استعمال کرے۔ اور دوسرا کمال یہ ہے کہ ان الفاظ میں سچائی کے معنی کی رعایت کرے جن کے ذریعے اپنے رب سے مناجات کرتا ہے مثلاً وہ کہتا ہے میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا پس اگر اس کا دل اللہ تعالیٰ سے پھرا ہوا ہو اور دنیا کی امیدوں اور خواہشات میں مشغول ہو تو یہ جھوٹ ہے اسی طرح وہ کہتا ہے "اَيُّهَا رَبِّهِمْ تَعْبُدُهُمْ" (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) اور کہتا ہے "اَنَا عَبِيدُ اللَّهِ" (میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں) تو اگر وہ حقیقت عبودیت سے منصف نہ ہو اور اس کا مطلوب اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور ہو تو اس کا کلام سچانہ ہوگا اور اگر نیامت کے دن اس سے مطالبہ کیا گیا کہ اپنے اس قول کی سچائی ثابت کرو تو وہ اس کو ثابت کرنے سے عاجز ہوگا کیوں کہ یہ شخص تو اپنے نفس کا بندہ تھا یا دنیا کی پوجا کرتا تھا یا خواہشات کا پجاری تھا اور اپنے قول میں سچانہ تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اور آدمی جس چیز کا پابند ہو جائے اسی کا بندہ کہلاتا ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اے دنیا کے بندو!" اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

دینار کا بندہ ہلاک ہوا درہم کا بندہ ہلاک ہوا لباس اور  
تَعَسَّ عَبْدُ الدِّيَّانِ تَعَسَّ عَبْدُ الدَّرْهِمِ  
وَعَبْدُ الْحَلَّةِ وَعَبْدُ الْحَمِيصَةِ - (۱)

تو جس شخص کا دل جس چیز کی قید میں تھا اس کو اسی کا بندہ فرمایا اللہ تعالیٰ کا سچانہ تو وہ ہے جو سب سے پہلے غیر خدا سے آزاد ہو کر مطلق آزاد ہو جاتا ہے جب یہ آزادی آئے گی تو دل فارغ ہو جائے گا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اچھائے گی اور اس سے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی محبت میں مشغول ہو جائے گا اور اس کا ظاہر و باطن اطاعتِ خداوندی کی قید میں مقید ہو جائے گا اب اس کی مراد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی پھر یہ مقام طے کرنے کے بعد بندہ اس سے بھی بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے جسے حریت کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے خود بخود ارادہ کرنے سے بھی آزاد ہو جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جو کچھ چاہتا ہے وہ قریب کرنے کا ہو یا دور کرنے کا، اسی پر قناعت کرتا ہے اور اب اس کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادے میں فنا ہو جاتا ہے یہ بندہ غیر اللہ سے آزاد ہو جاتا ہے پھر اپنے نفس سے بھی آزاد ہو جاتا ہے اور اپنے نفس سے بھی نیت و ناپود ہو جاتا ہے اور اپنے آقا و مولیٰ کے لیے موجود رہتا ہے اگر وہ اسے حرکت دے تو حرکت کرتا ہے اور اگر وہ اسے ٹھہرنے کا حکم دے تو ٹھہر جاتا ہے اگر کسی آزمائش میں ڈالے تو اس پر راضی رہتا ہے۔ اور



اب اس میں طلب، التماس اور اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح ہوتا ہے جس طرح غسل دینے والے کے سامنے میت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے بندگی میں صدق کی انتہا یہ ہے پس سچا بندہ وہی ہے جس کا وجود اپنے مالک و مولیٰ کے لیے ہوتا ہے اپنے نفس کے لیے نہیں اور یہ صدیقین کا درجہ ہے۔

غیر خدا سے آزادی سچے لوگوں کا درجہ ہے اس کے بعد عبودیت خداوندی حاصل ہوتی ہے اس سے پہلے بندہ تصدق کہلا سکتا اور نہ ہی صدیقی ————— قول میں صدق کا یہ مطلب ہے۔

### دوسرا صدق:

یہ صدق ارادے اور نیت سے متعلق ہے اور یہ اخلاص کی طرف لوٹتا ہے یعنی حرکات و سکنات کا باعث صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے اگر اس میں کوئی نفسانی غرض بھی آجائے تو صدق نیت باطل ہو جاتا ہے اور ایسے شخص کو جھوٹا کہنا صحیح ہے جس طرح ہم نے اخلاص کی فضیلت کے ضمن میں تین آدمیوں کے سلسلے میں حدیث نقل کی ہے یعنی عالم، سنی اور شہید سے سوال ہوگا کہ تم نے کیا عمل کیا تو وہ کہیں گے ہم نے فلاں فلاں عمل کیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا ہے تمہارا ارادہ، یہ تھا کہ تمہیں عالم کہا جائے (۱)

تو اللہ تعالیٰ یوں نہیں فرمائے گا کہ تو نے عمل نہیں کیا بلکہ اسے اس کے ارادے اور نیت کے حوالے سے جھٹلائے گا۔ بعض حضرات نے فرمایا قصد میں توحید کی صحت صدق ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَاللّٰهُ يَسْتَفِدِّاتُ اٰمِنًا فَيَقِيْنُ لَكَ ذِيُوْنَ (۲) اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

حالانکہ انہوں نے کہا کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ سچ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے زبانی کلام کو نہیں جھٹلایا بلکہ قلبی پوشیدہ بات کے اعتبار سے جھٹلایا اور تکذیب خیر کے حوالے سے ہوئی ہے اور یہ قول قرینہ حال سے خبر دینے کو متضمن ہے کیوں کہ کہنے والا اپنا عقیدہ زبان سے بتا رہا ہے تو دل میں پوشیدہ بات ہر حال کی دلالت کی بنیاد پر جھٹلایا گیا تو دل کی بات کو جھٹلایا تلفظ کو نہیں جھٹلایا۔ تو صدق کا ایک معنی اخلاص نیت کی طرف لوٹتا ہے اور وہ اخلاص ہے پس ہر صادق کا مخلص ہونا ضروری ہے۔

### تیسرا صدق:

عزم کا صدق ہے کیوں کہ بعض اوقات انسان کسی عمل کا پختہ ارادہ و عزم کرتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں تمام مال صدقہ کروں گا یا یہ کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں دشمن کے مقابل ہوا تو اس سے

(۱) جامع ترمذی ص ۳۲۳، ۳۲۴، ابواب الزہد

(۲) قرآن مجید، سورۃ منافقون آیت ۱۰



لڑوں گا۔ اگر میں قتل بھی ہو جاؤں تو مجھے اس کی پروا نہ ہوگی اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے حکومت دے تو میں انصاف کروں گا اور ظلم کرنے سے باز رہوں گا۔

تو یہ عزم و ارادہ کبھی دل میں ہوتا ہے اور نہایت پختہ اور سچا ہوتا ہے لیکن بعض اوقات اس میں دوسری طرف میلان اور تردد ہوتا ہے نیز ایسی کمزوری ہوتی ہے جو عزم میں صدق کے مقابل اور اس کی ضد ہوتی ہے تو یہاں صدق پورا ہونے اور قوی ہونے کا نام ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ فلان کی شہوت و خواہش سچی ہے اور اس مریض کی خواہش جھوٹی ہے اور یہ بات اس وقت کہی جاتی ہے جب اس خواہش کا سبب قوی اور ثابت نہ ہو یا کمزور ہو اور بعض اوقات لفظ صدق بول کر یہ معنی مراد دیا جاتا ہے اور صادق و صدیق دو شخص ہے جس کا عزم صحیح و عظیم نام نیکیوں میں قوت تامہ کے ساتھ ہوتا ہے اس میں کسی قسم کا میلان، تردد اور کمزوری نہیں ہوتی اور اس کا نفس ہمیشہ نیک کاموں پر پختہ ارادہ رکھتا ہے جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اگر لوگ میری گردن کاٹنے کے لیے مجھے آگے کریں تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس قوم کا امیر بنوں جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔ تو آپ نے اپنے دل میں پختہ ارادہ اور سچی محبت پائی کہ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں امیر نہیں بنیں گے اور اس بات کو آپ نے قتل کا ذکر کر کے چکا کیا۔

عزائم کے سلسلے میں صدیقین کے مراتب مختلف ہیں کبھی اس قدر عزم پایا جاتا ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہیں حتیٰ کہ وہ قتل پر بھی راضی ہو جاتا ہے لیکن اگر اپنی رائے پر چھوڑا جائے تو اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش نہ کرے اور اگر اس سے قتل کی گفتگو کی جائے تو اس کا عزم نہیں ٹوٹے گا بلکہ صادقین و سونین میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر ان کو اختیار دیا جائے کہ تمہیں قتل کیا جائے یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تو ان کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے مقابلے میں اپنی زندگی زیادہ پسند ہوگی۔

### چوتھا صدق :

عزم کو پورا کرنے کا صدق ہے کیوں بعض اوقات نفس فی الحال عزم کر لیتا ہے کیوں کہ وعدے اور عزم میں کوئی مشقت نہیں ہوتی اور اس میں محنت بھی کم ہوتی ہے لیکن جب حقیقت کا سامنا ہوتا ہے اور قدرت حاصل ہو جاتی ہے اور شہوت کا زور ہوتا ہے تو عزم ختم ہو جاتا ہے اور خواہشات غائب آ جاتی ہیں پس وہ اس عزم کو پورا نہیں کر سکتا یہ بات صدق کے خلاف ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

رَجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ - یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔



حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر نہ ہوئے یہ بات ان پر گراں گزری اور انہوں نے فرمایا یہ پہلا جہاد تھا جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے لیکن میں آپ کی خدمت سے غائب تھا اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی غزوہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آئندہ سال وہ غزوہ اُحد میں شریک ہوئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انکے سامنے آئے تو فرمایا اے ابو عمرو! کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا جنت کی ہوا کتنی اچھی ہے اور وہ مجھے اُحد کی طرف سے آرہی ہے چنانچہ انہوں نے لڑائی لڑی اور درجہ شہادت پایا اور ان کے جسم میں اتنی سے زیادہ زخم پائے گئے یہ زخم تلوار، تیر اور نیزے کے زخم تھے۔ چنانچہ ان کی بہن نضر رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے بھائی کو صرف کپڑوں سے پہچانا۔ (۱)

اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کو سچ کر  
رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ -  
دکھاتے ہیں۔ (۲)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اُحد کے دن شہید ہو کر منہ کے بل گرے ہوئے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس کھڑے ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بھی ان کے پاس تھا آپ نے یہ آیت پڑھی۔ (۳)

کچھ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب سے کیا ہوا وعدہ سچ  
رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ  
کر دکھایا پس ان میں سے کوئی اپنی ذمہ داری کو پورا کر چکا  
فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَجْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ -  
اور کوئی منتظر ہے۔ (۴)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

”شہداء چار قسم کے ہیں ایک وہ مومن جس کا ایمان کھرا ہے اس نے دشمن کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ یہ وہ شہید ہے کہ قیامت کے دن لوگ اس کی طرف سڑٹھائیں گے یہ فرما کر آپ نے سڑٹھا یا حتیٰ کہ آپ کی مبارک

(۱) جامع ترمذی ص ۲۶۱، ابواب التفسیر

(۲) قرآن مجید، سورۃ احزاب آیت ۲۳

(۳) حدیث الاولیاء، جلد اول ص ۱۰۸ ترجمہ ۱۲

(۴) قرآن مجید، سورۃ احزاب آیت ۲۳



ٹوپی لگتی را دی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ٹوپی مراد ہے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ٹوپی؟

(فرمایا) دوسرا وہ شخص جس کا ایمان کھرا ہے جب وہ دشمن کے مقابل ہوتا ہے تو گویا اس نے بول کے درخت کا کاٹا مارا اس پر ایک کاری تیرا کر لگتا ہے تو وہ شہید ہو جاتا ہے پس یہ دوسرے درجہ میں ہے۔

تیسرا شخص وہ ہے جس کے عمل میں نیکی اور برائی مخلوط ہے وہ دشمن سے مقابلہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے حتیٰ کہ شہید ہو جاتا ہے یہ تیسرے درجہ میں ہے اور چوتھا شخص وہ ہے جس نے اپنے نفس پر زبردتی کی وہ دشمن کے مقابلے میں آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے حتیٰ کہ شہید ہو جاتا ہے تو یہ چوتھے درجہ میں ہے (۱)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں دو آدمی لوگوں کی ایک مجلس میں آئے اور کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال دیا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے لیکن انہوں نے بخل سے کام لیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال دیا تو ہم ضرور بضرور صدقہ کریں گے اور لازماً سچے لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ وَاللَّهَ لَئِن آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ۔

(۲)

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ یہ عہد ایسی چیز تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں روشن کیا انہوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ وَاللَّهَ لَئِن آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِئْسَا كِتَابًا يَكْتُبُونَ۔

ان میں سے بعض نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال (عطا فرمائے تو ہم ضرور بضرور صدقہ کریں گے اور نیکو کار لوگوں میں سے ہو جائیں گے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا فضل عطا فرمایا تو انہوں نے اس میں بخل سے کام لیا اور پھر گئے اس حال میں کہ وہ منہ پھرنے والے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ملاقات کے دن تک ان کے دلوں میں منافقت ڈال دی کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی اور وہ جھوٹ بولتے تھے۔

(۳)

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۲۳۳ مردیات عمر بن خطاب

(۲) قرآن مجید، سورہ توبہ آیت ۵، (۳) قرآن مجید سورہ توبہ آیت ۵ تا ۷



تو اللہ تعالیٰ نے عزم کو وعدہ قرار دیا اور اس کی خلاف ورزی کو چھوٹ سے تعبیر کیا جب کہ اس کی تکمیل کو صدق بنایا۔ یہ صدق تیسرے قسم کے صدق سے زیادہ سخت ہے کیوں کہ بعض اوقات نفس، عزم پر تیار ہو جاتا ہے لیکن جب پورا کرنے کا وقت آتا ہے تو اسباب اور قدرت کے حاصل ہونے کے باوجود اسے پورا نہیں کرتا کیوں کہ اس وقت خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے اسی لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے استنشاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کسی قوم کا امیر بننے کی بجائے مجھے یہ بات پسند ہے کہ مجھے قتل کرنے کے لیے آگے کیا جائے بشرطیکہ قتل کے وقت میرا نفس مجھے کوئی ایسی بات نہ بتا دے جو اس وقت نہیں ہے۔ کیوں کہ میں اس بات سے بے خوف نہیں ہوں کہ یہ کام مجھے بھاری محسوس ہو اور میرا عزم بدل جائے آپ نے اس بات میں عزم کو پورا کرنے کی شدت کی طرف اشارہ فرمایا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے اترے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ صدق کیا ہے؟ میں نے کہا وعدے کو پورا کرنا انہوں نے فرمایا تم نے سچ کہا پھر وہ آسمان کی طرف چلے گئے۔

**پانچواں صدق:**

یہ اعمال کا صدق ہے یعنی انسان کو کوشش کرے حتیٰ کہ اس کے ظاہری اعمال ایسی بات پر دلالت نہ کریں کہ اس کے دل میں جو کچھ ہے وہ ظاہر کے خلاف ہے یہ کوشش اعمال کو چھوڑنے سے نہ ہو بلکہ باطن کو ظاہر کی تصدیق کی طرف کھینچنے سے ہو اور یہ بات ترک ریا کے خلاف ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کیوں کہ ریا کار تو سچی چاہتا ہے کہ اس کے ظاہر سے باطن کی اچھی صفات سمجھی جائیں۔

لیکن کئی نمازی، نماز میں خشوع و خضوع کی صورت میں کھڑے ہوتے ہیں اور ان کا مقصد دوسروں کو دکھانا نہیں ہونا لیکن ان کا دل نماز سے غافل ہوتا ہے پس جو شخص اسے دیکھتا ہے وہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا دیکھتا ہے لیکن باطنی طور پر وہ خواہشات میں سے کسی خواہش کے سامنے بازار میں کھڑا ہوتا ہے پس یہ اعمال زبان حال سے باطن کی خبر دیتے ہیں اور وہ اس میں جھوٹا ہوتا ہے اس سے اعمال میں صدق کی باز پرس ہوگی اسی طرح کوئی شخص سکون و وقار سے چل رہا ہوتا ہے حالانکہ اس کا باطن سکون اور وقار سے موصوف نہیں ہوتا پس یہ اپنے عمل میں سچا نہیں ہوتا اگرچہ اس کی توجہ مخلوق کی طرف نہ ہو۔ اور نہ وہی ان کو دکھا رہا ہو تو اس قسم کی خرابی سے نجات کی صورت یہی ہے کہ ظاہر و باطن ایک جیسا ہو بلکہ باطن، ظاہر سے بہتر ہے۔

• اسی خون سے بعض لوگوں نے ظاہر کو خراب رکھا اور برے لوگوں کا لباس اختیار کیا تاکہ ظاہر کی وجہ سے ان کو اچھا نہ سمجھا جائے اس طرح ظاہر کی باطن پر دلالت کے اعتبار سے وہ جھوٹے ہوں گے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اگر ظاہر کا باطن کے خلاف ہونا قصد و ارادے سے ہو تو وہ ریا ہے اور اس سے اخلاص ختم ہو جاتا ہے



اور قصد کے بغیر تو اس سے صدق ہو جاتا ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ سِرِّيَ خَيْرًا مِنْ عِلْمِي  
 يَا اللَّهُ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے اچھا کر دے اور  
 میرے باطن کو اچھا بنا دے۔ (۱)

حضرت یزید بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر بندے کا باطن اور ظاہر برابر ہو جائیں تو یہ نصف ہے اور اگر اس کا اندر اس کے ظاہر سے افضل ہو تو یہ افضل ہے اور اگر اس کے باطن کے مقابل اس کا ظاہر افضل ہو تو یہ ظلم ہے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

إِذَا السِّرُّ وَالْإِعْلَانُ فِي الْمُؤْمِنِ اسْتَوَى  
 فَقَدْ عَرَفْتَنِي اللَّهُ أَرَيْنَ وَاسْتَوْجَبَ الثَّنَاءُ  
 فَإِنْ حَاكَمْتَ الْإِعْلَانُ سِرًّا خَمَالَءُ  
 عَلَى سَعْيِهِ فَضْلُ سَوَى الْكِدِّ وَالْعَتَا  
 خَمَا خَالِصُ الدِّيَارِ فِي السُّوقِ نَافِقُ  
 وَمَعْتَشُوشَةُ الْمَرْدُودُ لَا يَفْتَضِي الْمَنَا  
 جب مومن کا اندر اور باہر ایک جیسا ہو تو وہ دونوں  
 جہانوں میں معزز اور تعریف کا مستحق ہوتا ہے اور  
 ظاہر، باطن کے خلاف ہوتا ہے اپنی کوشش سے  
 سوائے تھکاوٹ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا خاص و بینار  
 کا بازار میں رواج ہوتا ہے جب کہ کھوٹ والا دینار  
 مردور ہو جاتا ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

حضرت علیہ بن عبدالغافر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب مومن کا باطن اس کے ظاہر کے موافق ہو تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اس پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ میرا سچا بندہ ہے۔  
 اور حضرت معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ نے فرمایا کوئی شخص مجھے ایسے آدمی کے بارے میں بتائے جو رات کو روتا ہے  
 اللہ دن کو ہنستا ہے۔

حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو جب کسی بات کا حکم دیا جاتا تو وہ اس پر سب سے زیادہ عمل کرتے والے ہوتے اور جب ان کو کسی کام سے روکا جاتا تو وہ اسے سب سے زیادہ چھوڑنے والے ہوتے اور میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کا باطن، اس کے ظاہر سے اس قدر مشابہ ہو جس قدر یہ وصف حضرت حسن رحمہ اللہ کو حاصل تھا۔

حضرت ابو عبدالرحمن بن زاہد رحمہ اللہ کہتے تھے اے میرے اللہ! میں نے اپنے اور لوگوں کے درمیان معاملہ امانت کے ساتھ کیا لیکن اپنے اور میرے درمیان والے معاملے میں خیانت کی اور آپ رو پڑتے۔  
 حضرت ابو یعقوب نہر جوڑی رحمہ اللہ نے فرمایا صدق یہ ہے کہ ظاہر و باطن ایک دوسرے کے موافق ہوں — پس



باطن کا ظاہر کے مساوی ہونا صدق کی انواع میں سے ایک قسم ہے۔  
چھٹا صدق :

یہ سب سے اعلیٰ اور معزز درجہ ہے اور یہ مقامات دین میں صدق ہے جس طرح خوف، امید، تعظیم، زہد، رضا، توکل، محبت اور باقی تمام امور دین میں صدق کا پایا جانا ان امور کی کچھ بنیادیں ہیں جہاں ان کا ظہور ہوتا ہے وہاں یہ نام بولے جاتے ہیں پھر ان کی حقیقت کو پالے۔ اور جب کوئی چیز غالب آجائے اور اس کی حقیقت کامل ہو تو اس سے موصوف شخص کو صادق کہا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے فلاں شخص لڑائی کا سچا ہے اور کہا جاتا ہے یہ سچا خوف ہے اور یہی خواہش شہوت سچی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

یے شک وہ مومن جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا وہی لوگ سچے ہیں۔

(۱)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
ثُمَّ لَمْ يَزِدُوا جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ  
وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ  
الصَّادِقُونَ -

اور ارشاد فرمایا۔

لیکن نیکی اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا عمر، مال، رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور ان گننے والوں کو دے اور اور گردنیں چھڑانے میں خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور مصیبت و سختی میں نیز جہاد کے وقت صبر کرے والے، یہی لوگ سچے ہیں۔

ذَلِكَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
وَأَلْمَلُوا نَفْسَهُمُ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى  
الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ  
وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ  
كَفَىٰ الْيَتَامَىٰ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى  
الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنِينَ بَعَثَهُمْ إِذَا عَاهَدُوا  
وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ  
الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا - (۲)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہی آیت پڑھی عرض کیا گیا ہم نے آپ سے ایمان کے بارے میں پوچھا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں

(۱) قرآن مجید، سورۃ حجرات آیت ۱۵

(۲) قرآن مجید، سورۃ بقرہ آیت ۱۷۷



پوچھا تو آپ نے یہی آیت تلمذت فرمائی (۱)

ہم خون کے سلسلے میں ایک مثال بیان کرنے میں جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے خون رکھتا ہے اسے خون کہا جاتا ہے لیکن یہ سچا خون نہیں ہے یعنی حقیقت کے درجہ تک نہیں پہنچتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب وہ بادشاہ سے ڈرتا ہے یا سفر کے دوران ڈاکوؤں کا خوف ہوتا ہے تو کس طرح اس کا رنگ پیلا پڑ جاتا ہے اور اس پر کیکھا ہٹ طاری ہو جاتی ہے بلکہ زندگی تلخ ہو جاتی ہے کھانا پینا مشکل ہو جاتا ہے اور اس کی سوچ تقسیم ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اس سے اس کے اہل و عیال بھی نفع اٹھا نہیں سکتے۔ بعض اوقات وہ خوف کی وجہ سے اپنے وطن کو چھوڑ دیتا ہے اور اُنس کی جگہ وحشت اور راحت کی جگہ تنہا کی جگہ برداشت کرتا ہے اور خطرات کو سینے سے لگاتا ہے اور یہ سب کچھ خوف کے باعث ہوتا ہے پھر کیا بات ہے کہ جہنم سے ڈرنے کے باوجود گناہ کے ارتکاب کی صورت میں اس پر ایمان سے کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كَلَّمَكَ مِثْلَ النَّارِ نَارًا مَهَارًا يَبْهَمُ وَلَا مِثْلَ  
الْحَبَّةِ نَارًا طَابَ لَهَا۔

میں نے جہنم کی طرح کوئی چیز نہیں دیکھی کہ اس سے بھاگتے  
والا سو جاتا ہے اور جنت کی مثل بھی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ

اس کو طلب کرنے والا سو جاتا ہے۔

(۲)

پس ان امور میں حقیقت کو پہچاننا بہت مشکل ہے اور ان مقامات کی کوئی انتہا نہیں کہ ان کو مکمل طور پر حاصل کر سکیں لیکن ہر بندے کو اس سے اس کے حسب حال حصہ ملتا ہے ضعیف ہو یا قوی۔ جب حال قوی ہو تو اسے اس میں صادق کہا جاتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی تعظیم نیز اس سے خوف کی کوئی انتہا نہیں اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں آپ کو آپ کی اصل صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا آپ کو اس کی طاقت نہیں آپ نے فرمایا نہیں بلکہ دکھاؤ انہوں نے وعدہ کیا کہ چاندنی رات میں جنت البقیع میں دکھا دوں گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمان کے کناروں کو ڈھانپ رکھا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیہوش ہو کر گر پڑے جب افاقہ ہوا تو حضرت جبریل علیہ السلام اپنی اصل صورت پر لوٹ آئے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی اس طرح بھی ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا اگر آپ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو دیکھیں تو کیا ہو؟ عرش معلیٰ ان کے کانرہے پر ہے اور ان کے پاؤں سب سے نیچے زمین میں

(۱) الدر المنثور جلد اول ص ۱۶۹ تحت آیت لیس البران تو لواد جو صم



اترے ہوئے ہیں اور اس کے باوجود جب عظمتِ خداوندی سے وہ سگڑتے ہیں تو چھوٹی ٹیڑیا کی طرح ہو جاتے ہیں۔  
تو دیکھو حضرت اسرافیل علیہ السلام پر کس قدر ہیبت چھا جاتی ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ جاتے ہیں اور تمام فرشتوں  
کا یہ حال نہیں کیوں کہ معرفت کے لحاظ سے ان میں تفاوت ہے پس تعظیم میں صدق یہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ  
سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

شبِ معرفت میں گزارا تو حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں میں اس طرح تھے جیسے پرانی چادر جو اونٹ کی پیٹھ پر ڈالی جاتی  
ہے اور ایسا خوفِ خداوندی کا وجہ سے تھا (۱)  
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح ڈرتے تھے لیکن وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف کو نہیں پہنچ سکے اسی لیے  
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم اس وقت تک حقیقتِ ایمان تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم سب لوگوں کو  
دینِ خداوندی میں احمق نہ جانو۔

حضرت مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر شخص اپنے اور اپنے رب کے درمیان والے معاملات میں احمق ہے البتہ  
بعض بوقیوں دوسرے بعض کے مقابلے میں کمتر ہیں۔  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَبْلُغُ عَبْدٌ حَقِيقَةَ الْإِيْمَانِ حَتَّى يَنْظُرَ  
إِلَى النَّاسِ كَأَلَا بَاعِ عِرْفِي حَتَّى يَنْظُرَ  
إِلَى نَفْسِهِ فَيَجِدَهَا أَحَقَّ حَقِيْقَةٍ (۲)

بندہ اس وقت حقیقتِ ایمان کو پاتا ہے جب لوگوں کو  
اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اونٹوں کی طرح جانے پھرا اپنے نفس  
کی طرف رجوع کرے اور اسے سب سے زیادہ حقیر پائے۔

تو ان تمام مقامات میں صادق آدمی بہت کم ملتا ہے پھر درجاتِ صدق کی کوئی انتہا نہیں اور کبھی بندہ بعض امور میں سچا ہوتا ہے  
بعض میں نہیں اگر وہ سب امور میں صادق ہو تو وہ حقیقی صدیق ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی باتوں میں مضبوط ہوں اور ان کے علاوہ امور میں کمزور ہوں میں  
جب سے اسلام میں آیا ہوں میں نے نماز پڑھنے وقت کبھی نہیں سوچا کہ کب فارغ ہوں گا اور جب میں کسی خازن کے ساتھ  
جاتا ہوں تو اس کو دفن کرنے تک یہی سوچتا ہوں کہ یہ کیا کہے گا اور اس سے کیا کہا جائے گا اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم کو جو بات بھی فرماتے ہوئے سنا اس کے بارے میں یقین کیا کہ یہ سچ ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے خیال میں یہ تمام خصلتیں صرف نبی میں جمع ہو سکتی ہیں۔  
پس یہ ان امور میں صدق ہے کتنے ہی جلیل القدر صحابہ کرام نے نماز ادا کی اور جنازوں کے ساتھ گئے لیکن اس  
مقام تک نہ پہنچے۔



پس یہ صدق کے درجات اور معانی ہیں مشائخ عظام سے حقیقت صدق کے بارے میں جو کلمات منقول ہیں وہ عام طور پر انفرادی معانی کے لیے ہیں ہاں حضرت ابو بکر و راق رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ صدق تین ہیں۔ توحید میں صدق، اطاعت میں صدق اور معرفت میں صدق۔

توحید میں صدق عام مومنوں کے لیے ہوتا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ۔ (۱)

اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی لوگ سچے ہیں۔

اور صدق اطاعت علماء اور پرہیزگار لوگوں کے لیے ہوتا ہے اور معرفت کی صداقت ان اولیاء کرام کے لیے ہوتی ہے جو زمین کے اوقات درمیانی ہیں اور یہ تمام اقسام پھر پھر اکران امور میں آجاتی ہیں جو ہم نے چھٹی قسم میں ذکر کی ہیں لیکن انہوں نے وہی اقسام لکھی ہیں جن میں صدق ہوتا ہے لیکن وہ بھی تمام اقسام کو محیط نہیں۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صدق، مجاہدے کا نام ہے نیز یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر کسی کو اختیار نہ کرو جس طرح اس نے تمہارے مقابلے میں دوسرے کو ترجیح نہیں دی اور ارشاد فرمایا۔

هُوَ أَحَبُّ إِلَيْنَا۔ (۲)

اس نے تمہیں چن لیا۔

کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں جب میں کسی بندے سے محبت کرتا ہوں تو اسے مصائب میں مبتلا کرتا ہوں جن کی تاب پہاڑ بھی نہیں لاسکتے۔ تاکہ میں دیکھوں کہ اس کا صدق کس قسم کا ہے اگر میں اسے صبر کرنے والا پاتا ہوں تو اسے اپنا دل اور حبیب بناتا ہوں اور اگر وہ واویلا کرتا ہے اور مخلوق سے میری شکایت کرتا ہے تو میں اسے ذلیل و رسوا کرتا ہوں اور اس بات کی روایت نہیں کرتا۔

تو خدا صبر یہ ہوا کہ صدق کی علامات مصائب اور عبادات کو چھپانا اور مخلوق کے اس پر مطلع ہونے کو ناپسند

کرنا ہے۔

صدق اور اخلاص کا بیان مکمل ہوا اس کے بعد مراقبہ اور محاسبہ کا بیان ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے

حمد و ستائش ہے۔

(۱) قرآن مجید، سورۃ الحمد آیت ۱۹

(۲) قرآن مجید، سورۃ الحج آیت ۷۸



## ۸۔ مراقبہ اور محاسبہ کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ !

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو ہر نفس کے عمل کا نگہبان اور ہر کاسب کے کسب کا نگران ہے دلوں میں پوشیدہ دوسو سوں پر مطلع ہے اور بندوں کے قلبی خلجان کا حساب کرنے والا ہے آسمان میں ایک ذرے کے برابر بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں وہ حرکت کرے یا پرسکون ہو، وہ گھٹلے کے سوراخ اور اس کی جھلی کے برابر اور کم یا زیادہ تمام اعمال کا محاسبہ کرنے والا ہے اگر وہ عمل پوشیدہ ہو بندوں کی عبادت اگرچہ ٹھوڑی ہوں قبول کر کے ان پر فضل فرماتا ہے اور ان کے گناہوں کو معاف کرتا ہے اگرچہ زیادہ ہوں وہ ان کا محاسبہ اس لیے فرماتا ہے تاکہ ہر نفس کو اپنے عمل کا علم ہو جائے اور وہ دیکھے کہ اس نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا۔

اسے معلوم ہو جائے کہ اگر دنیا میں اس کی سحرانی اور محاسبہ نہ ہو تو وہ قیامت کے دن بدبختی کا شکار ہو کر ہلاک ہو جائے اور اگر محاسبہ اور مراقبہ کے بعد وہ اپنے فضل و کرم سے اس کی اس معمولی پونجی کو قبول نہ فرمائے تو ہر نفس نقصان اٹھائے اور خسارے میں رہے۔

تو وہ ذات پاک ہے جس کی نعمت تمام بندوں کو کافی اور شامل ہے اور اس کی رحمت نے دنیا اور آخرت میں تمام مخلوق کو ڈھانپ لیا تو اس کے فضل کی خوشبوؤں سے دل، ایمان کے لیے کھل گئے اور اس کی توفیق کی برکت سے اعضا و عبادات سے مقید اور مودب ہو گئے نیز اس کے حُسنِ ہدایت سے دلوں سے جہالت کے اندھیرے چھٹ گئے اور اس کی تائید و مدد سے شیطان کے کم و فریب ٹوٹ گئے اور دُور ہو گئے اس کے لطف و کرم سے نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگی اور اس کے آسان کرنے سے عبادات آسان ہو گئیں۔

پس عطا و جبر، قرب و بُعد اور نیک و بد بختی سب اسی کی طرف سے ہے انبیاء و کرام کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی منتخب آل پر جو منصب سیادت پر فائز ہیں اور آپ کے صحابہ کرام پر جو متقی قائد ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حمد و صلوات کے بعد ارشاد خداوندی ہے۔

وَتَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ  
فَلَا تَطْغِبْ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ اَوْ رِيَّةٍ  
اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو میں تو لیں گے  
تو کسی نفس پر کچھ بھی زیادتی نہ ہوگی اور اگر کوئی عمل رائی کے



دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور حساب کرنے کے لیے ہم کافی ہیں۔

حَبَّةٍ مِنْ حَزْرَدٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكُنِيَ بِهَا حَاسِبِينَ۔ (۱)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور رجب، نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے وہ اس سے ڈر رہے ہوں گے جو اس میں لکھا ہے وہ کہیں گے ہائے افسوس! اس نوشتے کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا اور نہ بڑا مگر اس کو شمار کیا اور انہوں نے جو عمل کیا اسے سامنے پائیں گے اور تمہارا رب کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرتا۔

رُوِضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَا لِهَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً اِلَّا احْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَاُولَٰئِكَ يَبْطَلُوْنَ رَبُّكَ اٰحَدًا۔ (۲)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا تو ان کو ان کے اعمال کی خبر دے گا اللہ تعالیٰ نے اس (عمل) کو یاد رکھا لیکن انہوں نے بھلا دیا اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمُ بِمَا عَمِلُوا اَحْصَاةً اللّٰهُ وَسُوَّةً وَّاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔ (۳)

ارشاد خداوندی ہے۔

جس دن لوگ باہر نکلیں گے گروہ درگروہ تاکر وہ ان کے عمل اُن کو دکھائے پس جس نے کی ہوگی نیکی ایک ذرہ کے برابر وہ اس کو دیکھے گا اور جس نے کی ہوگی برائی ایک ذرہ کے برابر وہ اس کو دیکھے گا۔

يَوْمَئِذٍ يَصُدُّ النَّاسَ اَشْتَاتًا لِّمِوَدَا اَعْمَالِهِمْ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔ (۱)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

بیابان کے

مترابہ۔

(۱) قرآن مجید، سورہ انبیاء آیت ۷۷

(۲) قرآن مجید، سورہ کہف آیت ۴۹

(۳) قرآن مجید سورہ مجادلہ آیت ۶

(۴) قرآن مجید سورہ زلزلا آیت ۶، ۷، ۸



وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ عَمَلًا خَيْرًا  
لِّمَا كَسَبَتْ يَدَاكَ وَأنتَ لَا تَعْلَمُ  
(۱)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ  
مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ  
بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا وَيُحَذِّرُكُمُ  
اللَّهُ نَفْسَهُ -  
(۲)

ارشاد خداوندی ہے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ  
فَأَحْذَرُوا -  
(۳)

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتیں بھی جانتا  
ہے پس اس سے ڈرو۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ارباب بصیرت نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ان کا منظر ہے اور عنقریب ان سے حساب  
میں جھگڑا ہوگا اور ان سے ذرے کے برابر خطرات کا بھی حساب ہوگا انہیں یقین ہو گیا کہ ان خطرات سے نجات کی یہی صورت  
ہے کہ ہمیشہ اپنا محاسبہ کریں اور سچے دل سے نحرانی کریں اپنے نفس سے ہر سانس اور حرکت کا مطالبہ اور خطرات و نخطات  
کا محاسبہ کریں جو شخص محاسبہ سے پہلے خود اپنا محاسبہ کرتا ہے قیامت کے دن اس کا حساب آسان ہوگا اور سوال کے وقت  
وہ جواب دے سکے گا اور اس کا انجام بھی اچھا ہوگا اور جو آدمی اپنا محاسبہ نہیں کرتا وہ ہمیشہ حسرت کا شکار رہے گا اور ستر  
کے میلان میں اسے زیادہ دیر گنا پڑے گا نیز اس کی برائیاں اسے ذلت اور غضب میں مبتلا کر دیں گی۔

جب ان پر یہ بات منکشف ہو گئی تو انہیں معلوم ہو گیا کہ ان خرابیوں سے نجات صرف اطاعتِ خداوندی کے  
ذریعے ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو صبر اور ننگاہداشت کا حکم دیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَبِرُوا وَصَابِرُوا  
وَرَأَيْتُمُ اللَّيْلَ تَنجَسُونَ  
(۴)

اے ایمان والو! صبر کرو صبر میں ایک دوسرے سے  
آگے بڑھو اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرو۔

(۱) اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ آیت ۲۸۱

(۲) قرآن و صلوة کے ہجران آیت ۳۰

(۳) قرآن البقرہ سورہ بقرہ آیت ۲۵۳

(۴) قرآن مجید، سورہ آل عمران آیت ۲۰۰



تو انہوں نے اپنے نفسوں کی نگہداشت اس طرح کی کہ پہلے ان سے شرطیں باندھیں پھر ان کی نگرانی کی پھر محاسبہ کیا اس کے بعد ان کو سزا دی پھر مجاہدہ کیا پھر ان کو تھوڑا کا۔

تو ان کے لیے نفس کی نگہداشت کے چھ مرحلے اور مقامات ہیں تو ان سب کی تشریح کرنا اور حقیقت و فضیلت بیان کرنا ضروری ہے اس سلسلے میں اعمال کی تفصیل بیان کرنا بھی لازمی ہے اور اس کی اصل محاسبہ ہے لیکن ہر حساب شرط رکھنے اور حفاظت کرنے کے بعد ہوتا ہے اور حساب کے بعد اگر نقصان والی صورت ہو تو تھوڑا اور عذاب ہوتا ہے ہم توفیق خداوندی سے ان مقامات کی تشریح کرتے ہیں۔

## فصل ۱: نگہداشت کا پہلا مقام — باہم شرط رکھنا

جو لوگ مل کر تجارت کرتے ہیں اور ان کا سامان مشترک ہوتا ہے حساب کے وقت ان کا مقصد نفع کی سلامتی ہے تو جس طرح ایک تاجر اپنے شریک سے مدد طلب کرتا ہے اور وہ اسے مال دیتا ہے تاکہ یہ تجارت کرے اور پھر وہ اس سے حساب کرتا ہے اسی طرح عقل راہِ آخرت کی تاجر ہے اور اس کا مطلب اور نفع نفس کا تزکیہ ہے کیوں کہ یہی کامیابی کا باعث ہے ارشاد خداوندی ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا) کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا اور ناکام ہوا جس نے اُسے خاک میں ملا دیا۔

اور اس کی فلاح اچھے اعمال کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اور عقل اس تجارت میں نفس سے مدد طلب کرتی ہے کیوں کہ وہ اس (نفس) کو استعمال کرتی اور اسے مسخر کر کے اس کا تزکیہ کرتی ہے جس طرح تاجر اپنے شریک سے مدد طلب کرتا ہے اور اسی طرح اپنے غلام سے مدد لیتا ہے کہ وہ اس کے مال میں تجارت کرے۔

تو جس طرح شریک اس کا فریق بن جاتا ہے کہ نفع کے بارے میں اس سے جھگڑا کرتا ہے تو پہلے وہ اس سے شرائط طے کرنے کا محتاج ہوتا ہے پھر اس کی نگرانی کرتا ہے تیسرے مرحلے میں اس سے حساب کرتا ہے اور چوتھے مرحلے میں اس پر ناراض ہوتا ہے اور چھوڑتا ہے۔ اسی طرح عقل پہلے نفس سے شرائط طے کرتی ہے اور اسے کچھ ذمہ داریوں کا پابند بناتی ہے اسے کامیابی کے راستے دکھاتی ہے اور ان راستوں پر چلنے کی تاکید کرتی ہے پھر کسی وقت بھی ان کی نگرانی سے غافل نہیں ہوتی کیوں کہ اگر وہ اسے کھلی چھٹی دے دے تو اس سے خیانت اور اصل سرمایہ کے ضیاع کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا جس طرح خائن غلام کو مال دے کر اسے خالی میدان دے دیا جائے تو وہ اسی طرح کرتا ہے۔



پھر فراغت کے بعد اس کا محاسبہ کرنا اور مقررہ شرائط کو پورا کرنے کا مطالبہ کرنا مناسب ہے اس تجارت کا فائدہ فردوسِ اعلیٰ (جنت) کی صورت میں ملتا ہے اور انبیاءِ کرام اور شہداءِ عظام کی معیت میں سدرۃ المنتہیٰ تک رسائی ہوتی ہے۔

لہذا دنیوی نفع کی نسبت اس نفع کی گہرائی میں جانا بہت ضروری ہے کیوں کہ دنیا کا نفع آخری نعمتوں کے مقابلے میں بہت حقیر ہے۔

پھر یہ بات بھی ہے کہ دنیا کا نفع ختم ہو جاتا ہے اور ایسے مال کا کیا فائدہ جو دائمی نہ ہو اس سے وہ شر ہی اچھی ہے جو دائمی نہ ہو۔ کیوں کہ جو شر دائمی نہیں ہوتی اس کے ختم ہونے سے دائمی خوشی حاصل ہوتی ہے اور برائی بھی ختم ہو جاتی ہے لیکن جو بھلائی باقی در ہے اس کے منقطع ہونے پر ہمیشہ کے لیے افسوس ہوتا ہے اور بھلائی الگ چلی جاتی ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے۔

میرے نزدیک اس خوشی کے حصول میں زیادہ غم (پوشیدہ)  
ہے جس کے حاصل کرنے والے کو اس کے چلے جانے  
کا یقین ہو۔

اَمْتَدُّ اَلْخَمَّ عِنْدِي فِي سُرُورٍ يَتَقَنَّ عَنَّهُ  
صَاحِبَةٌ اِنْتَقَالَ-

لہذا ہر وہ محتاط شخص جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفس کے محاسبہ سے غافل نہ ہو اور اس کی حرکات و سکنات اور ضرورت اور لطف اندوزی کے گرد گھیرا تنگ کر دے کیوں کہ زندگی کا ہر سانس ایک ایسا نفیس جو ہر ہے جس کی کوئی قیمت نہیں اس سے ایسے خزانے خریدے جاسکتے ہیں جن کی نعمتیں کبھی بھی ختم نہ ہوں تو ایسے سانسوں کو صنائع کرنا یا ایسے کاموں میں صرف کرنا جو ہلاکت کا باعث ہیں بہت بڑا نقصان ہے جو ہلاکت خیز ہے اور کوئی بھی سمجھدار آدمی ایسا سودا نہیں کرتا۔

بزدہ جب صبح کے وقت نماز فجر سے فارغ ہو جائے ایک گھڑی اپنے دل کو نفس کے ساتھ شرائط طے کرنے کے لیے فارغ کرے اور نفس سے کہے کہ میری تمام پونجی یہی زندگی ہے اگر یہ صنائع ہوگی تو میرا تمام مال صنائع ہو جائے گا اور تجارت اور اس کے نفع کی طلب سے یاوسی ہوگی۔ اس نئے دن میں مجھے اللہ تعالیٰ نے جہلت دی ہے اور میری موت میں تاخیر فرمائی ہے اور اس کے ذریعے مجھ پر انعام فرمایا اگر وہ مجھے موت دے دیتا تو میں تمنا کرتا کہ وہ مجھے دوبارہ دنیا میں صرف ایک دن بھیج دے تاکہ میں اس میں اچھا عمل کروں۔

تو اسے نفس اطمینوں سمجھو کہ تمہیں موت آگئی تھی اور اب تمہیں دوبارہ بھیجا گیا ہے تو آج کے دن کو صنائع کرنے سے بچو، کیوں کہ ہر سانس ایک جوہر ہے جو انمول ہے۔

اے نفس! جان لو کہ دن رات میں جو ہمیں گھنٹے ہوتے ہیں اور حدیثِ شریف میں آیا ہے کہ ہر بندے کے لیے



دن اور رات میں چوبیس خزانے ایک قطار میں پھیلانے جاتے ہیں پھر ان میں سے ایک خزانہ اس کے لیے کھولا جاتا ہے وہ اسے دیکھتا ہے کہ وہ اس کی نیکیوں کے نور سے بھرا ہوا جو عمل اس نے اس وقت کیا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ بہت زیادہ خوش ہوتا ہے کیوں کہ یہ انوار جبار بادشاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔

اگر وہ سرور و دوزخ والوں پر تقسیم کیا جائے تو یہ خوشی جہنم کی تکلیف کے احساس کے وقت ان کو مدہوش کر دے اور انہیں اس کا احساس نہ ہو اور اس کے لیے ایک دوسرا سیاہ تاریک خزانہ کھولا جاتا ہے اس کی بدبو پھیلتی ہے اور اس کا اندھیرا ڈھانپ لیتا ہے اور یہ وہ وقت ہے جس میں اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس سے اسے اس قدر خوف و درشت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ اگر اسے اہل جنت پر تقسیم کیا جائے تو ان پر اس کی نعمتیں اور خوشی میں پریشانی داخل ہو جائے اس کے لیے ایک اور خزانہ بھی کھولا جاتا ہے جو خالی ہوتا ہے جس میں نہ تو کوئی خوشی کا سامان ہوتا ہے اور نہ پریشانی کا، یہ وہ گھڑی ہے جس میں وہ سو بار بار یا غافل رہا یا دنیا کے کسی جائز کام میں مشغول رہا اسے اس کے خالی ہونے کا خوف ہوتا ہے اسے اس میں اس طرح نقصان اور خسارہ ہوتا ہے جیسے کسی بڑے نفع پر قادر شخص اور بڑے بادشاہ کو نقصان ہوتا ہے کیوں کہ اس نے اس میں سستی کی حتیٰ کہ وہ وقت ہاتھوں سے نکل گیا نہیں یہی نقصان اور حسرت کافی ہے۔

اسی طرح اس پر زندگی بھر کے خزانے کھولے جاتے ہیں تو وہ اپنے آپ سے کہتا ہے کہ آج محنت کرو اور اپنے خزانے کو بھر دو اور اسے ان خزانوں سے خالی نہ رکھو جو تمہاری سلطنت کا باعث ہیں۔ سستی، آرام طلبی اور کاہلی کی طرف نہ جاؤ اس طرح تم علیین کے درجات سے محروم ہو جاؤ گے جو دوسروں کو حاصل ہوں گے اور تمہارے پاس افسوس کے سوا کچھ نہیں رہے گا جو تمہارے ساتھ چھٹی رہے گی، اگرچہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ لیکن نقصان اور حسرت کی تکلیف برداشت نہیں کر سکو گے اگرچہ وہ جہنم کے عذاب سے کم ہے۔

بعض بزرگ فرماتے ہیں یہ ٹھیک ہے کہ گناہ گار کی بخشش ہوگی لیکن کیا وہ نیکی کرنے والوں کو حاصل ہونے والے ثواب سے محروم نہیں ہوگا انہوں نے اس کے نقصان اور حسرت کی طرف اشارہ کیا ہے ارشاد خداوندی ہے۔  
 يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعِ ذٰلِكَ يَوْمَ  
 دن وہ دن (کا فزوں کے لیے) نقصان اٹھانے  
 التَّعَابِثِ۔

کا دن ہے۔

(۱)

یہ تو اوقات کے حوالے سے نفس کو تہہ پیرا سے اس کے سات اعضا: آنکھ، کان، زبان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ



اور پاؤں کے حوالے سے وصیت کرے اور ان کو اس کے حوالے کر دے کیوں کہ اس تجارت میں یہ اعضاء نفس کے خادم ہیں اور تجارت کے امور ان کے ذریعے مکمل ہوتے ہیں اور جہنم کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لیے ایک حصہ مقرر ہے اور یہ دروازے اس شخص کے لیے متعین ہوں گے جو ان اعضاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے پس اپنے نفس کو وصیت کرے کہ وہ ان کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔

آٹھ — آنکھ کو غیر محرم کی طرف دیکھنے، کسی مسلمان کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنے یا کسی مسلمان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے سے بچائے بلکہ ہر فضول بات جس کی ضرورت نہ ہو، سے بچائے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس طرح فضول کلام کے بارے میں پوچھے گا اسی طرح بندے سے فضول نظر کے بارے میں بھی سوال کرے گا۔

پھر جب ان باتوں سے نظر کو پھیر لے تو صرف اسی پر قناعت نہ کرے بلکہ اسے ان کاموں میں مشغول رکھے جو اس کی تجارت اور اس کا نفع ہے اور یہ وہ امور ہیں جن کے لیے نظر کو پیدا کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صنعتوں کے عجائب کو نبوت کی نگاہ سے دیکھے اور اچھے اعمال کو اس نیت سے دیکھے کہ ان کی اقتدا کرے قرآن پاک اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نظر کرے اور کتب حکمت کا مطالعہ کرے تاکہ ان سے نصیحت اور فائدہ حاصل کرے۔ اسی طرح ایک ایک عضو کے بارے میں نفس کو تفصیل بتا دے بالخصوص زبان اور سیٹھ کے بارے میں زیادہ تاکید کرے۔

زبان — فطری طور پر زبان چلتی رہتی ہے اور حرکت کرنے میں اسے کوئی مشقت نہیں ہوتی لیکن اس کی خطائیں مثلاً غیبت، جھوٹ چغلی، اپنی پاکیزگی بیان کرنا، مخلوق اور کھانے کی چیزوں کی برائی بیان کرنا، لعن طعن کرنا، دشمنوں کے لیے بددعا کرنا اور گفتگو میں جھگڑا کرنا اور اس کے علاوہ جو کچھ ہم نے زبان کی آفات کے بیان میں ذکر کیا ہے بہت بڑے جرم ہیں۔

زبان ان آفات کے درپے رہتی ہے حالانکہ اسے ذکر و تذکرہ تبحر علم، تعلیم، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور ان کے درمیان صلح کرانے اور اس کے علاوہ نیکیوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے لہذا اپنے نفس پر شرط رکھے کہ وہ دن بھر زبان کو ذکر کے علاوہ حرکت میں نہیں لائے گا کیوں کہ مومن کا بولنا ذکر، دیکھنا عبرت اور خاموشی فکر کے لیے ہوتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ  
 (۱) ایک تیار محافظ نہ بیٹھا ہو۔

سیٹھ — اسے حرص چھوڑنے پر مجبور کرے نیز یہ کہ وہ حلال کھانا اور وہ بھی تھوڑا سا کھائے شیبے والی چیزوں



اور خواہشات سے بچے اور ضرورت کی مقدار پر اکتفا کرے اور نفس کو بتادے کہ اگر اس نے اس سلسلے میں مخالفت کی تو وہ پیٹ کی خواہشات سے بالکل منع کر کے سزا دے گا تاکہ جس قدر اس نے خواہشات سے زیادہ حاصل کیا وہ جاتا رہے اسی طرح ہر عضو کے بارے میں نفس پر شرط رکھے ان تمام کا احاطہ بہت طویل ہے اور اعضا کے گناہ اور اطاعت پوشیدہ نہیں ہے۔

پھر اسے ان فرائض کی نصیحت کرے جو دن رات میں بار بار آتے ہیں پھر نوافل کے بارے میں جن پر فائدہ ہو اور زیادہ سے زیادہ ادا کر سکے ان نوافل کی تفصیل، کیفیت اور اسباب کے ذریعے ان کی استعداد سے متعلق سب کچھ بتادے۔

یہ وہ شرائط ہیں جن کی روزانہ ضرورت پڑتی ہے لیکن جب آدمی روزانہ یہ شرائط بیان کرنے کی عادت بنا لے اور نفس ان سب کو پورا کرنے میں اس کی بات مان لے تو اب شرائط بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی اور اگر بعض باتوں میں اطاعت کرے تو باقی امور میں شرط رکھنے کی ضرورت باقی رہے گی۔

لیکن ہر روز کوئی نیا کام سامنے آتا ہے اور کوئی نہ کوئی واقعہ پیش ہوتا ہے اور اس سلسلے میں اس پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور جو آدمی دنیا کی کوئی ذمہ داری اٹھاتا ہے مثلاً حکومت کرتا ہے یا تجارت یا تدبیر میں مشغول ہوتا ہے ان کے ساتھ یہ معاملہ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ کوئی دن ایسے جدید واقعہ سے خالی نہیں ہوتا جس میں اسے حق خداوندی کو پورا کرنے کی حاجت نہ ہو۔ لہذا اس پر لازم ہے کہ نفس کو استقامت اور اطاعت حق کی تاکید کرے اور اسے بیکار رہنے کے انجام سے بھی ڈرائے اور اسے اس طرح نصیحت کرے جس طرح ایک بھاگے ہوئے سرکش غلام کو نصیحت کی جاتی ہے کیوں کہ فطری طور پر نفس عبادت سے بھاگتا ہے اور بندگی سے انحراف کرتا ہے لیکن وعظ و تادیب اس پر اثر کرتی ہے اور شاد خداوندی ہے۔

وَذِكْرُ قَاتِ اللَّهِ كَرْتَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ - اور آپ یاد دلاتے رہیں کیوں کہ یاد دلانا مومنوں کو نفاذ دیتا ہے۔ (۱)

یہ تمام باتیں نفس کی نگہداشت کا پہلا مرحلہ ہے اور عمل سے پہلے محاسبہ یہی ہے محاسبہ کبھی عمل کے بعد ہوتا ہے اور کبھی عمل سے پہلے تاکہ ڈرا جائے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ - اور جان لو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتیں بھی جانتا ہے پس اس سے ڈرو۔ (۲)



یہ محاسبہ مستقبل کے حوالے سے ہے۔  
کثرت اور مقدار میں زیادتی اور نقصان کی معرفت کے لیے جو غور کیا جاتا ہے وہ محاسبہ ہے پس اگر بندہ اپنے دن  
بھر کے اعمال کو سامنے رکھے تاکہ اسے کبھی بیشی کا پتہ چلے تو یہ طبعی محاسبہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا صَرْتُمْ فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ فَبَيْتًا - (۱)

اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد  
کے لیے) چلو تو تحقیق کرو۔

ارشاد خداوندی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ  
بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوْا - (۲)

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر  
لائے تو اس کی تصدیق کرو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ  
بِهِ نَفْسُهُ - (۳)

بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم اس کے نفسانی  
وسوسوں کو جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بطور تشبیہ اور ڈراتے ہوئے ذکر فرمایا تاکہ وہ مستقبل میں پرہیز کرے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ  
سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں تو آپ نے  
ارشاد فرمایا۔

إِذَا رَدَّتْ أَمْرًا فَتَدَبَّرْ عَاقِبَتَهُ فَإِنْ  
كَانَ رُشْدًا فَاْمُضِ بِهِ وَإِنْ كَانَ  
عَيْنًا فَانْتِهَ عَنْهُ - (۴)

جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اس کے انجام کے بارے  
میں سوچو اگر وہ اچھا ہے تو اسے کرو اور اس کا نتیجہ  
غلط (مگر اچھی) ہے۔ تو اس سے بچو۔

کسی دانا کا قول ہے کہ اگر عقل کو خواہش پر غالب رکھنا چاہتے ہو تو خواہشات کی پیروی اس وقت تک نہ کرو جب  
تک اس کا انجام نہ دیکھ لو کیوں کہ دل میں ندامت کا ٹھہرنا، خواہش کے پورا نہ ہونے سے زیادہ بُرا ہے۔

(۱) قرآن مجید، سورۃ نسا، آیت ۹۲

(۲) قرآن مجید، سورۃ حجرات آیت ۶

(۳) قرآن مجید، سورۃ ق آیت ۱۶

(۴) کنز العمال جلد ۲ ص ۱۰۱ حدیث ۵۶۶۶



حضرت تقمان حکیم نے فرمایا جب مومن اپنے انجام پر نظر رکھتا ہے تو وہ مذمت سے محفوظ رہتا ہے۔  
 حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا۔  
 الْحَيُّونَ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا  
 بَعْدَ الْمَوْتِ وَاللَّاهِبُونَ مَنْ اتَّبَعَ نَفْسَهُ  
 هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللَّهِ  
 سمجھ دار آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے  
 اور موت کے بعد کے لیے عمل کرتا ہے جب کہ بے وقوف  
 اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرتا اور اللہ تعالیٰ پر تمنا  
 کرتا ہے۔

(۱)

لفظ "دَانَ" کا معنی محاسبہ کرنا حساب کرنا ہے اور "یوم الدین" حساب کے دن کو کہا جاتا ہے۔  
 ارشاد خداوندی ہے۔

تو کیا ہمیں جزا، سزا دی جائے گی۔

(۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے نفس کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے اور وزن کئے جانے  
 سے پہلے اپنے اعمال کا خود وزن کرو اور سبت بڑی پیشی کے لیے تیار ہو جاؤ۔  
 اور آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ شدت کے حساب سے پہلے راحت کے وقت میں اپنے  
 نفس کا احتساب کرو۔

اور آپ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ کی کتاب میں آپ محاسبے کے بارے میں کیا پاتے ہیں انہوں نے  
 فرمایا کہ زمین کے حساب کرنے والے کو آسمان کے حساب کرنے والے کی طرف سے ہلاکت ہے آپ نے اپنا درہ اٹھایا  
 اور فرمایا ہاں مگر وہ جو اپنا احتساب خود کرے (وہ محفوظ رہے گا) حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے امیر المؤمنین اسی  
 کے ساتھ تورات میں یہ بات راستنایا بھی مذکور ہے اور درمیان میں کوئی دوسرا کلمہ نہیں کہ مگر وہ اپنا احتساب کرے ان سب باتوں  
 میں اس طرف اشارہ ہے کہ مستقبل کے لیے بھی محاسبہ ہوتا ہے۔

اسی لیے فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کا احتساب کرتا ہے وہ موت کے بعد کے لیے عمل کرتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ  
 اعمال کے سلسلے میں پہلے وزن کر کے خوب سوچے اور غور و فکر کے بعد ان پر عمل پیرا ہو۔

## نگاہداشت کا دوسرا مقام — مراقبہ

جب آدمی اپنے نفس کو وصیت کرنے اور مذکورہ بالا شرائط کا اسے پابند بنانے تو اب اعمال شروع کرتے

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۲۴ روایت شداد بن اوس

(۲) قرآن مجید، سورۃ صافات آیت ۵۲



وقت نفس کی خوب حفاظت کرے اور حفاظت کی نگاہ سے دیکھے کیوں کہ اگر اسے کھلی چھٹی دے تو وہ غراب اور سرکش ہو جائے گا اب ہم مراقبہ کی فضیلت اور اس کے بعد اس کے درجات ذکر کرتے ہیں۔

### مراقبہ کی فضیلت :

حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔  
 اِنَّ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَمَا نَكَ تَرَاہُ - (۱)

آپ نے ارشاد فرمایا۔

اَعْبُدُ اللّٰهَ كَمَا نَكَ تَرَاہُ كَا نَ لَمْ تَكُنْ تَرَاہُ فَانَہُ يَرَاكَ - (۲)

ارشاد خداوندی ہے۔

اَكْمَنُ هُوَ قَاتِمٌ عَلٰی كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ (۳)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَمْ يَعْلَم بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰہُ - (۴)

اور ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰیكُمْ رَقِیْبًا - (۵)

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لَا مَانَا تِهِمْ رَاعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَہَادَاتِهِمْ قَائِمُوْنَ (۶)

حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ نے ایک شخص سے فرمایا اللہ تعالیٰ کو دیکھتے رہا کرو اس نے عرض کیا اس کی وضاحت فرمائیں

(۱) صحیح بخاری جلد اول ص ۱۲ کتاب الایمان

(۲) ایضاً

(۳) قرآن مجید، سورہ رعد آیت ۳۳

(۴) قرآن مجید، سورہ علق آیت ۴

(۵) قرآن مجید، سورہ النساء آیت ۱

(۶) قرآن مجید، سورہ المعارج آیت ۲۲، ۳۳



تو آپ نے فرمایا ہمیشہ اس طرح رہو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔  
حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب میرا سردار میرا نگہبان ہے تو مجھے کسی اور کی پرواہ نہیں۔  
حضرت ابو عثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس راتے میں انسان جو چیزیں اپنے اوپر لازم کرتا ہے ان میں سے افضل  
محاسبہ اور مراقبہ ہے نیز اپنے عمل کی سیاست کو علم کے مطابق کرنا ہے۔

حضرت ابن عطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں سب سے بہترین عبادت ہم وقت مراقبہ حق کو اختیار کرنا ہے۔  
حضرت جویری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارا معاملہ دو ضابطوں پر مبنی ہے ایک اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے نفس کا مراقبہ اور  
دوسرا علم کو اپنے ظاہر پر قائم کرنا۔

حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو حفص رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا جب تم لوگوں میں بیٹھو تو اپنے نفس  
اور دل کو وعظ کرنے والے بنو اور ان کا تمہارے پاس جمع ہونا تمہیں دسوا کے میں نہ ڈالے کہ وہ تمہارے ظاہر کو اور اللہ  
تعالیٰ تمہارے باطن کو دیکھتا ہے۔

منقول ہے کہ اس گروہ کے مشائخ میں سے ایک بزرگ کا ایک نوجوان شاگرد تھا وہ بزرگ اس کی تعظیم کرتے اور  
اسے مقدم کرتے تھے ان کے کسی مرید نے پوچھا کہ آپ اس کی عزت کیسے کرتے ہیں جب کہ یہ نوجوان ہے اور ہم عمر مرید  
ہیں؟ اس بزرگ نے کچھ پرندے منگوائے اور ان سب کو ایک ایک پرندہ اور ایک ایک چھری دے دی اور فرمایا کہ تم میں  
سے ہر ایک اس پرندے کو وہاں ذبح کرے جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو اس نوجوان کو بھی اسی طرح پرندہ دیا اور اس سے  
بھی وہی بات فرمائی۔

اب ان میں سے ہر ایک ذبح کیا ہوا پرندہ لے کر واپس آیا لیکن وہ نوجوان زندہ پرندہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے واپس آیا ،  
بزرگ نے پوچھا کہ دوسروں کی طرح تم نے اسے کیوں ذبح نہ کیا؟ اس نے کہا مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جہاں کوئی دیکھتا  
نہ ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو مجھے ہر جگہ دیکھتا ہے۔

تو ان سب نے اس کے مراقبے کو پسند کیا اور کہا کہ تو واقعی عزت و احترام کے لائق ہے۔  
منقول ہے کہ حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا جب حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ خلوت میں گئیں تو انہوں نے اپنے بت  
کا چہرہ ڈھانپ لیا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تمہیں کیا ہوا تم ایک پتھر کے دیکھنے سے جیا کرتی ہو حالانکہ وہ دیکھ  
نہیں سکتا، لیکن میں جبار بادشاہ کے دیکھنے سے جیا نہ کروں۔

ایک نوجوان کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ اس نے ایک لونڈی کو اپنے قریب کرنا چاہا تو اس نے کہا تمہیں جیا نہیں  
آتا؟ اس نے پوچھا کس سے جیا کروں، میں نور صفت ستارے دیکھ رہے ہیں لونڈی نے کہا پھر ستاروں والا کہاں گیا  
(یعنی ستاروں کو پیدا کرنے والا تو دیکھتا ہے)



ایک شخص نے حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ میں نگاہیں پست کرتے پر کسی چیز سے مدد حاصل کروں؟ انہوں نے فرمایا یہ عقیدہ رکھو کہ تمہیں دیکھنے والے کی نظر تم تک اس سے پہلے پہنچتی ہے کہ تمہاری نظر کسی دوسرے تک پہنچے حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس شخص کا مراقبہ لپکا ہوتا ہے جو اپنے رب سے حاصل ہونے والے حصے کے فوت ہو جانے کا خوف رکھتا ہے۔

حضرت مالک بن دنیا رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جنت عدن جنت الفردوس میں سے ہے اور وہاں ایسی عورتیں ہیں جو جنت کے گلاب سے پیدا کی گئی ہیں پوچھا گیا وہاں کون رہے گا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جنت عدن میں وہ لوگ ہوں گے جو گناہوں کا ارادہ کریں تو میری عظمت کو یاد کر کے میرا لحاظ کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کی کمر میرے خوف کی وجہ سے جھک گئی مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے میں زمین والوں کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں پھر جب ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو میری رضا کی خاطر بھوکے پیاسے رہتے ہیں تو لوگوں سے عذاب کو پھیر دیتا ہوں۔

حضرت محاسبی رحمہ اللہ سے مراقبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اس کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا علم ہو۔

حضرت مراقش رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراقبہ یہ ہے کہ ہر لحظہ اور ہر کلمے پر غیب کو ملاحظہ کرتے ہوئے باطن کا خیال رکھے۔ ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا تم ظاہر پر مقرر ہو اور میں باطن کو دیکھتا اور اس کی نگرانی کرتا ہوں۔

حضرت محمد بن علی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنا مراقبہ اس فطرت کے لیے کر جس کی نظر سے تو غائب نہیں اور اس کا شکر ادا کر جس کی نعمتیں تجھ سے منقطع نہ ہوں۔ اس کی عبادت کو جس سے توبے کی نیاز نہیں ہو سکتا اپنا شروع و ختم اس کے لیے اختیار کر جس کی بادشاہی اور ملک سے تو باہر نہیں نکل سکتا۔

حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے بڑھ کر کسی چیز سے دل مزین نہیں ہوتا کہ بندہ اس بات کا یقین رکھے کہ وہ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا ہے۔

کسی بزرگ ہے اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھی گئی ارشاد خداوندی ہے۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ حَشِيَ رَبَّهُ - (۱)

یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

انہوں نے فرمایا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے رب کو دیکھتے ہیں اپنے نفس کا احتساب کرتے ہیں اور اپنی آخرت کے لیے



سامان اختیار کرتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مفری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ بندے کو جنت کیسے حاصل ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا پانچ باتوں سے جنت حاصل ہوتی ہے۔

(۱) ایسی استقامت جس میں ٹیڑھا پن نہ ہو (۲) ایسا جہاد جس میں بھول نہ ہو (۳) ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کو سامنے دیکھنا (مراقبہ) (۴) تیاری کے ساتھ موت کا انتظار (۵) اور نفس کا احتساب کرنا اس سے پہلے کہ اس کا محاسب ہو۔ کہا گیا ہے۔

اور جب کسی دن تو تنہا ہو تو رب نہ کہہ کہ میں تنہا ہوں بلکہ یوں کہہ کہ وہ اللہ تعالیٰ! مجھے دیکھ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایک گھڑی بھی غافل نہ سمجھاؤ ورنہ یہ کہ جو کچھ تو اس سے چھپاتا ہے وہ اس سے غائب ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ آج کا دن تمہنی جلدی کر جا رہا ہے اور کل کا دن دیکھنے والوں کے لیے قریب ہے۔

اِذَا مَا حَلَوْتَ يَوْمًا فَلَا تَقْلُدْ  
حَلَوْتَ وَلَكِنْ قُلْ عَلَى رَتِيبٍ  
وَرَاةَ تَحْسَبَنَّ اللّٰهُ يَفْعَلُ سَاعَةً  
وَلَا اَنْتَ مَا تَخْفِيهِ عَنْهُ يَغْتِيبُ  
اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْيَوْمَ اَسْرَعُ ذَاهِبًا  
وَ اَنَّ عَذَابَ الْاَلْتِ اَظْرِبُتْ قَرِيبًا

حضرت حمید الطویل نے حضرت سلیمان بن علی رحمہما اللہ سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے انہوں نے فرمایا اگر تم تنہائی میں گنہ کرتے ہوئے یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے تو تم نے بہت بڑی بات پر جرأت کی اور اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ وہ تمہیں دیکھ نہیں رہا تو تم نے اس کا انکار (کفر) کیا۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمہیں اس ذات کو نگاہ میں رکھنا چاہیے کہ کوئی چھپنے والی چیز اس سے چھپ نہیں سکتی۔ اور اس ذات سے امید رکھو جو وفا کی مالک ہے اور اس سے ڈرو جو سزا دینے کا مالک ہے۔

حضرت فرقدنجی رحمہ اللہ نے فرمایا منافق دیکھتا ہے کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا اگر اس کا خیال ہو کہ اسے کوئی نہیں دیکھتا تو وہ برائی کی راہ اختیار کرتا ہے اور لوگوں کا خیال رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کا لحاظ نہیں کرتا۔

حضرت عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف گیا ہم راستے میں ایک جگہ اترے تو پہاڑ سے ایک چرواہا آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا اے چرواہے! اس ریڑھ سے ایک بکری مجھ پر بیچ دو اس نے کہا میں کسی کا غلام ہوں، آپ نے فرمایا اپنے مالک سے کہہ دینا کہ اسے بھڑٹے نے کھالیا ہے۔ اس نے عرض کیا تو اللہ تعالیٰ کہاں ہے (وہ تو دیکھتا ہے) فرماتے ہیں (رسین کہ) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روپڑے پھر دوسرے دن اس غلام کو مالک سے خرید کر آزاد کر دیا اور فرمایا دنیا میں تجھے اس کلمے نے آزاد کر دیا اور مجھے امید ہے کہ یہ تیری آخرت کی آزادی کا باعث بھی ہوگا۔



## مراقبہ کی حقیقت اور اس کے درجات

مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ نگہ رانی کرنے والے کا لحاظ کیا جائے اور اپنی پوری توجہ کو اس کی طرف پھیرا جائے جو شخص کسی دوسرے کی وجہ سے کسی بات سے پرہیز کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں کا خیال اور لحاظ کرتا ہے اور اس مراقبہ سے مراد دل کی حالت ہے جو معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور اس حالت کے نتیجے میں اعضاء اور دل میں کچھ اعمال پیدا ہوتے ہیں پس حالت توجہ ہے کہ دل رقیب رنگران کا خیال کرتا ہے اس کے ساتھ مشغول ہو اس کی طرف متوجہ ہو اس کو دیکھتا رہے اور اسی کی طرف رجوع کرے۔

اور اس حالت سے جو معرفت حاصل ہوتی ہے وہ اس بات کا علم حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دل کی باتوں پر مطلع ہے اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے بندوں کے اعمال اس کے سامنے ہیں ہر نفس جو کچھ کرتا ہے وہ اس سے واقف ہے اس کے حق میں دل کا راز کھلا ہے جس طرح مخلوق کے لیے جسم کا ظاہر کھلا ہوتا ہے بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ کھلا ہے اور جب شک زائل ہو جائے اور یہ معرفت یقین میں بدل جائے اور دل پر غالب ہو کر اسے دبا دے تو اسے رقیب کا خیال رکھنے کی طرف لے جاتی ہے اور اس کی محبت اور توجہ کو اسی طرف پھیر دیتی ہے لیکن بہت سے علم بلاشبہ دل پر غالب نہیں آتے۔ جو لوگ اس معرفت کا نام یقین رکھتے ہیں وہ مغربین ہیں اور ان کی دوستیں ہیں ایک صدیقین ہیں اور دوسرے اصحابِ یمن، لہذا ان کے مراقبہ کے بھی دو درجے ہیں۔

### پہلا درجہ:

یہ صدیقین مغربین کا مراقبہ ہے اور یہ تنظیم اور بڑائی کا مراقبہ سے یعنی دل اس بڑائی کو دیکھنے میں اچھی طرح مصروف ہو اور سمیت کے نیچے دبا ہوا ہو، اور اس میں کسی دوسری طرف توجہ کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ ہم اس مراقبہ کے اعمال کی تفصیل میں نہیں جاتے کیوں کہ یہ دل کے ساتھ خاص ہے جہاں تک اعضاء تعلق سے تو وہ مباح چیزوں کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے چہ جائیکہ ممنوعات کی طرف توجہ کریں اور جب فرمانبرداری اور عبادت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو گویا اسی مقصد کے لیے استعمال ہو رہے ہیں۔

تو یہاں ان اعضاء کو درست راستوں پر رکھنے کے لیے کسی تدبیر وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ نگران راہ راست پر ہو تو رعایا خود بخود درست راہ پر رہتی ہے اور دل حاکم و نگران ہے توجہ وہ اپنے معبود کی طرف متوجہ ہو گیا تو تمام اعضاء کسی تکلف کے بغیر درستگی اور استقامت کی راہ اختیار کرتے ہیں۔



یہی وہ شخص ہے جس کا صرف ایک فکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے باقی تمام فکروں سے بچایا اور جو آدمی اس درجے پر پہنچ جائے وہ مخلوق سے غافل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اسے پاس بیٹھے ہوئے آدمی کا بھی پتہ نہیں چلتا حالانکہ اس کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں اور جو کچھ کہا جا رہا ہے اسے نہیں سنتا حالانکہ وہ بہرہ نہیں ہوتا کبھی اس کا بیٹیا اس کے پاس سے گزرتا ہے لیکن اسے پتہ نہیں چلتا حتیٰ کہ بعض بزرگوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوا اور کسی نے ان کو عتاب کیا تو انہوں نے اس سے فرمایا جب تم میرے پاس سے گزرو تو مجھے حرکت دے دینا۔

اور یہ بات بعید نہیں ہے کیوں کہ تم دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کے دلوں میں اس کی مثال پاؤ گے حتیٰ کہ ان کے خادم ان کے درباروں میں ان کی طرف اس قدر متوجہ ہوئے ہیں کہ ان کو اپنی خیز تک نہیں ہوتی۔

بلکہ بعض اوقات دنیا کے ادنیٰ کام میں مشغولیت کی وجہ سے تمام توجہ اس طرف مبذول ہو جاتی ہے اور آدمی اس میں ڈوب جاتا ہے اور چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ مقصود مقام سے تجاوز کر جاتا ہے اور جس کام کے لیے اٹھا تھا اسے بھول جاتا ہے۔

حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اس زمانے میں کسی ایسے آدمی کو پاتے ہیں جو اپنی حالت میں مشغول ہو کر مخلوق سے بے خبر ہو انہوں نے فرمایا میں صرف ایک آدمی کو جانتا ہوں جو عنقریب آئے گا زیادہ دیر نہ گزری کہ عتبہ غلام داخل ہوا حضرت عبدالواحد بن زید نے اس سے پوچھا اے عتبہ! کہاں سے آ رہے ہو اس نے کہا فلاں جگہ سے، اور اس کا راستہ بازار کی طرف سے تھا پوچھا راستے میں کس سے ملاقات ہوئی؟ اس نے کہا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ایک عورت کے پاس سے گزرے اسے دھکا لگا اور وہ منہ کے بل گر گئی آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے فرمایا میں نے سمجھا یہ دیوار ہے اور ایک بزرگ کے بارے میں منقول ہے وہ فرماتے ہیں میں ایک جماعت کے پاس سے گزرا وہ نمبر اندازی کر رہے تھے اور ایک شخص ان سے دُور بیٹھا ہوا تھا میں اس کے پاس گیا اور اس سے گفتگو کرنا چاہی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے ذکر میں زیادہ لذت ہے میں نے پوچھا تم تنہا ہو اس نے کہا میرے ساتھ میرا رب اور دو فرشتے ہیں میں نے پوچھا ان لوگوں میں سے سبقت لے جانے والا کون ہے؟ فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ بخش دے میں نے پوچھا راستہ کہاں ہے انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا پھر وہ اٹھ کر چلے گئے اور فرمایا (اے اللہ!) تیری مخلوق تجھ سے زیادہ غافل ہے تو یہ ایسے شخص کی گفتگو ہے جو اللہ تعالیٰ کے مشاہدے میں مستغرق ہو اسی سے کلام کرے اور اسی سے سنے اسے اپنی زبان اور اعضا کی حفاظت کی ضرورت نہیں رہتی کیوں کہ یہ لوگ اسی چیز کے ساتھ حرکت کرتے ہیں جو ان میں پائی جاتی ہے۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ حضرت ابوالحسن بن نوری رحمہ اللہ کے پاس تشریف لے گئے تو ان کو حالت اعتکاف میں نہایت دل جمعی اور خاموشی سے بیٹھا ہوا دیکھا کہ ان کے سم میں کسی قسم کی حرکت نہیں ہے انہوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ مراقبہ اور



سکون کہاں سے لیکھا فرمایا ہمارے پاس ایک بلی تھی اس سے لیکھا ہے وہ جب شکار کا ارادہ کرتی تو بلبوں کے پاس گھات لگا کر بیٹھتی اور اس کا ایک بال بھی حرکت نہ کرتا۔

حضرت ابو عبد اللہ بن خنیف رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں مصر سے رملہ جانے کے لیے نکلتا کہ وہاں ابو علی روفباری رحمہ اللہ سے ملاقات کروں تو عبید بن یونس مصری نے جو معدود نراہد تھے مجھے فرمایا کہ مقام صور میں ایک نوجوان اور ایک بوڑھا شخص مراقبہ کی حالت میں ہیں اگر آپ ان کو ایک نظر دیکھ لیں تو شاید ان سے آپ کو نفع حاصل ہو رہ فرماتے ہیں میں مقام صور میں داخل ہوا اور میں بھوکا اور پیاسا تھا۔ میری کمر میں ایک کپڑا بندھا ہوا تھا لیکن میرے کانڈھوں پر کچھ بھی نہ تھا۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو وہاں دو آدمیوں کو دیکھا جو قبلہ رخ بیٹھے ہوئے تھے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا میں نے ان کو دوسری اور تیسری بار سلام کیا لیکن مجھے جواب سنائی نہ دیا میں نے کہا میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے سلام کا جواب دیں نوجوان نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور میری طرف دیکھ کر کہا اے ابن خنیف دنیا بہت تھوڑی ہے اور اس تھوڑی میں سے بھی تھوڑی رہ گئی ہے۔

اے ابن خنیف! تجھے کتنی تھوڑی مشغولیت ہے کہ تو ہماری ملاقات کے لیے فارغ ہوا فرماتے ہیں اس نے مجھ پر مکمل طور پر اثر کیا پھر وہیں سر جھکا لیا میں ان دونوں کے پاس ٹھہرا رہا حتیٰ کہ ہم نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھی اور میری بھوک پیاں سب کچھ چلا گیا۔

جب عصر کا وقت ہوا تو میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت کریں تو انہوں نے سر اٹھا کر فرمایا اے ابن خنیف! ہم مصیبت کے مارے ہوئے لوگ ہیں ہمارے پاس نصیحت کے لیے زبان نہیں ہے فرماتے ہیں میں تین دن تک ان کے پاس رہا اور اس دوران میں نے کچھ کھا یا نہ پیا اور نہ ہی میں سویا اور میں نے ان کو بھی کوئی چیز دکھاتے پیتے نہیں دیکھا تیسرا دن ہوا تو میں نے دل میں کہا میں ان کو قسم دیتا ہوں کہ مجھے کوئی نصیحت کریں شاید ان کی نصیحت سے مجھے کوئی نفع حاصل ہو۔ نوجوان نے سر اٹھایا اور فرمایا اے ابن خنیف! ان لوگوں کی مجلس اختیار کرو جن کو دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آجائے اور ان کی ہیبت تمہارے دل پر چھا جائے وہ تجھے عمل کی زبان سے نصیحت کریں قول کی زبان سے نہیں۔ ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ تو یہ ان مراقبہ کرنے والوں کا درجہ ہے جن کے دلوں پر بزرگی اور تعظیم کا غلبہ ہوتا ہے اور ان میں کسی غیر کی گنجائش نہیں ہوتی۔

تیسرا درجہ :

یہ ان لوگوں کا مراقبہ ہے جو اصحابِ یمن متقی ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن پر مطلع ہے لیکن ملاحظہ جلال سے وہ مدہوش نہیں ہوتے بلکہ ان کے دل حد اعتدال پر رہتے ہیں اور احوال و اعمال کی طرف توجہ کی گنجائش بھی نہیں رہتی۔

لیکن وہ اعمال کے ساتھ مکمل تعلق کے باوجود مراقبہ سے غافل نہیں رہتے لیکن ان پر اللہ تعالیٰ سے حیا کا غلبہ ہوتا ہے



اس لئے وہ کسی بھی کام کو کرتے سے پہلے ثابت قدمی اختیار کرنے میں اور ہر ایسے کام سے اجتناب کرتے ہیں جس کے باعث قیامت کے دن ذلت و رسوائی ہو۔

وہ دنیا میں ہی یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر مطلع ہے لہذا وہ اس کے انتظار کے محتاج نہیں ہوتے۔

ان دونوں درجوں میں اختلاف مشاہدے کے ذریعے معلوم ہوتا ہے جب تم علیحدگی میں کوئی عمل کر رہے ہو اور کوئی بچہ یا عورت آجائے اور تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ اس سے آگاہ ہو چکا ہے تو تمہیں اس سے جیا آتا ہے اور اس کے ساتھ اچھی طرح بیٹھ جانے ہو اور اپنے حالات کا خیال رکھتے ہو لیکن اس کا سبب بزرگی اور تعظیم نہیں ہے بلکہ جیا کی وجہ سے ایسا کرتے ہو۔ اس لیے کہ اس کا مشاہدہ اگرچہ تمہیں بد ہوش نہیں کرتا اور نہ ہی تم مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہو لیکن اس کی وجہ سے تمہارے جیا کو حرکت ہوتی ہے۔

اور بعض اوقات تمہارے پاس کوئی بادشاہ یا کوئی بزرگ شخصیت آتی ہے تو تم اس کی تعظیم کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہو جاتے ہو حتیٰ کہ اپنی تمام مصروفیت چھوڑ دیتے ہو اور یہ چھوڑنا جیا کی وجہ سے نہیں ہوتا۔  
تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کے مراقبہ کے سلسلے میں بندوں کے درجات بھی مختلف ہیں لہذا جو شخص اس درجے میں ہو وہ اپنی تمام حرکات و سکنات اور خطرات و لحظات کی نگرانی کرے بلکہ تمام اختیارات کی حفاظت کرے اور ان امور میں دو نظریں ہوتی ہیں ایک نظر عمل سے پہلے اور دوسری نظر عمل کے دوران۔

عمل سے پہلے نظر یہ ہے کہ وہ دیکھے کہ جو کچھ اس کے سامنے ظاہر ہو یا دل میں عمل کے لیے حرکت پیدا ہوئی ہے کیا وہ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہے یا وہ نفسانی خواہش اور شیطان کی پیروی میں ہے تو اس سلسلے میں اچھی طرح غور کرے حتیٰ کہ ٹور حتیٰ کے ذریعے یہ بات واضح ہو جائے۔

اگر وہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو اسے کرے اور اگر غیر خدا کے لیے ہو تو اللہ تعالیٰ سے جیا کرتے ہوئے اس کام سے رک جائے۔

پھر اپنے نفس کو ملامت کرے کہ اس نے اس میں رغبت کی اس کا قصد کیا اور اس کی طرف پھکا اور اسے اس کے فعل کی برائی سمجھاوے اور بتائے کہ اس نفس نے اپنی رسوائی کے لیے یہ کوشش کی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اسے محفوظ نہ رکھتا تو وہ خود اپنے آپ سے دشمنی کرنے والا ہوتا۔

حقیقت حال کی وضاحت تک یہ توقف ضروری ہے اور اس سے کسی کے لیے بھی فرار کی گنجائش نہیں کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ بندے کے لیے اس کی ہر حرکت کے تین دفتر راجبٹر کھولے جائیں گے اگرچہ وہ حرکت چھوٹی ہی ہو ایک دفتر یہ کہ کیوں کیا؟ دوسرا یہ کہ کس طرح کیا؟ اور تیسرا یہ کہ کس کے لیے کیا؟

مطلب یہ ہے کہ تو نے یہ کام کیوں کیا؟ کیا تجھ پر اپنے آقا کے لیے اس کا کرنا لازم تھا یا اپنی خواہشات کے تحت اس کی



طرف مائل ہوا۔ اگر اس سے بچ گیا کہ اپنے آقا کے لیے اللہ تعالیٰ کے لیے) اسے کرنا مطلوب تھا تو دوسرا سوال ہوگا کہ کیسے کیا؟ کیوں کہ ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کے لیے شرط اور حکم ہے اس کی مقدار، وقت اور صفت سے آگاہی علم کے بغیر نہیں ہوتی تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے یہ عمل کس طریقے سے کیا؟ یقینی علم کے ساتھ یا جہالت کے ساتھ یا امکان اور اندازہ کے ساتھ؟ اگر اس سوال سے بھی محفوظ رہا تو تیسرا دفتر کھلے گا اور اخلاص کے بارے میں سوال ہوگا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ اس کے لیے عمل کیا؟ خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور لا الہ الا اللہ ہر عمل کرنے کے لیے؛ اگر یہ صورت ہے تو تیسرا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر واجب ہوگا اور اگر اپنے جیسی مخلوق کو دکھانے کے لیے یہ عمل کیا ہے تو ثواب بھی اسی سے طلب کر اگر دنیا کا مال حاصل کرنے کے لیے کیا ہے تو ہم تمہارا دیوبنی حصہ تمہیں دے چکے ہیں اور اگر غفلت اور مجھول کے طور پر کیا ہے تو تیسرا اجر بھی کیا عمل بھی ضائع ہوگا اور کوشش بھی برباد ہوگئی اور اگر میرے غیر کے لیے یہ کام کیا تو میرا عذاب اور نارا ضلگی لازم ہوگئی کیوں کہ تو میرا بندہ تھا میرا رزق کھانا اور میری نعمتوں سے نفع حاصل کرتا تھا پھر تو نے دوسروں کے لیے عمل کیا کہا تو نے میرا یہ قول نہیں سنا۔

بے شک تم اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پوجتے ہو وہ تمہاری طرح  
بندے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ  
اَمْثَلُكُمْ۔ (۱)

اور ارشاد خداوندی ہے

بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو تم پوجتے ہو وہ تمہارے  
لیے رزق کے مالک نہیں ہیں پس اللہ تعالیٰ کے پاس  
رزق تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا  
يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَاتَّبِعُوْا عِنْدَ اللّٰهِ  
الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ۔ (۲)

مجھے کیا ہوا تو نے میری یہ بات نہیں سنی۔

سوا صر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ۔ (۳)

پس جب بندے کو معلوم ہو جائے کہ اس سے یہ سوالات ہوں گے اور حیرتوں کیوں کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ اپنے نفس  
سے مطالبہ کرتا ہے اس سے پہلے کہ اس سے پوچھا جائے اور سوال کے لیے جواب تیار رکھتا ہے۔ لیکن جواب درست  
ہونا چاہیے اور کوئی کام شروع سے کرے یا دوبارہ کرے اس کے لیے پہلے سے غور و فکر ہونا چاہیے بلکہ ایک اور

(۱) قرآن مجید، سورۃ اعران آیت ۱۹۴

(۲) قرآن مجید، سورۃ عنکبوت آیت ۱۷

(۳) قرآن مجید، سورۃ زمر آیت ۳



انگلی کو سوچ و بچار کے بعد حرکت دے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔  
 إِنَّ الرَّجُلَ لَيَسْتَسْتَلُّ عَنْ كُحْلِ عَيْبِيهِ وَ  
 عَنْ قَتْبِهِ الطَّيِّبِ بِاصْبِعِيهِ وَعَنْ كَسْبِهِ  
 ثَوْبٍ آخِيهِ۔ (۱)

بے شک آدمی سے اس کی آنکھوں کے سرے انگلیوں  
 سے گارا توڑنے اور اپنے بھائی کے کپڑوں کو چھونے  
 کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اسلام میں سے کوئی شخص اگر صدقہ کرنا چاہتا تو وہ غور و فکر کرتا اور سوچتا اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا تو صدقہ  
 کر دیتا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو کسی چیز کا ارادہ کرتے وقت رک جاتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا تو گزرتا  
 ہے اور اگر غیر خدا کے لیے ہوتا تو ٹھہر جاتا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ان کو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

جب کسی بات کا ارادہ کرو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو (۲)

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

مومن توقف کرنے والا اور غور و فکر کرنے والا ہوتا ہے وہ ارادہ کرتے وقت توقف کرتا ہے رات کے وقت مکہ طہران  
 چھنے والے کی طرح نہیں ہوتا تو مراقبے کے سلسلے میں پہلی نظر اور سوچ و بچار ہے۔ اور اس سے بچاؤ کے لیے علم متین مضبوط  
 علم اعمال کے اسرار کی حقیقی معرفت اور نفس کو شیطان کے مکر و فریب سے آگاہی ضروری ہے۔

جب تک آدمی اپنے نفس، اپنے رب اور اپنے دشمن شیطان کی پہچان حاصل نہ کرے اور اسے معلوم نہ ہو کہ نفس کی  
 خواہش کے مطابق کونسا کام ہے اور جب تک وہ اپنی نیت، ارادے، فکر اور حرکات و سکنات کے سلسلے میں خواہش  
 اور محبت و رضا کے درمیان تمیز نہ کرے اس مراقبہ میں محفوظ نہیں ہو سکتا بلکہ اکثر لوگ ان کاموں میں جہالت  
 کے قریب ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

اور تمہیں سیگان نہیں کرنا چاہیے کہ جاہل جس بات کو سیکھنے پر قادر ہوتا ہے اس میں اس کا عذر قبول کیا جائے گا  
 ہرگز نہیں بلکہ علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے یہی وجہ ہے کہ عالم کی دو رکتیں، غیر عالم کی ہزار رکعات سے بہتر ہیں کیوں کہ وہ نفوس

(۱) حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۲۶ مقدمۃ الكتاب

(۲) سنن ابن ماجہ ص ۳۱۲، ابواب الزہد



کی آفات، شیطان کی مکاریوں اور دہوکے کے مقامات سے واقف ہوتا ہے۔ لہذا ان سے بچتا ہے۔ جب کہ جاہل کو اس بات کی پہچان نہیں ہوتی پس وہ کیسے بچے گا؛ لہذا جاہل ہمیشہ مشقت میں مبتلا رہتا ہے اور شیطان اس سے خوش خوش رہتا ہے ہم جاہلت اور غفلت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کیوں کہ یہ بہر بند بختی کی جڑ اور ہر نقصان کی بنیاد ہے۔

تو بہر بندے کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ جب وہ کسی عمل کا ارادہ کرے اور اپنے اعصاب کو کوشش میں لگانا چاہے تو اس وقت تک عمل میں جلدی نہ کرے جب تک نورِ علم کے ذریعے اس پر واضح نہ ہو جائے کہ یکام اللہ تعالیٰ کے لیے ہے پھر اسے کرنا چاہیے۔ اور اگر وہ نفس کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے ہے تو بچنا چاہیے اور وہ اپنے دل کو اس کے بارے میں سوچنے اور اس کا ارادہ کرنے پر جھڑک دے کیوں کہ باطل کام میں پہلے خطرے کو دور نہ کیا جائے تو اس سے رغبت پیدا ہوتی ہے رغبت ارادے کو جنم دیتی ہے اور ارادہ عزمِ جمیم کا باعث بنتا ہے اور عمل تباہی اور غضب خداوندی کا سبب ہوتا ہے۔

لہذا شروع ہی سے شر کے مادے کی بیخ کنی کی جائے اور بہ دل کا خیال ہوتا ہے باقی سب باتیں اس کے بعد آتی ہیں اور جب آدمی پر یہ بات مشکل ہو جائے اور واقعہ منکشف نہ ہو بلکہ تاریکی میں ہو تو نورِ علم کے ساتھ اس میں غور و فکر کرے اور شیطان کے مکر و فریب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہیے جو خواہش کے ذریعے سامنے آتا ہے اور اگر خود سوچ و بچاؤ نہ کر سکے تو علماء دین کے نور سے روشنی حاصل کرے اور گمراہ کرنے والے دنیا دار علماء سے اس طرح بھاگے جس طرح شیطان سے بھاگتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بھاگے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس عالم کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھیں جس پر دنیا کی محبت کا نشہ غالب ہے وہ تمہیں میری محبت سے الگ کر دے گا ایسے علماء میرے بندوں کو بوٹنے والے لٹیرے ہیں۔ تو جو دل دنیا کی محبت اور سخت حرص کی وجہ سے اندھیرے میں ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے پرورے میں ہوتا ہے کیوں کہ دونوں کے انوار حضرت ربوبیت سے چمکتے ہیں تو جو شخص اس سے پیٹھ پھیر کر اس کے دشمن کی طرف متوجہ ہو اور اس سے اللہ تعالیٰ کو بغض اور دشمنی ہو یعنی وہ دنیاوی خواہشات کا عاشق ہو وہ انوارِ ربوبیت سے کب تجلی حاصل کر سکتا ہے۔

تو مرید کا پہلا ارادہ اچھی طرح علم حاصل کرنا ہے یا کسی ایسے عالم کو تلاش کرے جو دنیا سے منہ پھرنے والا ہے یا اس میں اس کی رغبت کم ہو بشرطیکہ ایسا شخص نہ ملے جو بالکل رغبت نہیں رکھتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

شہادت کے وقت چشم بینا اور خواہشات کے هجوم

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْبَصَرَ النَّاقِدَ عَيْنًا



وَرُوْدُ الشُّبُهَاتِ وَالْعَقْلُ الْكَامِلُ  
عِنْدَ هَجْرِهِ السُّهَوَاتِ (۱)

کے وقت عقل کامل کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔  
آپ نے ان دو چیزوں کو جمع فرمایا اور یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں کیوں کہ جس شخص کے پاس خواہشات سے روکنے والی عقل نہ ہو اس کے پاس شبہات کو پرکھنے والی نگاہ بھی نہیں ہوتی۔

اسی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ كَارَبَ ذَنْبًا فَارَقَهُ عَقْلٌ لَا يَبْعُودُ  
إِلَيْهِ أَبَدًا - (۲)

جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اس سے عقل یوں جدا ہو جاتی ہے کہ کبھی بھی اس کی طرف نہیں ٹوٹی۔  
تو انسان کو جس عقل کے ذریعے سعادت مندی حاصل ہے وہ کس قدر بے گناہوں کے ذریعے اسے بھی مٹانے کا قصد کرتا ہے۔

اس زمانے میں اعمال کی آفات کی پہچان بالکل مٹ چکی ہے اور تمام لوگوں نے ان علوم کو چھوڑ دیا اور خواہشات کی نیباد پر لوگوں کے درمیان جو جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں ان میں بڑھ کر اس کا نام فقر رکھ دیا ہے اور یہ علم جو دین کی فقہ تھا اسے تمام علوم سے خارج کر دیا اور دنیوی فقہ میں مشغول ہو گئے جس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ دلوں کے تشنل کو دودر کر کے دین کی فقہ کے لیے فارغ ہوں تو اس فقہ کے واسطے سے دنیوی فقہ دین بنی تھی۔

حدیث شریف میں ہے۔

أَنْتُمْ الْيَوْمَ فِي زَمَانٍ خَيْرَكُمْ فِيهِ الْمَسَارِعُ  
وَسَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ خَيْرَكُمْ فِيهِ  
الْمُتَنَّبِتُ - (۳)

آج تم ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے وہ شخص بہتر ہے جو عمل میں جلدی کرتا ہے اور عنقریب تم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ تم میں سے وہ شخص بہتر ہوگا جو توقف کرتا ہے۔  
یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے عراقیوں اور شامیوں سے لڑنے میں توقف کیا کیوں کہ ان پر یہ معاملہ مشتبہ ہو گیا تھا۔ جسے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت اسامہ بن محمد بن مسلمہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ اور جو شخص کو شبہ کے وقت توقف نہ کرے وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اپنی رائے کو پسند کرنے والا ہوگا اور یہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن کے بارے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) تذکرہ الموضوعات ص ۱۸۸ باب الاخلاق المحمودة

(۲) تذکرہ الموضوعات ص ۶۹ باب الاخلاق المحمودة



جب تم دیکھو کہ نخل کی اطاعت اور خواہش کی پیروی کی جاتی ہے نیز ہر لائے دینے والا اپنی لائے کو تہی پسند کرتا ہے تو اس وقت تمہیں اپنی فکر کرنی چاہیے۔

فَاذْأَرَيْتَ سُنْعًا مَطْلَانًا رَعَوَى مُتَبَعًا  
وَإِعْجَابًا كُلِّ ذِي رَأْيٍ يَدْرِيهِ فَعَلَيْكَ  
رِيَاصَةُ نَفْسِكَ - (۱)

اور جو شخص تخمین کے بغیر شبہ میں پڑتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کی مخالفت کرتا ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ - (۲) اور جن چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو۔ اور اس نے ہر کارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیثِ شریف کی بھی مخالفت کی آپ نے فرمایا۔

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ  
الْحَدِيثِ - (۳) اپنے آپ کو گمان سے بچاؤ کیوں کہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔

اس سے وہ گمان مراد یا جو دلیل کے بغیر جو جیسے عوام میں سے بعض لوگ اشتباہ کے ذوق اپنے دل سے فتویٰ لے کر گمان کے پیچھے چلتے ہیں چوں کہ یہ کام مشکل ہی ہے اور عظیم بھی اس لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

یا اللہ مجھ پر حق کو واضح فرما کر مجھے اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل کو میرے سامنے واضح کر کے مجھے اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما اور اسے میرے لیے مشتبہ نہ بنانا تاکہ میں خواہش کی پیروی کروں۔

أَللَّهُمَّ أَرِنِي الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنِي إِيْتَابَهُ  
وَارْزُقِ الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنِي  
لِاجْتِنَابِ الْوَلَاةِ جَعَلَهُ مُتَشَابِهًا لَهَا عَلَيَّ  
فَاتَّبَعْتُ الْهَوَى -

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

امور تین قسم کے ہیں ایک وہ بات ہے جس کا اچھا ہونا ظاہر ہے اس کی اتباع کرو دو سرا وہ جس کی غرابی (گمراہی) واضح ہے اس سے بچو اور تیسری قسم کا کام وہ ہے جس میں تمہیں شبہ پڑتا ہے اسے اس کے عالم کے حوالے کرو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا اس طرح تھی۔

یا اللہ! میں دین میں علم کے بغیر کوئی بات کرنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

أَللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَقُولَ فِي الدِّينِ  
بِعَدْرِ عِلْمِي - (۴)

(۱) حلیۃ الاولیاء، جلد ۳، ص ۲۱۹ ترجمہ ۲۳۸

(۲) قرآن مجید، سورۃ اسراء آیت ۳۶

(۳) صحیح بخاری جلد اول ص ۴۱۴ کتاب الوصایا

(۴) تذکرہ الموضوعات ص ۲۲، کتاب العلم



تو اللہ تعالیٰ کا بندوں پر سب سے بڑا انعام علم اور حق کا واضح ہونا ہے اور ایمان بھی ایک قسم کا علم اور کشف ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَكَانَ تَفَضُّلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ (۱) اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

اور اس سے علم مراد ہے۔ نیز ارشاد فرمایا۔

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (۲) اور اہل علم سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّ عَلَيْكَ لَلْغَمَىٰ۔ (۳) بے شک ہدایت ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔

اور فرمایا۔

تُحْمَاتٌ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ (۴) پھر اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے۔

اور فرمایا۔

وَعَلَى اللَّهِ تَصَدُّ السَّبِيلِ۔ (۵) اور یہی راہ اللہ تعالیٰ ہی بتا لے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

خوامش نفس، تا بینائی کی شریک ہے اور حیرانگی کے وقت توقف کرنا توفیق کی بات ہے اور غم کو طماننے والی بہترین چیز یقین ہے تھوڑے کا انجام پشیمانی ہے اور سچ میں سادہ سادگی ہے بہت سے بیگانے اپنوں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور غریب وہ ہے جس کا کوئی حبیب نہ ہو اور صدیق وہ ہے جس کا اندر اس کی تصدیق کرے بدظنی کے باعث کسی دوست کو کھونہ دینا بہترین عادت کرم ہے حیا ہر اچھی بات کا باعث ہے اور سب سے مضبوطی تقویٰ ہے اور سب سے مستحکم سبب جسے نواختیار کرے وہ سبب ہے جو تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے دینا میں سے تیرا حصہ وہی ہے جس کے ذریعے تو اپنی آخرت کو درست کرے رزق کی دو قسمیں ہیں ایک رزق وہ ہے جسے تو تلاش کرتا ہے اور دوسرا وہ جو تجھے تلاش کرتا ہے اگر تو اس کے پاس نہ جھلے تو وہ تیرے پاس آئے گا۔

(۱) قرآن مجید، سورہ نسا، آیت ۱۱۳

(۲) قرآن مجید، سورہ النحل، آیت ۶۲

(۳) قرآن مجید، سورہ الیل، آیت ۱۲

(۴) قرآن مجید، سورہ القیامتہ، آیت ۱۹

(۵) قرآن مجید، سورہ النحل، آیت ۹



اگر تو اس چیز پر پہنچنے والی مصیبت پر دوایلا کرتا ہے جو تجھ تک پہنچی ہے تو جو تجھ تک نہیں پہنچی اس پر دوایلا نہ کر۔ اور جو چیز نہیں ہوئی اسے اس پر قیاس کر جو ہو چکی ہے کیوں کہ تمام امور ایک جیسے ہیں انسان اس چیز کے حصول پر خوش ہوتا ہے جو جانے والی نہ ہو اور جسے کبھی نہیں پاسکتا اس کے نہ ملنے پر ناراض ہوتا ہے مجھے دنیا سے جو کچھ ملے اس پر زیادہ خوش نہ ہو اور جو کچھ مجھے نہ مل سکا اس پر افسوس نہ کر۔ تجھے اس پر خوش ہونا چاہیے جو آگے بھیجا اور اس پر افسوس کرنا چاہیے جو تم نے پیچھے چھوڑا۔ تجھے آخرت کے لیے مشغول ہونا چاہیے اور موت کے بعد کے بارے میں فکر مند ہونا چاہیے۔ ان تمام کلمات کو نقل کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ حیرت کے وقت توقف کرنا توفیق کی بات ہے۔

تو مراقبہ کرنے والے کی پہلی نظر اس بات پر ہونی چاہیے کہ اس کا ارادہ اور حرکت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یا خواہش کے تابع ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تَدَاتُ مَنْ كُنَّ فِيهِ اسْتِكْمَلَا اِيْمَانَهُ لَوْ  
يَخَافُ فِي اللهِ لَوْمَةً لَوْ تَمَّ وَلَا يُرَافِقُ  
بِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِهِ وَاِذَا عَرَضَ لَهُ اَمْرَانِ  
اُحَدُّهُمَا لِلدُّنْيَا وَاَلَا خَرِيْلًا خَيْرًا اَنْتَرُ  
اَلْخَيْرَةَ عَلَي الدُّنْيَا۔

تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں پائی جائیں اس کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا اپنے کسی عمل میں ریاکاری نہیں کرتا اور جب اس کے سامنے دو باتیں پیش ہوں ایک کا تعلق دنیا سے ہو اور دوسری آخرت سے متعلق ہو تو وہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔

(۱۱)

اور جب کوئی عمل ایسا معلوم ہو کہ وہ مباح (جائز) ہے لیکن اس کا کوئی مقصد نہیں تو اسے چھوڑ دے کیوں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مِنْ حُسْنِ اسْلَامٍ الْمُدْعَى تَرْكُهُ مَا لَا  
يَعْنِيهِ۔

(۱۲)

دوسری نظر، مراقبہ کی دوسری نظر عمل شروع کرنے وقت ہوتی ہے وہ یہ کہ کیفیتِ عمل کا طالب ہوتا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو پورا کر سکے۔ اس کو پورا کرنے میں نیت اچھی ہو اور اس کی صورت کو مکمل کر کے حتی الامکان اسے کامل بنا سکے اور یہ بات اسے ہر حالت میں لازم ہوتی ہے کیوں کہ وہ کسی بھی حالت میں حرکت و سکون سے خالی نہیں ہوتا جب وہ ان تمام حالتوں میں اللہ تعالیٰ کو سامنے رکھے گا تو، نیت، حُسنِ عمل اور رعایتِ ادب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قادر ہوگا مثلاً

(۱) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۸۱، حدیث ۴۷۲۲

(۲) مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۱۸ کتاب الادب



جب وہ بیٹھے تو اسے چاہیے کہ قبلہ رخ ہو کر بیٹھے کیوں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

خَيْرُ الْمَجَالِسِ مَا اسْتَقْبَلَ بِهِ الْقِبْلَةَ (۱)

بہترین مجلس وہ ہے جس میں قبلہ کی طرف رخ ہو۔  
اور چوکڑی مار کر نہ بیٹھے کیوں کہ بادشاہوں کے سامنے اس طرح نہیں بیٹھتے اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ اس پر مطلع ہے۔  
حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں ایک دفعہ چوکڑی مار کر بیٹھا تو میں نے ایک غیبی آواز سنی کہ بادشاہوں کے سامنے اس طرح بیٹھنے ہیں؛ اس کے بعد میں کبھی بھی چوکڑی مار کر نہیں بیٹھا۔

اور اگر سوئے تو قبلہ رخ ہو کر دائیں ہاتھ پر سوئے، اور ان تمام آداب کا خیال رکھے جن کا ذکر ہم ان کے مقام پر کر چکے ہیں یہ سب باتیں مراقبے میں شامل ہیں۔

بلکہ قضائے حاجت کے وقت آداب کا خیال رکھنا بھی مراقبے کو پورا کرنا ہے۔

تو انسان تین حال سے خالی نہیں ہونا عبادت میں مصروف ہو گا یا گنہ میں یا کسی مباح کام میں تو عبادت میں اس کا مراقبہ نیت کا خالص ہونا، عبادت کو مکمل کرنا، آداب کا خیال رکھنا اور عبادت کو آفات سے بچانا ہے۔

اگر گناہ میں مشغول ہو تو اس کا مراقبہ تو بہ کرنا، نادم ہونا باز رہنا، جیا کرنا اور غور و فکر میں مشغول ہونا ہے اگر کسی مباح (جائز) کام میں مصروف ہے (جس کا کرنا ضروری نہیں ہے) تو اس صورت میں آداب کا لحاظ کرنا نعمتوں کے ملنے پر منعم کا شکر ادا کرنا ہے۔

بندہ کسی بھی حالت میں ہو، مصیبتوں اور آزمائشوں سے خالی نہیں ہوتا لہذا اسے ان پر صبر کرنا چاہیے اسی طرح اسے نعمت ضرور ملتی ہے تو اس پر اسے شکر ادا کرنا چاہیے یہ تمام باتیں مراقبے سے تعلق رکھتی ہیں۔

بلکہ بندے پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ عائد ہوتا ہے وہ یا تو کوئی فعل ہو گا جس کی ادائیگی اس پر لازم ہوگی یا کوئی ممنوع بات ہوگی جس کا چھوڑنا ضروری ہوگا یا کوئی مستحب کام ہوگا جس کی اسے ترغیب دی جاتی ہے تاکہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت حاصل کرنے میں جلدی کرے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے بندوں سے سبقت لے جائے یا وہ کام مباح ہوگا جس میں اس کے جسم اور دل کی اصلاح اور عبادت خداوندی پر مدد ہوگی۔

ان میں سے ہر ایک کی کچھ حدود ہیں جن کی رعایت ضروری ہے اور وہ دائمی مراقبے سے ہوتی ہے۔  
ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ  
نَفْسَهُ (۲)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کر جائے  
اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔



تو بندے کو ہر وقت ان تین قسموں سے متعلق اپنے نفس کا خیال رکھنا چاہیے جب فرائض سے فارغ ہو اور نوافل پر قادر ہو تو اسے سب سے بہتر عمل تلاش کرنا چاہیے تاکہ اس میں مشغول ہو۔ کیوں کہ جو شخص زیادہ نفع حاصل کر سکے لیکن حاصل نہ کرے وہ نقصان اٹھاتا ہے اور زیادہ نفع، نفلی اعمال کے زیادہ ہونے سے حاصل ہوتا ہے اسی لیے بندہ اپنی دنیا سے آخرت کا حصہ وصول کرنا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا تَسُدَّ لِنَفْسِكَ مِنَ اللَّهِ نِيًّا۔ (۱)

اور دنیا سے اپنا حصہ لینا نہ ٹھوننا۔

اور یہ سب کچھ ایک ساعت کے صبر سے ہو سکتا ہے کیوں کہ ساعتیں تین ہیں ایک وہ ساعت ہے جو گزر چکی ہے اسی میں کوئی تھکا دٹ نہیں وہ مشقت میں گزری یا آرام میں، دوسری ساعت وہ ہے جو ابھی آئے گی بندے کو اس بات کا علم نہیں کہ اس میں زندہ رہے گا یا نہیں؟۔ اور اسے اس بات کا علم بھی نہیں کہ اس ساعت میں اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں کیا فیصلہ فرمائے گا اور تیسری ساعت وہ ہے جس میں بندہ موجود ہے اسے اس میں اپنے نفس سے مجاہدہ کرنا اور اپنے رب کو سامنے رکھنا چاہیے اگر اسے آئندہ ساعت نہ بھی ملے تو اس کے فوت ہونے پر افسوس نہ ہوگا اور اگر آنے والی ساعت حاصل ہوگئی تو اس سے بھی اپنا حق وصول کرے گا جس طرح پہلی ساعت سے حصہ حاصل کیا اور اپنی عمر کی امید و پچاس سال نہ ٹھہرائے اس طرح وہ اتنی لمبی میں مراقبہ سے گھبرا جائے گا بلکہ یوں سمجھے کہ اس کا وقت پورا ہو چکا ہے اور یہ اس کے آخری سانس ہیں ہو سکتا ہے یہ اس کے آخری سانس ہوں اور اسے علم نہ ہو اور جب اس بات کا امکان ہے کہ یہ اس کے آخری سانس ہوں تو اسے ایسے طریقے پر ہونا چاہیے جس میں اسے موت آجائے تو وہ اسے ناپسند نہ کرے بلکہ اس کے تمام احوال اس طریقے پر رہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مومن صرف تین باتوں کی طمع رکھتا ہے آخرت کے لیے

سامان کی معاش کی دستگی کی یا حدال چیز کی لذت

کی۔

لَا يَكُونُ الْمُؤْمِنُ ظَاعِنًا إِلَّا فِي

ثَلَاثٍ تَزِدُّ لِمَعَادٍ أَوْ مَرَمَةً لِمَعَايِشِ

أَوْ كَذِبًا فِي عَيْرٍ مَّحْرَمٍ۔ (۲)

اور اسی طرح کی ایک دوسری حدیث بھی ان سے مروی ہے۔

عقل مند آدمی کے لیے چار ساعتیں ہونی چاہیں ایک

ساعت میں اپنے رب سے مناجات کرے دوسری

ساعت میں اپنے نفس کا احتساب کرے تیسری میں

عَلَى الْعَاقِلِ أَنْ تَكُونَ لَهُ أَرْبَعُ سَاعَاتٍ

سَاعَةٌ يَتَأَخَّرُ فِيهِ رَبَّهُ وَسَاعَةٌ يُحَاسِبُ

فِيهَا نَفْسَهُ وَسَاعَةٌ يَتَفَكَّرُ فِيهَا فِي

(۱) قرآن پاک سورہ قصص آیت ۷۷

(۲) الترغیب والترہیب جلد ۳ ص ۱۸۱، ۱۸۲ کتاب الفقہاء



صُنِعَ اللَّهُ سَاعَةً يَخْلُقُ فِيهَا لِلْمَطْعَامِ وَالْمَشْرَبِ - (۱)

اللہ تعالیٰ کی تخلیق و صنعت میں غور کر کے اور چوتھی ساعت میں کھانے پینے کے لیے فارغ ہو۔

کیوں کہ یہ ساعت (کھانے پینے والی ساعت) باقی تین ساعتوں پر مددگار ہوگی پھر جس ساعت میں کھانے پینے میں مشغول ہو وہ بھی افضل عمل سے خالی نہیں ہونی چاہیے اور وہ ذکر و فکر ہے مثلاً اس نے جو کھانا حاصل کیا اس میں اتنے عجائبات ہیں کہ اگر ان میں غور و فکر کرے اور ان کو سمجھے تو یہ اعضا کے بہت سے اعمال سے افضل ہے۔

اور اس سلسلے میں لوگوں کی کئی قسمیں ہیں۔

ایک قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے جو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی صنعت کے عجائبات کو دیکھتے ہیں پھر یہ کہ حیوانات کی زندگی اس سے کس طرح مربوط ہے اسباب کے سلسلے میں تقدیر خداوندی کی کیفیت کیا ہے نیز یہ کہ خواہشات کو پیدا کیا جو اس کا باعث ہے اور اس خواہش کے لوازم جو سفر ہیں ان کو پیدا کیا جیسا کہ ہم نے ان میں سے بعض باتیں شکر کے بیان میں ذکر کی ہیں یہ عقل مند لوگوں کا مقام ہے۔

ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو غصے اور ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس میں صرف مجبوری کی حالت کو پیش نظر رکھتے ہیں وہ اس سے بے نیاز ہونا چاہتے ہیں لیکن وہ دیکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں نفس خواہش کی وجہ سے مجبور ہیں یہ ناپسند لوگوں کا مقام ہے۔

تیسری قسم ان لوگوں سے متعلق ہے جو صنایع کی صنعت کو دیکھتے ہیں اور اس سے خالق کی صفات کی طرف ترقی کرتے ہیں ان کا غذاؤں کو دیکھنا فکر کے دروازے کو کھولتا ہے اور یہ سب سے اعلیٰ مقام ہے یہ عارفین کا مقام اور مجاہدین کی علامت ہے کیوں کہ حب کوئی محب، اپنے محبوب کی کارگیری اس کی کتاب اور تصنیف کو دیکھتا ہے تو وہ صنعت کو بھول جاتا ہے اور اس کا دل صنایع ربانے والے میں مشغول ہو جاتا ہے۔

بندہ جس چیز میں بھی غور و فکر کرتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی صنعت موجود ہوتی ہے اب اگر اس کے لیے ملکوت کے دروازے کھل جائیں تو صنایع کی طرف دیکھنے کی بہت گنجائش ہے لیکن یہ بہت ہی کمیاب ہے۔

اور چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جو ان کھانوں کو حرص اور رغبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں چنانچہ جو کچھ انہیں ملا اس پر کف افسوس ملتے ہیں اور جو کچھ حاصل ہوا اس پر خوش ہوتے ہیں جو کچھ ان کی خواہش کے مطابق نہیں ہوتا اسے چھوڑ دیتے ہیں اس میں عیب نکالتے ہیں اور اس کے فاعل کی برائی بیان کرتے ہیں یعنی پکانے والے کی مذمت کرتے ہیں اور انہیں معلوم نہیں کہ پکانے والے کو جو قدرت اور علم حاصل ہوا وہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے



بغیر اس کی مخلوق میں سے کسی چیز کی منت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہتا ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ۔  
زمانے کو گالی نہ دو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی زمانے کو پیدا

کرنے والا ہے۔

(۱)

یہ مراتب کا دوسرا درجہ ہے اس میں اعمال کے دوام کی نگہداشت ہوتی ہے اس کی تشریح بہت طویل ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس سے اصول کو مضبوط کرنے والے کے لیے راستے سے آگاہی ہے۔

فصل ۳:

## نگہداشت کا تیسرا مقام — عمل کے بعد نفس کا محاسبہ

اس کی فضیلت کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَارْتَبُوا  
نَفْسَكُمْ مَعَ مَا كَفَرْتُمْ لَعَلَّكُمْ

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ گذشتہ اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے اسی لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نے فرمایا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ محاسبہ کیا جائے اور وزن کئے جانے سے پہلے وزن کرو۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے آپ نے پوچھا کیا تم نصیحت طلب کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا جی ہاں آپ نے فرمایا۔

رَأَى مَا كَفَرْتُمْ بِأَمْوَالِكُمْ لَبِئْسَ مَا كَانَتْ  
عَيْنًا فَإِنَّتْ عَنْهُ۔  
جب کسی کام کا ارادہ کرو تو اس کے انجام میں غور و  
فکر کرو اگر وہ درست ہو تو اسے کر گزرو اور اگر گمراہی  
ہو تو اس سے رک جاؤ۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ عقل کے لیے چار ساعتیں ہونی چاہیں (اور) ایک ساعت میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔  
ارشاد خداوندی ہے۔

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ  
اسے ایمان والو! تم سب بارگاہ خداوندی میں توبہ کرو

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۳۷ کتاب الالفاظ من الادب

(۲) قرآن مجید، سورۃ حشر آیت ۱۷



لَعَلَّكُمْ تَقْلِقُونَ - (۱)

تا کہ کامیابی حاصل کرو۔

اور توبہ یہ ہے کہ عمل کے ندامت کے ساتھ اسے دیکھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ

مِائَةً مَرَّةً - (۲)

اور ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ

مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ

مُبْصِرُونَ - (۳)

بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں جب انہیں

شیطان کی طرف سے کوئی ٹھیس پہنچتی ہے تو وہ ہوشیار

ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب رات ہو جاتی تو آپ اپنے پاؤں پر ڈرہ مانتے اور اپنے

آپ سے پوچھتے کہ آج تم نے کیا عمل کیا ہے؟

حضرت یسوع بن مہران رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک وہ

اپنے شریک کی نسبت خود اپنے نفس کا محاسبہ شدت سے نہ کرے اور دوسری کام کے بعد ایک دوسرے سے

حساب کرتے ہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصال

کے وقت ان سے فرمایا کہ مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں پھر فرمایا میں نے کیا کہا ہے؟

انہوں نے وہی بات دہرائی کہ آپ نے یہ فرمایا ہے۔

آپ نے فرمایا (نہیں بلکہ) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں — تو دیکھئے کس طرح انہوں نے

عمل کے بعد غور و فکر کیا اور ایک بات کو دوسری بات سے بدل دیا۔

اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب نماز میں پڑھنے سے ان کی توجہ دوسری طرف مبذول کر دی

تو انہوں نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ کر دیا (۴)

(۱) قرآن مجید، سورہ نور آیت ۳۱

(۲) مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۲۰۸ کتاب الادب

(۳) قرآن مجید، سورہ اعراف آیت ۲۰۱



اس کی وجہ ندامت اور اس (صدقہ) کے عوض (ثواب) کی امید تھی حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھایا تو ان سے کہا گیا اسے ابو یوسف! آپ کے بیٹے اور غلام اس کام کے لیے کافی تھے، انہوں نے فرمایا میں اپنے نفس کا تجربہ کرنا چاہتا تھا کہ کہیں وہ انکار تو نہیں کرتا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن اپنے نفس پر حاکم ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے اور ان لوگوں کا حساب آسان ہوگا جو دنیا میں اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے ہیں اور قیامت کے دن ان لوگوں کا حساب سخت ہوگا جنہوں نے اس کام کو حساب کے بغیر نبی پھرتوں نے محاسبہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا مومن کے سامنے اچانک کوئی بات آتی ہے اور وہ اسے اچھی لگتی ہے تو وہ کہتا ہے قسم بخدا! تو مجھے اچھی لگتی ہے اور تو میری ضرورت بھی ہے لیکن کیا کروں تیرے اور میرے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی گئی ہے یہ عمل سے پہلے حساب ہے۔ پھر فرمایا کہ بعض اوقات اس سے کوتاہی ہو جاتی ہے تو وہ اپنے نفس کی طرف رجوع کرتا ہے اور کہتا ہے اس سے تیرا کیا ارادہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم اس سلسلے میں میرا عذر قبول نہیں کیا جائے گا اور اللہ کی قسم میں آئندہ کبھی بھی یہ کام نہیں کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ آپ ایک باغ میں تشریف لے گئے میرے اور آپ کے درمیان ایک دیوار حائل تھی میں نے سنا کہ آپ فرار ہے تھے اور اس وقت آپ باغ کے اندر تھے اے عمر بن خطاب تو امیر المؤمنین ہے، کیا خوب؟ اللہ کی قسم تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہوگا ورنہ وہ تجھے عذاب دے گا۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَوْ أَتَيْتُم بِالنَّفْسِ التَّوَّابَةِ (۱)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن ہمیشہ اپنے نفس کو چھوڑتا رہتا ہے کہ اس کلام سے میرا کیا ارادہ تھا؟ اس کھانے سے کیا مقصود تھا؟ میرے اس پینے سے کیا ارادہ تھا؟ اور بدکار کوئی زندگی بسر کرتا اور کام کرتا رہتا ہے کبھی بھی اپنے نفس کو عتاب نہیں کرتا۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو اپنے نفس سے کہتا ہے کیا تو فلاں گناہ والا نہیں؟ کیا تو فلاں عمل والا نہیں؟ پھر اسے کلام ڈال کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کا پابند کر دیتا ہے تو یہ شخص نادمے میں رہتا ہے۔ اور یہ نفس کا محاسبہ اور عتاب ہے جیسا کہ اپنے مقام پر آئے گا۔

حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن شخص اپنے نفس کا محاسبہ ظالم بارشادہ اور خلیل شریک سے بھی



زیادہ کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم نبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنے نفس کو جنت میں اس طرح دیکھا کہ میں اس کے پھل کھا رہا ہوں اس کی بہروں سے پانی پیتا ہوں۔

اور وہاں کی کنواریوں سے گلے ملتا ہوں پھر میں نے اپنے نفس کو جہنم میں یوں دیکھا کہ اس کی کڑوی غذا (تھوسہ) کھا رہا ہوں اور پیپ پیتا ہوں نیز اس کے طوق اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں میں نے اپنے نفس سے کہا اے نفس اتم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں دوبارہ دنیا میں جا کر اچھے کام کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا تم امین ہو پس عمل کرو۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حجاج بن یوسف کو دیکھا اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنا محاسب کرتا ہے اس سے پہلے کہ محاسبہ کسی اور کے ہاتھ میں چلا جائے اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو اپنے عمل کی لگام پکڑتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے ماپ تول میں نظر کرتا ہے وہ مسلسل کہتا رہتا حتیٰ کہ میں رو پڑا۔

احنف بن قیس رحمہ اللہ کے ایک مرید نے بیان کیا کہ میں ان کی مجلس میں رہتا تھا وہ رات کو اکثر نمازی جگہ دعا مانگتے تھے وہ چراغ کے پاس آکر اس میں انگلی رکھتے حتیٰ کہ آگ کی نپش محسوس ہوتی پھر اپنے نفس سے فرماتے اے حنیف! آج تم نے جو عمل کیا اس کی کیا وجہ تھی؟ آج تم نے جو عمل کیا اس پر تجھے کس نے ابھارا؟

## فصل ۷ :

### عمل کے بعد محاسبہ کی حقیقت

جان لو! جس طرح بندے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دن کے شروع میں ایک وقت مقرر کرے جس میں اپنے نفس کو حق کی وصیت کرے اور اس سے اس بات کی شرط رکھے اسی طرح دن کے آخر میں بھی ایک وقت مقرر ہونا چاہیے جس میں وہ اپنے نفس سے مطالبہ اور اس کی تمام حرکات و سکنات پر محاسبہ کرے جس طرح تاجر لوگ دنیا میں اپنے شیعوں کے ساتھ حساب کتاب کے لیے سال کے آخر میں یا مہینے یا دن کے آخر میں ایک وقت مقرر کرتے ہیں اور وہ دینی حوص کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں نیز اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں دنیوی مال تلف نہ ہو جائے حالانکہ اس کا فوت ہو جانا ان کے لیے بہتر ہے اور اگر یہ ان کو حاصل ہو تو بھی چند دن ہی باقی رہتا ہے تو عقلمند آدمی اپنے نفس سے اس بات کا حساب کیسے نہیں کرے گا جس سے دائمی بدبختی اور نیک بختی کا تعلق ہے۔

اس میں سستی، غفلت، ذلت و رسوائی اور عدم توفیق کی وجہ سے ہوتی ہے ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں شریک کے ساتھ حساب کتاب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اصل مال اور نفع و نقصان کا جائزہ لے تاکہ اس کے لیے کمی



زیادتی واضح ہو اگر مال میں اضافہ ہو تو اسے وصول کر کے اور اس کا شکریہ ادا کر کے اور اگر نقصان ہو تو اس سے نقصان بھرنے اور مستقبل میں اس کے تدارک کا مطالبہ کرے۔ اسی طرح دین کے حوالے سے اصل مال فرائض اور نفع نوافل ہیں اور اس کا نقصان گناہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

اس تجارت کا موسم پورا دن ہوتا ہے اور عمل کرنے والا نفس امارہ ہے لہذا پہلے اس سے فرائض کے بارے میں پوچھے اگر اس نے اس طرح ادائیگی کر دی جس طرح چاہیے تھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اسی طرح ادائیگی کرتے رہنے کی رغبت دے اور اگر اس نے بالکل ادا نہیں کئے تو اس سے قصداً کا مطالبہ کرے اگر اس نے ناقص طور پر ادائیگی کی ہو تو اسے نوافل کے ذریعے نقصان کو پورا کرنے کا پابند بنائے۔

اور اگر اس نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہو تو اسے (نفس کو) سزا دینے اور جھڑکنے میں مشغول ہونا کہ اس کی کوتاہی کا اچھی طرح تدارک کرے جس طرح تاجر اپنے شریک کے ساتھ کرتا ہے۔

اور جس طرح وہ دنیا میں ایک ایک پیسے کا حساب کر کے کمی زیادتی کے راستوں کی حفاظت کرتا ہے حتیٰ کہ اسے اس میں کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا تو اسے چاہیے کہ نفس کے معمولی سے نقصان اور کم و فریب سے بھی بچے کیوں کہ یہ بڑا دھوکے باز اور مکار ہے لہذا پہلے اس سے تمام دن کی گفتگو کا صحیح جواب طلب کرے اور اپنے نفس سے اس بات کا خود حساب لے جس کا حساب قیامت کے دن دوسرے ہیں گے

اسی طرح نظر بلکہ دل کے خیالات اور دوسو سوں، اٹھنے، بیٹھنے کھاتے پینے، سونے حتیٰ کہ خاموشی کا حساب بھی لے کہ اس نے خاموشی کیوں اختیار کی تھی اور کون کے بارے میں پوچھ گچھ کرے کہ اس کا کیا مقصد تھا جب ان تمام باتوں کا علم ہو جائے جو نفس پر واجب تھیں اور اس کے نزدیک صحیح طور پر ثابت ہو جائے کہ کس قدر واجب کی ادائیگی ہوئی ہے تو اس قدر کا حساب ہو گیا اب باقی نفس کے ذمہ لکھ لے اس پر لازم کر دے اور اسے دل کے کاغذ پر لکھ دے جیسے اپنے شریک کے ذمہ باقی حساب کو دل پر بھی لکھتا ہے اور حساب و کتاب کے رجسٹر میں بھی۔

پھر جب نفس قرضدار ٹھہرا تو ممکن ہے کہ اس سے قرض محمول کر کے کچھ تو نادان کے ذریعے اور کچھ اسی کی واسطی سے اور بعض کے حوالے سے اسے سزا دے اور یہ سب کچھ حساب کی تحقیق کے بعد ہی ممکن ہے تاکہ جس قدر واجب باقی ہے اس کی تمیز ہو سکے جب یہ بات معلوم ہو جائے تو اب اس سے مطالبہ اور تقاضا کرنا چاہیے اسے چاہیے کہ نفس سے ایک ایک دن گھڑی کر کے تمام عمر کا حساب تمام ظاہری اور باطنی اعضا کے حوالے سے کرے جیسے حضرت توبہ بن صمہ رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ رزق کے مقام پر تھے اور اپنے نفس کا محاسبہ کیا کرتے تھے انہوں نے ایک دن حساب لگایا تو ان کی عمر ساٹھ سال تھی دنوں کا حساب کیا تو وہ اکیس ہزار پانچ سو تھے انہوں نے چیخ ماری اور فرمایا ہائے افسوس! میں حقیقی بادشاہ سے اکیس ہزار پانچ سو گنا ہوں کے ساتھ ملاقات کروں گا۔ اور جب بروزانہ دس ہزار گنا ہوں تو کیا



صورتِ حال ہوگی پھر وہ غش کھا کر گر پڑے اور معلوم ہوا کہ وفات پانچ گھنٹے ہی لوگوں نے سنا کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا اسے شخص! فردوسِ اعلیٰ کی طرف چلا جا۔

اسی طرح ہر وقت نفس سے سانسوں کا حساب بھی کیا جائے نیز دل کے گناہ اور اعضاء سے سرزد ہونے والی نافرمانیوں پر بھی احتساب کرے اگر آدمی ہر گناہ پر اپنے گھر میں ایک پتھر پھینکے تو پتھری سی مدت میں اس کا گھر پتھروں سے بھر جائے گا۔ لیکن وہ گناہوں کو یاد رکھنے میں سستی کرتا ہے جب کہ دوزخشتے اسے یاد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے شمار کرتا ہے اور انسان بھول جاتے ہیں۔

### فصل ۵:

## چوتھی نگہداشت — کوتاہی پر نفس کو سزا

جب آدمی اپنے نفس کا احتساب کرے اور پھر گناہ کے ارتکاب اور حق خداوندی میں کوتاہی سے محفوظ نہ ہو تو اس کے لیے مناسب ہیں کہ نفس کو کھلی چھٹی دے دے کیوں کہ اسے مہلت دینے کی صورت میں گناہوں کا ارتکاب آسان ہو جائے گا نفس ان سے مانوس ہو جائے گا اور ان کا ترک مشکل ہوگا۔ اور یہ اس کی ہلاکت کا سبب ہے بلکہ اسے چاہیے کہ اس کو تنبیہ کرتا ہے جب نفس کی خواہش کے مطابق کوئی مشتبہ لقمہ کھائے اور اسے چاہیے کہ نفس کو بھوک کے ذریعے سزا دے اور اگر کسی غیر محرم کو دیکھے تو آنکھ کو روکنے کے ذریعے سزا دے اسی طرح جسم کے ہر عضو کو خواہشات کی تکمیل سے روکنے کے ذریعے سزا دے آخرت کے راستے پر چلنے والے لوگوں کا یہی طریقہ تھا۔

حضرت منصور بن ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک عبادت گزار آدمی نے کسی عورت سے بات کی حتیٰ کہ اس نے اس کی لان پر ہاتھ رکھ دیا پھر اسے نہایت ہونئی تو اس نے اپنا ہاتھ آگ پر رکھ دیا حتیٰ کہ وہ جل کر کباب ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی اپنے عبادت خانے میں عبادت کیا کرتا تھا ایک طویل عرصہ تک وہ اسی حالت میں رہا ایک دن باہر جھانکا تو ایک عورت پر نظر پڑی چنانچہ وہ اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا اور اس کا قصد کیا اپنا پاؤں باہر نکالا کہ اس کی طرف جائے تو رحمت خداوندی سے مدد ملی اور کہنے لگا میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس کی خواہش دب گئی اور اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ فرمایا وہ پشیمان ہوا اور جب اپنا پاؤں عبادت خانے کی طرف واپس کرنے لگا تو سوچا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو پاؤں گناہ کے ارادے سے باہر نکلا وہ میرے ساتھ عبادت خانے میں واپس آئے اللہ کی قسم ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔

چنانچہ اس نے وہ پاؤں باہر ہی لٹکتا چھوڑ دیا حتیٰ کہ بارشوں ہواؤں، برف اور دھوب کی وجہ سے وہ کٹ کر گر پڑا اور اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور بعض کتب میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔



حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے منقول ہے فرماتے ہیں میں نے ابن کربی سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک رات میں جنبی ہو گیا اور مجھے غسل کی ضرورت پڑ گئی رات ٹھنڈی تھی میں نے محسوس کیا کہ میرا دل اس میں تاخیر کر رہا ہے اور کوتاہی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ صبح ہو جائے اور میں پانی گرم کر کے حمام میں جاؤں اور نفس پر مشقت نہ ڈالوں۔

میں نے کہا تعجب کی بات ہے میرا زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے اور اس کا مجھ پر حق واجب ہوا اور میں جلدی کرنے کی بجائے توقف اور تاخیر کر رہا ہوں میں نے قسم کھائی کہ میں اسی گدڑی میں غسل کروں گا اور یہ بھی قسم کھائی کہ میں نہ تو اسے آماروں گا اور نہ نچوڑوں گا اور نہ ہی اسے دھوپ میں خشک

کروں گا۔

منقول ہے کہ غزدان اور ابو موسیٰ دونوں ایک جہاد میں تھے کہ ایک عورت سامنے آئی غزدان نے اس کی طرف دیکھا پھر اپنی آنکھ پر اس قدر زور سے طمانچہ مارا کہ آنکھ پتھر گئی (روشنی چلی گئی) اور فرمایا تو اسی چیز کو دیکھتی ہے جو تیرے لیے نقصان دہ ہے کسی بزرگ نے ایک عورت کی طرف ایک نگاہ کی تو اپنے اوپر لازم کر دیا کہ وہ زندگی بھر ٹھنڈا پانی نہیں پیئیں گے اور چنانچہ وہ گرم پانی پیتے تھے تاکہ نفس پر عیش تلخ رہے۔

حسان بن ابوسمان رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ایک مال خانے کے پاس سے گزرے اور کہنے لگے یہ کب بنا ہے پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ایسے کام کے بارے میں پوچھنا ہے جو بے مقصد ہے میں تجھے ایک سال روزہ رکھنے کی سزا دوں گا چنانچہ انہوں نے سال بھر روزہ رکھا۔

حضرت مالک بن ضیغم رحمہ اللہ فرماتے ہیں رباح قبیسی عصر کے بعد آئے اور میرے والد کے بارے میں پوچھا ہم نے کہا وہ تو سوئے ہوئے ہیں فرمایا اس وقت سو رہے ہیں؟ یہ سونے کا وقت ہے پھر واپس پھر گئے ہم نے ان کے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور پوچھا کیا آپ کے لیے ان کو جگا دیں؟ فاصد واپس آیا اور کہنے لگا وہ تو میری بات سمجھنے سے زیادہ اہم بات میں مشغول ہیں میں نے دیکھا کہ وہ قبرستان میں چلے گئے اور اپنے نفس کو غائب کیا اور فرمایا۔ کیا تم نے یہ کہا کہ کیا یہ سونے کا وقت ہے؟ کیا یہ بات کہنا تم پر لازمی تھا آدمی جب چاہے سوئے تمہیں کیا معلوم کہ یہ سونے کا وقت نہیں ہے جس بات کا علم نہیں اس کے بارے میں گفتگو کرنے ہو میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہوں جسے کبھی نہیں توڑوں گا کہ سال بھر تک سونے کے علاوہ زمین پر پیٹھ نہیں لگاؤں گا البتہ یہ کہ کوئی مرض حاصل ہو جائے یا عقل زائل ہو جائے تو انک بات ہے مجھے شرم نہیں آتی کب تک تو لوگوں کو جھڑکتا رہے گا اور اپنی گمراہی سے باز نہیں آئے گا۔ راوی فرماتے ہیں وہ رونے لگے اور انہیں میری موجودگی کا علم نہ ہوا میں نے یہ بات دیکھی تو انہیں چھوڑ کر واپس آ گیا۔

حضرت تیم دار رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ ایک رات سوئے اور تہجد کے لیے نہ اٹھ سکے تو اس کوتاہی کی سزا کے طور پر وہ ایک سال تک نہ سوئے اور رات کو قیام کرتے رہے۔



حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک دن ایک شخص چلا اور وہ کپڑے اتار کر کے گرم ریت پر خوب لوٹا اور اپنے نفس سے کہنے لگا اسے رات کے سردار اور دن کے بیکار چکھو اور جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے وہ اسی حالت میں تھا کہ اس کی نگاہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی اور آپ ایک درخت کے سائے میں آرام فرماتے۔ وہ حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ مجھ پر میرا نفس غالب ہو گیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تم نے کیا اس کے علاوہ کوئی دوسرا علاج نہ تھا؟ سناؤ! تمہارے لیے آسمان کے دروازے کھل گئے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کا اظہار فرماتا ہے اس کے بعد آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا اپنے بھائی سے کچھ توشہ لے لو تو ایک صحابی نے کہا اے فلاں! میرے لیے دعا کرو میرے لیے دعا کرو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سب کے لیے دعا کرو چنانچہ اس نے یوں دعا مانگی۔

اللَّهُمَّ اجْعَلِ النَّفْثَى زَادَهُمْ وَاجْمَعَهُ  
عَلَى الْهُدَى أَمْرَهُمْ۔  
یا اللہ! تقویٰ ان کا سامان بنا دے اور ان سب کے  
معاملے کو ہدایت پر جمع کر دے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے لگے یا اللہ! اس کو راہِ راست پر رکھو اور اس نے کہا یا اللہ ان سب کا ٹھکانہ جنت میں بنا دے (۱)

حضرت حذیفہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص سے پوچھا گیا کہ تم اپنے نفس کی خواہشات کے سلسلے میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا رُوئے زمین پر مجھے اپنے نفس سے زیادہ کس چیز سے نفرت نہیں تو میں اس کی خواہشات کو کیسے پورا کر سکتا ہوں۔

حضرت ابن سہاک، حضرت داؤد طائی رحمہما اللہ کے وصال کے بعد ان کے پاس پہنچے اور وہ اپنے گھر میں مٹی پر پڑے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا اے داؤد! تو نے اپنے نفس کو اس کے قید ہونے سے پہلے قید کر دیا اور اس کو عذاب ہونے سے پہلے عذاب میں مبتلا کیا آج تم اس کی طرف سے ثواب دیکھو گے جس کے لیے ایسا کرتے تھے۔

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک شخص نے ایک عرصہ تک عبادت کی پھر اسے کوئی حاجت پیش آئی تو وہ ستر ہفتاس طرح کھڑا رہا کہ وہ ہر ہفتے میں گیارہ کھجوریں کھاتا تھا۔ پھر اپنی حاجت کا سوال کیا لیکن اس کی حاجت پوری نہ ہوئی چنانچہ اس نے اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہا یہ تیری وجہ سے ہوا اگر تجھ میں کوئی بھلائی ہوتی تو تیری حاجت پوری ہو جاتی اس وقت ایک فرشتہ نازل ہوا اور اس نے کہا اے ابن آدم! تیری یہ ساعت تیری گذشتہ عبادت سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیری حاجت کو پورا کر دیا ہے۔



حضرت عبداللہ بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم ایک جہاد میں شریک تھے جب دشمن سر پر آگیا تو لوگوں میں چیخ و پکار شروع ہو گئی وہ سخت ہوا کا دن تھا لوگ اسی حالت میں میدان جنگ کی طرف چل پڑے تو میں نے اپنے سامنے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے نفس سے مخاطب تھا اور کہہ رہا تھا اسے میرے نفس کیا میں فلاں فلاں جنگ میں شریک نہیں ہوا تو تو نے کہا اپنے اہل و عیال کی طرف چل میں نے تیری بات مانی اور واپس لوٹ گیا کیا میں فلاں جنگ میں شریک نہیں ہوا اور اس میں بھی تم نے وہی بات کہی اور اہل و عیال کی یاد دلائی تو میں نے تیری بات مانی اور واپس لوٹ گیا اللہ کی قسم! آج میں مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کروں گا اس کی مرضی ہے وہ تجھے پکڑے یا چھوڑ دے — راوی کہتے ہیں میں نے دل میں کہا کہ آج میں اس شخص کی نگرانی کروں گا میں اسے دیکھتا رہا لوگوں نے دشمن پر حملہ کیا تو وہ سب سے آگے تھا پھر دشمن ان لوگوں پر حملہ آور ہوئے تو وہ بکھر گئے لیکن وہ شخص اپنی جگہ کھڑا رہا حتیٰ کہ وہ کئی مرتبہ ادھر ادھر ہوئے لیکن یہ ثابت قدمی سے لڑتا رہا اللہ کی قسم وہ اسی حالت میں رہا حتیٰ کہ وہ شہید ہو کر گر پڑا تو میں نے اس پر اور اس کی سواری پر ساٹھ یا اس سے بھی زیادہ زخم شمار کئے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے متعلق حدیث ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ جب ایک پرندے نے غازیوں کی توجہ کو مٹایا جو ان کے باغ میں تھا تو انہوں نے اس کے کفارے کے طور پر اپنا باغ صدقہ کر دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہرات اپنے پاؤں پر درہ مارا کرتے تھے اور فرماتے آج تو نے کیا عمل کیا ہے؟ حضرت جمع رحمہ اللہ سے منقول ہے انہوں نے اپنا سر چھت کی طرف اٹھایا تو ان کی نظر ایک عورت پر پڑی تو انہوں نے قسم کھائی کہ وہ جب تک دنیا میں موجود ہیں آسمان کی طرف نظر نہیں اٹھائیں گے۔

حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ ہمیشہ رات کے وقت اپنی انگلی جلتے ہوئے چراغ پر رکھتے اور اپنے نفس سے فرماتے کہ تم نے فلاں دن فلاں عمل کیوں کیا؟

حضرت وہیب بن ورد رحمہ اللہ کو اپنے نفس کی کوئی بات بری معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے سینے کے کچھ بال اکھیر دیئے حتیٰ کہ جب سخت تکلیف محسوس ہوئی تو فرمانے لگے میں تو تیری بھلائی چاہتا ہوں۔

حضرت محمد بن بشر نے حضرت داؤد طائی رحمہما اللہ کو دیکھا کہ وہ اختطاری کے دقت نمک کے بغیر روٹی کھا رہے تھے فرمایا اگر نمک کے ساتھ کھاتے تو کیا حرج تھا؟ انہوں نے جواب دیا میرا نفس ایک سال سے مجھ سے نمک کا مطالبہ کر رہا ہے اور جب تک حضرت داؤد دنیا میں رہے انہوں نے نمک نہیں چکھا۔

تو مخاطب لوگ اس طرح اپنے نفسوں کو سزا دیتے تھے اور تعجب کی بات ہے کہ تم اپنے غلام، لونڈی اور اپنی بیوی بچوں سے کوئی بلا خانی یا کسی کام میں کوتاہی دیکھتے ہو تو ان کو سزا دیتے ہو اور تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ اگر ان سے درگزر کیا جائے تو یہ لوگ ہاتھ سے نکل جائیں گے اور سرکشی کریں گے لیکن اپنے نفس کو چھوڑ دیتے ہو حالانکہ وہ تمہارا



بہت بڑا دشمن ہے اور اس کی سرکشی کا نقصان تمہارے اہل و عیال کی سرکشی کے نقصان سے زیادہ ہے وہ تو زیادہ سے زیادہ تیری زندگی میں تجھے پریشان کریں گے اور اگر تم سمجھا رہو تے تو معلوم ہوتا کہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اور اس میں دائمی نعمتیں ہیں جن کی انتہا نہیں اور تیرا نفس ہی تو تجھ پر آخرت کی زندگی کو مکدر کرتا ہے لہذا دوسروں کی نسبت یہ سزا کا زیادہ مستحق ہے۔

فصل ۷ :

## پانچویں نگہداشت — مجاہدہ

جب نفس کا احتساب کر لیا اور دیکھا کہ وہ گناہ سے الگ ہو گیا ہے تو اب چاہیے کہ گذشتہ گناہوں پر اسے سزا دے اور دیکھے اگر وہ کسی مستحب کام میں سستی کرتا ہے یا کسی وظیفہ میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کی تادیب اس طرح کرے کہ اس پر وظائف کا بوجھ ڈال دے اور یہ اس گذشتہ نقصان کو پورا کرنا اور کوتاہی کا تدارک ہے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرنے والے اسی طرح عمل کرتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز عصر رہ گئی تو انہوں نے اپنی وہ زمین صدقہ کر دی جس کی قیمت دو لاکھ درہم تھی۔

اگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز باجماعت رہ جاتی تو آپ وہ پوری رات عبادت میں گزارتے۔ ایک مرتبہ نماز مغرب میں تاخیر ہو گئی تھی کہ دو ستار سے نکل آئے تو آپ نے دو غلام آزاد فرمائے۔ ابن ابی ربیع رحمہ اللہ سے فجر کی دو رکعتیں رہ گئیں تو انہوں نے ایک غلام آزاد کیا۔ اور ان بزرگوں میں سے بعض اپنے نفس پر ایک سال روزہ رکھنا یا پیدل حج کرنا یا اپنا تمام مال صدقہ کرنا لازم کر دیتے یہ تمام کام نفس کی نگہداشت اور حصول نجات کے لیے کرتے تھے۔

اگر تم کہو کہ میرا نفس مجاہدے اور دائمی وظائف کے بارے میں میری بات نہیں مانتا تو اس کے علاج کی کیا صورت ہوگی؟ تو میں کہتا ہوں اسے وہ احاثیت سناؤ جو مجتہدین رب عبادت میں کوشش کرنے والوں کے حق میں آئی ہیں (۱) اور علاج کے لیے زیادہ نفع بخش اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی ایسے بندے کی صحبت اختیار کرو جو عبادت میں خوب کوشش اور مجاہدہ کرتا ہے۔ اس کی باتیں ملاحظہ کرو اور ان کو اپنے پلے باندھو۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں جب مجھے عبادت کرتے ہوئے کچھ کوتاہی محسوس ہوتی ہے تو میں حضرت محمد بن واسع رحمہ اللہ کے حالات دیکھتا ہوں اور ایک ہفتہ تک اس پر عمل کرتا ہوں۔



لیکن یہ علاج تشکیلی ہے کیوں کہ اس زمانے میں ایسے لوگ نہیں ملتے جو پہلے لوگوں کی طرح عبادت میں کوشاں ہوں۔ لہذا مشاہدے کو چھوڑ کر سننے کی طرف رجوع کرے کیوں کہ ان کے احوال سننے سے بڑھ کر کوئی بات نفع نہیں دیتی۔ ان کی خبروں کا مطالعہ کرے اور انہوں نے جو مجاہدہ کیا اسے دیکھے کہ اب ان کی محنت ختم ہو گئی اور اب دائمی نعمتوں اور ثواب کا حصول ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ تو ان کی ملک کتنی بڑی ہے اور اس شخص پر کس قدر انوس ہے جو ان کے پیچھے نہیں چلتا اور چند روزہ خواہشات سے نفع اٹھانے کی کوشش کرتا ہے جو زندگی کو ملکہ کر دیتی ہیں پھر اسے موت اٹے گی اور وہ اس کے اور اس کی خواہشات کے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حائل ہو جائے گی۔ ہم اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ہم ان مجاہدہ کرنے والوں کی فضیلت کے اوصاف اور فضائل کا ذکر کرتے ہیں جو مریدین کی رغبت کو متحرک کرے گی اور وہ اس کوشش میں ان کے پیچھے چلیں گے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

رَحِمَهُ اللَّهُ فَوَمَا يَصْبَبُهُمُ النَّاسُ مَرْضَىٰ  
وَمَا هُمْ بِمَرْضَىٰ - (۱)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے جن کو لوگ بیمار خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ بیمار نہیں ہیں۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عبادت میں کوشش کی وجہ سے بیمار (لاغر اور کمزور) نظر آتے ہیں ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ  
وَجِلَّةٌ - (۲)

اور وہ لوگ جو دیتے ہیں وہ چیز جو دیتے ہیں اس حال میں ان کے دل ڈرتے ہیں۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ نیک اعمال کرتے ہیں پھر بھی ڈرتے ہیں کہ شاید وہ عذاب خداوندی سے نجات حاصل نہ کر سکیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كَلْبُوبِي لِمَنْ طَالَ عَمْرُهُ وَحَسُنَتْ  
عَمَلُهُ - (۱)

اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کی عمر لمبی اور اعمال اچھے ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے میرے ان بندوں کا کیا حال ہے جو عمل میں کوشش کرتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں یا اللہ! تو نے انہیں ایک چیز سے ڈرایا ہے پس وہ اس سے ڈرتے ہیں اور تو نے ان کو ایک بات کا شوق دلایا تو وہ اس کے مشتاق ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر میرے بندے مجھے دیکھ لیں تو کیسا ہوگا؟



وہ کہتے ہیں اس صورت میں وہ زیادہ کوشش کریں گے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے بہت سے لوگوں کو پایا اور ان میں سے کچھ حضرات کی مجلس اختیار کی وہ دنیا کی کسی چیز پر ہجران کے پاس آتی تھی، خوش نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی انہیں دنیا کے چلے جانے پر افسوس ہوتا تھا اور ان کے نزدیک یہ دنیا اس مٹی سے بھی زیادہ حقیر تھی جسے تم اپنے پاؤں سے روندتے ہو ان میں سے ایک پوری زندگی گزار لیتا لیکن اس کے لیے نہ تو کپڑے کو تہہ لگائی جاتی اور نہ وہ اپنے گھالوں کو کھانا تیار کرنے کے لیے کہتا نہ اس کے سونے کے لیے زمین پر کوئی چیز بچھائی جاتی میں نے دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے تھے جب رات چھا جاتی تو وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے اپنے چہروں کو کھچا دیتے اور ان کے آنسوؤں کے رخساروں پر جاری ہوتے اور وہ آخرت کی نجات کے بارے میں اپنے رب سے مناجات کرتے تھے جب وہ اچھا کام کرتے تو اس پر خوش ہوتے اور اس کا شکر ادا کرنے میں عہد و جہد کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی قبولیت کا سوال کرتے اور جب کوئی برا عمل کرتے تو اس سے ننگین ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کا سوال کرتے اللہ کی قسم! وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہے اور قسم بخدا انہوں نے گناہوں سے سلامتی اور نجات مغفرت کے بغیر نہیں پائی۔

منقول ہے کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ آپ کی بیمار پرسی کے لیے آئے تھے ان میں ایک دہلا پتلا نوجوان تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے نوجوان! تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی؟ اس نے عرض کیا امیر المؤمنین! کچھ بیماریوں نے یہ حالت بنا دی ہے آپ نے فرمایا میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ سچ سچ بتاؤ اس نے کہا اے امیر المؤمنین میں نے دنیا کا مٹھاس چکھا تو میں نے اس کو کڑوا پایا اور اس کی تروتازگی اور صلوات میری نظروں میں حقیر ہو گئی اور اس طرح میرے نزدیک اس کا سونا اور پتھر ایک جیسے ہو گئے اور گویا میں اپنے رب کے عرش کو دیکھ رہا ہوں اور لوگوں کو جنت و جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے اس دن سے میں دن کو پیاسا اور رات کو سبیدار رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ثواب و عذاب کے مقابلے میں اس حالت کی کوئی حیثیت نہیں جس میں میں ہوں۔

حضرت ابو نعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ روٹی کے ٹکڑے بھگو کر پیتے اور روٹی نہ کھاتے ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا روٹی چبانے اور ان چورہ شد ٹکڑوں کو پینے کے درمیان پچاس آیات پڑھنے کا وقت ہوتا ہے (اور یہ وقت روٹی کھانے میں صرف ہو جاتا ہے)

ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ کی چھت میں ایک شہتیر ٹوٹا ہوا ہے فرمایا اے بھتیجے! میں نے بیس سال سے مکان کی چھت کی طرف نہیں دیکھا۔

تو وہ لوگ جس طرح فضول کلام کو ناپ مند کرتے تھے اسی طرح وہ فضول نظر کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔



حضرت محمد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم صبح سے عصر تک حضرت احمد بن رزین رحمہ اللہ کی خدمت میں بیٹھے رہے تو انہوں نے دائیں بائیں نہیں دیکھا ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آنکھیں اس لیے پیدائیں ہیں کہ ان سے بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھے تو جو شخص عبرت کے حصول کے بغیر دیکھتا ہے اس کے ذمہ ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت مسروق رحمہ اللہ کی بیوی کہتی ہیں کہ حضرت مسروق کو جب بھی دیکھا گیا تو لمبی نماز کی وجہ سے ان کی پنڈیاں سُجھتی ہوئی ہوتی تھیں وہ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں ان کے سچے بیٹھتی تو ان کی یہ حالت دیکھ کر رو پڑتی۔  
حضرت ابو دراد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تین باتیں نہ ہوتیں تو میں ایک دن بھی زندہ رہنا پسند نہ کرتا ایک دوپہر کے وقت پیاسا رہنا دوسرا رات کے درمیان اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرنا اور تیسری بات یہ کہ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جو اچھی باتوں کو اس طرح چھانتے ہیں جس طرح اچھی کھجوریں چھانٹی جاتی ہیں۔

حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ عبادت میں خوب کوشش کرتے وہ گرمی میں روزہ رکھتے حتیٰ کہ ان کا جسم سبز اور زرد ہو جاتا حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ ان سے فرماتے کہ آپ اپنے نفس کو کیوں تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں؟ وہ فرماتے ہیں اس کی عزت و احترام چاہتا ہوں آپ کا دستور تھا کہ مسلسل روزے رکھتے حتیٰ کہ جسم زرد ہو جاتا اور نماز پڑھتے حتیٰ کہ گر پڑتے حضرت انس بن مالک اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کاموں کا حکم نہیں دیا فرمایا میں ایک مملوک غلام ہوں عاجزی اور مسکینی کی کسی بات کو عمل میں لائے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔  
اور بعض عبادت گزار ہر دن ایک ہزار رکعات پڑھتے یہاں تک کہ وہ بیٹھے اور اسی حالت میں ایک ہزار رکعتیں پڑھ لیتے۔ جب عصر کی نماز پڑھتے تو ناگین کھڑی کر کے بیٹھے پھر فرماتے مخلوق پر تعجب ہے انہوں نے کیسے تیرے بدلے میں کسی دوسری چیز کا ارادہ کیا؟ مخلوق پر تعجب ہے وہ تیرے ماسوا سے کیسے مانوس ہو گئی۔

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ کو نماز سے بہت محبت تھی وہ کہا کرتے تھے یا اللہ اگر تو نے کسی کو اجازت دی ہے کہ وہ قبر میں تیرے لیے نماز پڑھے تو مجھے بھی اجازت دے کہ میں قبر میں تیرے لیے نماز پڑھوں گا۔  
حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت مری سقطی رحمہ اللہ سے بڑھ کر کسی کو عبادت گزار نہیں دیکھا انہیں اٹھانوے سال کے عرصہ میں مرض الموت کے علاوہ بستر پر نہیں دیکھا گیا۔

حضرت حارث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک جماعت ایک راہب کے پاس سے گزری تو انہوں نے اسے دیکھا کہ وہ عبادت میں خوب کوشش کر رہا ہے تو انہوں نے اس سلسلے میں اس سے بات چیت کی اس نے کہا جو کچھ مصلحت و احوال مخلوق پر آنے والے ہیں اور وہ ان سے غافل ہیں ان کے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں وہ اپنی نفسانی لذتوں پر چھلک گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بہت بڑا حصہ ملے گا اسے چھول گئے یہ بات سن کر سب لوگ رو پڑے۔



حضرت ابو محمد غزالی رحمہ اللہ سے منقول ہے فرماتے ہیں حضرت ابو محمد جریری رحمہ اللہ مکہ میں ایک سال رہے اس دوران نہ وہ سوئے اور نہ کسی سے کلام کیا انہوں نے کسی ستون یا دیوار کے ساتھ ٹیک بھی نہیں لگائی اور اپنے پاؤں بھی نہیں پھیلائے حضرت ابو بکر کتانی رحمہ اللہ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے انہیں سلام پیش کرنے کے بعد فرمایا اسے ابو محمد! آپ اس اتکاف پر کس طرح قادر ہوئے؟ انہوں نے فرمایا وہ علم جس نے میرے باطن میں سچائی پیدا کی اس نے میرے ظاہر پر بھی مدد کی ہے یہ سن کر حضرت کتانی سوچتے سوچتے آگے چلے گئے۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے فرماتے ہیں میں حضرت فتح موصلی رحمہ اللہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے رو رہے ہیں حتیٰ کہ میں نے دیکھا ان کے آنسو ان کی انگلیوں کے درمیان سے نکل رہے ہیں جب میں ان کے قریب گیا تو دیکھا کہ ان آنسوؤں میں زردی ہے میں نے پوچھا اسے فتح! آپ خون کے آنسو کیوں روتے ہیں اللہ کی قسم آپ بتائیں۔ انہوں نے فرمایا اگر تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم نہ دی ہوتی تو میں تمہیں نہ بتاتا ہاں میں خون کے آنسو روتا ہوں میں نے پوچھا آپ اس طرح کیوں روتے ہیں فرمایا روتا اس لیے ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل میں کوتاہی کر رہا ہوں اور خون کے آنسو اس لیے روتا ہوں کہ جس بات پر آنسو نکل رہے ہیں کہیں وہ صحیح ہی نہ ہو جائے۔

فرماتے ہیں میں نے بعد میں انہیں خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سوک کیا؟ فرمایا اس نے مجھے معاف فرمادیا میں نے پوچھا آپ کے آنسوؤں سے متعلق کیا ہوا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قریب کیا اور فرمایا اسے فتح! آنسو بہانے کا کیا مقصد تھا؟ میں نے عرض کیا اس لیے کہ مجھ سے واجب کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی۔ فرمایا خون کس مقصد کے تحت تھا؟ میں نے عرض کیا اس ڈر سے کہ کہیں آنسو غیر مقبول نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا۔ اسے فتح! ان سب باتوں سے تیری کیا مراد تھی مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے چالیس سال سے تیرے دونوں محافظ فرشتوں نے جو نامہ اعمال بھیجا ہے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

کہا گیا ہے کہ ایک جماعت نے سفر کا ارادہ کیا تو وہ راستے سے ہٹ گئے چنانچہ وہ ایک راہب کے پاس پہنچے جو لوگوں سے الگ تھلاک گوشہ نشین اختیار کئے ہوئے تھا۔

انہوں نے اسے آواز دی تو اس نے عبادت خانے سے ان کو جھانکا انہوں نے کہا اے راہب! ہم راستہ بھول چکے ہیں ہمیں راستہ بتائیں اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو لوگ اس کا ارادہ سمجھ گئے انہوں نے کہا اے راہب! ہم آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں آپ جواب دیں گے؟ اس نے کہا پوچھو لیکن زیادہ سوال نہ کرنا کیوں کہ نہ دن واپس آتا ہے اور نہ زندگی لوٹ کر آئے گی اور موت جلدی کر رہی ہے لوگوں کو اس کی بات پسند آئی انہوں نے پوچھا اے راہب! کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں کا حشر کس چیز پر ہوگا؟ اس نے کہا ان کی تیتوں پر، انہوں نے کہا میں کوئی نصیحت کر رہا ہوں اس نے کہا اپنے سفر کے مطابق زاد راہ حاصل کرو کیوں کہ بہترین گوشہ وہ ہے جو مقصود تک



پہنچائے پھر ان کو راستہ بتایا اور اپنا سر عبادت خانے کے اندر کر دیا۔

حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں چین کے عبادت گزاروں میں سے ایک عبادت گزار کے عبادت خانے سے گزارا تو میں نے آواز دی اسے راہب! اس نے مجھے جواب نہ دیا میں نے دوبارہ آواز دی تو وہی جواب نہ دیا تیسری مرتبہ آواز دی تو وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اسے فلاں! میں راہب نہیں ہوں راہب تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی بندگی سے ڈرے اس کی کبریائی کی تعظیم کرے اس کی طرف سے بپتھنے والی آزمائش پر صبر کرے اس کے فیصلے پر شکر کرے اس کی نعمتوں پر اس کی تعریف کرے اس کی عظمت کے ثنائے تواضع کرے اس کی عزت کے سامنے ذلت اختیار کرے اس کی قدرت کے سامنے جھک جائے اس کے خون کے سامنے دم نہ مارے اور اس کے حساب عذاب کے بارے میں سوچے۔ دن کو روزہ رکھے اور رات کو عبادت کے ساتھ قیام کرے دوزخ کی یاد اور اللہ تعالیٰ سے سوال اسے بیدار رکھے ایسا شخص راہب ہوتا ہے۔

میں تو ایک کاٹھنے والا کتا ہوں میں نے اپنے آپ کو اس عبادت خانے میں بند کر دیا ہے تاکہ لوگوں کو نہ کاٹوں میں نے کہا اسے راہب! معرفت خداوندی کے بعد لوگوں کو اس سے کس چیز نے دور کر دیا ہے؟ اس نے کہا اسے مرے بھائی! لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے دنیا کی محبت اور اس کی زینت نے اگ کر رکھا ہے کیوں کہ یہ گناہوں کی جگہ ہے سمجھاؤ وہ ہے جو اسے دنیا سے نکال پھینکے اپنے رب کے ہاں اپنے گناہ سے توبہ کرے اور ایسی باتوں کی طرف متوجہ ہو جو اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔

حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ آپ کنگھی کر لیں انہوں نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں فارغ ہوں۔ حضرت ادیس قرنی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے یہ رکوع کی رات ہے پھر وہ تمام رات رکوع میں گزارنے اور دوسری رات اتنی تو فرماتے یہ سجدے کی رات ہے پھر وہ پوری رات سجدے میں گزار دیتے کہا گیا کہ جب حضرت عقبہ غلام ثاؤب ہوئے تو وہ کھانے پینے کے لیے آمادہ نہ ہوتے ان کی ماں نے ان سے کہا اگر تم اپنے نفس پر کچھ نرمی کرو تو کیا حرج ہے؟ انہوں نے فرمایا میں آرام ہی تو چاہتا ہوں مجھے تھوڑی سے مشقت کر لینے دیں پھر میں طویل مدت عیش کروں گا۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو سوائے حالت سجدہ کے وہ نہیں سوئے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگ رات کو چلنے کی تعریف صبح کے وقت کرتے ہیں اور مرنے کے وقت تقویٰ کی تعریف کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں بزرگان دین میں سے جب کوئی چالیس برس کا ہوتا تو اپنا بستر لپیٹ دیتا یعنی وہ تمام رات نہ سوتا۔

حضرت کہس بن حسن رحمہ اللہ ہر دن ایک ہزار رکعت پڑھتے پھر اپنے نفس سے فرماتے اسے تمام برائیوں کی پناہ



جب آپ کمزور ہو گئے تو پانچ سو رکعات پر اکتفا کر لیا پھر روتے ہوئے کہنے لگے میرا نصف عمل چلا گیا۔  
حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ کی صاحبزادی ان سے پوچھتی تھی ابا جان! کیا بات ہے میں دیکھتی ہوں کہ لوگ سوتے ہیں  
اور آپ آرام نہیں فرماتے؟ وہ جواب دیتے اسے بیٹی! تیرے باپ کو رات کے حملے کا ڈر ہے۔

جب حضرت ربیع کی والدہ نے ان کا رونے اور جاگنے کا حال دیکھا تو آواز دی اے بیٹی! شاید تو نے کسی کو  
قتل کیا ہے انہوں نے کہا ہاں اے ماں اسی طرح ہے۔ ماں نے پوچھا وہ کون ہے؟ تاکہ ہم اس کے گھر والوں کو  
تلاش کر کے ان سے معافی مانگیں اللہ کی قسم اگر ان کو تمہاری اس حالت کا علم ہو جائے تو وہ تمہیں معاف کر دیں گے اور  
تجھ پر رحم کھائیں گے انہوں نے فرمایا ماں جان یہ میرا نفس ہے۔

حضرت بشر بن عمار رحمہ اللہ کے بھانجے حضرت عمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں حضرت بشر سے سنا  
وہ میری ماں سے فرما رہے تھے اے میری بہن! میرا پیٹ اور پسلیاں مجھ سے ٹکرائی ہیں تو میری ماں نے کہا بھائی! اگر تم  
اجازت دو تو میں تمہارے لیے ایک مٹھی میدے کا حریر بنا دوں اس کے پینے سے طاقت آجائے گی انہوں نے  
فرمایا مجھے بھی تو ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے یہ آٹا کہاں سے آیا؟ تو مجھے معلوم نہ ہو کہ میں کیا جواب دوں یہ سن  
کر میری ماں اور ماموں دونوں رونے لگے۔ اور میں بھی ان کے ساتھ روتا تھا۔

یہی (مذکورہ بالا) حضرت عمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میری ماں نے جب حضرت بشر کو دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے ان کا سانس لینا  
شکل ہو گیا ہے تو انہوں نے کہا بھائی جان! کاش میں تمہاری ماں سے پیلہ موتی اللہ کی قسم! تیری حالت دیکھ کر میرا جگر ٹکڑے  
ٹکڑے ہو گیا ہے میں نے سنا وہ جواب میں فرماتے ہیں بھی یہی کہتا ہوں کہ کاش میں میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر جنتا تو مجھے  
دور نہ پلاتی حضرت عمر فرماتے ہیں میری ماں ان کو دیکھ کر دن رات روتی رہتی تھیں۔

حضرت ربیع فرماتے ہیں میں حضرت ادریس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے ان کو نماز فجر سے فراغت کے  
بعد بیٹھا ہوا پایا پھر وہ بھی بیٹھے رہے اور میں بھی ان کے ساتھ بیٹھا رہا اور میں نے دل میں کہا کہ میں میری وجہ سے ان کی  
تسبیح میں حرج نہ ہو وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے یہاں تک کہ انہوں نے ظہر کی نماز پڑھی اور عصر تک نماز پڑھتے رہے پھر  
عصر کی نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ بیٹھ گئے مغرب کی نماز تک بیٹھے رہے اور پھر مغرب کی نماز ادا کی پھر وہیں بیٹھے رہے  
حتیٰ کہ نماز عشاء ادا کی پھر اسی جگہ ٹھہرے رہے یہاں تک کہ فجر کی نماز پڑھی پھر بیٹھے تو نیند آنے لگی آپ نے بارگاہِ خداوندی  
میں عرض کیا۔

یا اللہ! میں زیادہ سونے والی آنکھوں اور نہ سیر ہونے والے پیٹ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

حضرت ربیع فرماتے ہیں نے کہا ان سے مجھے یہی کافی ہے پھر میں واپس چلا گیا۔

ایک شخص نے حضرت ادریس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو پوچھا اے ابو عبد اللہ! کیا بات ہے میں آپ کو ایک بیماری آدمی کی طرح



دیکھتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا اویس کو کیا ہوا کہ وہ بیمار نہ ہو بیماریوں کو کھانا ملتا ہے اور اویس کھانا نہیں کھاتا اور بیمار آدمی سوتا ہے لیکن اویس نہیں سوتا۔

حضرت احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس شخص پر تعجب ہے جو جانتا ہے کہ اس کے اور جنت آراستہ ہے اور اس کے نیچے جہنم کی آگ جل رہی ہے پھر وہ ان کے درمیان کیسے سو جاتا ہے۔

ایک عابد بزرگ نے فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ عشاء کی نماز پڑھ چکے ہیں میں ان کے انتظار میں بیٹھ گیا انہوں نے ایک کبیل لپیٹا اور لیٹ گئے انہوں نے رات بھر پہلو نہ بدلتی تھی صبح سو گئی اور موذن نے اذان دی وہ جلد بکھڑی نماز کی طرف اٹھے لیکن وضو نہ کیا میرے دل میں یہ بات کھٹکی اور میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ رات بھر لیٹے رہے پھر وضو نہیں فرمایا۔

انہوں نے فرمایا میں رات بھر کبھی جنت کے باغوں میں اور کبھی جہنم کی وادیوں میں پھرتا رہا تو کیا ایسی صورت میں نیند آتی ہے؟

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نے کئی آدمیوں کو دیکھا ان میں سے ایک نماز پڑھتا تو اس قدر تھکا جاتا کہ بستر پر گھٹنوں کے بل چل کر آتا۔

کہا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر بن عباس رحمہ اللہ تے چالیس سال اس طرح گزارے کہ انہوں نے بستر پر پہلو نہ رکھا اور ان کی ایک آنکھ میں پانی اترا یا تو انہوں نے بیس سال اسی طرح گزار دیئے اور ان کے گھروالوں کو علم نہ ہو سکا۔

کہا گیا ہے کہ حضرت سمعون رحمہ اللہ روزانہ پانچ سو رکعات پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابو بکر مطوعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں جوانی میں روزانہ دن رات میں اکتیس ہزار یا چالیس ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھا کرتا تھا۔ راوی کو تعداد میں شک ہے حضرت منصور بن معتمر رحمہ اللہ کی حالت یہ تھی کہ جب تم ان کو دیکھو تو کہو کہ اس شخص کو کوئی مصیبت پہنچی ہے آنکھیں جھکی ہوئی آواز لپست اور آنکھیں تر رہتی تھیں اگر ذرا حرکت دو تو چار چار آنسو نکلیں ان کی ماں نے کہا اپنے نفس سے یہ کیا معاملہ کر رہے ہو کہ ساری رات روتے رہتے ہو اسے بیٹے شاید تم نے کوئی قتل کیا ہے وہ جواب دیتے اسے ماں! میں خوب جانتا ہوں جو کچھ میں نے اپنے نفس کے ساتھ کیا ہے۔

حضرت عامر بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ رات کی بیداری اور دوپہر کی پیاس پر کیسے صبر کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا اس طرح کہ میں دن کے کھانے کو رات پر اور رات کی نیند کو دن پر ڈال دیتا ہوں اور یہ کوئی بڑی بات نہیں۔

وہ فرمایا کرتے تھے میں نے جنت کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی جس کا طلب گار ہو سوا رہے اور دوزخ جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ اس سے بھاگنے والا بھی سوا رہے اور ان کی عادت تھی کہ جب رات آجاتی تو فرماتے جہنم کی گرمی نیند کو لے گئی پھر وہ صبح تک نہ سوتے اور جب دن کا وقت آتا تو فرماتے جہنم کی گرمی نیند کو اڑا کر لے گئی اور اس طرح وہ تمام تک نہ



سوتے پھر جب رات آتی تو فرماتے جو ڈرنا ہے وہ رات کے وقت ہی چل دیتا ہے اور صبح کے وقت لوگ رات کے پلٹنے کو اچھا سمجھتے ہیں۔

کسی بزرگ نے فرمایا کہ میں نے چار مہینے حضرت عامر بن عبد القیس رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی تو میں نے ان کو رات یاد دہانی میں سوتا ہوا نہیں دیکھا۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں میں نے فجر کی نماز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی جب انہوں نے صبح پھر اٹھنا شروع کیا تو دائیں طرف پھر گئے اور آپ پر کچھ غم کا اثر تھا آپ طلوع آفتاب تک وہاں ٹھہرے رہے پھر اپنا ہاتھ پلٹ کر فرمایا اللہ کی قسم! میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو دیکھا ہے اور آج ان کی مثل کوئی نہیں ہے وہ یوں صبح کرتے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے چہروں پر گرد و غبار ہوتی اور رنگ پیدا پڑ چکا ہوتا وہ تمام رات اللہ تعالیٰ کے لیے سجدے اور قیام میں گزارتے کتاب اللہ کی تلاوت کرتے کبھی قیام کرتے تو کبھی سجدہ جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو اس طرح ہٹتے جس طرح آنکھی والے دن درخت ہلتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے حتیٰ کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے اور یہ لوگ غفلت میں رات گزارتے ہیں ان کی مراد وہ لوگ تھے جو ان کے ارد گرد تھے۔

حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے اپنے گھر کی مسجد میں ایک ڈنڈا لٹکا رکھا تھا اس کے ذریعے آپ اپنے نفس کو ڈراتے تھے اور آپ اپنے نفس سے فرماتے اٹھو اللہ کی قسم! ورنہ میں تمہیں اس قدر گھسیٹوں گا کہ تم تھک جاؤ گے میں نہیں تھکوں گا۔ اور جب ان پرستی طاری ہوتی تو ڈنڈا سے کراہی پنڈلیوں پر مارتے اور فرماتے تو میرے جانور کی نسبت مار کھانے کے زیادہ لائق ہے اور فرماتے تھے کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ خیال کیا ہو گا کہ انہوں نے ہی دین کو اختیار کیا اور ان کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں قسم بخدا! ہم بھی اس میں اس طرح شرکت کریں گے کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے بعد بھی کچھ لوگ ہیں۔

حضرت صفوان بن سلیم رحمہ اللہ کے زیادہ دیر قیام کی وجہ سے ان کی پنڈلیاں جو اب دسے گئی تھیں اور وہ عبادت میں اس قدر کوشش تک پہنچ گئے تھے کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ قیامت کل ہے تو ان کی عبادت میں کوئی اضافہ نہ ہوتا اور جب سردی کا موسم آتا تو وہ چھت پر لیٹ جاتے تاکہ سردی لگے اور جب گرمی کا موسم ہوتا تو گھر کے اندر لیٹ جاتے تاکہ گرمی محسوس ہو اور نیند نہ آئے ان کا وصال ہوا تو وہ سجدے کی حالت میں تھے وہ فرمایا کرتے تھے یہاں اللہ! مجھے تیری ملاقات پسند ہے تو میری ملاقات کو پسند فرما۔

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں ایک دن صبح اٹھا اور میری عادت تھی کہ صبح کے وقت میں پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو سلام کیا کرتا تھا تو ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ چاشت کی



نماز پڑھ رہی تھیں۔

اس میں انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

كَلَّمَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَّانَا الشُّمُوْرَ۔

پس اللہ تعالیٰ نے ہم احسان فرمایا اور ہمیں تیش کے عذاب

سے بچایا۔

(۱۱)

آپ روتی ہوتی دعا مانگ رہی تھیں اور یہ آیت بار بار پڑھتی تھیں میں کھڑا رہا حتیٰ کہ تنک گیا اور آپ اسی حالت میں تھیں میں نے یہ حالت دیکھی تو بازو اڑا لیا گیا میں نے سوچا اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آؤں گا جب میں اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس لوٹا تو ابھی بھی آپ یہ آیت بار بار پڑھتیں، روتیں اور دعا مانگ رہی تھیں۔

حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب حضرت عبدالرحمن بن اسود حج کر کے واپس ہمارے پاس تشریف لائے تو ان کے ایک پاؤں میں کچھ تکلیف تھی تو وہ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے کہ وہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صالحین کی علامت یہ ہے کہ شب بیداری کی وجہ سے ان کے رنگ زرد پڑ جاتے ہیں رونے کی وجہ سے ان آنکھوں کی بناٹی کمزور ہو جاتی ہے اور روزے کی وجہ سے ان کے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں ان پر خشوع و خضوع کرنے والوں کی طرح غبار ہوتی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے تہجد پڑھنے والوں کے چہرے حسین ہوتے ہیں انہوں نے فرمایا اس لیے کہ وہ اپنے رب کے لیے تنہائی اختیار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے نور کا لباس پہنا دیتا ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں موت سے صرف اس لیے ڈرتا ہوں کہ وہ میرے اور رات کی عبادت کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ حضرت عامر بن عبدالمقیس رحمہ اللہ بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کیا کرتے تھے یا اللہ! تو نے مجھے پیدا کیا تو مجھ سے مشورہ نہیں لیا اور تو مجھے موت دے گا تو اس کی خبر بھی نہیں دے گا تو نے میرے ساتھ دشمن پیدا کیا اور اسے خون کی طرح جاری کیا تو نے اسے طاقت دی کہ وہ مجھے دیکھتا ہے لیکن میں اسے نہیں دیکھ سکتا پھر تو نے فرمایا رک جاؤ تو یا اللہ! جب تک تو مجھے نہ روکے میں کیسے رک سکتا ہوں۔ یا اللہ! دنیا میں غم اور پریشانی ہے اور آخرت میں عذاب و سزا ہے راحت اور خوشی کہاں ہے؟

حضرت جعفر بن محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں حضرت عبدہ غلام رات کو تین چیلوں میں گزار دیتے تھے جب عشاء کی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا سردونوں گھٹنوں کے درمیان رکھ کر چیخ مارتے اور اپنا سر گھٹنوں کے درمیان رکھ کر غور و فکر کرتے جب رات کا دوسرا تہائی گزر جاتا تو پھر ایک چیخ مارتے اور گھٹنوں میں سردے کر فکر کرتے پھر جب سحری کا وقت ہوتا تو ایک چیخ ملتے۔



حضرت جعفر بن محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں میں نے ایک بصری سے یہ بات بیان کی تو اس نے کہا آپ اس کی چیخ کی طرف دھیان نہ دیں بلکہ اس بات کو دیکھیں جو دو چہیوں کے درمیان ہے اور اس کی وجہ سے وہ چیخ مارتے ہیں۔

حضرت قاسم بن راشد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت زمرہ رحمہم اللہ ہمارے پاس محصب میں ٹھہرے ہوئے تھے ان کی بیوی اور بیٹیاں بھی ساتھ تھیں وہ رات کو اٹھتے اور دیر تک نماز پڑھتے جب سحری کا وقت ہوتا تو بلند آواز سے پکارتے اسے سونے والے سوارو! کیا تم رات بھر سوئے رہو گے اور اٹھ کر چلو گے نہیں تو وہ لوگ جلدی جلدی اٹھ بیٹھتے تو کسی سے رونے کی آواز آتی کوئی دعا مانگ رہا ہوتا کوئی قرآن پاک پڑھ رہا ہوتا کوئی وضو کر رہا ہوتا جب صبح ہوتی تو وہ بلند آواز سے پکارتے لوگ صبح کے وقت چلنے کو اچھا سمجھتے ہیں۔

کسی دانا کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا تو انہوں نے اسے پہچان لیا اس نے ان کے سینوں کو کھول دیا تو انہوں نے اس کی اطاعت کی اس پر توکل کیا تو خلق اور امر کو اس کے حوالے کر دیا ان کے دل یقین کی صفائی کی کاہن حکمت کے گھر، عظمت کے صندوق اور قدرت کے خزانے بن گئے وہ لوگوں کے درمیان آتے جاتے ہیں لیکن ان کے دل ملکوت میں پھرتے ہیں اور غیب کے پردوں میں پناہ لیتے ہیں پھر وہ لوٹتے ہیں اور ان کے ساتھ لطائف کے کچھ فوائد ہوتے ہیں جن کا وصف کوئی بھی بیان نہیں کر سکتا وہ لوگ باطنی خوبی میں ریشم کی طرح خوبصورت ہیں اور ظاہر میں رومال ہیں ان کی تواضع کی وجہ سے جو چاہے ان کو استعمال کرے یہ وہ طریقہ جس تک پہنچنا تکلف کے ذریعے ممکن نہیں یہ تو محض فضل خداوندی ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

ایک نیک اور صالح بزرگ سے منقول ہے فرماتے ہیں میں بیت المقدس کے کسی پہاڑ میں چل رہا تھا کہ میں وہاں ایک وادی میں انزگیا وہاں میں نے ایک بڑی گونج سنی وہ پہاڑ بیت بڑی آواز کے ساتھ اس کا جواب دے رہے تھے میں آواز کے پیچھے چلتا تو دیکھا کہ ایک باغ ہے جو درختوں سے ڈھانپا ہوا ہے اور وہاں ایک شخص کھڑا بار بار یہ آیت کریمہ پڑھ رہا ہے۔

یَوْمَ تَجِدُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ  
خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ  
تُوذُّ بِهَا وَبَيْنَهُمْ بَيْنَةٌ أَمَدًا لَّعِيدًا  
وَيَجْزِيكَمُ اللَّهُ نَفْسَهُ - (۱۱)

جس دن ہر نفس اپنے اچھے اور برے عمل کو سامنے پائے  
گا وہ چاہے گا کہ اس کے اور برے عمل کے درمیان  
بہت فاصلہ ہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے عذاب  
سے ڈراتا ہے۔

وہ فرماتے ہیں میں اس کے پیچھے پیڑھ کر اس کا کلام سننے لگا وہ یہ آیت بار بار پڑھتا تھا کہ اچانک اس نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑا میں نے کہا ہائے افسوس! یہ میری بدبختی کی وجہ سے ہوا پھر میں نے اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کیا



جب ایک گھڑی اسے افاقہ ہوا تو میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا میں جھوٹوں کے مقام سے تیری پناہ چاہتا ہوں میں اہل باطل کے اعمال سے تیری پناہ کا طالب ہوں میں غافل لوگوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ پھر کہا ڈرنے والوں کے دل تیرے لیے جھک گئے، کوتاہی کرنے والوں کی توقع تیری طرف مائل ہوتی ہے تیری عظمت کے سامنے عارضین کے دل جھک جاتے ہیں پھر اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے اور کہا مجھے اس دنیا سے کیا سروکار ہے اور دنیا کا مجھ سے کیا تعلق ہے اسے دنیا اپنے ہم جنس لوگوں کے پاس جا جو تجھے بلاتے اور پسند کرتے ہیں اپنی آسائشیں ان کے پاس لے جا اور ان کو ہی دیکھ دے پھر کہا گذشتہ زمانے کے لوگ کدھر گئے وہ مٹی میں بوسیدہ ہو گئے اور وہ چند روز میں فنا ہو جاتے ہیں۔

میں نے اسے آواز دی کہ اے بندہ خدا میں دن بھر سے تیرے پیچھے کھڑا ہوں اور تیری فراغت کا منتظر ہوں اس نے کہا وہ شخص کیسے فارغ ہو سکتا ہے جو زمانے سے اگے جانا چاہتا ہے اور زمانہ اس سے آگے بڑھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں موت اس کے نفس پر سبقت نہ کر جائے یا وہ شخص کیسے فارغ ہوگا جس کا وقت گزر گیا اور گناہ باقی رہ گئے پھر فرمایا تو ان گناہوں کے لیے ہے اور میں ہر شدت کے اترنے کی توقع کرتا ہوں پھر کہا مجھ سے ایک گھڑی الگ ہو جاؤ اس کے بعد اس نے قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ پڑھی۔

وَبَدَأْتُمْ مَّا كُنْتُمْ لَكُمْ يَكْفُونُوا يَحْتَسِبُونَ۔  
اور ان کے لیے وہ بات ظاہر ہوگی جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا۔

(۱۱)

پھر دوسری چیخ ماری جو پہلی سے بھی زیادہ سخت تھی اور بیہوش ہو کر گر پڑا میں نے سوچا اس کی رُوح پرواز کر گئی ہے میں اس کے قریب ہوا تو دیکھا کہ وہ تڑپ رہا ہے پھر اسے افاقہ ہوا تو وہ کہہ رہا تھا میں کون ہوں؟ میرا دل کیا ہے؟ اپنے فضل سے میری برائی معاف کر دے اپنی رحمت میں مجھے چھپالے اپنے کرم سے میرے گناہ معاف فرما دے جب میں تیرے سامنے کھڑا ہوں گا۔

میں نے کہا اس ذات کی قسم جس کی تو اپنے نفس کے لیے امید رکھتا ہے اور اس پر تیرا اعتماد ہے مجھ سے کچھ گفتگو کر داس نے کہا اس سے کلام کر دے کلام سے تمہیں کوئی نفع بھی ہو اور اس سے گفتگو کا ارادہ ترک کر دو جسے اس کے گناہوں نے تنگ کر رکھا ہو میں اس جگہ ایک عرصہ سے جب سے اللہ تعالیٰ نے چاہا ابلیس سے لڑتا ہوں اور وہ مجھ سے لڑ رہا ہے میں نے تمہارے سوا کوئی مددگار نہیں پایا جو مجھے اس حالت سے نکالے تم مجھ سے الگ رہو تم سے دہوکہ ہوا تم نے میری زبان کو بیکار کر دیا اور میرے دل کا تھوڑا سا حصہ تمہارے ساتھ گفتگو کی طرف مائل ہو گیا میں تمہارے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں پھر میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی ناراضگی سے مجھے بچائے گا اور اپنی رحمت سے مجھ پر فضل فرمائے گا



یہ بزرگ فرماتے ہیں میں نے کہا یہ شخص اللہ تعالیٰ کا ولی ہے مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے اسے باتوں میں مشغول رکھا تو کہیں اسی مقام پر مجھ پر عذاب نہ آجائے پس میں اسے چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ایک سفر میں جا رہا تھا کہ آرام کے لیے میں ایک درخت کی طرف گیا میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو میری طرف آرہے تھے انہوں نے مجھ سے کہا اسے فلاں! کھڑے ہو جا ڈموت ابھی نہیں مری پھر وہ سامنے کی طرف چل دیئے، ان کے پیچھے چلا تو سنا وہ کہہ رہے تھے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ - (۱)

ہر نفس نے موت کو چکھنا ہے۔

یا اللہ! مجھے موت میں برکت عطا فرمائیں نے کہا اور موت کے بعد؟ فرمایا جس کو موت کا یقین ہو وہ خوف کی وجہ سے دامن اٹھا کر چلتا ہے اور اس کے لئے دنیا میں کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا پھر وہ کہنے لگے۔

اے وہ ذات! جس کے لیے چہرے جھکتے ہیں اپنے دیدار کے ذریعے میرے چہرے کو روشن کر دے اپنی محبت سے میرے دل کو پھر دے اور کل قیامت کے دن اپنے سامنے جھوک کی ذلت سے مجھے بچالے اب مجھے تجھ سے شرم آتی ہے اور تجھ سے روگردانی کے ارتکاب سے میں باز آیا۔

پھر فرمایا اگر تیری بردباری نہ ہوتی تو موت کے پاس بھی میری گنجائش نہ ہوتی اور اگر تو معاف نہ کرتا تو میرے بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی پھر وہ بزرگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے، مجاہد کے سلسلے میں یہ اشعار ہیں۔

دُبُلْدُ بِلْدِ جَمِّ اَدْرِغْمِیْنِ دَلْ تُوَا سَہَا رُوْا کِی چوٹیوں یا  
وادویوں کے دامن میں دیکھیے گارے سوا کرنے والے جڑوں  
پر روتا ہے ان کا بوجھ اس کی راحت بھری نیند کو  
خراب کر دیتا ہے اگر خوف میں جوش پیدا ہو تو وہ پریشان  
ہو کر دعا مانگتا ہے اے میرے سہارے میری مدد  
فرما تو میری مصیبتوں سے آگاہ ہے اور بندوں کی لغزشوں  
کو بہت معاف کرنے والا ہے۔

نَعِيْدَ الْجَسْمِ مُكْتَبِ الْقَوَادِ  
تَرَاةُ بِقَمَّةِ اَرْبَطِيْنِ وَاِدِيْبِ  
يُنُوْحِ عَلٰی مَعَاوِيْنَ فَاَضْحَا بَ  
مِيْكَدٍ رَقْلَهَا صَفْوَالِ رَقَادِ  
فَاِنْ هَا جِئْتَ مَغَارِقُهُ وَزَادَتْ  
فَاَهْوَتْهُ اَغْثِيْ يَا عِمَادِي  
فَاَنْتَ بِمَا اَلَا قِيْهِ عَدِيْمٌ  
كَثِيْرًا لِّصَفْحٍ عَنِ زَكْلِ الْعِبَادِ  
اور یہ بھی کہا گیا ہے۔

گانے بجانے والی عورتیں جب اچھی حالت میں آئیں

اَلَّذِيْنَ التَّلَذُّ بِالْغَوَاغِيْ



إِذَا أَقْبَلْنَا فِي حَالِ حِسَابٍ  
مُنِيبٍ كَرَّمِنَ أَهْلِ وَمَالٍ  
يَسْبِيحُ إِلَى مَكَانٍ مِنْ مَكَانٍ  
لِيُحْمَلَ ذِكْرَهُ وَكِعِيشُ فَرْدًا  
وَيُظْهِرُ فِي الْعِبَادَةِ بِالْمَانِي  
تَلَذُّزِهِ التَّلَذُّزَةَ آيَةً وَحِي  
وَذِكْرًا بِالْفَوَادِ وَبِاللِّسَانِ  
وَعِنْدَ الْمَوْتِ يَا بَيْتِهِ بِشَيْءٍ  
يُبَشِّرُ بِالنِّجَاتِ مِنَ السَّمَوَاتِ  
فِي دَرْكٍ مَا أَرَادَ وَمَا تَمَّتْ  
مِنَ السَّرَّاحَاتِ فِي عَرْوَةِ الْجَنَانِ

توان کی لذت سے یہ لذت بڑھ کر ہے وہ اہل و مال سے  
بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی طلب میں رہتا ہے اور ایک جگہ  
سے دوسری جگہ جاتا ہے تاکہ اس کے ذکر میں ہو اور  
کل رقیامت کی زندگی کو یاد کرے اور اس کی خواہشات  
عبادت میں ظاہر ہوں وہ جہاں بھی اسے تلاوت کا  
ذوق ہوتا ہے نیز دل اور زبان سے ذکر خداوندی  
کرتا ہے موت کے وقت اس کے پاس خوشخبری  
دینے والا آتا ہے جو ذلت سے نجات کی خوشخبری  
دیتا ہے پس وہ اپنی مراد اور تمتا کو پاتا ہے  
اور یہ تمتا جنت کے بالا خانوں میں آرام و  
سکون ہے۔

حضرت کرز بن وبرہ رحمہ اللہ ہر دن تین بار قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے اور عبادات میں انتہائی درجے کا مجاہدہ فرماتے  
ان سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے نفس کو مشقت میں ڈال دیا فرمایا دنیا کی عمر کتنی ہے؟ عرض کیا گیا سات ہزار سال فرمایا  
قیامت کا دن کتنا بڑا ہوگا؟ کہا گیا پچاس ہزار سال کا ہوگا فرمایا تو تم میں سے کوئی شخص کیسے اس بات سے عاجز  
ہے کہ سات دن عمل کرے تاکہ اس دن کے عذاب سے بے خوف ہو جائے مطلب یہ کہ اگر تم دنیا میں زندہ رہو اور  
سات ہزار سال عبادت کرو اور اس طرح ایک دن سے چھوٹ جاؤ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے تو تمہارے  
یہ نفع زیادہ ہوگا اور اس صورت میں اسے رغبت ہونی چاہیے اور کیسے نہیں ہوگا جب کہ عمر ٹھوڑی ہے اور آخرت  
کی کوئی انتہا نہیں تو نفس کی نگہداشت اور حفاظت کے سلسلے اصلاحی صلاحین کا طریقہ یہ تھا لہذا جب تمہارا نفس تم سے  
سرکش ہو جائے اور عبادت کی پابندی سے رُک جائے تو ان لوگوں کے حالات کا مطالعہ کیا کرو کیوں کہ اب ان جیسے  
لوگ ناپید ہو گئے ہیں اور اگر ایسے لوگوں کی زیارت نصیب ہو جو ان بزرگوں کی اقتدا کرتے ہیں تو یہ دل کے لیے نفع  
بخش اور اقتدا کا زیادہ باعث ہے کیوں کہ خبر، دیکھنے کی طرح نہیں ہوتی اور اگر تم اس بات سے عاجز ہو تو ان لوگوں کے  
حالات سننے سے غفلت نہ رہو اگر اونٹ نہ ملے تو بکری پر ہی گزارہ کر لو اب تمہیں اختیار ہے کہ ان لوگوں کی اقتدا کرو  
اور ان کی جماعت میں شامل ہو جاؤ جو عقل مند اور دانا ہیں اور دین کی بصیرت رکھتے ہیں یا اپنے زمانے کے جاہلوں غافلوں  
کے پیچھے چلو لیکن یہ بات ہرگز پسندیدہ نہیں کہ تم ان جاہلوں بے وقوفوں میں شامل ہو اور غبی لوگوں سے مشابہت پر  
فخاعت کرو اور یوں عقل مند لوگوں کی مخالفت کرو اگر تمہارا دل تمہیں بتائے کہ یہ مضبوط لوگ ہیں اور ان کی پیروی کی مجھے



حکایت نہیں ہے تو ان عورتوں کی طرف دیکھو جنہوں نے عبادت میں مجاہدے کئے اور اپنے نفس سے کہو کہ تجھے اس بات سے غیرت نہیں آئے گی کہ تو عورتوں سے بھی کم ہو یہ تو نہایت ذلت کی بات ہے کہ مرد ہو کر دینی اور دنیوی معاملات میں عورت سے کم رہے۔

فصل ۱۰:

## عبادت گزار خواتین

اب ہم عبادت میں محنت کرنے والی کچھ خواتین کے حالات ذکر کرتے ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت حبیبہؓ بدویہ رحمہا اللہ جب عشا کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئیں تو اپنی چھت پر کھڑی ہو جاتیں اور اپنا کرتہ اور دوپٹہ خوب کس کر باندھ لیتیں پھر بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتیں۔  
 ”یا اللہ! ستارے چلے گئے، آنکھیں سو گئیں، بادشاہوں کے دروازے بند ہو گئے، ہر محب اپنے محبوب کے پاس تنہائی میں چلا گیا اور میں تیرے سامنے کھڑی ہوں“  
 پھر آپ نماز کی طرف متوجہ ہو جاتیں جب فجر طلوع ہوتی تو آپ عرض کرتیں۔

یا اللہ! رات چلی گئی دن روشن ہو گیا کاش مجھے معلوم ہونا کہ تو نے میری رات (کی عبادت) کو قبول کیا تاکہ میں اپنے آپ کو مبارک دوں یا تو نے رد کر دیا تو میں تعزیت کر دوں۔ مجھے تیری عزت کی قسم جب تک تو مجھے باقی رکھے گا تیری بارگاہ میں میرا یہی طریقہ ہوگا اور تیری عزت کی قسم اگر تو مجھے اپنے دروازے سے جھک بھی دے تو میں نہیں ہٹوں گی کیونکہ میں تیرے جودِ کرم سے بخوبی واقف ہوں۔

ایک بوڑھی خاتون کے بارے میں منقول ہے کہ وہ رات بھر عبادت کرتی تھیں اور وہ نابینا تھیں جب سحری کا وقت ہوتا تو ایک درد بھری آواز سے کہتیں عبادت گزار لوگوں نے تیرے لیے رات کی تاریکی کو برداشت کیا وہ تیری رحمتِ فضل اور معرفت کی طرف سبقت کرتے ہیں یا اللہ! میں تیرے ہی نام پر تجھ سے سوال کرتی ہوں کسی دوسرے کے نام پر نہیں کہ تو مجھے سبقت کرنے والوں کی جماعت میں سے پہلے لوگوں میں کر دے اور مجھے اپنے ہاں اعلیٰ علیین میں مقربین کے درجے میں جگہ دے اور اپنی عبادت کے صدقے مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے تو سب سے زیادہ رحم فرمائے والے۔  
 فخرنگ روتیں اور دعا مانگتی رہتیں۔

حضرت بیچلی بن بسطام رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں شعوانہ (نامی خاتون) کے ہاں حاضر ہونا اور اس کے رونے اور آہ و زاری کو دیکھتا ہوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ جب یہ تنہا ہوں تو ہم ان کے پاس جا کر کہیں کہ وہ اپنے نفس سے نرمی کا سلوک کریں اس نے کہا جیسے آپ کی مرضی، فرماتے ہیں پھر ہم ان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اگر آپ اپنے نفس سے



نری برتیں اور اس دونے کو کم کر دیں تو یہ بات آپ کی مراد پر زیادہ معاون ہوگی، فرماتے ہیں وہ رونے لگیں پھر کہا اللہ کی قسم! میں چاہتی ہوں کہ اتنا روؤں کہ تمام آنسو ختم ہو جائیں پھر میں خون کے آنسو روؤں یہاں تک کہ میرے جسم کے کسی حصے میں بھی خون کا ایک قطرہ باقی نہ رہے میں کب روتی ہوں میں کب روتی ہوں وہ بار بار یہ الفاظ کہتی رہیں حتیٰ کہ ان پر نشی طاری ہو گئی۔

حضرت محمد بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھ سے ایک عبارت گزار خاتون نے بیان کیا وہ فرماتی ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں جنت میں داخل کی گئی ہوں وہاں کیا دیکھتی ہوں کہ تمام ضعیفی اپنے دروازوں پر کھڑے ہیں میں نے کہا اہل جنت کو کیا ہوا کہ وہ اس طرح کھڑے ہیں؟ کسی کہتے والے نے مجھے بتایا کہ یہ سب اس خاتون کو دیکھنے کے لیے باہر آئے ہیں جن کی آمد پر جنتوں کو سجایا گیا ہے میں نے کہا وہ خاتون کون ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ وہ ایک سیاہ فام لونڈی ہے جو مقام ایکہ کی رہنے والی ہے اور اسے شعوانہ کہا جاتا ہے میں نے کہا وہ تو میری بہن ہیں فرماتی ہیں میں اسی حالت میں تھی کہ وہ ایک اونٹنی پر سوار ہوا میں اڑتی ہوئی پہنچ گئی جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے آواز دی اسے میری بہن! میرا نام سے جو تعلق ہے اس کا تمہیں علم ہے اگر تم اپنے مولائی خدمت میں میرے لیے دعا کرو کہ وہ مجھے بھی تمہارے ساتھ ملا دے تو اچھا ہے وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائیں اور کہا کہ ابھی تمہارے آنے کا وقت نہیں ہوا لیکن میری طرف سے دو باتیں یاد رکھیں ایک یہ کہ اپنے دل کو غلگین رکھنا اور دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنی خواہش پر مقدم رکھنا جب تمہیں موت آئے گی تو تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے پاس ایک رومی لونڈی تھی اور وہ مجھے پندرہ ایک رات وہ تیرے پاس سوئی ہوئی تھی جب میں بیدار ہوا تو دیکھا وہاں نہ تھی میں اسے تلاش کرنے کے لیے اٹھا تو دیکھا کہ وہ حالت سجدہ میں کہہ رہی ہے۔

یا اللہ! تجھے مجھ سے جو محبت ہے اس کے صدقے میں میرے گناہ معاف کر دے میں نے کہا یہ نہ کہو کہ اپنی محبت کے صدقے میں، بلکہ یوں کہو کہ مجھے تجھ سے جو محبت ہے اس کے صدقے میں میرے گناہ بخش دے اس نے کہا اے میرے آقا! اس طرح نہیں بلکہ وہی مجھ سے محبت رکھتا ہے اس نے مجھے شکر سے نکال کر اسلام کی دولت سے مالا مال کیا اور اسی محبت کی وجہ سے جو اسے مجھ سے ہے وہ مجھے بیدار رکھتا ہے جب کہ بے شمار لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہاشم قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ایک خاتون جس کو سر یہ کہا جاتا تھا ہمارے ہاں آکر ٹھہری میں رات کے وقت اس کی فریاد آ رہی سن کر ناکھانا ایک دن میں نے خادم سے کہا ذرا جھانک کر دیکھو یہ خاتون کیا کرتی ہیں فرماتے ہیں اس نے جھانکا تو دیکھا کہ وہ کچھ بھی نہیں کرتی البتہ اپنی نظر آسمان کی طرف سے نہیں ہٹاتیں اور قبلہ رخ بیٹھی ہوئی ہیں اور کہہ رہی ہیں۔



یا اللہ! تو نے میرے کو سید کیا پھر اپنی نعمت سے اسے غذادی اور ایک حال سے دوسرے حال میں رکھا تیری طرف سے پہنچنے والی تمام حالتیں اس کے لیے اچھی ہیں اور تیری طرف سے پہنچنے والی تمام آزمائشیں خوبصورت ہیں اور اس کے باوجود یہ اپنے آپ کو تیری ناراضگی کے لیے پیش کرتی ہے کہ اس نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر تیری نافرمانی کی کیا تو جانتا ہے کہ اس نے یہ گمان کیا ہو گا کہ تو اس کے بڑے افعال کو نہیں دیکھتا حلال کہ تو جانتے والا خبر رکھنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک رات وادی کنعان سے نکلا جب وادی کے اوپر گیا تو دیکھا کہ ایک سیاہ چیز میری طرف آرہی ہے اور وہ میرا کیت پڑھ رہی ہے۔

اور ان کے لیے وہ بات ظاہر ہو گئی جس کا ان کو گمان  
 وَبِكَ الْاٰلِهَمُّ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا  
 يَخْتَسِبُوْنَ (۱)

بھی نہ تھا۔

اور وہ چیز رو رہی ہے جب وہ سیاہ چیز میرے قریب آئی تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک عورت ہے جس پر اونی جہ ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک ڈولچی ہے اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ جو مجھ سے خوفزدہ نہیں ہوئے میں نے کہا میں ایک اجنبی ہوں اس نے کہا اے فلاں! کیا اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں بھی اجنبیت اور غیبت ہوتی ہے؟ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اس کی بات سن کر رو پڑا اس نے کہا تو کیوں روتا ہے میں نے کہا بیماری کے لیے دوا مل گئی ہے زخم ہو گیا تھا اب بلدی ٹھیک ہو جائے گا۔ اس نے کہا اگر تم سچے ہو تو رونے کا کیا مطلب؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے کیا سچا آدمی نہیں روتا؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا اس لیے کہ رونا دل کا آرام ہے میں اس کی بات پر تعجب ہو کر خاموش ہو گیا۔

حضرت احمد بن علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم نے حضرت عقیقہ کے پاس جاتے کی اجازت چاہی تو انہوں نے ہمیں اجازت نہ دی ہم دروازے پر کھڑے رہے جب اسے علم ہوا تو وہ ہمارے لیے دروازہ کھولنے آئیں میں نے سنا وہ کہہ رہی تھیں۔ یا اللہ! میں اس شخص سے تیری پناہ چاہتی ہوں جو اگر مجھے قیرے ذکر سے روک دے پھر اس نے دروازہ کھولا اور ہم اندر داخل ہوئے ہم نے کہا اے اللہ کی بندی! ہمارے لیے دعا کر اس نے کہا اللہ تعالیٰ میرے گھر میں تمہاری مہمانی مغفرت سے کرے پھر کہا حضرت عطاء سلمیٰ رحمہ اللہ چالیس سال تک ٹھہرے وہ آسمان کی طرف نہیں دیکھتے تھے ان سے ایک نگاہ میں خیانت ہو گئی تو وہ بیہوش ہو کر گر پڑے چنانچہ ان کے پیٹ کا کوئی پردہ پھٹ گیا کاش عقیقہ اپنا سراٹھاٹھے اور نافرمانی نہ کرے اور کاش اگر اس سے نافرمانی سرزد ہو تو دوبارہ نہ کرے۔



ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ایک دن بازار میں گیا اور میرے ساتھ ایک حبشی لونڈی تھی میں نے اسے بازار کے ایک کنارے پر ٹھہرا دیا اور خود اپنے کام کے لیے چلا گیا میں نے کہا میری واسپنی تک یہاں سے نہ ہٹنا فرماتے ہیں میں واپس آیا تو وہ وہاں نہ تھی میں گھرا گیا اور مجھے بہت غصہ آ رہا تھا اس نے مجھ دیکھا تو میرے غصے کو بھانپ گئی کہنے لگی اسے میرے آقا مجھ پر جلدی نہ کرنا آپ نے مجھے ایسی جگہ ٹھہرایا جہاں میں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ دیکھا تو مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ جگہ زمین میں نہ دھنس جائے وہ بزرگ فرماتے ہیں مجھے اس کی بات بہت اچھی لگی اور میں نے کہا تو آزاد ہے اس نے کہا آپ نے اچھا نہیں کیا میں آپ کی خدمت کرتی تھی تو مجھے دوا جہر ملتے تھے لیکن اب ان میں سے ایک اجر سے میں محروم ہو گئی۔

حضرت ابن علاء سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میری ایک چچا زاد بہن تھی وہ عبادت گزار تھی اور قرآن مجید کی تلاوت بہت زیادہ کرتی تھی۔ جب وہ کسی ایسی آیت پر پہنچی جس میں جنہم کا ذکر ہوتا تو وہ رو پڑتی مسلسل رونے کی وجہ سے اس کی بینائی چلی گئی۔ اس کے چچا زاد بھائیوں نے آپس میں کہا چلو چل کر اس کو زیادہ رونے پر ملامت کریں فرماتے ہیں جب ہم اس کے پاس پہنچے تو ہم نے کہا اے بریرہ! کبھی ہو؟ اس نے کہا مہمان ہیں جو اجنبی زمین میں پڑے ہیں اس انتظار میں ہیں کہ کب بلاوا آئے اور ہم سے قبول کریں ہم نے کہا یہ روزا کب تک رہے گا تمہاری بینائی تو زائل ہو گئی اس نے کہا اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں میری آنکھوں کے لیے بھلائی ہے تو دنیا میں ان سے جو کچھ چلا گیا اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے بھلائی نہیں ہے تو اس سے بھی زیادہ رونے کی ضرورت ہے، پھر اس نے منہ پھیر لیا حضرت ابن العلاء فرماتے ہیں آنے والوں نے کہا چلتے اللہ کی قسم! یہ ایسی حالت میں ہے جس میں ہم نہیں ہیں۔ حضرت معاذہ عدویہ رحمہا اللہ کا طریقہ مبارک تھا کہ جب دن نکلتا تو کہتیں یہ میری موت کا دن ہے اور وہ شام تک کھانا، کھاتیں پھر جب رات آتی تو کہتیں یہ وہ رات ہے جس میں میں مر جاؤں گی چنانچہ وہ صبح تک نماز میں مشغول رہتیں۔

حضرت ابوسیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک رات حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کے ہاں ٹھہرا وہ اپنے محراب میں کھڑی ہوئیں تو میں مکان کے ایک کونے میں کھڑا ہو گیا وہ سحری تک کھڑی رہیں سحری کا وقت ہوا تو میں نے کہا جس نے ہمیں اس رات میں کھڑا ہونے کی قوت دی اس کا شکر کس طرح ادا کیا جائے انہوں نے فرمایا اس کا شکر یوں ادا کرو کہ کل دن کو روزہ رکھو۔

حضرت شعوانہ رحمہا اللہ یوں دعا کیا کرتی تھیں یا اللہ! مجھے تیری ملاقات کا بہت شوق ہے اور مجھے تیری طرف سے جزا کی بہت بڑی امید ہے تو وہ کریم ہے کہ تیرے ہاں امید واروں کی امیدیں نہیں ٹوٹتیں اور نہ شوق رکھنے والوں کا شوق باطل ہوتا ہے۔ یا اللہ! اگر میری موت کا وقت قریب آچکا ہے اور میرے عمل نے مجھے تیرے قریب نہیں کیا تو مجھے اپنے گناہ کا اعتراف ہے جس کا سبب میری بیماریاں ہیں اگر تو معاف کر دے تو مجھ سے بڑھ کر اس کے



لائق کون ہے اور اگر تو عذاب دے تو مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا کون ہے یا اللہ! میں نے اپنے نفس کی طرف نظر کی تو اس پر ظلم کیا اب اس کے لیے تیری اچھی نظر باقی ہے اگر وہ اس سے سعادت مندی حاصل نہ کر سکے تو اس کے لیے ہلاکت ہے۔

یا اللہ! تو نے میری زندگی میں ہمیشہ مجھ سے اچھا سلوک کیا اب میری موت کے بعد اس حسن سلوک کو منقطع نہ کرنا مجھے اس نجات سے امید ہے جس نے میری زندگی میں مجھ پر احسانات کئے کہ وہ میری موت کے وقت مجھے بخش دے گا۔  
یا اللہ! میں اپنی موت کے بعد تیرے حسن نظر سے کس طرح نا امید ہو جاؤں جب کہ میری زندگی میں تو نے ہمیشہ اچھا سلوک فرمایا، یا اللہ! اگر میرے گناہوں نے مجھے ڈرایا ہے تو مجھے جو تجھ سے محبت ہے اس نے مجھے اطمینان دلایا ہے یا اللہ میرے ساتھ ایسا معاملہ کر جو تیری شان کے لائق ہے اور اس شخص پر اپنا فضل لوٹا دے جسے اس کی جہالت نے دہوکے میں ڈالا ہے الہی! اگر تو نے مجھے رسوا کرنا ہوتا تو مجھے ہدایت نہ دیتا اور اگر تو نے مجھے ذلیل کرنا ہوتا تو میری پردہ پوشی نہ فرماتا تو نے جس سبب سے مجھے ہدایت عطا فرمائی اس سے مجھے بہرہ ور فرما اور میری پردہ پوشی کے سبب کو دائمی کر دے یا اللہ! میں نے جس حاجت میں عمر کاٹی ہے میں نہیں خیال کرتی کہ تو اسے رد کر دے گا یا اللہ! اگر میں نے گناہ نہ کیا ہوتا تو مجھے تیرے عذاب سے ڈرنہ ہوتا اور اگر مجھے تیرے کرم کی پہچان نہ ہوتی تو میں تیرے ثواب کی امید نہ کرتی۔

حضرت خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم حضرت رحلہ عابدہ کے پاس گئے اور وہ روزے رکھ رکھ کر سیاہ ہو چکی تھیں اور اس قدر روتی تھیں کہ آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی اور نماز پڑھتے پڑھتے وہ چلنے پھرنے سے عاجز ہو گئی تھیں وہ بیٹھ کر نماز پڑھتی تھیں ہم نے انہیں سلام کیا پھر اللہ تعالیٰ کے عفو و درگزر کا کچھ بیان کیا تاکہ ان پر معاملہ آسان ہو جائے انہوں نے یہ بات سن کر ایک چیخ ماری پھر فرمایا مجھے اپنے نفس کا علم ہے اور اس نے میرے دل کو زخمی کر دیا ہے اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے اللہ کی قسم میں چاہتی ہوں کہ کاش مجھے اللہ تعالیٰ نے پیدا نہ کیا ہوتا اور میرا ذکر نہ ہوتا پھر وہ نماز کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

(اے قاری!) اگر تو اپنے نفس کی حفاظت کرنے والے لوگوں میں سے ہے تو تجھے چاہیے کہ عبادت میں خوب محنت کرنے والے مردوں اور عورتوں کے حالات کا مطالعہ کیا کرتا کہ تیرا سرور بھی بڑھے اور تیری حرص زیادہ ہو، اپنے زمانے کے لوگوں کو نہ دیکھ کیوں کہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَأَنْ تَطْعَمَ أَكْثَرًا مِّنْ فِي الدُّرِّ يُضِلُّوكَ۔ اور اگر تو زمین کے اکثر لوگوں کی اطاعت کرے گا تو وہ تجھے گمراہ کر دیں گے۔ (۱)



عبادت میں خوب محنت کرنے والے لوگوں کے واقعات بے شمار ہیں عبرت والوں کے لیے اس قدر کافی ہے جو ہم نے ذکر کیا اور اگر تو اس سے بھی زیادہ حالات معلوم کرنا چاہتا ہے تو ”علیہ اولادولیا“ (کتاب) کا مطالعہ کر یہ کتاب صاحبہ کرام، تابعین اور ان کے بعد والے لوگوں کے حالات پر مشتمل ہے اس کتاب کے مطالعہ سے تمہیں پتہ چلے گا کہ تم اور تمہارے زمانے کے لوگ اہل دین سے کس قدر دور ہیں۔ پھر اگر تمہارا نفس اپنے زمانے کے لوگوں کی طرف نظر کرنے کا مشورہ دے اور یہ دلیل دے کہ اسی زمانے میں بھلائی ہے کیوں کہ اس میں مددگار زیادہ ہیں علاوہ انہیں اگر زمانے والوں کی مخالفت کر دے تو لوگ تمہیں مجنون کہیں گے اور تم سے مذاق کریں گے لہذا ان کے ساتھ ہر طرح کی موافقت کرو اب تمہیں مصیبت بھی پہنچی تو وہ تمہارے ساتھ شریک ہوں گے اور جب مصیبت میں سب مبتلا ہوں تو اچھی لگتی ہے تو تمہیں نفس کی اس دلیل سے دبوکہ نہیں کھانا چاہیے اور نہ ہی اس کے دام ترویر میں پھنسنا چاہیے بلکہ تم اس سے کہو کہ بتاؤ اگر کوئی بیڑا سیلاب آجائے جو تمام شہر والوں کو غرق کر دے اور وہ حقیقت حال سے بے خبری کی وجہ سے وہاں ہی ٹھہرے رہیں اور بچاؤ کی کوئی تدبیر اختیار نہ کریں جب کہ تم ان سے جدا ہو کر کشتی کے ذریعے ڈوبنے سے بچ سکتے ہو تو کیا تمہارے دل میں یہ خیال آئے گا کہ مصیبت جب سب پر آئے تو خوشی خوشی برداشت ہو جاتی ہے یا تم ان کی موافقت چھوڑ دو گے ان کے احتیاط نہ کرنے کو بیوقوفی سمجھتے ہو اور خود اپنا بچاؤ اختیار کرتے ہو تو جب تم ڈوبنے کے خوف سے ان کی موافقت چھوڑ دیتے ہو حالانکہ ڈوبنے کا عذاب ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ہوتا تو اس عذاب سے کیوں نہیں بچتے جو دائمی ہوگا اور ہر وقت اس کے مستحق ہوتے جاتے ہو یہ بات صحیح نہیں کہ جب مصیبت عام ہوتی ہے تو معلوم ہوتی ہے جنہیں کو یہ مہلت کہاں ملے گی کہ وہ عموم و خصوص کی طرف متوجہ ہو سکیں اور کفار بھی اپنے زمانے کے لوگوں کی موافقت کی وجہ سے ہلاک ہوئے جب انہوں نے کہا۔

یہ شک ہم نے اپنے باپ دادے کو ایک طریقے پر

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ

پایا اور ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ۔ (۱)

جب تم اپنے نفس کو چھڑکنے میں مشغول ہو اور اسے مجاہدہ کی تلقین کرو اور وہ تمہاری بات نہ مانے تو تم پر لازم ہے کہ اس کو چھڑکنے سے باز نہ رہو اور اسے بتاتے رہو کہ یہ نافرمانی تیرے حق میں بری ہے ہو سکتا ہے وہ سرکشی سے باز آجائے۔

فصل ۹:

## چھٹی نگہداشت — نفس کو چھڑکنا اور اس پر غصہ کرنا

جان لو کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پلوں میں ہے اور اسے یوں پیدا کیا گیا کہ وہ برائی کا حکم



دینا ہے شرکی طرف مائل ہے اور نیکی سے بھاگتا ہے اور تمہیں اس کو پاک اور سیدھا رکھنے کا حکم دیا گیا ہے نیز یہ کہ تم اسے زبردستی کی زنجیروں میں جکڑ کر اس کے رب اور خالق کی عبادت کی طرف لے جاؤ اسے خواہشات اور لذات روکو اگر تم اسے کھلی چھٹی دو گئے تو وہ سرکش ہو جائے گا اور لوہوں بھاگ جائے گا کہ پھر تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا اور اگر تم اسے مسلسل جھڑکنے رہو پٹاٹ ڈیٹ اور ملامت کرتے رہو تو یہی نفس، ملامت کرنے والا نفس (نفس لوامہ) بن جائے گا جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اور اس بات کی امید ہے کہ پھر وہ نفس مطمئنہ بن جائے جس کو پکارا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ سے راضی ہو اور وہ اس سے راضی ہو۔ لہذا تم ایک ساعت بھی اپنے نفس کو وعظ و نصیحت کرنے اور عناب و جھڑک سے غافل نہ رہو اور جب تک اپنے نفس کو نصیحت نہ کرو دو سو دنوں کو نصیحت کرنے میں مشغول نہ ہو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے ابن مریم! اپنے نفس کو نصیحت کیجئے اگر اس نے نصیحت مان لی تو پھر لوگوں کو نصیحت کرنا اور نہ مجھ سے جیا کرنا ارشاد خداوندی ہے۔

وَذِكْرَنَا اللَّهُ كَيْ رِي نَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ - اور نصیحت کیجئے بے شک نصیحت مومنوں کو فائدہ

دیتی ہے۔ (۱)

اس کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کی طرف متوجہ ہو کر اسے اس کی جہالت اور اس کا غبی ہونا بتاؤ اور یہ کہ وہ ہمیشہ اپنی دانائی اور ہدایت کو زیادہ خیال کرتا ہے اور جب اسے بیوقوف کہا جائے تو بہت برا مانتا ہے پس تم اسے کہو اسے نفس! تو کتنا بڑا جاہل ہے جو دانائی اور ہوشیاری کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ تو لوگوں میں سے سب سے زیادہ بے ذوق اور ناسمجھ ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرے سامنے جنت بھی ہے اور دوزخ بھی اور مغرب تو ان میں سے ایک میں جائے گا تو تو کیوں خوش ہوتا ہے، ہنستا ہے اور ہر وقت میں مشغول ہے حالانکہ تو اس بڑے کام کے لیے مطلوب ہے ہر کتنا ہے آج یا کل تجھے موت آجائے تو یہ دیکھنا ہوں کہ تو موت کو دُور سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے قریب جانتا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ جو چیز یقیناً آنے والی ہو وہ قریب ہی ہوتی ہے اور جو دور ہو وہ آنے والی نہیں ہوتی کیا تو نہیں جانتا کہ موت آجائے آئے گی اور اس سے پہلے کوئی فائدہ نہیں آئے گا اور نہ ہی کوئی ویو ہوگا اور یہ بات بھی نہیں کہ وہ ایک وقت میں آتی ہے دوسرے وقت میں نہیں گرمی کے موسم میں آتی ہے اور سردیوں میں نہیں یا سردیوں میں آتی ہے اور گرمیوں میں نہیں نہ وہ رات دن میں تیز کرتی ہے اور نہ پچین اور جوانی کا امتیاز ہوتا ہے بلکہ ہر نفس کے لیے موت کا آجائے آنا ممکن ہے اور اگر موت آجائے نہ آئے تو بیماری آجائے آتی ہے پھر وہ موت تک پہنچاتی ہے تو تمہیں کیا ہوا کہ موت کی تیاری نہیں کرنے حالانکہ وہ ہر قریب چیز کی نسبت تمہارے زیادہ قریب ہے کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں غور نہیں کرتے۔



لوگوں کے لیے حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں مزہرے ہوئے ہیں ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر وہ اسے کھیل میں مشغول ہو کر سنتے ہیں اور ان کے دل بھی کھیل میں مصروف ہیں۔

اَشْرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِمْ مُّحَدَّثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ۔ (۱)

اے نفس! اگر گناہ پر تیری جوأت اس عقیدے کی بنیاد پر ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے نہیں دیکھتا تو تیرا کفر کتنا بڑا ہے اور اگر تو جانتا ہے کہ وہ تجھ پر مطلع ہے تو تو کس قدر بے حیا ہے تجھے کیا ہوا اگر تیرا کوئی غلام بلکہ تیرا کوئی بھائی تیرے سامنے ایسا کام کرے جسے تو ناپسند کرتا ہے تو تو اس پر کس قدر غضبناک اور ناراض ہوتا ہے تو کس جسارت کے تحت تو اللہ تعالیٰ کے غضب، ناراضگی اور سخت عتاب کو دعوت دیتا ہے اے نفس! تیرا کیا خیال ہے تو اس کے عذاب کو برداشت کر لے گا ہرگز نہیں اپنے دل سے اس خیال کو دور رکھ اگر تیری اڑاس کے سخت عذاب سے تجھے فائل رکھتی ہے تو اپنے نفس کا تجربہ کر ایک ساعت سورج کے دھوپ میں کھڑا ہوا جامام کے قریب بیٹھ یا اپنی انگلی کو آگ کے قریب کر تجھے اپنی طاقت کا علم ہو جائے گا کیا تو اللہ تعالیٰ کے کرم اور فضل سے دیکھ کر کھارہا ہے اور یہ کہ وہ تیری عبادت سے بے نیاز ہے تو دنیا کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کے کرم پر اعتماد کیوں نہیں کرتا جب دشمن تیرے درپے ہوتا ہے تو اسے دور کرنے کے لیے جیلے کیوں کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کے کرم کے حوالے کیوں نہیں کرتا اور جب تجھے کوئی دنیوی خواہش پیش آتی ہے جو درہم اور دینار کے بغیر پوری نہیں ہوتی تو تجھے کیا ہوا اس وقت تیرا دم کیوں نکلتا ہے تو مختلف طریقوں سے اس کی طلب اور حصول کی کوشش کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے کرم کے حوالے کیوں نہیں کرتا کہ وہ تجھے کوئی عزا نہ بتائے یا اپنے بندے کو مسخر کر دے اور وہ تیری کسی محنت کے بغیر تیری ضرورت قدموں میں لا کر رکھ دے کیا تیرا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں کریم ہے دنیا میں نہیں ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ بدلتا نہیں ہے اور دنیا و آخرت کا رب ایک ہی ہے اور انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اس نے کوشش کی۔

اے نفس! تیرا نفاق اور جھوٹے دعوے بڑے عجیب ہیں تو زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتا ہے جب کہ نفاق کا اثر تجھ پر ظاہر ہے کیا تیرے مولا اور سردار نے تجھے نہیں فرمایا۔  
وَمَا مِثْقٰلِ ذٰبْتَةٍ فِی الدُّرِّ اِلَّا عَلٰی اللّٰهِ رِزْقًا۔ (۱)

اور زمین پر چلنے والے ہر جانور کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

(۱) قرآن مجید، سورہ انبیاء آیت (۲۱، ۲۲)

(۲) قرآن مجید، سورہ ہود آیت ۶



اور آخرت کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

كَانَ لَيْسَ يَلِدُ نَسَائِنِ الْاِمَّا سَعِي - (۱)

اور انسان کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے کمایا۔

تو اللہ تعالیٰ نے دنیوی معاملات کو خاص طور پر اپنے ذمہ لیا ہے اور تجھے اس کی سستی سے الگ رکھا لیکن تو نے اپنے افعال سے اسے جھوٹا قرار دیا کہ تو اس (دنیا) پر مدہوش اور فریفتہ آدمی کی طرح گرتا ہے جب کہ آخرت کا معاملہ تیری محنت کے سپرد کیا ہے اور تو اس سے اس طرح منہ پھیرتا ہے جس طرح مغرور اور حقیر جاننے والا کرتا ہے یہ ایمان کی علامات نہیں ہیں اگر ایمان محض زبانی ہوتا تو منافق جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں کیوں جائے۔

اسے نفس! تجھ پر افسوس ہے تو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اور تیرا خیال یہ ہے کہ جب مر جائے گا تو تجھے رہائی مل جائے گی اور تیری جان چھوٹ جائے گی ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

اسے نفس! تیرا خیال ہے کہ تجھے بیکار چھوڑا جائے گا، کیا تو ماہ سنویہ نہ تھا پھر جما ہوا خون بنا تو اس نے تجھے ٹھیک ٹھیک بنایا تو کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو (دوبارہ) زندہ کرے۔

اگر تیرا یہی عقیدہ ہے تو تجھ سے بڑھ کر کافر اور جاہل کون ہے؟ کیا تو غور و فکر نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے کس چیز سے بنایا تجھے نطفے سے بنا کر تجھے مناسب طریقے پر ٹھیک کیا پھر تیرے لیے راستے کو آسان کیا پھر تجھے موت دے کر قبر میں پہنچائے گا کیا تو اس کے اس قول کو جھٹلاتا ہے کہ پھر جب وہ چاہے گا تو تجھے اٹھائے گا۔

اسے نفس! اگر تو اسے جھٹلاتا نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ پرہیز نہیں کرتا اگر کوئی یہودی تجھے اس کھانے کے بارے میں جو تیرے لیے زیادہ لذیذ ہے یہ کہے کہ یہ تیری بیماری کے لیے نقصان دہ ہے تو تو اس سے صبر کر لیتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے اور اپنے نفس کو مشقت میں ڈال دیتا ہے کیا انبیاء کرام جن کو معجزات سے تائید حاصل ہے ان کا قول اور اللہ تعالیٰ کا اپنی کتب میں ارشاد، تیرے نزدیک یہودی کے قول سے کم تاثیر رکھتا ہے جو اندازے اور گمان سے بات کرتا ہے اور اس کی عقل ناقص اور علم میں کمی ہے۔

تجھ کی بات ہے اگر کوئی بچہ تمہیں کہہ دے کہ تمہارے کپڑوں میں بچھو ہے تو تم اس کپڑوں کو اتار پھینکتے ہو اور کسی دلیل و برہان کا مطالبہ نہیں کرتے تو کیا انبیاء کرام، علماء عظام، حکماء اور اولیاء کرام کا قول تمہارے نزدیک اس نپے کی بات سے کم وقعت رکھتا ہے حالانکہ وہ بچہ نادان ہے یا جہنم کی گرمی، اس کے طوق، عذاب گرز، تھوہر، پیپ، گرم ہوا، سانپ اور بچھو تمہارے نزدیک اس دنیا کے بچھو کے مقابلے میں معمولی ہیں جس کی تکلیف ایک دن یا اس سے بھی کم ہوتی ہے۔

یہ عقل مند لوگوں کے طور پر تھے نہیں ہیں بلکہ اگر جانوروں پر تمہاری حالت ظاہر ہو تو وہ تجھ پر منہیں اور تیری عقل کا مذاق اڑائیں۔ اسے نفس! اگر تجھے ان تمام باتوں کی پہچان ہے اور تو ایمان بھی رکھتا ہے تو پھر عمل میں کوتاہی کیوں



کرتا ہے جب کہ موت تیرے انتظار میں ہے ہو سکتا ہے وہ کسی مہلت کے بغیر تجھے اچانک اٹھالے تو موت کے جلدی آنے سے کس طرح بے خوف ہے۔

اگر تجھے سو سال کی مہلت مل بھی جائے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ جو شخص گھاٹی کے دامن میں جانور کو چارہ دیتا ہے وہ راستہ کاٹے بغیر اسی طرح سفر طے کرے گا؟ اگر تیرا یہ خیال ہے تو تو بہت بڑا جاہل ہے۔

تمہارا کیا خیال ہے اگر ایک شخص اس لئے سفر کرتا ہے کہ وہ فقہ سیکھے اب وہ دوسرے ملک میں کئی سال بیکار رہتا ہے اور اپنے نفس سے وعدہ کرتا ہے جب وہ گھر کی طرف لوٹنے والا ہو گا تو اس (آخری) سال فقہ سیکھے گا تو تجھے اس شخص کی عقل پر ہنسی نہیں آئے گی کہ وہ تھوڑی سی مدت میں فقہ حاصل کرنے کی طمع رکھتا ہے یا اس کا خیال ہے کہ وہ فقہ سیکھے بغیر محض اللہ تعالیٰ کے کرم سے فقہا و کرام کا منصب پائے گا۔ پھر یہ کہ آخری عمر کی کوشش نفع دے گی اور وہ بلند درجات پائے گا حالانکہ ہو سکتا ہے آج کا دن تیری زندگی کا آخری دن ہو تو اب اس میں کیوں مشغول نہیں ہوتا اگر تجھے مہلت کا پروانہ مل بھی گیا ہو تو جلدی کرنے میں کیا رکاوٹ ہے اور لیت و عمل سے کام لینے میں کیا حکمت ہے یہی بات ہے کہ تو اپنی خواہشات کی مخالفت سے عاجز ہے کیوں کہ اس میں تھکاوٹ اور مشقت ہے کیا تو اس دن کا منتظر ہے جب خواہشات کی مخالفت مشکل نہ ہو اللہ تعالیٰ نے ایسا دن پیدا نہیں فرمایا اور نہ ہی پیدا کرے گا۔ اور رحمت اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے جب آدمی مشکل باتوں کو اپنائے اور یہ مشکل امور نفس پر کبھی بھی آسان معلوم نہیں ہوتے اس کا وجود محال ہے۔

کیا تم غور نہیں کرتے کہ تم کب سے اپنے نفس سے وعدہ کر رہے کہ کل عمل کروں گا کل عمل کروں گا اور وہ کل آج میں بدل گیا تو تم اس کو کس طرح پاسکتے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ جو کل آیا اور چلا گیا وہ کل گذشتہ کے حکم میں ہو گیا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم آج عمل کرنے سے عاجز ہو تو کل زیادہ عاجز ہو گے کیوں کہ خواہش اس درخت کی طرح ہے جو زمین میں پختہ ہو چکا ہے اور بندہ اس کو اکھاڑنے سے عاجز ہے جب وہ کمزوری کی وجہ سے اسے اکھاڑ نہیں سکتا اور اسے مؤخر کر دیتا ہے تو وہ اس آدمی کی طرح ہو جاتا ہے کہ جو درخت کو اکھاڑنے سے جوانی میں عاجز ہو اور اسے دوسرے سال تک مؤخر کر دے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جوں جوں وقت گزرے گا درخت زیادہ مضبوط اور پکا ہو جائے گا اور اکھاڑنے والا زیادہ کمزور ہو جائے گا تو جو شخص جوانی میں اس پر قادر نہیں ہوتا وہ بڑھاپے میں اسے نہیں اکھاڑ سکتا بلکہ بڑھاپے کی محنت ایک تھکاوٹ ہی ہے اور بھیڑیے کو تہذیب سکھانا تکلف دینا ہے تو لکڑی ٹیڑھی ہو سکتی ہے جب خشک ہو جائے اور زیادہ وقت گزر جائے تو اب اس بات کو قبول نہیں کرتی۔

اسے نفس! جب تو ان واضح باتوں کو قبول نہیں کرتا اور مثال مٹول کی طرف مائل ہے تو پھر اپنے آپ کو عاقل کیوں کہتا ہے اس حماقت سے بڑھ کر کونسی حماقت ہو سکتی ہے۔



شاید تم یہ کہو کہ مجھے استقامت سے خواہشات کی لذت پر حرص اور مشقتوں اور تکالیف پر کم صبر کی وجہ سے رکاوٹ ہے تو تو کس قدر غبی ہے اور تیرا عذر کتنا بُرا ہے اگر تو اس بات میں سچا ہے تو ایسی خواہشات کے ساتھ حصول نعمت کی طلب کر جو دائمی خرابیوں سے پاک اور صاف ہے اور اس سلسلے میں تمہارا مقصود جنت ہی ہونا چاہیے اگر تو اپنی خواہشات کو دیکھتا ہے تو ان کی مخالفت کی طرف بھی نظر کر بعض اوقات ایک لقمے کے باعث بہت سے لقموں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ اس بیمار کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کو ڈاکٹر نے تین دن ٹھنڈا پانی پینے سے منع کیا تاکہ وہ صحت مند ہو جائے اور پھر عمر بھر پی سکے اور اس نے اسے بتا دیا کہ اگر وہ ٹھنڈا پانی پیے گا تو وہ ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے گا جو دیر تک رہے گی اور وہ زندگی بھر یہ پانی نہیں پی سکے گا تو خواہش کو پورا کرنے میں عقل کا تقاضا کیا ہو گا کیا وہ تین دن صبر کر کے عمر بھر اس سے نفع اندوز ہو یا وہ تین دن صبر نہ کرنے کے خوف سے اسی وقت پی لے سکتی کہ وہ تین سو اڑتین ہزار دن یہ تکلیف برداشت کرے۔

ابدی زندگی جس میں اہل جنت کو نعمتیں حاصل ہوں گی اور جہنمی عذاب میں مبتلا ہوں گے، کے مقابلے میں تمہاری تمام عمر کو جو نسبت حاصل ہے وہ ان تین دنوں سے بھل کم ہیں جو تمہاری عمر کے مقابلے میں ہیں اگرچہ تمہاری عمر کتنی طویل کیوں نہ ہو۔ کاش کوئی تباہی کے خواہشات سے پرہیز کی تکلیف زیادہ ہے اور اس کی مدت طویل ہے یا جہنم میں جانے کی تکلیف زیادہ ہے تو جو شخص دنیا میں مجاہدے کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی تکلیف کیسے برداشت کرے گا۔ تم جو اپنے نفس پر شفقت میں سستی کرتے ہو تو اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں یا تو وہ خفیہ کفر سے یا ظاہر ہو قونی جہان تک پوشیدہ کفر کا نعلق ہے تو وہ یوم حساب پر ایمان میں کمزوری اور ثواب و عذاب کی عظمت کی پہچان کا نہ ہونا ہے۔ اور واضح ہو قونی یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے کرم اور عفو و درگزر پر اعتماد کرتے ہو لیکن اس کے راستے میں تکلیف برداشت کرنے، عذاب دینے میں مہلت اور اس کی عبادت سے بے نیاز ہونے کی طرف توجہ نہیں کرتے ہو اس کے ساتھ ساتھ تم روٹی کے ایک لقمے یا مال کے ایک دانے یا ایک بات جو مخلوق سے سنتے ہو، کے سلسلے میں اس پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اپنی غرض تک پہنچنے کے لیے تمام جیلے اور اسباب استعمال کرتے ہو۔

اور ان جیلوں اور اسباب کی وجہ سے تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حماقت کا لقب ملتا ہے آپ نے فرمایا۔  
 اَلْكَیْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ  
 الْمَوْتِ وَ اَلْاَحْمَقُ مَنْ اَتَّبَعَ نَفْسَهُ هُوَاها  
 جو اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لے جاتا ہے اور اللہ  
 تعالیٰ سے آرزوؤں کی تناکر کرتا ہے۔



اے نفس! تجھے دنیا کی زندگی سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی دھوکہ ہونا چاہیے تو اپنی فکر کو دوسروں کا معاملہ تیرے لیے اہم نہیں ہے زندگی کو ضائع نہ کر سانس معدودہ ہیں جب ایک سانس چلا جاتا ہے تو تجھ سے کچھ کم ہی ہوتا ہے بیماری سے پہلے صحت کو، مصروفیت سے پہلے فراغت کو، تمنا جی سے پہلے مال داری کو، بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور موت سے پہلے زندگی کو غنیمت جان۔

جس قدر تو آخرت میں رہے گا اس کے مطابق تیاری کر۔ اے نفس! کیا تو سردیوں کے لیے اس مدت کے مطابق تیاری نہیں کرتا اس مدت کے لیے رزق، لباس، نکلڑیاں اور باقی تمام سامان اکٹھا کرتا ہے اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ نہیں کرتا کہ وہ کسی بچے، اُون اور لکڑی کے بغیر تجھ سے سردی کی تکلیف دور کر دے حالانکہ وہ اس پر قادر ہے۔

اے نفس! کیا تیرا خیال یہ ہے کہ جہنم کے زمہریہ (جہنم کے ٹھنڈے طبقے) میں سردی کم ہوگی اور موسم سرما کے مقابلے میں اس کا وقت بھی تھوڑا ہوگا۔

یا تمہارا خیال یہ ہے کہ اس کی شدت اس سے کم ہوگی ہرگز نہیں ایسا نہیں ہوگا اور نہ ہی شدت اور سردی کے اعتبار سے ان کے درمیان کوئی مناسبت ہے کیا تمہارا خیال ہے کہ بندہ کسی محنت کے بغیر اس سے نجات پالے گا ہرگز نہیں مثلاً سردیوں کے موسم کی شدت جیسے، آگ اور دیگر اسباب کے بغیر دور نہیں ہوگی اسی طرح جہنم کی گرمی اور ٹھنڈک سے بچنے کے لیے توحید کے قلعے اور عبادت کی خندق کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے تمہیں قلعہ بند ہونے کا طریقہ سکھا دیا اور اس کے اسباب کو آسان کر دیا یہ نہیں کہ وہ قلعے کے بغیر تجھ سے عذاب کو دور کر دے جیسے اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے آگ کو پیدا کیا اور اس کے ذریعے سردی کی ٹھنڈک کو دور کر دیا اور تجھے لوہے اور پتھر کے درمیان سے آگ نکالنے کا طریقہ بتایا یہاں تک کہ تو اپنے آپ سے سردیوں کی ٹھنڈک کو دور کرتا ہے اور جس طرح جمید اور نکلڑیاں وغیرہ خریدنے سے تیرا خالق و مالک بے نیاز ہے بلکہ تو یہ چیزیں اپنے لیے خریدتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو تیرے آرام کے لیے پیدا کیا ہے تو اسی طرح عبادت اور مجاہدات سے بھی اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے وہ تو صرف تیرے لیے نجات کا راستہ ہے پس جو شخص نیکی کرے گا تو اپنے لیے کرے گا اور جو برائی کرے گا تو اس کا نقصان بھی خود اسے برداشت کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

اے نفس! جہالت سے باہر نکل اور آخرت کو دنیا پر قیاس کر تم سب پیدائش اور قیامت کے دن اٹھنے میں ایک نفس کی طرح ہو اور جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اسی طرح دوبارہ لوٹائیں گے اور جس طرح اس نے تمہیں پیدا کیا اسی طرح تم لوٹو گے اور اللہ تعالیٰ کی سنت میں کوئی تبدیلی یا اس کا پھر جانا نہیں پاؤ گے۔



اے نفس! میں دیکھتا ہوں کہ تو دنیا سے محبت کرتا ہے اور اسی سے مانوس ہے اس سے جلدائی تجھ پر شاق گزرتی ہے اور تو اس کے قریب ہو رہا ہے تو اپنے اندر اس کی محبت کو پکا کر رہا ہے جان لے کہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ثواب سے غافل ہے اسی طرح قیامت کی ہونہا کیوں اور احوال سے بھی بے خبر ہے اور تو موت پر ایمان نہیں رکھتا جو تجھے تیری محبوب چیزوں سے جدا کر دے گی بناؤ اگر کوئی شخص بادشاہ کے گھر میں داخل ہو کہ وہ دوسری طرف سے نکل جائے گا اور وہ وہاں کسی خوبصورت چہرے پر یہ سوچ کر نظر ڈالے کہ اس کا دل کھل اسی کی طرف متوجہ ہو جائے گا تو کیا یہ شخص عقل مند لوگوں میں شمار ہوگا یا بوقیوفوں میں؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ دنیا بادشاہوں کے بادشاہ کا گھر ہے اور تمہیں تو صرف اس سے گزرنے کی اجازت ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ گزرنے والوں کو مرنے کے بعد ملے گا۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بے شک حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ جس سے محبت کرنا چاہتے ہیں کریں وہ آپ سے جدا ہونے والی چیز ہے اور جو عمل چاہیں کریں اس کا بدلہ دیا جائے گا اور جب تک چاہیں زندہ رہیں بالآخر دنیا سے جانا ہے۔

إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُؤْيَايَ أَحَبِّبَ مَنْ أَحَبَبْتُ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ دَاعِمٌ مَا شِئْتُ فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهِ وَعَيْشُ مَا شِئْتُ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ۔

(۱)

اے نفس تجھے معلوم نہیں کہ جو شخص دنیوی لذتوں کی طرف متوجہ ہوتا اور ان سے مانوس ہوتا ہے حالانکہ موت اس کے پیچھے ہے تو انہیں چھوڑے وقت اسے بہت زیادہ حسرت ہوتی ہے اور وہ غیر شعوری طور پر ہلاک کرنے والی زہر کو اپنا توشتہ بناتا ہے۔

یا تو ان لوگوں کو نہیں دیکھتا جو پہلے گزر گئے انہوں نے بلند و بالا مکانات بنا لئے پھر ان کو چھوڑ کر چلے گئے اور اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کی زمین اور مکانات کا وارث ان کے دشمنوں کو بنایا کیا تو ان کو نہیں دیکھتا کہ کس طرح وہ ان چیزوں کو جمع کرتے ہیں جن کو کھاتے نہیں اور ایسی عمارتیں بناتے ہیں جن میں رہائش پذیر نہیں ہوتے اور ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہیں جن کو حاصل نہیں کر سکتے۔

ہر شخص ایک بلند محل بناتا ہے جو آسمان کی طرف جاتا ہے جب کہ اس کا ٹھکانہ زمین میں کھودی ہوئی قبر ہے کیا دنیا میں کوئی شخص اس سے بڑا بوقیوف ہے؟ ایک شخص اپنی دنیا تعمیر کرتا ہے حالانکہ وہ یقیناً اس سے کوچ کرنے والا ہے اور اپنی آخرت کو خراب کرتا ہے حالانکہ قطعی طور پر اس نے اس کی طرف جانا ہے اے نفس! کیا تجھے ایسے بوقیوفوں کی بوقیوفی پر



ان کی مدد کرتے ہوئے جیا نہیں آتا۔

فرض کرو کہ تم بصیرت نہیں رکھتے کہ ان باتوں کی طرف راہنمائی حاصل کرو لیکن تم فطری طور پر کسی طرف مائل ہونا اور کسی کی مشابہت چاہتے ہو تو انبیاء کرام، علماء عظام اور عقلمند لوگوں کی عقل اور ان لوگوں کے عقل جو دنیا پر اوندھے گرجے ہوئے ہیں، کے درمیان مقابلہ کرو اور تمہارے نزدیک جو زیادہ عقل مند ہوں اس کے پیچھے چلو اگر تم عقل اور سمجھاری کا اقتضا اور اتباع کرنا چاہتے ہو۔

اسے نفس اتیرا معاملہ کتنا عجیب اور تیری جہالت کتنی سخت ہے تیرے کئی کئی کس قدر ظاہر ہے تو کس طرح ان واضح اور روشن باتوں سے اندھا ہو چکا ہے اسے نفس! شاید تجھے جاہ و مرتبہ کی چاہت نے نشے میں ڈال دیا ہے اور تو اس بات کو سمجھنے سے مدہوش ہو چکا ہے یا تو اس بات کو نہیں سمجھتا کہ جاہ و مرتبہ صرف اس بات کا نام ہے کہ بعض لوگوں کے دل تیری طرف مائل ہوں تو تم فرض کر لو کہ زمین پر جو لوگ بھی ہیں وہ تمہیں سجدہ کرتے اور تیری اطاعت کرتے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ پچاس سال بعد نہ تو زمین پر رہے گا اور نہ وہ جنہوں نے تجھے سجدہ کیا اور تیری پوجا کی اور عنقریب ایک وقت آئے گا کہ نہ تیرا ذکر باقی رہے گا اور نہ تیرا ذکر کرنے والوں کی یاد باقی رہے گی جس طرح تجھ سے پہلے بادشاہوں کے ساتھ ہوا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَهَلْ نَحْسِبُ مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْرًا۔ (۱)

کیا تو ان میں سے کسی ایک کا احساس کرتا ہے یا ان کی آہٹ سنا ہے۔

تو پھر تو اسے نفس! کس طرح ہمیشہ رہنے والی چیز کے بدلے میں بیچتا ہے جو پچاس سال سے زیادہ نہیں رہے گی اگر باقی رہے بھی تو؟

اور یہ بھی اس صورت میں ہے جب تو زمین کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہو اور مشرق و مغرب تیری اطاعت کریں حتیٰ کہ گردنیں تیرے سامنے جھک جائیں اور تمام اسباب تیرے لیے منظم ہو جائیں اور جس صورت میں اپنے محلے کا بلکہ اپنے گھر کا معاملہ بھی تیرے قبضے میں نہ ہو اور تیری نحوست و بدبختی کے باعث ایسا ہو تو اس صورت میں آخرت کو چھوڑنا کس قدر غلطی اور بےوقوفی ہے۔

اسے نفس! اگر تو اپنی جہالت کی وجہ سے آخرت میں رغبت کی خاطر دنیا کو نہیں چھوڑتا اور تو بصیرت کے اعتبار سے اندھا ہو چکا ہے تو یہی سوچ کر اسے چھوڑ دے کہ دنیا کے شر کا خمیسا ہے اور اس میں مشقت زیادہ ہے نیز یہ جلد فنا ہونے والی ہے جب دنیا کی کثرت نے تجھے چھوڑ دیا تو اس کے قلیل کو تو کیوں نہیں چھوڑتا اگر دنیا تیرے موافق ہو تو خوش کیوں



ہوئے ہیں اور ان کے پاس دنیوی نعمتیں اور زینت تیرے مقابلے میں زیادہ ہے تو دنیا پر تفت ہے کہ اس کے ذریعے یہ عیس لوگ بھی تجھ سے سبقت لے گئے تو کس قدر جاہل ہے تیری قیمت کس قدر ملکی ہے اور تیری رائے کس قدر گری ہوئی ہے کہ تو انبیاء کرام اور صدیقین کی جماعت میں ہوتا نہیں چاہتا جو اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں اور تمام جہانوں کے رب کی عسائیگی میں ہمیشہ رہتے ہیں تو ان لوگوں سے منہ موڑ کر بیوقوف جاہل لوگوں کی جنوں میں بیٹھنا چاہتا ہے حالانکہ یہ بھی چند دن کی بات ہے تو تجھ پر افسوس ہے کہ تیری دنیا اور دین دونوں برباد ہو گئے۔

اے نفس! اب تو جلدی کر کیوں کہ موت سر پہ آہنچی ہے اور ڈرانے والا موجود ہوا ہے تیرے مرنے کے بعد تیری طرف سے کون نماز پڑھے گا؟ تیرے انتقال کے بعد تیری طرف سے کون روزہ رکھے گا؟ اور تیرے مرنے کے بعد تیری طرف سے کون اللہ تعالیٰ کو راضی کرے گا۔

اے نفس! تیری ٹونچی صرف چند دن ہیں اگر ان میں تجارت کر لے اکثر دنوں کو تو نے ضائع کر دیا اگر تو اس ضائع ہونے والے پر زندگی بھر روتا رہے تب بھی تیرے نفس کے حق میں تھوڑا ہے تو اب باقی کو ضائع کرنے اور پرانی عادت کو اپنانے رکھنے کی صورت میں کیا حال ہوگا؟

اے نفس! کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ موت کا تجھ سے وعدہ کیا گیا ہے قبر تیرا گھر اور مٹی تیرا بچھونا ہے کپڑے تیرے ساتھی ہیں اور بیت بڑا خوف سا ہے۔

اے نفس! کیا تجھے معلوم نہیں کہ مردوں کا لشکر شہر کے دروازے پر تیرا منظر ہے ان سب نے بچی قسم کھائی ہے کہ وہ تجھے ساتھ لیے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ اے نفس! کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ صرف ایک دن دنیا میں واپس آنا چاہتے ہیں تاکہ گذشتہ کوتاہی کا تدارک کر سکیں اور تجھے یہ بات حاصل ہے تیری زندگی کا ایک دن اگر تمام دنیا کے بدلے میں بیچا جائے تو وہ اسے ضرور خریدیں گے اگر اس پر قاعدوں۔ اور تو غفلت اور بے کاری میں اپنے دنوں کو ضائع کر رہا ہے اے نفس! تجھ پر افسوس ہے کیا تجھے جانا نہیں آتی تو لوگوں کے لیے اپنے ظاہر کو مزین کرتا ہے اور باطنی طور پر بڑے بڑے گنہگار ہوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے پھر یہ کہ تو مخلوق سے جا کرتا ہے لیکن خالق سے جا نہیں کرتا۔

اے کعبخت! کیا وہ تجھے دیکھنے والوں میں سے سب سے ہلکا معلوم ہوتا ہے تو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور خود گھٹیا کاموں میں ملوث ہے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور خود اس سے بھاگتا ہے اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہے لیکن خود اسے بھول جاتا ہے۔ جب تو خود پاک نہیں ہے تو دوسروں کی پاکیزگی کی طمع کیوں کرتا ہے۔

اے نفس! اگر تجھے اپنی صحیح پہچان ہو جائے تو تو بھی گمان کرے کہ لوگوں کو جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تیری نحوست ہے



اے نفس! تو نے اپنے آپ کو شیطان کا گدھا بنا لیا ہے وہ جہاں چاہتا ہے تجھے لے جاتا ہے اور تیرا مذاق اڑاتا ہے اس کے باوجود تو اپنے عمل پر خوش ہوتا ہے۔

اور اس میں وہ آفات ہیں کہ تو ان سے بچ جائے تو یہ بھی منع ہے اور تو اپنے اعمال پر کیسے خوش ہوتا ہے حالانکہ تیری خطائیں اور لغزشیں بہت زیادہ ہیں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی ایک خطائی وجہ سے اس پر لعنت بھیجی ہے اور وہ اس سے پہلے دو لاکھ سال اس کی عبادت کر چکا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو ایک خطائی وجہ سے جنت سے باہر آنا پڑا حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور منتخب تھے اے نفس! تو کس قدر عناد، بے جیا، جاہل اور گناہوں پر جرات کرنے والا ہے کبکحت تو معاہدہ کر کے اسے توڑ دیتا ہے اور وعدہ کر کے دھوکہ دیتا ہے۔

اے کبکحت نفس! تو ان خطاؤں کے باوجود اپنی دنیا بسانے پر لگا ہوا ہے گویا کہ تو یہاں سے کوچ نہیں کرے گا کیا تو قبرستان والوں کو نہیں دیکھتا کہ وہ کیسے تھے؟ انہوں نے بہت سامان جمع کیا، مضبوط محل بنائے اور بہت دور کی امید رکھی لیکن ان کا جمع شدہ مال تباہ و برباد ہو گیا مکانات قبروں میں بدل گئے اور ان کی امیدیں دھوکے میں بدل گئیں۔ اے نفس! تجھے کیا ہو گیا ہے کیا تو عبرت حاصل نہیں کرتا ان کے حالات کو دیکھتا نہیں کیا تیرا خیال یہ ہے کہ ان کو آخرت کی طرف بلا لیا گیا ہے اور تو ہمیشہ یہی رہے گا۔ ہرگز ایسا نہیں ہو گا تیرا وہم نہایت بیہودہ اور بُرا ہے تو صرف اپنی عمر ضائع کر رہا ہے اور تیری پیدائش سے اب تک یہ سلسلہ جاری ہے تو زمین پر اپنے لیے عمارت بنا رہا ہے لیکن تھوڑی ہی مدت بعد زمین کے اندر تیری قبر ہوگی کیا تجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ جب جان گلے میں آکر رک جائے گی اور تیرے رب کے رسول (فرشتے) تیرے پاس آئیں گے ان کے رنگ سیاہ اور چہرے تیوری چڑھے ہوں گے۔ وہ تجھے عذاب کی خبر دیں گے۔ کیا اس وقت تجھے ندامت فائدہ دے گی یا تجھ سے غم قبول کیا جائے گا یا تیرے رونے پر تڑس کھایا جائے گا۔

اے نفس! بہت تعجب کی بات ہے تو ان سب باتوں کے باوجود بصیرت اور دانائی کا دعویٰ کرتا ہے تیری دانائی تو یہ ہے کہ تو ہر دن مال کے زیادہ ہونے پر خوش ہوتا ہے لیکن عمر کے کم ہونے پر غمگین نہیں ہوتا حالانکہ مال کی زیادتی کیا فائدہ دے گی جب کہ عمر کم ہو رہی ہو۔

اے نفس! تو آخرت سے منہ پھیرتا ہے حالانکہ وہ تیری طرف بڑھ رہی ہے اور تو دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے حالانکہ وہ تجھ سے منہ پھیرتی ہے اور کہتے ہی لوگ ہیں جنہوں نے کل پر کام رکھا تو پورا نہ ہوا اور ان کی کتنی آرزوئیں پوری نہ ہوئیں۔ تو اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں اور پڑوسیوں میں اس بات کو دیکھتا ہے۔ اے نفس! تو دیکھتا ہے کہ ان کو اس بات پر افسوس ہوتا ہے لیکن تو پھر بھی اپنی بہالت سے باز نہیں آتا اے مسکین نفس! اس دن سے بچ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ وہ اس بندے کو ہرگز نہیں چھوڑے گا جس کو دنیا میں کسی کام کے کرنے کا حکم



دیا اور کسی کام سے روکا حتیٰ کہ اس سے اس کے عمل کے بارے میں سوال ہو گا وہ عمل چھوٹا ہو یا بڑا ظاہر ہو یا پوشیدہ ، تو اسے نفس! دیکھ کس بدن کے ساتھ تو اس کے ساتھ کھڑا ہو گا اور کس زبان کے ساتھ جواب دے گا نیز سوال کا جواب تیار کر اور جواب بھی صحیح ہو زندگی کے باقی دنوں میں جو چھوٹے چھوٹے میں بڑے دنوں کے لیے عمل کر، ختم ہونے والے گھر میں باقی رہنے والے گھر کے لیے، غم اور تھکاوٹ والے گھر میں نعمتوں اور ہمیشہ رہنے والے گھر کے لیے عمل کر اس سے پہلے کہ تو عمل نہ کر کے اب عمل کر لے دنیا سے خود اپنے اختیار کے ساتھ آزاد لوگوں کی طرح نکل جا اس سے پہلے کہ تو مجبور ہو کر نکلے دیوی تر و تازی اگر تیری مددگار سے تو اس پر خوش نہ ہو کیوں کہ اکثر خوش ہونے والا نقصان اٹھاتا ہے اور بہت سے نقصان اٹھانے والوں کو شعور نہیں ہوتا اس شخص کے لیے خرابی ہے جو خرابی میں مبتلا ہے لیکن اسے شعور نہیں وہ ہنستا اور خوش ہوتا ہے کھیل کود میں مبتلا ہے اور مذاق کرتا ہے، کھانا اور پیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے کہ وہ اہل جہنم سے ہے۔

اے نفس! تو دنیا کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ اور اس کے لیے مجبوروں کی طرح کوشش کر اسے اپنے اختیار سے چھوڑ اور آخرت کی طلب میں سبقت کر ان لوگوں میں سے نہ ہو جا جو اس چیز کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہیں جو ان کو دی گئی اور باقی عمر میں زیادتی کے خواہاں ہیں وہ لوگوں کو منع کرتے ہیں اور خود باز نہیں آتے اے نفس! جان لے دین کا کوئی عوض اور ایمان کا کوئی بدل نہیں اور نہ ہی جسم کا کوئی نایب ہے جس شخص کی سواری دن اور رات ہوں تو وہ اسے لے چلتے ہیں اگر وہ نہ چلے۔

اے نفس! اس نصیحت کو قبول کر اور اس سے فائدہ حاصل کر کیوں کہ جو شخص اس نصیحت سے منہ پھرتا ہے وہ جہنم پر راضی ہوتا ہے اور میں تجھے اس پر راضی نہیں دیکھتا اور نہ یہ کہ تو اس نصیحت پر کان نہ دھرے۔ اگر دل کی سختی تجھے اس وظیفہ کی قبولیت سے روکتی ہے تو دائمی تہجد اور شب بیداری کے ذریعے اس پر مدد طلب کر اگر یہ نہ ہو سکے تو مسلسل روزے رکھ اگر اس سے بھی ختم نہ ہو تو لوگوں سے میل جول اور گفتگو کم کر دے اگر اس سے بھی نہ جائے تو رشتہ داروں سے صلہ رہی اور یتیموں پر زری اختیار کر اور اگر اس سے بھی زائل نہ ہو تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل پر ہر اور تالا لگا دیا ہے اور گناہوں کی تاریکی دل کے ظاہر اور باطن پر خوب چھا گئی ہے۔

اب اپنے نفس کو دوزخی جان اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو اس کے لائق لوگوں کو بھی پیدا فرمایا اور جہنم کو پیدا کیا تو اس کے مناسب لوگ بھی پیدا کئے تو جس کو جس جگہ کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لیے آسان کر دی گئی ہے۔

اگر اب تیرے اندر وعظ و نصیحت کی گنجائش نہ رہے تو اپنے آپ سے ناامید ہو جا اور ناامیدی بہت بڑا گناہ ہے ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اب تیرے لیے نہ تو ناامیدی کا راستہ ہے اور نہ ہی امید کا، بلکہ بھلائی کے تمام راستے



تجھ پر بند ہو چکے ہیں اور یہ دھوکہ ہے امید نہیں۔

اب تو دیکھ کہ کیا تجھے اس مصیبت پر دکھ ہوتا ہے جس میں تو مبتلا ہے اور کیا اپنے نفس پر رحم کھاتے ہوئے تیری آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں اگر آنسو بہتے ہیں تو ان کا منبع بحر رحمت ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابھی تجھ میں امید کی جگہ باقی ہے لہذا رونادھونا اپنا وظیرہ بنالے اور سب سے زیادہ رحم کرنے والی ذات سے مدد مانگ سب سے زیادہ کریم کی بارگاہ میں شکایت کر اس سے مسلسل مدد مانگ اور اس شکایت کی طوالت سے تھک نہ جانا۔

شاید وہ تیرے ضعف پر رحم فرمائے اور تیری فریاد کو پہنچے کیوں کہ تیری مصیبت بہت بڑی ہے اور تیری آزمائش سخت ہو گئی ہے نافرمانی بڑھ گئی ہے اور کوئی جیلہ باقی نہیں رہا اور بیماریاں تیرے پاس سکون پاتی ہیں اب نہ کوئی مقام طلب ہے نہ مدد کی جگہ نہ راہ فرار ہے اور نہ کوئی ٹھکانہ صرف اپنے مولیٰ کے ہاں پناہ لے سکتا ہے لہذا آہ وزاری کے ساتھ اس کے حضور حاضر ہو جا اور اپنی جہالت اور گناہوں کی کثرت کی مقدار خشوع و خضوع کا مظاہرہ کرتے ہوئے تعزیر اور گڑگڑانے کی راہ اختیار کر لو کہ وہ عاجزی کرنے اور گڑگڑانے والے پر رحم کرتا ہے اور مجبور طالب کی مدد فرماتا اور اس کی دعا کو قبول کرتا ہے آج تو اس کی طرف مجبور اور اس کی رحمت کا محتاج ہے تجھ پر راستے تنگ اور بند ہو گئے ہیں نام اسباب منقطع ہو چکے ہیں اور نصیحت نے تجھ پر کوئی اثر نہیں کیا اور نہ ہی جھڑک نے تیرے اندر توڑ پھوڑ کی تو جس سے طلب کرتا ہے وہ کریم ہے جس سے مانگتا ہے وہ جو دوسرا کھا کا منیع ہے جس سے مدد طلب کی جا رہی ہے وہ رؤف و رحیم ہے اچھا اس کی رحمت کشادہ، کریم فیض سے بھر لو پورا اور عفو و درگزر عام ہے تم یوں کہو۔

”اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے اے رحمن، اے رحیم، اے حلیم، اے عظیم، اے کریم! میں بار بار گناہ کا مرتکب ہوا میں نے بہت زیادہ جرات کی میں نے دیر تک گناہ کئے اور مجھے جیانا نہ آئی یہ گڑگڑانے والے مسکین، مفلس فقیر کمزور حقیر اور ہلاک ہونے والے ڈوبنے والے کا مقام ہے۔“

میری مدد میں جلدی فرما اور میری پریشانی کو دور کر دے مجھے اپنی رحمت کے آثار دکھا دے اور اپنے عفو اور مغفرت کی ٹھنڈک کا مزہ اچھا دے مجھے گناہوں سے بچنے کی قوت عطا فرما اے ارحم الراحمین۔“

اے نفس! اس سلسلے میں تو اپنے باپ آدم علیہ السلام کی اقتدا کر حضرت وہیب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین میں اتارا گیا تو کچھ عرصہ آپ یوں رہے کہ آنسو نہیں تھکتے تھے ساتویں دن اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نظر رحمت فرمائی تو آپ ٹپکنے اور پریشان تھے اور آپ نے سر جھکایا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا اے آدم علیہ السلام! میں آپ کو کسی مشقت میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے عرض کیا اے میرے رب میری مصیبت بہت بڑی ہے مجھے میری خطاؤں نے گھیر لیا ہے اور ان کے باعث میں اپنے رب کی بادشاہیوں سے باہر آ گیا ہوں۔ اب میں عزت کے بعد ذلت کے مقام پر آ گیا ہوں۔

سعادت کے بعد بدبختی کی جگہ پر اور راحت کے بعد تھکاوٹ کی جگہ پر عاقبت کے بعد آزمائش کے مقام پر عیشہ رہنے



والے مقام کے بعد مٹ جانے والی جگہ پر اور دائمی زندگی کے مقام میں رہنے کے بعد موت اور فنا کی جگہ پر آ گیا ہوں تو میں کس طرح اپنے گنہگار پرنہ روؤں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے آدم علیہ السلام! کیا میں نے تجھے اپنے لیے منتخب نہیں کیا تھا؟ اپنے گھر میں نہیں اتارا اپنی کرامت و عنایت کے ساتھ تجھے خاص نہیں کیا اپنی ناراضگی سے تجھے نہیں بجایا کیا میں نے تجھے اپنے دست قدرت سے پیدا نہیں کیا اور تجھے میں اپنی روح نہیں پھونکی میں نے فرشتوں سے تجھے سجدہ کرایا پھر تم نے میری حکم عدولی کی میرے عہد کو بھلا دیا اور میری ناراضگی قبول لی۔

مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے اگر میں تمام زمین کو آپ جیسے لوگوں سے بھر دوں اور وہ سب میری عبادت کریں اور میری تسبیح بیان کریں پھر میری نافرمانی کریں تو میں ان کو گناہ گاروں کی جگہ اتاروں گا، اس پر حضرت آدم علیہ السلام تین سو سال تک روتے رہے۔

حضرت عبید اللہ بن جلی رحمہ اللہ بہت رویا کرنے والے تھے وہ رات بھر روتے اور کہتے یا اللہ! میں وہ شخص ہوں جس کی عمر ٹھہری تو گناہ بھی زیادہ ہو گئے ہیں ہی وہ آدمی ہوں کہ جب میں نے ایک خطا کو چھوڑنے کا ارادہ کیا تو دوسری خواہش سامنے آ گئی۔

ہائے عبید! تمہاری پہلی خطا پرانی نہ ہوئی اور تو دوسری کا طالب ہو گیا اے عبید! اگر آگ تیرا مقام اور ٹھکانہ ہو تو کیا کرے گا! اے عبید! ہو سکتا ہے کہ تیرے سر کے لیے بنے ہوں اے عبید! طالبین کی حاجات پوری ہو گئیں لیکن شاید تیری حاجت پوری نہ ہو۔

حضرت منصور بن عمار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ایک رات کو فرم میں ایک عبادت گزار سے سنا وہ اپنے رب سے مناجات کرتے ہوئے کہہ رہا تھا اے میرے رب مجھے تیری عزت کی قسم میں نے تیری نافرمانی سے تیری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا اور جب تیری نافرمانی کی تو تیرے مقام سے ناواقف ہوتے ہوئے نہیں کی اور نہ ہی اپنے نفس کو تیرے عذاب کے لیے پیش کرنا مقصود تھا میں تیری نظر کو حقیر بھی نہیں جانتا تھا۔ لیکن میرے نفس نے اس کام کو میرے سامنے اچھا کر کے پیش کیا میری بدبختی نے اس معاملے میں مدد کی اور مجھ پر تو تیری پردہ پوشی ہے اس سے دہوکہ ہوا تو میں نے اپنی جہالت کی وجہ سے تیری نافرمانی کیا اور اپنے عمل سے تیری مخالفت کی اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچائے گا یا میں کس کی رسی کو پکڑوں گا اگر تیری رسی مجھ سے ٹوٹ جائے۔

بڑی خرابی تو یہ ہے کہ کل قیامت کے دن تیرے سامنے کھڑا ہونا ہو گا جب ہلکے پھلکے لوگوں سے کہا جائے گا تم گزر جاؤ اور زیادہ بوجھ والوں سے کہا جائے گا کہ اترو تو کیا میں کم بوجھ والوں کے ساتھ گزراؤں گا یا زیادہ بوجھ والوں کے ساتھ نیچے اتار دیا جاؤں گا ہائے میرے لیے خرابی ہے جب میری عمر زیادہ ہو گئی تو گناہ بھی بڑھے تو میں کہاں تک تو بہ کروں گا اور کب تک دوبارہ گناہ کرتا جاؤں گا کیا وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے رب سے جا کروں؟



توان لوگوں کا اپنے مالک سے مناجات کا یہ طریقہ تھا اور اس طرح وہ اپنے نفس کو جھڑکتے تھے وہ مناجات کے ذریعے اپنے رب کی رضا چاہتے تھے اور نفس کو جھڑکنے کا مقصد اسے تنبیہ کرنا اور رعایتِ نفس مقصود تھی تو جو شخص نفس کو جھڑکنے اور اللہ تعالیٰ سے مناجات میں سستی کرتا ہے وہ اپنے نفس کی رعایت اور خیال کرنے والا نہیں ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ وحده لا شریک کے لیے حمد ہے اور ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل و اصحاب پر درود (وسلام) ہو۔





# ۹۔ فکر اور عبرت کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کی انتہائے عزت کا کوئی کنہ نہیں اور نہ ہی اس کی عظمت تک وہم و فہم کی رسائی ہو سکتی ہے بلکہ اس کی کبریائی کے سامنے طالبین کے دل حیران ہیں جب یہ حیرانگی اپنے مطلوب کے حصول کے لیے حرکت کرتی ہے تو اس کے جلال کے پردے اس کو چھپے دکھیل دیتے ہیں اور جب وہ مایوس ہو کر لوٹتی ہے تو جمال کے پردوں سے آواز آتی ہے صبر کرو صبر کرو پھر اس سے کہا جاتا ہے بندگی کی ذلت میں فکر طلب کرو کیوں کہ جلال ربوبیت میں فکر کرو گی تو اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں کرو گی۔

اور اگر تم اپنی صفات میں فکر کے علاوہ کچھ طلب کرو تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کی طرف نظر دوڑاؤ کہ وہ کس طرح تسلسل کے ساتھ تمہیں مل رہی ہیں اور یہ نعمت پر نئے نمبر سے شکر ادا کرو اور تقدیر کے سمندر میں غور کرو کہ کس طرح عالمین پر خیر و شر، نفع و نقصان، تنگی و آسانی کا میاں باندھتا ہے، جوڑ توڑ، لپیٹنا اور پھیلانا، ایمان اور کفر، سچان اور انکار کو جاری کیا۔ اگر تم اپنی نظر افعال سے ذات کی طرف لے جاؤ گے تو تم ظلم و زیادتی کرتے ہوئے بشری طاقت سے تجاوز کرنے والے ہو گے اس کی چمک کے لیے غصیں خوب کوشش کرتی اور ان کے پیچھے مجبوراً اوندھی گرتی ہیں۔

اور ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت ہو جو نام اولاد آدم کے سردار میں لکھی ہے آپ نے اس سیادت پر فخر نہیں فرمایا ایسی رحمت جو قیامت کے میدانوں میں آپ کے لیے سامان اور ذخیرہ ہو اور آپ کے آل و اصحاب پر بھی رحمت ہو کہ ان میں سے ہر ایک آسمان دین کا بدر منبر تھا اور مسلمان جماعتوں کے قائد تھے بہت زیادہ سلام ہو۔

حمد و صلوة کے بعد۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک ساعت کا غور و فکر سال بھر کی عبادت سے اچھا ہے (۱) اور قرآن پاک میں غور و فکر اور عبرت حاصل کرنے کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ انوارِ خداوندی کی چابی یہی تفکر ہے اور بصیرت کے دہارے بھی اسی سے چھوٹتے ہیں یہ علوم کے لیے مچھلی کے جال کی طرح ہے اور معارفِ مقابہم کے لیے شکار گاہ ہے اکثر لوگ اس کی فضیلت اور تہنیر سے واقف ہیں لیکن اس کی حقیقت اور فوائد اس کی ابتداء، راستوں اور کیفیت سے واقف نہیں ہیں اور ان کو معلوم نہیں کہ فکر کی کیا صورت ہے کس میں غور و فکر کرنا ہے اور کیوں کرنا ہے اور اس سے کیا مطلوب ہے کیا بذاتِ خود یہ مراد ہے یا اس سے کوئی نفع لینا مقصود ہے اگر کسی نفع



کے لیے ہے تو وہ نفع کیسے کیا اس کا تعلق علوم سے ہے یا احوال سے یا دونوں سے؟ ان تمام باتوں کو نظر پر کرنا بہت مشکل ہے اب ہم پہلے فکر کی فضیلت ذکر کریں گے پھر اس کی حقیقت اور فائدہ اس کے بعد اس کے مقامات کا ذکر ہوگا۔  
انشاء اللہ تعالیٰ -

## فصل ۱:

### تفکر کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں بے شمار جگہ غور و فکر اور تدبر کا حکم دیا اور تفکر کرنے والوں کی تعریف فرمائی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا -

وہ لوگ جو کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے  
اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق  
میں غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب!  
تو نے اس کو بے کار پیدا نہیں فرمایا۔

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا  
وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا -

(۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے بارے میں غور و فکر کرنے لگی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -

تفکر و تامل اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بارے میں غور و فکر کرو لیکن اللہ  
تعالیٰ کے بارے میں نہ کرو کیوں کہ تم اس کی قدر پر قادر  
نہیں ہو گے۔

تَفَكَّرُوا فِي خَلْقِ اللَّهِ وَلَا تَتَفَكَّرُوا  
فِي اللَّهِ فَإِنَّكُمْ لَكُنْتُمْ تَقْدِرُونَ -

(۲)

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ غور و فکر میں مصروف تھے۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا کہ تم باتیں نہیں کرتے؟ انہوں نے عرض کیا ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں غور و فکر کر رہے ہیں فرمایا اسی طرح کیا کرو اس کی مخلوق میں فکر کرو لیکن اس کے بارے میں فکر نہ کیا کرو کیوں کہ اس مغرب میں ایک زمین ہے جس کی روشنی سفیدی ہے اور اس کی سفیدی روشنی ہے وہاں سورج چالیس دن چلتا ہے اس جگہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے جو ہلک جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ انشا

(۱) قرآن مجید، سورہ آل عمران آیت ۱۹۱

(۲) کنز العمال جلد ۲ ص ۱۰۸ حدیث ۵۶۰۶



شیطان ان سے کہہ رہا ہے؟ آپ نے فرمایا ان کو معلوم بھی نہیں کہ شیطان پیدا ہی ہوا ہے یا نہیں، صحابہ کرام نے عرض کیا وہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں؟ آپ نے فرمایا ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے یا نہیں۔ (۱)

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک دن میں اور حضرت عبید بن عمیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے ہم سے گفتگو فرمائی اور ہمارے اور ان کے درمیان پردہ تھا ام المؤمنین نے فرمایا اے عبید! تمہیں ہمارے پاس آنے سے کس چیز نے روکا ہے انہوں نے عرض کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی نے آپ نے فرمایا۔

رُزِقْنَا تَزَدًا حُبًّا۔ (۲) کبھی کبھی ملا کرو اس طرح محبت بڑھتی ہے۔

حضرت ابن عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ ہمیں تعجب خیز (اور پندیدہ ترین) بات جو آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھی ہوتی ہے فرماتے ہیں ام المؤمنین روتے لگیں اور فرمایا آپ کا ہر معاملہ عجیب تھا۔ ایک رات آپ میرے پاس تشریف لائے حتیٰ کہ ہم دونوں کے جسم نے ایک دوسرے کو چھوا پھر فرمایا مجھے اجازت دو کہ اپنے رب عزوجل کی عبادت کروں، پھر آپ شکیزے کی طرف تشریف لے گئے اور اس سے وضو فرمایا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے آپ اس قدر روئے کہ دائرہ مبارک تر ہو گئی پھر سجدہ کیا حتیٰ کہ زمین تر ہو گئی اس کے بعد دائیں پہلو پر آرام فرما ہو گئے حتیٰ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر نماز فجر کی اطلاع کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے وسیلہ سے آپ کے اگلوں پھلوں کے گناہ معاف کر دیتے ہیں آپ نے فرمایا اے بلال! میں کیوں نہ روؤں آج رات مجھ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ۔ (۳)

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقل مند لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

پھر فرمایا اس شخص کے لیے خرابی ہے جو اس آیت کریمہ کو پڑھے اور اس میں غور و فکر نہ کرے۔ (۴)

(۱) الدر المنثور جلد ۶ ص ۱۲۰ تحت آیت وان الی ربک المنتہی

(۲) الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۲۶۶

(۳) قرآن مجید، سورہ آل عمران آیت ۱۹۱

(۴) کنز العمال جلد اول ص ۵۰۰ حدیث ۲۵۷۶



حضرت اوزاعی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ان آیات میں غور و فکر کی انتہا کیا ہے؟  
انہوں نے فرمایا کہ ان کو پڑھا اور سمجھا جائے۔

حضرت محمد بن واسع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بصرہ کا ایک شخص حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی عبادت کے بارے  
میں پوچھا انہوں نے فرمایا وہ دن بھر گھر کے ایک کونے میں غور و فکر میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک ساعت کا تفکر رات بھر قیام کرنے سے بہتر ہے، حضرت فضیل رحمہ  
اللہ نے فرمایا تفکر ایک شیشہ ہے جو تجھے تیری نیکیاں اور برائیاں دکھاتا ہے۔

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ بہت زیادہ تفکر کرتے ہیں آپ نے فرمایا غور و فکر عقل کا مغز ہے۔  
اور حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اکثر اس شعر سے مثال دیتے تھے۔

إِذَا الْمَرْءُ كَانَتْ لَهُ فِكْرَةٌ فَيَفِي كُلَّ نَسِيٍّ لَهُ  
عِبْرَةٌ  
جب کسی شخص کو فکر کی عادت ہو تو اس کے لیے  
ہر چیز میں عبرت کا سامان ہوتا ہے۔

حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے روح اللہ! کیا  
اس وقت زمین پر آپ کی مثل کوئی ہے؟ فرمایا ہاں ہے وہ شخص جس کا بولنا ذکر، خاموشی فکر اور دیکھنا عبرت ہو وہ میری مثل ہے۔

یاد رہے کہ کوئی شخص کسی بھی نبی کی مثل نہیں ہو سکتا یہ اس شخص کی فضیلت کا ذکر ہے ۱۲ ہزاروی

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس آدمی کے کلام میں حکمت نہ ہو اس کا کلام لغو ہوتا ہے اور جس کی خاموشی میں غور و  
فکر نہ ہو اس کی خاموشی بھول ہے اور جو دیکھ کر سبق نہ سیکھے وہ محض کھیل ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي  
الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (۱)

اس کا معنی یہ ہے کہ میں ان کو اپنی آیات میں غور و فکر کرتے سے روک دوں گا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی  
ہے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَعْطُوا أَعْيُنَكُمْ مِنَ الْعِبَادَةِ -  
اپنی آنکھوں کو عبادت میں سے حصہ دو۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! عبادت میں ان کا کیا حصہ ہے؟  
آپ نے فرمایا۔



الَّذِي فِي الْمَصْحَفِ وَالْتَفَكْرِيهِ وَ  
الْعُنْبَارِ عِنْدَ عَجَائِبِهِ - (۱)

تران پاک میں نظر کرنا پھر اس میں غور و فکر کرنا اور اس کے عجائب سے عبرت حاصل کرنا۔

ایک عورت کہ مکرہ کے قریب جنگل میں رہتی تھی اس نے کہا اگر متقی لوگ اپنے فکر کے ذریعے اس چیز کو دیکھیں جو ان کے لیے غیب کے پردوں میں آخرت کی بھلائی کے طور پر ذخیرہ کی گئی ہے تو ان کو دنیا کا عیش کبھی صاف نظر نہ آئے اور نہ ہی ان کی آنکھوں کو دنیا میں قرار ہو۔

حضرت نعمان دیر تک تنہا بیٹھے رہتے ان کا مالک گزرتا تو کہتا اسے نعمان! تم ہمیشہ تنہا بیٹھے ہو اگر لوگوں کے ساتھ بیٹھو تو اس میں زیادہ دل لگے گا تو حضرت نعمان فرماتے زیادہ دیر کی تنہائی فکر میں سمجھ زیادہ پیدا کرتی ہے اور زیادہ فکر حیرت کے راستے کی راہنمائی کرتا ہے۔

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص زیادہ غور و فکر کرتا ہے وہ جان جاتا ہے اور جسے علم حاصل ہوتا ہے وہ عمل کرتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر کرنا عبادت سے افضل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ایک دن حضرت سہل بن علی رحمہ اللہ سے پوچھا اور انہوں نے ان کو حالت فکر میں دیکھا تھا، آپ کہاں تک پہنچے؟ انہوں نے فرمایا پل صراط پر (پہنچ گیا ہوں)

حضرت بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں غور و فکر کریں تو وہ کبھی بھی اس کی نافرمانی نہ کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دو رکعتیں جو فکر کے ساتھ ہوں پوری رات کے ایسے قیام سے بہتر ہیں جس

میں دل حاضر نہ ہو۔

حضرت ابو تریح رحمہ اللہ چل رہے تھے کہ اچانک بیٹھ گئے اور چادر منہ پر لے کر رونے لگے آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا میں نے اپنی عمر کے چلے جانے، عمل کی کمی اور موت کے قریب آنے میں غور و فکر کیا (تو رونے لگا)

حضرت ابوسلمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی آنکھوں کو رونے اور دلوں کو غور و فکر کے عادی بناؤ۔

وہی فرماتے ہیں دنیا کے بارے میں فکر، آخرت سے حجاب اور ارباب اختیار کے لیے سزا ہے اور آخرت کے بارے میں غور و فکر حکمت پیدا کرتا اور دلوں کو زندہ رکھتا ہے۔

حضرت حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں فکر سے علم بڑھتا ہے، ذکر سے محبت بڑھتی ہے اور فکر سے خون زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اچھے باتوں کے بارے میں سوچنا ان پر عمل کی دعوت دیتا ہے اور برائی پر



ندامت اسے چھوڑنے کی دعوت دیتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی کتاب میں فرمایا۔

میں ہر حکمت والے کی بات قبول نہیں کرتا لیکن میں اس کے تصدیر خواہش کو دیکھتا ہوں جب اس کا ارادہ اور خواہش میرے لیے ہوتی ہے اس کی خاموشی کو تفکر اور کلام کو حمد بنا دیتا ہوں اگرچہ وہ کلام نہ کرے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں عقل مند لوگ ہمیشہ ذکر کے ساتھ فکر اور فکر کے ساتھ ذکر کے عادی ہوتے ہیں حتیٰ کہ جب ان کے دل بولتے ہیں تو وہ حکمت کی باتیں کرتے ہیں۔

حضرت اسحاق بن خلف فرماتے ہیں حضرت داؤد طائی (رحمہما اللہ) ایک روشن رات میں مکان کی چھت پر تھے آسمان کی طرف دیکھ کر رو رہے تھے وہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی میں فکر کرنے لگے حتیٰ کہ وہ اپنے پڑوسی کے گھر میں گر پڑے مالک مکان اپنے بستر سے ننگا اٹھ کھڑا ہوا اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اس نے خیال کیا کہ کوئی چور ہے جب اس نے حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ کو دیکھا تو واپس جا کر تلوار لکھ دی اور کہنے لگا آپ کو تھپت سے کس نے پھینکا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔

حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں سب سے بہتر اور اعلیٰ مجلس وہ ہے جب آدمی توحید کے میدان میں فکر کے ساتھ بیٹھتا ہے اور معرفت کی بادشہم سے لطف اندوز ہوتا ہے محبت کے سمندر سے محبت کا پیالہ پیتا ہے اور حسن ظن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتا ہے پھر فرمایا ان مجالس کا کیا کہنا یہ کنن اعلیٰ ہیں وہ شراب کس قدر لذیذ ہے اور جس کو یہ عطا ہوئی وہ نہایت ہی خوش نصیب اور مبارک باد کا مستحق ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں خاموشی کے ذریعے کلام پر اور فکر کے ذریعے اجتہاد پر مدد حاصل کرو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ کاموں میں اچھی طرح نظر کرنا دھوکے سے نجات ہے رائے میں سچنگی کوتاہی اور ندامت سے سلامتی ہے، دیکھنا اور فکر کرنا احتیاط اور دانائی کو ظاہر کرنا ہے دانا لوگوں کا باہمی مشورہ نفس میں سچنگی اور بصیرت میں قوت ہے، ارادہ کرنے سے پہلے سوچ و بچار کرو کام کے سر پر جانے سے پہلے غور و فکر کرنا چاہیے اور شروع کرنے سے پہلے مشورہ کرنا ضروری ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ فضائل چار ہیں ایک حکمت ہے اور اس کا مادہ فکر ہے دوسری فضیلت عفت ہے اور وہ شہوت میں اعتدال ہے تیسری فضیلت قوت ہے اور یہ غصے میں اعتدال سے ظاہر ہوتی ہے اور چوتھی فضیلت عدل ہے جو نفسانی قوتوں کو اعتدال میں رکھنے سے قائم ہوتا ہے۔

تو فکر کے سلسلے میں علماء کرام کے یہ اقوال ہیں لیکن ان میں سے کسی نے اس کی حقیقت اور راستوں کو بیان

نہیں کیا۔



## فکر کی حقیقت اور اس کا نتیجہ

جان لو کہ فکر کا معنی دل میں دو معنوں کو حاضر کرنا ہے تاکہ اس سے تیسری معرفت حاصل ہو اور اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص فوری نفع کی طرف مائل ہوتا ہے اور دنیوی زندگی کو ترجیح دیتا ہے اور معلوم کرنا چاہتا ہے کہ دنیا کی نسبت آخرت کو ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے تو اس کے لیے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ کسی دوسرے سے سنے کہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے اور یوں وہ حقیقت امر کی بصیرت حاصل کئے بغیر اس کی بات مان لے اور اس کی تصدیق کرے اور اس کی طرح یہ بھی آخرت کو ترجیح دیتے ہوئے عمل کرے اسے تقلید کہتے ہیں یہ معرفت نہیں ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسے اس بات کی معرفت حاصل ہو کہ جو چیز باقی رہتی ہے اسے ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے پھر وہ اس بات کو جان لے کہ آخرت زیادہ باقی رہنے والی ہے تو اسے ان دو معنوں سے ایک تیسری معرفت حاصل ہوگی وہ یہ کہ آخرت ترجیح کے زیادہ لائق ہے لیکن آخرت کے ترجیح کے زیادہ لائق ہونے کی معرفت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک پہلی دو باتوں کی معرفت حاصل نہ ہوں دوں میں پہلی دو قسم کی معنوں کا حصول تیسری معرفت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے جسے فکر، اعتبار، تذکر، تامل، نظر اور تدبیر کہا جاتا ہے۔

تدبیر، تامل اور تفکر تینوں مترادف ہیں اور ان تینوں کا معنی ایک ہی ہے ان کے نیچے کئی معانی نہیں ہیں۔ لیکن تذکر، اعتبار اور نظر کے مختلف معانی ہیں اگرچہ اصل معنی ایک ہے جیسے صارم، مہند اور سیف ایک ہی چیز (تلوار) کے نام ہیں لیکن ان کے اعتبارات مختلف ہیں۔ تلوار کو صارم اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ وہ کاٹتی ہے، مہند اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جگہ (مہند) کی طرف منسوب ہے جب کہ لفظ سیف تلوار کے لیے مطلقاً استعمال ہوتا ہے کسی زاؤد صفت کا اعتبار نہیں ہوتا۔

اسی طرح اعتبار (یا قیاس) یہ ہے کہ دونوں قسم کی معرفت کے وجود کے بعد تیسری معرفت کی طرف عبور کرتے ہیں اور اگر (تیسری معرفت کی طرف) عبور نہ ہو اور صرف دو معنوں سے ہی واقفیت ہو سکے تو اسے تذکر کہتے ہیں اعتبار نہیں کہتے اسے نظر اور فکر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تیسری قسم کی معرفت کی طلب ہوتی ہے تو جو شخص تیسری معرفت طلب نہ کرے اسے ناظر نہیں کہتے پس ہر متفکر، فکد کر بھی ہوتا ہے لیکن ہر تذکر، متفکر نہیں ہوتا۔

تذکار (بار بار ذکر) کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دل پر معارف کا تذکر ہو جاتا ہے تاکہ وہ یکے ہو جائیں اور دل سے مٹ نہ جائیں۔ اور تفکر کا فائدہ علم کو بڑھانا اور ایسی معرفت حاصل کرنا ہے جو پہلے سے حاصل نہیں ہے تو تذکر اور تفکر میں یہ فرق ہے۔



معارف جب دل میں جمع ہو جائیں اور ان میں خاص ترتیب قائم ہو جائے تو یہ ایک اور معرفت کا فائدہ دیتے ہیں تو گویا معرفت کا نتیجہ معرفت ہے پھر جب اس کے ساتھ ایک اور معرفت ملتی ہے تو مزید معرفت حاصل ہوتی ہے اسی طرح یہ نتائج بڑھتے چلے جاتے ہیں، علوم بھی بڑھتے ہیں اور فکر بھی بڑھتی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہوتی اور یہ معرفت یا نو موت سے ختم ہوتی ہے یا کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے تو ختم ہوتی ہے یہ صورت ان لوگوں کے لیے ہے جو علوم سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور انہیں تفکر کے راستے کی راستی بھی حاصل ہوتی ہے۔

لیکن عام کو زیادہ علوم سے روک دیا گیا ہے کیوں کہ ان کے پاس اصل مال ہی نہیں ہے۔ اور اصل مال وہ معارف ہیں جن کے ذریعے علوم ثمر آدر ہوتے ہیں۔ جیسے ایک شخص کے پاس سامان نہ ہو تو وہ نفع حاصل کرنے پر قادر نہیں ہوتا اور بعض اوقات اس کے پاس سامان ہوتا ہے لیکن وہ اچھی طرح تجارت نہیں کر سکتا پس اس کو نفع نہیں ہوتا اسی طرح بعض اوقات اس کے پاس معارف ہوتے ہیں جو علوم کا اصل سرمایہ ہے لیکن ان کو اچھی طرح استعمال نہیں کر سکتا اور نہ ہی کو اچھی طرح ترتیب دے کر جوڑ سکتا ہے کہ نتائج تک پہنچے۔

معارف کے استعمال اور اس سے نفع حاصل کرنے کی معرفت کا طریقہ بعض اوقات دل میں پائے جانے والے نورِ خداوندی سے حاصل ہوتا ہے جو فطری ہوتا ہے جیسے انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل تھا اور یہ طریقہ بہت کیا ہے۔ اور بعض اوقات سیکھنے اور علم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور یہ زیادہ ہے۔

پھر بعض اوقات متفکر کو یہ معارف حاصل ہوتے ہیں اور وہ نتیجہ خیز بھی ہوتے ہیں لیکن اسے ان کے حصول کی کیفیت کا شعور نہیں ہوتا اور وہ اسے بیان بھی نہیں کر سکتا کیوں کہ بیان کرنے کی مہارت نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو اس بات کا علم حقیقی حاصل ہے کہ آخرت کو تزج دنیا اولیٰ ہے لیکن اگر اس کی معرفت کا سبب پوچھا جائے تو وہ بیان نہیں کر سکتے۔ حالانکہ پہلی دو معرفتوں کے بغیر تیسری معرفت حاصل نہیں ہوتی ایک معرفت یہ کہ جو چیز زیادہ باقی رہتی ہے وہ تزج کے زیادہ لائق ہوتی ہے اور دوسری معرفت یہ کہ دنیا کے مقابلے میں آخرت زیادہ باقی رہنے والی ہے اس طرح اسے ایک تیسری معرفت حاصل ہو جاتی ہے وہ یہ کہ آخرت کو تزج دینا زیادہ بہتر ہے۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ حقیقتِ تفکر کے لیے پہلے دو معرفتوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ تیسری معرفت تک پہنچ سکیں۔

فکر کا نتیجہ علوم، احوال اور اعمال ہیں لیکن اس کا خاص نتیجہ علم ہے دوسری کوئی چیز نہیں۔ ہاں جب دل میں علم حاصل ہو جائے تو دل کی حالت بدل جاتی ہے اور جب دل کی حالت بدل جائے تو اعضاء سے صادر ہونے والے اعمال بھی بدل جاتے ہیں تو عمل، حال کے تابع حال علم کے تابع اور علم، فکر کے تابع ہوتا ہے گویا تمام بھلائیوں کی ابتداء اور چابی فکر ہے اسی سے فکر کی فضیلت واضح ہوتی ہے اور یہ ذکر اور تذکر سے بہتر ہے کیوں کہ فکر، ذکر بھی ہے اور اس سے زائد بھی، اور دل کا ذکر اعضاء کے عمل سے بہتر ہے بلکہ عمل کا شرف اسی لیے ہے کہ اس میں ذکر ہے لہذا



تفکر تمام اعمال سے افضل ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے پھر کہا گیا کہ حال وہ ہے جو ناپسندیدہ امور سے پسندیدہ باتوں کی طرف، اور رغبت و حرص سے زہد اور قناعت کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ کسی نے کہا کہ حال وہ ہے جو مشاہدہ اور تقویٰ پیدا کرتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ اَوْ يَذَّكَّرُوا — شاید وہ تقویٰ اختیار کریں یا ان کے لیے ذکر (کی حالت) پیدا ہو۔

(۱۱)

اور جب فکر کے ذریعے حال کی تبدیلی کی کیفیت معلوم کرنا چاہو تو اس کی مثال وہ ہے جو ہم نے امرِ آخرت کے سلسلے میں ذکر کی ہے کیوں کہ اس کے بارے میں فکر سے ہمیں اس بات کی معرفت حاصل ہوتی ہے کہ آخرت کو تزییح دینا اولیٰ ہے اور حجب یہ معرفت ہمارے دلوں میں یقین بن کر راسخ ہوتی ہے تو ہمارے دلوں میں آخرت کی طرف رغبت کی تبدیلی آتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی ہو جاتی ہے حال سے ہماری یہی مراد ہے کیوں کہ اس معرفت کے حصول سے پہلے دل کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ دنیا سے محبت کرتا ہے اور اس کی طرف مائل ہوتا ہے، آخرت سے نفرت کرتا ہے اور اس سے کوئی رغبت نہیں ہوتی اسی معرفت سے دل کی حالت بدلتی ہے تیز ارادے اور رغبت میں بھی تبدیلی آتی ہے پھر ارادے کی تبدیلی سے اعضا کے عمل میں بھی تبدیلی آتی ہے اور وہ دنیا کو چھوڑ کر اعمالِ آخرت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو یہاں پانچ درجات ہیں۔

- ۱۔ تذکر — دل میں دو معرفتوں کا حاصل ہونا۔
  - ۲۔ تفکر — ان دونوں سے جو معرفت مقصود ہے اسے طلب کرنا
  - ۳۔ حصول معرفت — مطلوبہ معرفت کا حاصل ہونا اور اس سے دل کا روشن ہو جانا۔
  - ۴۔ دل کی حالت کا بدل جانا — نور معرفت سے دل پہلی حالت سے بدل جانا ہے۔
  - ۵۔ اعضا کا دل کے تابع ہو جانا — اس نئی حالت سے اعضا دل کی خدمت اور اتباع میں لگ جاتے ہیں۔
- جس طرح پیچہ کو لوہے پر مارا جائے تو اس سے آگ نکلتی ہے اور اس سے وہ جگہ روشن ہو جاتی ہے اور آنکھ کو بھی دکھائی دینے لگتا ہے جب کہ اس پہلے وہاں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا اور اب اعضا، عمل کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح نور معرفت یعنی فکر کی صورت حال ہے جب یہ فکر دو معرفتوں کو جمع کرتی ہے جیسے لوہا اور پیچہ اکٹھے ہوتے ہیں اور اب ان دونوں کے درمیان ایک خاص ترکیب ہوتی ہے جس طرح پیچہ کو لوہے پر ایک خاص طریقے سے مارتے ہیں تو جیسے لوہے سے آگ نکلتی ہے اسی طرح نور معرفت پیدا ہوتا اور اس نور کی وجہ سے دل میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ



اس چیز کی طرف مائل ہو جاتا ہے جس کی طرف پہلے مائل نہ تھا یہ ایسے ہی ہے جیسے آگ کی روشنی سے نگاہ میں تبدیلی آتی ہے اور آدمی وہ چیز دیکھتا ہے جو پہلے نظر نہیں آ رہی تھی پھر قلبی حالت کے مطابق اعضا عمل کے لیے براہِ نیت ہوتے ہیں جس طرح ایک شخص اندھیرے کی وجہ سے کوئی کام نہیں کر سکتا تھا اور اب وہ دکھائی دینے کی وجہ سے کام کرنے لگتا ہے۔

تو فکر کا نتیجہ علوم اور احوال ہیں، علوم کی کوئی انتہا نہیں اور وہ احوال جو بدل پر بدل کر آتے ہیں ان کو بھی شمار نہیں کیا جاسکتا یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص فکر کے تمام نمونہ اور راہوں اور حربوں میں فکر کرتا ہے ان کو شمار کرنا چاہے تو ایسا نہیں کر سکتا کیوں کہ فکری گذرگاہیں بے شمار ہیں اور اس کے ثمرات غیر متناہی ہیں۔

ہاں ہم اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ فکری ان گذرگاہوں کو ضبط کریں جو اہم دینی علوم کے اعتبار سے ہیں۔ نیز ان کی اضافت ان احوال کی طرف ہے جو سادگی کے مقامات ہیں۔ اور یہ ایک اجمالی ضبط ہے کیوں کہ اس کی تفصیل تمام علوم کی تشریح کا تقاضا کرتی ہے اور یہ سب باب گویا ان علوم میں سے بعض کی تشریح ہی کیوں کہ یہ ان علوم پر مشتمل ہیں جو مخصوص افکار سے حاصل ہوئے ہذا اہم اجمالی طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں تاکہ فکری گذرگاہوں سے واقفیت حاصل ہو۔

فصل ۳:

## فکری گذرگاہیں

فکر بعض اوقات ایسے امر میں ہوتا ہے جو دین سے متعلق ہوتا ہے اور کبھی غیر دین میں جاری ہوتا ہے ہماری غرض اس فکر سے ہے جو دین سے متعلق ہوتا ہے ہذا ہم دوسری قسم کو چھوڑ دیتے ہیں اور دین سے ہماری مراد وہ بات ہے جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوتی ہے۔

تو بندے کے تمام افکار یا تو خود اس کے اپنے احوال اور صفات سے متعلق ہوتے ہیں یا معبود اور اس کی صفات و افعال سے ان کا تعلق ہوتا ہے۔

جن افکار کا تعلق بندے سے ہوتا ہے وہ ان کاموں سے متعلق ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ہیں یا ان کے بارے میں فکر ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان دو قسموں کے علاوہ فکری ضرورت نہیں ہوتی اور جن افکار کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے ان کی بھی دو صورتیں ہیں یا تو وہ اس کی ذات و صفات اور اسمائے حسنیٰ کے حوالے سے ہوں گے یا اس کے افعال، اس کی زمین و آسمان میں بادشاہی اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں اور ان کے درمیان میں ہے اس سے متعلق ہوگا۔

فکر کا ان اقسام میں بند ہونا ایک مثال سے واضح ہوتا ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والوں اور اس کی ملاقات کا شوق رکھنے والوں کی حالت، عاشقوں کی حالت جیسی ہوتی ہے اس لیے ہم ایک شیدائی عاشق کو مثال



ہلئے ہوئے کہتے ہیں۔  
 عشق میں ڈوبے ہوئے عاشق کی فکر دو باتوں سے تجاوز نہیں کرتی یا تو وہ فکر اس کے معشوق سے متعلق ہوتی ہے  
 یا اس کا تعلق اس کی اپنی ذات سے ہوتا ہے اگر وہ اپنے معشوق کے بارے میں فکر کرتا ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں  
 یا وہ اس کے ذاتی حسن و جمال میں فکر کرتا ہے تاکہ اس کے مشاہدے سے لذت حاصل کرے یا اس کے نہایت لطیف  
 اور عمدہ افعال میں فکر کرتا ہے جو اس کے اخلاق اور صفات پر دلالت کرتے ہیں تاکہ اس سے لذت میں اضافہ ہو  
 اور محبت مضبوط ہو۔

اگر وہ اپنی ذات میں فکر کرتا ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں یا تو اس کی فکر ان صفات سے متعلق ہوتی ہے جو  
 اسے محبوب کی نظر سے گرا دیتی ہیں یہ فکر اس لیے ہوتی ہے کہ ان باتوں سے اجتناب کرے یا ان صفات کے بارے  
 میں غور و فکر کرتا ہے جو اسے محبوب کے قریب کرتی ہیں اور اس کی محبت کا ذریعہ بنتی ہیں تاکہ ان صفات سے موصوف ہوں  
 اگر ان اقسام سے باہر کسی چیز میں غور کرتا ہے تو وہ عشق کی حد سے خارج ہے اور نقصان کا باعث ہے کیوں کہ کامل عشق  
 وہ ہوتا ہے جس میں عاشق ڈوبتا ہے اور وہ اس کے دل پر اس طرح چھایا رہے کہ کسی دوسرے کی گنجائش باقی نہ رہے۔  
 تو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے اس کی نظر اور فکر اس کے محبوب سے آگے نہ بڑھے جب  
 اس کا تفکر ان چار اقسام میں محصور ہوگا تو وہ محبت کی تقاضے سے بالکل باہر نہیں ہوگا۔

### فکر کی پہلی قسم :

یعنی جب آدمی اپنی صفات اور ذاتی افعال میں فکر کرتا ہے تاکہ اچھے اور برے افعال کے درمیان تمیز ہو سکے تو یہ  
 فکر علم معاملہ سے تعلق رکھتی ہے جو اس کتاب کا مقصود ہے کیوں کہ دوسری کا تعلق علم مکاشفہ سے ہوتا ہے پھر تمام افعال  
 چاہے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں یا نہ، ان کی دو قسمیں ہیں یا تو وہ ظاہری عبادات اور گناہ ہونے میں یا باطنی صفات ہوتی  
 ہیں چاہے وہ نجات دینے والی ہوں یا ہلاک کرنے والی، اور ان صفات کا محل دل ہے۔ ان کی تفصیل ہم ہلاک کرنے  
 والے اور نجات دینے والے کاموں کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں۔

پھر عبادات اور گناہ کا تعلق یا تو سات اعضاء سے ہوتا ہے یا وہ تمام جسم کی طرف متسوب ہوتے ہیں جیسے میدان جنگ  
 سے بھاگ جانا، والدین کی نافرمانی کرنا، حرام جگہ پر ٹھہرنا، ان تمام ناپسندیدہ امور میں تین باتوں کے حوالے سے غور و فکر  
 واجب ہوتا ہے۔

۱۔ اس بارے میں سوچنا کہ آیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مکروہ ہے یا نہیں؟ کیوں کہ کئی چیزوں کی کراہیت ظاہر نہیں ہوتی لیکن  
 باریک بینی سے اس کا ادراک ہوتا ہے۔

۲۔ اس بارے میں سوچنا کہ اگر وہ مکروہ ہے تو اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟



۳۔ کیا وہ فی الحال اس کردہ بات سے موصوف ہے تو اسے چھوڑ دے یا اسے مستقبل میں اس سے واسطہ پڑے گا تو اس سے بچے یا گذشتہ احوال میں وہ اس سے ملوث ہو چکا ہے تو اب اس کے تدارک کی ضرورت ہوگی۔

اسی طرح تمام محبوب باتیں بھی ان اقسام میں تقسیم ہوتی ہیں پس جب یہ اقسام جمع ہو جائیں تو ان اقسام میں فکر کے رستے ایک سو سے زیادہ ہو جاتے ہیں اور آدمی کو ان میں فکر کی ضرورت ہوتی ہے ان سب میں فکر کرے یا اکثر میں، ان تمام اقسام کی علیحدہ علیحدہ تفصیل نہایت طویل ہے لیکن ان کو چار قسموں میں منقسم کیا جاسکتا ہے، اطاعت، نافرمانی، ہلاک کرنے والی صفات اور نجات دینے والی صفات۔

اب ہم ان میں سے ہر نوع کی ایک مثال ذکر کرنے ہیں تاکہ مرید اس پر باقی مثالوں کو قیاس کر لے اور اس کے لیے فکر کا دروازہ کھل جائے نیز راستہ کشادہ ہو جائے۔

### پہلی قسم:

گناہ، انسان کو چاہیے کہ ہر دن صبح سویرے اپنے تمام (سات) اعضاء کا جائزہ لے اور پھر پوری تفصیل کے ساتھ مکمل بدن کو دیکھے کہ کیا وہ فی الحال گناہ میں ملوث تو نہیں؟ اگر ایسا ہے تو اسے چھوڑ دے یا وہ کل (گذشتہ) اس میں مبتلا تھا تو اسے چھوڑے اور ندامت کے ذریعے تدارک کرے یا وہ گناہ اسے آج دن کو پیش آنے والا ہے تو اس سے بچنے اور دور رہنے کے لیے تیار ہو جائے۔

زبان کو دیکھے اور کہے کہ بہ نسبت کر سکتی ہے جھوٹ، بول سکتی ہے اپنی پاکیزگی بیان کر سکتی ہے دوسروں کا مذاق اڑا سکتی ہے، دوسروں کی بات کاٹ سکتی ہے مزاح کر سکتی ہے اور شیر نردری باتوں میں مشغول ہو سکتی ہے اور اس طرح کے دیگر ناپسندیدہ کام کر سکتی ہے تو سب سے پہلے اپنے دل میں اس بات کو جھٹائے کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور غور و فکر کرے کہ قرآن و سنت میں اس پر سخت عذاب کی شہادت موجود ہے پھر وہ اپنے حالات میں غور کرے کہ کس طرح وہ غیر شعوری طور پر ان باتوں کو اپنا لیتا ہے پھر سوچے کہ ان سے بچنے کا طریقہ کیا ہے اور یہ بات بھی جان لے کہ جب تک علیحدگی اور تنہائی اختیار نہیں کرے گا بات نہیں بنے گی یا یہ کہ وہ متقی اور نیک لوگوں کی مجلس اختیار کرے تاکہ جب وہ ایسے ناپسندیدہ باتیں کرنے لگے تو وہ اسے روک دیں در نہ جب وہ دوسرے لوگوں کے پاس بیٹھے تو منہ میں کنکریاں رکھ لے تاکہ اسے یاد رہے کہ خاموش رہنا ہے تو بچاؤ اختیار کرنے کا یہ حیلہ ہے۔

کان کے بارے میں سوچے کہ غیبت، جھوٹ، فضول گفتگو، ہود و عیب اور بدعت وغیرہ (پرہیزی گفتگو) اس تک پہنچتی ہے وہ زبید اور عمر وغیرہ سے یہ باتیں سنا ہے لہذا وہ تنہائی اختیار کر کے یا برائی سے روکتے ہوئے ان باتوں سے بچ سکتا ہے۔



پیٹ کے بارے میں بھی سوچ و بچار کرے کہ وہ کھانے پینے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے یا تو وہ حلال کھانا زیادہ کھاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کمزور ہے اور شہوت کو قوت دیتا ہے۔

جو اللہ تعالیٰ کے دشمن شیطان کا ہتھیار ہے یا وہ عوام یا مشرک کھانا کھاتا ہے پس اسے چاہیے کہ دیکھے کہ یہ کھانا، لباس، اور مکان وغیرہ کہاں سے آئے ہیں اور اس کا کسب کیا ہے؟ نیز حلال کے راستوں اور ان میں داخل ہونے کے طریقوں کے بارے میں سوچے۔ پھر غور کرے کہ حلال مال کمانے اور حرام سے بچنے کے لیے کیا جیلہ اختیار کیا جائے۔ اور دل میں اس بات کو اچھی طرح بٹھا دے کہ حرام کھانے کی وجہ سے تمام عبادات ضائع ہو جاتی ہیں نیز حلال کھانا ہی تمام عبادات کی بنیاد ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ عَبْدٍ فِي  
تَمَنِّي تَوْبِهِ دِرْهَمًا حَرَامًا (۱۱)

پرٹے کی قیمت میں ایک درہم بھی حرام کا ہو۔

اسی طرح وہ اپنے تمام اعضاء کے بارے میں غور و فکر کرے اس قدر تفصیل کافی ہے جب غور و فکر سے ان احوال میں حقیقی معرفت حاصل ہو جائے تو دن بھر مراقبہ (نگرانی) میں مشغول رہے حتیٰ کہ اس کے اعضاء ان تمام خرابیوں سے محفوظ رہیں۔

### دوسری قسم؛

یہ عبادات اور نیکیاں ہیں تو سب سے پہلے فرائض کے بارے میں غور کرنا چاہیے کہ وہ ان کو کس طرح ادا کرتا ہے اور ان کو کیسے نقصان اور کوتاہی سے بچاتا ہے یا کیسے ان کی کمی کو نوافل کی کثرت سے پورا کرتا ہے۔ پھر ایک ایک عضو کو دیکھے اور ان افعال کے بارے میں فکر کرے جو ان اعضاء سے متعلق ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہیں مثلاً وہ یوں کہے کہ آنکھ کو اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہیوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ لگائے اور آنکھوں کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں استعمال کرے نیز قرآن و سنت کو دیکھے اور کہے کہ میں اپنی آنکھ کو مطالعہ قرآن میں مشغول رکھ سکتا ہوں پھر میں ایسا کیوں نہیں کرتا۔

میں فلاں عبادت گزار اور نیک آدمی کو تعظیم کی نگاہ سے دیکھ کر اس کے دل کو خوش کر سکتا ہوں نیز فاسق کو بنظر حقارت دیکھ کر اسے اس کے گناہ سے دور رکھ سکتا ہوں پھر میں ایسا کیوں نہیں کرتا؟

اسی طرح کان کے بارے میں کہے کہ میں مظلوم کی بات سن سکتا ہوں یا حکمت و علم کی باتیں سن سکتا ہوں قرأت اور ذکر بھی خوب اچھی طرح سن سکتا ہوں تو پھر گیا وجہ ہے کہ میں نے اسے بیکار چھوڑ رکھا ہے حلالان کہ



اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی ہے اور اس کی یہ امانت مجھے اس لیے ملی ہے کہ میں اس کا شکر ادا کروں تو مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتا اور اسے صنایع کر رہا ہوں یا بیکار تھوڑا رکھا ہے۔

اسی طرح زبان کے بارے میں بھی فکر کرے اور کہے کہ میں تعلیم و وعظ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہوں نیز نیک لوگوں کے دلوں میں محبوب بن سکتا ہوں، فقراء کے احوال کے بارے میں پوچھ سکتا ہوں کسی نیک شخص کے دل کو خوش کر سکتا ہوں اور کسی عالم سے اچھی بات کر سکتا ہوں اور اچھی بات بھی صدقہ ہے۔

یوں ہی اپنے مال کے بارے میں غور و فکر کرے اور کہے کہ میں فلاں مال صدقہ کرنے پر قادر ہوں کیوں کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور جب مجھے حاجت ہوگی تو اللہ تعالیٰ مجھے اس طرح کا مال عطا فرما دے گا اور اگر اس وقت میں حاجت مند ہوں تو اس مال کی نسبت اس ثواب کا زیادہ محتاج ہوں تو مجھے اس ایثار کی وجہ سے ملے گا۔

اسی طرح تمام اعضاء، پورے بدن، مال، بلکہ جانوروں، غلاموں اور اولاد کے بارے میں سوچ و بچار کرے کیونکہ یہ سب کچھ اس کے اسباب اور آلات ہیں اور وہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قادر ہے لہذا وہ نہایت دقیق فکر کے ذریعے ان سے عبادت و اطاعت کے ممکنہ طریقے نکالے اور اس بات کے بارے میں غور و فکر کرے جو اسے ان عبادات کی طرف جلدی لے جاتی ہے نیز اس سلسلے میں خلوص نیت کی بھی فکر کرے۔

اور اس کے استحقاق کا جہاں جہاں گمان

ہو اسے طلب کرے تاکہ اس کے ذریعے اس کے اعمال پاک اور صاف ہوں۔ باقی عبادات کو بھی اسی پر قیاس کر لو۔

### تیسری قسم:

یہ وہ صفات ہیں جو مہلکت میں ڈالتی ہیں اور ان کا محل دل ہے لہذا جو کچھ ہم نے مہلکت کے باب میں بیان کیا ہے اس کے ذریعے ان کی معرفت حاصل کرے اور یہ صفات شہوت کا غلبہ، غصہ، بخل، تجر، ریا کاری، خود پسندی، حسد، بدگمانی، غفلت اور غرور وغیرہ ہیں اپنے دل سے ان کا بوجھ ختم کرے اور اس کا خیال ہو کہ اس کا دل ان سے پاک ہے تو اس کے امتحان کی کیفیت کے بارے میں غور کرے اور علامات کے ذریعے اس بات کی شہادت طلب کرے۔ بیوں کہ نفس ہمیشہ اچھی بات کا وعدہ کرے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے جب تو اضع کا دعویٰ کرے یا یہ کہ وہ تجر سے پاک ہے تو اس کا تجربہ بیوں کیا جائے کہ مگر لوں کا ایک گٹھائے کر بازار میں جائے جس طرح پہلے لوگ اپنے نفسوں کی آزمائش کرتے تھے اور جب وہ بردباری کا دعویٰ کرے تو دوسرے آدمی کو غصہ دلائے پھر غصہ پی جانے کے ذریعے اپنی آزمائش کرے۔ اسی طرح دیگر صفات میں ہے۔

یہ تو اس سلسلے میں تفکر ہے کہ آیا میں ان صفات مکروہ سے مصروف ہوں یا نہیں؟

اور اس کی علامات ہم نے مہلکت کے بیان میں ذکر



کی ہیں جب ان میں سے کسی صفت کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس میں پائی جاتی ہے تو اب اس بات پر غور کرے جس کے ذریعے اس صفت کی برائی اس پر واضح ہو جائے اور اسے پتہ چل جائے کہ جہالت اور غفلت کی وجہ سے یہ مکروہ صفت پیدا ہوئی ہے نیز اس کا سبب باطنی خبیث ہے۔ مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ عمل کرنے کے بعد غور پسندی کا شکار ہو جاتا ہے تو غور کرے اور کہے کہ میرا عمل تو میرے بدن اور اعضاء کے ذریعے ہے نیز مجھے اس کی قدرت حاصل ہے اور میرے ارادے سے ایسا ہوا ہے اور یہ سب کچھ میرے اختیار میں نہیں ہے یہ تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور مجھ پر فضل فرمایا ہے۔ اسی نے مجھے بھی پیدا کیا اور وہی میرے اعضاء، میری طاقت اور میرے ارادے کا خالق ہے وہی ذات ہے جس نے اپنی قدرت سے میرے اعضاء، ارادے اور طاقت کو حرکت دی تو میں کس طرح اپنے عمل یا اپنے نفس پر شہنی مار سکتا ہوں میرا نفس خود بخود تو قائم نہیں ہے۔

اور جب اپنے نفس میں تکبر محسوس کرے تو سمجھ جائے کہ یہ حماقت ہے اور اب اپنے نفس سے کہے کہ کیوں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے بڑا تو وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑائی حاصل ہو۔ اور اس بات کا علم موت کے بعد ہوگا۔ کتنے ہی کافر ہیں جو مرتے وقت کفر سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے بن کر دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور کتنے ہی مسلمان ہیں جن کی حالت مرتے وقت بدل جاتی ہے اور وہ بد بخت ہو کر مرتے ہیں جب معلوم ہو جائے کہ تکبر پاک میں ڈالنے والا ہے اور یہ بے وقوفی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے تو اس کے ازالے کے لیے علاج کی فکر کرے یعنی تواضع کرنے والے لوگوں جیسے اعمال کرے اور جب کھانے کی خواہش اور حرص پائے تو سوچے کہ یہ تو جانوروں کی صفت ہے

اور اگر کھانے اور جماع کی خواہش میں کمال ہوتا تو یہ

اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی صفات ہوتیں جیسے علم اور قدرت ہے۔ اور جانور اس صفت سے موصوف نہ ہوتے اور جب اس پر حرص غالب ہوگی تو وہ جانوروں کے زیادہ مشابہ اور فرشتوں سے زیادہ دور ہوگا۔ اسی طرح غضب کے بارے میں اپنے نفس سے بات چیت کرے اور پھر اس کے علاج کے بارے میں غور و فکر کرے ہم نے یہ تمام باتیں ان ابواب میں بیان کر دی ہیں تو جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے لیے فکر کا راستہ کشادہ ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان بیانات سے استفادہ کرے۔

### چوتھی قسم:

وہ باتیں جو نجات دیتی ہیں اور وہ توبہ، گناہوں پر ندامت، مصیبت پر صبر، نعمتوں پر شکر، خوف، امید دنیا سے بے رغبتی، اخلاص، عبادت میں صداقت، اللہ تعالیٰ کی محبت اور تعظیم، اس کے افعال پر راضی رہنا، اس کی طرف شوق اور اس کے لیے خشوع و خضوع ہے اور یہ تمام باتیں ہم نے کتاب کے اس حصے میں ذکر کی ہیں اور ان کے اسباب و علامات کا بھی ذکر کیا ہے پس بڑے کو روزانہ اپنے دل میں فکر کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والی ان صفات



میں سے مجھے کس صفت کی حاجت ہے جب ان میں سے کسی ایک کی حاجت ہو تو جان لے کہ یہ تو سائج اور پھل ہیں جو علوم کے بغیر حاصل نہیں ہوتے اور علوم، افکار کا نتیجہ ہیں۔

پھر جب اپنے نفس کے لیے توبہ اور ندامت کے احوال حاصل کرنا چاہے تو پہلے اپنے گناہوں کی چھان بین کرے اور ان کو دل میں جمع کر کے بڑا سمجھے پھر اس سزا اور تشبیہ کو دیکھے جو اس سلسلے میں شریعت میں آئی ہے اور دل میں ٹھکان لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سزا لے رہا ہے تاکہ اسے ندامت ہو، اور جب وہ دل سے شکر کے حال کو برا نہ سمجھتا کرنا چاہے تو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے احسانات اور نعمتوں کو دیکھے نیز یہ کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں پر پردہ ڈال کر اسے رسوا ہونے سے بچالیا۔ یہ سب باتیں ہم نے شکر کے بیان میں ذکر کر لی ہیں وہاں مطالعہ کیا جائے۔

اور جب محبت اور شوق کا ارادہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال اس کی عظمت اور اس کی کبریائی میں غور و فکر کرے اور اس مقصد کے لیے اس کے حکمتوں کے عجائب اور عمدہ صنعتوں کو دیکھے۔ اس کا تھوڑا سا بیان ہم فکر کی دوسری قسم میں کریں گے اور جب خوف کے حال کا ارادہ کرے تو پہلے اپنے ظاہری اور باطنی گناہوں کو دیکھے پھر موت اور اس کی سختیوں اور اس کے بعد منکر نکیر کے سوالات، عذابِ قبر، قبر کے سانپوں چھوٹوں اور کیڑوں کوڑوں پر نظر کرے پھر سوچے کہ جب صور بھونکا جائے گا تو کیا ہولناک صورت ہوگی پھر جب میدانِ محشر میں تمام لوگ ایک ہی مقام پر کھڑے ہوں گے تو کس قدر خون طاری ہوگا اس کے بعد حساب کا جھگڑا اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی باز پرس اور اس کے بعد پلِ صراط کی باریک اور تیزی ہے۔

اور اس بات کا خطرہ کہ کس طرف پھیرا جائے گا اگر بائیں طرف پھیرا گیا تو جہنم میں جائے گا اور دائیں طرف پھیرا گیا تو جنتی ہوگا۔

قیامت کے ہونک منظر پر نظر کرنے کے بعد جہنم اور اس کے طبقات کا نقشہ دل میں لائے جہنم کے گرز اور اس کا خوفناک منظر، بیڑیاں، زنجیریں، تھوڑے ڈکڑے خوراک اور پیپ نیز طرح طرح کے عذاب، اور اس پر جو فرشتے مقرر ہیں ان کی ڈراؤنی شکل کو سامنے رکھے یہ بھی سوچے کہ جب چڑھے پک جائیں گے تو ان کو دوسرے چڑھوں سے بدل دیا جائے گا اور جب اہل جہنم وہاں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو ان کو دوبارہ وہاں داخل کر دیا جائے گا اور جب وہ اسے دُور سے دیکھیں گے تو اس کی چیخ و پکار سنیں گے اسی طرح وہ باتیں جو قرآن پاک میں جہنم کے بارے میں مذکور ہیں ان سب کو پیش نظر رکھے۔

اور جب امید کی حالت کا حصول مطلوب ہو تو جنت اور اس کی نعمتوں پر نظر دوڑائے اس کے درختوں، نہروں، حوروں اور عثمان، دائمی نعمتوں اور ہمیشہ کی بادشاہی کو سامنے رکھے۔

غرضیکہ ایسے علوم جو پسندیدہ احوال کے حصول یا بُری صفات سے بچنے کا ذریعہ ہیں ان کو حاصل کرنے کے لیے



غور و فکر کا یہ طریقہ ہے اور ہم نے ان میں سے ہر حالت کے بارے میں مستقل باب مقرر کیا ہے جس کی مدد سے فکر کی تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے سب کا ذکر ایک جگہ نہیں ہے اور اس کے لیے غور و فکر کے ساتھ تلاوت قرآن پاک سے بڑھ کر کوئی بات نفع بخش نہیں ہے کیوں کہ قرآن پاک تمام مقامات و احوال کا جامع ہے اور اس میں تمام جہانوں کے لیے شفا ہے نیز قرآن پاک میں وہ باتیں بھی ہیں جو خوف، امید، صبر، شکر، محبت، شوق اور باقی تمام احوال پیدا کرتی ہیں۔ نیز اس میں بری صفات سے زجر اور جھڑک بھی مذکور ہے تو بندے کو چاہیے کہ قرآن پاک پڑھے اور جس آیت میں غور و فکر کی ضرورت ہو اسے بار بار پڑھے اگرچہ ایک سو بار پڑھنا پڑے قرآن پاک کی ایک آیت سوچ سمجھ کر اور غور و فکر کے ساتھ پڑھنا غور و فکر اور سمجھ کے بغیر پورے ختم قرآن سے بہتر ہے۔

تو آیات میں غور و فکر کے لیے توقف کرے اگرچہ ایک رات ہی گزر جائے کیوں کہ ہر آیت کے تحت بے شمار اسرار ہیں اور ان سے آگاہی اسی وقت ہو سکتی ہے جب صدق معاملہ کے بعد صاف دل سے نہایت باریکی کے ساتھ غور و فکر کرے اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں بھی غور و فکر کرے کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں اور آپ کا ہر کلمہ حکمت کے دریاؤں میں سے ایک دریا ہے اور کوئی شخص ان میں اس طرح غور کرے جس طرح چاہیے تو زندگی بھر اس کا غور و فکر ختم نہ ہو۔ (۱) ایک ایک آیت اور حدیث کی شرح نہایت طویل ہے مثلاً حضور علیہ السلام کی اس حدیث کو دیکھئے۔ آپ نے فرمایا۔

بے شک حضرت جبریل علیہ السلام میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ جس سے محبت کرنا چاہیں کریں بالآخر اس سے جلا ہونا ہے اور جب تک چاہیں زندہ رہیں بالآخر آپ نے جانا ہے اور جو عمل چاہیں کریں بے شک اس کا

لَا رُدَّ مِنَ الْقُدْسِ نَفْتٌ فِي رُوْحِيْ اَحْبَبُ  
مَنْ اَحْبَبْتْ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهُ وَ عَشْتُ  
مَا شِئْتُ فَاِنَّكَ مَمِيْتُ وَاَعْمَلُ مَا شِئْتُ  
فَاِنَّكَ مَجِيْئِيْ بِه۔

بدلہ دیا جائے گا۔

(۲)

بے شک یہ کلمات تمام اولین و آخرین کو جامع ہیں اور زندگی بھر غور و فکر کرنے والوں کو کفایت کرتے ہیں جب وہ ان کے معانی سے واقف ہو جائیں اور وہ ان کے دل پر یقین کی طرح چھا جائیں اور یہ معانی ان کے اور دنیا کی طرف توجہ کے درمیان حائل ہو جائے تو علوم معاملہ اور بندے کی صفات میں غور و فکر کا یہ طریقہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہوں یا غیر پسندیدہ۔

(۱) الضعفاء الکبیر للعلیقلی جلد ۲ ص ۲۱ حدیث ۲۳۷

(۲) العلل التناسیہ جلد ۲ ص ۲۰۳ حدیث ۱۲۸۱



راہ سلوک میں ابتدا کرنے والے کو چاہیے کہ ہر وقت ان افکار میں ڈوبا رہے حتیٰ کہ اپنے دل کو اخلاق محمودہ اور مقامات شریفہ سے آباد کرے اور اس کا ظاہر و باطن کمزور بات سے پاک رہے۔

اور یہ بات بھی یاد رہے کہ ان امور میں فکر کرنا اگرچہ تمام عبادات سے افضل ہے لیکن انتہائی مقصود یہ نہیں بلکہ جو شخص ان فکروں میں مشغول ہوتا ہے وہ صدیقین کے مطالب سے پردے میں رہتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال میں فکر کے ذریعے لذتوں کا حصول ہے۔ اور اس میں دل اس طرح ڈوب جائے کہ اپنے آپ کو فنا کر دے اپنے نفس، احوال اور مقامات سب کو بھول جائے اور محبوب کی فکر میں ڈوب جائے بلکہ وہ یوں ہو جائے جس طرح کوئی شخص حیران و پریشان اپنے نفس سے غافل ہوتا ہے اور عشاق کی لذت کی انتہا یہی ہے۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ باطن کو آباد کرنا ہے تاکہ قرب و وصال کی صلاحیت پیدا ہو جب آدمی اپنی تمام عمر نفس کی اصلاح میں فنا کر دے تو قرب کی لذت کب حاصل ہوگی؟ اسی لیے حضرت خواص رحمہ اللہ جنگلوں میں پھرتے تھے جس بن منصور علاج رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا آپ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں جنگلوں کے چکر کاٹ کر توکل کے سلسلے میں اپنے حال کی اصلاح کرتا ہوں حضرت حسین بن منصور نے فرمایا آپ نے اپنی عمر اپنے باطن کی تعمیر اور آبادی میں صرف کر دی تو حید میں کب فنا ہوں گے؟

تو ایک ذات حق میں فنا ہونا طالبین کا آخری مقصد ہے اور صدیقین کی لذت کی انتہا ہے ہلاک کرنے والی صفات سے بچنا نکاح کی عدت سے نکلنے کی طرح ہے جب کہ نجات دینے والی صفات اور تمام عبادات سے موصوف ہونا ایسے ہے جیسے کوئی عورت خاند کے لیے تیار ہوتی ہے وہ اپنے چہرے کو دھوتی ہے اور بالوں کو کٹھی کرتی ہے تاکہ اپنے خاند سے ملاقات کے قابل ہو سکے اگر وہ زندگی بھر رحم کی صفائی اور چہرے کی زینت میں ہی مصروف رہے تو یہ بات اس کے لیے محبوب کی ملاقات میں حائل رہے گی۔

اگر تم اہل مجالس میں سے ہو تو دین کے طریقے کو اس طرح سمجھنا چاہیے اور اگر تم شریعہ غلام کی طرح ہو جو بار کے خون یا اجرت کی طمع میں حرکت کرتا ہے تو ظاہری اعمال کے ذریعے بدن کو تھکانا چھوڑ دو کیوں کہ تمہارے اور تمہارے دل کے درمیان ایک موٹا پردہ ہے اور جب تم اعمال کا حق پورا کرو گے تو جنی لوگوں میں سے ہو گے لیکن ہم نشینی کے لیے اور لوگ ہی ہوں گے جب تمہیں معلوم ہو گیا کہ بندے اور اس کے رب کے درمیان معاملہ کے علوم میں فکر کا میدان کیا ہے تو اب صبح و شام اسے اپنی عادت بنا لے اور اپنے نفس نیز اس کی ان صفات سے غافل نہ ہو جو اللہ سے دور کرتی ہیں اور وہ جو اس کے قریب کرتی ہیں۔ بلکہ ہر مدیکے پاس ایک کاپی ہونی چاہیے جس پر ہلاک کرنے والے امور اور نجات دینے والی صفات سب کا ذکر ہو نیز تمام گناہوں اور عبادت کا بھی تذکرہ ہو اور وہ روزانہ اس کے ساتھ اپنے نفس کا موازنہ کرے۔

ہلاک کرنے والے امور میں سے دس باتوں کو سامنے رکھنا کافی ہے اگر وہ ان سے بچ گیا تو ان کے علاوہ سے بھی



بچ جائے گا اور وہ بخل، تکبر، خود پسندی، ریا کاری، حسد، سخت غصہ، کھانے کی حرص، جماع کی حرص، مال کی محبت، اور جاہ و مرتبے کی محبت ہے۔

اور نجات دینے والی صفات میں سے بھی دس باتوں کو سامنے رکھے گا ہوں پر نہایت مصیبت پر صبر، اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہونا اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا، خوف اور امید کے درمیان راستہ اختیار کرنا، دنیا سے بے رغبتی، عمل میں اخلاص مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا اور اس کے سامنے خشوع و خضوع کا اظہار کرنا۔

تو یہ بیس خصلتیں ہیں جن میں سے دس مذموم اور دس محمود ہیں تو جب ایک بری بات چلی جائے تو اس پر لکیر کھینچ دے اور اس کے بارے میں فکر کو چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے اس سے بچالیا اور اس کے دل کو پاک کر دیا اور اس بات کا یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد کے بغیر ایسا نہیں ہو سکتا تھا اور اگر وہ اپنے آپ کو اپنے نفس کے حوالے کر دے تو چھوٹی سی برائی کو مٹانے پر قادر نہیں ہو سکتا۔

اب وہ باقی نوکی طرف متوجہ ہو اسی طرح کرتا رہے حتیٰ کہ تمام پر لکیر چھیر دے۔ اسی طرح نفس سے نجات دینے والی صفات کے ساتھ متوقف ہونے کا مطالبہ کرے جب ان میں سے کسی ایک سے موصوف ہوجائے مثلاً توبہ اور نہایت اختیار کرے تو اس پر لکیر چھیر دے اور دوسری صفات میں مشغول ہوجائے یہ بات اس مرید کے لیے ہے جو کوشش کے مراحل میں ہو۔

لیکن جو لوگ صاحبین میں شمار ہوتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ اپنی کامیوں پر بظاہر ہی گناہ بھی لکھ دیں جیسے شبہ والی چیز کھانا، زبان کو عنایت کے لیے استعمال کرنا، چغلی کھانا، دوسرے کی بات کا ٹانا، اپنی تعریف کرنا، دشمنوں سے دشمنی اور دوستوں سے دوستی کرتے ہوئے حد سے بڑھ جانا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں مخلوق کے ساتھ منافقت سے پیش آنا کیوں کہ عام طور پر جو لوگ نیک لوگوں میں شمار ہوتے ہیں ان کے اعضاء ان گناہوں سے محفوظ نہیں ہوتے اور جب تک اعضاء گناہوں سے پاک نہ ہوں دل اور اس کی تطہیر میں مشغولیت ممکن نہیں بلکہ لوگوں میں سے ہر گروہ پر ایک خاص قسم کا گناہ غالب ہوتا ہے۔

پس ان کو چاہیے کہ ان گناہوں کے درپے ہوں اور ان میں غور و فکر کریں جن گناہوں سے محفوظ ہیں ان کی فکر کریں۔ مثلاً ایک متقی عالم عام طور پر اپنے علم کا اظہار کرتا رہتا ہے وہ شہرت چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ چار دانگ عالم میں اس کا نام ہو چاہے تدریس کے حوالے سے ہو یا وعظ کی وجہ سے، اور جو شخص اس قسم کی بات کے درپے ہوتا ہے وہ ایک بہت بڑے فتنے کے پیچھے چلتا ہے جس سے صرف صدیقین لوگ ہی نجات پاتے ہیں اگر اس کی بات مقبول ہو اور دلوں پر اچھی طرح اثر کرتی ہو تو وہ خود پسندی اور تکبر کا شکار ہوتا ہے اس میں زینت اور بناوٹ



پیدا ہوتی ہے اور یہ تمام چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں اور اگر اس کی بات کو رد کیا جاتا ہے تو وہ نہ ماننے والے سے نفرت کرتا ہے اس پر اسے غصہ آتا ہے اور کینہ پیدا ہوتا ہے اور یہ غصہ اس غصے سے زیادہ ہوتا ہے جو دوسروں کا کلام نہ ماننے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور شیطان اس کو بہکتا ہے کہ تمہیں تو غصہ صرف اس لیے آیا کہ اس شخص نے حق بات کو رد کیا اور اس کا انکار کیا ہے۔

اگر وہ اپنے کلام کے رد اور کسی دوسرے عالم کے کلام کے رد ہونے میں فرق کرتا ہے تو وہ مغرور ہے اور شیطان کا آلہ کار بھی پھر جب لوگوں کے ماننے کی وجہ سے اسے خوشی ہوتی ہے، اچھی تعریف پر خوش ہوتا ہے اور اپنے کلام کے رد ہونے پر نفرت اور غصے کا اظہار کرتا ہے تو اب وہ الفاظ کی ادائیگی میں تکلف اور بناوٹ کو اختیار کرتا ہے اور الفاظ میں حُسن پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کی وجہ اس بات کی حرص ہوتی ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں اور اللہ تعالیٰ تکلف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

اور بعض اوقات شیطان اسے یوں دھوکہ دیتا ہے کہ تمہارا یہ تکلف اور اچھے الفاظ استعمال کرنا اس لیے ہے کہ حق پھیلے اور دلوں میں جاگزیں ہو اور یہ دین کی سر بلندی کے لیے ہے۔ پس اگر وہ اپنی اس خوش الفاظی اور لوگوں کی تعریف پر زیادہ خوش ہوتا ہے اور کسی دوسرے عالم کی لوگ تعریف کریں تو اس قدر خوشی نہیں ہوتی تو یہ شخص دھوکے میں ہے اور جاہ مرتبہ کی حرص رکھتا ہے اگرچہ اس کا گمان یہی ہو کہ اس کا مطلب محض دین ہے۔

اور جب یہ باتیں اس کے دل میں پیدا ہوتی ہیں تو اس کے ظاہری جسم پر بھی ظاہر ہوتی ہیں جتنی کہ جو شخص اس کی تعظیم کرتا ہے اور اس کی فضیلت کا معتقد ہے یہ اس کا زیادہ احترام کرتا ہے اور اس کی ملاقات سے زیادہ خوش ہوتا ہے جب کہ کسی دوسرے عالم کے معتقد کی آؤ بھگت اس طرح نہیں کرتا اگرچہ وہ دوسرا عالم اس اعتقاد کے زیادہ لائق ہو اور بعض اوقات اہل علم ایک دوسرے سے اس قدر غیرت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ عورتوں کی طرح ہوجانے میں چنانچہ اگر ان میں سے کسی ایک کے شاگرد دوسرے کے پاس چلے جائیں تو اس سے تکلیف ہوتی ہے اگرچہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس دوسرے عالم سے دینی فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

یہ سب باتیں ان ہلاک کرنے والے امور کا نتیجہ ہیں جو دل سے اندر پوشیدہ ہیں اور عالم اس دھوکے میں ہوتا ہے کہ وہ ان سے بچا ہوا ہے اور یہ ان مذکورہ بالا علامات سے ظاہر ہوتے ہیں تو عالم کا فتنہ بہت بڑا ہے وہ یا تو بادشاہ ہوتا ہے یا ہلاک ہونے والا، اسے عوام کی طرح بچ جانے کی طمع نہیں ہوتی لہذا جو شخص اپنے اندر ان صفات کو محسوس کرے اس پر گوشہ نشینی اور تنہائی نیز گنہگامی لازم ہے اور جب اس سے مسئلہ پوچھا جائے تو فتویٰ دینے سے گریز کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں مسیحی شریف میں بہت سے صحابہ کرام ہوتے تھے اور وہ سب کے سب مفتی تھے لیکن وہ فتویٰ ایک دوسرے پر ظالم دیتے تھے اور اگر کوئی فتویٰ دیتا بھی تو اس کی خواہش نہیں ہوتی کہ کوئی دوسرا مجھے



اس سے بچا لیتا تو اچھا تھا۔

اور اس وقت انسانی شیطانوں سے بچے کیوں کر وہ کہتے ہیں تم ایسا مت کرو کیوں کہ اگر یہ دروازہ کو شہ نشینی کا دروازہ اٹھل گیا تو لوگوں سے علوم مٹ جائیں گے تو ان کو یوں جواب دے کہ دین اسلام کو میری ضرورت نہیں ہے یہ مجھ سے پہلے بھی بھر لپوڑ تھا اور میرے بعد بھی اسی طرح رہے گا اور اگر میں مر گیا تو اسلام کے ارکان مٹ نہیں جائیں گے، کیوں کہ دین مجھ سے بے نیاز ہے البتہ میں اپنے دل کی اصلاح کے سلسلے میں اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بات کہ میرے بیٹھ جانے سے علم مٹ جائے گا محض ایک خیال ہے جو انتہائی درجہ کی جہالت پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ اگر سب لوگ قید خانہ میں قید کر دیئے جائیں اور ان کو بیڑیاں ڈال کر ڈرایا جائے کہ اگر تم علم حاصل کر کے لو آگ میں ڈالے جاؤ گے تو بلند مرتبے اور ریاست کی محبت ان کو اس بات پر مجبور کرے گی کہ وہ بیڑیاں توڑ کر اور دیواریں گرا کر ان سے باہر نکلیں اور طلب علم میں مشغول ہو جائیں کیوں کہ جب تک شیطان مخلوق کے دل میں جاہ و مرتبے کی محبت ڈالتا رہے گا علم مٹ نہیں سکتا اور شیطان قیامت تک اپنے عمل میں کوتاہی نہیں کرے گا بلکہ ایسے لوگ علم کے پھیلانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ كَيُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ بِأَقْوَامٍ لَا خَلْقَ لَهُمْ  
بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد ایسے لوگوں سے کرے گا  
جن کا آخرت یا دین میں کوئی حصہ نہیں۔

اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

وَأَنَّ اللَّهَ كَيُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ  
الْفَاجِرِ (۲)

اور بے شک اللہ تعالیٰ کسی فاجر شخص کے ذریعے اس  
دین کی مدد فرماتا ہے۔

لہذا کسی عالم دین کو اس قسم کے دہوکوں میں آکر لوگوں کے ساتھ مخلوط نہیں ہونا چاہیے اس طرح اس کے دل میں جاہ و مرتبے اور مال کی محبت بڑھے گی اور اس سے دل میں اس طرح منافقت پیدا ہوگی جس طرح پانی سبزی کو کھاتا ہے (۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَا ذُنُوبَ صَنَابِيئِينَ أُرْسِلَ فِي نَرِيَّةٍ  
عَنَّمْ بِأَكْثَرِ إِسْدَادٍ فِيهَا مِنْ حَبِّ  
دو بھوکے بھڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑے جائیں  
وہ اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جس قدر مسلمان آدمی کے

(۱) مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۲۰۲ کتاب الجہاد

(۲) صحیح بخاری جلد اول ص ۴۲۱ کتاب الجہاد

(۳) تذکرہ الممنوعات ص ۷۷ باب ذم الدینا



اَلْجَاهِ وَالْمَالِ فِي دِينِ الْمَسْلُومِ ۱۱) دین کو مال اور مرتبے کی خواہش سے نقصان ہوتا ہے۔

اور دل سے مرتبے کی خواہش اسی صورت میں نکل سکتی ہے جب وہ لوگوں سے دُور رہے اور ان کے ساتھ میل جول سے بھاگے نیز ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس سے ان کے دلوں میں اس کا مرتبہ بڑھنا ہو۔ تو عالم کو چاہیے کہ وہ دل کی ان مخفی صفات کو تلاش کرنے کی فکر کرے اور ان سے نجات کا راستہ ٹھہرنے سے متقی عالم کا یہی وظیفہ ہے۔

اور ہمارے جیسے لوگوں کو چاہیے کہ ہم ان باتوں کے بارے میں فکر کریں جن سے قیامت پر ہمارا ایمان مضبوط ہو سکے اور اگر پہلے بزرگ ہمیں دیکھتے تو وہ یقیناً یہی بات کہتے کہ یہ لوگ حساب و کتاب کے دن پر ایمان نہیں رکھتے۔ ہمارے اعمال، ان لوگوں کے اعمال نہیں ہیں جو جنت اور جہنم پر ایمان رکھتے ہیں کیوں کہ جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ

اس سے بھاگتا ہے اور جو آدمی کسی چیز کی امید رکھتا ہے وہ اسے طلب کرتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ جہنم سے بچنے کے لیے شبہ والی چیزوں اور حرام کو چھوڑنا پڑتا ہے نیز گناہوں کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے حالانکہ ہم ان کاموں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور جنت کی طلب نوافل کی کثرت سے ہوتی ہے جب کہ ہم فرائض میں کوتاہی کرتے ہیں تو علم کے نتیجے سے ہمیں یہی کچھ حاصل ہوا کہ دنیا کی حرص میں لوگ ہماری اقتدا کریں اور یوں کہیں کہ اگر دنیا بری ہوتی تو ہماری نسبت علماء کرام اس سے اجتناب کے زیادہ لائق تھے تو کاش ہم عوام کی طرح ہونے کہ جب ہمیں موت آتی تو ہمارے ساتھ ہمارے گناہ بھی ختم ہو جاتے پس اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم کتنے بڑے فتنے میں مبتلا ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہماری بھی اصلاح فرمائے اور ہمارے ذریعے دوسروں کی اصلاح بھی فرمائے اور ہمیں مرنے سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ وہی ذات ہم پر مہربان کریم اور انعام و اکرام کرنے والی ہے۔

تو علم معاملہ میں علماء کرام اور صاحبین کے انکار کی گزر گا میں یہ ہیں جب وہ ان سے فارغ ہوتے ہیں تو نفس کی طرف ان کی توجہ نہیں رہتی اور اب وہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمت میں فکر کی طرف بڑھتے ہیں۔ اور دل کی آنکھ سے اس کے مشاہدے سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور یہ بات اسی وقت پوری ہوتی ہے جب وہ تمام ہلاک کرنے والے امور سے جدا ہو جائے اور نجات دینے والی صفات سے موصوف ہو۔

اگر اس سے پہلے اس میں کچھ ظاہر ہوگا تو اس میں کچھ خرابی ہوگی گدلا ہوگا اور جلد ختم ہونے والا ہوگا وہ چمکنے والی بجلی کی طرح ہوگا جو زیادہ دیر نہیں ٹھہرتی۔ نیز وہ اس عاشق کی طرح ہوگا جو اپنے معشوق کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے لیکن اس کے کپڑوں کے نیچے سانپ اور زچھو ہوں جو اسے مسلسل کاٹ رہے ہوں اس پر مشاہدے کی لذت پریشان کن ہوتی ہے۔ اور اچھی طرح لذت کا حصول اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے کپڑوں کے نیچے سے سانپوں اور زچھوؤں کو نہ



نکال دے اور بری عادات سانپ اور کچھو ہیں یہ ایذا بھی پہنچاتی ہیں اور پریشیاں بھی کرتی ہیں اور قبر میں پھوڑوں اور سانپوں کے ڈسنے سے اس قدر تکلیف نہیں ہوتی جتنی تکلیف ان کے ڈسنے سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندے کے نفس میں پائی جانے والی اچھی اور بری صفات میں فکر کے راستوں سے متعلق آگاہی کے سلسلے میں انتخابات کافی ہے۔

### دوسری قسم :

اللہ تعالیٰ کے جلال اس کی عظمت اور اس کی کبر مائی کے بارے میں غور و فکر کرنا۔ اس میں دو مقام ہیں اعلیٰ مقام یہ ہے کہ اس کی ذات و صفات اور اس کے اسمائے گرامی کے معانی میں غور و فکر کیا جائے لیکن اسے منع کیا گیا ہے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخلوق میں غور کر دو لیکن اس کی ذات میں فکر نہ کرو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں عقل حیران رہتی ہے اور سوائے صدیقین کے کسی کی نگاہ وہاں تک نہیں پہنچ سکتی پھر وہ بھی ہمیشہ اسے دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتے۔

بلکہ تمام مخلوق کی نگاہیں جلال خداوندی کی نسبت سے اس طرح ہیں جس طرح سورج کی نسبت سے چمکا ڈر کی آنکھ ہوتی ہے کیوں کہ وہ تو اس کی طاقت بالکل نہیں رکھتی بلکہ دن کو تو وہ چھپی رہتی ہے اور رات کے وقت سورج کی اس روشنی کو دیکھتا ہے جو زمین پر باقی ہوتی ہے۔

صدیقین کا حال اس طرح ہے جس طرح انسانوں کا سورج کو دیکھنا ہوتا ہے وہ سورج کو دیکھ تو سکتا ہے اس کی طرف نظر کو گاڑ نہیں سکتا اور اگر وہ اسے سلسل دیکھتا رہے تو بینائی کے جانے کا خطرہ ہوتا ہے ہو سکتا ہے اس کی آنکھیں چندھیا جائیں یا بینائی متفرق ہو جائے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھنا حیرت، دہشت اور عقل کا اضطراب پیدا کرتی ہے لہذا زیادہ بہتر یہی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں فکر کے لیے راستے نہ کھولے کیوں کہ اکثر عقلمیں اس کو برداشت نہیں کر سکتیں۔

بلکہ ایک معمولی مقدار جس کی وضاحت بعض علماء کرام نے کی ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے، جہتوں اور کنروں سے متفرق ہے نہ تو وہ عالم میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے۔ عالم سے ملا ہوا بھی نہیں اور جدا بھی نہیں۔ کئی لوگوں کی عقلمیں حیران ہو گئیں حتیٰ کہ انہوں نے اس کا انکار کر دیا کیوں کہ وہ اسے سننے اور اس کی معرفت کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ ایک گروہ تو اس سے بھی کمتر کو برداشت نہ کر سکا یعنی جیسا ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ اس کا سر، پاؤں ہاتھ، آنکھ یا کوئی دوسرا عضو ہو اور یہ کہ وہ جسم ہوجس کی کوئی مقدار اور حجم ہو۔ تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا اور یہ خیال کیا کہ یہ بات عظمت و جلال خداوندی کے لیے عیب ہے حتیٰ کہ عوام میں سے بعض بیوقوفوں نے کہا کہ یہ تو سنہندستان کے ترلوہر کا دھنکا ہے معبود (الہ) کا وصف نہیں ہے کیوں کہ اس لیے چارے کو یہی گمان تھا کہ ان اعضا میں ہی



جلالت و عظمت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان صرف اپنے آپ کو جانتا ہے اور اسی کو عظیم سمجھتا ہے اور جو کوئی اس کی صفات میں اس کے مساوی نہ ہو اس میں عظمت نہیں جانتا۔

ہاں اس کی انتہائی اس قدر ہے کہ وہ اپنے نفس کو اچھی صورت والا، تخت پر بیٹھا اور دیکھے اس کے سلسلے نوکر چاکر ہوں جو اس کے حکم کی تعمیل کر رہے ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہی کچھ تصور کرتا ہے اور اسی کو باعثِ عظمت سمجھتا ہے بلکہ اگر کبھی کے پاس عقل ہوتی اور اسے کہا جاتا کہ تمہارے خالق کے در پر، ہاتھ اور پاؤں نہیں ہیں اور نہ ہی وہ اڑ سکتا ہے تو وہ بھی خالق کا انکار کر دیتی۔

اور وہ کہتی کہ میرا خالق کیسے مجھ سے ناقص ہو سکتا ہے کیا وہ ایسا ہو گا کہ اس کے پر کٹے ہوئے ہوں یا وہ شل ہو جو اڑنے سکتا ہو یا میرے پاس ایسا سامان اور قدرت ہو جو اس کے پاس نہ ہو اور پھر بھی وہ میرا خالق اور مقدر ہو۔  
عام لوگوں کے عقیدے میں اس عقل کے قریب قریب ہیں اور بے شک انسان بے خبر، ناشکر ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو میری صفات کی خبر نہ دینا ورنہ وہ میرا انکار کر دیں گے بلکہ ان کو میرے بارے میں اسی قدر بتانا جو وہ سمجھتے ہیں۔

تو جب اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں غور کرنا خطرناک ہے تو مشریت کے ادب اور اصلاح خلق کا تقاضا ہے کہ وہ اس میں غور و فکر نہ کرے لیکن ہم دوسرے مقام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ وہ یہ کہ اس کے افعال قدرت ہستوتوں کے عجائبات اور مخلوق کے معاملات میں اس کی صنعت عجیبہ میں غور کیا جائے۔ کیوں کہ یہ باتیں اس کے جلال، کبریائی، تقدس اور بلندی پر دلالت کرتی ہیں اسی طرح اس کے علم و حکمت کے کمال اور اس کی مشیت و قدرت کے نفاذ پر بھی دلالت کرتی ہیں لہذا اس کی صفات کے آثار پر غور کرے کیوں کہ ہم اس کی صفات کو (براہ راست) نہیں دیکھ سکتے جیسا کہ ہم سورج کے چمکنے کے وقت براہ راست زمین کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہم چاند اور ستاروں کے نور سے سورج کی روشنی کی عظمت کو دیکھتے ہیں کیوں کہ زمین کا نور سورج کی روشنی کے آثار میں سے ہے اور آثار پر غور کرنے سے مشر پر دلالت حاصل ہوتی ہے چاہے وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ وہ خود موثر کو دیکھنے کے برابر نہیں ہوتی۔

دنیا میں جو کچھ موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار میں سے ایک اثر ہے اس کے انوارِ ذات میں سے ایک نور ہے بلکہ عدم سے بڑھ کر کوئی اندھیرا نہیں ہے اور وجود سے زیادہ واضح کوئی نور نہیں ہے تمام اشیاء کا وجود اس کے انوارِ ذات میں سے ایک نور ہے کیوں کہ تمام اشیاء اس کی قیوم ذات کے ساتھ قائم ہیں جیسے جسموں کا نور سورج کی روشنی سے قائم ہے اور جب سورج کا کچھ حصہ ظاہر ہوتا ہے تو طریقہ یہ ہے کہ پانی کا ایک تھال رکھا جائے حتیٰ کہ تم اس میں سورج کو دیکھو اب اسے دیکھنا ممکن ہوتا ہے تو پانی ایک واسطہ ہے جو سورج کی روشنی کو قدرے کم کر دیتا ہے حتیٰ کہ اسے دیکھنا آسان ہو جاتا ہے اسی طرح یہ افعال واسطہ ہیں جن میں فاعل کی صفات کی جھلک موجود ہوتی ہے تو ہم نورِ ذات



سے حیران نہیں ہوتے کیوں کہ افعال کے واسطے سے ہم اس سے قدر سے دور ہو گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں ہیں راز ہے۔  
آپ نے فرمایا۔

تَفَكَّرُوا فِي خَلْقِ اللَّهِ وَلَا تَفَكَّرُوا فِي ذَاتِ اللَّهِ - (۱)

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور و فکر کرو لیکن اس کی ذات میں تفکر نہ کرو۔

فصل ۷:

## مخلوقِ خدا میں تفکر کی کیفیت

جان لو! اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ بھی موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فعل اور اس کا پیدا کردہ ہے اور ہر ذرہ چاہے وہ جوہر یا عرض، صفت یا موصوت اس میں عجائب و غرائب ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی حکمت، قدرت، جلال اور عظمت کا ظہور ہوتا ہے اور ان کا شمار کرنا ناممکن ہے کیوں کہ اگر سمندر اس کے لیے سیاہی بن جائے تو ایک فیصد بھی پورا نہ ہو اور سمندر اس سے پہلے ختم ہو جائے۔ تاہم، ہم بطور غور و کچھ ذکر کرتے ہیں تاکہ اسے باقی کے لیے مثال قرار دیا جاسکے۔

### دو قسم کی مخلوق:

مخلوق کی دو قسمیں ہیں ایک وہ مخلوق ہے جس کی اصل سے ہم واقف نہیں ہیں لہذا ہم اس میں غور و فکر نہیں کر سکتے اور کتنی ہی موجودات ہیں جن کو ہم نہیں جانتے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ - (۲)

اور وہ پیدا کرتا ہے جسے تم نہیں جانتے۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ دَرَجَاتٍ وَمَا تَنْبُتُ الْأَرْضُ وَمِنَ أَنْفُسِهِمْ دَرَجَاتٌ لَّا يَعْلَمُونَ -

وہ ذات پاک ہے جس نے زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں کے اور تمہارے بھلی جوڑے پیدا کئے اور ان سے بھی جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَنَسْتَشْكُرُ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ - (۳)

اور ہم تمہیں اس صورت میں پیدا کرتے ہیں جس کو تم نہیں جانتے۔

(۱) قرآن مجید، سورہ نمل آیت ۸

(۲) قرآن مجید، سورہ یسین آیت ۲۶

(۳) قرآن مجید، سورہ واقعہ آیت ۶۱



دوسری قسم کی مخلوق وہ ہے جس کی اصل کا اجمالی علم تو ہوتا ہے لیکن تفصیل معلوم نہیں ہوتی تو ہمارے لیے اس کی تفصیل میں غور و فکر کرنا ممکن ہے پھر اس کی دو صورتیں ہیں ایک وہ جس کا ادراک ہم جو اس سے کرتے ہیں اور دوسری وہ ہے جس کا ادراک آنکھ سے نہیں ہو سکتا۔

جس مخلوق کا ادراک آنکھ سے نہیں ہو سکتا وہ مثلاً فرشتے، جن، شیطان، عرش اور کرسی وغیرہ ہیں۔ ان اشیاء میں فکر کا میدان تنگ اور نہایت گہرا ہے۔

اب ہم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو ذہنوں کے زیادہ قریب ہے اور یہ وہ اشیاء ہیں جو آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہیں سات آسمان اور سات زمینیں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان پر مشتمل ہے۔

آسمان اپنے ستاروں، سورج، چاند، ان کی حرکت اور طلوع و غروب میں ان کی گردش کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ زمین کا مشاہدہ اس کے پہاڑوں، نہروں، دریاؤں، حیوانات، نباتات اور ان چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں۔ اور وہ جو ہر ہے جو بادلوں، بارشوں، برف گرج چمک، ٹوٹنے والے ستارے اور تیز ہواؤں میں۔ تو یہ وہ اجناس ہیں جو آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان دیکھی جاتی ہیں۔ پھر ان میں سے ہر جنس کی کئی انواع ہیں پھر ہر نوع کی کئی اقسام ہیں اور ہر قسم کی کئی شاخیں ہیں اور صفات، ہیئت، اور ظاہری و باطنی معانی کے اختلاف کی وجہ سے اس کی تقسیم کا سلسلہ کہیں رکتا نہیں۔ اور یہ تمام فکر کے میدان ہیں۔ زمین و آسمان کے جمادات و نباتات و حیوانات، فلک اور ستاروں میں سے ایک ذرہ بھی اللہ تعالیٰ کے حرکت دینے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔

ان کی حرکت میں ایک حکمت ہو یا دوسری ہوں یا ہزار یہ سب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہیں۔ اور اس کے بدل و کبریائی پر دلالت کرتی ہیں۔ یہی اس وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں اور علامات ہیں قرآن پاک میں انی نشانوں پر غور و فکر کی ترغیب دی گئی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ فِيْ خُلُقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاجْتِلَافِ  
اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيٰتٍ لِّذٰوِ الۡاَبۡصٰرِ - (۱۱)

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدلنے میں عقل مند لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں

اور جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

اور یہ اس کی نشانوں میں سے ہے۔

۲۲

وَمِنْ آيٰتِهِۦ -

یعنی قرآن مجید، شروع سے آخر تک اللہ تعالیٰ کی نشانوں میں سے ہے اب ہم بعض نشانوں میں غور و فکر کی کیفیت بیان



کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک انسان ہے جو نطفے سے پیدا ہوا اور آدمی کے سب سے زیادہ نزدیک اس کا نفس ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے عجائبات ہیں جو اس کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں اور یہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان میں سے ایک فیصد سے آگاہی پر ہی تمام زندگی ختم ہو جائے۔ اور تم اس سے غافل رہو تو اسے وہ شخص جو اپنے نفس سے غافل اور بے خبر ہے، خود مسروں کی پہچان کی طرح کیسے کر سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے نفس میں غور و فکر کا حکم دیا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے -

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ - (۱۱)

اور اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تم ایک گنہگار نطفے سے پیدا ہوئے ہو۔

ارشاد خداوندی ہے -

انسان ہلاک ہو وہ کس قدر ناشکر ہے اللہ تعالیٰ نے اسے کس چیز سے پیدا کیا پانی کی ایک بوند سے پیدا کیا پھر اسے اندازے سے رکھا پھر اس کا راستہ آسان کر دیا پھر اسے موت دے کر قبر میں پہنچایا پھر جب چاہے گا اسے اٹھائے گا۔

قُنِدَ الْإِنْسَانَ مَا كَفَرًا مِنْ آتِي شَيْءٍ خَلَقَهُ  
مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ تَمَّ السَّبِيلَ  
يَسَّرَهُ تَمَّ مَاتَهُ فَاقْبَرَهُ تَمَّ  
إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ -

(۱۲)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے -

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تہیں مٹی سے پیدا کیا پھر تم انسان ہو جو پھیل گئے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ  
إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ - (۱۳)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے -

کیا وہ (انسان) پانی کی ایک بوند نہ تھا جو رحمِ مادر میں اٹپکایا جاتا ہے پھر اس سے وہ لوتھڑا بنا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا اور اعضاء درست کئے۔

أَلَمْ يَكُنْ نُّطْفَةً مِنْ مَتْنِي يُمْنِي ثُمَّ كُنْ  
عَلَقَةً فَخَلَقَ نَسُوْلِي - (۱۴)

(۱۱) قرآن مجید، سورۃ الذاریات آیت ۲۱

(۱۲) قرآن مجید، سورۃ عبس آیت ۱۶ تا ۲۲

(۱۳) قرآن مجید سورۃ روم آیت ۲۰

(۱۴) قرآن مجید، سورۃ القیامتہ آیت ۲۲، ۲۱



اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہیں کیا پھر ہم نے اس پانی کو ایک معلوم مقدار تک ایک جگہ نہیں بٹھرایا۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ اِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ۔ (۱)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا تو اب وہ کھلم کھلا جھگڑا لو ہے۔

اَرَكُمۡ يَدۡاِ الْاِنۡسَانِ اِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ كَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبۡيۡنٌ۔ (۲)

اور ارشاد خداوندی ہے۔

بلاشبہ ہم نے ہی انسان کو ایک مخلوط نطفہ سے پیدا فرمایا۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنۡسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمۡسَاجٍ۔ (۳)

پھر بتایا کہ کس طرح اس نے نطفہ کو جما ہوا خون، جسے ہوئے خون کو گوشت کا لوتھڑا اور اس لوتھڑے کو ہڈیاں بنایا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے پانی کی ایک بوتل بنا کر ایک محفوظ مقام پر رکھا پھر ہم نے نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنۡسَانَ مِنْ سَلۡكَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِيۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً۔ (۴)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے نطفہ (مادہ منویہ) کا بار بار ذکر اس لیے نہیں کیا کہ اس لفظ کو سنایا جائے اور اس کے معنی میں غور نہ کیا جائے تو اب نطفہ کو دیکھو یہ گندے اور ناپاک پانی کا ایک قطرہ ہے اگر اس کو ایک گھڑی چھوڑ دیا جائے تاکہ اسے ہوائے تودہ خراب ہو کر بوندینے لگتا ہے اور کس طرح تمام پالنے والوں کے پالنے والے اسے مردوں کی پٹھیوں اور عورتوں کی چھاتیوں سے نکالا اور کس طرح مرد اور عورت کو اکٹھا کیا اور ان کے دلوں میں محبت ڈالی اور کس طرح محبت اور شہوت کے سلسلے میں ان کو جمع کیا اور پھر جماع کی حرکت سے مرد سے نطفہ کو نکالا اور پھر حیض کے خون کو کس طرح رگوں کے اندر سے کھینچ کر رحم میں جمع کیا پھر اس نطفے سے کس طرح بچے کو پیدا کیا۔ اور اسے حیض کا خون کھلایا اور پلایا

(۱) قرآن مجید، سورۃ مہر سات آیت ۲۰ تا ۲۲

(۲) قرآن مجید سورۃ یسین آیت ۷

(۳) قرآن مجید، سورۃ الدھر آیت ۲

(۴) قرآن مجید، سورۃ مومنون آیت ۱۲، ۱۳، ۱۴



حتیٰ کہ وہ بڑھا اور اس کی پرورش ہوئی اور بڑا ہوا اور پھر کس طرح اس نطفے کو جو سفید چمکدار تھا جما ہوا سرخ خون بنا دیا پھر اسے گوشت کا ٹوٹھرا کس طرح بنایا پھر اس نطفے کے اجزاء کو ہڈیوں، پٹھوں، رگوں، ریشوں اور گوشت میں تقسیم کر دیا حالانکہ وہ ٹکڑے تو ایک جیسے تھے۔

پھر گوشت، پٹھوں، اور رگوں سے ظاہری اعضاء کی ترکیب فرمائی سر کو گول بنایا کان کو سوراخ کی شکل میں رکھا اسی طرح آنکھ ناک، منہ اور باقی تمام سوراخوں کا معاملہ ہے۔

پھر کس طرح باطنی اعضاء بنائے مثلاً دل، معدہ، جگر، تلی، پھیپھڑے، رحم، شانہ اور آنتیں بنائیں ہر ایک کی شکل مقدار اور عمل مخصوص معین ہے پھر ان میں سے ہر ایک عضو کو دوسری اقسام میں تقسیم فرمایا۔ مثلاً آنکھ کو سات طبقوں میں تقسیم کیا ہر طبقے کا وصف خاص ہے اور اس کی شکل بھی مخصوص ہے اگر اس کا کوئی ایک طبقہ مفقود ہو جائے یا اس کی کوئی ایک صفت زائل ہو جائے تو آنکھ دیکھنا چھوڑ دیتی ہے۔

اگر ہم ایک ایک عضو کے عجائب کا وصف بیان کرنا شروع کریں تو تمام عمر اسی میں گزر جائے۔ اب ہڈیوں کو دیکھو یہ سخت اور مضبوط جسم ہیں اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کو نرم اور پتلے نطفے سے بنایا پھر ان کو بدن کے قائم ہونے کا ذریعہ بنایا ان کو مختلف مقدار اور مختلف شکلوں پر رکھا کوئی ہڈی چھوٹی ہے تو کوئی بڑی کوئی لمبی ہے تو کوئی گول، کوئی اندر سے خالی ہے اور کوئی ٹھوس ہے اسی طرح کوئی چوڑی ہے اور کوئی تیلی ہے۔

اور جب انسان اپنے تمام بدن اور بعض اعضاء کے ساتھ حرکت کا حاجت مند ہے اور وہ اپنی حاجات کے لیے ادھر ادھر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایک ہڈی نہیں بنائی بلکہ بہت سی ہڈیاں بنا کر ان کے درمیان جوڑ رکھے ہیں تاکہ ان کے ساتھ حرکت آسان ہو اور ان میں سے جس سے جو حرکت مطلوب ہے اسی کے مطابق اسے شکل دی ہے پھر ان جوڑوں کو ملایا اور اس کا طریقہ یوں رکھا کہ ایک ہڈی کے کنارے پر ریشہ رکھا جس کو دوسری ہڈی سے ملا دیا جس طرح ایک چیز سے باندھا جاتا ہے پھر ایک طرف کی ہڈی کے کونے زائد باہر نکلے ہوئے ہیں اور دوسری ہڈی میں اس کے موافق گڑھا بنا دیا تاکہ وہ زائد حصے اس میں داخل ہو کر خوب برابر ہو جائیں۔

اب انسان کی حالت یہ ہو گئی کہ جب وہ بدن کے کسی حصے کو حرکت دینا چاہتا ہے تو اسے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی اگر یہ جوڑ نہ ہوتے تو اس کے لیے ایسا کرنا مشکل ہو جاتا۔

پھر دیکھو کہ سر کی ہڈیوں کو کس طرح پیدا کیا ان کو کیسے جمع کر کے ایک دوسری کے ساتھ جوڑا اسے سپین ہڈیوں سے مرکب کیا جن میں سے ہر ایک کی شکل و صورت دوسری سے مختلف ہے ان کو ایک دوسرے سے اس طرح ملا کر ٹھیک ٹھیک گول سر بن گیا ان میں سے چھ ہڈیاں کھوپڑی کے ساتھ خاص ہیں چودہ ہڈیاں اوپر والے جبڑے کی اور دو نیچے والے جبڑے کی ہیں اور باقی ہڈیاں دانت ہیں۔



بعض دانت چوڑے ہیں جو پینے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بعض تیز ہیں جو کاٹنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور یہ انیاب، اخراس اور شنایا ہیں (دانتوں کے نام ہیں) پھر گردن کو سر کی سواری بنایا اور اسے سات منکوں سے مرکب کیا جو اندر سے خالی ہیں اور گول ہیں ان میں کچھ گھٹا و بڑھاؤ ہے تاکہ ایک دوسرے سے جڑ سکیں اس کی حکمت کی وجہ طویل ہے پھر گردن کو پیٹھ سے اوپر رکھا اور پیٹھ کو گردن کے نچلے حصے سے لے کر سرین کی ہڈی کے آخر تک جو بیس منکے رکھے ہیں اور سرین کی ہڈی کو تین مختلف اجزاء سے مرکب کیا چنانچہ اس کی نچلی جانب سے ریڑھ کی ہڈی ملی ہوئی ہے اور وہ بھی تین اجزاء سے مرکب ہے پھر پیٹھ کی ہڈیاں، سینے کی ہڈیوں اور کانڈھوں کی ہڈیوں سے ملائیں پھر ہاتھوں کی ہڈیاں ہیں زیر ناف کی ہڈیاں، سرین کی ہڈیاں، رانوں اور پیٹھ کی ہڈیاں اور پاؤں کی انگلیوں کی ہڈیاں ہیں ہم ان سب کے شمار سے کلام کو طول دینا نہیں چاہتے انسانی بدن میں ہڈیوں کا مجموعہ دو سو اڑتالیس ہڈیوں پر مشتمل ہے چھوٹی چھوٹی ہڈیاں جن سے جوڑوں کے گڑھوں کو پُر کیا گیا ہے اس کے علاوہ ہیں تو دیکھو کس طرح یہ سب کچھ ایک نرم اور پتے نطفے سے پیدا کیا گیا ہے۔

ہڈیوں کی تعداد ذکر کرنے سے ہمارا مقصود ان کی گنتی معلوم کرنا نہیں ہے کیوں کہ یہ تو ایک ادنیٰ سا علم ہے جسے طبیب اور تشریح کرنے والے لوگ جانتے ہیں ہماری غرض تو یہ ہے کہ ان سے ان کی تدبیر کرنے والے اور ان کے خالق کو دیکھا جائے کہ اس نے کس قدر ان کی تدبیر و تخلیق فرمائی ہے اور ان کی شکلوں اور مقدار کو مختلف رکھا اور اس تعداد کے ساتھ مخصوص کیا کیوں کہ اگر ان میں سے ایک بھی زیادہ ہوتی تو وہ انسان کے لیے وبال ہوتی ہے اور وہ اس کو اکھاڑنے پر مجبور ہو جاتا اور اگر ان میں سے ایک بھی کم ہوتی تو نقصان ہوتا جسے پورا کرنے کی حاجت ہوتی تو طبیب ان میں اس اعتبار سے دیکھتا ہے کہ ان کے نقصان کے علاج کا طریقہ معلوم کرے اور اہل بصیرت اس لیے دیکھتے ہیں کہ ان کے ذریعے ان کے خالق اور مصور کی جلالت پر استدلال کریں۔ پس دونوں قسم کی نظر میں فرق ہے۔

پھر دیکھئے کس طرح اللہ تعالیٰ ان ہڈیوں کو حرکت دینے کے لیے آلات پیدا فرمائے اور وہ گوشت اور پٹھے ہیں تو انسانی بدن میں پانچ سو انتیس عضلات پیدا فرمائے اور یہ عضلات گوشت، پٹھے، بند اور جھیلوں سے مرکب ہے ان کی مقداریں اور شکلیں ان کے مقامات اور ضرورتوں کے مطابق مختار ہیں جو ہمیں آنکھ کے پوٹے اور ہلکیوں کو متحرک کرنے کے لیے ہیں اگر ان میں سے ایک بھی کم ہوتا تو آنکھ کا معاملہ گڑبڑ ہو جاتا اسی طرح ہر عضو کے لیے مخصوص تعداد اور مخصوص مقدار میں عضلات ہیں (گوشت اور پٹھوں کے مجموعہ کو عضلہ (عضلات) کہتے ہیں)

پٹھوں، رگوں، شریانوں کا حال ان کی تعداد، چمکنے کی جگہ اور ان کا پھیلاؤ اور تقسیم ان سب سے زیادہ تعجب خیز ہے جس کی تشریح طویل ہے تو ان اجزاء میں سے ایک ایک میں پھر ہر عضو میں اور پھر تمام بدن میں غور و فکر کا میدان ہے۔ یہ سب بدن کے ظاہری حصے کے عجائبات ہیں جب کہ معانی اور صفات کے عجائب جن کا ادراک حواس کے ذریعے نہیں ہو سکتا وہ اس سے بھی بڑے ہیں نواب تم انسان کے ظاہر و باطن کو دیکھو، اس کے بدن اور اس کی



صفات پر نظر دوڑاؤ تو اس میں ایسے عجائبات اور صنعت ہے جو باعث تعجب ہے اور یہ سب کچھ پانی کے ایک ناپاک قطرے میں اللہ تعالیٰ کی صنعت ہے تو حیب ایک قطرہ پانی میں صنعت کا یہ عالم ہے تو آسمانوں کی ملکوت اور ستاروں میں کیسی ہوگی ان کو بنانے، شکلیں دینے، ان کی مقدار اور تعداد پھر بعض کے اکٹھے اور بعض کے متفرق ہونے نیز ان کی صورتوں کے اختلاف اور طلوع و مغرب کے مختلف ہونے میں کیا کیا حکمتیں ہیں تمہیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ آسمانوں کی بادشاہی میں ایک فرہ بھی حکمت اور حکم سے خالی ہے بلکہ ان کی تخلیق نہایت مضبوط اور صنعت درست ہے اور انسانی بدن کی نسبت ان کے عجائبات زیادہ ہیں بلکہ تمام زمین کے عجائبات کو آسمانی ملکوت کے عجائب سے کوئی نسبت نہیں ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّتُمْ اَسْتَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاءِ بِنَاہَا  
رَكَعًا سَمَكًا فَسَوَّآہَا وَاَعْطَشَ لَیْلَهَا  
وَاَخْرَجَ ضُحَاهَا۔ (۱)

کیا تمہیں پیدا کرنا مشکل ہے یا آسمان کا اس نے اسے بنایا  
اس کی چھت کو خوب اونچا کیا پھر اسے درست کیا اور  
اس کی رات کو تاریک کیا اور اس کے دن کو ظاہر کیا۔

اب پھر نطفے کی طرف رجوع کرو اس کی پہلی حالت میں غور و فکر کرو اور پھر دوسری حالت کو دیکھو اور سوچو کہ اگر تمام جن اور انسان جمع ہو جائیں اور نطفے کو کان، آنکھ، عقل، طاقت، علم یا روح میں بدلنا چاہیں یا اس میں کوئی بڑی، برگ، چٹھا، چمڑا یا بال پیدا کرنا چاہیں تو کیا ایسا کر سکتے ہیں؟ بلکہ اگر وہ اس کی حقیقت کی گہرائی کو جاننا چاہیں اور تخلیق خداوندی کی کیفیت معلوم کرنا چاہیں تو اس سے عاجز ہوں گے۔

تم پر تعجب ہے اگر تم کسی دیوار پر مصور کی بنائی ہوئی تصویر دیکھو جس میں نقاش نے کمال فن کا مظاہرہ کیا ہو حتیٰ کہ وہ بالکل انسان معلوم ہوتی ہو اور دیکھنے والا بھی پکارا ٹھے کہ یہ تو انسان کی طرح ہے تو نقاش کی سمجھداری اور ہاتھ کی صفائی پر تمہیں تعجب ہوتا ہے اور تمہارے دل میں اس کی بڑائی جاگزیں ہو جاتی ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ تصویر رنگ، قلم، ہاتھ دیوار، طاقت، علم ارادے سے بنی ہے اور ان میں سے کوئی بھی چیز نقاش کے فعل اور تخلیق سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ ان چیزوں کو ایک دوسری ذات نے پیدا کیا ہے۔ نقاش نے تو صرف اتنا کیا کہ رنگ اور دیوار کو ایک مخصوص ترتیب پر جمع کیا تو تم اس پر بہت زیادہ تعجب کرنے ہو اور اسے بہت بڑی بات سمجھتے ہو۔

جب کہ تم ناپاک نطفے کو دیکھتے ہو جو پہلے معدوم تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پیٹھوں اور چھاتیوں میں پیدا کیا پھر وہاں سے نکال کر اسے اچھی شکل دی اور نہایت مناسب مقدار پر رکھا اور صورت بنائی اور اس کے اجزا کو جو ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، مختلف اجزا میں تقسیم کیا بڑیوں کو مضبوط کیا اور اعضاء کو اچھی شکلیں دیں اس کے ظاہر و باطن کو زینت دی،



اس کی رگوں اور پٹھوں کو مرتب کیا اور غذا کے راستے بنائے تاکہ یہ اس کے باقی رہنے کا سبب بنے اسے سننے دیکھنے ، جانتے اور بولنے والا بنایا اس کے لیے پیٹھ بنائی جو بدن کی بنیاد ہے بدن کو تمام غذائی آلات پر حاوی اور سر کو تمام حواس کا جامع بنایا۔

پھر آنکھوں کو کھولا اور اس کے طبقوں کو ترتیب دی ان کی شکلوں کو رنگ اور ہیئت کو اچھا بنایا پھر اس کو ڈھانپنے اس کی حفاظت اور صفائی کے لیے سپوٹوں کو بنایا جو اس سے گندگی وغیرہ کو دور رکھتے ہیں پھر اس کی تپلی کی مقدار میں آسمانوں کو دکھایا حال ان کے کنارے پھیلے ہوئے ہیں اور دور دور میں لیکن وہ ان کو دیکھ رہا ہے۔

پھر اس کے کان بنا کر ان میں کڑوا پانی رکھا تاکہ سماعت کی حفاظت رہے اور کیڑے موڑے اندر نہ جائیں اور اس کے ارد گرد سپپ کی شکل میں کان کا چمڑہ رکھا تاکہ آواز جمع ہو کر اس کے سوراخ کے اندر جائے اور کیڑوں کی آواز کا احساس ہو پھر اس کان میں کڑھ اور ٹیڑھے راستے رکھے ہیں تاکہ اگر کوئی کیڑا وغیرہ اس میں جائے تو اسے بہت زیادہ چلنا پڑے اور اس کا راستہ لمبا ہو اور جب آدھی کی نیند کی حالت میں وہ کیڑا اندر جانے کی کوشش کرے تو بہ جاگ جائے۔ پھر چہرے کے درمیان ناک کو بلند کیا اور اسے اچھی شکل میں بنایا اس میں دو سوراخ رتھنے اٹھولے اور اس میں سونگھنے کی حس رکھی تاکہ بُو کو سونگھ کر کھانے پینے کی چیزوں کا علم ہو سکے۔ اور ان سوراخوں کے ذریعے ہوائی روح جو دل کی غذا ہے اندر کھینچ سکے اور اس طرح اسے باطنی حرارت کو نیکین ہو۔

علاوہ انہیں اس کے لیے منہ کو کھلا رکھا اور اس کے اندر زبان رکھی جو بولتی ہے، اور دل کے اندر کی باتوں کو باہر لاکر اس کی ترجمانی کرتی ہے منہ کو دانتوں کے ذریعے زینت دی تاکہ وہ پینے، توڑنے اور کاٹنے کا آلہ ہوں ان کی بنیادوں کو مضبوط رکھا اور ان کے کناروں کو تیز کیا ان کا رنگ سفید بنایا اور ان کو ترتیب کے ساتھ رکھا اور ان کے سروں کو برابر رکھا گو یا وہ (ہا میں) پروٹے ہوئے موٹی ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ہونٹوں کو پیدا فرما کر ان کو اچھی شکل اور اچھا رنگ دیا کہ ان کے ذریعے منہ بند ہو جائے اور کلام کے حروف مکمل ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ناز سے پیدا کئے اور ان کو آواز کے نکلنے کے لیے تیار کیا۔ اور زبان میں حرکت پیدا کی اور اس میں طاقت رکھی جس کے ذریعے الفاظ کو کاٹ سکے تاکہ مختلف مخارج سے الفاظ نکل سکیں اور بولنے کا راستہ کشادہ ہو۔ پھر تنگی، کٹ ہوگی، سختی، نرمی، لمبائی اور چھوٹائی کے اعتبار سے زخروں کو مختلف شکلوں پر پیدا کیا حتیٰ کہ ان کے اختلاف سے آوازیں مختلف ہوتی ہیں اور دو آوازیں ایک جیسی نہیں ہوتیں بلکہ دو آوازوں کے درمیان فرق ظاہر ہوتا ہے حتیٰ کہ اندھیرے میں سنتے والہ محض آواز سے امتیاز کرتا ہے کہ کون بول رہا ہے۔

پھر اس خالق کائنات نے سر کو بالوں اور کپٹیوں سے زینت دی چہرے کو ڈالھی اور ابروؤں کے ذریعے اور ابروؤں کو بالوں کی باریکی اور کمان کے شکل کے ذریعے زینت دی اور آنکھوں کو پلکوں کے ذریعے مزین فرمایا۔



اور اس ذات لائٹریک نے باطنی اعضا پیدا فرمائے اور ہر عضو کو ایک مخصوص فعل کے لیے مسخر کیا معدے کو غذا کے پکانے کے لیے خاص کیا ہجر کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ غذا کو خون میں بدل دے، جب کہ تلی، پتے اور گردے کو جگر کا خادم بنایا تھی، جگر سے سودا کو جذب کرتی ہے پتہ اس سے صفرا کو کھینچتا ہے اور گردہ رطوبت کو اس سے کھینچ کر اس کی خدمت کرتا ہے اور مثانہ گردے کی خدمت کرتا ہے کہ اس سے پانی کو قبول کرتا ہے اور پھر پیشاب گاہ کے راستے سے نکال دیتا ہے اور رگین جگر کی اس طریقے پر خدمت کرتی ہیں کہ خون کو جسم کے تمام کناروں تک پہنچاتی ہیں۔

پھر ہاتھوں کو پیدا فرمایا اور ان کو لمبا رکھا تاکہ مفاصل تک پہنچ سکیں ہتھیلی کو چوڑا بنایا اور انگلیوں کی تعداد پانچ رکھی اور ہر انگلی میں تین پورے (جوڑے) رکھے چار انگلیوں کو ایک طرف اور انگوٹھے کو دوسرے طرف رکھا تاکہ انگوٹھا ان سب پر گھوم سکے۔

اگر تمام پہلے اور پچھلے لوگ جمع ہو کر نہایت دقیق فکر کے ذریعے معلوم کرنا چاہیں کہ کسی طرح ان انگلیوں اور انگوٹھے کی اس موجودہ ترتیب کو بدل دیں اور سب انگلیوں کو ایک ہی طرف کو رکھیں پھر انگلیوں کی لمبائی میں فرق بھی ہو تو وہ ایسا نہیں کر سکتے کیوں کہ اس ترتیب کے ذریعے ہاتھ پڑنے اور سینے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اگر ہاتھ کو پھیلا دیں تو وہ ایک تھال کی طرح ہے اس پر جو چاہے رکھے اور اگر اسے اٹھا کریں تو مارنے کا آلہ بن جاتا ہے اور اگر نامکمل طور پر ملائیں تو ایک چلو بن جاتا ہے اگر کھلا رکھیں لیکن انگلیوں کو ملا دیں تو نیچے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

اور اس نے انگلیوں کے سروں پر ناخن پیدا کئے جو زینت ہیں اور دوسری طرف سے ان کے لیے سہارا ہیں تاکہ انگلیاں کٹ نہ جائیں اور تاکہ ان کے ذریعے باریک چیزوں کو اٹھا سکیں جو پوروں کے ذریعے نہیں اٹھا سکتے اور ضرورت کے وقت بدن کو کھلا بھی سکیں ناخن بدن میں سب سے ہلکی چیز ہے لیکن اگر یہ ناخن نہ ہوتے اور اسے کھلانے کی ضرورت پڑتی تو یہ سب سے عاجز اور کمزور مخلوق ہوتا اور بدن کو کھلانے کے لیے ناخن کے قائم مقام کوئی چیز نہ ہوتی۔

پھر ہاتھ کو خارش کی جگہ بھی بنا دی یہاں تک کہ وہ وہاں پہنچ جاتا ہے اگر چہ منید یا غفلت کی حالت میں ہو اور اسے جگہ دھونڈنے کی ضرورت نہ ہوتی اگر وہ کسی دوسرے سے مدد لیتا تو طویل مشقت کے بعد وہ خارش کی جگہ پر مطلع ہوتا۔

اور یہ سب چیزیں نطفے سے پیدا کی ہیں اور وہ رحم میں تین پردوں کے اندر ہوتا ہے اور اگر پردہ ہٹا دیا جائے اور وہاں تک نگاہ پہنچے تو وہ دیکھے گا کہ کس طرح ان کو صورت دی جا رہی ہے یہ ایک دوسرے کے بعد بنتے چلے جاتے ہیں لیکن نہ مصور نظر آتا ہے نہ کوئی تصویر بنانے والا آکر۔

تو کیا تم نے کوئی ایسا مصور یا کام کرنے والا دیکھا ہے کہ جو تصویر بنانے کے آکر اور اس کی مصنوع کو ہاتھ نہ لگائے اور وہ اس میں تصرف بھی کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ کی شان کتنی بلند ہے اور اس کی دلیل کتنی واضح ہے وہ پاک ذات ہے۔

پھر اس کی قدرت کا کمال اور رحمت تمام کو دیکھو کہ جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے اور رحم میں گنجائش نہیں رہتی تو اس کی



راہنمائی کیسی فرماتی کہ وہ اونڈھا ہو کر اور حرکت کر کے اس تنگ جگہ سے نکلتا ہے اور سوراج ڈھونڈتا ہے گو یا کہ وہ جس چیز کا محتاج ہے اس کی سمجھ اور بصیرت رکھتا ہے پھر باہر نکلنے کے بعد جب غذا کا محتاج ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے کس طرح اسے چھاتی کو منہ میں لینے کا راستہ بتایا ہے۔

پھر جب اس کا جسم نرم ہے اور وہ سخت غذائیں برداشت نہیں کر سکتا تو کس طرح اس کے لیے نرم دودھ کا انتظام فرمایا اور اس دودھ کو خالص اور گلے سے اترنے والا بنا کر خون اور گو بھڑ کے درمیان میں سے نکالا کس طرح عورت کے پستان بنائے اور ان میں دودھ کو جمع کر دیا اور ان پستانوں کے کنارے ایسے بنا دیئے کہ بچے کے منہ میں آجائیں پھر پستان کے اس سرے میں نہایت تنگ سوراخ رکھا کہ جب بچہ اسے چوستا ہے تو اس سے دودھ آہستہ آہستہ نکلتا ہے کیوں کہ تھوڑے دودھ کا ہی متحمل ہو سکتا ہے اور جب اسے زیادہ بھوک ہو تو کس طرح وہ اس تنگ جگہ سے زیادہ دودھ کھینچ لیتا ہے۔

پھر رحمت خداوندی کو دیکھو اس کی شفقت اور مہربانی یہ ہے کہ دو سال تک دانت پیدا نہیں فرماتا کیوں کہ بچہ دو سال صرف دودھ سے غذا حاصل کرتا ہے لہذا اسے دانتوں کی ضرورت نہیں ہوتی اور جب بڑا ہو جاتا ہے اور اب ہلکی پھلکی غذا اس کے موافق نہیں ہوتی اور اسے سخت غذا کی ضرورت ہوتی ہے اور اب کھانا چبانا پڑتا ہے تو اس کے لیے دانت پیدا کر دیئے کہ اب اسے ان کی ضرورت ہے پہلے نہ تھی۔

تو وہ ذات پاک ہے اس نے کس طرح نرم مسوڑھوں میں سخت لہریاں (دانت) پیدا فرمائیں۔

پھر والدین کے دلوں میں اس کے لیے شفقت ڈالی کہ جس وقت وہ خود اپنا انتظام نہیں کر سکتا وہ اس کے لیے انتہام اور تدبیر کرتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رحمت نہ ڈالتا تو بچہ اپنے لیے انتظام کے سلسلے میں تمام مخلوق سے زیادہ عاجز ہوتا۔

پھر دیکھئے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے طاقت، سمجھداری، عقل اور ہدایت تدریجاً عطا فرمائی یہاں تک اسے کامل کر دیا اور وہ بالغ ہو گیا پہلے بلوغ کے قریب تھا پھر جوان ہوا اس کے بعد ادھیر عمر کو پہنچا اور پھر بوڑھا ہو گیا، اب یا تو وہ شکر ادا کرنے والا ہوتا ہے یا انکار کرنے والا، عبادت گزار ہوتا ہے یا نافرمان، مومن ہوتا ہے یا کافر، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

کیا انسان پر کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا جب اس کا ذکر نہیں تھا بے شک ہم نے انسان کو مخلوق نطفے سے پیدا فرمایا تاکہ ہم اسے آزمائیں تو ہم نے اسے سننے دیکھنے والا بنایا بے شک ہم نے اسے راستہ دکھایا اب چاہے

هَذَا آتَىٰ عَلَيَّ اِذْ سَانَ حِينٍ مِّنَ  
الذَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا اِنَّا خَلَقْنَا  
اِذْ سَانَ مِّنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ  
فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا لِّبَصِيْرًا اِنَّا هَدَيْنَاهُ



السَّبِيلَ اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كَفُوْرًا - (۱)

وہ شکر گزار بنے یا احسان فراموش ہو۔  
تو اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کو دیکھو پھر اس کی قدرت اور حکمت میں غور کرو تم اس کے ربانی عجائب سے حیران رہ جاؤ گے۔

اس آدمی پر بہت تعجب ہے جو کسی دیوار پر ایک اچھا خط یا نقش دیکھتا ہے اور اسے پسند کرتا ہے اور لوہری لکیریں کھینچنے والے اور نقاش کے بارے میں غور و فکر کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے کہ اس نے کسی طرح یہ نقش بنایا یہ لکیریں کیسے کھینچیں اور اسے یہ قدرت کیسے حاصل ہوئی اسے دل ہی دل میں بہت بڑا سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ شخص کتنا بڑا ماہر فن ہے اس کی کاریگری اور قدرت بہت کامل اور اچھی ہے پھر ان ہی عجائب کو اپنے اندر اور دوسرے لوگوں میں دیکھتا ہے لیکن اس کے باوجود اپنے بنانے والے اور مصوّر سے غافل رہتا ہے اس کی عظمت اسے مدہوش نہیں کرتی اور نہ ہی اس کے جلال اور حکمت سے وہ حیران ہوتا ہے۔

تو یہ تمہارے بدن کے کچھ عجائب کا ذکر تھا ان تمام کو شمار کرنا ممکن نہیں اور یہ تمہارے فکر کا قریب ترین میدان ہے اور تمہارے خالق کی عظمت پر سب سے واضح گواہ ہے لیکن تم اس سے غافل ہو کر اپنے پیٹ اور شرمگاہ میں مشغول ہو تم اپنے نفس کے بارے میں اسی قدر جانتے ہو کہ تمہیں بھوک لگے تو کھا نا کھا لو اور سیر ہو کر سو جاؤ اور نفسانی خواہش پیدا ہو تو جماع کر لو، اور غصہ آئے تو لڑو و حالانکہ اس بات کو جاننے میں تو تمام جانور تمہارے ساتھ شریک ہیں انسان کی خاصیت جو جانوروں سے پر ہے یہ ہے کہ آسمانوں و زمین کی بادشاہیوں اور آفاق اور اپنے نفسوں کے عجائبات میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرو اسی عمل سے انسان مقربین فرشتوں کی جماعت میں داخل ہوتا ہے اور انبیاء و صدیقین کی جماعت میں اٹھنے کی وجہ سے بارگاہِ خداوندی کا قرب حاصل کرتا ہے یہ مقام جانوروں کو حاصل نہیں ہے اور نہ ہی ان انسانوں کو یہ مقام ملتا ہے جو دنیا سے صرف جانوروں والی شہوات پر راضی ہو گئے کیوں کہ ایسا انسان تو جانوروں سے بہت زیادہ برا ہے کیوں کہ جانوروں کو تو اس (غور و فکر) کی طاقت ہی نہیں ہے لیکن اس میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت پیدا فرمائی پھر اس نے خود اسے معطل کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کر رہا ہے پس ایسے لوگ جانوروں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔

جب تم نے اپنے نفس میں غور و فکر کا طریقہ معلوم کر لیا تو اب زمین میں غور و فکر کرو جو تمہارا ٹھکانہ ہے پھر اس کی تہوں، دریاؤں، پہاڑوں اور کانوں (معنیات کی جگہ) کے بارے میں سوچو پھر اس سے آسمانوں کے امرا کی طرف ترقی کرو اور غور و فکر کرو۔



زمین میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرما کر بھوننا بنایا اور اس میں راستے اور سڑکیں بنائیں زمین کو نرم رکھا تاکہ تم اس کے اطراف میں چلو اور اسے ساکن کیا وہ حرکت نہیں کرتی اس میں پاڑوں کو کیل بنا کر ٹھہرایا جو اسے حرکت سے روکتے ہیں پھر اس کے اطراف و جوانب کو اتنا وسیع بنایا کہ انسان اس کے تمام کناروں تک پہنچنے سے عاجز ہیں اگر چہ ان کو بہت زیادہ عمر حاصل ہو اور وہ بہت زیادہ چکر لگائیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ  
وَأَلْأَرْضَ قَرَشْنَاهَا فَتَغْمَرُهَا مَاءُ دُونَ-

اور ہم نے آسمان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور ہم اسے وسیع کرنے والے ہیں اور ہم نے زمین کو بچھایا تو ہم کیا اچھا بھوننا بچھاتے ہیں۔

(۱)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْسُوا  
فِي مَنَّا كَيْهًا-

وہی ذات ہے جس نے زمین کو نرم بنایا پس اس کے اطراف میں چلو۔

(۲)

اور ارشاد خداوندی ہے۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا-

وہی ذات ہے جس نے زمین کو فرش بنایا۔

اللَّهُ تَعَالَى نَعَى قُرْآنِ پَکِ مِیْنِ زَمِیْنِ کَا ذِکْرِ بِهَیْتِ زَیَادَہِ کِیَا ہِے تَاکَہِ اَسِیْ کَے عِجَابِیْنِ مِیْنِ غُورِ وَفِکْرِ کِیَا جَاہِے اَسِیْ کِیْ بِشِیْتِ

زندہ لوگوں کا ٹھکانہ اور اس کا اندرونی حصہ فوت شدہ لوگوں کے لیے قبر ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

أَلَمْ تَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءً وَآمُوتًا-

کیا ہم نے زمین کو زندہ اور فوت شدہ سب کے لیے پیٹنے والی نہیں بنایا۔

(۳)

زمین کی طرف دیکھو وہ مردہ رویران ہوتی ہے جب اس پر بارش نازل ہوتی ہے تو تازہ ہو کر ابھرتی ہے سرسبز ہو جاتی ہے اور عجیب و غریب سبزیاں نکالتی ہے اور اس سے طرح طرح کے حیوانات باہر نکلتے ہیں۔

(۱) قرآن مجید، سورۃ الذاریات آیت ۴۴، ۴۸

(۲) قرآن مجید، سورۃ ملک آیت ۱۵

(۳) قرآن مجید، سورۃ بقرہ آیت ۲۲

(۴) قرآن مجید، سورۃ المسلات آیت ۲۵



پھر دیکھو کہ کس طرح زمین کے کناروں کو مضبوط اور خاموش پہاڑوں کے ساتھ مضبوط کیا اور کس طرح اس (زمین) کے نیچے پانی رکھا جس سے پشمے چھوٹ پڑے اور اس کے اوپر نہریں جاری کیں اور خشک پتھر اور میلی مٹی سے باریک میٹھا اور صاف پانی نکالا اور اس سے ہر چیز کو زندگی عطا فرمائی اس کے ذریعے طرح طرح کے درخت اور سبزیاں پیدا کیں مثلاً غلہ، انگور، جالوس، زیتون، کھجور، انار اور یہ شمار پھل پیدا فرمائے جن کی شکلیں، رنگ، ذائقے، صفات اور منافع بالکل مختلف ہیں کھانے کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں حالاں کہ ان کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور وہ ایک ہی زمین سے نکلتے ہیں۔

اگر تم کو کہ ان کا اختلاف ان کے بیجوں اور اصل کے اختلاف کی بنیاد پر ہے تو ہم کہیں گے کٹھلی میں ترخوشے کہاں لگے ہوتے تھے اور دانے میں سات بالیں اور ہر بالی میں ایک سودا نے کہاں تھے؟

پھر جنگوں کو دیکھو اور ان کے ظاہر و باطن پر غور کرو تم دیکھو گے کہ اس کی مٹی ایک جیسی ہے لیکن جب اس پر بارش کا پانی پڑتا ہے تو وہ حرکت کرتی اور بڑھتی ہے اور مختلف رنگوں کے جوڑے آگاتی ہے ایسی سبزیاں جو بظاہر ایک جیسی ہیں لیکن ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں کیوں کہ ہر ایک کا ذائقہ، بو، اور رنگ الگ الگ ہے اور پھر ایک دوسرے سے شکلیں بھی مختلف ہوتی ہیں ان کی کثرت اور اقسام کے اختلاف اور متعدد صورتوں کو دیکھو پھر سبز یوں کی طبیعتوں میں اختلاف اور منافع کی کثرت پر غور کرو کس طرح اللہ تعالیٰ نے جڑی بوٹیوں سے علاج کرنے والوں کو عجیب منافع رعیت فرمائے ہیں کوئی سبزی غذا بنتی ہے کوئی قوت دیتی ہے کوئی زندگی بخشتی ہے اور کوئی ہلاکت کا باعث ہے کوئی مرد ہے تو کوئی گرم — کوئی معدے میں جا کر صفحہ کو رنگوں کے اندر سے دور کر دیتی ہے اور کوئی خود صفا بن جاتی ہے کوئی بوٹی اور سبزی بلغم اور سودا کا قطع قطع کرتی ہے اور کوئی بوٹی ان دونوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے کوئی بوٹی خون کو صاف کرتی ہے تو کوئی خود ہی خون بن جاتی ہے کوئی طبیعت کو ہشاش بشاش رکھتی ہے تو کوئی خواب آور ہے کوئی قوت بخش ہوتی ہے تو کوئی کمزوری کا سبب بنتی ہے تو زمین سے جو میتہ اور نکاحی آگتا ہے انسان اس کی حقیقت پر آگاہی حاصل نہیں کر سکتا پھر ان سبز یوں میں سے ہر ایک کو کاشتکار کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ مختلف کاموں کے ذریعے ان کو بڑھاتا ہے کھجور میں پیوند لگا جاتا ہے تو انگور کو چھانٹا جاتا ہے چھیتی سے گھاس اور جھاڑیوں کو دور کیا جاتا ہے۔

ان میں سے بعض زمین میں بیج ڈالنے سے پیدا ہوتی ہیں اور بعض ٹہنیاں گلہٹنے سے، جب کہ بعض کی قلیں لگاتے ہیں۔ اگر ہم سبز یوں کی مختلف جنسوں، اقسام، منافع اور احوال و عجائب کا ذکر شروع کریں تو اس کے بیان میں کئی دن لگ جائیں لہذا تمہیں غور و فکر کے طریقے پر چرس سے تھوڑا سا کافی ہے تو یہ سبز یوں اور آگنے والی چیزوں کے عجائب ہیں۔ زمین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی وہ جو اہر میں جو پہاڑوں کے نیچے رکھے گئے ہیں اور وہ معدنیات ہیں جو زمین سے حاصل ہوتی ہیں تو زمین میں مختلف قسم کے ٹکڑے باہم ملے ہوئے ہیں تو پہاڑوں کو دیکھو کس طرح ان سے سونے چاندی، نیروز



اور لعل وغیرہ کے نفیس جواہر نکلتے ہیں ان میں سے بعض کو ستھوڑوں سے کوٹا جاتا ہے جیسے سونا، چاندی، تانبا، پتیل اور لوہا اور بعض کو اٹھا نہیں جاتا جیسے فیروزہ اور لعل (موتی) وغیرہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح انسان کو ان کے نکلنے اور صاف کرنے کی راہ دکھائی ہے اور پھر وہ ان سے برتن، اوزار، سکے اور زیورات بناتے ہیں۔

پھر زمین کی معدنیات میں سے لال، گندھگ اور قیر وغیرہ کو دیکھو اور سب سے ادنیٰ نمک ہے اور اس کی ضرورت کھانے کو اچھا بنانے کے لیے ہوتی ہے اگر کسی شہر میں نمک نہ ہو تو وہاں کے لوگ جلد مرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دیکھو کس طرح زمین کے بعض حصے کو شور والابنیا کر اس میں بارش کا صاف پانی اکٹھا ہوتا ہے تو وہ نمکین ہو جاتا ہے اور یہ نمک جلدانے والا ہے وہ کھانے کے ساتھ ملا کر کھاتے ہیں تو فائدہ دیتا اور خوشگوار ہوتا ہے تنہا نمک تھوڑا سا بھی کھانا ممکن نہیں۔ کوئی جماد، جوان اور ستبری ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ایک حکمت یا زیادہ حکمتیں نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو بیکار اور کھیل کود کے لیے نہیں بنائی بلکہ جس طرح چاہیے تھی اور جس طرح اس کے جلال اکرم اور لطف کا تقاضا تھا اسی طرح بنایا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا  
لَعِبٍ لِّنَّ مَا خَلَقْنَا هُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ۔

اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کو کھیل تماشا نہیں بنایا بلکہ ہم نے ان کو ٹھیک مقاصد کے تحت بنایا۔ (۱)

زمین میں تیسری نشانی حیوانات ہیں جن کی کئی اقسام ہیں ان میں سے بعض اڑتے ہیں اور بعض چلتے ہیں پھر چلنے والوں میں سے کچھ دو پاؤں کے ساتھ چلتے ہیں اور کچھ چار پاؤں پر چلتے ہیں بلکہ بعض ریس اور بعض سو پاؤں پر چلتے ہیں جبکہ بعض کیرے کوڑے دیکھے جاتے ہیں پھر منافع، صورتوں، اشکال، اخلاق، اور طبیعتوں کے اعتبار سے ان کی تقسیم ہوتی ہے۔ پھر فضا میں اڑنے والے پرندوں جنگل کے وحشی اور گھریلو جانوروں کو دیکھو اور ان میں عجائب کو دیکھو کہ تم ان کے خالق کی عظمت اس کو مقدار دینے والے کی قدرت اور مصور کی حکمت میں شک نہیں کر سکتے ان سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں بلکہ اگر ہم پھر چوٹی، شہد کی مکھن یا کڑی کے عجائب ذکر کریں حلال کر یہ چھوٹے حیوانات ہیں یہ اپنا گھر کس طرح بناتے ہیں اپنی غذا کس طرح جمع کرتے ہیں اپنے جوڑے سے الفت کیسے کرتے ہیں اور یہ کہ اپنے گھر کی تعمیرات میں باہر ہوتے ہیں اور اپنی ضرورتوں تک پہنچنے کی مہارت رکھتے ہیں تو ہم ان سب باتوں کو معلوم نہیں کر سکتے۔

مثلاً کڑی کو دیکھیں اپنا گھر نہر کے کنارے بناتی ہے پہلے ایسی دو جگہیں تلاش کرتی ہے جو ایک دوسرے کے قریب ہوں اور ان کے درمیان ایک گز یا اس کم فاصلہ ہو کہ وہ دونوں طرف اپنا دھاگہ پہنچا سکے پھر وہ اپنا لعاب جو دھاگہ ہوتا ہے



ایک کنارے پر ڈالتی ہے تاکہ وہ اس سے چپٹ جائے پھر وہ دوسری طرف جا کر اس دھاگے کو اس طرف چپکا دیتی ہے پھر دوسری پتیری بلکہ کئی بار اسی طرح کرتی ہے ان دونوں کے درمیان ایک مناسب فاصلہ رکھتی ہے یہاں تک کہ جب ان دھاگوں کے دونوں سرے مضبوط ہو جاتے ہیں اور ان کو تانے کی شکل حاصل ہو جاتی ہے تو اب بانا بنانے میں مشغول ہوتی ہے اور تانے پر بانا ڈالتی ہے اور ان دونوں کو آپس میں ملاتے ہوئے جہاں جہاں تانے اور بانے کا دباگہ ملتا ہے وہاں گرو لگا دیتی ہے اور ان تمام صورتوں میں اس کے موزوں ہونے اور فن تعمیر کا خیال رکھتی ہے اور اسے پھر اور مکھی کے لیے جال بناتی ہے پھر ایک کنارے میں بیٹھ کر انتظار کرتی ہے تاکہ شکار جال میں پھنسے جب وہ جال میں پھنستا ہے تو جلدی جلدی اسے پکڑ کر کھاتی ہے اور جب شکار سے تھک جائے تو دیوار کا کوئی کوننا تلاش کر کے وہاں دونوں طرف دھاگہ لٹکا کر درمیان میں ایک دھاگے کے ساتھ لٹک جاتی ہے اور اڑنے والی مکھی کا انتظار کرتی ہے جب مکھی اڑتی ہوئی آتی ہے تو یہ اپنے آپ کو اس کی طرف پھینکتے ہوئے اسے پکڑ لیتی ہے اور اپنے دھاگے کو پاؤں پر لپیٹ کر اسے مضبوط کر لیتی ہے اور اس مکھی کو کھا جاتی ہے۔

ہر چھوٹے اور بڑے حیوان میں اس قدر عجائب ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا کیا تم نہیں سوچتے کہ کیا مکھی نے یہ طریقہ سیکھا یا خود بخود اسے آگیا یا کسی انسان نے اسے بتایا اور سکھایا یا اس کا کوئی برا بھلا اور استاذ نہیں ہے؟ کیا کسی صاحب بصیرت کو شک ہوگا کہ یہ مکھی ایک مسکین، ضعیف اور عاجز ہے بلکہ اونٹ جس کا حجم بڑا ہے اور اس کی قوت ظاہر ہے اپنے معاملات سے عاجز ہے تو یہ اس کے درحیوان کا معاملہ کیسا ہوگا؟

کیا وہ اپنی شکل و صورت، حرکت، ہدایت اور عجیب کاموں کی وجہ سے اپنے پیدا کرنے والے حکیم اور قادر و علیم خالق پر گواہ نہیں ہے تو صاحب بصیرت آدمی اس چھوٹے سے حیوان میں تدبیر کرنے والے خالق کی عظمت، جلال اور قدرت و حکمت کا کمال دیکھتا ہے جس میں عقلمیں حیران رہ جاتی ہیں باقی حیوانات کا تو ذکر ہی کیا۔

اس باب میں بھی کوئی حد بندی نہیں ہو سکتی کیوں کہ حیوانات ان کی شکلیں عادات اور طبیعتیں شمار سے باہر ہیں دلوں کو تعجب اس لیے نہیں ہوتا کہ زیادہ مشاہدے کی وجہ سے آدمی ان سے مانوس ہو گیا ہے ہاں جب کسی عجیب جانور یا کیڑے کو دیکھتا ہے تو اسے تعجب ہوتا ہے اور کہتا ہے سبحان اللہ! یہ کیا عجیب ہے۔

اور انسان تمام حیوانات سے زیادہ تعجب خیز ہے لیکن وہ اپنے نفس پر تعجب نہیں کرتا بلکہ اگر وہ ان جانوروں کو دیکھے جن سے وہ مانوس ہے اور ان کی شکل و صورت کی طرف نظر دوڑائے پھر ان کے چمڑوں، اڈن اور باؤں سے حاصل ہونے والے منافع اور فوائد کو دیکھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کا لباس بنایا ہے اور ان کے سفوف حضرت کے گھر، اور کھانے پینے کے برتن بنائے ان کے دودھ اور گوشت کو ان کی غذا بنایا پھر ان میں سے بعض کو سواری کے لیے زینت بنایا اور بعض کو بوتھو اٹھانے والے بنایا جو دادیوں اور جنگلوں کے طویل فاصلے طے کرتے ہیں تو دیکھنے والے کو ان کے خالق اور مصور کی حکمت پر



بہت تعجب ہو کیوں کہ اس نے ان کو ان کے تمام منافع کے علم کا احاطہ کرتے ہوئے پیدا فرمایا اور یہ علم ان کی پیدائش سے بھی پہلے تھا تو وہ ذات پاک ہے جس کے سامنے تمام امور کسی غور و فکر کے بغیر واضح ہیں اور اسے کسی تدبیر اور سوچ کی حاجت نہیں وہ کسی وزیر اور مشیر سے مدد لینے کا محتاج نہیں ہے وہ جانتے والا غیر رکھنے والا، حکمت اور قدرت والا ہے اس نے ایک چھوٹی سی چیز کے ذریعے عارفین کے دلوں میں اپنی توحید کی سچی شہادت رکھ دی مخلوق کا کام یہ ہے کہ اس کے قہر و قدرت کا یقین کریں اس کی ربوبیت کا اعتراف کریں اور اس کے جلال و عظمت کی معرفت سے اپنی عاجزی کا اعتراف کریں۔

کون ہے جو اس کی کما حقہ تعریف کر سکے جیسا کہ وہ خود اپنی شایان فرماتا ہے ہماری معرفت کی انتہا تو یہ ہے کہ اس کی معرفت سے عاجزی کا اعتراف کریں ہم بارگاہ خداوندی میں سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنی رحمت اور مہربانی سے ہمیں اپنا لاسہ دکھائے اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی گہرے سمندر میں جنہوں نے زمین کے کناروں کو گھیر رکھا ہے اور یہ سب اس براعظم کے ٹکڑے ہیں جو تمام زمین کے گرد طے حتیٰ کہ پانی میں سے جو جنگل اور پہاڑ ٹھکے ہوئے ہیں وہ پانی کی نسبت اس اس طرح ہیں جیسے بہت بڑے سمندر میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہو۔ اور باقی تمام زمین پانی کے ساتھ ڈھانپنی ہوئی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الْأَرْضُ فِي الْبَحْرِ كَالِإِصْطَبِلِ فِي الْوَدْيِ - (۱)

تو ایک اصطبل کی تمام زمین کی طرف نسبت کر کے اندازہ لگا لو کہ تمام زمین کی سمندر کی طرف اصناف کی یہی صورت ہے تم نے زمین اور جو کچھ اس کے اندر ہے، کے عجائب کا مشاہدہ کیا اب سمندر کے عجائب میں غور کرو اس میں حیوانات اور جواہر کے حوالے سے جو عجائب ہیں وہ زمین پر مشاہدہ کئے جانے والے عجائب سے دو گنا ہیں۔ جس طرح سمندر کی وسعت زمین کی وسعت سے کہیں زیادہ ہے۔

سمندر کے بڑا ہونے کی وجہ سے اس میں حیوانات بھی بہت بڑے بڑے ہیں اگر تم ان کو سمندر کی سطح پر دیکھو تو یوں خیال کرو کہ شاید کوئی جرمیرہ ہے اور تم وہاں اپنی سواری اُتار دو۔

بعض اوقات آگ جلدانے نے اس بات کا احساس ہوا کہ جب آگ جلی تو اس نے حرکت کی اور معلوم ہوا کہ یہ تو کوئی جانور ہے زمین میں جتنی قسم کی جاندار چیزیں ہیں مثلاً گھوڑا، پرندے، گائے انسان وغیرہ تو سمندر میں اس کی مثل بلکہ ان سے بھی دو گنا جاندار ہیں اور اس میں ایسی جنس کی چیزیں ہیں جن کی مثال خشکی میں نہیں پائی جاتی ان کے اوصاف ان کتابوں



میں مذکور ہیں جو بعض لوگوں نے سمندر کا سفر اور اس کے عجائب کے عنوان سے جمع کی ہیں۔  
 پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح موتی پیدا کئے اور پانی کے نیچے سپی میں ان کو گول شکل دی اور دیکھو کہ کس طرح  
 پانی کے نیچے ٹھوس پتھر میں سے مرجان کو نکالا جلال کہ وہ درخت کی صورت میں اگنے والی چیز ہے لیکن وہ پتھر سے اگتی ہے۔  
 پھر اس کے علاوہ غیر اور دوسری نفیس چیزوں کو دیکھو جن کو سمندر باہر پھینکا اور اس سے ان کو نکالا جاتا ہے  
 کشتیوں کے عجائب کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کو پانی کے اوپر ٹھہرایا اور ان میں تاجروں اور دوسرے طالبان  
 مال کو چلایا ان لوگوں کے لیے کشتیوں کو مسخر کیا تاکہ وہ اپنا سامان ان میں رکھیں پھر ہواؤں کو بھجانا کہ وہ کشتیوں کو  
 چلائیں علاوہ ازیں ماحول کو ہواؤں کے چلنے کا رخ اور ان کے چلنے کی جگہ اور وقت بتا دیا۔

سمندر میں صنعت خداوندی کے جو عجائبات ہیں کئی جلدوں میں بھی ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا اور ان سب میں سے  
 سب سے زیادہ ظاہر پانی کے قطرے کی کیفیت ہے کہ وہ ایک تپتا، لطیف بہنے والا جسم ہے اور صاف شفاف بھی ہے  
 اس کے اجزاد ایک دوسرے سے اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ گویا ایک ہی چیز ہے اس کی ترکیب نہایت لطیف ہے  
 اور جدا ہونے کو جلدی قبول کرتی ہے گویا وہ جدا ہی ہے اس میں تصرف کیا جا سکتا ہے انفصال اور اتصال دونوں  
 کو قبول کرتا ہے زمین پر جتنی بھی جاندار اور اگنے والی چیزیں ہیں ان سب کو اس کے ذریعے زندگی ملتی ہے۔

اگر کوئی شخص ایک گھونٹ پانی پینے کا محتاج ہو اور اس کو اس سے روک دیا جائے تو اگر اس سے ہو سکتا تو وہ زمینی  
 کے تمام خزانے اور زمین کی تمام دولت اس کے حصول پر خرچ کر دیتا۔ پھر اگر وہ اس کو پی لے اور اسے نکالنے سے روک  
 دیا جائے (پیشاب سے منع کر دیا جائے) تو اس کے نکالنے کے لیے وہ زمین کے تمام خزانے خرچ کر دیتا۔

تو انسان پر تعجب ہے کہ وہ کس طرح دینار، درہم اور عمدہ جواہرات کو عظیم سمجھتا ہے اور پانی کی ایک گھونٹ جو اللہ تعالیٰ  
 کی نعمت ہے سے غافل ہے کہ جب وہ اس کا محتاج ہوتا ہے یا اس سے فراغت حاصل کرنا چاہتا ہے تو دنیا کا تمام  
 مال اس پر خرچ کرنا چاہتا ہے تو پانی، دریاؤں، کنوؤں اور سمندروں کے بارے میں غور کرو اور سوچو ان میں غور و فکر  
 کا میزان بہت وسیع ہے۔

یہ تمام ایک دوسرے کی معاون نشانیاں اور علامات متفقہ ہیں یہ زبان حال سے بولتی ہیں اور اپنے پیدا کرنے  
 والے کے جلال کو فصاحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں اس کی حکمت کے کمال کو ظاہر کرتی ہیں اور اہل دل کو اپنے نعمات  
 کے ذریعے پکارتی ہیں اور ہر عقلمند سے کہتی ہیں کہ کیا تم نے مجھے اور میری صورت کو نہیں دیکھا میری ترکیب، میری صفات  
 میرے منافع اور میرے حالات کے اختلاف کو نہیں دیکھا۔ اور کیا میرے فوائد کی کثرت تمہاری نگاہوں میں نہیں آئی۔  
 تمہارا کیا خیال ہے کہ میں خود بخود دین گئی، یا میری جنس کی کسی دوسری چیز نے مجھے پیدا کیا ہے کیا تمہیں جانتا ہے  
 کہ جب تم کسی لکھے ہوئے کلمہ کو دیکھتے ہو تو جتنی حرفوں پر مشتمل ہوتا ہے تو تم یقین کر لیتے ہو کہ یہ کسی ایسے آدمی کی کارگیری ہے



جو عالم، قادر ہے ارادہ کرنے والا اور کلام کرنے والا ہے پھر تم اللہ تعالیٰ کے نوشتہ کے عجائب کو دیکھتے ہو جو میرے چہرے پر اللہ تعالیٰ کے ایسے قلم کے ساتھ لکھا ہوا ہے جس قلم اور اس کی حرکت اور محل خط کے ساتھ اس کے اتصال کا ادراک آنکھوں کو نہیں ہو سکتا پھر اس کے بنانے والے کی جلالت سے تمہارا دل الگ رہتا ہے۔

اور نطفہ کان اور دل والوں سے کہتا ہے ان لوگوں سے نہیں جو کان سے معزول ہیں کہ تم مجھے حیض میں اندر کے پردوں میں وہم کر کے اس وقت جب میرے چہرے پر نقش اور تصویر ظاہر ہوتی ہے اور نقاش میری آنکھوں کی تپلی، پلکیں رخسار اور مونٹ بناتا ہے تو تم صرف ان نقوش کو دیکھتے ہو جو تدریجاً ایک ایک کر کے ظاہر ہوتے ہیں لیکن تم اس نطفہ کے اندر اور باہر نقاش کو نہیں دیکھتے نہ وہ رحم کے اندر نظر آتا ہے اور نہ ہی اس سے باہر، نہ ماں کو اس کی خبر ہوتی ہے نہ باپ کو، نہ نطفہ کو اور نہ ہی رحم کو اس کا علم ہوتا ہے تو کیا یہ نقاش اس نقاش سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہے جس کو تم دیکھتے ہو کہ وہ قلم سے عجیب صورت بناتا ہے اگر تم اسے ایک دو بار دیکھو تو سیکھ لیتے ہو لیکن کیا نقاش اور تصویر کی یہ جنس تو نطفے کے ظاہر و باطن اور تمام اجزاء کو شامل ہے، اسے سیکھ سکتے ہو؟ اور نطفے کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ اور نہ ہی اس کے اندر باہر سے اس کے ساتھ اتصال ہو اور نقش بنا دو۔

اگر ان عجائب پر تمہیں تعجب نہیں ہوتا اور ان کے ذریعے تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ جن ذات نے صورت اور نقش بنایا اور اسے ایک اندازے پر رکھا اس کی مثل کوئی نہیں اور نہ ہی کوئی نقاش اور مصور اس کے برابر ہو سکتا ہے جس طرح اس کے نقش اور سناوٹ کے برابر کوئی نقش اور سناوٹ نہیں ہو سکتی تو جس طرح ان دو عملوں کے درمیان واضح فرق اور دوری ہے اسی طرح دونوں فاعلوں کے درمیان بھی فرق ہے اگر تجھے اس پر تعجب نہیں ہوتا تو اپنے تعجب نہ کرنے پر تجھے تعجب ہونا چاہیے کیوں کہ یہ بات تو زیادہ تعجب خیز ہے کہ اس واضح بات کے باوجود جن چیز نے تیری بصیرت کو اندھا کر دیا ہے وہ اس لائق ہے کہ تجھے اس پر تعجب ہو۔

تو وہ ذات پاک ہے جس نے ہدایت بھی دی اور گمراہ بھی کیا بدبخت بھی بنایا اور نیک بخت بھی، اپنے دوستوں کی آنکھوں کو کھولا تو انہوں نے تمام جہاں کے ذرات اور اجزاء میں مشاہدہ کیا اور اپنے دشمنوں کے دلوں کو اندھا کر دیا اور اپنی عزت و عظمت کو ان سے مخفی رکھا وہ پیدا کرنے والا ہے، امر، احسان، فضل، لطف اور قہر کا مالک وہی ہے اس کے حکم کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور اس فیصلے کو کوئی پھیر نہیں سکتا۔

اس کی نشانیوں میں سے ایک ہوا ہے جو نہایت لطیف ہے اور آسمان کی گہرائی اور زمین کی اٹھان کے درمیان بند ہے جب وہ چلتی ہے تو جسم کو چھوتی ہے لیکن اسے دیکھ نہیں سکتے اور یہ ایک دریا کی مثل ہے پزندے فضا میں اڑتے ہیں اور اس میں اپنے پروں کے ساتھ تیرتے ہیں جس طرح سمندر کے حیوانات پانی میں تیرتے ہیں اور جس طرح تیز ہوا کے وقت سمندر میں موجیں اٹھتی ہیں اسی طرح آندھی چلتی ہے تو اس ہوا کی لہریں بھی اٹھتی ہیں جب اللہ تعالیٰ ہوا کو حرکت



دے کر اسے تیز فونک بنا دیتا ہے پس اگر چاہے تو اسے بارش سے پہلے خوشخبری بنا دے جیسے ارشاد خداوندی ہے۔  
 وَارْسَلْنَا الرِّیَاحَ لَوَاقِحَ - (۱)  
 اور ہم نے بارش لانے والی ہوائیں بھیجیں۔  
 اس صورت میں ہوائیں اس کی روح حیوانات اور سبز لوہوں سے مل جاتی ہے اور ان کو بڑھنے کے لیے تیار کر دیتی ہے۔

اور اگر وہ چاہے تو اسے اپنی مخلوق میں سے نافرمان لوگوں کے لیے عذاب بنا دیتا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے۔  
 اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْجًا مَّرْصَرًا فِیْ یَوْمِ  
 ہم نے ان پر تند و تیز آندھی بھیجی ایک دائمی نحوست کے دن  
 وَنَحْنُ مُسْتَمِرِّتِنَزِعُ النَّاسَ کَانَہُمْ اَعْجَازٌ  
 وہ لوگوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتی ہے گویا وہ اکھڑی ہوئی  
 نَحْلٍ مُنْقَجِرٍ (۱)  
 کھجور کے سُوکھے تنے ہیں۔

پھر ہوائی نزاکت اور اس کے بعد اس کی شدت اور قوت کو دیکھو کہ بعض اوقات پانی پر غالب آجاتی ہے اگر کسی شیکڑے میں ہوا پھر کوئی مضبوط آدمی اس پر سوار ہو جائے کہ اسے پانی میں ڈبو دے تو وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ اور اگر سنت لوہے کو پانی پر رکھیں تو وہ اس کے اندر چلا جاتا ہے تو دیکھو کس طرح ہوا باوجود اس کے لطیف ہونے کے اپنی طاقت کی وجہ سے پانی سے رک جاتی ہے اسی حکمت کے تحت اللہ تعالیٰ کشتیوں کو پانی کے اوپر روکتا ہے اسی طرح ہر وہ چیز جو اندر سے خالی ہو اور اس میں ہوا ہودہ پانی میں نہیں ڈوبتی کیوں کہ اس کے اندر کی ہوا سے پانی میں ڈوبنے سے روکتی ہے اور وہ کشتی کی اندر والی سطح سے جدا نہیں ہوتی اور یوں باوجود بھاری ہونے کے کشتی لطیف ہوا میں معلق رہتی ہے حالانکہ وہ مضبوط اور سنت بھی ہوتی ہے جس طرح کوئی شخص کنوئیں میں گرنے سے محفوظ ہے اسی طرح کشتی بھی اپنی خالی جگہ کے ذریعے مضبوط ہوا کے درمیان کو پکڑ لیتی ہے حتیٰ کہ وہ ڈوبنے سے بچ جاتی ہے۔

تو وہ ذات پاک ہے جس نے ایک مرکب بھاری چیز کو لطیف اور نازک ہوا میں بغیر کسی بندھن کے ٹھہرایا نہ تو اس کا کوئی بندھن نظر آتا ہے روانہ ہی کوئی گرہ بانڈھی جاتی ہے۔

پھر فضا کے عجائب اور اس میں جو بادلوں، کڑک، بجلی، بارش، برف، ٹوٹنے والے ستارے اور گرج وغیرہ ہے اس کو دیکھو یہ آسمان وزمین کے درمیان عجائب ہیں قرآن پاک نے ان سب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔  
 وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا  
 اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے  
 بَیْنَهُمَا اَلَّا عِبٰیۡنَ - (۳)  
 درمیان ہے، کھیل تماشا نہیں بنایا۔

(۱) قرآن مجید، سورہ حجرات ۲۲

(۲) قرآن مجید، سورہ الدخان آیت ۳۸

(۳) قرآن مجید، سورہ قمر آیت ۱۹، ۲۰



یہی فضا مذکورہ بالا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر اس کی تفصیل کی طرف اشارہ فرمایا۔  
ارشاد خداوندی ہے۔

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۝۱۱ اور بادل جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں۔

اور دوسری آیات میں کرک، بجلی، بادل اور بارش کا بھی ذکر فرمایا اگر تم ان سب چیزوں کو دیکھ نہیں سکتے تو بارش کو اپنی نگاہوں سے دیکھتے ہو کر تک اور گرج کو اپنے کانوں سے سنتے ہو اور اس معرفت میں جانور بھی تمہارے ساتھ شریک ہیں تو تمہیں جانوروں کی پستی سے عالم بالا کی طرف بلند ہونا چاہیے یعنی جب تمہاری آنکھیں کھلی ہیں اور تم نے ان میں سے ظاہر کا ادراک کر لیا تو اپنی باطنی بصیرت اس کے باطنی عجائب اور اسرار کو دیکھو اور ظاہر ہی آنکھ بند کر دو۔

یہ باب بھی ایسا ہے جس میں فکر بہت زیادہ ہے کیوں کہ اس کا شمار نہیں ہو سکتا تو اندھیرے اور کثیف بادلوں کو ہی دیکھ لو وہ صاف فضا میں جہاں کوئی آلودگی نہیں ہوتی، جمع ہوتے ہیں اور کس طرح اللہ تعالیٰ ان کو پیدا کرتا ہے جب چاہتا ہے وہ باوجود اپنی نرمی کے بھاری پانی کو اٹھاتے ہیں اور اسے فضا میں لیے پھرتا ہے یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اسے پانی چھوڑنے کی اجازت دیتا ہے اور پانی کے قطرے اس مقدار میں جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہوتی ہے اور جس شکل میں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے برساتا ہے تو دیکھو بادل زمین پر پانی کا چھوڑ کا ڈکرتا ہے اور قطرے چھوڑتا ہے جو ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں لیکن نہ تو ان میں کوئی امتیاز ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ بلکہ ہر قطرہ اس راستے سے اترتا ہے جو اس کے لیے مقرر ہے اس سے ادھر ادھر نہیں ہوتا پیچھے آنے والا قطرہ آگے اور آگے آنے والا قطرہ پیچھے نہیں ہوتا حتیٰ کہ زمین پر وہ ایک ایک قطرے کی صورت میں اترتے ہیں۔

اگر نیلے اور پھلے تمام لوگ ایک قطرہ پیدا کرنے یا ان قطروں کی تعداد معلوم کرنے پر جمع ہو جائیں جو ایک شہر یا ایک بستی میں اترتے ہیں تو تمام انسان اور جن اس حساب سے عاجز ہو جائیں ان کی تعداد کو وہی جانتا ہے جس نے ان کو پیدا کیا پھر ان میں سے ہر قطرہ زمین کی ایک ایک جزو کے لیے اور اسی طرح اس میں پائے جانے والے ہر حیوان کے لیے وہ پینڈو ہو، جنگلی جانور ہو، کیڑے مکوڑے ہوں یا جانور، سب لیے مقرر ہے ہر قطرے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھا ہوا کہ یہ فلاں کیڑے کے لیے ہے جو فلاں پہاڑ میں ہے اور یہ تحریر ظاہر آنکھ سے نظر نہیں آتی اور یہ قطرہ اسے اس وقت پہنچے گا جب وہ پیاسا ہوگا۔

اس لطیف پانی سے سخت اولے اور بون جو روٹی کے گالوں کی طرح بنتی ہے وہ انک عجائبات ہیں اور یہ عجائبات شمار سے باہر ہیں۔



یہ سب کچھ جبار، فادر ذات کے فضل و کرم اور قادر خالق کے قہر کا کرشمہ ہے اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ نہ شریک ہے اور نہ اس کا کوئی دخل ہے بلکہ اس کی مخلوق میں سے جو لوگ مومن ہیں وہ تو اس کے جلال اور عظمت کے سامنے جھکتے ہیں جب کہ منکر اندھے لوگ اس کی کیفیت سے جاہل ہیں اور اس کے سبب اور علت کے سلسلے میں تخمینے اور اندازے لگاتے رہتے ہیں۔

تو ایک جاہل اور معذور شخص کہتا ہے کہ پانی اس لیے گرتا ہے کہ وہ طبعی طور پر ثقیل ہے یہی اس کے نزول کا سبب ہے اور اس کا خیال یہ ہے کہ یہ معرفت اس کے لیے منکشف ہوئی ہے اور وہ اس پر خوش ہوتا ہے اور اگر اس سے پوچھا جائے کہ طبعی کیا کی مفہوم ہے؟ اور طبیعت (فطرت) کو کس نے پیدا کیا؟ اور کس نے اس پانی کو پیدا کیا جس کی طبیعت میں بھاری پن ہے اور کس نے اس پانی کو جو درختوں کی جڑوں میں پہنچتا ہے، ٹہنیوں کے اوپر تک پہنچایا حالانکہ وہ ثقیل ہے؟ کس طرح یہ پانی نیچے تک اترا اور پھر درختوں کے اندر سے تھوڑا تھوڑا کر کے اوپر کی طرف جاتا ہے اور وہ کسی کو دکھائی بھی نہیں دیتا حتیٰ کہ وہ پتوں کے کناروں تک پھیل جاتا ہے اور یوں ہر پتے کا ہر جزو خوراک حاصل کرتا ہے اور وہ ان رگوں کے ذریعے جاتا ہے جو بال کی طرح باریک ہیں اور پھر اس سے وہ رگ سیراب ہوتی ہے جو پتے کی اصل ہے پھر یہ پانی اس بڑی رگ سے جو پتے کی لمبائی میں پھیلی ہوئی ہے چھوٹی رگوں کی طرف چلتا ہے گو یا وہ بڑی رگ ایک نہر ہے اور اس سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں پھر ان چھوٹی رگوں سے نالیاں نکلتی ہیں پھر ان سے مکڑی کے جال کے باریک دھاگوں کی طرح دھاگے نکلتے ہیں نگاہ کو ان کا ادراک نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ وہ پتے کی تمام چوڑائی میں پھیل جاتے ہیں اور پانی ان کے اندر پتے کے تمام اجزاء تک پہنچتا ہے تاکہ ان کو غذا مہیا کرے، بڑھائے اور زینت دے نیز ان کی تازگی اور رطوبت باقی رہے پھولوں کے تمام اجزاء کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔

اگر پانی اپنی فطرت کے مطابق نیچے کی طرف حرکت کرتا ہے تو اوپر کی طرف اس کی حرکت کس طرح ہوتی ہے اور اگر کسی جذب کرنے والے کے جذب کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے تو اس جاذب کو کس نے مسخر کیا اور اگر آخر کار معاملہ آسمانوں اور زمین کے خالق اور ملک و ملکوت کے جبار کی طرف بولتا ہے تو پہلے مرحلے میں اس کی طرف منسوب کیوں نہیں ہوتا تو جاہل کی انتہاء عاقل کی ابتدا ہے۔

اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور ستارے ہیں اور اصل یہی ہیں تو جو شخص غام باتوں کا ادراک کرے لیکن وہ آسمانوں کے عجائب سے بے خبر رہے تو حقیقت یہ ہے کہ وہ سب سے بے خبر رہا۔

تو زمین، سمندر، ہوا اور آسمانوں کے علاوہ باقی تمام اجسام آسمانوں کی نسبت اس طرح ہیں جیسے سمندر کا چھوٹا سا قطرہ ہوتا ہے پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آسمانوں اور ستاروں کے معاملے کو کس قدر عظیم قرار دیا۔ ہر سورت اس کی بڑائی پر مشتمل ہے اور قرآن پاک میں کتنے ہی مقامات پر ان کی قسم کھائی گئی ہے۔



جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

اور برجوں والے آسمان کی قسم۔

(۱) وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ -

اور فرمایا۔

قسم ہے آسمان کی اور رات کو اترنے والے کی

(۲) وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ -

نیز ارشاد فرمایا۔

قسم ہے آسمان کی جس کے راستے ہیں

(۳) وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُوبِ -

ارشاد ہوا۔

قسم ہے آسمان کی جس نے اُسے بنایا۔

(۴) وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا (۴)

اور ارشاد خداوندی ہے۔

قسم ہے سورج اور اس کی دھوپ کی اور چاند کی جب وہ اس (سورج) کے بعد آتا ہے۔

(۵) وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَّهَا -

(۵)

ارشاد خداوندی ہے۔

پھر میں قسم کھاتا ہوں پیچھے سٹ جانے والے تاروں کی اور قسم کھاتا ہوں (سیدھے چلنے والے رُکے رہنے والے تاروں کی

(۶) فَلَا أَسْمَاءَ بِالْحُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ -

(۶)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قسم ہے اس (تابندہ) ستارے کی جب نیچے آئے۔

(۷)

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ -

ارشاد خداوندی ہے۔

(۱) قرآن مجید، سورۃ البروج آیت ۱

(۲) قرآن مجید، سورۃ الطارق آیت ۱

(۳) قرآن مجید، سورۃ الذاریات آیت ۱

(۴) قرآن مجید، سورۃ الشمس آیت ۵

(۵) قرآن مجید، سورۃ الشمس آیت ۱، ۲

(۶) قرآن مجید، سورۃ النکویر آیت ۱۵

(۷) قرآن مجید، سورۃ النجم آیت ۱



فَلَا تَسْمِعُ سَمَوَاتِ الْجُودِ وَإِنَّ لَتَسْمَعُنَّ  
لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ - (۱)

پس میں قسم کھاتا ہوں ان جگہوں کی جہاں تارے ڈرتے  
ہیں اگر تم سمجھ تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔  
اور تم جانتے کہ نایاک لطف کے عجائبات کی معرفت سے پہلے اور پچھلے تمام لوگ عاجز ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس  
کی قسم نہیں اٹھائی اور جن کی قسم اٹھانی ہے ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ نیز رزق کی نسبت ان کی طرف فرمائی  
ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ - (۲)

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس چیز کا تم سے  
وعدہ کیا گیا۔

اور اس سلسلے میں غور و فکر کرنے والوں کی یوں تعریف فرمائی۔  
وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - (۳)

اور وہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر  
کرتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
وَيْلٌ لِّمَنْ كَذَّبَ هَذِهِ الْآيَةَ ثُمَّ مَسَّحَ  
بِهَا سَبْكَتَهُ - (۴)

اس شخص کے لیے خرابی ہے جو اس آیت کو پڑھے  
پھر اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرے یعنی غور و فکر کے بغیر  
اگے بڑھ جائے

اور اس سے منہ پھیرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا۔  
ارشاد خداوندی ہے۔

وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَفْهًا مَّحْضُوطًا وَهُمْ  
عَنْ آيَاتِنَا مُعْرِضُونَ - (۵)

اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور وہ لوگ ہماری  
آیات سے منہ پھرتے ہیں۔

تو تمام سمندروں اور زمین کو آسمان سے کیا نسبت ہے اور یہ عنقریب بدلنے والے ہیں اور آسمان نہایت مضبوط اور سخت ہے

(۱) قرآن مجید، سورہ الواقعة آیت ۶۵، ۶۶

(۲) قرآن مجید، سورہ الذاریات آیت ۲۲

(۳) قرآن مجید، سورہ آل عمران آیت ۱۹۱

(۴) تذکرہ الموعوظات من باب فضل القرآن

(۵) قرآن مجید، سورہ انبیاء آیت ۲۲



جب تک اس کا وقت مقرر یا نہیں ہوتا وہ تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ قرار دیا ہے۔ اور ارشاد فرمایا۔

وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا - (۱)

اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَبَيْنَا فَرْقًا سَبْعًا مِائَةً - (۲)

اور ہم نے تمہارے اوپر سات سخت (آسمان) بنائے۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا۔

أَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا

کیا تمہیں پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا پیدا کرنا

رَفَعَ سَمَكَهَا سَوَاءً - (۳)

اس کی چھت اونچی رکھی اور اسے برابر کیا۔

تو ملکوت (آسمانی بادشاہت) کو دیکھو تاکہ تمہیں حیرت کے عجائب نظر آئیں۔ اور ملکوت کو دیکھنے کا مطلب اس کی طرف نگاہ اٹھانا نہیں ہے کہ تم آسمان کا نیلا رنگ ستاروں کی روشنی اور ان کا متفرق ہونا دیکھو۔ اس طرح دیکھنے میں تو انسان کے ساتھ جانور بھی شریک ہیں۔ اگر یہی دیکھنا مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یوں تعریف نہ کرتا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَكُنَّا بِكَ نَزِيرًا هَيْمَ مَلَكُوتِ

اور اسی طرح ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہیاں دکھاتے ہیں۔

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ -

(مخفی حقائق مراد ہیں)

(۴)

نہیں بلکہ جو کچھ ظاہری آنکھ سے دیکھا جاتا ہے قرآن پاک اسے ملک اور شہادت کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے اور جو کچھ آنکھوں سے پوشیدہ ہے اسے غیب اور ملکوت کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ غیب اور ظاہر سب کچھ جاننے والا ہے اور وہ ملک اور ملکوت دونوں کا بادشاہ ہے اس کے علم سے کسی کو کچھ حاصل ہوتا ہے تو صرف اس کے چاہنے سے ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وہ غیب کا علم رکھتا ہے وہ اپنے غیب پر سوائے اپنے

عَالِمِ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ

(۱) قرآن مجید، سورۃ انبیاء آیت ۳۲

(۲) قرآن مجید، سورۃ النبا آیت ۱۲

(۳) قرآن مجید، سورۃ النازعات آیت ۲۴، ۲۸

(۴) قرآن مجید، سورۃ انعام آیت ۵



اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُوْلٍ - (۱۱) منتخب رسولوں کے کسی کو مطلع نہیں کرتا۔

یعنی رسولوں میں سے جس کو چاہتے ہیں چاہے غیب کا علم دے یہ علم غیب عطائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عطا سے انبیاء و رسل کو ملتا ہے یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے ۱۲ ہزاروی

تو اسے عمل مند انسان! تو ملکوت میں خوب غور و فکر کرنا کہ تیرے لیے آسمان کے دروازے کھل جائیں اور تیرا دل اس کے کناروں میں دوڑ لگائے اور پھر یہ دل رحمن کے عرش کے سامنے کھڑا ہو جائے اس وقت امید ہے کہ تجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مقام حاصل ہو جائے انہوں نے فرمایا ”میرے دل نے میرے رب کو دیکھا“ اور اس کی دوسری ہے کہ دوڑنا آدنی تب ہی پہنچتا ہے جب قریب کے ساتھ تعلق قائم کرے اور تیرا نفس تجھ سے زیادہ قریب ہے پھر زمین جو تیرا ٹھکانہ ہے پھر ہوا جو تجھے گھیرے ہوئے ہے پھر سبزیاں اور حیوان اور جو کچھ زمین کے اوپر ہے پھر فضا کے عجائب اور جو کچھ آسمان اور زمین کے درمیان ہے پھر ستاروں سمیت ساتوں آسمان پھر کرسی اور پھر عرش پھر عرش کو اٹھانے والے فرشتے اور آسمانوں کے خازن ہیں۔ اس کے بعد عرش، کرسی، آسمانوں زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کے رب کی طرف نظر کرو تو تمہارے اور اس ذات کے درمیان بہت گھٹیاں ہیں اور بہت زیادہ مسافت ہے ابھی تو تم قریب وال گھٹیا یعنی اپنے ظاہر نفس کی معرفت سے فارغ نہیں ہوئے اور تمہیں جیسا نہیں آتا کہ تم اپنے رب کی معرفت کا دعویٰ کرتے ہو اور کہتے ہیں کہ میں نے اسے بھی پہچان لیا اور اس کی مخلوق کو بھی لہذا میں کس میں غور و فکر کروں اور کیا دیکھوں۔ اب اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھاؤ اور اسے اور اس میں موجود ستاروں کو دیکھو، ان کی گردش اور طلوع و غروب کو دیکھو شمس و قمر اور ان کے طلوع و غروب کے مختلف مقامات کو دیکھو نیز یہ کہ وہ ہمیشہ حرکت میں ہیں لیکن ان کی حرکت میں کوئی غرابی پیدا نہیں ہوتی اور نہ ان کی چال میں کوئی تبدیلی آتی ہے بلکہ وہ تمام ایک خاص مقدار سے اپنی منازل میں چلتے ہیں نہ اس مقدار میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی کمی واقع ہوتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو یوں لپیٹ دے گا جس طرح تمہاری لپیٹ دیا جاتا ہے۔

ستاروں کی تعداد، ان کی کثرت اور ان کے رنگوں کے اختلاف کو دیکھو ان میں سے بعض سرخی مائل ہیں، کچھ سفیدی مائل اور بعض کارنگ سیسے کے رنگ کی طرح ہے پھر ان کی شکلوں کی کیفیت کو دیکھو ان میں سے بعض بچھو کی صورت میں بعض بکری کے بچے کی شکل میں کچھ ہیں، کچھ شیر اور بعض انسان کی شکل میں ہیں۔

زمین میں جس قدر صورتیں ہیں آسمان میں ان کی مثال موجود ہے۔ پھر سورج کے چلنے کو دیکھو کہ وہ اپنے فلک میں ایک سال چلتا ہے پھر یہ کہ یہ ہر روز طلوع بھی ہوتا ہے اور غروب بھی اور یہ الگ چال ہے جو اس کے خالق نے اس کے لیے



مستخری ہے اگر یہ طلوع و غروب نہ ہو تو دن رات کا امتیاز کیسے ہوتا اور اوقات کی پہچان کی کیا صورت ہوتی نیز مایا ہمیشہ اندھیرا ہوتا یا مسلسل روشنی ہی ہوتی اور یوں کام کارج کا وقت، آرام کے وقت سے ممتاز نہ ہوتا۔

تو دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ نے رات کو لباس، سونے کو اکرام اور دن کو کاروبار وغیرہ کے لیے بنایا پھر رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کیا دیکھو اور اس پر بھی غور کرو کہ ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ دن اور رات کھٹتے بڑھتے ہیں اور اس پر بھی غور و فکر کرو کہ سورج کو آسمان کے درمیان میں کس طرح جھکایا جاتی کہ اس کی وجہ سے گرمی، سردی، بہار اور خزاں کے موسم پیدا ہوتے ہیں۔ جب سورج آسمان کے درمیان سے ڈھل جاتا ہے تو ہوا ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور سردیوں کا موسم ہی ہو جاتا ہے اور جب وہ آسمان کے درمیان میں ٹھہر جاتا ہے تو سخت گرمی ہوتی ہے اور جب ان دونوں کے درمیان ہوتا ہے تو زمانے میں اعتدال آجاتا ہے۔

آسمان کے عجائب اتنے ہیں کہ ان کے اجزاء میں سے ایک جزو کا عشرِ عشر بھی بیان کرنے کی امید نہیں کی جاسکتی تو یہ صرف غور و فکر کے طریقے سے آگاہی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ تمہارا اعتقاد یوں ہونا چاہیے کہ ہر ستارے کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں پھر اس کی مقدار، اس کی شکل، اس کے رنگ اور پھر اس کو آسمان میں رکھنے خط استواء کے قریب اور دور رکھنے، دوسرے ستاروں سے اس کے قرب و بعد میں بے شمار حکمتیں ہیں جو کچھ ہم انسانی بدن کے بارے میں ذکر کیا اسے بھی اس پر تیس کر لو کیوں کہ ہر جز میں کوئی نہ کوئی حکمت سے بلکہ بے شمار حکمتیں ہیں اور آسمان کا معاملہ اس سے بھی بڑا ہے بلکہ عالم زمین کو عالم آسمان سے کوئی نسبت نہیں نہ تو حیوانی بڑائی میں اور نہ ہی معانی کی کثرت میں۔ معانی کی کثرت میں ان دونوں کے فرق کو اس طرح جانو جس طرح زمین اور اسی کی بڑائی کے درمیان فرق ہے اور تم جانتے ہو کہ زمین کتنی بڑی ہے اور اس کے کنارے کتنے وسیع ہیں انسان اس کے گرد پھرنے پر قادر نہیں ہے۔

ناظرین اس بات پر متفق ہیں کہ آسمان ایک سو ساٹھ سے اوپر زمینوں کے برابر ہے اور حدیث شریف میں بھی اس کی عظمت پر دلالت پائی جاتی ہے (۱)

پھر ستاروں کو دیکھو جو تمہیں چھوٹے معلوم ہوتے ہیں لیکن ان میں سے سب سے چھوٹا ستارہ زمین سے آٹھ گنا بڑا ہے جب کہ سب سے بڑا ستارہ زمین سے ایک سو بیس گنا بڑا ہے اسی سے ان کی بلندی اور دوری کا علم ہوتا ہے کیوں کہ دور ہونے کی وجہ سے وہ چھوٹے معلوم ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی دوری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

رَفَعَ سَمَكِيهَا سَوَاءً هَا - (۲)

اللہ تعالیٰ نے ان کی بلندی کو اٹھایا اور پھر ان کو برابر کیا۔

(۱) مستدام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۰، روایات عبد اللہ بن عمر



اور حدیث شریف میں ہے کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے (۱) تو جب ایک ستارہ زمین سے کئی گنا بڑا ہے تو ستاروں کی کثرت کو دیکھو پھر اس آسمان کو دیکھو جس میں یہ ستارے جڑے ہوئے ہیں نیز اس کی عظمت کو دیکھو علاوہ ازیں ان کی تیز حرکت پر غور کرو حالانکہ تمہیں ان کی حرکت کا احساس نہیں ہوتا تیزی کا ادراک تو بعد کی بات ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ آسمان ایک لفظ میں ایک ستارے کی چوڑائی کے برابر جتنا ہے کیوں کہ ستارے کے ایک کنارے کے طلوع سے پورے ستارے کے طلوع تک ایک لفظ ہے اور یہ ستارہ زمین سے ایک سو گنا سے بھی بڑا ہے اور یہ ہمیشہ اسی طرح چلتا ہے لیکن تمہیں پتہ نہیں چلتا۔

دیکھو حضرت جبریل علیہ السلام نے سورج کی رفتار کی جلدی کو کس طرح بیان کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا سورج ڈھل گیا؟

انہوں نے عرض کیا ”نہیں، ہاں“ آپ نے فرمایا تم نے ”نہیں اور ہاں“ کیسے کہہ دیا حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا جب میں نے نہیں کہا تو اس کے بعد ہاں کہنے تک سورج نے پانچ سو سال کا راستہ طے کر لیا (۲) تو اس کے بہت بڑے حجم اور حرکت کی تیزی کو دیکھو میری حکمت والے خالق کی قدرت کو دیکھو کہ اس کے اطراف کی وسعت کے باوجود آنکھ کی چوٹی سی پٹی میں اس کی صورت کو قائم کر دیا حتیٰ کہ تم زمین پر بیٹھے ہوئے اپنی آنکھیں کھولتے ہو اور پورے کا پورا سورج دیکھ لیتے ہو۔

تو ہم اس آسمان کی عظمت اور ستاروں کی کثرت کو نہیں دیکھتے بلکہ ہم ان کے خالق کو دیکھتے ہیں کہ اس نے ان کو کس طرح پیدا فرمایا پھر کسی ستون کے بغیر جو دکھائی دے، ان کو ٹھہرایا کسی چیز کے ساتھ یہ بندھے ہوئے بھی نہیں ہیں بنی عام جہاں ایک گھر کی طرح ہے اور آسمان اس کی چھت ہے تو تم پر تعجب ہے کہ تم کسی دولت مند آدمی گھر میں داخل ہونے ہو اور دیکھتے ہو کہ وہ مختلف رنگوں سے منقش ہے، اور سنہرے کام سے آراستہ ہے تو تمہارا تعجب ختم نہیں ہوتا تم مسلسل اس کا تذکرہ کرتے ہو زندگی بھر اس کے سُن کی تعریف کرتے ہو اور ہمیشہ اس عظیم گھر کو دیکھتے ہو اس کی زمین، اس کی چھت، اس کی ہوا، اس کے عجیب و غریب سامان، عمدہ حیوانات اور طرح طرح کے نفوس پر تہااری نظر پڑتی ہے پھر تم اس کے بارے میں گفتگو نہیں کرتے اور نہ ہی اس کی طرف تمہارا دل متوجہ ہوتا ہے تو یہ گھر اس دنیوی گھر سے ہلکا تو نہیں ہے کہ تم اس کی صفت کرتے ہو اور اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے بلکہ یہ دنیوی مکان تو زمین کی ایک جز ہے جو اس تمام کائنات پر محیط عالیشان گھر کی ایک حقیر جز ہے لیکن اس کے باوجود تم اس گھر میں غور و فکر نہیں کرتے اس کی وجہ

(۱) العلل المتناہیہ جلد اول ص ۸ حدیث ۵

(۲) الفوائد المجموعۃ ص ۵۱ کتاب الصفات



صرت یہی ہے کہ وہ تمہارے رب کا گھر ہے اسی نے اسے بنایا اور ترتیب دی اور تم اپنے آپ کو، اپنے رب کو اور اپنے رب کے گھر کو بھلا چکے ہو اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ (کی خواہشات کی تکمیل) میں مشغول ہو تمہیں شہوت اور ناموری کے علاوہ کسی بات کی فکر ہی نہیں ہے اور تمہاری انتہائی درجہ کی خواہشیں یہی ہے کہ تم اپنے پیٹ کو بھرو حلالاً کہ تم جانوروں کی خوراک کا دسواں حصہ بھی نہیں کھا سکتے تو گو یا جانور تم سے دس درجے اوپر ہیں اور تمہاری انتہائی ناموری یہ ہے کہ دس یا سو آدمی تمہارے پاس جمع ہو کر تمہاری تعریف کریں اور اپنے دل کی خرابی کو تم سے چھپائے رکھیں جو تمہارے بارے میں ہے اور اگر بالفرض وہ تمہاری تعریف میں پچھے بھی ہوں تو بھی تمہارے لیے یا اپنے لیے کسی قسم کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں موت، زندگی اور قیامت کے دن اٹھنا یہ سب کچھ ان کے ہاتھ میں نہیں ہے تمہارے شہر میں یہودی اور عیسائی ہوں گے جن کی دولت اور مرتبہ تمہارے مرتبہ سے زیادہ ہوگا اور تم آسمانوں اور زمین کی ملکوت (خفیہ عجائب) میں غور و فکر سے غافل ہو پھر تم ملک و ملکوت کے مالک کے جلال میں غور و فکر سے لطف اندوز ہونے سے غافل ہو۔

تم اور تمہاری عقل کی مثال اس چوٹی کی طرح ہے جو ایسے عالی شان مکان میں اپنا سوراخ کھودے جس کی بنیادیں مضبوط اور عمارت بلند ہو ستون پکے ہوں اس میں لوٹدیاں اور غلام ہوں بادشاہ کے اس محل میں طرح طرح کی نفیس چیزوں کے ڈھیر ہوں جب وہ چوٹی اس سوراخ سے نکلے اور دوسری چوٹی سے ملے تو اگر وہ گفتگو کر سکتی ہو تو صرف اپنے سوراخ اور اپنی غذا کے بارے میں ہی گفتگو کرے اور بتائے کہ اس نے اسے کس طرح جمع کیا ہے۔

جب کہ اس محل اور اس میں رہنے والے بادشاہ کے بارے میں کچھ نہ کہے اور نہ ہی اس کے بارے میں کچھ غور و فکر کرے بلکہ وہ اپنے آپ کو اپنی غذا اور اپنے گھر کو دیکھنے کے علاوہ کسی کو بھی نہ دیکھے۔ تو جس طرح چوٹی اس محل، اس کی زمین، اس کی چھت، دیواروں اور تمام عمارت سے غافل ہے بلکہ اس عمارت میں رہنے والوں سے بھی غافل ہے اسی طرح تم بھی اللہ تعالیٰ کے گھر سے اور اس کے فرشتوں سے جو اس کے آسمانوں میں رہتے ہیں، غافل ہو تم آسمان کے بائے میں اتنی ہی پہچان رکھتے ہو جتنی چوٹی کو تمہارے گھر کی چھت کی پہچان ہے اور فرشتوں کو تم اسی قدر پہچانتے ہو جس قدر چوٹی تمہیں اور تمہارے گھر کے عجائب کی پہچان سے عاجز ہے جب کہ تمہیں اس بات کی قدرت حاصل ہے کہ ملکوت میں غور و غور اور اس کے ان عجائب کی پہچان حاصل کرو جن سے لوگ غافل ہیں۔

اب ہم قلم کی نگام اس کلام سے پھرتے ہیں کیوں کہ اس میدان کی کوئی انتہا نہیں ہے اگر ہم بہت بڑی بڑی عمریں صرف کریں تب بھی ہم اس معرفت کی تشریح نہیں کر سکتے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے ہمیں جس قدر معرفت حاصل ہے وہ علماء کرام اور اولیاء عظام کی معرفت کے مقابلے میں بہت قلیل ہے اور ان کو جو معرفت حاصل ہے وہ انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل ہونے والی معرفت کے مقابلے میں بہت کم ہے اور ان تمام انبیاء کرام کی معرفت، ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت سے قلیل ہے اور تمام انبیاء کرام کی معرفت مقرب فرشتوں کو حاصل معرفت کے مقابلے میں کم ہے



اور مقرب فرشتے جسے حضرت جبریل اور حضرت اسماعیل علیہما السلام اور دوسرے فرشتے ہیں۔

اور اگر تمام فرشتوں، جنوں اور انسانوں کے تمام علوم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف کی جائے تو ان سب کے علم کو علم بھی نہیں کہہ سکتے بلکہ اسے مدہوشی، حیرت، قصور اور عاجزی کہنا زیادہ بہتر ہوگا وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندوں کو معرفت عطا کی جس قدر عطا فرمائی پھر ان سب کو خطاب کر کے فرمایا۔

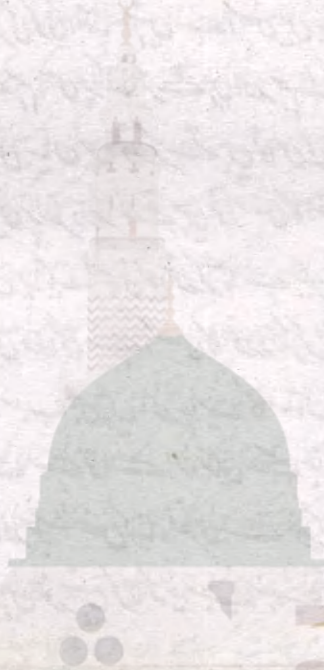
فَمَا أُوْتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (۱) اور تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے۔

یہ ان طریقوں کا بیان ہے جن میں غور و فکر کیا جاسکتا ہے جب فکر کرنے والے مخلوق خدا میں فکر کریں اس میں ذات خداوندی میں فکر شامل نہیں ہے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ مخلوق میں غور و فکر سے خالق کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کی عظمت، جلال اور قدرت کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اور جس قدر صنعت خداوندی کی معرفت زیادہ حاصل ہوگی اس کے جلال اور عظمت کی معرفت اتنی ہی مکمل ہوگی یہ ایسے ہی ہے جیسے تم کسی عالم کے علم کی معرفت حاصل کر کے اس کی تعظیم کرتے ہو اور جب مسلسل اس کی عجیب سے عجیب تر تصنیف یا اشعار پر تمہیں اطلاع ہوتی ہے تو اس سے اس کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کے حسن سے اس عالم کی عزت و توقیر بھی بڑھ جاتی ہے حتیٰ کہ اس کا ہر کلمہ اور اس کے اشعار کا ہر بیت جو تمہیں بھلا معلوم ہوتا ہے تمہارے دل میں اسے جگہ دیتا ہے اور تمہارے نزدیک وہ قابل تعظیم ٹھہرتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کی تصنیف و تالیف میں غور کرنے کا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ کی جتنی مخلوق موجود ہے وہ سب اسی کی تصنیف ہے اور اس میں غور و فکر کی کوئی انتہا نہیں ہے اس میں سے ہر بندے کو وہی کچھ ملتا ہے جو اس کے مقدر میں ہے لہذا جو کچھ ہم نے لکھا ہے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور ہم نے شکر کے بیان میں جو تفصیل بیان کی ہے اسے بھی اس کے ساتھ ملاتے ہیں جب ہم اس بیان میں غور کرتے ہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اس نے ہم پر احسان کیا اور جب اس بیان پر نظر دوڑاتے ہیں تو اس کا مقصد محض یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال اس طرح ہیں ہم جن امور پر غور کرتے ہیں ان پر ایک فلسفی بھی غور کرتا ہے لیکن اس کا غور و فکر گراہی اور بدبختی کا سبب بنتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق دی گئی ہے اس کا غور و فکر کرنا اس کی ہدایت اور سعادت کا باعث ہوتا ہے زمین و آسمان میں جتنے ذرے ہیں وہ گراہی کا سبب بھی ہیں اور ہدایت کا سامان بھی۔ جو شخص ان امور میں اس نیت سے غور کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل اور صنعت ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمت کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ اس کے ذریعے ہدایت حاصل کرتا ہے اور جو شخص کو تاہ نظری سے غور کرتا ہے اور یوں خیال کرتا ہے کہ یہ سب چیزیں ایک دوسرے پر تاشیر کرتی ہیں اس انداز میں غور نہیں کرتا کہ یہ سب سبب الاسباب کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں تو



وہ بدبخت ہے اور تباہی کی طرف جاتا ہے ہم گمراہی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل و کرم اور تجرد و رحمت سے ہمیں جاہلوں کی طرح بھٹکنے سے محفوظ رکھے۔ نجات دینے والے امور میں سے نواں بیان مکمل ہوا اس کے بعد موت اور اس کے بعد کے واقعات کا ذکر ہوگا اور یوں یہ کتاب مکمل ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور صلوة و سلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل و اصحاب پر ہو۔





# ۱۰۔ موت اور اس کے بعد کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ -

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے بڑے بڑے منجبرین کی گردنوں کو موت کے ذریعے توڑا اسی کے ذریعے کسریٰ ایرانی بادشاہوں کی پٹیوں کو توڑ دیا اور قیصر (رومی) بادشاہوں کی امیدوں کو کم کیا وہ لوگ جن کے دل موت سے نفرت کرتے تھے حتیٰ کہ جب ان کے پاس سچا دعوہ آیا تو ان کو قبروں میں ڈال دیا پس وہ مملکت سے قبروں میں منتقل ہو گئے، اور پنگھوڑوں کی روشنی سے قبروں کے اندھیروں میں چلے گئے، لونڈیوں اور غلاموں کے ساتھ کھیل سے کیرٹے کوڑوں کی اذیتیں برداشت کرنے کی طرف منتقل ہوئے۔ کھانے پینے سے لطف اندوز ہونے سے مٹی میں لوٹنے کے خاندان کے ساتھ انس سے تنہائی کی وحشت کی طرف، اور نرم بستر سے سخت بچھونے کی طرف چلے گئے۔

تو دیکھو کیا مضبوط فاعلوں اور عزت نے انہیں موت سے بچایا اور کیا انہوں نے موت کے سامنے کوئی آڑ بنائی اور یہ بھی دیکھو کیا تم ان میں سے کسی ایک کو محسوس کر رہے ہو یا ان کی آہٹ سن رہے ہو۔

تو وہ ذات پاک ہے جو قبر اور علیہ میں منفرد ہے بقا کا حق اسے ہی حاصل ہے اور اس نے مخلوق کو فنا کے حکم سے جو اس نے لکھ دیا ہے بھگا دیا۔ پھر موت کو متقی لوگوں کے لیے (دنیا سے) چھٹکا لایا اور ان کے حق میں ملاقات کا وقت بنایا جب کہ بدنت لوگوں کے لیے صبر کو قید خانہ اور قیامت تک کے لیے تنگ کو ٹھٹھی (جیل) بنا دیا وہی بے شمار نعمتوں کے ساتھ انعام فرماتا ہے اور وہ زبردست بدلے کے ذریعے انتقام لیتا ہے آسمانوں اور زمین میں شکر کے لائق وہی ہے اور اول و آخر تعریف کے لائق بھی وہی ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کو ظاہر معجزات اور واضح نشانیاں عطا ہوئیں اور آپ کے آل و اصحاب پر رحمت اور بہت زیادہ سلام ہو۔

حمد و صلوات کے بعد — وہ شخص کہ موت اس کا بچھونا، مٹی اس کا بستر کیرٹے اس کے ساتھی، منکر نیک (فرشتہ) اس کے ہم نشین، قبر اس کا ٹھکانہ زمین کا اندر اس کی جائے قرار، قیامت اس کا وہو اور جنت یا جہنم اس کے اترنے کی جگہ ہو اسے صرف موت کی فکر ہی ہونی چاہیے وہ صرف اسی کا ذکر کرے، اسی کے لیے تیاری کرے، اسی کی تدبیر کرے اسی کی طرف جھانکے، اسی کی طرف چلے، اسی کا اہتمام کرے اسی کی طرف پھرے، اسی کا منتظر رہے بلکہ اپنے آپ کو فوت شدہ لوگوں میں شمار کرے اور اپنے نفس کو اصحاب قبور میں سے سمجھے اور یقین کرے کہ جو کچھ آنے والا ہے وہ قریب ہے اور وہی چیز دور ہے جو نہیں آئے گی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عقل مندوہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت

أَلِكَيْسَ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا



بَعْدَ الْمَوْتِ - (۱) کے بعد کے لیے عمل کرے۔

ادھر کسی چیز کے لیے استعداد اسی وقت آسان ہوتی ہے جب دل میں اس کی یاد بار بار آئے اور ذکر کی تجدید اسی صورت میں ہوتی ہے جب یاد دلانے والی باتوں کا ذکر ہو تو اس کی طرف توجہ کی جائے اور آگاہ کرنے والی باتوں میں غور کیا جائے۔

ہم موت کے معاملے، اس کے مقدمات و لواحق، احوالِ آخرت، قیامت جنت، دوزخ اور ان باتوں کا ذکر کریں گے جن کا بار بار ذکر بندے کے لیے ضروری ہے اور وہ باتیں کہ جب بندہ ان میں غور و فکر کو اپنے اوپر لازم کرے تو اس سے تیاری کی ترغیب ہوتی ہے کیوں کہ موت کے بعد کوچ کرنا قریب ہے اور زندگی تھوڑی سی باقی ہے جب کہ لوگ اس بات سے غافل ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اِذْ تَرَىٰ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ  
مُعْرِضُونَ - (۲)  
لوگوں کے لیے ان کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں پڑے منہ پھیر رہے ہیں۔

### موت سے متعلق امور :

ہم موت سے متعلق اور کو دو حصوں میں ذکر کریں گے۔

### پہلا حصہ :

اس میں موت کے مقدمات اور اس کے توابع (صُور چھونکنے تک) مذکور ہوں گے اس حصے میں آٹھ باب ہوں گے۔

پہلا باب - ذکر موت کی فضیلت اور اس کی ترغیب

دوسرا باب - امید کا طویل اور مختصر ہونا

تیسرا باب - موت کی سختیاں اور موت کے وقت جو احوال مستحب ہیں۔

چوتھا باب - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا وصال

پانچواں باب - نیک خلفاء اور امراء کو جب موت آئی۔

چھٹا باب - جنازوں اور قبرستان سے متعلق عارفین کے اقوال اور زیارت قبول کا حکم

ساتواں باب - موت کی حقیقت اور صُور چھونکنے تک میت کو جو کچھ پیش آتا ہے۔

آٹھواں باب - حالتِ نیند میں مکاشفہ کے ذریعے فوت شدہ لوگوں کے جو حالات معلوم ہوئے۔



## پہلا باب

### فصل ۱ :

## موت کا ذکر اور بکثرت ذکر کی ترغیب

جان لو! جو شخص دنیا میں ڈوبا ہوا ہو، اس کے دہرے پر چبکا ہوا ہوا اور اس کی خواہشات اسے محبوب ہوں یقیناً اس کا دل موت کے ذکر سے غافل ہوتا ہے اور وہ اس کا ذکر نہیں کرتا اور اگر اس کا ذکر کرے بھی تو اسے ناپسند کرتا اور اس سے نفرت کرتا ہے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ  
فَأَنَّهُ مَلَاحِيْبِكُمْ ثُمَّ تَنُودُونَ إِلَىٰ عَالَمِ  
الْغَيْبِ وَالسَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ  
تَعْمَلُونَ۔ (۱)

آپ فرمادیجئے بے شک موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تمہیں پہنچے گی پھر تم غیب اور ظاہر کو جاننے والے کی طرف پھیرے جاؤ گے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دے گا۔

پھر لوگ تین قسم کے ہیں بعض تو دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں کچھ توبہ کے ابتدائی مرحلے میں ہیں اور بعض پہچان حاصل کر چکے ہیں اور یوں وہ انتہائی درجہ پر فائز ہو چکے ہیں۔

وہ شخص جو دنیا میں ڈوبا ہوا ہے وہ موت کا ذکر نہیں کرتا اور کرے بھی تو دنیا کے جانے پر افسوس کے حوالے سے کرتا ہے اور اس (موت) کی مذمت کرتا ہے موت کا اس طریقے پر ذکر اسے اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ دُور کر دیتا ہے اور وہ شخص جس نے توبہ کر لی وہ موت کا کثرت کے ساتھ ذکر کرتا ہے تاکہ اس کے دل سے موت کا خوف نکل جائے اور پوری کی پوری توبہ باقی رہے اور بعض اوقات وہ اس خوف سے موت کو ناپسند کرتا ہے کہ کہیں توبہ کے مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ اسے اٹھانے لے۔ اور اس طرح اس نے اپنا سامان بھی مکمل نہ کیا ہو۔ ایسا شخص موت کو ناپسند کرنے میں معذور ہوتا ہے اور یہ صورت اس حدیث شریف کے تحت نہیں آتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔ (۲)

(۱) قرآن مجید، سورۃ الحجۃ آیت ۸

(۲) صحیح بخاری جلد ۱ ص ۶۶۲ کتاب الرقاق



کیوں کہ یہ شخص نہ تو موت کو ناپسند کرتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو، بلکہ اسے اللہ تعالیٰ سے ملاقات نہ ہونے کا ڈر ہوتا ہے کیوں کہ وہ کوتاہی کرنے والا ہے۔ اور یہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے محبوب سے ملنے میں صرف اس لیے تاخیر کرتا ہے کہ وہ اس طریقے پر تیار کر رہا ہے جو اس کے محبوب کو پسند ہے لہذا یہ شخص ملاقات کو ناپسند کرنے والا شمار نہیں ہوگا۔ اس کی علامت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس کے لیے تیار ہی میں رہتا ہے اس کے علاوہ اس کی کوئی مصروفیت نہیں ہوتی ورنہ وہ دنیا کے حصول میں مصروف ہو جاتا۔

اور عارف ہمیشہ موت کو یاد کرتا ہے کیوں کہ موت محبوب سے ملاقات کا وقت ہے اور محبوب محبوب سے ملاقات کے وقت کو کبھی بھول نہیں سکتا۔ اور یہ اس لیے ہے کہ عام طور پر موت دیر سے آتی ہے اور وہ موت کی آمد کو پسند کرتا ہے تاکہ گناہ گاروں کے گھر دنیا سے اس کی جان چھوٹ جائے اور وہ تمام جہانوں کے رب کے قریب چلا جائے۔ جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے جب ان کی وفات کا وقت ہوا تو انہوں نے فرمایا۔

جسب فاترہ کی حالت میں آیا یا اللہ! اگر تیرے علم کے مطابق مال داری کی نسبت فقر، صحت کے مقابلے میں بیماری اور زندگی کی نسبت موت مجھے زیادہ پسند ہے تو مجھ پر موت کو آسان کر دے تاکہ میں تجھ سے ملاقات کروں۔ تو اس صورت میں توبہ کرنے والا موت کو ناپسند کرنے والا معذور ہے اور یہ شخص موت کی محبت اور تمنا میں معذور ہوتا ہے۔

اور ان دونوں کے مقابلے میں اس شخص کا مرتبہ زیادہ بلند ہوتا ہے جو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیتا ہے اور اپنے نفس کے لیے موت اور زندگی میں سے کسی ایک کو بھی پسند نہیں کرتا بلکہ اسے ان دونوں میں سے وہی بات پسند ہوتی ہے جو اس کے مالک کے ہاں پسندیدہ ہو۔ اور یہی اسی صورت میں پائیہ تکمیل کو پہنچتی ہے جب وہ فرط محبت میں تسلیم و رضا کے مقام تک پہنچ جائے یہی مقام انتہا ہے۔

بہر حال موت کو یاد کرنے میں ثواب اور فضیلت ہے کیوں کہ جو شخص دنیا میں ڈوبا ہوا ہو وہ بھی موت کے ذکر سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے کہ اس طرح وہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر سکتا ہے کیوں کہ اس صورت میں دنیا کی نعمتیں اور ان کی لذتیں تلخ ہو جاتی ہیں اور ہر وہ کام جس کی وجہ سے انسان پر لذت اور شہوات تلخ ہو جائیں وہ نجات کے اسباب سے ہے۔

فصل ۷ :

موت کا ذکر باعثِ فضیلت ہے جیسا بھی ہو



لذتوں کو توڑنے والی آسکت دینے والی چیز (موت)  
کا ذکر کثرت سے کرو۔

اَلْثَرَوَاتُ مِنْ ذِكْرِهَا زِمٌّ اَللَّذَاتُ -

(۱)

مطلب یہ ہے کہ اس چیز کے ذکر کے ذریعے لذتوں کو تلخ کر دینا کہ تمہارا ان کی طرف جھکاؤ ٹوٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

موت کے بارے میں جو کچھ انسان کو معلوم ہے اگر  
جانوروں کو اس بات کا علم ہوتا تو تم ان میں سے کسی  
موٹے جانور کو نہ کھاتے۔

كُوْتَلِمَ الْبَهَائِمُ مِنَ الْمَوْتِ مَا يَعْلَمُ  
ابْنُ اَدَمَ مَا اَكَلْتُمْ مِنْهَا سَمِيْنَا۔

(۲)

(مطلب یہ ہے کہ موت کے خوف سے جانور دبلے پٹیلے اور کمزور ہو جاتے)  
ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا شہداء کے ساتھ بھی کسی کو اٹھایا جائے گا آپ

ہاں! جو آدمی دن رات میں بس مرتبہ موت کو یاد کرے

لَعَمْرُؤٍ يَذْكُرُ الْمَوْتَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ  
عَشْرِينَ مَرَّةً -

(۳)

اس تمام فضیلت کا سبب یہ ہے کہ موت کا ذکر دھوکے والے گھر (دنیا) دور کر کے آخرت کے لیے استعداد کا  
تفحص کرتا ہے جب کہ موت سے غفلت دینی خواہشات کی طرف مکمل توجہ کی دعوت دیتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مومن کا تحفہ موت ہے۔

تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ -

(۴)

آپ نے یہ بات اس لیے ارشاد فرمائی کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے کیوں کہ وہ اس میں ہمیشہ رنج اور  
مشقت جھیلتا ہے خواہش کو پورا کرنے کی محنت اور شیطان کو دور کرنے کی تکلیف اٹھاتا ہے اور موت اس عذاب  
سے نجات دلاتی ہے اور یہ چھوٹ جانا اس کے حق میں تحفہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

موت، ہر مسلمان کے لیے کفارہ ہے۔

الْمَوْتُ كَفَّارَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ -

(۵)

(۱) جامع ترمذی ص ۳۲۵، ابواب الزہد

(۲) شعب الایمان جلد ۲ ص ۲۵۲ حدیث ۱۰۵۵۶

(۳) الفوائد المجموعہ ص ۲۶۳ کتاب الادب

(۴) المستدرک للہی جلد ۴ ص ۳۱۹ کتاب الرفاق

(۵) شعب الایمان جلد ۲ ص ۱۷۱ حدیث ۹۸۱۵



اس سے سچا مسلمان مراد ہے جو سچا مومن ہو اس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اس میں مومنوں واسے اخلاق ہوں اور اس پر گناہوں کی میل نہ ہو البتہ گناہ صغیرہ اور لغزشیں ہوں تو موت اسے ان سے پاک کر دیتی ہے جب کہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتا اور فرائض ادا کرتا ہو۔

حضرت عطاء غراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں لوگ زیادہ ہنس رہے تھے تو آپ نے فرمایا۔

شُبُّوا مَجْلِسَكُمْ بِذِكْرِ مَكْدِرِ اللَّذَاتِ -  
اپنی مجلس کو لذتوں کو خراب کرنے والی چیز یعنی (موت) سے مخلوط کرو۔

(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
موت کا ذکر زیادہ کیا کرو یہ گناہوں سے پاک اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے۔

الدُّوْبُ وَيَرْهَقُ فِي الدُّنْيَا - (۲)

آپ نے ارشاد فرمایا۔

كَفَى بِالْمَوْتِ مُفَرِّقًا - (۳)

اور آپ نے ارشاد فرمایا۔

كَفَى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا - (۴)

موت وعظ و نصیحت کے لیے کفایت کرتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ باتیں کر رہے ہیں اور ہنس بھی رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

أَذْكُرُوا الْمَوْتَ أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ

لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا

وَكَبَّيْتُمْ كَثِيرًا - (۵)

موت کو یاد کیا کرو سنو! وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم وہ بات جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

(۱) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۴۶۷ حدیث ۲۲۱۱۲

(۲) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۴۳۳ حدیث ۲۲۰۹۸

(۳) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۴۴۷ حدیث ۲۲۱۱۵

(۴) مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۳۰۸ - کتاب الزهد

(۵) الدال المنثور جلد ۱ ص ۳۳۰، ۳۳۱ تحت آیت قل یا عباد الذین اسرفوا



رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا تو حاضرین نے اس کی تعریف میں اچھے کلمات کہے  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موصوف موت کا ذکر کس طرح کرتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم نے ان سے  
موت کا ذکر نہیں سنا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا ممدوح اس مرتبے کا نہیں ہے (۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوا اور میں وہاں  
موجود افراد میں سے دسواں تھا اس اثناء میں انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! زیادہ ڈرنا اور زیادہ عزت  
والاکون ہے آپ نے فرمایا۔

وہ لوگ جو موت کو زیادہ یاد کرتے اور اس کے لیے زیادہ تیاری کرتے ہیں وہی عقل مند ہیں وہ دنیا کی شرافت اور  
آخرت کی بزرگی لے گئے۔ (۲)

### آثار:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں موت نے دنیا کو رسوا کیا اس نے عقل مند کے لیے خوشی نہیں چھوڑی۔  
حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن موت سے بہتر کسی غائب چیز کا منتظر نہیں ہوتا۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے  
جب میں انتقال کروں تو میرے بارے میں کسی کو اطلاع نہ دینا اور مجھے آہستہ سا میرے رب کی طرف کھسکا دینا۔  
کسی دانائے اپنے ایک بھائی کو لکھا اسے بھائی اس گھر (دنیا) میں موت سے ڈر اس سے پہلے کہ تو اس گھر میں  
چلا جائے جس میں تو موت کی تمنا کرے لیکن اسے نہ پاسکے۔

اور حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ کے پاس جب موت کا ذکر کیا جاتا تو ان کا ہر عضو جاتا ہے (بے حس ہوجاتا)  
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہر رات فقہاء و کرام کو جمع کر کے ان سے موت، قیامت اور آخرت کے بارے میں مذاکرہ  
کرتے پھر وہ سب روتے حتیٰ کہ یوں معلوم ہوتا کہ ان کے سامنے کوئی جنازہ پڑا ہے۔  
حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں دو چیزوں نے مجھ سے دنیا کی لذت ختم کر دی ایک موت کا ذکر اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے  
سامنے کھڑا ہونا۔

حضرت کعب بنی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص موت کو بچان لے اس پر دنیا کے مصائب اور غم ہلکے ہوجاتے ہیں۔  
حضرت مطرف فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا بصرہ کی مسجد کے درمیان کوئی شخص کہتا ہے موت کے ذکر نے  
ڈرنے والوں کے دل کاٹ دیئے اللہ کی قسم تم ان کو دالہانہ انداز میں دیکھو گے۔

(۱) مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۲۰۹ کتاب الزہد

(۲) ایضاً۔



حضرت اشعث رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس جایا کرتے تھے تو صرف جہنم کی آگ، آفرت کے معالے اور موت کا ذکر فرماتا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اپنے دل کی سختی کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا موت کا ذکر زیادہ کیا کرو اس سے تمہارے دل میں نرمی پیدا ہوگی چنانچہ جب اس عورت نے یہ کام کیا تو اس کا دل نرم ہو گیا۔ پھر وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شکریہ ادا کرنے حاضر ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر کیا جاتا تو ہپ کی جلد سے خون کے قطرے جاری ہو جاتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب موت اور قیامت کا ذکر کرتے تو رو پڑتے حتیٰ کہ آپ کا سانس اکھڑ جاتا اور جب رحمت کا ذکر ہوتا تو سانس واپس آ جاتا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے جس بھی عقل مند کو دیکھا اسے موت سے خائف اور غمگین پایا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کسی عالم سے فرمایا کہ مجھے نصیحت کیجئے انہوں نے فرمایا آپ پہلے خلیفہ نہیں جو انتقال کریں گے (بلکہ پہلے حکمران بھی فوت ہوتے رہے ہیں) فرمایا مزید بتائیے، انہوں نے فرمایا آدم علیہ السلام تک آپ کے تمام آباد و اجداد نے موت کو چکھا ہے اور آپ کی باری آپ کی ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہ بات سنی تو رو پڑے۔ حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ نے اپنے گھر میں قبر کھود رکھی تھی اور آپ ہر دن کئی مرتبہ اس میں سو جاتے اس طرح آپ ہمیشہ موت کو یاد رکھتے۔ اور آپ فرماتے تھے اگر میرے دل میں ایک ساعت کے لیے بھی موت کی یاد باقی نہ رہے تو میرا دل خراب ہو جائے۔

حضرت مطرف بن عبداللہ بن شمیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس موت نے راحت و آرام والے لوگوں پر ان کے آرام کو مکتدر کر دیا ہے۔ تو ایسا آرام تلاش کرو جس میں موت نہ ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حضرت عبیدہ رحمہ اللہ سے فرمایا موت کا ذکر کثرت سے کیا کرو اگر تمہیں عیش کی وسعت حاصل ہو تو یہ ذکر اسے تنگ کر دے گا اور اگر غم تنگ گزار رہے ہو تو اس میں وسعت آ جائے گی۔ (مطلب یہ ہے کہ دنیا کی فراوانی تمہیں اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں کرے گی اور وسعت رزق بھی ہوگی)

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت ام ہارون سے پوچھا کہ کیا آپ کو موت پسند ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں، میں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اگر میں کسی انسان کی بات نہ مانوں تو مجھے اس سے ملاقات پسند نہیں ہوتی تو میں کیسے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کروں جب کہ میں نے اس کی نافرمانی کی ہے۔



## دل میں موت کی یاد کا طریقہ

جاننا چاہیے کہ موت ہونا کس ہے اور اس کا خطرہ عظیم ہے اور لوگ اس سے اس لیے غافل ہیں کہ وہ اس کے بارے میں بہت کم سوچتے ہیں اور اسے زیادہ یاد بھی نہیں کرتے اور جو شخص اسے یاد کرتا ہے وہ فارغ دل کے ساتھ یاد نہیں کرتا بلکہ ایسے دل سے یاد کرتا ہے جو دنیوی خواہشات میں مشغول ہے لہذا دل میں موت کا ذکر قرار نہیں پکڑتا۔

تو اس سلسلے میں طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دل کو موت کے ذکر کے علاوہ ہر خیال سے پاک کر دے کیوں کہ موت اس کے سامنے ہے اور اس مسافر کی طرح ہو جائے جو کسی خطرناک جنگل کا سفر کرنا چاہتا ہے یا سمندری سفر کا ارادہ رکھتا ہے وہ صرف اسی کا فکر کرتا ہے جب موت کی یاد اس کے دل میں جم جائے گی تو اثر بھی کرے گی اور اس وقت اس کا دینا کے ذریعے سُور اور راحت کم ہو جائے گی اور دل ٹوٹ جائے گا۔

اس سلسلے میں زیادہ موثر طریقہ یہ ہے کہ اپنے ان ہم عصر لوگوں کو یاد کرے جو اس سے پہلے فوت ہو چکے ہیں ان کی موت اور مٹی کے نیچے ان کی آرام گاہوں کو یاد کرے ان کے عہدوں، صورتوں اور حالات کو یاد کرے اور غور کرے کہ کس طرح مٹی نے ان کی صورتوں کے حُسن کو مٹا دیا اور کس طرح ان کے اعضاء ان کی قبروں میں متفرق ہو گئے ان کی بیویاں کس طرح بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے اور ان کے مال ضائع ہو گئے ان سے ان کی مساجد اور مجالس خالی ہو گئیں اور ان کے نام و نشان مٹ گئے۔

جب کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کو یاد کرتا ہے اور اپنے دل میں اس کی حالت اور اس کی موت کی کیفیت کا خیال لاتا ہے اس کی صورت کا تصور کرتا ہے اس کی خوشی اور درد زندگی اور بقا کے لیے اس کا توقف اور موت کو بھول جانا اور اسباب کے ناموافق ہونے سے دہوکھا نا قوت اور جوانی کی طرف جھکاؤ اور کھیل کود تیز ہنسی مذاق کی طرف اس کا میدان فوری اور سناٹے آنے والی موت نیز جلدی ہلاک ہونے سے غفلت برتنا سامنے رکھتا ہے اور اس بات کو یاد کرتا ہے کہ کس طرح اب اس کے پاؤں اور اعضاء ٹوٹ گئے اور کس طرح ہنسا کرتا تھا لیکن اب مٹی نے اس کے دانتوں کو کھا لیا اور کس طرح باتیں کیا کرتا تھا لیکن اب کیرٹوں نے اس کی زبان کو کھا لیا اور کس طرح وہ اپنے لیے دس سال تک کے لیے غیر ضروری چیزوں کی منصوبہ بندی کرتا تھا حالانکہ اس وقت اس کی موت تک صرف ایک مہینہ رہ گیا تھا۔ اور اسے اس بات کی خبر بھی نہ تھی حتیٰ کہ اس کو اس وقت موت آئی جس کا اسے گمان بھی نہ تھا فرشتے کی صورت اس کے سامنے ظاہر ہوئی اور اس کے کانوں میں آواز آئی کہ جنت کی طرف جائے گا یا جہنم کی طرف۔

— جب آدمی اپنے فوت شدہ دوست احباب کے بارے میں ان تمام مذکورہ بالا باتوں کو سوچتا ہے تو اس وقت



غور کرتا ہے کہ وہ بھی ان کی مثل ہے اور اس کی غفلت بھی ان لوگوں کی غفلت کی طرح ہے اور عنقریب اس کا انجام بھی ان لوگوں کے انجام جیسا ہوگا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”جب تم موت کو یاد کرو تو اپنے آپ کو ان میں سے ایک شمار کرو“  
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ شخص نیک بخت ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔  
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر روز صبح یا شام تم ایک نہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کے لیے تیار کرتے ہو تم اسے زمین پر رکھ دیتے ہو وہ مٹی کو اپنا تکیہ بنا تا ہے دوست احباب کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے اور تمام اسباب سے اس کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔

تو ہمیشہ اس قسم کی سوچ کو اختیار کرنا قبرستان میں جانا اور بیماریوں کو دیکھنا دل میں موت کی یاد کو بار بار لاتا ہے حتیٰ کہ وہ یاد اس کے دل پر اس قدر غالب آجاتی ہے کہ موت اس کی آنکھوں کے سامنے رہتی ہے اور اس وقت ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے لیے تیاری کرے اور دہوکے کے گھر سے اپنے آپ کو دُور رکھے ورنہ ظاہر دل اور زبان کی نوک سے اس کا ذکر کم فائدہ دیتا ہے اور اس صورت میں تنبیہ زیادہ نہیں ہوتی۔ جب بھی انسان کا دل دنیا کی کسی چیز پر خوش ہو تو اسے اسی وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس نے اسے ضرور چھوڑنا ہے ابن مطیع نے ایک دن اپنے گھر کو دیکھا تو اس کے سُن کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے رونا شروع کر دیا اور فرمایا اللہ کی قسم! اگر موت نہ ہوتی تو میں تجھ سے خوش ہوتا اور اگر آخر کار تنگ قبر میں جانا نہ ہوتا تو دنیا کے ساتھ ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ پھر وہ بہت زیادہ روئے حتیٰ کہ ان کی آواز بلند ہو گئی۔

## دوسرا باب

لمبی امید، مختصر امید کی فضیلت، طویل امید کا سبب اور اس کے علاج کا طریقہ۔

### فصل ۱:

## مختصر امید کی فضیلت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا۔

اِذَا اصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثُ نَفْسَكَ بِالسَّاءِ  
وَإِذَا امْسَيْتَ فَلَا تُحَدِّثُ نَفْسَكَ  
بِالصَّبَاحِ وَخُذْ مِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ  
وَمِنْ صَعْتِكَ لِسَقْمِكَ فَإِنَّكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ

جب صبح ہو تو اپنے لیے شام کی امید نہ رکھیں اور شام ہو تو صبح تک زندہ رہنے کی امید نہ رکھیں اپنی زندگی سے موت کے لیے اور اپنی صحت سے بیماری کے (دلوں) کے لیے (عمل) حاصل کریں کیوں کہ اسے عبداللہ! آپ نہیں



لَا تَدْرِي مَا اسْمُكَ غَدًا۔ (۱)

جاننے کہ کل آپ کا کیا نام ہوگا (خوف شدہ یا زندہ)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ أَسَدًا مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ خَصَلْتُمْ  
أَتْبَاعُ الْمَوْتَى وَطُولُ الْأَمَلِ فَمَا أَتْبَاعُ  
الْمَوْتَى فَإِنَّهُ يَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَأَمَّا طُولُ  
الْأَمَلِ فَإِنَّهُ الْحُبُّ لِلدُّنْيَا۔ (۲)

مجھے تم پر دو باتوں کا بہت زیادہ خوف ہے خواہش کے  
پیچھے چلنا اور لمبی امید، خواہش کی اتباع حتیٰ بات سے  
روک دیتی ہے اور لمبی امید دنیا سے محبت (کا ذریعہ)  
ہے۔

پھر ارشاد فرمایا۔

أَلَا إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ  
وَيُبْخِضُ وَإِذَا أَحَبَّ عَبْدًا أَعْطَاهُ الْإِيمَانَ  
أَلَا إِنَّ لِلدُّنْيَا أَبْنَاءَ وَبِلَدُنْيَا أَبْنَاءَ فَكُونُوا  
مِنْ أَبْنَاءِ الدِّينِ وَلَا تَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ  
الدُّنْيَا أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا قَدْ ارْتَخَلَتْ  
مَوْلِيَةً أَلَا إِنَّ الْآخِرَةَ قَدْ ارْتَخَلَتْ  
مُتَمَبِّلَةً أَلَا وَانْكُمْ فِي يَوْمٍ عَمَلٍ لَيْسَ فِيهِ  
حِسَابٌ أَلَا وَانْكُمْ تَوْشِكُونَ فِي يَوْمٍ حِسَابٍ  
لَيْسَ فِيهِ عَمَلٌ۔ (۳)

سنو! بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اس کو بھی دیتا ہے جسے پسند  
فرماتا ہے اور اسے بھی جسے ناپسند کرتا ہے اور جب وہ  
کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے ایمان (کی دولت)  
عطا فرماتا ہے۔ سنو! کچھ لوگ دین والے ہیں اور کچھ لوگ  
دنیا دار ہیں تو تم دین والے بنو، دنیا کے بیٹے نہ بنو، سنو!  
دنیا پیٹھ پھیر کر جا رہی ہے، سنو! آخرت اپنی جگہ سے  
کوچ کر کے آ رہی ہے سنو! آج تم عمل کے دن میں ہو  
اس میں حساب نہیں سنو! عنقریب تم حساب کے دن میں  
ہو گے اور وہاں عمل نہیں ہوگا۔

حضرت ام المیزان رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے

اور فرمایا اسے لوگو! کیا تم اللہ تعالیٰ سے جی نہیں کرتے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا وہ مال جمع  
کرتے ہو جسے کھاتے ہیں اور اس چیز کی امید رکھتے ہو جسے حاصل نہیں کر سکتے اور وہ مکان بناتے ہو جس میں تم رہائش  
نہیں رکھو گے۔ (۴)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۴۹ کتاب الرقاق

(۲) کنز العمال جلد ۱۷ ص ۱۲۷ حدیث ۴۱۶۷

(۳) شعب الایمان جلد ۱ ص ۴۵۴ حدیث ۱۰۵۶۲



سے ایک لونڈی ایک سو دینار میں خریدی اور ایک مہینہ تک کا ادھار کیا تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا  
 "کیا تم حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر تعجب نہیں کرتے جنہوں نے ایک مہینے کا ادھار کر کے لونڈی خریدی انہوں نے لمبی امید  
 باندھی ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے اپنی آنکھیں جب بھی کھولیں تو یہی خیال کیا کہ  
 پلکیں بند کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ میری روح قبض کر لے گا۔ اور جب میں اپنی آنکھیں اٹھاتا ہوں تو یہی خیال کرتا ہوں کہ  
 اسے نیچے کرنے سے پہلے میری روح قبض ہو جائے گی اور جب میں لقمہ اٹھاتا ہوں تو یہی خیال ہوتا ہے کہ اس کے نکلنے  
 سے پہلے پہلے موت آجائے گی۔

پھر فرمایا۔

يَا بَنِي آدَمَ اِنَّ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ فَعَدُوا  
 اَنْفُسَكُمْ مِنَ الْمَوْتِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ  
 اِنَّ مَا تَوْعَدُونَ لَآيٌ وَّمَا اَنْتُمْ  
 بِمُعْجِزِينَ۔ (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے لیے تشریف لے جاتے اور مٹی  
 سے استنجی کر لیتے ہیں عرض کرتا یا رسول اللہ! پانی آپ کے قریب ہے؛ آپ فرماتے معلوم میں اس ان تک پہنچ سکوں  
 یا نہیں (۲)

ایک روایت میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مکڑیاں لے کر ایک مکڑی اپنے سامنے گاڑ دی دوسری اس  
 کے پہلو میں اور تیسری کو اس سے دُور گاڑا پھر فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؛ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا  
 رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

یہ درمیان والی مکڑی (انسان ہے) یہ (قریب والی مکڑی) اس کی موت ہے (جو فوری طور پر آنے والی ہے) اور وہ  
 (دور والی مکڑی) اس کی امید ہے انسان امید رکھتا ہے لیکن موت اس کے راستے میں رکاوٹ بن جاتی ہے (۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَثَلُ ابْنِ آدَمَ وَالِإِنْسَانِ كَمَثَلِ النَّعْتَمَةِ وَالْحَمَلِ  
 النَّعْتَمَةُ إِذَا تَمَرَّتْ تَمَرَّتْ بِحَبْلِهَا وَالْحَمَلُ إِذَا تَمَرَّتْ تَمَرَّتْ بِحَبْلِ أُمِّهِ

انسان کی مثال یہ ہے کہ اس کے گرد ننانوے موتیں ہیں

(۱) شعب الایمان جلد ۲، صفحہ ۳۵۵ حدیث ۱۰۵۶۲

(۲) مشکوٰۃ شریف ص ۲۰ باب الاصل والحمل

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۸ روایات ابوسعید خدری



مَدِينَةَ اِنْ اَخْطَا تَهُ النَّبَا يَا وَ قَعَرَ فِي الْمَهْرَمِ - (۱)  
 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں -

یہ انسان ہے اور اس کے گرد یہ موتیں ہیں جو پھن اٹھائے کھڑی ہیں اور ان موتوں کے بعد بڑھاپا ہے بڑھاپے کے بعد امید ہے اور امید رکھتا ہے حالانکہ ان موتوں نے اپنے نیروں کی نوکیں اس کی طرف سیدھی کر رکھی ہیں جس کو حکم ہوتا ہے وہی اسے ڈھیر کر دیتی ہے اور اگر وہ موت سے بچ جاتا ہے تو بڑھاپا اسے ہلاک کر دیتا ہے اور وہ امید کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مربع شکل میں لکیر کھینچی اس کے درمیان بھی ایک لکیر کھینچی پھر اس کے گرد کئی لکیریں کھینچیں اور ایک لکیر کھینچی جو جو اس مربع سے باہر جا رہی تھی آپ نے فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟

ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں آپ نے درمیان والی لکیر کے بارے میں فرمایا یہ انسان ہے اور مربع لکیر کے بارے میں فرمایا یہ موت ہے اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ درمیان والی لکیریں مصائب ہیں جو اس کو نوچتے ہیں اگر ایک سے بچ جائے تو دوسرے کے ہتھے چڑھ جاتا ہے اور باہر نکلنے والی لکیر کے بارے میں فرمایا یہ امید ہے۔ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَهْرَمُ ابْنُ اَدَمَ وَيَبْقَى مَعَهُ اثْنَتَانِ  
 آدھی بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ یہ دو چیزیں باقی  
 رہتی ہیں ایک عرص اور دوسری امید۔ (۳)

ایک اور روایت میں -

تَشَبُّ مَعَهُ اثْنَتَانِ الْجِرْصُ عَلَى الْمَالِ  
 اس کے ساتھ دو چیزیں ہوں رہتی ہیں ایک مال کی عرص  
 اور دوسری زندگی کی عرص۔ (۴)

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) جامع ترمذی ص ۲۱۳، ابواب القدر

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۵۰، کتاب الرقاق

(۳) مستدراک احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۱۵ روایات انس

(۴) صحیح مسلم جلد اول ص ۲۳۵، کتاب الزکوٰۃ



نَجَا أَوْلَ هَذِهِ الْأُمَّةِ بِالْيَقِينِ وَالْهَدْوِ  
يَهْلِكُ الْآخِرَةُ مِنَ الْأُمَّةِ بِالْبُخْلِ وَالْأَمَلِ -

اس امت کے پہلے لوگ یقین اور زندگی دوسرے سے نجات پا گئے اور اس امت کے پچھلے لوگ بخل اور امید کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

(۱)

کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے اور ایک بوڑھا شخص اپنی کدال سے زمین کھود رہا تھا آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا یا اللہ! اس شخص سے امید کو دور کر دے چنانچہ اس بوڑھے نے کدال رکھ دی اور لیٹ گیا تھوڑی دیر گزری تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! اس کی امید لوٹا دے چنانچہ وہ شخص اٹھا اور اس نے کام شروع کر دیا آپ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں کام کر رہا تھا کہ میرے نفس نے کہا تم کب تک عمل کرتے رہو گے اور تم ایک بوڑھے شخص ہو میں نے کدال پھینک دی اور لیٹ گیا پھر میرے نفس نے کہا اللہ کی قسم! جب تک تو زندہ ہے گذراؤ وقت کی ضرورت باقی رہے گی تو میں نے کدال اٹھالی۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم سب جنت میں جانا چاہتے ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا۔

امیدیں کم رکھو، اپنی موت کو آنکھوں کے سامنے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے اس طرح جیا کرو جس طرح جیا کرنے کا حق ہے۔

تَصَرُّدًا مِنَ الْأَمَلِ وَتَنَبُّؤًا أَجَانِكُمْ  
بَيْنَ الْبَصَارِ كَمَا وَاسْتَحْيُوا مِنَ اللَّهِ حَقَّ  
الْحَيَاءِ -

(۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا مانگئے۔

یا اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی دنیا سے جو آخرت کی بھلائی سے روکے اور تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی زندگی سے جو موت کی بہتری سے روکے اور تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی امید سے جو اچھے عمل سے روکے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ دُنْيَا تَمْنَعُ خَيْرَ  
الْآخِرَةِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ حَيَاةٍ تَمْنَعُ خَيْرَ  
الْمَمَاتِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَمَلٍ يَمْنَعُ  
خَيْرَ الْعَمَلِ -

(۳)

آثار:

حضرت مطرف بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر مجھے اپنی موت کے وقت کا علم ہوتا تو میری عقل چلی جاتی لیکن اللہ تعالیٰ

(۱) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۲۱۴ کتاب التوبہ

(۲) مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۳۸۶ روایات عبد اللہ بن مسعود (کچھ الفاظ نہیں ہیں ۱۲ رب نواز)



نے بندوں کو موت سے بے خبر رکھ کر ان پر احسان کیا ہے اور اگر بے خبری نہ ہوتی تو نہ زندگی اچھی طرح گزرتی اور نہ بازار گنتے۔  
حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں بھول اور امید دونوں انسان کے لیے بہت بڑی نعمتیں ہیں اگر یہ نہ ہوتیں تو مسلمان راستوں پر نہ چلتے۔ حضرت سیفان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ انسان احمق ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کی زندگی خوشگوار نہ ہوتی۔

حضرت ابو سعید بن عبدالرحمن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ دنیا اس لیے آباد ہے کہ دنیا والوں کی عقلیں بہت کم ہیں۔  
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے تین آدمیوں پر تعجب ہوا حتیٰ کہ میں ہنس پڑا ایک دنیا کی امید رکھنے والا جبکہ موت اس کے پیچھے لگی ہوئی دوسرا غافل شخص جس سے غفلت نہیں کی جائے گی اور تیسرا شخص منہ بھر کہنے والا حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا رب اس پر ناراض ہے یا راضی؟ اور تین باتوں نے مجھے تنگیں کیا حتیٰ کہ میں رو پڑا پہلی بات میرے دوستوں یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کا فراق دوسرا قیامت کا خوف اور تیسرا اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا ڈر مجھے معلوم نہیں کہ کیا مجھے جنت کی طرف لے جانے کا حکم ہوگا یا جہنم کی طرف؟

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے حضرت زرارہ بن ادنیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا آپ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ پہنچنے والا ہے؟ انہوں نے فرمایا توکل کرنا اور امید کم رکھنا۔  
حضرت سیفان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا سے زبرد، امید کم رکھنے کا نام ہے موٹا کھانا کھانا اور موٹا کبیل پیننا نہیں۔  
حضرت مفضل بن فضالہ رحمہ اللہ نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ ان سے امید کو اٹھا دے تو اللہ تعالیٰ ان سے کھانے پینے (کی خواہش) کو لے گیا پھر انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ ان کی امید واپس کر دے تو وہ کھانے پینے کی طرف لوٹ آئے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنی تمیص کیوں نہیں دہوتے؟ انہوں نے فرمایا معاملہ (موت) اس سے بھی جلدی کا ہے حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں موت تمہاری پیشانیوں میں بندھی ہوئی ہے اور دنیا تمہارے پیچھے کو لپیٹی گئی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں اس شخص کی طرح ہوں جو رانچی گردن پھیدائے ہوئے ہے اور اس پر تلوار کھینچی گئی اس انتظار میں ہے کہ گب اس کی گردن مارے۔

حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر میں ایک مہینہ زندہ رہنے کی امید کروں تو گویا میں نے گناہ کبیرہ کیا اور میں اس کی امید کس طرح کر سکتا ہوں جب کہ میں ان مصیبتوں کو دیکھتا ہوں جو دن رات کی ساعتوں میں مخلوق کو گھیرے ہوئے ہیں۔  
منقول ہے کہ حضرت شفیق بلخی رحمہ اللہ اپنے استاد ابو ہاشم ربانی رحمہ اللہ کے پاس آئے اور ان کی چادر کے پلو میں کچھ بندھا ہوا تھا اسٹاڈ نے پوچھا تمہارے پاس کیا ہے؟ انہوں نے کہا کچھ بادام ہیں میرے ایک بھائی نے مجھے دیئے



اور کہا کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم ان کے ساتھ روزہ افطار کرو انہوں نے فرمایا اسے شفیق! کیا تم رات تک زندہ رہنے کا خیال رکھتے ہو میں تم سے کبھی گفتگو نہیں کروں گا فرماتے ہی پھر انہوں نے مجھ پر دروازہ بند کر دیا اور اندر چلے گئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہر سفر کے لیے زاد راہ ضرور ہوتا ہے لہذا تم دنیا سے آخرت کی طرف اپنے سفر کے لیے تقویٰ کا سامان اختیار کرو اور ایسے ہو جاؤ گویا تم نے اس کے ثواب و عذاب کو دیکھا ہے لہذا ثواب کی رغبت رکھو اور عذاب سے ڈرو تم پر امید ہرگز طویل نہ ہو جائے ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم اپنے دشمن کے تابع ہو جاؤ گے اللہ کی قسم وہ شخص اپنی امید کو نہیں پھینکتا جو نہیں جانتا کہ وہ شام کے بعد صبح کرے گا اور صبح کے بعد شام کرے گا یا نہیں۔ بعض اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان موتوں کا اچھکنا پایا جاتا ہے میں نے اور تم نے اکثر دیکھا کہ بعض لوگ دنیا کے اعتبار سے دہوکے میں تھے اسی شخص کی آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پر یقین رکھتا ہوتا ہو۔

اور جو شخص قیامت کے ہولناک منظر سے بے خوف ہو وہی خوشی کا اظہار کرتا ہے اور جس شخص کو پہلا زخم ٹھیک ہونے سے پہلے ہی دوسرا زخم لگ جائے وہ کیسے خوش ہو سکتا ہے میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تمہیں وہ بات کہوں جس سے میں خود اپنے آپ کو نہیں روکتا پس میری تجارت میں نقصان ہوگا اور میرا عیب ظاہر ہو جائے گا اور اس دن میری محتاجی ظاہر ہو جائے گی جس دن مالدار اور محتاجی ظاہر ہوں گی اور ترازو قائم ہوں گے تم ایسے کاموں کے مکلف بنائے گئے کہ اگر ستاروں کو ان کاموں کا مکلف بنایا جاتا تو وہ بے نور ہو جاتے اور اگر پہاڑوں کو تکلیف دی جائے تو وہ پگھل جائیں اور اگر زمین کو مکلف بنایا جاتا تو وہ پھٹ جاتی کیا تم نہیں جانتے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان کتنی منزل نہیں اور تم نے ان میں سے کسی ایک میں جانا ہے۔

ایک شخص نے اپنے بھائی کو لکھا۔ حمد و صلوة کے بعد! دنیا ایک خواب ہے اور آخرت بیداری ہے اور ان دونوں کے درمیان موت ہے اور ہم پر لگندہ خالوں میں ہیں والسلام۔

اور ایک دوسرے شخص نے اپنے بھائی کو لکھا دنیا پر غم کرنا بہت لمبا ہے اور موت انسان کے قریب ہے۔ اور ہر روز کچھ نہ کچھ گھٹتا ہے اور مصیبت آزمائش اس کے جسم میں آہستہ آہستہ پن رہتی ہے اس سے پہلے کہ کوچ کا اعلان ہو سفر کی تیاری میں جلدی کرو۔ والسلام۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تک حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش واقع نہیں ہوئی تھی ان کی امیدان کی پیٹھ کے پیچھے اور موت آنکھوں کے سامنے تھی جب آپ سے خطا واقع ہوئی تو آپ کی امید آنکھوں کے سامنے اور موت آپ کی پیٹھ کے پیچھے کر دی گئی۔

حضرت عبداللہ بن سمیط رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے سنا فرماتے ہیں اپنی طویل صحت پر دہوکے میں مبتلا



شخص! کیا تو نے کسی کو بیماری کے بغیر مرتے ہوئے نہیں دیکھا اسے وہ شخص! جو طویل مہلت کی وجہ سے دہوکے میں ہے  
 یا تو نے کسی کو سامان کے بغیر گرفتار نہیں دیکھا اگر تم اپنی عمر کی طوالت کے بارے میں سوچے تو سابقہ لذتیں بھول جائے  
 تم لوگ موت کے دہوکے میں ہو باعافیت میں زیادہ دن گزارنے پر اڑتے ہو یا موت سے بے خوف ہو یا موت کے  
 فرشتے پر تمہیں جرات ہے بے شک جب موت کا فرشتہ آئے گا تو تمہاری مالی ثروت اور تمہاری جماعت تمہیں نہیں  
 بچائے گی کیا تم نہیں جانتے کہ موت کی گھڑی سختیوں، اور ندامت کی گھڑی ہے کہ کوتاہی واقع ہوئی پھر وہ فرماتے  
 اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو موت کے بعد کے لیے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو موت  
 کے آنے سے پہلے اپنے نفس کو تزیین کی نگاہ سے دیکھے۔

حضرت ابو زکریا سیفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سلیمان بن عبد الملک مسجد حرام میں تھے کہ ان کے پاس ایک پتھر لایا گیا  
 جس پر کچھ لکھا ہوا تھا انہوں نے کسی پڑھنے والے کو بلایا چنانچہ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ تشریف لائے تو اس پتھر  
 پر لکھا تھا "اے انسان! اگر تو اپنی موت کی نزدیکی کو دیکھ سکے تو یہی امید چھوڑ دے، زیادہ عمل کرنے میں رغبت کرے اور  
 تیری حرص و حیلہ کم ہو جائے اگر تیرے قدم پھسل گئے تو کل (بروز قیامت) تجھے ندامت اٹھانا پڑے گی تیری اولاد اور  
 زکریا کر تجھے حوالے کر دیں گے اور والدین قریب رشتہ دار تجھ سے جدا ہو جائیں گے اولاد اور داماد تجھے چھوڑ دیں گے  
 نہ تو تو دنیا کی طرف لوٹے گا اور نہ تیری نیکیوں میں اضافہ ہوگا پس ندامت و حسرت سے پہلے قیامت کے لیے عمل کر۔ یہ سن کر  
 سلیمان بن عبد الملک رو پڑے۔

کسی بزرگ کا قول ہے کہ میں نے محمد بن یوسف کا خط عبدالرحمن بن یوسف کے نام دیکھا جس میں لکھا تھا تم پر  
 سلامتی ہو میں اس اللہ کا شکر کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حمد و صلوة کے بعد۔ میں تمہیں خوف دلاتا ہوں اور  
 تجھے نیرے مہلت کے گھر سے ٹھہرنے اور اعمال کی جزا کے گھر کی طرف بلاتا ہوں تو زمین کے ظاہر پر رہنے کے بعد  
 اس کے اندر چلا جائے گا تیرے پاس منکر نکیر (فرشتے) آئیں گے جو تجھے بٹھائیں گے اور ڈانٹ ڈپٹ کریں  
 گے اگر اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ہوا تو تجھے نہ تو کوئی وحشت ہوگی اور نہ حاجت اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات ہوئی  
 تو اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور تجھے بھی بری جگہ اور تنگ آرام گاہ سے پناہ عطا فرمائے پھر میدانِ حشر کی چیخ دیکھا ہوگی اور  
 سور پھونکا جائے گا مخلوق کے فیصلوں کے لیے خدائے جبار آمادہ ہوگا زمین اپنے رہنے والوں اور آسمان اپنے اندر بسنے  
 والوں سے خالی ہو جائیں گے اسرار کھل جائیں گے جہنم بھڑکاٹی جائے گی، میزان قائم کئے جائیں گے انبیاء کرام اور  
 شہداء عظام کو لایا جائے گا اور ان کے درمیان سچا فیصلہ ہوگا اور کہا جائے گا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام  
 جہانوں کو اپنے والا ہے۔



کتنے ہی لوگ رسوا ہوں گے اور کتنے ہی لوگوں کی پردہ پوشی ہوگی بہت سے ہلاک ہوں گے اور بہت سے نجات پائیں گے کئی لوگوں کو عذاب ہوگا اور کئی رحمت حاصل کریں گے معلوم نہیں اس دن میرا وتر کیا حال ہوگا۔

اس سے لذتیں چلی گئیں، امید کم ہو گئیں سونے والے جاگ گئے اور عفت کے بارے ہوئے ہوشیار ہو گئے اللہ تعالیٰ اس بہت بڑے خطرے پر ہماری اور تمہاری مدد فرمائے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کو ہمارے دلوں میں اس طرح کر دے جس طرح ان کو متقی لوگوں کے دلوں میں کیا ہے اس لیے کہ ہم اسی کے ہیں۔ والسلام۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے خطبہ دینے ہوئے حمد و ثنا کی اور فرمایا اسے لوگو! تمہیں بیکار پیدا نہیں کیا گیا اور نہ ہی بیکار چھوڑا گیا ہے تمہارے لیے انجام کا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو فیصلے کے لیے جمع فرمائے گا پس کل (قیامت کے دن) وہ بندہ بزمخت اور نامراد ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اس رحمت سے نکال دیا جو ہر چیز کو شامل ہے اور اس جنت سے بھی جس کی چوڑائی تمام آسمانوں کے برابر ہے۔

کل اسے ہی امن ملے گا جو ڈرتا ہے اور متقی ہے اور اس نے قلیل (یعنی دنیا) دے کر کثیر (یعنی آخرت) خرید لی باقی کے بدلے میں فانی اور سعادت کے بدلے میں بدبختی بیچ دی کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم ہلاک ہونے والوں کی پٹھوں میں تھے اور تمہارے بعد والے تمہارے نائب ہوں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ صبح و شام لوگ اپنے رب کے پاس چلے جاتے ہیں جنہوں نے اپنا کام مکمل کر لیا اور ان کی امید ختم ہو گئی تم ان کو زمین کے گڑھے میں کسی بچھونے اور تکیے کے بغیر رکھتے ہو اسباب الگ ہو گئے دوست احباب جدا ہو گئے اور حساب و کتاب سامنے ہے اللہ کی قسم! میں تم سے یہ بات کہہ رہا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کسی کے گناہ میرے گناہوں سے زیادہ ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے طریقے ٹھیک ٹھیک ہیں تمہیں اس کی اطاعت کا حکم دیتا اور اس کی نافرمانی سے منع کرتا ہوں نیز اللہ تعالیٰ سے سختش کا طلب گاریوں پر فرمانے کے بعد انہوں نے اپنی آستین چہرے پر رکھی اور رونے لگے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے ان کی داڑھی مبارک تر ہو گئی اور انتقال فرمانے تک آپ دوبارہ مجلس میں تشریف نہ لائے۔

حضرت ققاع بن حکیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے موت کے لیے تیس سال تیاری کی اگر موت میرے پاس آئے تو میں اتنی تاخیر بھی نہیں کروں گا جتنی دیر میں ایک چیز دوسری چیز سے چھپے کی جاتی ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے کوفہ کی مسجد میں ایک بزرگ کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے میں تیس سال سے اس مسجد میں موت کا منتظر ہوں اگر وہ آئے گی تو میں نہ تو اسے کوئی حکم دوں گا اور نہ کسی کام سے منع کروں گا نہ کسی کے ذمہ میری کوئی چیز ہے اور نہ کسی کی میرے ذمہ کوئی چیز ہے۔

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم ہنستے ہو اور ہر کہتا ہے تمہارا کفن دھوبی کے پاس سے آچکا ہو۔

حضرت ابو محمد بن علی زاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم کو فرمیں ایک جنازے کے ساتھ گئے اور اس میں حضرت داؤد طائی



بھی بڑیک تھے تدفین کے وقت وہ ایک کنارے پر بیٹھ گئے ہیں آیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا اور گفتگو شروع کی انہوں نے فرمایا جو وعدہ عذاب سے دڑتا ہے اس پر دور کی چیز بھی نزدیک ہو جاتی ہے، جس کی امید لپی ہو اس کا عمل کمزور ہو جاتا ہے اور جو چیز آنے والی ہے وہ قریب ہے (یعنی موت)

اسے بھائی! جان لو ہر وہ چیز جو تجھے تیرے رب سے غافل کر دے وہ تیرے لیے نوحسٹ کا باعث ہے اور جان لو کہ تمام دنیا والے قبرستان والوں میں سے ہیں وہ جو کچھ چھوڑنے میں اس پر نادم ہوتے ہیں اور جو کچھ آگے بھیجتے ہیں اس پر خوش ہوتے ہیں لیکن قبر والے جس پر پیشیمان ہوتے ہیں دنیا والے اس پر لڑتے مرتے ہیں اور اسی پر وہ حاکموں سے جھگڑا کرتے ہیں۔

مردی ہے کہ حضرت معرووف کرخی رحمہ اللہ نے غماز کے لیے تجیر کوی اور محمد بن ابی نوبہ رحمہ اللہ سے فرمایا اگے بڑھو (وہ فرماتے ہیں) میں نے کہا اگر میں نے یہ نماز پڑھائی تو دوسری غماز نہیں پڑھاؤں گا حضرت معرووف کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا تمہارے دل میں یہ خیال ہے کہ تو دوسری غماز بھی پڑھاؤ گے گا لمبی امید سے اللہ تعالیٰ کی پناہ یہ تو اچھے عمل سے روک دیتی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا دنیا تمہارا باقی رہنے والا ٹھکانہ نہیں ہے یہ وہ جگہ ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے خاص ہونا لکھا ہے اور اس کے رہنے والوں پر یہاں سے جانا لکھ دیا ہے بہت سے مضبوط آباد جگہ خراب اور ویران ہو جاتے ہیں اور کتنے ہی رہائش پذیر جن پر رشک کیا جاتا ہے جلد ہی رخصت ہو جاتے ہیں۔ پس اسے لوگو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اس میں سے عمدہ چیز لے کر اچھی طرح نکلو اور اچھا گوشہ اختیار کرو پس بہترین نادر راہ تقویٰ ہے دنیا سکوڑنے والے سائے کی طرح ہے جو ختم ہو جاتا ہے آدمی دنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کرتا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر کے تحت اسے بلا لیتا ہے اور اس کے سر پر موت لاکھڑی کرتا ہے تو اس کے تمام نشان اور دنیا اس سے لے لی جاتی ہے اور یہ سب کچھ دوسروں کے لیے ٹھکانہ اور غنیمت کر دیا جاتا ہے دنیا جس قدر نقصان پہنچاتی ہے اس قدر خوشی نہیں دیتی۔ وہ خوشی کم اور غم زیادہ دیتی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے تھے کہاں گئے وہ لوگ جن کے چہرے خوبصورت تھے اور چمکتے تھے اور وہ اپنی جوانیوں پر فخر کرتے تھے؟ کہاں ہیں وہ بادشاہ جنہوں نے شہر تعمیر کئے اور ان کے گرد دیواریں بنا کر ان کو محفوظ کیا کہاں ہیں وہ جو لڑائی کے میدان میں غالب آتے تھے زنانے نے ان کو کمزور اور ذلیل کر دیا پس وہ قبروں کی تاریکیوں میں چلے گئے جلدی جلدی کرو اور نجات تلاش کرو نجات تلاش کرو۔



## طویل امید کا سبب اور اس کا علاج

طویل امید کے دو سبب ہیں (۱) جہالت اور (۲) محبت دنیا۔

جہالت تک دنیوی محبت کا تعلق ہے تو جب آدمی دنیا، اس کے خواہشات، لذات اور متعلقات سے ماتوس ہوتا ہے تو دل اس کی جدائی کا بوجھ محسوس کرتا ہے اور دل موت کی فکر کرنے سے رُک جاتا ہے حالانکہ موت ہی اس سے جدائی کا سبب ہے اور جو شخص کسی چیز کو ناپسند کرتا ہے اسے اپنے آپ سے دُور کرنا ہے اور انسان اپنی باطل آرزوؤں میں مشغول ہوتا ہے اور اپنے نفس کے لیے اسی چیز کی آرزو کرتا ہے جو اس کے موافق ہو اور اس کی مراد کے موافق دنیا میں باقی رہنا ہے۔ پس وہ اسی کا خیال کرتا ہے اور اپنے لیے اسی کو فرض کرتا ہے باقی رہنے کے لیے جو کچھ ضروری ہے یعنی مال، اہل و اولاد، دوست احباب، جانور اور دیگر اسبابِ دنیا تو وہ ان کی فکر میں رہتا اور دل کا جھکاؤ بھی انہی چیزوں کی طرف ہوتا ہے اور انہی پر رُکتا ہے لہذا وہ موت سے غافل ہو کر اس کے خیال کو قریب سمجھنے نہیں دیتا اور اگر کبھی اس کے دل میں موت اور اس کی تیاری کا خیال آئے تو بیت و صل سے کام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ابھی بڑے دن پڑے ہوئے ہیں۔ بڑا ہو کر تو بہ کروں گا۔ جب بڑا ہوتا ہے تو کہتا ہے بڑھاپے میں تو بہ کروں گا۔ جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو کہتا ہے یہ مکان بنا کر یا زمین آباد کر کے یا اس سفر سے واپس آ کر یا بڑے کی شادی اور بہن کے جیہتر سے فارغ ہو کر، بدگوشی کو غائب کر کے یا مکان کی تدبیر سے فارغ ہو کر تو بہ کروں گا۔ پس اس طرح وہ ٹال مٹول سے کام لیتا رہتا ہے اور ایک کے بعد دوسرے کام میں مشغول ہو جاتا ہے بلکہ بہت سے کاموں میں مشغول رہتا ہے حتیٰ کہ موت اسے اس وقت آتی ہے جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس وقت بہت زیادہ افسوس ہوتا ہے۔

اگر دوزخ والے لیت، و صل کی وجہ سے فریاد کریں گے اور کہیں گے ہائے افسوس ہم نے کیوں تاخیر کی اور تاخیر کرنے والا بیچارہ نہیں جانتا کہ جو بات اسے آج تاخیر پر مجبور کرتی ہے وہ کل بھی تو اس کے ساتھ ہوگی بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اور زیادہ مستحکم ہوتی ہے اور اس کو یہ گمان ہے کہ دنیا میں مصروف رہنے والے اور اس کی حفاظت کرنے والے کو کبھی نہ کبھی تو فراغت ہوگی حالانکہ یہ بات نہیں اس سے وہی قانع ہوتا ہے جو اس کو چھوڑتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

مَا قَضَىٰ أَحَدٌ مِنْهَا بَأْسًا  
وَمَا أُنْتَهَىٰ رَدِّبَ إِلَّا إِلَىٰ رَدِّبٍ

اس سے کسی نے اپنی حاجت کو پورا نہیں کیا اور ہر حاجت کے بعد ایک حاجت ہے۔

اور ان تمام آرزوؤں کی اصل دنیا کی محبت اور اس سے مانوس ہونا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول



کے مہنوم سے غفلت ہے۔

أَحْبِبْ مَنْ أَحْبَبَتْ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ لَه  
جس سے محبت کرتے ہو کرو یہے شک تم اس سے جدا  
ہونے والے ہو۔

جہاں تک جہالت کا تعلق ہے تو بعض اوقات انسان اپنی جوانی پر اعتماد کرتا ہے اور جوانی کی حالت میں موت کا  
انابعد جانتا ہے اور بے چارہ نہیں جانتا کہ اگر اپنے شہر کے بوڑھوں کو شمار کرے تو وہ شہر کے کل افراد کے دسویں حصے  
سے بھی کم ہوں گے اور اس قلت کی وجہ یہ ہے کہ جوانی کی حالت میں موت زیادہ واقع ہوتی ہے توجیب تک ایک  
بوڑھا شخص مرتا ہے ہزار بچے اور توجوان مر جاتے ہیں اور بعض اوقات آدمی صحت کی وجہ سے موت کو دور سمجھتا ہے  
اور اچانک موت آنے کو دشوار سمجھتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ بات بعید نہیں ہے کہ اگر یہ بات بعید بھی ہوتی ہے تو اچانک  
بیماری بعید نہیں اور ہر مرض اچانک واقع ہوتی ہے اور جب وہ بیمار ہوتا ہے تو موت بعید نہیں ہوتی۔

اگر یہ غافل غمزہ نہ کرے اور اس بات کو جان لے کہ موت کے لیے جوانی، بوڑھاپا، گرمی، سردی، خزاں، بہار  
رات اور دن کوئی وقت مقرر نہیں تو اس کا شعور بڑھے اور وہ اس کے لیے تیاری کرے لیکن ان باتوں سے جہالت  
اور دنیا کی محبت دونوں اس کو لمبی امید اور موت کے جلد آنے سے غفلت کی طرف بلاتی ہیں وہ ہمیشہ یہی گمان کرتا  
ہے کہ موت اس کے سامنے ہے لیکن وہ اسے اپنے اوپر ان فرض نہیں کرتا وہ ہمیشہ یہی خیال کرتا ہے کہ جانے کے  
ساتھ جائے گا لیکن یہ بات فرض نہیں کرتا کہ کوئی اس کے جنازے کے ساتھ بھی جائے گا کیونکہ وہ جنازوں کے  
ساتھ چلتے چلتے اس سے مانوس ہو گیا ہے اور یہ دوسروں کی موت کا مشاہدہ ہے لیکن وہ اپنی موت سے مانوس نہیں  
اور نہ ہی اس بات کا تصور کرتا ہے اور اپنی موت سے الفت ممکن بھی نہیں کیونکہ وہ واقع نہیں ہوگی اور واقع ہوئی تو  
دوسری مرتبہ واقع نہیں ہوگی یہی اول و آخر ہے۔ اس تصور کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں  
پر قیاس کرے اور اس بات پر یقین رکھے کہ اس کا جنازہ اٹھایا جائے گا اور اسے قبر میں دفن کیا جائے گا اور ہو  
سکتا ہے کہ اس کی قبر کو ڈھانپنے والی اینٹ تیار ہو گئی ہو اور اسے معلوم نہ ہو پس اس کا مال مٹول کرنا محض جہالت ہے  
اور جب تمہیں معلوم ہو کہ اس کا سبب جہالت اور دنیا کی محبت ہے تو اس کا علاج اس کے سبب کو دور کرنا ہے  
جہالت کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حاضر دل سے صاف فکر کرے اور پاک دلوں سے حکمت بالغہ کی سماعت کرے  
اور محبت دنیا کا علاج اسے دل سے نکلنے کے ذریعے بہت سخت ہے یہ علاج مرض ہے جس نے پہلوں اور  
پچھلوں سب کو علاج سے تھکا دیا اور اس کا علاج صرف آخرت کے دن پر ایمان لانا ہے اور اس میں پائے



جانے والے بہت بڑے عذاب اور عمدہ ثواب کو ماننا ہے جب اسے اس بات کا یقین حاصل ہو جائے گا تو اس کے دل سے دنیا کوچ کر جائے گی کیونکہ بڑی چیز کی محبت دل سے چھوٹی چیز کی محبت کو مٹا دیتی ہے پس جب دنیا کی حقارت اور آخرت کی لفاست کو دیکھے گا تو دنیا کی طرف توجہ سے نفرت کرے گا اگرچہ اسے مشرق سے مغرب تک کی حکومت دی جائے اور ایسا کیوں نہیں ہوگا جبکہ اس کے پاس معمولی مقدار ہے اور وہ بھی بے مزہ اور کمورت سے بھری ہوئی ہے تو آخرت پر ایمان کی موجودگی میں اس پر کس طرح خوش ہوگا اور دل میں اس کی محبت کس طرح جاگزیں ہوگی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دنیا اس طرح دکھائے جس طرح اپنے نیک بندوں کو دکھائی ہے اور موت کا خیال دل میں بٹھانے کا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں کہ اپنے ہمسر لوگوں کی موت کو دیکھے کہ کس طرح ان کے پاس اس وقت آئی جب ان کو اس کا خیال بھی نہ تھا لیکن جو شخص موت کے لیے تیار رہتا ہے۔ وہ بہت بڑی کامیابی سے بہن رہتا ہے اور جو لمبی امید کے ذریعے دہوکے کا شکار ہوتا ہے وہ واضح نقصان اٹھاتا ہے۔

تو انسان کو ہر وقت اپنے اعضا کی طرف دیکھنا اور غور کرنا چاہیے کہ کس طرح ان کو کیڑے مکوڑے کھا جائیں گے اور ان کی ہڈیاں کس طرح بکھر جائیں گی اور یہ بات بھی سوچ کر کیڑے اس کی آنکھ کے دائیں ٹھیلے کو پیلے کھائیں گے یا بائیں کو، اس کے جسم کی ہر چیز کیڑوں کی خوراک ہوگی اور اسے اپنے نفس سے صرف اسی علم اور عمل کا فائدہ حاصل ہوگا جو اس نے خالص رضائے الہی کے لیے حاصل کیا۔

اسی طرح اس کو عذاب، شکر نیکر کے سوالات، حشر و نشر، نیا مت کے ہر ناک مناظر اور بڑے دن کی پیشی کے لیے پکار و غیظہ، عنقریب اسے ان سے پالا پڑے گا۔ کے بائیں میں بھی سوچنا چاہیے اس قسم کے انکار دل میں موت کے ذکر کو بار بار لاتے اور اس کے لیے تیاری کی دعوت دیتے ہیں۔

فصل ۳۔

## امید کے زیادہ اور کم ہونے میں لوگوں کے مراتب

اس سلسلے میں لوگوں کے درجات مختلف ہیں ان میں سے بعض باقی رہنے کی امید رکھتے اور ہمیشہ اس کے

خواہش مندر ہتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ اسے ایک ہزار سال عمر دی جائے۔

يَوْمَ اَحَدُهُمْ كُوَيْعَمَّرَ اَلْفَ سَنَةٍ لَه

لہ قرآن مجید، سورہ بقرہ آیت ۹۶۔



اور کوئی شخص بڑھاپے تک زندہ رہنا چاہتا ہے یعنی جس قدر زندگی کی انتہا اس نے دیکھی ہے اور شخص دنیا سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

اللَّيْمُ شَابٌ فِي حُبِّ طَلَبِ الدُّنْيَا  
وَإِنِ التَّفَقُّتُ تَرْتَوَّقَاهُ مِنْ أَيْكُرِ لَأَ  
الَّذِينَ اتَّقَوْا وَفِيلًا مَّا هُمْ لَهُ

بڑھا آدمی طلبِ دنیا کی محبت میں نوجوان ہے اگرچہ  
بڑھاپے کے سبب اس کی ہنسی کی ہڈی مڑ جائے مگر  
وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اور وہ بہت کم ہیں۔

اور ان میں سے کوئی ایک سال تک زندہ رہنے کی امید رکھتا ہے اور اس کے بعد کے لیے تدبیر نہیں کرتا اور اُنہ سال کے لیے اپنے وجود کو فرض نہیں کرتا لیکن یہ شخص گرمیوں میں سردیوں کے لیے اور سردیوں میں گرمیوں کے لیے تیار کرنا ہے۔

پس جب سال بھر کے لیے ضروری سامان جمع کر لیتا ہے تو عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور ان میں کوئی صرف گرمیوں یا سردیوں کی مدت کے لیے امید رکھتا ہے لہذا وہ گرمیوں میں سردیوں کے کپڑے اور سردیوں میں گرمیوں کے کپڑے جمع نہیں کرتا۔

اور کسی شخص کی امید ایک دن رات کو محیط ہوتی ہے پس وہ صرف آج کے دن کے لیے تیار کرنا ہے کل کے لیے نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کل کے رزق کا اہتمام نہ کرو۔ اگر تمہیں کل کی مہلت مل گئی تو اس کے ساتھ تمہارا رزق بھی آئے گا اور اگر کل کی مہلت نہ ملی تو دوسروں کی مہلت کے لیے اہتمام نہ کرو۔ اور کسی آدمی کی امید ایک ساعت سے نہیں بڑھتی جس طرح ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

يَا عَبْدَ اللَّهِ إِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَحْدِثُ  
نَفْسَكَ بِالسَّاءِ وَإِذَا أَمَيْتَ فَلَا  
تُحْدِثُ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ لَهُ

اے بندہ خدا! جب تم صبح کرو تو شام کے بارے  
میں نہ سوچو اور جب شام ہو تو صبح کے بارے  
میں نہ سوچو۔

اور کسی شخص کو ایک گھڑی زندہ رہنے کی امید نہیں ہوتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانی حاصل ہونے کے باوجود فوراً تیمم فرماتے اور ارشاد فرماتے۔ ہو سکتا ہے میں پانی تک نہ پہنچ سکوں۔

۱۔ کنز العمال جلد ۳ ص ۹۹ حدیث ۵۶۷۱

۲۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۴۹، کتاب الرقاق

۳۔ مشکوٰۃ شریف ص ۴۰ باب الاموال والحرم



اور کسی شخص کی موت اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے۔ گویا کہ موت واقع ہوگئی۔ پس وہ اس کا منتظر رہتا ہے اور یہ وہی شخص ہے جو رخصت ہونے والے کی طرح نماز پڑھتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت اسی سلسلے میں ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کے ایمان کی حقیقت پوچھی تو انہوں نے عرض کیا میں جب بھی کوئی قدم اٹھاتا ہوں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ اس کے بعد دوسرا قدم نہیں اٹھاؤں گا۔

اور جیسا کہ حضرت اسود ہشٹی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رات کو نماز پڑھتے ہوئے دائیں بائیں متوجہ ہوتے کسی نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ موت کا فرشتہ کدھر سے آئے گا۔

تو (امید کے سلسلے میں) لوگوں کے یہ مراتب ہیں اور ہر ایک کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں درجات ہیں جس کی امید ایک مہینہ ہے وہ اس کی طرح نہیں جس کی امید ایک مہینہ اور ایک دن ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے درجات میں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا اور جو شخص ذرہ برابر بھی نیک عمل کرے گا اس کو دیکھ لے گا۔ پھر امید کے کم ہونے کا اثر عمل میں جلدی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور امید کی کمی کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ کیونکہ اس بات کا پتہ عمل سے چلتا ہے کیونکہ بعض اوقات وہ شخص اپنے اسباب کی تیاری میں مشغول ہوتا ہے کہ سال بھر تک ان کا محتاج نہیں ہوتا تو اس کا یہ عمل امید کے زیادہ ہونے پر دلالت ہے۔

اور توفیق کی علامت یہ ہے کہ موت آنکھوں کے سامنے ہو اس سے ایک ساعت بھی غافل نہ ہو پس موت کی تیاری میں ہوگا بھی آجائے گی اور اگر تم تک زندہ رہے تو اس کی عبادت ہر شکر بجالائے اور اس بات پر خوش ہو کہ اس کا دن ضائع نہ ہو بلکہ اس نے اس سے حصہ حاصل کیا اور اسے اپنے لیے محفوظ رکھا پھر صبح کو از سر نو اسی طرح شروع کرے یعنی ہر صبح دوشم یہی طریقہ اختیار کرے اور یہ بات اسی کے لیے آسان ہوتی ہے جس کا دل کل سے فارغ ہو اس قسم کا آدمی جب فوت ہوتا ہے تو خوش بختی اور غنیمت حاصل کرتا ہے اور اگر زندہ رہے گا تو اچھی تیاری اور لذت مناجات سے خوشی حاصل کرے گا۔ پس موت اس کے لیے سعادت اور زندگی امانے کا باعث ہے۔

پس اے مسکین! موت کو اپنے دل پر رکھ لے کیونکہ تو جا رہا ہے اور تجھے خبر بھی نہیں ہو سکتا ہے منزل قریب ہو اور مسافت ختم ہوگئی ہو اور تمہیں یہ بات اس صورت میں حاصل ہوگی جب تم حاصل ہونے والی مہلت میں عمل کی جلدی کرو۔



## عمل میں جلدی کرنا اور تاخیر کی آفت سے بچنا

جس آدمی کے دو بھائی غائب ہوں اور ان میں سے ایک کے کل آنے کا انتظار ہو اور دوسرا ایک مہینے یا سال کے بعد آئے گا تو وہ اس کے آنے کی تیاری نہیں کرتا جو ایک مہینے یا سال کے بعد آئے گا بلکہ اس کے لیے تیاری کرتا ہے جس کے کل آنے کا انتظار ہو اس کا دل اس مدت سے سلق رہتا ہے اور اس کے علاوہ کو مجھول جاتا ہے۔ ہر صبح وہ مکمل سال کا منتظر رہتا ہے اور گذشتہ دن کی وجہ سے سال میں کمی کا خیال نہیں کرتا اس وجہ سے وہ عمل میں کبھی بھی جلدی نہیں کرتا بلکہ وہ ہمیشہ اپنے لیے سال بھر کی گنجائش سمجھتے ہوئے عمل کو مؤخر کرتا ہے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تم میں سے کوئی دنیا کی انتظار کرکشی بنانے والی مالدار کی  
مہلادینے والی فقر، خراب کردینے والی بیماری، غفلت  
کو بگاڑنے والے بڑھاپے، جلدی کرنے والی برائی  
یا دجال کے حوالے سے کتاب ہے پس دجال ایک غائب  
برائی ہے جس کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یا قیامت کا انتظار  
کرتا ہے اور قیامت نیا ت سخت اور کڑوی ہے۔

مَا يَنْتَظِرُ أَحَدُكُمْ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا عَتَىٰ  
مُطْعِيًا أَوْ نَفَرًا مُّبِينًا أَوْ مَرَضًا مُعْتَسِدًا  
أَوْ هَرًّا مَأْمُوقًا أَوْ مَوْتًا مُجْبِرًا أَوْ  
الدَّجَالَ فَالدَّجَالُ قَتْرٌ عَارِبٍ  
يَنْتَظِرُ أَوَّ السَّاعَةِ وَالسَّاعَةُ أَدْحَىٰ  
وَأَمْرٌ لِّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے

فرمایا۔

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت  
جانو بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے صحت  
کو، فقر سے پہلے مالدار کی، مصروفیت سے پہلے فراغت  
کو اور موت سے پہلے زندگی کو۔

أَعْتَبُوا حَسْبًا قَبْلَ حَسْبِ شَبَابِكُمْ قَبْلَ  
هَرَمِكُمْ وَمَوْتِكُمْ قَبْلَ سِقْمِكُمْ  
وَعِنَاكُم قَبْلَ فُجُورِكُمْ وَمَوَاعِدِكُمْ قَبْلَ  
شَقِيلِكُمْ وَحَيَاتِكُمْ قَبْلَ مَوْتِكُمْ لِيَه  
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۱۔ المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۲۲۱ کتاب الرقاق۔



دونہیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ خسارے میں  
ہیں ایک صحت اور دوسری فراغت۔

یعنی ان نعمتوں کو عنایت نہیں جانتے اور پھر جب یہ نائل ہو جاتی ہیں تو ان کی قدر سمجھ آتی ہے۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ خَافَ أَوْ كَلِمٍ وَمَنْ أَدْرَكَ بَلَدَهُ الْمَنْزِلَ  
الْأَيُّ سَلَّمَتْهُ اللَّهُ غَايِبَةً إِلَّا أَنْ  
سَلَّمَتْهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَيْهِ

جو شخص خوف رکھتا ہے وہ رات کے پہلے حصہ  
میں چل پڑتا ہے اور جو رات کے پہلے حصے میں جاتا  
ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ سنو! اللہ تعالیٰ کا مال  
(سامان) بہت قیمتی ہے۔ سنو! اللہ تعالیٰ کا مال جنت  
ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جَاءَتِ الرَّاحِجَةُ تُشَبِّحُهَا الرَّادِقَةُ  
وَجَاءَ الْمَوْتُ بِمَا بَيْنَهُ عَلَيْهِ

آگنی ہلاک کرنے والی اور اس کے پیچھے آتی ہے  
پیچھے آنے والی اور موت اپنے تمام ساز و سامان کے  
ساتھ آگئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام میں غفلت یا کوئی مغالطہ محسوس فرماتے تو بلند آواز سے پکارتے۔  
تمہارے پاس موت و قیامت لازمہ ہو کر آگئی  
یا تو بد بخمتی کے ساتھ یا نیک نیتی کے ساتھ۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَنَا السَّيْرُ وَالْمَوْتُ الْمَغْيِرُ  
وَالسَّاعَةُ الْمَوْعِدُ عَلَيْهِ

میں ڈرانے والا ہوں موت حملہ آور ہونے  
والی ہے اور قیامت وعدے کی جگہ ہے۔

۱۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۴۹ کتاب الزقاق

۲۔ جامع ترمذی ص ۲۵۳، ابواب القیامت

۳۔ مسند امام احمد بن منبل جلد ۵ ص ۱۳۶ مرویات ابی بن کعب

۴۔ کنز العمال جلد ۱۵ ص ۵۲۳ حدیث ۲۰۹۹

۵۔ الامام المنصور جلد ۵ ص ۵۹ تحت آیت وانذر عشیرتک الاقرین۔  
www.KitaboSunnat.org



حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور دھوپ درخت کی ٹہنیوں تک پہنچ گئی تھی۔ آپ نے فرمایا دنیا اسی قدر باقی رہ گئی ہے جس قدر گزرے ہوئے دن کے مقابلے میں یہ وقت باقی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

دنیا کی مثال اس کپڑے کی طرح ہے جو شروع سے آخر تک پھٹ گیا ہوا اور آخر میں ایک دھاگے سے ٹک کر رہ گیا ہو۔ عنقریب وہ دھاگہ بھی ٹوٹ جائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے وقت قیامت کا ذکر کرتے تو آپ کی آواز بلند ہو جاتی اور رخسار مبارک سرخ پڑ جاتے۔ گویا آپ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہوں۔ آپ فرماتے (قیامت) صبح آئی کہ شام کو آئی اور اپنی دو انگلیوں کو بلا کر فرماتے مجھے قیامت کے ساتھ اس طرح (متصل) بھیجا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فَمَنْ يُؤِدَّ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ  
مَدْرَأَهُ لِدِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ

اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

یہ آیت تلاوت فرمانے کے بعد، آپ نے فرمایا جب نور سینے میں داخل ہوتا ہے تو کھل جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس کی کوئی علامت ہے جس کے ذریعے اس کی پہچان ہو سکے؟ آپ نے فرمایا ہاں دھوکے والے گھر سے دور رہنا۔ دائمی گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لیے تیاری کرنا۔

قرآن مجید میں ہے۔

وہ اللہ جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ

۱۔ مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۲۱۱ کتاب الزهد

۲۔ کنز العمال جلد ۳ ص ۲۳۳ حدیث ۶۳۰۱

۳۔ صحیح مسلم جلد اول ص ۲۸۴، ۲۸۵ کتاب الحجج

۴۔ قرآن مجید سورہ انفاس آیت ۱۰۲۵

۵۔ المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۳۱۱ کتاب الرقاق۔



آيُكُو أَحْسَنُ عَمَلًا ۱  
 نہیں آزمائے کرتے ہیں سے کون اچھا عمل کرتا ہے۔  
 حضرت سدی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ تم میں سے کون موت کو زیادہ یاد کرتا اس کے لیے اچھی طرح  
 تیاری کرتا اور اس کا زیادہ خوف رکھتا ہے اور پرہیز کرتا ہے۔  
 حضرت ذلیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر صبح دشام ایک منادی ندا دیتا ہے۔ لے لوگو! کوچ کر دو کوچ کرو۔  
 اور اس کی تصدیق یہ ارشاد خداوندی ہے۔

أَنبِيَ أَحَدِي الْكَبِيرِ كَذِيًّا لِبَشَرٍ لَمِنَ  
 بے شک یہ جہنم بڑی آفتوں میں سے ایک ہے  
 شَاءَ نَبِيْكُمْ أَنْ يَتَّقَدَّمَ أَدِيَّتَا حَرِيَّةً  
 انسان کے لیے خوف کا مقام ہے تم میں سے جو چاہے  
 آگے بڑھے یا پیچھے رہے۔

یعنی موت میں (پیچھے رہے)

حضرت حکیم جو بنو تمیم کے آزاد کردہ غلام ہیں، فرماتے ہیں میں حضرت عامر بن عبد اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور  
 وہ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے نماز مختصر کی اور میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مجھے اپنا کام بتاؤ میں جلدی میں  
 ہوں میں نے پوچھا کس کی جلدی ہے فرمایا موت کے فرشتے کی جلدی ہے اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ فرماتے ہیں  
 میں ان کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور وہ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔

حضرت داؤد طائی رضی اللہ عنہ گزر رہے تھے کہ ایک شخص نے ان سے ایک بات پوچھی انہوں نے فرمایا مجھے  
 جانے دو میں جان نکلنے کی جلدی میں ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر کام میں تاخیر بہتر ہے لیکن آخرت کے لیے اچھے اعمال میں  
 نہیں۔

حضرت منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ سے سنا وہ اپنے آپ سے کہہ  
 رہے تھے کہ بختِ عمل پر جلدی کر اس سے پہلے کہ کلمہ آجائے۔ یہ بات آپ نے ساٹھ مرتبہ دہرائی میں گسٹا رہا تھا  
 لیکن وہ مجھے نہیں دیکھتے تھے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اپنے خطبہ و عظ میں فرماتے جلدی کرو جلدی کرو کیونکہ یہ چند سانس ہیں اگر رک  
 گئے تو تم وہ اعمال نہیں کر سکو گے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے  
 جو اپنے نفس کی فکر کرتا ہے اور اپنے گناہوں پر روتا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔



إِنَّمَا نَعْبُدُ هُمْ عَدًّا ۝۱۰

بے شک ہم گنہگار کو پورا کرتے ہیں۔  
اس سے مراد سائنس ہیں اور آخری عدد جان کا نکلنا ہے پھر گھر والوں سے جدائی ہے اور قبر میں داخل ہونے کی آخری گھڑی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال سے پہلے بہت سخت ریاضت شروع کی آپ سے عرض کیا گیا اگر آپ رک جائیں یا اپنے نفس سے کچھ نرمی برتیں تو اچھا ہے، انہوں نے فرمایا جب گھوڑوں کو دوڑنے کے لیے چھوڑا جاتا ہے اور وہ آخری منزل تک پہنچتے ہیں تو پورے کا پورا زور لگاتے ہیں اور میری موت تک وقت اس سے بھی کم ہے۔ راوی فرماتے ہیں آپ نے وصال تک یہی طریقہ جاری رکھا، آپ اپنی زد و محترمہ سے فرماتے اپنی سواری کس لوحہم پر اترنے کی کوئی جگہ نہیں۔

ایک خلیفہ نے منبر پر کہا اے لوگو! جس قدر ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ایسی قوم بن جاؤ جن کو صبح سنائی گئی تو وہ ہوشیار ہو گئے اور جان لو کہ دنیا تمہارا گھر نہیں لہذا اسے بدلا اور موت تم پر سایہ لگن ہو چکی ہے۔ بس اس کے لیے تیار ہو جاؤ اور کوچ کی تیاری کرو یہی مشکل گھڑی ہے اور جس عرصے کو ایک لمحہ کم کر دے اور ایک ساعت ختم کر دے وہ بہت کم مدت ہونے کے لائق ہے اور جس غائب کو نئے دن رات لے کر آتے ہیں وہ جلد لوٹنے کے شایان شان ہے اور جو آنے والا یہ نہ جانتا ہو کہ کامیابی کے ساتھ اترے گا یا بدبختی کے ساتھ، وہ عمدہ تیاری کا مستحق ہے۔ پس اپنے رب کے ہاں وہ زیادہ متنتی ہے جو اپنے نفس کا خیر خواہ ہو پہلے تو یہ کہ چکا ہو اور اپنی شہوت پر غالب ہو کیونکہ اس کا وقت موت منحفی ہے۔ امید اسے دھوکہ دیتی ہے اور شیطان اس پر مقرب ہے اور اس کو تو بہ کی تمنا دلا کر ٹال مٹول پر آمادہ کرتا ہے اور اس کے لیے گناہ کو اچھا کر کے پیش کرتا ہے تاکہ وہ اس کا ارتکاب کرے اور موت اس پر حملہ آور ہو اور وہ اس وقت اس سے بہت زیادہ غافل ہونے لگتا ہے اور جنت یا جہنم کے درمیان، صرف موت کا آنا ہے تو اس غفلت والے پر بہت زیادہ افسوس ہے جس کی زندگی اس کے خلاف حجت بنے اور اس کے ایام زندگی اسے بدبختی میں ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں کر دے جو نعمتوں پر اترتے نہیں اور نہ کسی گناہ کے باعث اطاعتِ خداوندی میں کوتاہی کرتے ہیں اور نہ موت کے بعد انہیں حسرت ہوتی ہے۔ یہ شک وہی دُعا کو سننے والا ہے اسی کے قبضے میں جھلائی ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کی یہ صفات دائمی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔



وَلَكُمْ فِتْنَةٌ الْفُتُوكُمْ وَتَرَبُّصْتُمْ  
وَأَرْبَبْتُمْ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَعَدَّ كُوفُ  
بِاللَّهِ الْغُرُورَ لَهُ

لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور  
دہریہ تباہی کا، انتظار کرتے رہے اور شک میں  
مبتلا رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آیا اور اللہ تعالیٰ کے  
بارے میں تمہیں شیطان ددھوکے بانے دھوکہ دیا۔

دو فتنے انفسکم، شہوتوں اور لذتوں کی وجہ سے تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا۔ تر بستم تو بہ کے لیے انتظار  
کی۔ و ارببتم، اور تم نے شک کیا حتیٰ جاہ امر اللہ، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا یعنی موت آئی، و عدوکم باللہ الغرور  
اور تمہیں شیطان نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکے میں ڈالا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صبر کرو اور سیدھے راستے پر رہو۔ زندگی کے دن تھوڑے  
ہیں اور تم سوار کھڑے ہو قریب ہے کہ تم میں سے کسی ایک کو بلا جا جائے پس وہ چلا جائے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے  
تر تم اچھی چیز کے ساتھ میاں سے منتقل ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے ہر شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ جہاں ہوتا  
ہے اس کے پاس جو کچھ ہے وہ ادھار ہے جہاں کو تاج کرنے والا ہے اور ادھار واپس ہو جائے گا۔

حضرت ابو عبیدہ باجی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور آپ اس  
وقت مرض الموت میں مبتلا تھے۔ انہوں نے فرمایا آپ لوگوں کا آنا چھا ہوا اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو سلامتی کے ساتھ زندہ  
رکھے اور ہم سب کو جنت میں لے جائے یہ ایک کھلی نیکی ہے اگر تم صبر کرو، صبح بولو اور پیر سیز نگاری اختیار کرو ایسا نہ ہو  
کہ اس بات کو ایک کان سے ڈالو اور دوسرے سے نکال دو جس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے  
اس نے دیکھا کہ آپ گویا صبح جانے والے ہیں یا شام کو آپ نے نہ تو اینٹ پر اینٹ رکھی اور نہ بانس پر بانس  
درکان نہ بنایا، لیکن آپ کے لیے علم کو اونچا کیا گیا تو آپ اس کی طرف مستعد ہوئے جلدی کرو جلدی کرو نجات کی  
طرف جاؤ نجات کی طرف جاؤ۔ تم کس چیز کی طرف جا رہے ہو۔ تم اس طرح آئے گویا موت تمہارے ساتھ آئی  
ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو صرف ایک عیش داخروی زندگی کی طرف متوجہ ہوا اس نے ایک ٹکڑا  
کھایا اور پرانا کپڑا پہنا، ننگے فرش پر سویا، عبادت میں کوشش کی، گناہ پر رویا، منزل سے بھاگا۔ اور رحمت کا متلاشی  
سہا حتیٰ کہ اس کی موت اسی حالت میں آئی۔

حضرت عاصم احل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت فضیل زقاشی رحمۃ اللہ علیہ میرے سوال کے جواب میں فرمایا



لے فلاں! لوگوں کی کثرت کے باعث اپنے آپ سے غافل نہ ہو کیونکہ معاملہ خاص تم سے ہوگا ان سے نہیں اور یہ نہ کہو کہ وہاں جاتا ہوں وہاں جاتا ہوں۔ اس طرح تمہارا دن ضائع ہو جائے گا اور موت تمہارے اوپر متعین ہے اور جتنی جلدی نئی نیکی پر اتنے گناہ کو ڈھونڈو ڈھونڈو کر پکڑتی ہے۔ اتنی جلدی تم نے کسی کو نہ دیکھا ہو۔

تیسرا باب۔

فصل ۱۱

## موت کی سختیاں اور اس وقت کیا مستحب ہے

اگر بندہ مسکین کے سامنے صرف موت کی سختیاں دیکھا ہوں کوئی دوسری تکلیف اور عذاب وغیرہ نہ بھی ہو تو بھی اس کی زندگی مکر اور پریشان رہنی چاہیے اور وہ کسی وقت بھی بھول اور غفلت میں نہ رہے وہ دیر تک نکر میں رہے اور موت کے لیے خوب تیاری کرے۔ خاص طور پر جبکہ وہ (موت) ہر وقت اس کا پیچھا کر رہی ہے جس طرح کسی دانا نے کہا ہے سختیاں تیرے سوا کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہیں تم نہیں جانتے کہ وہ تمہیں کب ڈھانپ لیں۔

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے (موت) ایک ایسا معاملہ ہے کہ نہ معلوم وہ کب تمہیں پہنچے اس کا چانک آنے سے پہلے اس کے لیے تیاری کرو۔ تعجب کی بات ہے اگر آدمی ہو ولعب کی نہایت خوشگوار محفل میں ہو اور اچھی اچھی لذتوں سے بہرہ درہور ہا ہو اور اسے اس بات کا انتظار ہو کہ ابھی ایک پولیس والا آکر اسے پانچ لاکھیاں مارے گا تو اس کی تمام لذت کا فز ہو جاتی ہے اور عیش مکر ہو جاتا ہے اور وہ جانتا کہ موت کا فرشتہ موت کی سختیوں کے ساتھ اس وقت آجائے گا جب وہ غافل ہوگا لیکن اس کے باوجود وہ پریشان نہیں ہوتا تو ظاہر ہے کہ جہالت اور دھوکے کے باعث ایسا ہے۔

اور یہ بات بھی جان لو کہ موت کی سختیوں کا حقیقی علم بھی اس شخص کو ہوتا ہے جو اسے چکھتا ہے اور جو اس کو نہیں چکھتا تو وہ یا تو ان تکلیف پر قیاس کر کے ادراک کرتا ہے جو اسے پہنچتی ہیں یا لوگوں کو حالت نزاع میں سختی برداشت کرتے ہوئے دیکھ کر اس سے استدلال کرتا ہے۔

قیاس کی صورت یہ ہے کہ جس عضو میں جان ہو وہ تکلیف محسوس کرتا ہے تو روح کو اس کا احساس ہوتا ہے پس جب کسی عضو کو زخم پہنچتا ہے یا وہ جل جاتا ہے تو اس سے روح متاثر ہوتی ہے تو جس قدر وہ روح میں سحریت کرتا ہے اسی قدر اذیت محسوس ہوتی ہے اور چونکہ درد گوشت، خون اور تمام اجزاء میں تقسیم ہو جاتا ہے اس لیے روح کو صرف بعض تکلیف پہنچتی ہے اور اگر تکلیف صرف روح کو ہو باقی کسی عضو وغیرہ کو نہ ہو تو یہ تکلیف کس قدر سخت ہوگی اور نزاع اس تکلیف کا نام ہے جو صرف روح پر اترتی ہے اور تمام اعضاء کو گھیر لیتی ہے۔ حتیٰ کہ



بدن میں روح کے جتنے اجزاء ہیں ان سب کو درد محسوس ہوتا ہے۔

اگر کسی شخص کو کاٹا چبھ جائے تو اس سے پہنچنے والا درد روح کی طرف سے پہنچتا ہے جو اس عضو سے ملتی ہوئی ہے جس میں کاٹا چبھتا ہے اور جلنے کا اثر اس لیے زیادہ ہوتا ہے کہ آگ کے اجزاء بدن کے تمام اجزاء میں گھس جاتے ہیں تو جلنے والے عضو کا کوئی جزو ظاہری ہو یا باطنی آگ سے محفوظ نہیں رہتا لہذا روحانی اجزاء جو گوشت کے تمام اجزاء میں پھیلے ہوئے ہیں اسے محسوس کرنے میں لیکن زخم صرف اسی جگہ کو پہنچتا ہے جس تک لوہا (تلوار وغیرہ) پہنچا اس لیے جلنے کی تکلیف سے زخم کی تکلیف کم ہوتی ہے۔

پس نزع کی تکلیف جو نفس روح پر حملہ آور ہوتی ہے اور تمام اعضاء کو گھیر لیتی ہے کیونکہ ہر رگ، ہر پٹھے ہر حصہ بدن، ہر جوڑ ہر بال کی جڑ اور چمڑے کے نیچے سے حتیٰ کہ سر کی چوٹی سے قدم تک ہر جگہ سے روح کو نکالا جاتا ہے لہذا تمام اس کے کرب اور تکلیف کا نہ پوچھو حتیٰ کہ بزرگوں نے فرمایا موت، تلوار کی مار، آرسے کی چیر اور قینچی کی کاٹ سے زیادہ سخت ہے کیونکہ بدن کو تلوار سے کاٹا جائے تو صرف اس لیے تکلیف ہوتی ہے کہ بدن کا روح سے تعلق ہے تو جب صرف روح ہی کو صدمہ پہنچے تو کس قدر تکلیف ہوگی۔

جب کسی شخص کو مارا جاتا ہے تو وہ مدد بھی مانگ سکتا ہے اور چیخ بھی سکتا ہے اس لیے کہ اس کے دل اور زبان میں طاقت موجود ہوتی ہے لیکن میرت کی آواز اور چیخ دیکر سخت تکلیف کی دہرے سے ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں انتہائی درجہ کی تکلیف ہوتی ہے۔ دل پر سوار ہو کر تمام قوت کو ختم کر دیتی ہے اسکے عضو کو زور پڑ جاتے ہیں اور مدد مانگنے کی طاقت باقی نہیں رہتی۔ عقل کو بھی ڈھانپ لیتی ہے اور پریشان کر دیتی ہے۔ زبان کو گنگ کر دیتی ہے۔ اعضاء کو کمزور کر دیتی ہے۔

موت کے وقت انسان چاہتا ہے کہ روئے، چلائے، اور مدد مانگے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا اور اگر کچھ قوت باقی رہتی بھی ہے تو روح نکلنے کے وقت اس کے حلق اور سینے سے غرغره کی آواز سنائی دیتی ہے اس کا رنگ بدل کر مٹیالا ہو جاتا ہے گویا اس سے وہی مٹی ظاہر ہوئی جس سے وہ بنا تھا اور وہ اس کی اصل فطرت ہے اس کی رگیں کھینچ لی جاتی ہیں کیونکہ تکلیف اندر باہر پھیلی ہوئی ہے حتیٰ کہ آنکھوں کے ڈیسے پکوں کی طرف اٹھ جاتے ہیں۔ ہونٹ سکڑ جاتے ہیں اور زبان اپنی جڑ کی طرف کھینچ جاتی ہے۔ خیسے اوپر کی طرف ہو جاتے ہیں۔ انگلیاں سبز ہو جاتی ہیں۔ داور ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں تو ایسے بدن کے بارے میں نہ پوچھو جس کی ہر رگ کھینچی گئی ہو۔ اگر ایک رگ کھینچی جائے تو سخت تکلیف ہوتی ہے تو اس وقت کیا حال ہو گا جب روح کو بھی کھینچ لیا جائے جو درد میں مبتلا ہے کسی ایک رگ سے نہیں بلکہ تمام رگوں سے اس کو کھینچا جاتا ہے۔

پھر تدریجاً ہر عضو میں موت واقع ہوتی ہے پلے اس کے قدم ٹھنڈے پڑتے ہیں پھر ہڈیاں اور پھر رانیں اور



ہر عضو میں نئی سستی اور شدت پیدا ہوتی ہے حتیٰ کہ گلے تک نوبت پہنچتی ہے۔ اس وقت اس کی نظر دنیا اور دنیا والوں سے پھرجاتی ہے اور اس پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور اسے حسرت و ندامت گھیر لیتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُعْرِضْ لَهُ  
 جب تک غرغزہ والی کیفیت پیدا نہ ہو بندے  
 کی توبہ قبول ہوتی ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

وَكَيْفَ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ  
 السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمْ  
 الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْهِ  
 اور توبہ ان لوگوں کے لیے نہیں جو بُرے عمل  
 کرتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے  
 تو کہتا ہے میں اب توبہ کرتا ہوں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جب وہ موت کے فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ملک الموت کا چہرہ دکھائی دیتا ہے (تو توبہ کرتا ہے)  
 تو جانکنی کے وقت موت کی کڑواہٹ اور تکلیف کے بارے میں نہ پوچھو اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔

اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيَّ مُحَمَّدًا سَكَرَاتِ  
 الْمَوْتِ لِي  
 یا اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر  
 موت کی سختیوں کو آسان کر دے۔

لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے اس مصیبت سے پناہ نہیں مانگتے اور نہ ہی اس کو کرکئی اہمیت دیتے ہیں  
 اشیاء اپنے وجود سے پہلے صرف نور نبوت اور نور ولایت سے ہی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اسی لیے انبیاء کرام اور اولیاء  
 نظامِ مرت سے بہت زیادہ خوف رکھتے تھے حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے خوار یوں کے  
 گروہ! اللہ تمہارے دعا کرو کہ وہ مجھ پر سکرآتِ موت کو آسان کر دے میں موت سے اس قدر ڈرتا ہوں  
 کہ اس خوف سے موت واقع ہو رہی ہے۔

مردی ہے کہ نبی اسرائیل کے کچھ لوگ ایک قبرستان سے گزرے تو ان میں سے بعض نے دوسرے بعض

۱۷ مستدام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۲۲: مرویات ابن عمر

۱۸ ۱۸ قرآن مجید سورہ النساء آیت ۱۸

۱۹ مستدام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۶۴: مرویات عائشہ



سے کہا اگر تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ وہ تمہارے لیے اس قبرستان سے ایک مردے کو نکالے اور تم اس سے سوال کرو (تو اچھا ہے) چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے اور اس کی آنکھوں کے درمیان سجدے کا نشان ہے وہ ایک قبر سے نکل کر آیا تھا اس نے کہا اے میری قوم! تم مجھ سے کیا چاہتے ہو میں نے پچاس سال پہلے موت کو چکھا تھا لیکن اس کی تلمی ابھی تک میرے دل میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی سختی کو دیکھا مجھے کسی کی آسان موت پر رشک نہیں آتا۔

ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَأْخُذُ الرُّوحَ مِنْ بَيْنِ  
الْحَصَبِ وَالْقَصَبِ وَالْأَنْامِ مِنَ اللَّهِ حَقَّ  
نَاعِيَتِي عَلَى الْمَوْتِ وَهَوْنَهُ عَلَيَّ يَه  
اے اللہ! تو جان کو سٹھوں، ہڈیوں اور انگلیوں  
سے لے لے یا اللہ! تو مجھ پر موت کو آسان کر دے  
اور میری مدد فرما۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تکلیف اور اس کے گلے میں رکنے کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ تلوار کی تین سوزنوں کی مقدار ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے موت اور اس کی شدت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

سب سے آسان موت اس طرح ہے جیسے بھیڑ کے بالوں میں باریک ہڈی ہو کیا وہ ہڈی بالوں میں سے

بالوں کے بنیر باہر نکلتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیمار کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا۔ اس پر جو کچھ گزرتا ہے وہ مجھے معلوم ہے

اس کی کوئی رگ ایسی نہیں جس کو موت کی تکلیف انک سے نہ ہو۔

حضرت علی المرتضیٰ اکرم اللہ وجہہ لڑائی کی ترغیب دیتے اور فرماتے اگر تم قتل نہیں ہو گے تو مر جاؤ گے۔ اس

ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تلوار سے ہزار ضرب میرے نزدیک بستر پر موت سے

بتر ہے۔

۱۔ کنز العمال جلد ۲ ص ۲۰۴ حدیث ۳۷۶۸

۲۔ تذکرۃ الموت ص ۲۱۳، باب الموت

۳۔ کنز العمال جلد ۱۵ ص ۵۶۱ حدیث ۴۲۱۷۴

۴۔ ۵۶۴ حدیث (۲۱۹)



حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بات پہنچی ہے کہ میت کو قبر سے اٹھنے تک موت کی تکلیف  
رہتی ہے۔

حضرت شہاد بن اوس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مومن پر دنیا و آخرت کا کوئی خوف موت سے بڑھ کر نہیں ہے  
خوف آروں سے پھیرنے، تمبیخیوں سے کاٹنے اور ہنڈیوں میں ابلانے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اگر کوئی میت قبر  
سے نکل کر دنیا والوں کو موت کی خبر دے تو وہ زندگی سے نفع نہ اٹھائیں اور نہ نیند سے لذت حاصل کریں۔  
حضرت زید بن اسلم (رضی اللہ عنہما) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں جب مومن کے درجات  
باقی رہ جاتے ہیں کہ عمل کے ذریعے ان تک پہنچ نہیں سکتا تو اس پر موت سخت کر دی جاتی ہے۔ وہ موت کی  
سختیوں اور تکلیف کے باعث جنت میں درجہ حاصل کرے اور جب کافر کی کوئی نیکی ہو جس کا بدلہ لے نہ دیا گیا ہو  
تو اس پر موت کو آسان کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی نیکی کا عوض حاصل کرے پھر وہ جہنم کی طرف لے جایا جاتا ہے۔  
بعض اکابر سے مروی ہے کہ وہ اکثر بیماروں کے پاس جا کر پوچھتے کہ تم موت کو کیسا پاتے ہو؟ جب وہ  
خرد بیمار ہوئے تو پوچھا گیا آپ کس طرح پاتے ہیں؟ فرمایا میں محسوس ہوتا ہوں کہ آسمان زمین سے آگیا ہے  
اور گریا میری روح سوئی کے سوراخ سے نکل رہی ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَوْتُ النَّجَاةِ رَاحَةٌ لِلْمُؤْمِنِ وَأَسْفٌ  
عَنِ الْقَاجِرِ لِي

اچانک موت مومن کے لیے راحت اور ناجر  
کے لیے انسوس کا باعث ہے۔

حضرت کھول رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا  
لَوَانَّ شَعْرَةَ مِنْ شَعْرِ الْمَيِّتِ دُمِصَتْ  
عَلَى أَهْلِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
لَمَا تَوَابَا ذُنَّ اللَّهِ تَعَالَى لِي

اگر میت کے بالوں میں سے ایک بال آسمانوں  
اور زمین والوں پر رکھا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم  
سے مرجائیں۔

اس لیے کہ ہر بال میں موت ہے اور جس پر موت آتی ہے وہ مر جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر  
موت کی تکلیف سے ایک قطرہ دنیا کے تمام پہاڑوں پر رکھا جائے تو وہ پگھل جائیں گے۔  
ایک روایت میں ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وصال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا اے میرے خلیل!

۱۰۔ مہنامہ احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۱۹ روایات عبید بن خالد

۱۱

۱۲ تذکرۃ المرزعات ص ۲۱۳ باب الموت۔



تو نے موت کو کیسے پایا؟ آپ نے عرض کیا جس طرح گرم سیخ کو تر روٹی میں رکھا جائے پھر اسے کھینچ لیا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے آپ پر موت کو آسان کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مروی ہے کہ جب آپ کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو آپ کے رب نے پوچھا اے موسیٰ علیہ السلام۔ آپ نے موت کو کیسا پایا؟ آپ نے عرض کیا میں نے اپنے نفس کو چڑیا کی طرح پایا کہ اسے دیکھی میں چھوڑا جائے نہ مرتی ہے کہ جان چھوٹے اور نہ نجات ملتی ہے کہ اڑ جائے۔ ایک روایت میں ہے آپ نے عرض کیا میں نے اپنے نفس کو زندہ بکری کی طرح پایا کہ قصاب کے ہاتھوں اکل کی کھال کھینچی جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ دو سال کے وقت آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ تھا آپ پانی میں ہاتھ ڈالتے پھر اس کو چہرے پر ملتے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے۔

اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيَّ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ  
یا اللہ! مجھ پر موت کی سختیوں کو آسان کر دے۔  
(یہ دیکھ کر) حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا فرماتیں ابا جان! آپ پر کس قدر سختی ہے، آپ جواب دیتے آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی سختی نہ ہوگی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب اہبار رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے کعب! ہمیں موت کے بارے میں بتائیے۔ انہوں نے فرمایا ہاں امیر المؤمنین موت اس ٹہنی کی طرح ہے جس میں بہت سے کانٹے ہوں اور اسے کسی شخص کے پیٹ میں داخل کیا جائے ہر کانٹا ایک رگ کو پکڑے پھر کوئی سخت کھینچنے والا اس شاع کو کھینچے تو وہ پکڑے جو پکڑے اور چھوڑ دے جو چھوڑ دے۔  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بندہ موت کی سختی اور تکالیف برداشت کرتا ہے اور اس کے جوڑا ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم قیامت تک ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ہیں۔

تو یہ ہیں موت کی سختیاں جو اللہ تعالیٰ کے دستوں اور اولیاء کرام پر وارد ہوتی ہیں ہمارا کیا حال ہوگا حالانکہ ہم گنہگار ہیں ڈوبے ہوئے ہیں اور ہمارے اوپر تو موت کی سختیوں کے علاوہ اور مصیبتیں بھی آئیں گی۔ موت کی مصیبتیں تین ہیں۔



پہلی مصیبت شدت نزع ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا دوسری مصیبت موت کے فرشتے کی شکل دیکھنا اور دل پر غم کا طاری ہونا ہے اگر وہ فرشتہ موت کی اس صورت کو دیکھے جو نہایت قوت والے گناہ گار شخص کی رُوح نکالتے وقت ہوتی ہے تو اسے دیکھنے کی طاقت نہ ہو ایک روایت میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کیا تم مجھے وہ صورت دکھا سکتے ہو جس سے کسی گناہ گار کی رُوح قبض کرتے ہو حضرت عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا آپ نہیں دیکھ سکیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں (میں دیکھ لوں گا، انہوں نے عرض کیا پھر آپ مجھ سے الگ ہو جائیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام الگ ہو گئے پھر ادھر متوجہ ہوئے تو دیکھا ایک سیاہ فام شخص ہے جس کے بال کھڑے ہیں اس سے بدبو آ رہی ہے اور کپڑے سیاہ ہیں اس کے منہ اور تھنوں سے آگ اور دھواں نکل رہا ہے۔ (یہ دیکھ کر) حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ پھر افاقہ ہوا تو ملک الموت اپنی اصل حالت پر آپکے تھے۔ آپ نے فرمایا اے ملک الموت! فاجر آدمی کو موت کے وقت صرف تمہاری صورت دیکھنا ہی کافی تکلیف دہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بہت غیرت مند شخص تھے۔ جب آپ باہر تشریف لے جاتے تو دروازہ بند کر کے جاتے آپ کی زویر نے جو جھانک کر دیکھا تو گھر میں ایک شخص مخفا انہوں نے کہا اسے کون یہاں لایا ہے۔ اگر حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے تو اس کے لیے مصیبت بن جائیگی چنانچہ جب حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے اسے دیکھا فرمایا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں وہ ہوں جو نہ بادشاہوں سے ڈرتا ہے اور نہ ہی دریاؤں سے، آپ نے فرمایا قسم بخدا! تو موت کا فرشتہ ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کبیل میں چھپ گئے۔

ایک روایت میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک کھوپڑی کے پاس سے گزرے تو آپ نے اسے ٹھوکر ماری اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے گفتگو کر اس نے کہا اے رُوح اللہ! میں فلاں فلاں زمانے کا بادشاہ ہوں میں اپنے سر پر تاج رکھے ہوئے تخت پر بیٹھا تھا اور میرے ارد گرد میرا لشکر اور نوکر چاکر تھے کہ اچانک موت کا فرشتہ میرے سامنے آیا اسے دیکھتے ہی میرے تمام جوڑ ڈھیلے پڑ گئے پھر میری جان نکل گئی رکاش وہ جماعت بکھر جاتی اور وہ اُسن و حشت میں بدل جاتا۔

تو یہ مصیبت ہے جو نافرمان لوگوں کو پہنچتی ہے اور اطاعت کرنے والے اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے تو صرف جان کنی کی تکلیف بیان کی ہے وہ ازیت جو ملک الموت کی صورت کو دیکھنے سے



ہوتی ہے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اگر آدمی کسی رات خواب میں اسے یوں دیکھے تو اس کی تمام زندگی تلخ ہو جائے تو اس حالت میں ان کو دیکھنا کیسا ہوگا؟ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے وہ موت کے فرشتے کو اچھی صورت میں دیکھتا ہے۔ حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت غنور تھے آپ ایک گھر میں عبادت کیا کرتے تھے۔ جب باہر تشریف لے جاتے تو اسے تالہ لگا دیتے۔ ایک دن واپس تشریف لائے تو دیکھا گھر کے اندر ایک آدمی موجود ہے پوچھا تمہیں میرے گھر میں کس نے داخل ہونے کی اجازت دی ہے؟ اس نے کہا اس گھر کے مالک نے اجازت دی ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا مالک تو میں ہوں اس نے کہا مجھے اس نے اجازت دی جو اس گھر کا ہم سب سے زیادہ مالک ہے۔ آپ نے پوچھا تو کونسا فرشتہ ہے؟ اس نے کہا میں موت کا فرشتہ ہوں۔ آپ نے فرمایا تو جس صورت میں مومن کی روح قبض کرتا ہے وہ صورت دکھا سکتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں آپ فراموش نہیں آپ نے منہ پھیرا پھر متوجہ ہوئے تو دیکھا ایک نوجوان ہے لاوی کہتے ہیں آپ نے اس کے چہرے کی خوبصورتی، عمدہ کپڑوں اور خوشبو کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اے ملک الموت مومن کو موت کے وقت آپ کی صورت ہی کافی ہے۔

اور اسی سے ان دو فرشتوں کو دیکھنا ہے جو اعمال لکھتے ہیں۔ حضرت دہریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جبرئیل کی روح قبض ہوتی ہے وہ ان دونوں فرشتوں کو دیکھتا ہے جو اس کے اعمال لکھتے ہیں۔ اگر وہ اطاعت گزار ہو تو اس سے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں ہماری طرف سے اچھا بدلہ دے تو نے کئی اچھی مجلسوں میں ہمیں بٹھایا اور کئی اچھے اعمال کے وقت ہمیں حاضری کا موقع دیا اور اگر گنہگار ہو تو وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں ہماری طرف سے اچھا بدلہ نہ دے تو نے ہمیں کئی بری مجلسوں میں بٹھایا اور بُرے کاموں کے پاس لے گیا اور ہمیں قبیح کلام سنا یا اللہ تعالیٰ تجھے ہم سے اچھا بدلہ نہ دے یہ اس وقت ہوتا ہے جب مردے کی نگاہ ان پر پڑتی ہے اور پھر دنیا کی طرف کبھی نہیں لوٹتی۔

تیسری مصیبت گنہگاروں کو جہنم میں ان کا مقام دکھانا اور مشاہدہ سے پہلے ان کو خوف دلانا ہے کیونکہ جان نکلنے وقت ان کے قوی ڈیڑھ پڑ جاتے ہیں اور ان کی روئیں نکلنے کے لیے تیار ہو جاتی ہیں اور جب تک وہ ملک الموت کا لقمہ نہ بنیں باہر نہیں نکلتیں اور ملک الموت کا لقمہ یا تو اس طرح ہوتا ہے کہ اے اللہ کے دشمن تجھے جہنم کی خبر دی جاتی ہے یا یہ کہ اے اللہ کے ولی تجھے جنت کی خوشخبری ہو۔ اہل عقل کا خوف اسی وجہ سے تمہاری اہم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَنْ يَخْرُجَ أَحَدٌ مِّنَ الدُّنْيَا  
حَتَّىٰ يَعْلَمَ آيَاتِ مِصْرٍ وَدَحْتِي  
تم میں کوئی ایک ہرگز دنیا سے نہیں جاتا جب  
تک اسے معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے کہاں جانا



اور جب تک وہ جنت یا جہنم میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔

يُرَى مَقْصَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ  
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ  
وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ

اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو

آدمی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ

اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سب موت کو ناپسند کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

یہ بات نہیں بلکہ مومن پر جب آنے والی چیز آسان

كَيْسَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ

کری جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند

إِذَا فُرِحَ لَهُ عَمَّا هُوَ كَادِمٌ عَلَيْهِ

کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔

أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ وَأَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ

ایک روایت میں ہے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنی

آخری رات کے موقع پر فرمایا اٹھ کر دیکھیں کیا وقت ہوا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھے پھر

واپس تشریف لائے اور فرمایا سرخ ستارہ آچکا ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے

پتہ چاہتا ہوں کہ صبح کے وقت دوزخ کی طرف جاؤں۔

مردان، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو اس نے کہا یا اللہ ان پر آسانی فرما۔ حضرت ابوہریرہ

رضی اللہ عنہ نے کہا یا اللہ سختی فرما۔ پھر آپ روئے اور فرمایا اللہ کی قسم! میں دنیا کی وجہ سے یا تم سے جدائی کے

باعث نہیں روتا بلکہ میں اپنے رب سے دوزخوں میں سے ایک کا انتظار کر رہا ہوں جنت کی خوشخبری یا جہنم

کی خبر۔

ایک حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے

سے راضی ہوتا ہے تو فرماتا ہے اے موت کے فرشتے! فلاں کے پاس جاؤ اور اس کی رُوح میرے پاس لاؤ تاکہ

میں اسے راحت دُؤں۔ اس کا یہی عمل کافی ہے کہ میں نے اسے آزما یا تو میں جس طرح چاہتا تھا اسے اس طرح

پایا۔ ملک الموت۔ پانچ سو فرشتوں کے ہمراہ اس شخص کے پاس آتے ہیں اور ان کے پاس پھولوں کی چھڑیاں اور



زعفران کی شاخیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ہر فرشتہ اس کو نمی اور جدا خوشخبری دیتا ہے اور فرشتے اس کی روح کی انتظار میں دو صفوں میں کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے پاس پھولوں کے گلہستے ہوتے ہیں جب اہلیس ان کو دیکھتا ہے تو اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر چلاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ اس کا شکرت اس سے پوچھنا ہے کہ اے ہمارے سردار! تجھے کیا ہوا؟ وہ کہتا ہے تم نہیں دیکھتے اس بندے کو کیا اعزاز ملا ہے تم کہاں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم نے بہت کوشش کی مگر وہ بچ گیا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مومن کے لیے راحت صرف ملاقاتِ خداوندی میں ہے اور جس شخص کی راحت اللہ تعالیٰ کی ملاقات میں ہو اس کی موت کا دن اس کے لیے سرد، خوشی، امن، عزت اور شرف کا دن ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن زید رحمۃ اللہ سے ان کے وصال کے وقت پوچھا گیا کہ آپ کی کیا خواہش ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنا چاہتا ہوں جب حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس آئے اور ان سے کہا گیا کہ یہ حضرت حسن ہیں تو انہوں نے ان کی طرف نگاہ اٹھائی پھر فرمایا اے بھائی! ہم آپ سے جدا ہو کر جہنم یا جنت کی طرف جا رہے ہیں۔

حضرت واسع بن محمد رحمۃ اللہ نے موت کے وقت فرمایا اے میرے بھائیو! تم پر سلام ہو۔ دوزخ کی طرف جا رہے ہیں یا اللہ معاف فرمادے۔ اور بعض بزرگوں نے تمنا کی کہ وہ ہمیشہ حالت نزع میں رہیں اور ثواب یا عذاب کے لیے نہ اٹھائے جائیں۔

تو میرے خاتمہ کے خوف نے عارفین کے دلوں کو توڑ کر رکھ دیا اور واقعی یہ موت کے وقت سخت مصیبت ہے۔ ہم نے بُرے خاتمے کا مفہوم اور عارفین کا اس سے بہت زیادہ خوف زدہ ہونا خوف اور امید کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ اگرچہ اس بات کا ذکر یہاں بھی ہونا چاہیے لیکن ہم اس کو دوبارہ ذکر کر کے بات کو طول دینا نہیں چاہتے۔

فصل ۷

## موت کے وقت کیا کیا باتیں مستحب ہیں

قریب المرگ شخص کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ خاموش اور پرسکون رہے لیکن اس کی زبان پر کلمہ شریف جاری



ہوا در دل میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا عقیدہ ہو۔

اس صورت کا حال اس طرح ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔  
أَذُنُبُوا لِمَيْتَةٍ عِنْدَ ثَلَاثٍ إِذَا رَسَخَتْ

جَبِينُهُ وَوَمَعَتْ عَيْنَاهُ وَبَسَّتْ شَفَتَاهُ  
فَرَمَى مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ قَدْ نَزَلَتْ

یہہ وَإِذَا غَطَّ غَطِيظًا لَمْخُتُونًا وَآمُورًا  
كُونُهُ وَأَرَبَدَتْ شَفَتَاهُ كَهَمُ

مِنْ عَذَابِ اللَّهِ قَدْ نَزَلَ بِهِ  
زبان پر کلمہ شہادت کا جاری ہونا اچھائی کی علامت ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَقِنُوا مَا مَوْتَاكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
اپنے فوت ہونے والوں کو کلمہ توحید کی تلقین  
کر۔ (دان کے سامنے پڑھو)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔

خَيَانَتُهَا تَهْدِيكُمْ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطَايَا  
یہ کلمہ گنہ گشتہ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَكْفُرُ أَنْ لَا إِلَهَ  
تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتا ہو وہ جنت میں داخل  
إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

ہوگا۔

حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں "وَهُوَ يَشْهَدُ" (وہ گواہی دیتا ہے) کے الفاظ ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کسی شخص کی موت کا وقت آئے تو اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کرو کیونکہ  
جس شخص کا فاتمہ کلمہ طیبہ پر ہوتا ہے اس کے لیے یہ جنت کی طرف جانے کا نادرہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے فوت ہونے والوں کے پاس جاؤ اور ان کو نصیحت کرو کیونکہ



جو کچھ وہ دیکھتے ہیں تم نہیں دیکھتے ہو۔ ان کو لایۃ اللہ کی تلقین کیا کر دو۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

موت کا فرشتہ ایک آدمی کے پاس آیا جو سر رہا تھا اس نے اس کے دل کو دیکھا تو اس میں کچھ نہ پایا۔ اس کے جگر و دل کو کھولا تو زبان کے کنارے کو تالو سے ملا ہوا دیکھا اور وہ کہہ رہا تھا لایۃ اللہ اللہ، تو اس کلمہ طیبہ کی بردست اس کی خشش ہو گئی۔

تلقین کرنے والے کو چاہیے کہ اصرار نہ کرے اور نرمی کی راہ اختیار کرے کیونکہ بعض اوقات مریض کی زبان نہیں چلتی اور اس کے لیے پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے اور وہ تلقین کو بوجھ سمجھتا ہے اور کلمے کو ناپسند کرتا ہے اور یہ بات اس کے بُرے خاتمے کا باعث ہو سکتی ہے۔

اور اس کلمے کا یہ مطلب ہے کہ آدمی دنیا سے رخصت ہوا اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو پس جب واحد حق ذات کے سوا کوئی مقصود باقی نہیں رہے گا تو موت کے ذریعے اس کا اپنے محبوب کی طرف جانا اس کے حق بین نہایت راحت ہوگی اور اگر دل دنیا میں مشغول ہو، اس کی طرف متوجہ ہو اور اس کی لذتوں کے جانے پر افسوس کرے اور کلمہ صرف زبان پر ہو دل میں جاگزیں نہ ہو تو مشیت خداوندی پر موقوف ہے چاہے تو راحت عطا فرمائے، چاہے تو نہ دے کیونکہ محض زبانی حرکت کم فائدہ دیتی ہے البتہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مشرت قبول عطا فرما کر فضل و کرم فرمائے۔

وقت موت اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان بستر ہے اور ہم نے امید کے بیان میں یہ بات ذکر کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن کی فضیلت کے سلسلے میں بہت سی روایات آئی ہیں۔

حضرت واثلہ بن اثقع رضی اللہ عنہ ایک مریض کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا بنا واللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟ اس نے کہا میرے گناہوں نے مجھے غرق کر دیا اور میں ہلاکت کے سن سے پرہوں لیکن مجھے اپنے رب کی رحمت پر امید ہے (یہ سن کر) حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور ان کا نعرہ سن کر ان کے گھروالوں نے بھی نعرہ لگایا۔ انہوں نے فرمایا اللہ اکبر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔

بندہ مجھے اپنے گمان کے مطابق پاتا ہے پس

يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى اَنَا عَمِدٌ ظَلِمْتَ



عَبْدِي فِي ظَلِيظِي بِحَيِّ مَاتَ لَه  
 میرے بارے میں جو چاہے گمان کرے۔  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے اور وہ موت و حیات کی کشمکش میں تھا  
 آپ نے پوچھا اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ سے امید بھی رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں کا ڈر بھی ہے  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا اجْتَمَعَا فِي قَلْبِ عَبْدِي فِي مَثَلِ  
 ایسے وقت میں جس بندے کے دل میں یہ دونوں  
 هَذَا اَلْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللهُ اَلَّذِي  
 باتیں اکٹھی ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی امید کو بھی پورا  
 يَرْجُو دَامَتْكَ مِنَ اَلَّذِي يَخَافُ لَه  
 فرماتا ہے اور جس بات سے ڈرتا ہے اس سے اسے  
 امن بھی عطا فرماتا ہے۔

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک تیز مزاج نوجوان تھا اور اس کی ماں اسے بہت زیادہ نصیحت  
 کرتی اور کہتی اے بیٹے! تجھے ایک دن آنا ہے پس اسے یاد کر چہر جب اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم آیا تو اس کی ماں  
 اس پر گر پڑی اور کہنے لگی اے بیٹے! میں تجھے اسی بچھاڑ سے ڈراتی تھی اور کہتی تھی کہ تیرے لیے ایک دن ہے  
 اس نے کہا اے ماں! میرا رب بہت احسان فرمائے والا ہے اور مجھے امید ہے کہ آج وہ مجھے کسی قدر احسان سے  
 محروم نہیں کرے گا حضرت ثابت فرماتے ہیں اس حُسن ظن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرمایا۔

حضرت جابر بن وداع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک نوجوان گناہ گار تھا اس کی سموت کا وقت آیا تو اس کی ماں  
 نے کہا بیٹے! کوئی وصیت کرتا ہے؟ اس نے کہا ہاں میری امگوٹھی نہ نکالنا اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے شاید اللہ تعالیٰ  
 مجھ پر رحم فرمائے جب اسے دفن کیا گیا تو خواب میں اسے دیکھا گیا اس نے کہا میری ماں سے کہو اس کلمہ نے مجھے  
 نفع دیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

ایک دیہاتی بیمار ہو گیا تو اسے کہا گیا تم سرجاؤ گے اس نے کہا مجھے کہاں نے جائیں گے انہوں نے کہا اللہ  
 تعالیٰ کی طرف، اس نے کہا میں اس کے پاس جانے کو بُرا نہیں جانتا کیونکہ اس نے مجھ سے ہمیشہ اچھا سلوک کیا۔  
 ابو معمر بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب میرے باپ کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے مجھ سے کہا  
 اے معتمر! میرے سامنے معاملے کی اگھائی بیان کرو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات اچھے گمان کے ساتھ  
 کروں۔ اور اکابر اسلاف اس بات کو پسند کرتے تھے کہ موت کے وقت بندے کے سامنے اس کے اچھے



اعمال کا تذکرہ کیا جائے تاکہ وہ اپنے رب سے حسن ظن رکھے۔  
فصل ۳۰۔

## ملک الموت کی ملاقات کے وقت زبان حال سے بیان کی گئی حسرت

حضرت اشعث بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موت کے فرشتے سے پوچھا اور ان کا نام حضرت عزرائیل علیہ السلام ہے اور ان کی دو آنکھیں ہیں ایک آنکھ چہرے میں اور دوسری گدی میں، آپ نے پوچھا اے ملک الموت! جب زمین میں ویسا پھیلی ہوئی ہو اور ایک شخص مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہو اور دو لشکر ٹڑپے ہوں تو آپ کیسے کرتے ہیں انہوں نے کہا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام روحوں کو بلا لیتا ہوں اور وہ میری ان دو انگلیوں کے درمیان ہوتی ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ ملک الموت کے سامنے زمین ایک نخال کی طرف پھیلائی جاتی ہے اور وہ اس میں سے جو چاہتے ہیں لے لیتے ہیں اور ملک الموت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دینے سے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

حضرت سلیمان بن داؤد (علیہما السلام) نے ملک الموت سے پوچھا کیا وجہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ آپ لوگوں کے درمیان انصاف نہیں کرتے کسی کو اٹھایا لیتے ہیں اور کسی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں اس سلسلے میں آپ سے زیادہ نہیں جانتا یہ تو صحیفے اور کتابیں ہیں جو مل جاتی ہیں اور ان میں ان لوگوں کے نام ہوتے ہیں۔

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک بادشاہ نے کہیں جانے کے لیے سواری تیار کی تو کپڑے منگوائے تاکہ پہنے اس کو وہ کپڑے پسند نہ آئے تو دوسرے کپڑے منگوائے وہ بھی پسند نہ آئے حتیٰ کہ سب سے عمدہ جوڑا منگویا۔ اسی طرح سواری منگوائی وہ پسند نہ آئی تو دوسری تیسری حتیٰ کہ سب سے اچھی سواری پر سوار ہوا اتنے میں ابلیس آیا اور اس نے اس کی ناک میں پھونک ماری تو وہ بکمر سے بھر گیا۔ پھر لشکر کو ساتھ لے کر چلا اور وہ بکمر کی وجہ سے لوگوں کی طرف نہیں دیکھتا تھا۔ اسی دوران ایک شخص آیا جس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اس نے سلام کیا تو بادشاہ نے جواب نہ دیا اس نے گھوڑے کی لگام پکڑی بادشاہ نے کہا لگام چھوڑ دے تو نے بڑی گستاخی کی ہے۔ اس شخص نے کہا مجھے تجھ سے ایک کام ہے اس نے کہا مجھے اترنے دے اس نے کہا نہیں ابھی۔ پھر اس نے لگام کو اچھی طرح دبا یا بادشاہ نے کہا کہو کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا لازمی بات ہے بادشاہ نے اپنا سر جھکایا اور اس کے قریب کیا اس نے سر گوشی کرتے ہوئے کہا میں موت کا فرشتہ ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ کا رنگ بدل گیا اور زبان لڑکھڑانے لگی۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دے تاکہ میں گھر جا کر اپنے کام مکمل کروں اور گھر والوں سے رضعت ہولوں فرشتے نے کہا نہیں اللہ کی قسم! اب تجھے اپنے گھر والوں اور مال و اسباب کو دیکھنا کبھی نصیب



نہیں ہوگا چنانچہ اس کی روح قبض کرنی اور وہ کلمی کی طرح گر پڑے پھر ملک الموت آگے بڑھا اور اسی حالت میں ایک مؤمن بندے سے ملا اسے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا فرشتے نے کہا مجھے تم سے ایک کام ہے جو تیرے کان میں کہوں گا۔ اس نے کہا بتائیے فرشتے نے سرگوشی کی اور کہا میں موت کا فرشتہ ہوں اس آدمی نے کہا آپ کا انا مبارک ہو مجھے ایک عرصہ سے آپ کا انتظار تھا اللہ کی قسم! روئے زمین پر کسی غائب کی ملاقات مجھے آپ کی ملاقات سے زیادہ پسند نہیں۔ فرشتے نے کہا آپ جس کام کے لیے گھر سے نکلے ہیں اسے پورا کیجیے۔ اس نیک شخص نے کہا اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے بڑھ کر مجھے کوئی حاجت نہیں اور نہ کوئی بات زیادہ پسند ہے۔ ملک الموت نے کہا آپ کس حالت میں جان نکالنے کو پسند کرتے ہیں؟ اس نے پوچھا کیا یہ آپ کے اختیار میں ہے؟ فرشتے نے کہا ہاں مجھے یہی حکم ہے۔ اس شخص نے کہا اچھا مجھے اجازت دیجیے کہ میں وضو کر کے نماز پڑھ لوں پھر سجدے کی حالت میں میری روح قبض کر لینا۔ چنانچہ ملک الموت نے اس کی روح حالت سجدہ میں قبض کی۔

حضرت ابو بکر بن عبداللہ مزیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے مال جمع کیا۔ جب موت کا وقت آیا تو بیٹوں سے کہنے لگا مجھے مختلف قسم کے مال دکھاؤ، چنانچہ اس کے پاس بہت سے گھوڑے، اونٹ اور غلام وغیرہ لائے گئے اس نے یہ سب کچھ دیکھا تو افسوس کرتے ہوئے رونے لگا۔ ملک الموت نے اسے روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا تم کیوں رورہے ہو؟ اس ذات کی قسم جس نے تمہے یہ سب کچھ دیا جب تک میں تیری روح اور بدن کو ایک دوسرے سے جدا کر دوں یہاں سے نہیں جائوں گا۔ اس نے کہا مجھے ہمدت دیجیے کہ میں اس مال کو تقسیم کر دوں۔ فرشتے نے کہا اب ہمدت نہیں تم پہلے کہاں تھے۔ چنانچہ اس کی روح قبض کر لی۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے ہر قسم کا مال جمع کیا اور کسی قسم کا مال نہ چھوڑا۔ اس مال کو محفوظ کیا اور ایک محل بنایا۔ جس کے دو مضبوط دروازے بنائے اور ان پر غلاموں کا پیرہ لگا دیا پھر اس نے اپنے لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان کے لیے کھانا پکوا یا۔ خود ایک تخت پر یوں بیٹھا کہ ایک ٹانگہ دوسری پر رکھ دی اور لوگ کھانا کھا رہے تھے جب وہ فارغ ہوئے تو اس نے اپنے نفس سے کہا یا نفس! اب تو کچھ سال مزے اٹا میں نے تیرے لیے اتنا مال جمع کیا ہے جو تمہے کافی ہے وہ اپنی گفتگو سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ موت کا فرشتہ پرانے کپڑوں میں فقیر کے جھیس میں آیا۔ اس نے گردن میں جھولی ڈالی اور مسکینوں کی مشابہت اختیار کر رکھی تھی۔ اس نے اپنے مال سے اتنا سونے کا تدر زور سے دروازہ کھٹکھٹا کر وہ شخص اپنے بستر پر ڈر گیا۔ غلام اس کی طرف کودے اور کہنے لگے کیا ہوا؟ اس نے کہا اپنے مال کو بلاؤ اور انہوں نے کہا ہمارا آقا تمہارے جیسے آدمی کی طرف آئے گا؟ اس نے کہا ہاں غلاموں نے اسے خبر دی تو اس نے کہا تم نے اس سے کوئی سدرک نہ کیا؟ اس فقیر نے دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک بھگوان اس کی طرف اچھلا اس نے کہا اس کو بتاؤ کہ میں موت کا فرشتہ ہوں انہوں نے یہ بات سنی تو مرعوب ہو گئے اور ان



کا آقا ذلت اور شوق کا شکار ہو گیا اس نے کہا اس سے نرمی سے بات کرو اور کہو کہ کیا تم میں سے کسی ایک کو لینا چاہتا ہے یہ سن کر ملک الموت اس کے سامنے چلا گیا اور کہا اپنے مال میں جو کچھ کرنا چاہتا ہے کہے جب تک تیرسی روح نہ نکالوں میں یہاں سے نہیں جاؤں گا چنانچہ اس کے حکم سے مال سامنے رکھا گیا جب اس نے مال دیکھا تو کہنے لگا اے مال! تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تو نے مجھے اپنے رب کی عبادت سے غافل رکھا اور اپنے رب کے لیے گوشہ نشینی سے روکا اللہ تعالیٰ نے مال کو بولنے کی طاقت دی تو اس نے کہا مجھے کیوں گالی دیتا ہے تو مجھے لے کر بادشاہوں کے پاس جاتا تھا اور نیک لوگوں کو دروازے سے ہٹا دیتا تھا میرے ذریعے طرح طرح کے مزے اڑاتا تھا اور بادشاہوں کی مجالس میں بیٹھا تھا۔ تو مجھے برائی کے راستے پر خرچ کرتا لیکن میں تجھے نہیں روکتا تھا اگر تو مجھے بھلائی کی راہ میں خرچ کرتا تو میں تجھے نفع دیتا اے ابن آدم تو مٹی سے پیدا ہوا ہے چاہے نیکی کرے چاہے برائی کا مرتکب ہو پھر ملک الموت نے اس کی روح قبض کی اور وہ گر گیا۔

حضرت دہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں موت کے فرشتے نے ایک شکر شخص کی روح قبض کی کہ زمین پر اس کی مثل کوئی نہ تھا پھر اس کی روح کو آسمان کی طرف لے گیا تو فرشتوں نے کہا تم نے جن لوگوں کی روح قبض کی ہے ان میں سے کس پر تمہیں زیادہ رحم آیا؟ اس نے کہا جنگل میں ایک عورت تھی مجھے اس کی روح نکالنے کا حکم ہوا میں اس کے پاس آیا تو اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تھا مجھے اس پر رحم آیا کہ وہ تنہا ہے اس کا بچہ چھوٹا ہے اور وہ جنگل میں ہے اس کا کوئی نگران بھی نہیں۔ فرشتوں نے کہا جس شکر کی روح تو نے ابھی قبض کی ہے یہ وہی بچہ ہے جس پر تم نے رحم کھا یا اس پر ملک الموت نے کہا پاک وہ ذات جس پر چاہے لطف فرمائے۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب شب برات ہوتی ہے تو موت کے فرشتے کو ہرست دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں کے نام اس صبحے میں لکھے ہیں اس سال ان لوگوں کی ارواح قبض کرنا فرماتے ہیں پس آدمی درخت لگا لے اور عورتوں سے نکاح کرتا ہے یا عمارت بناتا ہے حالانکہ اس کا نام اس ہرست میں لکھا ہوتا ہے اور اسے معلوم نہیں ہوتا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر دن موت کا فرشتہ ہر گھر میں تین بار تجسس کرتا ہے پس ان میں سے جس شخص کو یوں پاتا ہے کہ اس کا رزق پورا ہو گیا اور وقت ختم ہو گیا ہے۔ اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے جب وہ اس کی روح قبض کرتا ہے تو اس کے گھر والے اس پر روتے اور چیختے چلاتے ہیں۔ چنانچہ موت کا فرشتہ دروازے کے دونوں کواڑ پکڑ کر ہٹتا ہے اللہ کی قسم نہ تو میں نے اس کی روزی کھائی اور نہ اس کی عمر ختم کی اور نہ اس کا وقت پورا کیا اور میں تمہارے پاس بار بار آؤں گا حتیٰ کہ تم میں سے کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! اگر وہ ملک الموت کو کھڑا دیکھیں اور ان کا کلام سنیں تو اپنی میت کو بھول کر



اپنے آپ پر روئیں۔

حضرت یزید رقاشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بنی اسرائیل کا ایک متکبر شخص اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا اور گھر کے کسی فرد کے ساتھ علیحدگی میں تھا کہ اس نے دیکھا ایک شخص گھر کے دروازے سے اندر داخل ہوا اور غصے کی حالت میں اس کی طرف پلکا اس نے پوچھا تم کون ہو اور تمہیں کس نے میرے گھر میں آنے دیا ہے۔ اس نے کہا مجھے اس گھر کے مالک نے آنے کی اجازت دی ہے اور میں وہ ہوں کہ مجھے کوئی دربان روک نہیں سکتا میں بادشاہوں سے اجازت نہیں لیتا اور نہ ہی کسی دبدبے والے کا دبدبہ مجھے ڈرا سکتا ہے۔ نہ کوئی سرکش متکبر مجھ سے بچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی سرکش شیطان۔

لا دی فرماتے ہیں (یہ سن کر وہ) متکبر شخص پر خوف طاری ہو گیا اور وہ کانپنے لگا حتیٰ کہ منہ کے بل گر گیا پھر نہایت ذلت اور رسوائی کے ساتھ سراٹھایا اور کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ملک الموت ہے اس نے کہا ہاں میں وہی ہوں اس نے کہا کیا مجھے فعلت دے سکتا ہے کہ میں از سر نو عہد کروں اور توبہ کروں؟ اس نے کہا نہیں تمہاری مدت ختم ہو گئی اور سانس اور وقت بھی کھل ہو گیا۔ اب ہمت کا کوئی راستہ نہیں اس نے کہا آپ مجھے کہاں لے جائیں گے۔ فرشتے نے کہا تمہارے اس عمل کی طرف جو تو نے آگے بھیجا ہے اور اس گھر کی طرف جو تو نے تیار کیا ہے اس نے کہا میں نے کوئی نیک عمل آگے نہیں بھیجا اور نہ ہی کوئی اچھا گھر تیار کیا ہے۔ فرشتے نے کہا پھر بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف جو گوشت پوست کو نونچ لے گی پھر اس کی روح نکال لی اور وہ اپنے گھرا لوں کے سامنے مردہ حالت میں گر گیا۔ اب کوئی جمع رہا ہے اور کوئی رو رہا ہے۔ حضرت یزید رقاشی فرماتے ہیں اگر ان لوگوں کو اس کے بڑے انجام کی اطلاع ہوتی تو اس سے زیادہ روتے۔

حضرت اعش، حضرت حبشہ (رحمہما اللہ) سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں موت کا فرشتہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس حاضر ہوا تو آپ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو مسلسل دیکھتا رہا جب حضرت عزرائیل علیہ السلام باہر نکلے تو اس شخص نے پوچھا یہ کون شخص تھا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یہ ملک الموت تھے اس نے کہا میں نے دیکھا کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے گویا میری روح قبض کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا تیری کیا رائے ہے اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس شخص سے بچالیں اور ہوا کو حکم دیں کہ وہ مجھے ہندوستان کے دور دراز علاقے میں لے جائے۔ ہوانے اسی طرح کیا پھر ملک الموت دوبارہ آئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے فرمایا میں نے دیکھا کہ آپ میرے ایک ہم مجلس کو مسلسل دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا جی ہاں مجھے اس بات پر تعجب ہو رہا تھا کہ مجھے حکم ہوا کہ تھوڑی دیر بعد ہندوستان کے دور دراز علاقے میں اس کی روح قبض کروں اور وہ آپ کے پاس تھا اس لیے مجھے تعجب ہو رہا تھا۔



## رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا وصال مبارک

فصل ۱۔

### رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں زندگی اور موت، فعل اور قول اور تمام احوال کے اعتبار سے ایک بہترین نمونہ، ناظرین کے لیے عبرت اور سمجھنے والوں کے لیے بصیرت کا سامان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی اعزاز نہیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل، حبیب، اس سے مناجات کرنے والے منتخب، رسول اور نبی ہیں، تو دیکھو آپ کے وصال کے وقت آپ کو ایک گھڑی کی ہمت بھی ملی اور جب وصال کا وقت آیا تو ایک لمحظہ کی تاخیر ہوئی؟ نہیں بلکہ آپ کے پاس وہ مقرر معزز فرشتے بھیجے گئے جو مخلوق کی روحیں قبض کرتے ہیں۔ انہوں نے نہایت جدوجہد کے ساتھ آپ کی پاکیزہ کرم روح کو جسمِ مہلکہ و منور سے رحمت و درمنان اور عمدہ اچھے مقامات بلکہ رحمن کے جوار میں سچائی کے مقام پر منتقل کیا اس کے باوجود آپ پر نزع کی حالت میں کرب و تکلیف زیادہ ہوئی۔ آپ کی زبان مبارک سے فریاد جاری ہوئی رنگ مبارک بدل گیا اور پیشانی پر پینہ آگیا نیز حالتِ اضطراب میں آپ کے دونوں ہاتھ مبارک کبھی کبھی بند ہوتے رختی کہ حاضرین بھی رونے لگے اور جس نے یہ منظر دیکھا وہ اس شدتِ حال کی وجہ سے بہت رویا تو کیا منصبِ نبوت کی وجہ سے یہ تقدیر آپ سے ملی، اور کیا ملک الموت نے آپ کے گھر والوں اور خاندان کا خیال کیا یا اس بات کا خیال کیا کہ آپ حق کے مددگار ہیں اور لوگوں کے لیے بشیر و نذیر ہیں۔

ہرگز نہیں! بلکہ انہوں نے حکمِ خداوندی کی تعمیل کی اور جو کچھ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا تھا اس کی اتباع کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا یہ معاملہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کو مقامِ محمود حاصل ہے اور آپ حوضِ کوثر پر تشریف لے جانے والے اور جامِ پلانے والے ہیں سب سے پہلے آپ ہی کی قبر مبارک کھدے گی۔ قیامت کی پیشی کے موقع پر آپ شفاعت فرماتے والے ہیں۔

تو تعجب کی بات ہے کہ ہم ان حالات سے سبق نہیں سیکھتے جو کچھ ہم پر گزرنے والا ہے ہمیں اس پر یقین نہیں آتا بلکہ ہم خواہشات کے قیدی اور گناہوں کے ساتھی ہیں تو ہمیں کیا ہو گیا کہ ہم سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے واقعات کو سامنے نہیں رکھتے حالانکہ آپ متقی لوگوں کے امام اور تمام جہانوں کے



پروردگار کے محبوب ہیں۔

شاید ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ہمیشہ باقی رہیں گے یا ہمارا وہم یہ ہے کہ ہم بُرے اعمال کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں مکرم ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں! بلکہ ہمیں یقین ہے کہ ہم سب نے جہنم کے اوپر سے گزرنے سے بچ کر اس سے وہی لوگ نجات پائیں گے جو متقی ہیں پس گزرنے پر تو یقین ہے لیکن وہاں سے بچ نکلنے اور واپسی کا محض وہم نہیں پھر واپس آنے کا غاب گمان کریں تو اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہوں گے۔ اللہ کی قسم! ہم متقی لوگوں میں سے نہیں ہیں اللہ رب العالمین نے فرمایا۔

وَإِنَّ مِنْكُمْ إِيَّاهُ وَارِدُهَا كَانَ عَلَى  
رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا شَرَّ نَبِيِّ الَّذِينَ  
اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا  
جِثْمًا لَّهُ

تم میں سے ہر ایک نے وہاں سے گزرنے سے  
یہ تمہارے رب کا حتمی فیصلہ ہے پھر ہم ان لوگوں کو  
نجات دیں گے جو پرہیزگار ہیں اور ظالموں کو اس میں  
اوندھے گڑے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

پس ہر بندے کو چاہیے کہ اپنے نفس کو دیکھے کہ وہ ظالموں کے زیادہ قریب ہے یا پرہیزگار لوگوں کے  
سلف صالحین کی سیرت کو دیکھنے کے بعد اپنے آپ کو دیکھے اس کے باوجود کہ ان کو توفیق حاصل تھی، وہ  
خوفزدہ رہتے تھے۔

پھر تمام رسولوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو آپ کا معاملہ یقین پرستی تھا کیونکہ تمام نبیوں کے سردار  
اور متقی لوگوں کے قائد تھے تو دیکھو کہ دنیا سے جدا ہونے وقت آپ کس طرح کرب میں مبتلا ہوئے اور جنت  
الماویٰ کی طرف منتقلی کے وقت آپ پر ہر معاملہ کس قدر سخت ہوا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے  
ہیں ہم ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر  
ہوئے اس وقت آپ دنیا سے رخصت ہونے والے تھے آپ نے ہمیں دیکھا تو آپ کی مبارک آنکھوں سے  
آنسو جاری ہو گئے پھر فرمایا۔

تمہارا انا اچھا ہوا اللہ تعالیٰ تمہیں زندہ رکھے تمہیں پناہ دے اور تمہاری مدد فرمائے میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے  
ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا طلب گار ہوں میں تمہارے لیے واضح  
ڈرنے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے شہروں اور اس کے بندوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجاوز نہ کرنا

۱۰ قرآن مجید، سورہ مریم آیت ۷۱، ۷۲۔

۱۱ المطالب العالیہ جلد ۴ ص ۲۶۰۔ حدیث ۲۳۹۲۔



موت کا وقت آگیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف نیز سدرۃ المنتہیٰ، جنت المادویٰ، اور بھر پور جام کی طرف لوٹنا ہے میری طرف سے اپنے آپ کو اور میرے بعد جو تمہارے دین میں داخل ہوں ان کو سلام کہتا

ایک روایت میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا  
 "مَنْ لَامَتْنِي بَعْدِي" میرے بعد میری امت کے لیے کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف  
 وحی فرمائی کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دیجیے کہ میں ان کو ان کی امت کے سلسلے میں رسوا نہیں کروں گا  
 اور ان کو یہ خوشخبری بھی دیں کہ جب لوگوں کو قبروں سے نکالا جائے گا تو سب سے پہلے میرے حبیب باہر تشریف لائیں  
 گے جب وہ جمع ہوں گے تو آپ ہی ان کے سردار ہوں گے اور جب تک آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے  
 باقی لوگوں کے لیے وہ حرام رہے گی (یہ سن کر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الآنَ قَدَرْتُ عَيْتِي" اب میری  
 آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوئی ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ کو  
 سات کنوڑوں (کے پانی) سے سات مشکینوں سے غسل دیں ہم نے ایسا ہی کیا تو آپ نے آرام پایا پھر آپ  
 تشریف لے گئے اور صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ اہل اُحد کے لیے دعائے مغفرت کی اور انصار کے حق میں وصیت  
 فرمائی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

"محمد و صلوة کے بعد اے ہاجرین کے گروہ! تم بڑھتے جاؤ گے اور انصار آج والی حالت پر ہی رہیں گے  
 اور انصار میرے رازدان ہیں جن کے پاس میں نے ٹھکانہ حاصل کیا پس ان کے تحسن کی تعظیم کرو اور ان کے  
 خطا کار سے درگزر کرو" پھر فرمایا ایک بندے کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ دنیا کو اختیار کرے یا اس چیز کو جو  
 اللہ تعالیٰ کے پاس ہے؟ تو اس بندے نے اس چیز کو اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بونے گئے اور سمجھ گئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات والا صفات  
 کی طرف اشارہ کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر صبر اختیار کرو (اور فرمایا) مسجد کی طرف کھلنے والے  
 تمام دروازے بند کر دو صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان (کا دروازہ کھلا رہے) میں رفاقت و محبت میں  
 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کس کو نہیں پاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر، میری باری کے دن اور میری ہی گودی



میرے سینے اور گردن کے درمیان وصال فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے وصال کے وقت میرے اور آپ کے لعاب کو جمع فرمایا۔ میرے بھائی حضرت عبدالرحمن حاضر ہوئے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھتے گئے تو میں جان گئی کہ آپ نے اسے پسند فرمایا میں نے پوچھا میں یہ مسواک ان سے آپ کے لیے لوں

کو دی اور آپ نے اسے اپنے منہ مبارک میں داخل کیا تو آپ کو سخت محسوس ہوئی میں نے پوچھا نرم کر دوں؟ آپ نے سر انور سے اشارہ فرمایا کہ ہاں۔ میں نے اسے دانتوں سے نرم کر دیا۔ آپ کے سامنے پانی کا ایک پیالہ تھا آپ اس میں اپنا ہاتھ مبارک داخل کرتے اور فرماتے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ يَدْوَدَ  
مَسْكَوَاتٍ۔  
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بے شک  
موت کی سختیاں ہیں۔

پھر آپ نے اپنا دست مبارک اوپر کی طرف اٹھایا اور فرمایا۔ رفیق اعلیٰ ”رفیق اعلیٰ“ میں نے کہا اللہ کی قسم! اب آپ ہمیں پسند نہیں فرمائیں گے یہ

حضرت سعید بن عبداللہ (رضی اللہ عنہما) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں جب انصار نے دیکھا کہ آپ کی طبیعت مبارک بھاری ہوتی جاتی ہے تو انہوں نے مسجد شریف کے پیکر گانا مشروع کر دیے اس دوران حضرت عباس رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور آپ کو بتایا کہ صحابہ کرام جمع ہیں اور خوزندہ ہیں پھر حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے اور اس قسم کی خبر دی اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور وہی بات بتائی آپ نے ہاتھ پھیلا یا اور فرمایا پکڑ لو پھر پوچھا تم کیا کہتے ہو انہوں نے عرض کیا ہمیں آپ کے وصال کا ڈر ہے اور مردوں کے آپ کے پاس جمع ہونے کی وجہ سے عورتوں نے بھی چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم کا سہارا لیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگے آگے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پر ٹی باندھ رکھی تھی اور آپ قدم مبارک گھسیٹ کر چل رہے تھے حتیٰ کہ آپ منبر شریف کے سب سے نچلے درجہ پر تشریف فرما ہوئے اور صحابہ کرام آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

اے لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگوں کو میرے وصال کا خوف ہے۔ گویا تم موت سے نفرت کرتے ہو۔ تم جو میری موت کا انکار کرتے ہو تو کیا میں نے تمہیں اپنی موت کی خبر نہیں دی یا تمہیں اپنی موت کی خبر نہیں پہنچی کیا



مجھ سے پہلے کوئی نبی ہمیشہ رہا کہ میں بھی ہمیشہ رہوں سنو! میں بھی اپنے رب سے ملنے والا ہوں اور تم بھی اس سے ملنے والے ہو میں تمہیں پہلے ہاجرین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں اور ہاجرین کو بھی باہم خیر خواہی کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَالْعَصْرُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّا خَاسِرٌ إِلَّا  
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
وَكَانُوا يُؤْتُونَ حَقَّهُمْ وَكَانُوا بِأُصْحَابِهِمْ  
صَبْرًا كَثِيرًا

زلزلے کی قسم! بے شک انسان نقصان میں ہے  
مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام  
کیے نیز جو ایک دوسرے کو سچائی کی تلقین کرتے اور  
صبر کی نصیحت کرتے ہیں۔

بے شک معاملات اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی امر کی تاخیر کے باعث تم اس کی جلدی کی درخواست کرو اللہ تعالیٰ کسی کی جلدی کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر غالب ہونا چاہے اللہ تعالیٰ اس پر غالب ہوتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہے اللہ تعالیٰ اس کو دھوکے کا بدلہ دیتا ہے تو کیا قریب ہے کہ تم کو حکومت ملے تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ اور رشتہ داری سے قطع تعلق کرو میں تمہیں انصار سے بھلائی کی وصیت کرتا ہوں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تمہیں پہلے ٹھکانہ دینے اور ایمان میں اخلاص کا مظاہرہ کیا ان سے اچھا سلوک کرنا کیا انہوں نے اپنے مچھلوں کا نصف تمہیں نہیں دیا کیا انہوں نے اپنے گھروں میں تمہارے لیے کٹ دگی پیدا نہیں کی کیا انہوں نے مہوکی پیاس کے باوجود تمہیں پانے اور ترزیح نہیں دی۔ پس جو شخص دو آدمیوں کے درمیان فیصلے کا مختار ہو تو وہ ان کے فیکو کاروں کی نیکی قبول کرے اور خطا کار سے درگزر کرے۔ سنو! ان پر کسی کو ترزیح نہ دو سنو! میں تم سے آگے جا رہا ہوں اور تم مجھ سے ملنے والے ہو سنو! تمہارے وعدے کی جگہ حوض ہے۔ پیلر حوض شام سے بصری اور یمن کے صنعا کے درمیان فاصلہ سے بھی زیادہ چوڑا ہے اس میں کوثر کا ایک پرنالہ گرتا ہے۔ اس کا پانی دو دھڑ سے زیادہ سفید جھاگ سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ جو آدمی اس سے پینے لگا وہ کبھی بھی پیاسا نہیں ہوگا۔ اس کی کنکریاں موتی اور خاک کستوری ہے۔ جو شخص کل قیامت کے دن اس سے محروم رہا وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم رہا۔ سنو۔ جو شخص کل قیامت کے دن اس حوض پر میرے پاس آنا چاہتا ہے وہ غیر مناسب باتوں سے اپنی زبان اور ہاتھوں کو روکے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو کچھ وصیت فرمائی۔ آپ نے فرمایا میں اس امر (خلافت) کی وصیت قریش کو کرتا ہوں باقی لوگ قریش کے تابع ہیں ان کے نیک ان کے نیکوں اور ان کے بُرے ان کے بُروں کے تابع ہیں۔ اے قریش والو! لوگوں کی بھلائی چاہنا اے لوگو! گناہ لغتوں کو بدل دیتے ہیں اور عادتوں میں تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں پس جب لوگ نیک ہوں گے تو ان کے حکمران بھی نیک ہوں گے



اور جب لوگ نافرمان ہوں گے تو حاکم بھی ان پر رحم نہیں کریں گے۔  
ارشاد خداوندی ہے۔

وَكَذَلِكَ تُوخِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ  
بَعْضًا يَمَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ لَهُ

اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط  
کرتے ہیں یہ ان کے اعمال کی سزا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابو بکر! سوال کرو، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا موت قریب آگئی ہے؟ آپ نے فرمایا موت قریب آگئی اور بہت قریب آگئی۔ آپ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ آپ کو مبارک ہو۔ کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سدرۃ المنتہیٰ کی طرف پھر جنت المادئی، فردوس اعلیٰ، بھڑ پور پیلے، زمین اعلیٰ اور آخر شگوار عیش سے ملنے والے حصے کی طرف جا رہا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو غسل کون دے گا؟ آپ نے فرمایا میرے اہل بیت میں سے قریب تر لوگ، عرض کیا ہم آپ کو کون سے کپڑوں میں کفن پنائیں۔ آپ نے فرمایا میرے انہی کپڑوں میں نیزیمتی صلے اور صہری سفید کپڑوں میں۔ انہوں نے عرض کیا آپ پر نماز جنازہ کا کیا طریقہ ہوگا؟ یہ کہہ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ہم سب رو پڑے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے پھر فرمایا بس کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائے اور تمہیں اپنے نبی کی طرف سے اچھا بدلہ دے جب تم مجھے غسل دے لو اور کفن بھی پنا دو تو مجھے میرے اسی حجر مبارکہ میں چارپائی پر رکھنا اور چارپائی کو قبر کے کنارے پر رکھ کر کچھ دیر کے لیے باہر چلے جانا کیونکہ سب سے پہلے مجھ پر میرا رب صلوٰۃ رحمت بھیجے گا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ و  
مَلَائِكَةٌ

وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے بھی۔

پھر وہ اپنے فرشتوں کو میرے لیے دعائے رحمت کی اجازت دے گا تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے مجھ پر حضرت جبریل علیہ السلام نماز پڑھیں گے دینی درود شریف بھیجیں گے پھر حضرت میکائیل علیہ السلام پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام اور پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آئیں گے۔ پھر تمام فرشتے آئیں گے اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔



پھر تم لوگ پڑھو گے پس تم جماعت در جماعت اور گروہ در گروہ آنا اور مجھ پر صلاۃ و سلام پیش کرنا، نیز چلانے اور رونے کے ذریعے مجھے اذیت نہ پہنچانا تم میں سے جو امام ہو وہ آغاز کرے اور میرے اہل بیت میں سے زیادہ قربت والے پھر عورتوں کی جماعت اور پھر بچوں کا گروہ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کو قبر شریف میں کون اتارے گا ہ فرمایا میرے اہل بیت کے قریبی لوگ اور بے شمار فرشتے ہوں گے تم ان کو دیکھ نہیں سکو گے اور وہ تمہیں دیکھ رہے ہوں گے۔ اٹھو اور میری طرف سے بعد والوں کو (دین) پہنچاؤ۔

حضرت عبداللہ بن زمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ریح الاول شریف کے شروع میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز کے لیے عرض کیا تو آپ نے فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نکلا تو کچھ لوگوں کے درمیان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں نہ تھے میں نے کہا اے عمر! اٹھیں اور نماز پڑھائیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے بکیر کہی۔ آپ کی آواز بلند تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آواز میں بکیر سنی تو فرمایا ابو بکر کہاں ہیں! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آگے ہونے کو اللہ تعالیٰ مانے گا اور نہ لوگ۔ آپ نے تین بار فرمایا ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رفیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان پر رونا غالب آجائے گا۔ آپ نے فرمایا تم حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے والی عورتیں ہو حضرت ابو بکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔

راوی فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زمرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے تم نے میرے ساتھ کیا کیا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ گمان نہ ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے تو میں ایسا نہ کرتا حضرت عبداللہ بن زمرہ نے فرمایا میں نے آپ سے بہتر کسی کو نہ دیکھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے عذر پیش کیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ دنیا سے رغبت نہیں رکھتے تھے اور نہ آپ کو خلافت سے عرض تھی کیونکہ اقتدار میں خطرات اور ہلاکت ہے ہاں جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ اور مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کسی کو آپ کی جگہ نماز پڑھانے ہمتے پسند نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ پس وہ آپ سے حسد کرنے لگیں، سرکشی کی راہ اختیار کریں



اور بدفالی میں یقیناً دہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی اور دنیوی تمام امور میں ہر قسم کے خون سے بچایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صبح کے وقت آپ کے مزاج شریف میں کچھ سکون دیکھا اس لیے صحابہ کرام خوشی خوشی اپنے گھروں اور کام کاج کے لیے چلے گئے اور نبی اکرم کے پاس صرف عورتیں رہ گئیں ہم اسی حالت میں تھے کہ گویا اس سے پہلے ایسی امید اور خوشی نہ تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سے چلی جاؤ یہ فرشتہ مجھ سے اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ چنانچہ حجرہ مبارکہ سے میرے علاوہ سب چلے گئے۔ آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا جب آپ تشریف فرما ہوئے تو میں ایک کونے میں ہو گئی۔ فرشتے نے طویل گفتگو کی پھر مجھے بلایا اور دوبارہ اپنا سر مبارک میری گود میں رکھ دیا اور عورتوں سے فرماؤ تم بھی اندر آ جاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ آہٹ حضرت جبریل علیہ السلام کی نہ تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اے عائشہ! یہ موت کا فرشتہ تھا جو میرے پاس آیا اور اس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا اور حکم دیا ہے کہ میں آپ کے پاس اجازت کے بغیر نہ آؤں۔ اگر آپ اجازت نہیں دیتے تو میں چلا جاتا ہوں اور اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو میں اندر آ جاتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر آپ کی رُوح مبارک قبض نہ کروں آپ کا کیا حکم ہے؟ پس میں نے کہا ٹھہر جاؤ حتیٰ کہ حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئیں کیونکہ یہ ان کے آنے کا وقت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نے ایک ایسی بات کا سامنا کیا جس کے بارے میں ہمارے پاس کوئی جواب یا رائے نہ تھی۔ پس ہم خاموش ہو گئے۔ گویا ہم ایک بہت بڑی چیخ کی وجہ سے جامد و ساکت ہو گئے ہیں اس بات کی بڑائی اور ہیبت کی وجہ سے کوئی بھی شخص بول نہ سکتا تھا۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے جب مجھے ان کے آنے کا علم ہو گیا اور باقی تمام لوگ باہر چلے گئے وہ داخل ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کی مزاج پُرسی فرماتا ہے حالانکہ وہ آپ کی حالت کو خوب جانتا ہے لیکن وہ آپ کو مزید کرامت و شرافت عطا کرنا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تمام مخلوق سے آپ کی کرامت و شرف زیادہ ہو اور یہ بات (مزاج پُرسی) آپ کی امت میں بطور سنت جاری ہو۔ آپ نے فرمایا مجھے دردِ محسوس ہو رہا ہے انہوں نے عرض کیا خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ آپ کو اس مقام تک پہنچانا چاہتا ہے جو اس نے آپ کے لیے تیار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے جبریل ملک الموت نے مجھ سے اجازت طلب کی پھر آپ نے پوری بات بتائی حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا آپ کا رب آپ کا مشتاق ہے۔ کیا اس نے نہیں بتایا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟ بخدا ملک الموت نے آج تک کسی سے اجازت نہیں مانگی اور نہ آئندہ کسی سے اجازت مانگے گا۔ لیکن آپ کا رب آپ کے شرف



کو پورا کرنے والا ہے اور وہ آپ کا مشتاق ہے۔ آپ نے فرمایا ملک الموت کے آنے تک آپ یہاں سے نہ جائیں اور عورتوں کو اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ آپ نے فرمایا اے فاطمہ! میرے قریب ہو جاؤ وہ آپ کی طرف جھکیں آپ نے ان کے کان میں سرگوشی کی۔ انہوں نے سراٹھایا تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ان میں بات کرنے کی سکت نہ تھی پھر فرمایا اپنا سر میرے قریب کرو وہ آپ کی طرف جھک گئیں تو آپ نے دوبارہ سرگوشی فرمائی۔ حضرت خاتون جنت نے سراٹھایا تو مسکرا رہی تھیں لیکن کلام کرنے کی طاقت نہ تھی۔ ہمیں ان کی حالت سے تعجب ہوا اس کے بعد جب ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ میں آج انتقال کر جاؤں گا پھر فرمایا میں نے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے مجھے میرے ساتھ لائے چنانچہ میں ہنس پڑی۔ پھر خاتون جنت نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیا آپ نے ان دونوں کو سونگھا۔

حضرت ام المومنین فرماتی ہیں اس دوران ملک الموت آگئے اور سلام پیش کر کے اجازت مانگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔ فرشتے نے پوچھا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں آپ نے فرمایا میرے رب اعلیٰ تک مجھے پہنچا دو۔ انہوں نے عرض کیا آج ہی ملا دوں گا۔ آپ کا رب تو آپ کا مشتاق ہے اور آپ کے لیے جس قدر تردد ہے اس قدر کسی کے لیے نہیں ہے اور آپ کے علاوہ کسی اور کے پاس بغیر اجازت جانے سے منع نہیں فرمایا، لیکن آپ کی ساعت آپ کے سامنے ہے یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ! یہ میرا زمین پر اترنا آخری بار ہے پھر کبھی نہیں اتروں گا۔ وحی بھی لپیٹ دی گئی اور زمین بھی، اب زمین پر مجھے آپ کے سوا کوئی کام نہ تھا اور میری غرض صرف آپ کی بارگاہ میں حاضری تھی۔ اب میں اپنی جگہ پر رہوں گا۔ ام المومنین فرماتی ہیں مگر میں کسی کو بولنے کی تاب نہ تھی اور اس کلام کی عظمت کے پیش نظر کوئی مردوں کو بھی بلانہ سکتا تھا ہم سب سہمے ہوئے اور خوف زدہ تھے فرماتی ہیں پھر میں اٹھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی حتیٰ کہ آپ کا سر انور اپنی چھاتی کے ساتھ لگایا اور آپ کے سینہ مبارک کو تھام لیا آپ پر بیہوشی طاری ہو گئی حتیٰ کہ غالب آگئی۔ آپ کی پیشانی سے اس قدر پسینہ نکلتا تھا کہ میں نے کبھی کسی انسان سے اس قدر نہیں دیکھا میں وہ پسینہ پونچھتی تھی اور اس سے زیادہ خوشبودار چیزیں نے نہیں دیکھی جب آپ کو افاقہ ہوا تو میں نے کہا میرے مال باپ، میری جان اور گھر والے سب آپ پر قربان ہو۔ آپ کی پیشانی پر اس قدر پسینہ کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ! مومن کی جان پسینے کے ذریعے نکلتی ہے اور کافر کی جان گدھے کی جان کی طرح اس کی باجھوں سے نکلتی ہے۔ اس وقت ہم ڈر گئے اور اپنے گھر



کسی کو بھیجا سب سے پہلے میرے بھائی تشریف لائے لیکن وہ آپ سے ملاقات نہ کر سکے انہیں میرے والد ماجد نے میرے پاس بھیجا تھا اور کسی شخص کے آنے سے پہلے ہی آپ نے جان، جان آفریں کے سپرد کی اور اللہ تعالیٰ نے سب کو روک رکھا تھا کیونکہ آپ کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام کے سپرد کر رکھا تھا اور جب آپ پر بیہوشی طاری ہوئی تو آپ نے فرمایا ”یٰلَیْلِ الرَّفِیقِ الذَّعَلِیِّ“ رفیق اعلیٰ کے پاس جانا ہے) گویا آپ کو بار بار اختیار دیا جاتا تھا آپ کو جب بھی گفتگو کی طاقت ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

النَّصْلُوَّةُ الصَّلُوَّةُ اِنَّكُمْ لَا تَزَالُونَ  
مَتَمَّا سَكَبْتُمْ مَا صَلَّيْتُمْ جَمِيعًا  
نماز کا خیال رکھنا، نماز کا خیال رکھنا تم ہمیشہ قائم  
اور مضبوط رہو گے جب تک باجماعت نماز پڑھو گے  
نماز کا خیال رکھنا (دوبار فرمایا)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرمانے تک نماز کی وصیت کرتے رہے۔ آپ فرماتے ”الصلوة الصلوة“  
نماز کا خیال رکھنا، نماز کا خیال رکھنا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوموار کے دن چاشت اور دوپہر کے  
درمیان وصال فرمایا۔

حضرت خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے سوموار کا دن موافق نہیں آیا۔ اللہ کی قسم! اس  
دن امت کو بڑی مصیبت ہوا کرنے گی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اسی طرح فرمایا کہ سوموار کا دن مجھے موافق  
نہیں آیا۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن فرمایا اسی دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
وصال ہوا اسی دن (میرے خاوند) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور اسی دن میرے والد شہید  
ہوئے پس میں نے سوموار کے دن کوئی بھلائی نہیں پائی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام  
سب مصیبت میں مبتلا ہوئے اور رونے کی آواز بند ہوئی تو فرشتوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے  
پہرے سے ڈھانپ لیا اب صحابہ کرام میں اختلاف ہوا۔ بعض نے آپ کے وصال کی تصدیق نہ کی اور بعض تو ایک عرصہ  
تک بول ہی نہ سکے کچھ کی عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا تو ان کی گفتگو سمجھ نہ آتی اور بعض کے ہوش و حواس ٹھکانے پر  
نہ رہے اور کچھ لوگ بیٹھے رہ گئے۔



حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں تھے جو آپ کے وصال کو جھٹلاتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیٹھ جانے والوں میں سے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بل نہ سکنے والوں میں شامل تھے جو بول نہ سکے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باہر لوگوں کے پاس آئے اور فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور واپس لائے گا اور ان منافقوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے گا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی تمنا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے اسی طرح وعدہ فرمایا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا اور آپ تشریف لائیں گے۔

ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا اے لوگو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اپنی زبانوں کو روک کر رکھو۔ آپ کا انتقال نہیں ہوا اللہ کی قسم! اگر میں نے کسی سے سنا کہ وہ آپ کے وصال کا ذکر کرتا ہے تو اپنی تلوار سے اس کے ٹکڑے کر دوں گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو بیٹھ ہی گئے وہ مسلسل گھر میں رہتے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کسی سے گفتگو نہ کرتے آپ کو ہاتھ پکڑ کر لایا اور لے جایا جانا حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرح کسی مسلمان کی حالت نہ تھی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو استقامت عطا فرمائی۔ اگر چہ صحابہ کرام صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات کا لحاظ کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کو چکھا ہے اور آپ نے خود اپنی حیات بلیبہ میں تمہارے سامنے فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

بے شک آپ کو موت آئے گی اور ان کو بھی

موت کا مزہ چکھنا ہے پھر بے شک تم قیادت کے

دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَأَنْتُمْ مَيِّتُونَ كُنْتُمْ

بِأَنْفُسِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ

تَخْتَصِمُونَ۔ اے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنو حارث بن خزرج میں تھے کہ آپ کو خبر ملی آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کی طرف دیکھا اور جھک کر آپ کا بوسہ لیا پھر فرمایا یا رسول اللہ! میرے مال باپ آپ پر قربان ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دو مرتبہ موت کا مزہ نہیں چکھائے گا اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما چکے ہیں۔ پھر آپ مجھ پر کرام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! جو شخص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتا تھا تو آپ وصال فرما چکے ہیں اور جو آدمی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی عبادت کرتا تھا



تو وہ (رب) زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی۔  
ارشاد خداوندی ہے۔

مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ  
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَدْمِثَلُ  
انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ يٰٓ

اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں  
آپ سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں پس کیا اگر آپ  
انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر  
جاؤ گے۔

تو گویا صحابہ کرام نے یہ آیت آج ہی سنی تھی (اس سے پہلے نہیں سنی تھی)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب آپ کے وصال کی خبر ملی تو آپ درود  
شریف پڑھتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجر مبارک میں داخل ہوئے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے  
اور آپ کی آواز دانتوں کی رگڑ سے نکلتی تھی۔

لیکن اس کے باوجود آپ قول و فعل میں مضبوط تھے۔ چنانچہ آپ نے جھک کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
چہرہ انور سے پکڑا ہٹایا اور آپ کی پیشانی اور رخسار مبارک پر بوسہ دیا اور چہرہ انور پر ہاتھ پھیرا اور روتے  
ہوئے کہنے لگے میرے ماں باپ، میری جان اور سب گھروالے آپ پر قربان ہوں آپ کی حیات طیبہ بھی اچھی  
اور وصال مبارک بھی خوب ہے۔ آپ کے وصال سے وہ سلسلہ (نبوت) ختم ہو گیا جو کسی نبی کے وصال سے  
ختم نہیں ہوا آپ کی ذات بیان و وصف اور رونے سے بند ہے آپ کو اس طرح مقام خاص ملا کہ سب کے رنج  
و غم کے ضامن ہو گئے اور عزمیت ملی کہ سب کے لیے آپ کی رحمت و شفقت برابر ہے۔ اگر آپ کا وصال آپ  
کے اختیار سے نہ ہوتا تو ہم آپ کے غم میں اپنی جانیں فدا کر دیتے اور اگر آپ نے ہمیں روتے سے منع نہ کیا ہوتا  
تو ہم آپ کے فراق میں آنکھوں کا پانی ختم کر دیتے۔ لیکن جو بات ہم اپنے آپ سے دور نہیں کر سکتے وہ رنج اور  
آپ کی یاد ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی ریبا اللہ! ہماری طرف سے یہ باتیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دے  
لے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے رب کی بارگاہ میں ہمارا ذکر کیجیے اور ہمیں اپنے قلب مبارک میں ضرور جگہ عطا  
فرمائیں اگر آپ نے اپنے پیچھے وقار نہ چھوڑا ہوتا تو آپ کے بعد کی مشقت کو کوئی بھی برداشت نہ کر سکتا۔ یا اللہ تعالیٰ  
اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے یہ باتیں پہنچا دے اور ہمارے درمیان آپ کی حفاظت فرما لے۔

لے دلائل النبوة جلد ۷ ص ۲۱۰ باب فی مرض منترہ۔

۲۵ قرآن مجید، سورۃ آل عمران آیت ۱۴۴۔ ۲۵



حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب حجۃ مبارکہ میں داخل ہوئے اور درود شریف پڑھا۔ آپ کی تعریف میں کلمات کہے تو گھر والوں میں ایک شور اٹھا جو تمام غازیوں نے سنا آپ جب بھی کوئی کلمہ کہتے آواز مزید بلند ہوتی۔ حاضرین کی آواز اس وقت تھم گئی جب ایک بلند آواز شخص نے دروانے پر کھڑے ہو کر کہا۔ اللہ علیکم اہل البیت والے گھر والو! السلام علیکم،

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ  
ہر نفس نے موت کو چکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر جانے والے کی جگہ نگرانی فرماتا ہے ہر غربت کو پر لاکر تا اور ہر خوف سے نجات دیتا ہے پس اللہ تعالیٰ سے امید رکھو اور اسی پر اعتماد کرو جب دیکھا تو کوئی بھی نظر نہ آیا۔ انہوں نے پھر دونا شروع کر دیا۔ اب ایک اور منادی نے ندا دی وہ اس کی آواز سے مانوس نہ تھے اس نے کہا اے اہل بیت! ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور اس کا شکر ادا کرو تا کہ تم مخلص لوگوں میں سے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہر مصیبت سے تسلی دیتا ہے اور ہر مرتوب چیز کا عوض عطا فرماتا ہے پس اللہ تعالیٰ کا ہی حکم مانو اور اس کے حکم پر عمل کرو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ حضرت خضر اور حضرت ایسح علیہما السلام تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکمل خطبہ نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے جب لوگوں نے آنسو بہانا بند کر دیا آپ کے خطبہ کا اکثر حصہ درود شریف پر مشتمل تھا۔ آپ نے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور شکر ادا کرنے کا ذکر کیا اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تمہارا کفار کی جماعتوں کو ناکست دی پس اللہ تعالیٰ کے یہ تعریف ہے جو ایک ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب الہی طرح ہے جس طرح نازل ہوئی تھی اور دین بھی اسی حالت میں ہے جس طرح شروع ہوا تھا۔ حدیث اسی حالت میں جس طرح آپ نے بیان فرمایا اور قول بھی اپنی اصل حالت میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی واضح و ظاہر حق ہے۔ یا اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما جو تیرے بندے، تیرے رسول، تیرے حبیب، تیرے امین، تیرے مختار اور تیرے چنے ہوئے ہیں جس قدر رحمت تو دوسروں پر بھیجتا ہے اس سے افضل درود و رحمت نازل فرما یا اللہ! تو اپنی رحمت، عفو و درگزر، رحمت اور برکات رسولوں کے سردار خاتم النبیین امام المتقین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کر دے جو بھلائی



کی طرف لے جانے والے اور بھلائی کے پیشوا ہیں نیز رسولِ رحمت ہیں۔ یا اللہ! ان کا قرب زیادہ فرما، ان کی دلیل کو عظمت عطا فرما۔ ان کے مقام کو مکرم و محترم فرما اور آپ کو مقام محمود و پر فائز فرما کہ پہلے اور پچھلے آپ کو دیکھ کر نتک کریں اور قیامت کے دن آپ کے مقام محمود سے ہیں نفع عطا فرمانا اور دنیا و آخرت میں آپ کو ہمارے درمیان رکھنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں درجہ اور وسیلہ عطا فرمانا یا اللہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرمائیں آپ کو اور آپ کی آل کو برکت عطا فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رحمت و برکت سے نوازا ہے۔ بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگی والا ہے۔

اے لوگو! جو شخص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو آپ کا انتقال ہو گیا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کو موت نہیں آئے گی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے معاملے میں اپنا فیصلہ دیا تو آپ کو بے میری سے نہ پکارو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس چیز کو جو اس کے پاس ہے اس چیز پر ترجیح دی ہے جو تمہارے پاس ہے اور آپ کو ثواب عطا کرنے کے لیے اپنے پاس بلایا ہے اور اپنے نبی کی کتاب و سنت کو ان کی جگہ تمہارے درمیان چھوڑا ہے پس جو شخص ان دونوں کو اختیار کریگا وہ جان جائے گا اور جو ان کے درمیان فرق کرے گا وہ اس آیت کا منکر ہے۔

الرشاد و خلافتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا تَوَّابِينَ بِالْقِسْطِ۔ اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ خوب قائم ہو جاؤ۔ شیطان تمہارے نبی کے وصال کی وجہ سے تمہیں غافل نہ کر دے اور نہ ہی تمہیں تمہارے دین کے بارے میں فتنے میں ڈالے۔ بھلائی کے ذریعے شیطان کے ضلالت جلدی کرو اسے تمہارا دو گے اور اس کا انتظار نہ کرو ورنہ وہ تم پر حملہ آور ہو کر تمہیں فتنے میں مبتلا کر دے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے عمر! مجھے آپ کے بارے میں معلوم ہوا کہ آپ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا کیا آپ نہیں دیکھتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلال دن قلال بات فرمائی اور قلال دن قلال بات ارشاد فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا۔

إِنَّكَ مَبِيتٌ وَإِنَّهُمْ مَبِيتُونَ۔

بے شک آپ بھی دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں اور ان لوگوں نے بھی مرنا ہے۔



حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی اس کے باعث ایسا محسوس ہوا کہ گویا میں نے یہ آیت اس سے پہلے سنی ہی نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب اللہ اسی طرح ہے جس طرح نازل ہوئی حدیث شریف بھی اسی طرح ہے جیسے بیان ہوئی اور اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں ہم سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور بے شک ہم نے اسی کی طرف لوٹنا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں چاہتے ہیں، پھر آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ لے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب صحابہ کرام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کے لیے جمع ہوئے تو کہنے لگے اللہ کی قسم ہمیں معلوم نہیں ہم آپ کو کیسے غسل دیں کیا عام معمول کے مطابق آپ کا لباس اتار دیں یا کپڑوں کے اندر ہی غسل دے دیں۔ آپ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی حتیٰ کہ ان میں سے کوئی ایسا نہ رہا جو اپنی چھاتی پر ڈاڑھی رکھے سویا ہوا نہ ہو پھر کسی کہنے والے نے کہا اور وہ معلوم وہ کون تھا، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دو۔ چنانچہ وہ بیدار ہوئے اور انہوں نے اسی طرح کیا چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص کے ساتھ ہی غسل دیا گیا میاں تک کہ جب غسل سے فارغ ہوئے تو آپ کو کفن پہنایا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے آپ کی قمیص اتارنے کا ارادہ کیا تو ہمیں آواز دی گئی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس نہ اتارنا چنانچہ ہم نے قمیص کو اسی طرح رہتے دیا اور دوسرے فوت شدہ مسلمانوں کی طرح آپ کو اسی طرح لٹا کر غسل دیا۔ جب ہم کسی عضو کو بدلنا چاہتے تو ہمیں ذرا بھر تکلیف نہ ہوتی اور وہ عضو خود بخود بدل جاتا تھا حتیٰ کہ ہم غسل سے فارغ ہو گئے ہمیں ہوا کی طرح ہلکی سی سرسراہٹ سنائی دیتی اور آواز آئی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نرمی اختیار کرنا تمہیں کچھ نہیں کرتا پڑے گا۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک اس طرح ہوا آپ نے کوئی ادنیٰ اور بالوں سے بنا ہوا کپڑا نہ چھوڑا سب کچھ آپ کے ساتھ دفن ہو گیا۔

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قبر میں آپ کا پھوٹا اور چادر بچھائی گئی اور اس کے اوپر وہ تمام کپڑے رکھ دیے گئے جو آپ زین تن فرماتے تھے۔ پھر آپ کو کفن سمیت رکھ دیا گیا تو آپ نے وفات کے بعد کوئی مال نہ چھوڑا اور نہ زندگی میں کوئی اینٹ پر اینٹ اور بانس پر بانس رکھا (عمارت نہ بنائی) تو آپ کی وفات میں مسلمانوں کے لیے سامان درس اور بہترین نمونہ ہے۔



## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وقت وصال آیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور آپ نے بطور مثال یہ شعر پڑھا۔

لَعْمُرُكَ مَا يُغْتَبَى الثَّرَاءُ عَنِ الْغَتَى  
 اِذَا حَشَرَ حَبْتُ يَوْمًا وَصَاقَ بِهَا الصَّدُورُ  
 آپ کی عمر کی قسم دولت مرد و جوانوں کے کام نہیں آتی  
 جب جان لوں پیرائے اور سینے میں دم رکھا ہوا ہوں  
 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا یہ بات نہیں بلکہ یوں کہو۔

(ارشاد خداوندی ہے)

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ  
 ذِيكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيذًا لِي  
 اور موت کی سختی سچ سچ آ پہنچی (اے نادان) یہ ہے  
 وہ جس سے تو دور بھاگا کرتا تھا۔

میرے ان دو کپڑوں کو دیکھو پس ان کو دہر کر مجھے ان میں کفن پینا دینا کیونکہ فوت شدہ کے مقابلے میں زندہ آدمی، جدید کپڑے کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت فرمایا۔

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الضَّمَامُ بِوَجْهِهِ  
 رَبِّبِجْ الْيَتَامَى عِصْمَةً إِلَّا نَأْمِلَ  
 سفید رنگ والے جن کی چہرہ انور کے طفیل بادل  
 برستے تھے آپ یتیموں کی بہار اور بیوہ عورتوں کی  
 حفاظت کرنے والے تھے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے صحابہ کرام اندر داخل ہوئے اور عرض کیا کہ کسی طبیب کو نہ بلائیں جو آپ کا حال دیکھے فرمایا، میرے طبیب نے میرا حال دیکھ لیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور عرض کیا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! ہمیں کچھ وصیت فرمائیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر دنیا کے خزانے کھول دے گا لیکن تم اس سے ضرورت کے مطابق لینا اور جان لو جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں ہو گیا پس اللہ تعالیٰ سے عہد کتنی نہ کرنا ورنہ



منہ کے بل جہنم میں چلے جاؤ گے۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت زیادہ بوجھل ہو گئی اور صحابہ کرام نے چاہا کہ آپ اپنا خلیفہ مقرر فرمائیں تو آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ نامزد فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا آپ نے ہم پر ایک تند مزاج اور سخت دل شخص کو اپنا نائب بنایا ہے۔ آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے انہوں نے فرمایا میں کہوں گا (اے اللہ) میں نے تیری مخلوق پر مخلوق میں سے بہتر انسان کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ پھر آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا وہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو ایک وصیت کرتا ہوں۔ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا جو حق دن کے وقت سے متعلق ہے اسے رات کو قبول نہیں کرتا اور جو حقوق رات سے تعلق رکھتے ہیں انہیں دن کے وقت قبول نہیں فرماتا اور جب تک آپ فرض ادا نہ کریں اللہ تعالیٰ نفل کو قبول نہیں کرتا اور قیامت کے دن ان لوگوں کے (نیکی کے) وزن بھاری ہوں گے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا میں انہوں نے حق کی اتباع کی اور اس کو اپنے اوپر بھاری سمجھا اور جس ترازو میں حق کے سوا کچھ نہ رکھا جیسے اس کا حق یہ ہے کہ وہ بھاری ہو اور جن لوگوں کے میزان ہلکے ہوں گے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا میں انہوں نے باطل کی اتباع کی اور اسے معمولی بات سمجھا اور جس ترازو میں باطل رکھا جائے گا اسے ہلکا ہی ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا ذکر ان کے بہتر اعمال کے ساتھ کیا ہے اور ان کی برائیوں کو معاف کر دیا تو کہنے والا کہتا ہے کہ میں ان سے کم درجہ میں ہوں اور ان لوگوں کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔

پس اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کا ذکر ان کے بُرے اعمال کے ساتھ کیا اور انہوں نے جو نیک اعمال کیے وہ ان کی طرف لوٹا دیے پس کوئی کہنے والا کہتا ہے میں ان لوگوں سے افضل ہوں اور اللہ تعالیٰ نے رحمت کی آیت بھی ذکر کر دی اور عذاب کی آیت بھی تاکہ مومن رغبت رکھنے والا بھی ہو اور ڈرنے والا بھی اور اپنے آپ کو خرد اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالے اور اللہ تعالیٰ سے حق کے سوا کسی چیز کی تمنا نہ کرے (اے عمر! رضی اللہ عنہ) اگر آپ نے میری اس وصیت کو قبول کیا تو موت سے بڑھ کر کوئی غائب چیز آپ کو زیادہ پسند نہ ہوگی۔ اور موت کا آنا ضروری ہے اور اگر آپ نے میری وصیت کو ضائع کر دیا تو موت سے بڑھ کر کوئی غائب چیز آپ کو زیادہ ناپسند نہ ہوگی اور موت ضرور آئے گی آپ اسے عاجز نہیں کر سکتے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آ گیا تو آپ کے پاس چند صحابہ کرام تشریف لائے انہوں نے عرض کیا اے خلیفہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں کچھ ترشہ عنایت فرمائیے ہم آپ کی حالت بدی ہوئی دیکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص یہ کلمات کہے کہ ذرت ہو گا اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اتق مین میں کر دے گا۔ انہوں نے پوچھا اتق مین بین کیلہ سے فرمایا عرش کے



سلمانے ایک خطبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے باغات، نہریں اور درخت ہیں رہن اسے ایک سو رحمتیں ڈھانپ لیتی ہیں۔ پس جو شخص یہ کلمات کہے گا اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس مکان میں کر دے گا۔ (وہ کلمات یہ ہیں)

یا اللہ! تو نے مخلوق کا سلسلہ شروع فرمایا اور تجھے ان کی کوئی حاجت نہ تھی، پھر تو نے ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ایک فریق نعمتوں کے لیے اور دوسرا فریق آگ کے لیے، مجھے نعمتوں والے گروہ میں کر دے اور آگ والے گروہ میں نہ کرنا۔ یا اللہ! تو نے مخلوق کو کئی جماعتوں میں پیدا کیا اور پیدائش سے پہلے ہی ان کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیا ان میں نیک بخت بھی بنائے اور بد بخت بھی، سرکش بھی اور ہدایت یافتہ بھی۔ پس مجھے نافرمانیوں کے باعث بد بخت نہ بنایا۔ یا اللہ! تو ہر نفس کو پیدا کرنے سے پہلے بھی جانتا تھا کہ اس نے کیا کرنا ہے پس اس سے بھاگن ممکن نہیں۔ پس تو مجھے ان لوگوں میں کر دے جن سے اپنی اطاعت کا کام لیتا ہے یا اللہ! جب تک تو نہ چاہے کوئی کچھ نہیں پاتا۔ پس تیری مشیت یہ ہو کہ میں تیرا قرب چاہتا ہوں۔ یا اللہ! تو نے بندوں کی حرکات کا اندازہ کر رکھا ہے پس تیرے اذن کے بغیر کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی تو میری حرکت کو تقویٰ کے ساتھ منسک کر دے۔ یا اللہ! تو نے خیر اور شر کو پیدا فرمایا اور ہر ایک کے لیے عمل کرنے والے بنائے مجھے ان میں سے بہتر قسم میں کر دے۔ یا اللہ! تو نے جنت اور جہنم کو پیدا فرمایا اور ان میں سے ہر ایک کے اہل بنائے پس تو مجھے جہنم میں سے کر دے۔ یا اللہ! تو نے کچھ لوگوں کے لیے گمراہی کا ارادہ فرمایا اور ان کے سینوں کو تنگ کر دیا پس میرے سینے کو ایمان کے لیے کھول دے اور اسے میرے دل میں مزین کر دے۔ یا اللہ! تو نے امور کی تدبیر فرمائی اور ان کا ٹھکانہ اپنے پاس بنایا پس تو مجھے موت کے بعد حیاتِ طیبہ عطا فرما اور مجھے اپنے قریب کر دے۔ یا اللہ! جو صبح و شام تیرے غیر پر اعتماد کرتا ہے تو کرے میرا اعتماد اور امید تجھ ہی پر ہو، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تمام باتیں قرآن مجید میں ہیں۔

فصل ۳

## حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس صبح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا میں کھڑا تھا اور میرے اور ان کے درمیان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے اور آپ جب دو صفوں کے درمیان سے گزرتے تو وہاں کھڑے ہو جاتے جب کوئی خلل دیکھتے تو فرماتے سیدھے کھڑے ہو جاؤ حتیٰ کہ جب کوئی خلل نظر نہ آتا تو آگے بڑھ کر تکبیر کہتے (تماز شروع کرتے) حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہلی رکعت میں کبھی سورہ یوسف، کبھی سورہ نحل اور کبھی اس قسم کی دوسری کسی سورہ کی تلاوت فرماتے۔



حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جاتے آپ نے تکبیر کہی ہی تھی کہ میں نے سنا آپ فرما رہے ہیں کہ مجھے کسی نے قتل کر دیا یا فرمایا کھا یا اس وقت ابو لؤلؤ نے آپ کو زخمی کیا تھا اور وہ خبیث کافر و درہاری چھری لے کر بھاگ گیا جہاں سے گزرتا دیکھیں بائیں زخمی کرتا جاتا حتیٰ کہ اس نے تیرہ افراد کو زخمی کر دیا جن میں سے نو صحابہ کرام شہید ہو گئے۔ ایک روایت میں سات کا ذکر ہے جب ایک مسلمان نے یہ صورت دیکھی تو اس پر اپنا کپڑا ڈال دیا۔ جب اس کافر نے دیکھا کہ وہ پکڑا گیا ہے تو اس نے اپنے آپ کو زنج کر دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر آگے کر دیا۔ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قریب تھے ان سب نے یہ ماجرا دیکھا لیکن جو لوگ مسجد کے اطراف میں تھے ان کو معلوم نہ ہو سکا کہ کیا ماجرا ہے۔ لیکن انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز نہ سنی وہ سبحان اللہ سبحان اللہ کا ورد کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کو مختصر نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس! مجھے کس نے زخمی کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ٹھوڑی دیر کے لیے غائب ہوئے پھر تشریف لائے اور فرمایا حضرت زینہ بن شیبہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اسے ہلاک کرے میں نے تو اچھی بات کا حکم دیا تھا۔

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں کی تم اور تمہارے باپ مدینہ طیبہ میں عجمی کفار کا زیادہ ہونا چاہتے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا اگر آپ چاہیں تو ہم ان سب کو قتل کر دیں آپ نے فرمایا اب قتل کر دو گے جبکہ وہ تمہاری بولی بولتے اور تمہارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور تمہاری طرح حج کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کو اٹھا کر گھر لے جایا گیا ہم بھی آپ کے ساتھ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس سے پہلے لوگوں کو کوئی حادثہ نہیں پہنچا کوئی کہتا کہ مجھے آپ کے ثبوت ہونے کا خوف ہے اور کوئی کہتا ڈرنے کی بات نہیں۔ پھر آپ کے لیے انگور کا جوس لایا گیا، آپ نے اس میں سے کچھ پیا لیکن پیٹ کے راستے سے باہر نکل گیا پھر دودھ لایا گیا آپ نے اس سے بھی نوش فرمایا وہ بھی پیٹ کے راستے نکل گیا صحابہ کرام مسجد گئے کہ آپ کا وصال ہونے والا ہے۔

راوی فرماتے ہیں ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لوگ آپ کے بارے میں تعریفی کلمات کہنے لگے اسی دوران ایک نوجوان آیا اور اس نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہو آپ کو صحابہ بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز حاصل رہا۔ اسلام لانے میں سبقت کا شرف بھی ملا پھر آپ حکمران بنے تو آپ نے انصاف کیا اور پھر مقام شہادت نصیب ہوا آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ ان اعزازات کی وجہ سے حساب برابر برابر ہے نہ مجھ پر کچھ ہو اور نہ میرے لیے (نہ عذاب نہ ثواب)



جب وہ شخص واپس مڑا تو دیکھا کہ اس کی تہ بند زمین سے لگ رہی ہے فرمایا اس نوجوان کو میری طرف بلاؤ فرمایا  
لے بیٹھے! اپنے کپڑے کو اٹھاؤ اس سے کپڑا محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کا باعث بھی ہے۔

پھر فرمایا اے عبد اللہ! دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے؟ انہوں نے حساب لگایا تو چھبیس ہزار کے قریب تھا فرمایا  
اگر ہمارے خاندان کے مال سے پورا ہو جائے تو ان کے مال سے ادا کر دیں۔ ورنہ بنو عدی بن کعب سے سوال کریں  
اگر ان کے مال سے بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مانگیں دوسروں سے نہ مانگنا اور میری طرف سے یہ مال دے دینا۔

دچھ فرمایا) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمر نے آپ کو سلام کہلے سے اور  
امیر المؤمنین کا لفظ نہ کہنا آج میں مسلمانوں کا امیر نہیں ہوں ان سے عرض کرنا کہ عمر بن خطاب نے اپنے دونوں ساتھیوں  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگی ہے حضرت عبد اللہ  
بن عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے سلام کے بعد اجازت طلب کی اور اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ ام المؤمنین بھی  
دور ہی ہیں۔ آپ نے عرض کیا عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کے سپلوؤں میں دفن ہونے کی  
اجازت مانگتے ہیں۔ ام المؤمنین نے فرمایا میں نے یہ جگہ اپنے لیے رکھی تھی لیکن آج میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ  
کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔

جب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس تشریف لائے تو بتایا گیا کہ آپ واپس آگئے ہیں تو حضرت عمر  
فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اٹھاؤ۔ چنانچہ ایک شخص نے اپنے ہمارے سے آپ کو بٹھایا آپ نے پوچھا تمہارے  
پاس کیا خبر ہے عرض کیا امیر المؤمنین! جو کچھ آپ چاہتے تھے ام المؤمنین نے اجازت دے دی ہے۔ آپ نے  
فرمایا الحمد للہ! میرے لیے اس سے اہم بات کوئی نہیں۔ اب جب میل وصال ہو جائے تو مجھے اٹھا کر لے جانا وہاں  
پہنچ کر سلام کہتا اور کہنا کہ عمر اجازت طلب کرتا ہے اگر ام المؤمنین اجازت دے دیں تو مجھے اندر لے جانا اور اگر  
اجازت نہ دیں تو مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور عورتوں  
نے ان کو ڈھانک رکھا تھا ہم نے ان کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ داخل ہوئیں اور کچھ دیر آپ کے پاس  
رہتی رہیں پھر مردوں نے اجازت چاہی تو آپ اندر چلی گئی۔ ہم نے اندر سے ان کے رونے کی آواز سنی۔ صحابہ کرام  
نے عرض کیا۔ امیر المؤمنین! وصیت فرمائیے اور کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کیجیے۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ حضرت عثمان  
غنی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کا نام لے کر فرمایا میں ان  
حضرات سے بہتر کسی شخص کو اس امر (خلافت) کا حق دار نہیں سمجھتا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے  
تشریف لے گئے تو آپ ان سے راضی تھے۔ آپ نے فرمایا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی تمہارے  
ساتھ موجود رہیں گے۔ لیکن خلافت ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا لیکن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تسلی



کے لیے یہ بات فرمائی۔ اگر خلافت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوتی تو ٹھیک بسے ورنہ جو بھی امیر بنے ان سے معاونت حاصل کرے میں نے ان کو کسی عاجزی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔

آپ نے فرمایا میرے بعد جو بھی خلیفہ بنے میں اسے پہلے ہاجرین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے لیے ان کی فضیلت کو پہچانے ان کی حرمت کی حفاظت کرے نیز میں اسے انصار کے ساتھ بھلائی کی

وصیت کرتا ہوں جنہوں نے اپنے گھروں میں رہا جریں کو ٹھکانہ دیا اور ان سے پہلے ایمان لائے کہ ان کے نیکو کار طے کئے قبول کریں اور ان کے خطا کاروں کو معاف کر دیں۔ دوسرے شہروں کے لوگوں سے بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کے مددگار مال جمع کرنے والے و خراج جمع کرنے والے اور دشمنوں کے غیص و غضب کا سبب ہیں ان سے ان کی مرضی سے صرف زائد مال وصول کریں یہی اعزایوں کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ عربوں کی اصل اور اسلام کا مادہ ہیں ان کے زائد مال لے کر ان کے فقراء پر تقسیم کریں۔ میں نے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ کے عہد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کو پورا کرنے کی وصیت بھی کرتا ہوں۔ ذمیوں سے کیا گیا عہد پورا کرے اور ان کے مخالفوں سے لڑے اور طاقت کے مطابق ان سے کام لیا کرے۔

لاوی فرماتے ہیں۔ جب آپ کا وصال ہوا تو ہم باہر نکل آئے اور آپ کے جنازے کو لے کر چلے حضرت عبداللہ بن عمر نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے بعد عرض کیا عمر بن خطاب آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ان کو داخل کیجیے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے پاس پہنچا دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔

مجھ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر اسلام کو بھی رونا چاہیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو چار پائی پر رکھا گیا تو لوگوں نے آپ کو گھیر لیا وہ آپ کے جنازے کو اٹھانے سے پہلے ہی دعا اور استغفار کرتے تھے میں بھی ان میں تھا مجھے ایک شخص نے غوف زدہ کر دیا۔ اس نے میرے کندھوں کو کپڑا میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور فرمایا آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کا عمل آپ کے عمل جیسا ہو اور مجھے اس سے ملاقات کرنا پسند نہ ہو۔ اللہ کی قسم اب مجھے



یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ملائے گا کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہا سنا آپ نے فرمایا۔

ذَهَبَتْ اَنَا وَابُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ  
اَنَا وَابُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَدَخَلْتُ اَنَا  
وَابُو بَكْرٍ وَعُمَرُ  
میں ابو بکر اور عمر گئے ہیں، ابو بکر اور عمر باہر نکلے ہیں،  
ابو بکر اور عمر داخل ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم، رضی اللہ  
عنہما

پس مجھے امید اور غاب گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان دونوں کے ساتھ رکھے گا۔

فصل ۷

## حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق حدیث مشہور ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے بھائی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام پیش کرنے حاضر ہوا اور آپ محصور تھے میں اندر داخل ہوا تو انہوں نے فرمایا میرے بھائی! آپ کا آنا مبارک ہو، میں نے آج صلاحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس روستہ نمان میں دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں اے عثمان! ان لوگوں نے تمہارا گھیراؤ کر لیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا انہوں نے تجھے پیسا سا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ چنانچہ آپ نے ایک ڈول میرے قریب کیا جس میں پانی تھا تو میں نے خوب سیر ہو کر پیا حتیٰ کہ میں اس کی ٹھنڈک اپنے سینے اور کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اگر تم چاہو تو ان لوگوں کے خلاف تمہاری مدد کی جائے اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر افطار کرو تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس افطار کو پسند کیا، چنانچہ اسی روز آپ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے پر ان کو خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا تھا، پوچھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خون میں تڑپتے ہوئے کیا فرمایا تھا انہوں نے جواب دیا ہم نے سنا آپ نے فرمایا اے اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اتفاق عطا فرماتا دین بار فرمایا، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے



قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ یہ دعا مانگتے تو مسلمانوں کو قیامت تک اتفاق کی دولت کبھی حاصل نہ ہوتی۔

حضرت ثمامہ بن حزن قشیری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اوپر سے لوگوں کو جھانک کر دیکھا تو میں بھی وہاں موجود تھا۔ آپ نے فرمایا ان دو آدمیوں کو یہاں لاؤ جنتوں نے تمہیں یہاں جمع کیا ہے۔ فرماتے ہیں ان دونوں کو لایا گیا تو یوں لگتا تھا کہ گویا وہ دو اونٹن یا دو گدھے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اور وہاں بیرومہ کے علاوہ میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون شخص رومہ کو خرید کر اپنا ڈول مسلمان کے ڈولوں سے ملاتا ہے وہ جنت میں اس سے بہتر پائے گا تو میں نے اسے ذاتی مال سے خریدا اور آج تم مجھے اس کو بیس دیتے؟ انہوں نے کہا آپ درست فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے مال سے تنگی والے لشکر (غزوہ تبوک) کے لیے سامان تیار کیا؟ انہوں نے کہا جی ہاں ٹھیک ہے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ مسجد، نمازیوں پر تنگ ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو فلاں کی زمین خرید کر مسجد میں اضافہ کرے وہ جنت میں اس سے بہتر پائے گا تو میں نے اپنے ذاتی مال سے اسے خریدا اور آج تم مجھے اس میں دو رکعتیں نماز پڑھنے نہیں دیتے۔ انہوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں کوہ شیبہ پر تھے آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق اور میں (رضی اللہ عنہم) بھی تھا۔ پہاڑ نے حرکت کی حتیٰ کہ اس کے پتھر دامن کوہ میں گرنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پاؤں کی ٹھوکری اور فرمایا اے شیبہ ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں آپ نے یہ بات فرمائی تھی یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نعرہ بجکیر بلند کرتے ہوئے فرمایا ان لوگوں نے گواہی دی ہے رب کعبہ کی قسم! میں شہید ہوں۔

صیغہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا اور آپ کی داڑھی پر خون بہ رہا تھا اس وقت آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝

تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں زیادتی کرنے والوں میں سے ہوں۔



یا اللہ! میں ان لوگوں کے خلاف تجھ سے انتقام چاہتا ہوں اور اپنے تمام امور میں تیری مدد کا طلب گار ہوں اور جس آزمائش میں تو نے مجھے ڈالا ہے اس پر تجھ سے صبر کا سوال کرتا ہوں۔

فصل ۵

## حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت اصبح خطلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جس صبح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اس رات آپ لیٹے ہوئے تھے کہ ابن تیاح نے طلوع فجر کے وقت آکر آپ کو نماز کی اطلاع دی۔ لیکن آپ لیٹے رہے اور طبیعت پر کچھ بوجھ محسوس فرما رہے تھے وہ دوبارہ آئے تو یہی حالت تھی تیسری مرتبہ پھر آئے تو آپ اٹھ کر چل پڑے اور آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

موت کے لیے تیاری کر دو کیونکہ موت تمہارے پاس ضرور آئے گی اور موت سے خوفزدہ نہ ہو جب وہ تمہاری دادی میں آئے۔

أَشْدُّ حَيَاةً تَمِيكَ بِمَوْتٍ  
فَإِنَّ الْمَوْتِ لَأَمِيكَا  
وَلَا تَجْزَعُ مِنَ الْمَوْتِ  
إِذَا حَلَّ بِوَادِيكَا۔

جب آپ چھوٹے دروازے تک پہنچے تو ابن بلجم نے آپ پر حملہ کر دیا آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا باہر تشریف لائیں اور کہہ رہی تھیں۔ صبح کی نماز کو کیا ہوگا کہ میرے خاوند حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی صبح کی نماز کے وقت شہید ہوئے اور میرے والد ماجد کو بھی نماز فجر کے وقت شہید کیا گیا۔ قریش کے ایک شیخ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب ابن بلجم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تو آپ نے فرمایا ارب کھیر کی قسم! میں کامیاب ہو گیا (اور میرا مقصود مجھے مل گیا) حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب آپ کو زخمی کیا گیا تو آپ نے اپنے صاحبزادوں کو وصیت فرمائی اس کے بعد کلمہ طیبہ کے علاوہ کوئی بات نہ فرمائی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

اور جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے فرمایا اے بھائی! آپ کیوں گھبراتے ہیں تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملو گے اور وہ دونوں آپ کے باپ تھے حضرت خدیجہ الکبریٰ اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما سے ملو گے اور وہ دونوں آپ کی مائیں ہیں حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم سے ملو گے اور وہ دونوں آپ کے چچا ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بھائی! ایسے معاملے کی طرف بڑھ رہا ہوں جس کی مثل کی طرف کبھی نہیں گیا۔



حضرت محمد بن حسن رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں جب لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا اور آپ کو یقین ہو گیا کہ وہ آپ کو شہید کریں گے تو آپ کے اپنے ساتھیوں کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا جو معاملہ آپہنچا ہے تم اسے دیکھ رہے ہو دنیا بدل گئی اور ناواقف ہو گئی اور حسن سلوک سے منہ پھیر لیا اور دنیا سے کڑا کر اس قدر رہ گئی ہے جتنی پانی کے برتن میں تری ہوتی ہے تو ایسی ناخوشگوار زندگی سے موت بہتر ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا۔ باطل سے ایک دوسرے کو روکا نہیں جاتا۔ اور مومن کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی رغبت ہونی چاہیے اور میں موت کو ایک سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو جرم سمجھتا ہوں۔

### پانچواں باب

## موت کے وقت خلفاء امراء اور صالحین کے اقوال

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہونے لگا تو آپ نے فرمایا مجھے بٹھا دیجب آپ کو بٹھایا گیا تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے اور ذکر کرنے لگے پھر روتے ہوئے فرمایا اے معاویہ! اب بڑھاپے اور کمزوری کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر سوچھا اس کا وقت تو وہ تھا جب جوانی کی شاخ تروتازہ تھی آپ بہت زیادہ روئے تھے حتیٰ کہ آپ کے رونے کی آواز بلند ہوئی اور کہنے لگے اے میرے رب! اس گنہگار بوڑھے شخص پر رحم فرما جس کا دل سخت ہے۔ الہی میری لاش سے دگر فرما اور خطا معاف کر دے اور اپنے علم و بردباری سے اس شخص کو اپنی طرف لوٹائے جو تیرے علاوہ کسی سے امید نہیں رکھتا اور تیرے سوا کسی پر اعتماد کرتا ہے۔

قریش کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرض الموت میں لوگوں کی ایک جماعت وہاں حاضر ہوئی تو انہوں نے ان کے بدن میں جھریاں دیکھیں آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا ستر! اللہ کی قسم ہم نے دنیا کی تروتازگی اور اس کی جدت کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور ہم نے اپنی زندگی سے لذت حاصل کی تو دنیا ایک حال سے دوسرے حال میں بدل گئی ایک رسی کے بعد دوسری رسی ٹوٹ گئی اور اب دنیا یوں ہو گئی کہ اس نے ہمیں تنہا چھوڑ دیا اور پرانا کر دیا اور ہمیں ملامت کرنے لگی تو ایسے گھر پر تفت ہے پھر دنیا جیسے گھر پر تفت ہے۔

مروی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آخری خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اے لوگو! میں ایک ایسی کھیتی سے تعلق رکھتا ہوں جسے کاٹ دیا گیا میں تمہارا حاکم تھا اور میرے بعد جو تمہارا حاکم ہوگا وہ مجھ سے بڑا ہوگا جس طرح مجھ



دیزید کو مخاطب کر کے فرمایا، اے یزید! جب میری موت واقع ہو جائے تو کسی عقل مند کو میرے غسل پر مامور کرنا کیونکہ عقل مند کو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مقام حاصل ہوتا ہے وہ اچھی طرح غسل دے اور بلند آواز سے تکبیر کہے پھر خزانے میں سے ایک رومال لینا جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس میں سے ایک کپڑا ہے کچھ بال مبارک اور ناخن مبارک کے ریزے ہیں۔ ان ریزوں کو میرے تاک، منہ، کان اور آنکھوں میں رکھتا اور کپڑے کو کھن کے اندر میرے بدن کے ساتھ رکھتا۔

اور اے یزید! والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی حفاظت کرنا اور جب تم مجھے نئے کپڑوں میں کفن دے کر قبر میں رکھ دو تو معاویہ کو سب سے زیادہ رحم کرنے والی ذات کے سپرد کر دینا۔

حضرت محمد بن عقبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کاش! میں قریش میں سے ایک بھوکا شخص ہوتا اور اس خلافت میں سے کسی چیز کا مالک نہ ہوتا۔

جب عبد الملک بن مروان کی وفات کا وقت ہوا تو دمشق کی طرف ایک دھوبی کو دیکھا جو ہاتھ میں کپڑے کو پیٹ کر دھونے والی جگہ پر مار رہا ہے عبد الملک نے کہا کاش میں دھوبی ہوتا اور روزانہ ہاتھ کی کمائی سے کھاتا اور دنیا کے کسی معاملے کا ولی نہ ہوتا۔ یہ بات ابو حازم کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ان کھرانوں کو ایسا بنایا کہ مرتے وقت اس حال کی تمنا کرتے ہیں جس میں ہم ہیں۔ اور جب ہمیں موت آتی ہے تو ہم ان کی حالت کی طلب نہیں کرتے۔

عبد الملک بن مروان کی مرض الموت میں اس سے کہا گیا کہ اے امیر المؤمنین اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا اس طرح پانا ہوں جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا خَوَارِئًا كَمَا خَلَقْتَنَا كُو  
أَوَّلَ مَدْرَةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ  
وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۗ

اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے آئے  
جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور جو کچھ ہم  
نے تمہیں دیا وہ اپنی پیٹھوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو

یہ آیت پڑھنے کے بعد عبد الملک کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کی زوجہ اور عبد الملک بن مروان کی بیٹی فاطمہ نے کہا کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے سنا وہ اپنی مرض الموت میں یوں دعا مانگتے تھے۔

یا اللہ ان لوگوں سے میری موت کو پوشیدہ رکھنا چاہے، ایک ساعت کے لیے ہو، تو جس دن آپ کا



وصال ہوا میں آپ کے پاس سے چلی گئی اور دوسرے گھر میں جا بیٹھی میرے اور ان کے درمیان ایک دروازہ حائل تھا اور آپ ایک گول عمارت کے اندر تھے میں نے سنا وہ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُٰ جَعَلْنَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا سَادًا مَّالْعَاتِبَةِ يُؤْمِنُونَ ۗ

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں بلندی اور فساد نہیں چاہتے اور آخرت کا گھر متقی لوگوں کے لیے ہے۔

پھر آپ خاموش ہو گئے ہیں نے نہ تو آپ کی کوئی حرکت دیکھی اور نہ کلام سنا۔ میں نے غلام سے کہا جاؤ دیکھو کیا آپ سوئے ہوئے ہیں؟ جب وہ داخل ہوا تو بیچ پڑا، میں کو دکرا نہر گئی تو دیکھا آپ فوت ہو چکے ہیں (یوں آپ کی دعا قبول ہوئی) اور جب آپ کے وصال کا وقت ہوا تو کسی نے کہا امیر المؤمنین! کچھ وصیت فرمائیں فرمایا میں نہیں اپنے اس حال سے ڈراتا ہوں کہ ایک دن تمہیں بھی اسی طرح ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی طبیعت بوجھل ہو گئی تو آپ کے لیے حکیم کو بلا یا گیا اس نے دیکھ کر کہا میں دیکھتا ہوں کہ ان کو زہر پلایا گیا ہے اور میں ان کی موت سے بے خوف نہیں ہوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا جس کو زہر نہ پلایا گیا ہو وہ بھی موت سے بے خوف نہیں ہو سکتا۔ طبیب نے پوچھا امیر المؤمنین! آپ زہر کا اثر محسوس کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں جب زہر میرے پیٹ میں گیا تھا تو اسی وقت مجھے معلوم ہو گیا تھا اس نے کہا پھر علاج کیجیے ورنہ مجھے آپ کی جان جانے کا خطرہ ہے۔ آپ نے فرمایا میری جان پروردگار کے پاس جائے گی جو بہتر جگہ ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری شفا میرے کان کی لٹکے کے پاس ہے تو میں اپنا ہاتھ کان کی طرف اٹھا کر اسے نہ لیتا۔ یا اللہ! عمر کے لیے اپنی ملاقات میں بھلائی کر دے۔ پھر آپ چند دنوں کے بعد وفات فرما گئے۔

کہا گیا ہے کہ جب آپ کے وصال کا وقت آیا تو پوچھا گیا اے امیر المؤمنین! آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ خوش ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے بہت سی سنتوں کو زندہ کیا اور آپ کے باعث عدل کو ظاہر کیا (دیر سن کر) آپ روتے اور پھر فرمایا کیا مجھے قیامت کے دن کھڑا کر کے مجھ سے اس مخلوق کے بارے میں سوال نہیں ہوگا۔ اللہ کی قسم! اگر میں عدل ہی کرتا پھر بھی مجھے اپنے نفس پر یہ خوف تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی دلیل پیش نہ کر سکوں جب تک اللہ تعالیٰ خود اپنی صحبت کی تسبیح نہ فرمائے۔

تو جب ہم نے بہت کچھ ضائع کر دیا تو کیا صورت ہوگی۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور جلد ہی



آپ کا وصال ہو گیا۔

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے وصال کا وقت آیا تو فرمایا مجھے بٹھاؤ۔ جب انہوں نے آپ کو بٹھایا تو فرمایا یا اللہ! میں وہی ہوں جس نے نیرے حکم کی تعمیل میں کوتاہی کی تو نے روکا تو میں نے نافرمانی کی زمین بد فرمایا، لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں پھر سزا ٹھایا اور تیز نگاہ سے دیکھا اس سلسلے میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا سب کچھ مخلوق دیکھتا ہوں نہ وہ انسان ہیں اور نہ ہی جن۔ پھر آپ کی روح قبض ہو گئی۔

خلیفہ ہارون الرشید کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے وفات کے وقت اپنا کفن خود اپنے ہاتھ سے چھانٹ لیا تھا وہ اس کی طرف دیکھتے اور یہ آیت پڑھتے۔

مَا أَخْتَىٰ عَنِّي مَأْيَتِي لَكَ اللَّهُمَّ  
سَلِّطْ يَدِي عَلَيْهِ

میرا مال میرے کام نہ آیا اور میری حکومت مجھ سے چلی گئی۔

خلیفہ مامون راکھ بچھا کر اس پر لیٹ گئے اور کہتے تھے اے وہ ذات! جس کی حکومت کبھی ختم نہ ہوگی اس پر رحم فرما جس کی حکومت ختم ہو گئی۔

خلیفہ معتصم اپنی وفات کے وقت کہتے تھے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری عمر اس طرح تھوڑی ہوگی تو میں ہرگز وہ کام نہ کرتا (جو میں نے کیا)

خلیفہ منمنصر اپنی وفات کے وقت حالت اضطراب میں تھے ان سے کہا گیا اے امیر المؤمنین! کوئی پرواہ نہیں انہوں نے کہا یہ بات نہیں دینا گئی اور آخرت آگئی۔

حضرت عمرو بن عامر رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت صندوقوں کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ ان سے جو ان صندوقوں کو ان میں موجود مال کے ساتھ لے گا کاش ان میں میٹگنیاں ہوتیں۔

حجاج بن یوسف نے اپنے وصال کے وقت کہا یا اللہ! مجھے بخش دے لوگ کہتے ہیں تیری بخشش نہیں ہوگی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی یہ بات پسند آتی تھی اور اس وجہ سے اس پر رشک کرتے تھے جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات بتائی گئی تو انہوں نے پوچھا کیا اس نے کہا ہے؟ کہا گیا جی ہاں تو فرمایا ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔



## صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین میں سے خاص لوگوں کے اقوال

جب حضرت ساذ رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت ہوا تو انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا یا اللہ! میں تجھ سے ڈرا کرتا تھا اور آج تجھ سے امید رکھتا ہوں تو جانتا ہے کہ میں دنیا اور اس میں طویل زندگی کو اس لیے پسند نہیں کرتا تھا کہ اس میں میرے لیے نہریں جاری ہوں اور درخت لگاؤں بلکہ گرمیوں کے موسم میں پیاسا رہنے پر صبر کرنے زمانے کی تکالیف برداشت کرنے اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے سامنے دوزانو بیٹھنے کے لیے دنیا کو پسند کرتا تھا۔

جب آپ پر حالت نزع سخت ہو گئی اور اس قدر سخت ہوئی کہ اس طرح کسی پر نہ ہوئی ہوگی تو جب بھی آپ کو بیہوشی سے افاقہ ہوتا آپ اپنی آنکھ کھول دیتے پھر فرماتے یا اللہ! تو جس قدر چاہے میرا گلا گھونٹ دے تیری عزت کی قسم تو جانتا ہے کہ میرے دل میں تیری محبت رہے گی۔

جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت ہوا تو آپ رونے کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا میں دنیا پر پریشانی کے باعث نہیں روتا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہمارے پاس دنیا کا مال اس قدر ہو جس قدر مسافر کے پاس زاد راہ ہوتا ہے جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے ترکہ کا جائزہ لیا گیا تو اس کی قیمت دس درہم سے کچھ زیادہ تھی۔

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت ہوا تو ان کی زوجہ محترمہ نے فرمایا ہائے کیسا غم ہے آپ نے فرمایا یوں کہو کیسی خوشی ہے ہم کل اپنے دوستوں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گروہ سے ملاقات کریں گے۔

کہا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ نے وصال کے وقت آنکھ کھولی اور مکرائے اور یہ آیت پڑھی۔

بِمِثْلِ هَذَا أَتْلُبِعَمَلِ الْعَامِلُونَ ۝

ایسی چیز کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو آپ رونے آپ سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو آپ

۱۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۴۳۸ مرویات سلمان فارسی۔

۲۔ قرآن مجید، سورۃ الصافات آیت ۲۱۔



فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قاصد کا انتظار ہے کہ وہ مجھے جنت کی خوشخبری دیتا ہے کہ جہنم کی خبر۔  
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت ہوا تو آپ رو پڑے آپ سے پوچھا گیا کہ کیوں روہے  
ہیں۔ فرمایا اللہ کی قسم! میں کسی گناہ کی وجہ سے نہیں روتا جس کے ارتکاب کا مجھے یقین ہو لیکن میں اس بات پر روتا  
ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ میں نے کوئی کام کیا ہو اور اسے ہلکا سمجھا ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ بہت بڑا ہو۔

حضرت عامر بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت ہوا تو وہ رو پڑے ان سے روتے کی وجہ پوچھی گئی  
تو فرمایا میں موت کے خوف سے یا دنیا کی حرص کی وجہ سے نہیں روتا بلکہ اس لیے روتا ہوں کہ زندگی میں مجھ سے  
دوپیر کی پیاس اور سردیوں کی لاتوں میں جاگن چھوٹ گی۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ کی وفات کا وقت آیا تو ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر انہوں نے آنکھیں کھولیں  
اور فرمایا افسوس! سفر لمبا ہے اور زادراہ کم ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو انہوں نے اپنے غلام نصر سے فرمایا میرا سر  
مٹی پر رکھ دو (یہ سن کر نصر رو پڑا پوچھا تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا مجھے آپ کی آسائش یاد آتی ہے اور اب  
آپ فقیر اور محتاج ہو کر دنیا سے جا رہے ہیں فرمایا خاموش رہو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ وہ مجھے مالدار  
لوگوں کی طرح زندہ رکھے اور فقرا کی طرح موت دے۔ پھر فرمایا مجھے کلمہ تشریف پڑھنے کے لیے کہو لیکن جب  
تک میرے منہ سے دوسری بات نہ نکلے مجھے دوبارہ نہ کہنا۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابلیس ایک شخص کی موت کے وقت ظاہر ہوا اور اس نے کہا  
تم نجات پا گئے۔ اس نے کہا میں ابھی تک نیچے سے محفوظ نہیں ہوں۔ کوئی بزرگ وصال کے وقت روتے تو رونے  
کا سبب پوچھا گیا۔ فرمایا قرآن پاک کی یہ آیت میرے رونے کا سبب ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّمَا يَنْقِذُكُمُ اللَّهُ مِنَ التَّنْقِيطِ لِيَه

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے جس کی روح پرواز کر رہی تھی۔ انہوں نے  
فرمایا جس کام کی ابتداء ہو اس کی انتہا سے ڈرنا چاہیے۔ اور جس کی انتہا ہو اس کی ابتدا سے ڈرنا مناسب ہے۔

حضرت جریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کی حالت نزع کے وقت ان کے پاس  
تھا اور یہ جمعۃ المبارک اور نوروز کا دن تھا۔ وہ قرآن پاک پڑھ رہے تھے جب تلاوت مکمل ہوئی تو میں نے عرض  
کیا اے ابوالقاسم! آپ اس حالت میں آپ نے ختم قرآن کیا فرمایا اس کا مجھ سے زیادہ حق دار کون ہے۔ اس



وقت میرا نامہ اعمال بند ہو رہا ہے۔

حضرت رویم فرماتے ہیں میں حضرت ابوسعید خرازی رحمۃ اللہ کے وصال کے وقت موجود تھا۔ وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

حَيْنِمْ قُلُوبَ الْعَارِفِينَ إِلَى الذِّكْرِ  
وَتَذْكَارُهُمْ وَقْتَ الْمُنَاجَاةِ لِلرَّبِّ  
أُذِيَتِ كُؤُوسٌ لِلنَّاسِيَا عَلَيْهِمْ  
فَانَعَفُوا عَنِ الدُّنْيَا كَاغْفَاءِ ذِي الشُّكْرِ  
هَمُّهُمْ هَجْرُ جَوَاكِهِ لِمَعْسُكِرِ  
يَهْ أَهْلُ وُدِّ اللَّهِ كَالْأَجْمَعِ الزَّهْرِ  
فَأَحْبَابُهُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَلَى بِحَيْتِهِمْ  
وَأَرْوَاحُهُمْ فِي النَّجْبِ كَوَالْعَلَّاتِ نَبِيِّ  
فَمَا عَرَسُوا إِلَّا بِقُرْبِ حَبِيْبِهِمْ  
وَمَا عَرَّ جُؤَامٍ مِنْ مَسِّ بُؤْسٍ وَلَا ضَرِيحٍ

عارفین کے دلوں کو ہر وقت ذکر کا شوق ہوتا ہے  
اور مناجات کے وقت وہ راز خداوندی کا تذکرہ  
کرتے ہیں۔ ان پر فنا کے پیالے گردش کرتے  
ہیں پس دنیا کو بھول جاتے ہیں جیسے نشے والے  
بھول جاتے ہیں۔ ان کی فکر ایسے میدانوں کو اپنی  
جولانگاہ بناتی ہے جس میں اہل محبت ستاروں  
کی طرح چمکتے ہیں۔ ان کے جسم زمین میں اللہ تعالیٰ  
کی محبت میں تمل ہوتے ہیں اور ان کی ارواح پردہ  
غیب میں اوپر کی طرف جاتی ہیں وہ اپنے محبوب کے  
قریب ہی خوشی محسوس کرتے ہیں اور وہ کسی تکلیف  
اور ضرر کی پروا نہیں کرتے۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ حضرت ابوسعید خرازی رحمہ اللہ پر وصال کے وقت وجد کی کیفیت  
زیادہ تھی۔ انہوں نے فرمایا اگر ان کی رُوح اشتیاق کی دہ سے ہی پرواز کر جاتی تو تعجب کی بات نہ تھی۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ کے وصال کے وقت ان سے پوچھا گیا کہ آپ کی کیا خواہش ہے؟ فرمایا  
میں چاہتا ہوں کہ مرنے سے ایک لمحہ پہلے ہی اس کو پہچان لوں۔

ایک بزرگ حالت نزع میں تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کہیں ”اللہ“ انہوں نے فرمایا تم کب تک اللہ اللہ  
کہتے رہو گے میں تو اللہ تعالیٰ سے ہی جلا جاتا ہوں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں حضرت حمزاد دینوری رحمہ اللہ کے پاس تھا کہ ایک فقیر آیا اور اس نے کہا  
السلام علیکم! کیا یہاں کوئی پاک جگہ ہے جس میں مرنا ممکن ہو فرماتے ہیں انہوں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ  
کیا وہاں پانی کا ایک چشمہ تھا۔ فقیر نے وہاں تازہ وضو کیا اور جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا نوافل ادا کیے اور اس  
جگہ جا کر پاؤں کو پھیلایا اور فوت ہو گیا۔

حضرت ابوالعباس دینوری رحمہ اللہ اپنی مجلس میں گفتگو کر رہے تھے تو ایک خاتون آئی اور اس نے چیخ



ماری۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا مر جاؤ وہ عورت اٹھی اور حجب دروازے تک پہنچی تو اس نے حضرت دینوری کی طرف متوجہ ہو کر کہا لو میں مر گئی۔ چنانچہ وہ مردہ ہو کر گر پڑی۔

حضرت ابوعلیٰ روز باری رحمہ اللہ کی بہن حضرت فاطمہ رحمہا اللہ سے منقول ہے۔ فرماتی ہیں جب ابوعلیٰ کی ذبانی کی دقات کا وقت آیا اور ان کا سر میری گود میں تھا تو انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور فرمایا یہ آسمان کے دروازے ہیں جو کھل گئے ہیں اور یہ جنت ہے جو آراستہ کی گئی ہے۔ اور یہ کہنے والا کہہ رہا ہے اے ابوعلیٰ ہم نے تجھے انتہائی مرتبہ پر پہنچا دیا اگرچہ تم نے اس کا ارادہ نہ کیا تھا۔ پھر پڑھنے لگے۔

وَحَقِّكَ لَا نَنْظُرُ اِلَيْ سِوَاكَ  
بِعَيْنٍ مَّوَدَّةٍ حَتَّىٰ اَرَاكَ  
اَرَاكَ مُعَذِّبِي بِفُتُوْرٍ كَحَيْطٍ  
وَيَا لِحَدِّ الْمُوْرِدِ مِنْ حَيَاكَ۔

اور تیرے حق کی قسم جب تک تجھے نہ دیکھ لوں  
کسی پر محبت کی نگاہ نہیں ڈالوں گا۔ میں دیکھتا ہوں  
تو مجھے بیماری کے ساتھ تکلیف دیتا ہے اور  
تیرے جیسے رخسار گلاب کی طرح سُرخ ہیں۔

حضرت جنید رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ ”لا اِلهَ اِلا اللّٰهُ“ پڑھیے۔ انہوں نے فرمایا میں اسے کب بھولا ہوں کہ یاد کروں۔

حضرت جعفر بن نصیر نے بکران دینوری سے پوچھا جبر حضرت شبلی کے غلام تھے (رحمہم اللہ) کہ تم نے ان (حضرت شبلی) کے وصال کے وقت کیا دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا حضرت شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا مجھ پر ایک درہم تھا جو ظلماً مجھ پر آیا تو میں نے اس کے مالک کی طرف سے ہزاروں درہم مدفنہ کر ڈالے پھر بھی میرے دل پر اس سے بلا نفل (اور سوچ) کوئی نہیں پھر فرمایا مجھے نماز کے لیے وضو کرنا اور میں نے وضو کر دیا تو داڑھی کا خلال کر دانا بھول گیا۔ آپ کی زبان بند تھی۔ چنانچہ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی داڑھی میں داخل کیا پھر انتقال فرما گئے۔ (یہ سن کر) حضرت جعفر رو پڑے اور فرمایا تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو زندگی کے آخری حصے میں بھی آداب شریعت نہیں بھولا۔

حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا اور آپ اس وقت سختی میں مبتلا تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کو زندگی محبوب ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف جانا بہت مشکل ہے۔

حضرت صالح بن مسمار رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اپنے بیٹوں اور گھر کے دوسرے افراد کے لیے وصیت نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سے جیسا آتا ہے کہ ان کے لیے اس کے سوا کسی اور کو وصیت کروں۔

جب حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو ان کے دوست اجاب ان کے پاس آئے



اور کہنے لگے آپ کو خوشخبری ہو آپ اپنے رب کے پاس جا رہے ہیں جو غفور و رحیم ہے انہوں نے فرمایا تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ ڈرو کیونکہ تم رب کے پاس جا رہے ہو جو چھوٹے عمل پر تمہارے حساب کرے گا اور بڑے گناہ پر نزا دے گا۔

حضرت ابو بکر واسطی رحمہ اللہ کے وصال کا وقت آیا تو ان سے کہا گیا ہمیں وصیت کیجیے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو جو تم سے مقصود ہے اس کا خیال رکھتا۔ کسی بزرگ کے وصال کے وقت ان کی بیوی رونے لگی تو انہوں نے پوچھا کیوں روتی ہے۔ اس نے کہا آپ کے فراق میں رو رہی ہوں فرمایا اگر تم نے رونا ہی ہے تو پلٹے آپ پر روؤ میں تو اس دن کے لیے چالیس سال رو یا ہوں۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کی مرض الموت کے دوران ان کی تیمارداری کے لیے حاضر ہوا تو میں نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے تو انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

کَيْفَ أَشْكُرُ آلِي طَيْبِي مَسْرِي  
میں اپنے طیب کے سامنے اپنی حالت کی شکایت  
وَأَلِيَّ بِي أَمْدَانِي مِنْ طَيْبِي  
کیسے کروں مجھے جو کچھ پہنچا طیب کی جانب سے پہنچا۔  
میں نے پنکھالے کران کو ہوا دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے فرمایا جس کا اندر جل رہا ہو اس کو پنکھے کی ہوا  
کیسے سہنے گی۔ پھر یہ اشعار پڑھنے لگے۔

الْقَلْبُ مُخْتَرِقٌ وَاللَّدْمُ مُسْتَسْقٍ  
دل جل رہا ہے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہے  
وَالكُرْبُ مُجْتَمِعٌ وَالصَّبْرُ مُفْتَرِقٌ  
جو حالت اضطراب میں ہو اسے قرار کیسے آئے  
كَيْفَ الْفَتَارُ عَلَى مَنْ لَا قَوَارِكُهُ  
جو شوق اور تعلق کا شکار ہو رے میرے رب!  
مَسَاجِنَا كَالهَيْوَى وَالشَّوْقُ وَالْفَلَقُ  
اگر کوئی ایسی چیز ہے جس سے مجھے کٹاؤش مل سکتی ہے  
يَا رَبِّ اِنْ يَدَكَ تَشِيءُ فَبِيْهْ لِيْ ذَرْجٌ  
ہے توجیب تک مجھ میں زندگی کی رمت موجود ہے  
فَاَمْنٌ عَلَيَّ يَا مَارَامَ بِي رَمِي  
اس کے ذریعے مجھ پر احسان کیجیے۔

کہتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ کے اجاب میں سے کچھ لوگ آپ کے پاس اس وقت آئے جب آپ

کا وصال ہو رہا تھا انہوں نے کہا آپ لا الہ الا اللہ پڑھیں۔ انہوں نے جواب دیا۔

اِنَّ بَيْنَنَا اَنْتَ سَاكِنَةٌ  
جس گھر میں تم مقیم ہو وہاں چراغ کی  
غَيْرُ مُحْتَاجٍ اِلَى السَّرِيحِ  
مزدورت نہیں۔ ہمیں تیری ذات پر ہی



وَجَهْلِكَ الْمَأْمُولُ مُحْتَسِبًا  
 يَوْمَ يَأْتِي النَّاسَ بِالْحُجُجٍ  
 لَا تَأْتِيهِمُ اللَّهُ بِفِرْجَةٍ  
 يَوْمَ أَدْعُو صِنْتَكَ بِالْفَرْجِ

امید ہے جس دن لوگ محبت پیش کریں  
 گے اللہ تعالیٰ وہ دن عنایت نہ کرے  
 جب تجھ سے کشائش چاہوں۔

منقول ہے کہ حضرت جنید رحمہ اللہ کی حالت نزع میں حضرت ابوالعباس عطارد رحمہ اللہ ان کے پاس  
 حاضر ہوئے اور سلام کہا لیکن انہوں نے جواب نہ دیا۔ کچھ دیر کے بعد جواب دیا اور فرمایا میرا عذر قبول کر دو میں  
 اپنے وظیفے میں مشغول تھا۔ پھر اپنا چہرہ قبلے کی طرف پھیر دیا اور اللہ اکبر کہہ کر انتقال فرما گئے۔

حضرت کتانی رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو ان سے پوچھا گیا آپ کا عمل کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا اگر  
 میری وفات کا وقت قریب نہ ہوتا تو میں تمہیں نہ بتاتا میں اپنے دل کے دروازے پر چالیس سال کھڑا رہا ہوں  
 جب بھی وہاں سے بیخودا کا گزر ہوا تو میں نے اسے وہاں سے روک دیا۔

حضرت معتمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب حکم بن عبدالملک کے وصال کا وقت ہوا تو اس وقت باقی لوگوں کے  
 ساتھ میں بھی وہاں موجود تھا میں نے کہا یا اللہ! ان پر موت کی سختیوں کو آسان کر دے اور ان کی خوبیاں بیان کریں  
 ان کو افاقہ ہو تو فرمایا کون باتیں کر رہا تھا میں نے کہا میں تھا، کہا موت کے فرشتے نے مجھ سے کہا میں ہر سختی پر  
 نرمی کرتا ہوں یہ کہا اور چل بسے۔

جب حضرت یوسف بن اسباط رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کے  
 پاس تشریف لے گئے ان کو مضطرب پایا تو پوچھا اے ابو محمد! یہ پریشانی اور اضطراب کا وقت ہے؟ انہوں  
 نے جواب دیا اے ابو عبداللہ! میں کس طرح پریشان اور مضطرب نہ ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ میں نے اپنے کسی  
 عمل میں اللہ تعالیٰ سے سیح کا معاملہ بھی کیا ہے یا نہیں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نیک شخص پر تعجب  
 ہے یہ موت کے وقت قسم کھاتا ہے کہ وہ نہیں جانتا آیا اس نے کسی عمل میں اللہ تعالیٰ سے سیح کا معاملہ کیا ہے  
 یا نہیں۔

حضرت منازلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اس جماعت والوں میں سے ایک کے بزرگ کے پاس گیا وہ بیمار  
 تھے اور کہہ رہے تھے یا ابلی! تمہارے لیے ممکن ہے کہ اپنے ارادے کے مطابق عمل کرے پس تو مجھ پر  
 نرمی فرما۔

ایک بزرگ حضرت عشاؤ دینوری رحمہ اللہ کے وصال کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اور دعا کی کہ اللہ  
 تعالیٰ آپ کے ساتھ ایسا سلوک کرے۔ وہ ہنس پڑے پھر فرمایا تیس سال سے مجھ پر حجت اپنی تمام



نعتوں سمیت پیش کی جاتی ہے میں نے اس کو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

حضرت رویم رحمہ اللہ سے ان کے وصال کے وقت کہا گیا کہ ”لا الہ الا اللہ“ پڑھیں۔ انہوں نے فرمایا میں اس سے بہتر کوئی اور بات کہہ ہی نہیں سکتا۔

جب حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو ان سے عرض کیا گیا ”لا الہ الا اللہ“ پڑھیں انہوں نے فرمایا وہاں کوئی اور بات نہیں؟

حضرت زنی رحمہ اللہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس گئے اور وہ مرض الموت میں تھے پوچھا اے ابو عبد اللہ کیسے صبح کی، فرمایا میں دنیا سے کوچ کرنے والا اور مجاہدوں سے جدا ہونے والا ہوں، اپنے بُرے اعمال سے ملنے والا، موت کا پیالہ پینے والا، اور اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہونے والا ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ میری روح جنت کی طرف جائے گی کہ اسے مبارک دوں یا جہنم کی طرف جائے گی کہ لعنیت کروں۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

جب میرا دل سخت ہو گیا اور ندامت راہیں بند ہو گئیں تو میں نے تیرے عفو کو اپنی امید کے لیے میٹرھی بنا دیا۔ میرے گناہ بڑے ہیں لیکن جب تیرے عفو درگزر سے تقابل کیا تو تیرا عفو بہت بڑا ہے تو اپنے جو دردِ کرم سے ہمیشہ لوگوں کے گناہوں کو صاف کرتا ہے اگر تو نہ ہوتا ابلیس تیرے عابد کو گمراہ نہ کر سکتا اور تیرے ہی چہنے ہوئے آدم علیہ السلام کو اس نے لعنہ میں ڈالا۔

وَلَمَّا تَسَلَىٰ قَلْبِي وَصَلَّتْ مَذَاهِبِي  
جَعَلْتِ رَجَائِي حَوْ عَفْوِكَ سَلَمًا  
تَعَاظَمْتِي ذِيْنِي فَلَمَّا قَرَنْتَهُ  
بِعَفْوِكَ رَيْتِي كَانَ عَفْوِكَ اعْظَمًا  
فَمَا زِلْتُ ذَا عَفْوٍ عَنِ الذَّنْبِ كَمَا تَزَلُ  
بِحُجُودٍ تَعْفُو مَنَّهُ وَتَكْرُمًا  
وَكَوْلَاكَ لَحْرِيْعُوِي يَا بَلِيْسَ عَابِدًا  
فَكَيْفَ كَتَدَاغُوِي صِفِيْكَ اَدَمَا

جب حضرت احمد بن حنبلہ رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو ان سے ایک مسئلہ پوچھا گیا ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے فرمایا بیٹا! میں ایک دروازے کو پچانوے سال سے کھٹکھٹاتا تھا اور وہ اب کھلے گا مجھے معلوم نہیں وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ، تو اب میرے پاس حجاب کے لیے وقت کہاں ہے۔

تو یہ بزرگوں کے احوال ہیں جو ان کے احوال کی تبدیلی کے مطابق مختلف ہیں۔ بعض پر خوف غالب رہا بعض پر امید اور بعض پر شوق و محبت، لہذا ہر ایک نے اپنے اپنے حال کے مطابق گفتگو فرمائی اور ان کے احوال کی نسبت سے یہ سب قول صحیح ہیں۔



## جنازے اور قبرستان میں کہے گئے کلمات اور زیارتِ قبور

فصل ۱

### جنازے سے عبرت پکڑنا

جان لو کہ جنازے اربابِ بعیرت کے لیے عبرت کا سامان ہیں اور ان میں اہل غفلت کے لیے تنبیہ و تذکیر ہے۔ جنازوں کو دیکھ کر غافل لوگوں کے دل کی سختی مزید بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں وہ ہمیشہ دوسروں کے جنازے ہی دیکھتے رہیں گے اور وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک دن ان کا جنازہ بھی مزور اُٹھے گا یا وہ اس بات کا خیال تو کرتے ہیں لیکن فوری طور پر وہ اس بات کو نہیں سوچتے کہ جن لوگوں کے جنازے اُٹھتے ہیں وہ بھی یہی خیال کرتے تھے تو ان کا یہ خیال باطل نکلا اور جلد ہی ان کی مدت پوری ہو گئی۔

لہذا شخص کو چاہیے کہ جب جنازہ دیکھے تو اپنے آپ کو اس پر اٹھایا ہوا خیال کرے کیونکہ عنقریب اسے بھی جنازے کی چارپائی پر اٹھایا جائے گا۔ شاید کل پر رسول تک ہو۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب آپ کسی جنازے کو دیکھتے تو فرماتے جاؤ ہم بھی پیچھے آ رہے ہیں۔

حضرت مکحول دمشقی رحمہ اللہ جب جنازہ دیکھتے تو فرماتے تم صبح کے وقت جا رہے ہو مگر شام کو آئیں گے نصیحت کامل ہے اور غفلت جلد آتی ہے۔ پہلا چلا جاتا ہے اور دوسرے کو غفل نہیں۔

حضرت انس بن حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں جس جنازے کے ساتھ گیا تو میرے نفس نے میرے ساتھ یہی بات کی کہ اس کے ساتھ کیا ہوگا اور یہ کس طرف جا رہا ہے۔

جب حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کے بھائی کا انتقال ہوا تو حضرت مالک رحمہ اللہ ان کے جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے۔ آپ رو رہے تھے اور فرماتے تھے اللہ کی قسم! میری آنکھوں کو اس وقت تک ٹھنڈک حاصل نہ ہوگی جب تک مجھے معلوم نہ ہو جائے کہ آپ کا انجام کیا ہوگا اور مجھے یہ بات زندگی بھر معلوم نہ ہوگی۔ حضرت اعش رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم جنازوں کے ساتھ جائے تو سب لوگوں کے غلگین ہونے کی وجہ سے ہمیں پتہ نہ چلتا کہ کس سے تفریت کریں۔



حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم جنازوں کے ساتھ جاتے تو سب کو منہ ڈھانپ کر روتے ہوئے دیکھتے۔  
 تو یہ بزرگان دین اس طرح موت سے ڈرتے تھے اور اب حالت یہ ہے کہ ہم جنازے میں شریک لوگوں کو دیکھتے ہیں  
 تو ان میں سے اکثر لوگ ہنستے اور کھیلتے ہیں۔ وہ اس شخص کی وراثت اور جو کچھ اس نے وارثوں کے لیے چھوڑا اس کے بارے  
 میں گفتگو کرتے ہیں اور اس کے ساتھی اور رشتہ دار صرف ان حیوں کے بارے میں سوچتے ہیں جن کے ذریعے اس کا چھوڑا  
 ہوا مال حاصل کر سکیں۔ اور سوائے چند ایک کے دوسرے لوگ اپنے بارے میں نہیں سوچتے کہ ہمیں بھی اسی طرح اٹھا کر  
 لے جایا جائے گا۔ اور اس غفلت کا سبب گناہوں اور نافرمانی کی کثرت کے باعث دلوں کا سخت ہو جانا ہے حتیٰ کہ ہم  
 اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کو بھول گئے اور خوفناک منظر بھی یاد نہ رہا۔ جو ہماری سامنے ہے پس ہم کھیل کود میں لگ  
 گئے، نامل ہو گئے اور بے مقصد باتوں میں مشغول ہو گئے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس غفلت سے  
 بیدار فرمائے جنازے کے شرکار کا سب سے بتر حال یہ ہے کہ وہ میت پر روتے ہیں لیکن اگر انہیں عقل ہو تو میت  
 پر رونے کی بجائے اپنے آپ پر رویں۔

حضرت ابراہیم ذیاب رحمہ اللہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ میت کے لیے رحمت کی دُعا مانگ رہے تھے انہوں  
 نے فرمایا اگر تم اپنے لیے رحمت کی دُعا مانگو تو بتر سے کیونکہ یہ تین ہولناک مناظر سے چھوٹ گیا۔ مک الموت کا چہرہ  
 دیکھ چکا ہے۔ موت کا ناقہ کھچ چکا ہے اور (بڑے) ظلمت کے خوف سے محفوظ ہو چکا ہے۔

حضرت ابو عمرو بن علاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت جبریر رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ اپنے کتاب کو شعر  
 لکھ رہے تھے ایک جنازہ سامنے آیا تو آپ رک گئے اور فرمایا قسم بخدا! ان جنازوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے اور یہ اشعار پڑھے۔  
 تَوَدُّعَنَا الْجَنَائِزُ مُقْبِلَاتٍ  
 وَتَكْفُهُو حِينِ تَدْهَبُ مَذْبِرَاتٍ  
 كَرُّوْعَةٍ ثَلَاثَةٍ لِمَخَارِ ذُنُوبٍ  
 فَكَلَّمَ غَابَةَ عَادَاتٍ رَاتِعَاتٍ  
 جب جنازے سامنے آتے ہیں تو ہم ڈرتے ہیں اور  
 جب وہ چلے جاتے ہیں تو ہم کھیل کود میں مشغول ہو جاتے  
 ہیں جس طرح بکریاں بھڑیے کی غارت گری سے ڈرتی ہیں  
 پس جب وہ چلا جاتا ہے تو اچھلتی کودتی ہیں۔

تو جنازے میں حاضر ہونے کے آداب یہ ہیں کہ غمزہ و فکر کیا جائے اور بیداری حاصل کر کے موت کی تیاری کی جائے اور تواضع کیا  
 جائے کے آگے جانا بھی آداب میں سے ہے جیسا کہ ہم نے فقہ کے بیان میں جنازے کے آداب و سنن لکھ دیے ہیں۔

جنازے کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ میت کے بارے میں اچھا گمان رکھے اگرچہ وہ فاسق ہو اور اپنے بارے میں  
 بلگمان رہنا چاہیے۔ اگرچہ ظاہر طور پر نیک ہو۔ کیونکہ خاتمے کا خطرہ موجود ہے ہمیں اس کی حقیقت کا علم نہیں اسی لیے حضرت  
 عمر بن ذر رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ان کا ایک پڑوسی انتقال کر گیا اور وہ اپنے آپ پر زیادتی کرنے والا تھا بہت  
 سے لوگ اس کے جنازے سے دور رہے۔ لیکن حضرت عمر بن زید شریف لائے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جب



اس شخص کو قبر میں رکھا گیا تو آپ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا اے ابوفلاں! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے تو عمر بھر عقیدہ توحید پر قائم رہا اور سجدوں کے ذریعے تو نے اپنے چہرے کو گرد آلود کیا۔ اگرچہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ گناہ گار، خطا کار ہے تو ہم میں سے کون ہے جس نے گناہ یا خطا نہ کی ہو۔

منقول ہے کہ نسا میں ڈوبے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص بصرہ کی کسی نواحی بستی میں انتقال کر گیا اس کی بیوی کو کوئی ایسا آدمی نہ ملا جو اس کا جنازہ اٹھانے میں اس کی مدد کرے اس کے بہت زیادہ فتن کی وجہ سے کوئی محلہ دار قریب آیا تو اس عورت نے دو مندریے اور اس کو اٹھا کر جنازہ گاہ میں لے گئی۔ کسی نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی تو وہ اسے اٹھا کر سحر میں لے گئی کہ دفن کرے وہاں قریب ہی پہاڑ پر ایک زاہد تھا جس کا شمار بڑے بڑے زاہدوں میں ہوتا تھا اس عورت نے دیکھا گیا وہ جنازے کا منظر ہے پھر اس نے نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو شہر میں خبر پھیل گئی کہ فلاں زاہد فلاں شخص کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے پہاڑ سے نیچے آ رہا ہے تو شہر والے بھی آگئے زاہد اور شہر کے دوسرے لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور لوگوں کو زاہد کے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھنے پر تعجب ہوا تو اس نے کہا مجھے خواب میں بتایا گیا کہ فلاں جبکہ جاؤ وہاں ایک جنازہ ہے جس کے ساتھ صرف ایک عورت ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھو اس کی بخشش ہوگی۔ لوگوں کو مزید تعجب ہوا تو زاہد نے اس عورت کو بلایا اور اس شخص کا حال پوچھا کہ اس کی سیرت کس قسم کی تھی اس نے وہی بات کہی جو معروف تھی وہ دن بھر شراب خانے میں شراب نوشی میں مشغول رہتا تھا۔ زاہد نے کہا سوچو کیا تمہیں اس کا کوئی اچھا عمل معلوم ہے؟ اس نے کہا ہاں نہیں باقی ہیں جس دن وہ نشے کی حالت میں نہ ہوتا تو صبح کے وقت کپڑے تبدیل کر کے وضو کرتا اور صبح کی نماز باجماعت پڑھتا پھر شراب خانے میں چلا جاتا اور فتن و فحور میں مشغول ہو جاتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے گھر میں ہمیشہ ایک یاد دہشیم رہتے تھے اور وہ اپنی اولاد کی نسبت ان سے زیادہ اچھا سلوک کرتا تھا اور ان کے حال کی فکر و تلاش زیادہ کرتا تھا اور تیسری بات یہ کہ وہ رات کے اندھیرے میں جب اس کا نشہ اترا تو وہ رونا اور کہتا اے میرے رب! تو اس خبیث کے ساتھ جہنم کے کس کونے کو بھرنے چاہتا ہے؟ اپنے بارے میں کہتا تھا (یہ سن کر) زاہد کی الجھن دور ہو گئی اور وہ چلا گیا۔

حضرت صلہ بن ریشم رحمہ اللہ کے بھائی کو دفن کیا گیا تو انہوں نے اس کی قبر پر کہا۔

فَاِنَّ تَبْحُ مِثْهَا كَبْحُ مِنْ ذِي عَظِيْمَةٍ  
وَ اِلَّا يَتِيحُ لَّا اَخَالَكَ نَا حِيَا لَه  
اگر تو اس (قبر کے عذاب) سے بچ گیا تو بہت  
بڑی بات سے بچا ورنہ میں تجھے نجات پانے والا  
خیال نہیں کرتا۔



## قبر کی حالت اور قبروں کے پاس بزرگوں کے اقوال

حضرت ضحاک رضی اللہ فرماتے ہیں ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ زاہد کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔

مَنْ لَمْ يَبْسُقِ الْقَبْرَ وَالْيَلَىٰ وَتَرَكَ فَصَلَ  
 ذِيْنَئِ الْاُمِّيَاوَا تَرَ مَا يَبْنِي عَلٰى مَا يَفْتِي  
 وَلَحْرِكِيْجَدًا عِنْدًا مِنْ اَيَّامِهِ وَعَدَدَ لَفْسُهُ  
 مِنْ اَهْلِ الْقَبْرِ

جو شخص قبر اور گل سرٹ جانے کو نہ بھولے دنیا کی زینت کو  
 چھوڑ دے، فنا ہونے والی قبر پر باقی رہنے والی کو ترجیح دے  
 اور گل آنے والے دن کو اپنی زندگی میں شمار نہ کرے نیز اپنے  
 آپ کو قبروں والوں میں شمار کرے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کیا وجہ ہے آپ قبرستان میں بیٹھے رہتے ہیں؟ فرمایا میں ان کو  
 اچھے پڑوسی سمجھتا ہوں میں ان کو پسے پڑوسی پاتا ہوں وہ زبان کو روکے ہوئے ہیں اور آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَا رَأَيْتُ مَنْظِرًا اِلَّا دَالِقَبْرًا اَفْظَحَ مِنْهُ

میں نے قبر سے بڑھ کر کوئی خوفناک منظر نہیں دیکھا۔  
 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ قبرستان کی طرف گئے تو آپ ایک قبر  
 کے پاس بیٹھے گئے میں آپ کے زیادہ قریب تھا آپ روئے اور ہم سب بھی روئے آپ نے پوچھا تم کیوں روتے ہو؟  
 ہم نے عرض کیا کہ ہم آپ کے رونے کی وجہ سے روئے ہیں آپ نے فرمایا یہ میری والدہ حضرت آمنہ بنت وحب رضی اللہ عنہا  
 کی قبر ہے میں نے اپنے رب سے اس کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی اجازت دے دی پھر میں نے  
 اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی کہ میں ان کے لیے بخشش طلب کروں تو اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دی پس مجھ پر وہی رقت ہوئی  
 جو اولاد پر ہوتی ہے۔ (۲)

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۶۴ مرویات عثمان بن عفان۔

(۲) البیہار والنہایہ جلد ۲ ص ۲۹ ذکر رضاعتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین طیبین آپ کے اعلانِ نبوت سے پہلے ہی وصال فرما گئے اس لیے وہ فطری طور پر دین  
 پر تھے اس کے باوجود ان کو آپ پر ایمان کی سعادت سے بہرہ ور کرنے کیلئے دوبارہ زندہ کیا گیا اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے  
 تھے۔ (۱) حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ مبارک)

آج کل پاکستان میں اس بات پر شدید احتجاج  
 ہو رہا کہ سعودی حکومت نے گذشتہ رمضان ۱۴۱۹ھ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی



حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آپ کی دائرہ صی مبارک تر ہو جاتی اس سلسلے میں آپ سے پوچھا گیا اور عرض کیا گیا کہ آپ جنت دوزخ کا نذر رکھ کر تے وقت نہیں روتے اور جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو روتے ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَإِنْ بَجَا  
مِنْهُ مُصَاحِبُهُ نَمَّا بَعْدَهُ الْإِسْرَمِثُ  
وَإِنْ كَوَيْدُهُمْ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ كَأَسْتَدُّ هَلْهُ

قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے صاحب قبر نے اس سے  
نجات پائی تو بعد کا معاملہ اس سے آسان ہے اور اگر اس سے  
نجات نہ پائی تو بعد کا معاملہ زیادہ سخت ہے۔

کہا گیا ہے کہ حضرت عمر بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قبرستان کو دیکھا تو اتر کر دو رکعت نماز پڑھی پوچھا گیا کہ پہلے تو کبھی آپ نے ایسا نہیں کیا انہوں نے فرمایا میں نے اس چیز کو یاد کیا جو اہل قبر اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حائل ہے تو میں نے اچھا مانا کہ ان دو رکعتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کروں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انسان سے سب سے پہلے اس کی قبر گفتگو کرتی ہے وہ کہتی ہے میں کیڑوں مکوڑوں کی جگہ ہوں میں تنھائی کا مقام ہوں، میں اجنبی جگہ ہوں، میں اندھیری کوٹھڑی ہوں میں نے تمہارے لیے یہ تیار کیا تو نے میرے لیے کیا تیار کیا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں اپنے فقر کے دن کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ وہ دن ہے جب مجھے قبر میں رکھا جائے گا۔

حضرت ابو برداء رضی اللہ عنہ قبروں کے پاس بیٹھے تھے اس سلسلہ میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا میں ایسی قوم کے پاس بیٹھا ہوں جو مجھے آخرت یاد دلاتی اور جب میں اٹھتا ہوں تو وہ میری غیبت نہیں کرتے۔

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ رات دن قبرستان جاتے اور فرماتے اے اہل قبر برا کیا بات ہے میں پکارتا ہوں لیکن تم جواب نہیں دیتے پھر فرماتے اللہ کی قسم ان کو جواب دینے میں کوئی مانع ہے گویا میں بھی ان جیسا ہوں پھر طلحہ فخر تک نوائل پڑھتے رہتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی مہنشین سے فرمایا اے فلاں! میں رات بھر جاگتا رہا اور قبر والے کے بارے میں سوچتا رہا اگر تم میت کو تین دن بعد اس کی قبر میں دیکھو تو اس کے ساتھ ایک طویل عرصہ تک مانوس

(حاشیہ یقین کی قبر شریف پر بلد زور پھیرا اللہ تعالیٰ ان نجدیوں کو ہدایت دے اور مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ یہ بد بخت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کس قدر مخالف ہیں۔ پھر بھی اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پاکستانی دیوبندی بھی ان کی حمایت کر رہے ہیں ۱۲ ہزاروی (۲) سنن ابن ماجہ ص ۳۲، ابواب الزہد



رہنے کے باوجود تھیں اس سے وحشت ہونے لگے اور اگر تم اس گھر کو دیکھو جس میں کیڑے پھر رہے ہیں یہی ہمیں پھیل جا رہی ہے کیڑے بدن کو کھا رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بدبو بھی آ رہی ہے اور کفن پر لانا ہو چکا ہے جبکہ پہلے خوبصورت تھا خوشبو اچھی تھی اور کیڑے بھی صاف تھے۔۔۔۔۔ راوی کہتے ہیں پھر آپ نے ایک بیخ ماری اور یہ ہوش ہو گئے۔

حضرت یزید قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ایک وہ شخص جو قبر کے گڑھے میں مدفون ہے اور قبر میں اکیلا پڑا ہے زمین کے اندر اپنے نیک اعمال سے مانوس ہے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تجھے کن اعمال کی بشارت ملی ہے، اور تو نے کن بھائیوں پر رشک کیا پھر آپ روئے حتیٰ کہ علامہ مبارک ترہو گیا اس کے بعد فرمایا اللہ کی قسم! اپنے اچھے اعمال سے خوش ہو جاؤ۔ اور ان بھائیوں پر رشک کرو جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اس کا دستور تھا کہ جب قبروں کو دیکھتے تو یہیل کی طرح آواز نکالتے۔ حضرت حاتم اہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، جو شخص قبرستان سے گزرے اور اپنے نفس کے بارے میں نہ سوچے اور نہ اہل قبور کے لیے دعا مانگے اس نے اپنے آپ سے بھی اور ان اہل قبور سے بھی خیانت کی۔

حضرت بکر عابد رحمۃ اللہ اپنی ماں سے کہتے ہیں کیا اچھا ہوتا کہ تم میرے حق میں بانجھ ہوتی تھیں تمہارے بیٹے کو بہت عرصہ بندر مہنا پڑے گا اور اس کے بعد وہاں سے کوچ کرنا ہوگا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر ابن آدم! تیرا رب تجھے سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے دیکھ لو اس کو کہاں سے جواب دیتا ہے، اگر تو اسے دنیا میں سے جواب دے گا اور اس کی طرف سفر کے لیے مستعد ہوگا تو دارالسلام میں داخل ہوگا، اور اگر قبر میں جواب دے گا تو اس کے گھر میں نہیں جائے گا۔

حضرت حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ جب قبرستان سے گزرتے تو فرماتے تمہارا ظاہر تو بہت اچھا ہے لیکن مصیبت تمہارے پیٹ میں ہے۔

حضرت عطاء سلمیٰ رحمۃ اللہ کی عادت مبارک تھی کہ جب رات ہوتی تو قبرستان کی طرف نکل جاتے اور فرماتے اے اہل قبور! تم مر گئے، ہائے موت! تم نے اپنے عمل دیکھے ہائے رے عمل پھر فرمایا اکل عطا قبرستان میں ہوگا اکل عطا قبرستان میں ہوگا، صبح تک آپ کا یہی طریقہ رہتا۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جو شخص قبر کا ذکر زیادہ کرے، وہ اسے جنت کے باغات میں سے ایک باغ پاتا ہے، اور جو اس کے ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ اسے جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا پاتا ہے۔ حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی جب کبھی اپنے دل میں کچھ سختی پاتے تو اس میں داخل ہو کر بیٹ جاتے اور جہنمی دیر اللہ تعالیٰ چاہتا اس میں ٹھہرے رہتے۔ پھر پڑھتے۔

اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دے تاکہ میں نیک اعمال  
ذَبَّ اُرْجَعُوْنَ لَعَلِّيْ دَاعِمًا صَالِحًا  
ذِنْبًا تَرَكْتُ۔  
کروں جو میں نے چھوڑ دیئے تھے۔



اس آیت کو بار بار پڑھتے پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہتے اے ربیع اب تجھ واپس کر دیا گیا ہے پس عمل کرو  
حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ فرماتے ہیں زمین کو اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو اپنی خواب گاہ کو درست کرتا اور  
سونے کے لیے بستر ٹھیک کرتا ہے۔ زمین کہتی ہے اے ابن آدم! تو اپنے طویل عرصہ تک گھنے مرنے کو کیوں یاد نہیں  
کرتا میرے اور تیرے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے ہمراہ قبرستان کی طرف گیا آپ نے  
قبروں کو دیکھا تو رونے لگے۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ایہ میرے آباؤ اجداد بنو امیہ کی قبریں ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا  
ہر لوگ کبھی بھی دنیا والوں کے ساتھ لذتوں اور عیش میں شریک نہیں ہوئے دیکھ کس طرح بچھاڑے گئے ہیں اور ان پر مصیبتیں  
ٹوٹ پڑی ہیں اور ان کا پرانا ہونا پکا ہو گیا اور کپڑے مکھڑوں نے ان کے جسموں کو اپنی آرام گاہ بنا لیا۔ پھر آپ روئے اور  
فرمایا اللہ کی قسم! میں ان سب سے کسی ایک کو نہیں جانتا کہ اس پر انعام ہوا ہو اور وہ عذاب قبر سے محفوظ رہا ہو۔  
حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں قبرستان میں داخل ہوا جب میں وہاں سے نکلنے پڑا تو بلند آواز سے کسی  
نے کہا اے ثابت ان قبروں والوں کی خاموشی سے دھوکہ نہ کھانا ان میں کتنے ہی نفس مغموم ہیں۔

ایک روایت میں ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند حسن بن حسن  
رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو دیکھا تو اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور فرمایا۔

وَكَاثِرًا رَجَاءُ شَحَا مَسْوَرٍ دِيَّةٍ لَعْدَدٌ  
عُظْمَتٌ تَلْدُكَ التُّدَايَا وَجَدَّتْ .  
وہ لوگ جو امیر تھے وہ اندوہ اور پریشانی کا باعث بن گئے  
تو یہ مصیبت کس قدر بڑی ہے۔

کہا گیا کہ انہوں نے ان کی قبر پر خمیہ لگا لیا اور سال بھر تک وہاں بیٹھی رہی جب سال گذر گیا تو خمیہ اکھاڑا اور مدینہ شریف  
میں داخل ہو گئیں لوگوں نے جنت البقیع کی طرف سے آواز سنی کہ کیا انہوں نے پایا جو کھویا تھا تو دوسری طرف سے آواز آئی نہیں  
بلکہ وہ مایوس ہو کر لوٹ گئے۔

حضرت ابو موسیٰ تمیمی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں فرزدق (شاعر) کی بیوی فوت ہو گئی تو اس کے جنازہ میں بھرہ کے سردار  
نکلے ان میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ بھی تھے آپ نے فرزدق سے فرمایا اے ابو فراس! تو نے اس دن کے لیے کیا  
تیاری کی ہے اس نے کہا ساٹھ سال سے کلمہ شہادت تیار کر رکھا ہے۔ جب اس کے بیوی کو دفن کیا گیا تو اس نے قبر پر  
کھڑے ہو کر کہا۔

أَخَافُ وَرَأَى الْقُبُورِ أَنْ تَعَانِي أَسَدٌ مِنْ  
الْقُبُورِ لَهَا بَأٌ وَأَضِيقًا لَهَا جَاءَنِي كَيْدٌ  
الْقِيَامَةِ قَاتِدٌ عَنِيفٌ وَسَوَاقٌ لَيْسُونُ  
اگر تو مجھے معاف نہ کرے تو مجھے قبر کے بعد تنگی اور  
جلن کا خوف قبر سے بھی زیادہ ہے جب قیامت کے دن  
سخت پیادہ فرزدق کو ہانک کر لے جایا جائے جو انسان گردن



میں طوق ڈالے اور نیلی آنکھوں کے ساتھ جہم کی طرف گیا وہ  
نامراد ہے ۔

الْفَزْدَقَا لَقَدْ خَابَ مِنْ أَوْلَادِ آدَمَ مِنْ مَشْبَى  
إِلَى النَّارِ مَعْبُولٌ الْقَلَادَةَ إِذْ رَقَا -  
اہل قبور کے بارے میں شعر نے یہ بھی کہا۔

قبروں پر کھڑے ہو کر مردوں کو اس طرح پکارو کہ تم میں سے  
کون ہے جس پر قبر کے اندھیرے چھلے ہوئے ہوں اور  
کون ان قبروں کی گہرائی میں مکرم ہے اور وہ اس کے خوف  
سے مامون ہے، لیکن ان سب پر ایک ایسی خاموشی طاری  
ہے۔ ان کے درجات کی فضیلت واضح نہیں ہوتی اگر وہ نہیں  
جواب دیں تو ایسی زبان سے جواب دیتے ہیں جو تمام حقائق  
بیان کرتے ہیں، عبادت گزار تو باغ میں اترا ہوا ہے جہاں  
چاہے جاتا ہے، اور مجرم سرکش ایسے گڑھے میں الٹ پلٹ  
ہوتا ہے جس میں سانپ اور بچھواس کی طرف دوڑتے  
ہیں اور ان کے کاٹنے سے اس کی روح سخت عذاب  
میں مبتلا ہے۔

رَقَفَ بِالْقُبُورِ وَقَدْ عَلَى سَاعَاتِهَا  
مَنْ مِّنْكُمْ الْمُخْمُورُ فِي طُلُغَاتِهَا  
وَمِنْ الْمَكْرَمِ مِّنْكُمْ فِي تَعْرِهَا  
قَدْ ذَاقَ بَرْدَ الْأَمِنِ مِنْ رُوعَاتِهَا  
أَمَّا السُّكُونُ بِنَدَى الْعَيْرِ كَوَاحِدُ  
لَا يَسْتَبِينُ الْفَصْلُ فِي دَرَجَاتِهَا  
كُجَاءَ بُولُكُ لَا خَبْرُكَ يَا لَسِينُ  
لَيْصَفُ الْحَقَائِقِ بَعْدَ مِنْ كَالَاتِهَا  
أَمَّا الْمِطِيعُ نَزَالُ فِي رَدْفَتِهِ  
يُصِئِي إِلَى مَا شَاءَ دَوْحَاتِهَا  
وَالْمُجْرِمُ الطَّاعِي بِهَا مُتَقَلِّبُ  
فِي صُفْرَةٍ يَا رِي إِلَى حَيَاتِهَا  
وَ عَقَارِبُ تَسْعَى إِلَيْهِ فَرْدُوحَهُ  
فِي بِنْدَةِ التَّحْدِيبِ مِنْ كَدَّاتِهَا

حضرت داؤد طائی رضی اللہ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر رو رہی تھی اور کہتی تھی  
تیری زندگی بھی گئی اور تو نے پھر نہ پائی جب لوگوں نے  
تجھے قبر میں دفن کر دیا میری آنکھوں کو نیند کیسے آئے جب  
کہ انہوں نے تجھے دائیں پہلو پر لٹا دیا۔

عِدَمَتِ الْحَيَاةِ وَلَا نِلْتَمَهَا  
إِذَا كُنْتِ فِي الْقُبُورِ كَأَنَّكَ  
نَكَيْتِ أَرْوَقِي رِطْحَمِ الْكِرِي  
وَأَنْتِ بِمَيْمَانِكَ تَدْرُسُهُ دَكَا

پھر اس خاتون نے کہا بیٹا معلوم نہیں کیوں نے تیر کو ن سار خسار کھایا یہ سن کر حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ نے  
بیچ مارسی اور بیہوش ہو کر گر پڑے، حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں ایک قبر کے پاس سے گزرا تو میں  
نے یہ قطعہ پڑھا۔



میں قبرستان میں آیاتوں نے آواز دی کہاں ہیں انیس  
اور کدھر ہیں نقر  
اپنی سلطنت پر ناز کرنے والے کہاں ہیں اور نقر کرنے  
والے پاکباز بننے والے کہاں ہیں۔

فرماتے ہیں ان کے درمیان سے آواز دی گئی جسے میں سنتا تھا لیکن مجھے وہ شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔  
وہ سب فنا ہو گئے اور کوئی خبر دینے والا نہیں اور وہ سب  
مر گئے نیز خبر بھی مر گئی۔ صبح و شام کپڑے مکورے اُتے ہیں  
اور ان صورتوں کے حسن کو تیار کرتے ہیں اسے گزشتہ لوگوں  
کے بارے میں پوچھنے والے کیا جو کچھ تو نے دیکھا ہے اس  
سے عبرت نہیں لے کر لیتا

أَتَيْتُ الْقُبُورَ تَنَادَتْهَا  
فَأَيْنَ الْمُعْظَمُ وَالْمُخْتَقَرُ  
وَأَيْنَ الْمُدَلِّ بِسُلْطَانِهِ  
وَأَيْنَ الْمُرْكِي إِذَا مَا انْحَزَرَ

لَعَنَّا كُرًا جَمِيعًا فَمَا نَجْرُ  
وَمَا تَوَّابًا جَمِيعًا وَمَاتَ الْخَيْرُ  
تَرُدُّمْ وَكَعْدُ وَبِنَاتِ الثَّرَى  
فَتَمَحَّوْهُمَا سِنَّ تِلْكَ الصَّرَى  
حِينَ سَأَيْتُنِي عَنْ أَنَايِسٍ مَضُونَا  
أَمَا لَكَ فِيمَا تَرَى مُعْتَبَرًا

فرماتے ہیں میں وہاں سے روتا ہوا واپس لوٹا۔

فصل ۲

## قبروں پر لکھے گئے چند قطعات

ایک قبر پر یہ لکھا ہوا پایا گیا۔

یہ خاموش قبریں تجھے اپنا حال سناتی ہیں کہ ان کے  
باشندے مٹی کے نیچے خاموش ہو گئے آخرت کے  
علاوہ کے لیے دنیا کو جمع کرنے والے تو کس کے لیے  
دنیا جمع کرتا ہے جبکہ تو مر جائے گا۔

تُنَاكِجِيكَ أَجْدَاثُ وَهَوْنٌ مُمَرَّتٌ  
دُنَاكَ نَهَا تَحْتِ الْأَتْرَابِ خَفُوتٌ  
أَيَا جَا مَعَ الدُّنْيَا لِيُغَيِّرَ بِلَاغِهِ  
لِمَنْ تَجْمَعُ الدُّنْيَا وَأَنْتَ تَمُوتُ  
ایک اور قبر پر اس طرح لکھا ہوا تھا۔

اے صاحبِ رمال اور وسیعِ صحن والے اور تیری  
قبر بہ طرف سے آباد اور مضبوط ہے قبر والے کو قبر کی  
تعمیر کیا ناکہ دے گی۔ جبکہ اس میں اس کا جسم ختم ہو  
جائے گا۔

أَيَا عَائِدَ مَا ذَكَرَكَ وَاسْمُ  
وَتَبْرِكُ مَحْمُورًا لِبُجَائِبِ مُحْكَمٍ  
وَمَا يَبْقَى الْمَقْبُورَ عَمْرَانٌ قَبْرُهُ  
إِذَا كَانَ فِيهِ وَجْسُهُ يَتَهَدَّمُ



حضرت ابن سماک فرماتے ہیں میں قبرستان سے گذرا تو ایک قبر پر لکھا ہوا تھا۔

میرے رشتہ دار میری قبر سے گزرتے ہیں گویا وہ مجھے جانتے ہی نہیں۔ وارث میرے مال کو تقسیم کرتے ہیں لیکن میرے قرض کی ادائیگی سے انکار کیا۔ گویا میرا وہ نہیں کرتے انہوں نے اپنا اپنا حصہ لے لیا اور زندگی گذار رہے ہیں تو کتنی جلدی انہوں نے مجھے بھلا دیا۔

يُمِرُّ أَقَارِبِي جَنَابَاتِ قَبْرِي  
كَأَنَّ أَقَارِبِي لَمْ يَعْرِ فَوْقِي  
ذَوَا لِمِيرَاتٍ يَقْتَسِمُونَ مَا بِي  
وَمَا يَا كُونَ أَنْ حَجَدُوا دَائِي  
وَكَدُّ أَحَدٍ وَسَهْمُهُمْ وَمَعَانِي  
نِيَا بَدِيهِ مَا أَسْرَعَ مَا نَسْرُفِي  
ایک اور قبر پر لکھا ہوا پایا گیا۔

موت دوستوں میں سے ایک کو اچک لیتی ہے اور اور اسے کوئی دربان روک نہیں سکتا تو کس طرح دنیا اور اس کی لذت پر خوش ہوتا ہے جبکہ تیرے الفاظ اور سانس گنے جا چکے ہیں۔ اسے غافل تیری زندگی کم ہوتی جا رہی ہے اور تو زندگی لذتوں سے غوطہ خوری کے اندر گرفتار رہا ہے موت کسی جاہل پر اس کی جہالت کی وجہ سے رحم نہیں کرتی اور نہ یہ دیکھتی ہے کہ اس عالم سے علم حاصل کیا جا رہا ہے موت نے کتنی ہی لوگوں کی زبانوں کو جواب دینے سے گونگا کر دیا۔ حالانکہ وہ گونگے نہ تھے تیرا عمل آباد اور مزمزم تھا لیکن آج تیری قبر نئی قبروں میں پرانی قبر ہے۔

إِنَّ الْحَبِيبَ مِنَ الْأَحْبَابِ مُخْتَلَسٌ  
لَا يَمْنَعُ الْمَوْتَ بَوَائِبُ وَلَا حَرَسٌ  
فَكَيْفَ تَحْرِمُ بِأَسَدِيَا وَكَذَّبْتَهَا  
يَا مَنْ يَحُدُّ عَلَيْهِ اللَّفْظُ وَاللَّغْوُ  
أَصْحَبَتِ يَا عَارِثَ لَدُنِّي النَّقْصُ مُنْجِسًا  
وَأَنْتَ دَهْرٌ لِي فِي اللَّذَاتِ مُنْفِصٌ  
لَا يُرْحَمُ الْمَوْتُ ذَا جَهْلٍ بِخَرَّتِهِ  
وَلَا أَسَدِي كَانَ مِنْهُ الْعِلْمُ يُفْتَسِي  
كَمَا أَخْرَسَ الْمَوْتُ فِي قَبْرِ دَقْفَتِ بِهِ  
مِنَ الْجَوَابِ لِسَانًا مَا بِهِ خَرَسٌ  
قَدْ كَانَ تَصْرُوكَ مَعْمُورًا لَكَ شَرَفٌ  
فَقَبْرُوكَ الْيَوْمَ فِي الْأَجْدَانِ مُنْدَرِسٌ  
ایک اور قبر پر اس طرح لکھا ہوا پایا گیا۔

میں دوستوں کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا جب ان کی قبر میں ددرنے والے گھوڑوں کی طرح ایک صف میں تمہیں جیب میں روپا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے تو میں نے انہی میں اپنا مکان پایا۔

وَدَقْفَتُ عَلَى الْأَحْبَابِ حِينَ صَفَّتْ  
قَبْرُهُمْ كَأَنَّ فِي الْيَوْمِ  
فَلَمَّا أَنْ بَكَيْتُ وَفَاصَ وَمَعِي  
رَأَيْتُ عَيْنَايَ بَيْنَهُمْ مَكَانِ



جب مجھے کسی کہنے والے نے بتایا کہ لقمان حکیم قبر میں چلے گئے تو میں نے کہا وہ طب میں مشہور تھا اس کی طب اور مہارت اس کے جسم کے ساتھ کہاں گئی، افسوس وہ شخص دوسرے سے موت کو کیسے دور کرے گا جو خود اپنے آپ سے موت کو دور نہیں کر سکا۔

لوگو! میرے دل میں ایک آرزو تھی جس کے راستے میں میری موت رکاوٹ بن گئی، اس شخص کو اللہ تعالیٰ سے جو اس کا رب ہے ڈرنا چاہیے جو دنیا میں عمل کر سکتا ہے، میں اکیلا ہی یہاں منتقل نہیں ہوا عنقریب سب کو یہاں آنا پڑے گا۔

ایک طبیب کی قبر پر لکھا ہوا پایا گیا۔  
 قَدْ قَدْتُ كَمَا قَالَ بِي قَائِدٌ  
 قَدْ صَارَ لِقُفْمَانِ اِيْحَى رَمِيْسِه  
 فَايْنَمَا يُوْصَعُ مِنْ طِبِّه  
 وَحَدِّقِه فِي الْمَاءِ مَحْ جِصْمِه  
 هَيْهَاتَ لَا يَرْفَعُ عَنْ عَيْرِه  
 مَنْ كَانَ لَا يَرْفَعُ عَنْ نَفْسِه  
 ایک اور قبر پر یوں لکھا ہوا تھا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كَانَ أَمَلٌ  
 فَصَكَبْتِي عَنْ بُلُوْعِهِ الْأَجَلُ  
 فَلَيْتَنِّي اللَّهُ رَبُّهُ رَجُلٌ  
 أَمَلْتَهُ فِي حَيَاتِهِ الْعَمَلُ  
 مَا أَنَا وَحَدِي نُقِلْتُ حَيْثُ تَرَى  
 كُلُّهُ إِلَى مِثْلِهِ سَيُنْتَقَلُ

تو قبروں پر یہ اشاراں لیے لکھے کہ ان قبروں والوں نے موت سے پہلے عبرت پکڑنے میں کوتاہی کی اور عقلمند آدمی وہ ہوتا ہے جو دوسروں کی قبروں کو دیکھ کر ان کے درمیان اپنی جگہ دیکھتا ہے اور ان کے ساتھ ملنے کی تیاری کرتا ہے اور اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ جب تک وہ ان سے ملے گا نہیں وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے اور یہ بات جان لے کہ جن دنوں کو وہ ضائع کر رہا ہے اگر ان لوگوں کو ان میں سے ایک دن بھی مل جائے تو ان کے لیے تمام دنیا سے بہتر ہو کیونکہ ان لوگوں کو اعمال کی قدر معلوم ہوگی اور ان پر حقائق امور منکشف ہو گئے، اور انہیں زندگی کے ایک دن پر اس لیے افسوس ہے کہ کوتاہی کرنے والا اپنی کوتاہی کا ازالہ کر کے عذاب سے چھوٹ جائے اور توفیق والا مزید تیرہ پائے اور اس کا ثواب بڑھ جائے کیونکہ ان کو زندگی کے ختم ہونے کے بعد اس کی قدر معلوم ہوئی اس لیے اب وہ اس کی ایک ساعت پر بھی افسوس کرتے ہیں اور تم اس ساعت پر قادر ہو اور ہو سکتا ہے اس طرح کی گئی ساعتوں پر ستار ہو پھر تم ان کو ضائع کر رہے ہو اور تم دل میں یہ بات بٹھا لو کہ جب معاملہ ہاتھ سے نکل جائے گا تو تمہیں اس پر افسوس ہوگا کہ ہائے ہم نے اپنے وقت سے اپنا حصہ جلدی کیوں نہ لیا۔



ایک بزرگ فرماتے ہیں، میرا ایک دینی بھائی تھا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا میں نے کہا اے فلاں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تو زندہ ہو گیا اس نے کہا اگر میں یہ کلمہ یعنی "الحمد للہ رب العالمین" کہنے پر قادر ہوتا تو یہ بات مجھے دنیا اور جو اس کے اندر ہے ان سب سے زیادہ پسند ہوتی پھر کہا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب وہ مجھے دفن کر رہے تھے تو فلاں شخص نے اٹھ کر دو رکعتیں نماز پڑھی اگر میں اس وقت دو رکعتیں نماز پڑھ سکتا تو مجھے یہ بات دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سب سے زیادہ پسند ہوتی۔

فصل ۲

## اولاد کی موت پر بزرگوں کے اقوال

جس شخص کا بیٹا مر جائے یا کوئی قریبی رشتہ دار فوت ہو تو یوں خیال کرے کہ وہ ایک منزل ہے جس کی طرف دونوں سفر کر رہے ہیں۔ لیکن اس کا بیٹا اپنے وطن میں ٹھکانے اور منزل پر پہلے پہنچ گیا (اور میں بعد میں پہنچوں گا) تو اس طرح اسے زیادہ افسوس نہیں ہوگا کیونکہ اسے یہ یقین ہوگا کہ وہ بھی جلد ہی اس سے جا ملے گا اور ان کے درمیان صرف چند دن آگے پیچھے ہونے کا مسئلہ ہے۔

موت کا بھی یہی معاملہ ہے اس کا مطلب وطن کی طرف جانا ہے۔ بیان تک کہ پچھلا بھی اس سے جا ملتا ہے اس عقیدے کی وجہ سے پریشانی زیادہ نہیں ہوتی بالخصوص اولاد کے فوت ہونے پر جسے ثواب کا وعدہ ہے اس سے ہر مصیبت زدہ کو تسلی ہو جاتی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اگر میں پیٹ سے گرا ہوا بچہ آگے بھیجوں تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ اپنے پیچھے ایک سو سوار چھوڑوں وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑیں۔

لَا تَأْتِيكَ  
أَحْيَا لِي مِنْ  
أَهْلِي مِائَةَ  
فَارِسٍ  
سَبِيلِ اللَّهِ - له



آپ نے مگرنے والے بچے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ ذنی سے اعلیٰ پر تنبیہ ہو جائے ورنہ ثواب اس قدر ہوتا ہے جس قدر دل میں بچے کے جگہ ہوتی ہے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک صاحبزادے کا انتقال ہو گیا تو آپ کو بہت دکھ ہوا آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے ہاں اس کی کیا قدر تھی آپ نے فرمایا سونے سے بھری ہوئی زمین کہا گیا کہ آپ کو اس کی مثل آج آخت میں ملے گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَمُوتُ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ  
ثَلَاثَةٌ مِمَّنْ أَوْلَدَ فِجَنَّتِيهِمْ  
إِلَّا كَانَ نَوَاحٍ جَنَّةٍ مِّنَ  
السَّارِ

کسی مسلمان کے تین بچے سر جائیں اور وہ صبر کے ذریعے ثواب طلب کرے تو وہ (بچے) اس کے لیے جہنم سے ڈھال نہیں گے۔

ایک خاتون جو آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی انہوں نے پوچھا یا ذمہوں؟ فرمایا (ہاں) یا اللہ ہوں سہ والد کو چاہیے کہ بیٹے کی وفات کے وقت اس کے لیے خالص دعا کرے کیونکہ یہ دعا زیادہ امید دہانی اور قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔۔۔۔ حضرت محمد بن سلیمان رحمۃ اللہ اپنے صاحبزادے کی قبر پر کھڑے ہوئے اور دعا مانگی یا اللہ! میں تجھ سے اس کے لیے امید رکھتا ہوں اور اس کے بارے میں تجھ سے ڈرتا ہوں پس تو میری امید کو ثابت کر دے اور میرے خوف سے مجھے مامون رکھو۔

حضرت البرسان رحمۃ اللہ اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہوئے اور بارگاہِ خداوند میں عرض کیا یا اللہ! میرے جو حقوق اس پر واجب تھے میں نے اس کے لیے بخش دیئے، تیرے جو حقوق اس کے ذمہ تھے یا اللہ تعالیٰ تو بھی بخش دے تو زیادہ جو دوسخا اور کریم والا ہے۔

ایک اعرابی اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑا ہوا اور کہا یا اللہ! اس نے میرے ساتھ حسن سلوک میں جو کوتاہی کی ہے میں نے اسے معاف کر دیا یا اللہ تو بھی اپنی اطاعت کے سلسلے میں اس کی کوتاہی کو معاف کر دے۔

جب حضرت ذریبن عمر بن ذر رحمۃ اللہ کا انتقال ہوا تو ان کے والد حضرت عمر بن ذر نے ان کی قبر میں رکھنے کے بعد فرمایا ہمیں تمہارے بارے میں اس قدر خوف ہے کہ ہم تجھ پر غم کرنا ہی سہول گئے معلوم نہیں تجھ سے کیا سوال ہوا اور تو نے



کیا جواب دیا پھر دعا کی یا اللہ یاہ ذرہ سے اس سے تو نے مجھے نفع دیا جو دیا اور تو نے اس کی زندگی اور رزق کو پورا کر دیا اور تو نے اس پر ظلم نہیں کیا یا اللہ تو نے اس پر اپنی اور میری فرمانبرداری لازم کی تھی یا اللہ تو نے اس مصیبت پر جو ثواب مجھے دینا کیا ہے وہ میں نے اسے ہدیہ کر دیا تو اس کا عذاب مجھے دے دے اور اس کو عذاب نہ دینا یہ سن کر لوگ رو پڑے پھر جب واپس ہونے لگے تو فرمایا اے ذرا ہمارے بعد اب ہمیں کوئی حاجت نہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی انسان کی ضرورت نہیں۔

ایک شخص نے بھرہ میں ایک عورت کی طرف دیکھا تو کہا اس جیسی تازگی میں نے نہیں دیکھی معلوم ہوتا ہے کہ اسے رنج کم ہے اس نے کہا اے بندہ خدا! میں ایسے غم میں ہوں جس میں میرے ساتھ کوئی شریک نہیں اس نے پوچھا وہ کیسے؟ اس عورت نے جواب دیا میرے خاوند نے عید الاضحیٰ کے دن ایک بکری ذبح کی اور میرے دو خوبصورت بچے تھے جو کھیل رہے تھے ان میں سے بڑے نے کہا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں ابا جان نے بکری کس طرح ذبح کی ہے؟ اس نے کہا ہاں بتاؤں چنانچہ اس نے اسے پکڑ کر ذبح کر دیا اور ہمیں اس وقت پتا چلا جب وہ خون میں لت پت تھا جب بیچ دیکار ہوئی تو وہ لڑکا بھاگ کھڑا ہوا اور اس نے ایک پہاڑ میں پناہ لے لی وہاں ایک بھیڑیا تھا اس نے اسے کھا لیا اب اس کو ڈھونڈنے نکلا تو سخت گرمی میں پیاس کی شدت سے گر گیا تو گردش زمانہ نے مجھے اس طرح چھوڑ دیا تو موت کے وقت اس قسم کے مصائب کی مثالیں ذکر کرنی چاہیں تاکہ ان کو سن کر سخت پریشانی سے تسلی ہو جائے کیونکہ ہر مصیبت کا تصور ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہر حال میں دروزر مانتا ہے۔

نصل ۷۷

## زیارت قبور

### میت کے لیے دعا اور دیگر باتیں

موت کو یاد کرنے اور عبرت حاصل کرنے کے لیے عام قبروں کی زیارت مستحب ہے اور نیک لوگوں کی قبروں سے عبرت کے ساتھ ساتھ برکت حاصل کرنے کی خاطر ان کی زیارت مستحب ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے



زیارت قبور سے منع فرمایا اس کے بعد اجازت دے دی (۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا  
 كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ  
 میں تمہیں زیارت قبور سے منع کرتا تھا پس اب تم زیارت  
 کر سکتے ہو یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں لیکن کوئی بیجا  
 فَزِدُّوْهَا يَا قَهَاتَ كُوْكُهَا الْآخِرَةَ  
 عِيْرَانٌ لَا تَقُوْا هَجْرًا ۗ

کلمہ نہ کہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہزار مسلح افراد کے ہمراہ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اور اس دن جس قدر لوگ  
 روئے ہیں اس قدر کبھی نہیں دیکھے گئے (۳) اسی دن آپ نے ارشاد فرمایا۔

أَذِنَ لِي فِي زِيَارَةِ دُونَ  
 إِلَّا مُتَخَفِرًا - (۴)  
 مجھے زیارت کی اجازت دی گئی لیکن بخشش مانگنے  
 کی اجازت نہ ملی۔

یہ حدیث ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قبرستان کی طرف سے تشریف لائیں  
 تو میں نے عرض کیا ام المؤمنین کہاں سے تشریف لارہی ہیں؟ فرمایا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ کی قبر سے آرہی  
 ہوں میں نے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا؟ فرمایا ہاں (منع فرمایا) پھر اس کی اجازت  
 دے دی۔

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے عورتوں کو قبرستان میں جانے کی اجازت دینا مناسب نہیں کیونکہ وہ  
 قبروں کے ساتھ بہت ناشائستہ گفتگو کرتی ہیں تو زیارت قبور سے حاصل ہونے والی بھلائی اس شر سے کہے نیز وہ راستے  
 میں بے پروا ہونے اور زینت کے اظہار سے بھی باز نہیں آتیں اور یہ بڑے گناہ ہیں جبکہ زیارت سنت ہے تو اس  
 مقصد کے لیے اتنے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیسے جائز ہوگا  
 ہاں اگر عورت عام کپڑوں میں جائے کہ لوگ اس کی طرف نہ دیکھیں اور قبر پر جا کر صرف دعا کرے وہاں باتیں  
 نہ کرے تو ٹھیک ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

(۱) المستدرک للماکم جلد اول ص ۳۷۴ کتاب الجنائز

(۲) " " " " ۳۷۶

(۳) " " " " "

(۴) " " " " "



قبر کی زیارت روزِ آخرت کی یاد دلاتی ہے، مردوں کو غسل دو کہ روح سے خالی جسم کی درستگی اور تدبیر بہت بڑی نصیحت ہے اور نماز جنازہ پڑھو شاید تمہارے دل میں غم پیدا ہو کیونکہ غم کھانے والا آدمی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں ہو گا۔  
حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ذُرُودًا مَدَاكُمُ وَسَلَامًا عَلَيْكُمْ  
فَإِنَّ كَلِمَةَ نِيهِكُمْ عِبْرَةٌ لَكُمْ

اپنے فوت شدہ لوگوں کی زیارت کرو اور ان پر سلام پیش کرو اس میں تمہارے لیے عبرت ہے۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب قبر کے پاس سے گزرے وہاں کھڑے ہو کر سلام کہتے۔

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خاتونِ جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتیں وہاں نماز پڑھتیں اور روتی تھیں۔  
نوٹ: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے اور آپ کے چچا بھی تو رضاعی بھائی ہونے کے حوالے سے ان کو حضرت خاتونِ جنت کا چچا قرار دیا گیا۔ ۱۳ ہزاروی۔  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ ذَاكَ قَبْرًا بَوَّيَّهِ إِذَا أَحَدٌ هَمَّ  
بِحِيٍّ مَجْلًا جُمُعَةً عُنُقُوكَ وَكُتِبَ  
بِرَّكَ لَكُمْ

جو شخص ہر جمعہ کے دن (یا ہفتے میں ایک دن) اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اس کو بخش دیا جاتا ہے اور اسے نیکو کار لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
ایک شخص کے ماں باپ سر جاتے ہیں اور وہ ان کا نافرمان ہوتا ہے پس وہ ان کے لیے ان کے مرنے کے بعد دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو (ماں باپ سے) اچھا سلوک کرنے والوں میں لکھ دیتا ہے۔  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ ذَاكَ قَبْرًا نَعَدْتُ وَجَبَتْ  
لَكَ شَفَاعَتِي لَكُمْ

جس نے میری قبر مبارک کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

(۱) المستدرک للحاکم جلد اول ص ۳۷۷ کتاب الجنائز

(۲) الفردوس بماثروا لخطاب جلد ۲ ص ۲۹۴ حدیث ۳۳۴

(۳) مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۵۹ کتاب الجنائز

(۴) الدر المنثور جلد ۴ ص ۱۴۲ تحت آیت واحضض کفها جناح الذل

(۵) مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۲ کتاب الحج



رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ زَارَنِي فِي الْمَدِينَةِ مُحْتَسِبًا  
كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ

جس شخص نے ثواب کی نیت سے مدینہ طیبہ میں میری  
زیارت کی میں قیامت کے دن اس کے لیے سفارش کرنے  
والا اور گواہ ہوں گا۔

حضرت کعب اہبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر صبح ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف  
کو ڈھانپ لیتے ہیں وہ اپنے پروں کو ہلاتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب  
شام ہوتی ہے تو وہ اوپر چلے جاتے ہیں اور ان کی مثل دوسرے فرشتے اترتے ہیں اور وہ بھی اسی طرح کرتے ہیں یہاں  
تک کہ جب زمین پھلے گی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ستر ہزار فرشتوں کے جلوس میں باہر تشریف لائیں گے اور وہ  
آپ کی تعظیم کریں گے۔

## زیارتِ قبور کا طریقہ

زیارتِ قبور کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ بتدریج ہو کر کھڑا ہو اور اپنا منہ میت کی طرف کرے اور سلام کہے نہ قبر کو ہاتھ لگائے  
نہ اس پر ہاتھ ملے اور نہ بوسہ دے کیونکہ یہ بیہودیاں کا طریقہ ہے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک یا اس سے زیادہ بار دیکھا کہ مزار شریف  
پر حاضر ہوتے اور فرماتے "السلام علی نبی، السلام علی ابی بکر علی ابی" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما پر  
سلام اور میرے ابا جان (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر سلام اور پھر واپس چلے جاتے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہو کر کھڑے ہوئے اور ہاتھوں کو اٹھایا حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ آپ تے نماز شروع کی ہے  
آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا اور واپس چلے گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ رَجُلٍ يَزُورُ قَبْرًا خَيْرًا وَيَجِدُ  
عِنْدَهُ إِلَّا اسْتَأْنَسَ بِهِ دَرَدَ عَلَيْهِ  
حَتَّى يَتَوَقَّعَ عَلَيْهِ

جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا اور اس  
کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ (قبر والا) اس سے مانوس  
ہو جاتا اور سلام کا جواب دیتا ہے جب تک وہ نہ اٹھے۔

(کنز العمال جلد ۱۵ ص ۲۵۲ حدیث ۲۵۸۴)

(۳) الحدادی للفقہاء جلد ۲ ص ۱۰۰، احوال برزخ



حضرت سیمان بن سعیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کیا یا رسول اللہ یہ لوگ آپ کے پاس حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہیں کیا آپ کو ان کے سلام کی سمجھ آتی ہے آپ نے فرمایا ہاں اور میں ان کو جواب بھی دیتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کی قبر کے پاس سے گزرے جسے وہ پہچانتا ہو پس سلام کہے وہ اسے جواب دیتا ہے اور پہچان لیتا ہے جب کسی نادانف کی قبر سے گزرے اور سلام کہے تو وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔

حضرت عاصم مجذبی کی اولاد میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عاصم کو ان کے وصال کے دو سال بعد خواب میں دیکھا، تو میں نے پوچھا کیا آپ کا انتقال نہیں ہوا تھا؟ فرمایا ہاں ہو گیا تھا۔ میں نے پوچھا آپ کہاں ہیں؟ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں ہوں میں اور میرے کچھ دوست ہر جمعہ کی رات اور صبح حضرت ابو بکر بن عبداللہ مرنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اکٹھے ہوتے ہیں اور تمہاری خبریں سنتے ہیں میں نے کہا تمہارے جسم یا تمہاری ریحیں جس پر انہوں نے فرمایا جسم تو پرانے ہو جاتے ہیں روحوں کی ملاقات ہوتی ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا تمہیں علم ہوتا ہے کہ ہم تمہاری زیارت کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں ہمیں جمعہ کی رات اور جمعہ کے پورے دن اور ہفتہ کے دن سورج کے طلوع ہونے تک تمہاری زیارت کرنے کا علم ہوتا ہے میں نے کہا دوسرے دنوں میں کیوں پتہ نہیں ہوتا؟ فرمایا اس لیے کہ جمعہ کے دن کو فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ جمعہ کے دن زیارت قبور کے لیے جاتے ان سے کہا گیا اگر آپ اترا تک مرفر کیا کریں تو کیا حرج ہے انہوں نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ فوت شدہ لوگ جمعہ کے دن، اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد میت اپنی زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں۔ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ نے فرمایا جو شخص ہفتہ کے دن سورج طلوع ہونے سے پہلے کسی قبر کی زیارت کرے تو میت کو اس کے زیارت کرنے کا علم ہو جاتا ہے۔ پوچھا گیا ایسا کس طرح کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا جمعۃ المبارک کی عظمت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔

حضرت بشر منصور رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جب طاعون کا زمانہ تھا تو ایک شخص قبرستان میں آتا جاتا اور نماز جنازہ میں شریک ہوتا۔ جب شام کا وقت ہوتا تو وہ قبرستان کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا اور کہتا اللہ تعالیٰ تمہاری رحمت کو انس میں بدل دے تمہاری اجنبیت پر رحم فرمائے۔ تمہارے گناہوں کو معاف کرے اور تمہاری نیکیوں کو قبول کرے۔ وہ ان کلمات میں اضافہ نہ کرتا وہ شخص کہتا ہے ایک رات میں قبرستان میں نہ گیا اور گھر والوں کی طرف لوٹ آیا میں نے معمر کے مطابق دعا بھی نہ کی اس دوران کہ میں سویا ہوا تھا۔ بہت سے لوگ میرے پاس آئے میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اور تمہیں کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا ہم قبرستان والے ہیں میں نے پوچھا تم یہاں کیوں آئے ہو؟ انہوں نے



نے کہا تم نے عارت بنائی تھی کہ گھر کو واپس جاتے وقت ہمیں تحفہ دیتے تھے میں نے پوچھا وہ کیا؟ انہوں نے کہا وہ دعائیں جو تم ہمارے لیے مانگتے تھے میں نے کہا آئندہ میں دعا کیا کروں گا اور اسے ترک نہیں کروں گا۔  
حضرت لبتار بن غالب بخزانی رحمۃ اللہ نے فرمایا میں نے حضرت رابعہ عدویہ عابدہ کو خواب میں دیکھا اور میں ان کے لیے اکثر دعا کیا کرتا تھا۔ انہوں نے مجھے کہا اسے لبتار بن غالب! آپ کے تحائف نور کے تھا لوں میں ہمارے پاس آتے ہیں، جو ریشم کے رومالوں سے ڈھانپے ہوئے ہوتے ہیں میں نے کہا ان تحائف کی کیا کیفیت ہے، حضرت رابعہ نے فرمایا زندہ مدفن کی فوت شدہ مسلمانوں کے لیے دعائی طرح ہوتی ہے وہ قبول ہوتی ہے اور نور کے تھا لوں میں ریشمی رومالوں سے ڈھانپ کر میت کو دے دی جاتی ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ نفل شخص کا بدلہ ہے۔ جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
مَا لَيْتُ فِي قَبْرِهٖ اِلَّا كَالْعَزِيْزِ اَلْتَّنْفُوْثِ  
يَنْتَظِرُ دَعْوَةَ تَلْحَقُهٗ مِنْ اٰبِيْهٖ اَوْ  
اٰخِيْهٖ اَوْ صَدِيْقِيْ لَهٗ كَا نَا رَحْمَتُهٗ  
كَانَتْ اَحَبَّ اِلَيْهٖ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا  
رَبِيْهَا وَاِنَّ هٰذَا يَا اَلْاٰخِيَاءُ لِلْاَمْوَاتِ  
اَللّٰهُ عَاوَدَ اَلْاَسْتَعْقَارُ ۝ ۱۰

قبر میں میت اس ڈوبنے والے شخص کی طرح ہوتا ہے جو مدد طلب کرتا ہے اور دعا کا منتظر رہتا ہے جو اس کے اپنے باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے رجب دعائیں کو پہنچتی ہے تو اس کے لیے یہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اسے زیادہ پسند ہوتی ہے اور فوت شدہ لوگوں کے لیے زندوں کی طرف سے تحائف دعا اور طلب بخشش ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میرا بھائی فوت ہو گیا۔ تو میں نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ جب تمہیں قبر میں رکھا گیا تو اس کے بعد تیرا کیا حال ہوا؟ اس نے کہا ایک آنے والا آگ کا ایک شعلہ لے کر آیا اگر ایک دعا کرنے والا دعا کرتا تو یقیناً وہ مجھے مارتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ میت کو دفن کرنے کے بعد اس کے لیے تلخین کرنا اور دعا مانگنا مستحب ہے حضرت سعید بن عبداللہ ازدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہما حالت نزع میں تھے، کہ میں بھی وہاں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا اسے ابر سعید جب میں سر جاؤں تو میرے ساتھ وہ معاملہ کرنا جس کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے آپ نے فرمایا۔

جب تم میں سے کوئی ایک شخص انتقال کرتا ہے۔ پس تم (اس کی) قبر پر مٹی برابر کر دیتے ہو تو چاہیے کہ ایک شخص اس کی قبر کے سر ہانے کھڑے ہو کر کہے اے نفل عورت کے بیٹے نفل (میت اور اس کی ماں کا نام لے) کیونکہ وہ



سنا ہے لیکن جواب نہیں دے سکتا پھر دوبارہ کہے اے فلاں عورت کے بیٹے فلاں! وہ سبید ہا ہو کر بیٹھ جاتا ہے پھر تیسری مرتبہ کہے اے فلاں عورت کے بیٹے فلاں! وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے ہماری رہنمائی کرو لیکن تم اس کی بات سن نہیں سکتے اب (تلقین کرتے والا) کہے اس بات کو یاد رکھیں پر تو دنیا سے رخصت ہو اور وہ اس بات کی شہادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر راضی ہوا... (اگر یہ کلمات کہے جائیں تو منکر نکیر سچے ہٹ جائیں گے۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے چلو اس شخص کے پاس بیٹھنے کا کیا فائدہ اسے اس کی حاجت سکھا دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف سے منکر نکیر کو جواب دیتا ہے۔ (۱)

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر اس شخص کو اس کی ماں کا نام نہ آتا ہو تو کیا کرے؟ فرمایا اسے حضرت حوا علیہ السلام کی طرف منسوب کرے۔

قبروں کے پاس قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں حضرت موسیٰ حداد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک ہوا اور حضرت محمد بن قدامہ جو ہری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ساتھ تھے جب میت کو دفن کر دیا گیا تو ایک نابینا شخص نے قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا حضرت امام احمد رحمۃ اللہ نے اس سے فرمایا اے فلاں! قبر کے پاس قرآن پاک پڑھنا بدعت ہے جب ہم قبرستان سے باہر نکلے تو حضرت محمد بن قدامہ نے حضرت امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ) سے عرض کیا اے ابو عبد اللہ! مبشر بن اسماعیل حلبی کے بارے میں آپ کا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا وہ قابل اعتماد شخصیت ہیں پوچھا کیا آپ نے ان سے کچھ نقل کیا ہے فرمایا ہاں حضرت محمد بن قدامہ نے عرض کیا مجھے حضرت مبشر بن اسماعیل رحمۃ اللہ نے حضرت عبدالرحمن بن علاء بن لجلج و رحمۃ اللہ سے خبر دی ہے وہ اپنے والد (علاء بن لجلج) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے وصیت فرمائی کہ جب ان کو دفن کر دیا جائے تو ان کے سر ہاتھ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات (وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ) اور سورت کے آخر سے (اللَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ أَعْلَىٰ) پڑھا جائے۔ اور انہوں نے (حضرت علاء) فرمایا میں نے یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے آپ نے اس بات کی یہ وصیت فرمائی ہے۔ حضرت امام احمد نے فرمایا چلو اس شخص کے پاس واپس جاؤ اور کہو کہ وہ قرآن پاک پڑھے۔ (۲)

حضرت محمد بن احمد مروزی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورہ فاتحہ، محوذین (قل اعوذ بربك الفلق اور قل اعوذ برب الناس) اور نزل ہو اللہ احد

(۱) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۶۰۴، ۶۰۵ حدیث ۴۲۴۰۵

(۲) المغنی لابن قدامہ جلد ۲ ص ۵۶۷



پڑھ کر تمام اہل قبور کو ایصالِ ثواب کرو یہ ثواب ان تک پہنچتا ہے۔

حضرت ابو ظفار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں شام میں بصرہ کی طرف گیا اور ایک خندق میں اترا اور وضو کر کے رات کے وقت دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا جب بیدار ہوا تو صاحبِ قبر نے مجھ سے شکوہ کیا کہ آپ نے رات بھر مجھے تکلیف پہنچائی پھر کہنے لگا تم لوگ نہیں جانتے ہم جانتے ہیں لیکن عمل پر طاقت نہیں رکھتے۔ پھر کہنے لگا تم نے جو دو رکعتیں پڑھی ہیں یہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہیں یہ بھی کہا گیا اللہ تعالیٰ تم دنیا والوں کو ہماری طرف سے بہتر بدلہ عطا کرے ان سب کو میرا سلام کہتا ان کی دعائیں ہمارے پاس نذر کے پاٹ بن کر آتی ہیں۔

پس زیارتِ قبور کا مقصد یہ ہے کہ زیارت کرنے والا عبرت حاصل کرے اور صاحبِ قبر کو اس کی دعا سے نفع حاصل ہو لہذا قبرستان میں جانے والے کو اپنے ادرمیت کے لیے دعا مانگنے نیز عبرت حاصل کرنے سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔

اور عبرت حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ دل میں سمیت کا تصور لائے کہ کس طرح اس کے اجزا دکھ گئے اور کس طرح وہ قبر سے اٹھا یا جائے گا نیز یہ کہ میں بھی عنقریب اس سے جا ملوں گا۔

جس طرح حضرت مطرف بن ابوبکر ہذلی رحمۃ اللہ سے مروی فرماتے ہیں کہ عبدالقیس کے ہاں ایک عبادت گزار لوٹتی تھی۔ جب رات کا وقت ہوتا تو وہ کمر بستہ ہو کر محراب میں کھڑی ہو جاتی اور جب دن ہوتا تو وہ قبرستان کی طرف چلی جاتی مجھے معلوم ہوا کہ قبرستان میں زیادہ جانے پر اسے جھڑکا گیا تو اس نے کہا جب سخت دل جفا کرتا ہے تو اسے یہ پرانے کھنڈرات ملائم کرتے ہیں اور میں قبرستان میں آتی ہوں تو دیکھتی ہوں گو یادہ ان قبروں کی تہوں میں سے نکلے ہیں اور وہیں دیکھتی ہوں کہ ان کے چہرے گودا گود ہیں اور جسم ہرے ہوئے ہیں ان کی پلکوں کو دیکھتی ہوں جو مجھورے رنگ کی ہیں۔

تو ایسی نظر کا کیا کہنا اگر ایسی نظر بندوں کے دلوں میں جم جائے تو لفظوں پر اس کی تلخی کا کوئی اثر نہ ہو اور نہ اس کے لپیٹے کا جسموں پر کوئی اثر ہو بلکہ مناسب یہ ہے کہ سمیت کی صورت کو اس طرح سامنے رکھے جس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا جب آپ کے پاس ایک نفیہ امام اور اس نے دیکھا کہ کثرتِ عبادت کی وجہ سے آپ کی صورت میں تبدیلی آگئی ہیں تو آپ نے کہا: اے فلاں! اگر تم مجھے قبر میں دفن ہونے کے تین دن بعد دیکھو تو صورت یہ ہوگی کہ آنکھوں کے پوٹے باہر نکل کر رخساروں پر ہوں گے رہوٹ دانتوں سے سکر جائیں گے منہ سے پیپ نکل رہی ہوگی اور منہ کھلا ہوگا پیٹ پھول کر سینے کے اوپر آجائے گا اور پیٹھ پاخانے کے راستے سے نکلے گی اور ناک کے نتھنوں سے کیڑے اور پیپ نکل رہی ہوگی (اگر تم یہ صورت دیکھو) تو جو کچھ اب دیکھ رہے ہو اس سے زیادہ تعجب خیز منظر ہوگا۔



میت کی تعریف کرنا اور اچھی فضیلتیں بیان کرنا مستحب ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا مَاتَ مَآحِبُكُمْ فَذُوعُوهُ وَلَا تَقْعُوْا فِيْهِ رِجْلًا  
جب تمہارا کوئی ساتھی مر جائے تو اس کا ذکر چھوڑ دو اور اس کی برائیاں بیان نہ کرو۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
لَا تَسْبُوْا اِنَّ اَلْمَوَاتِ يَأْتِيَهُمْ قَدْ اَفْضَوْا لِي مَا قَدَّمْتُمْ لِي

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
لَا تَذْكُرُوْا اَمْوَالَكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّهُمْ يَأْتِيْنَ بِكُنُوْزٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ تَأْتِيْهِمْ اِنْ يَكُنُوْا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَحَسْبُهُمْ مَا هُمْ فِيْهِ رِجْلًا

اپنے فوت شدہ لوگوں کا ذکر اچھی طرح کرو اگر وہ اہل جنت میں سے ہے تو برائی بیان کرنے کا گناہ تم پر ہو گا اور اگر وہ جہنمیوں میں سے ہے تو وہی انہیں کافی ہے۔  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو صحابہ کرام نے اس کی برائی بیان کی آپ نے فرمایا۔ واجب ہو گئی۔ پھر ایک اور جنازہ گزرا تو انہوں نے اس کی تعریف کی آپ نے فرمایا واجب ہو گئی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں استفسار کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تم لوگوں نے اس میت کے لیے اچھے کلمات کہے تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی اور اس کی برائی بیان کی تو اس کے لیے جہنم واجب ہو گئی اور تم زمین، میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہ ہو۔ (۳) یا تو یہ خاص ان کے ساتھ خاص اور حضور علیہ السلام کو وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا یا ترغیب کے طور پر فرمایا کہ فوت شدہ لوگوں کے بارے میں اچھے کلمات کہنا اور اور برے کلمات سے بچو (۱۲ ہزار روئے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
ایک بندہ مر جاتا ہے اور لوگ اس کا وہ حال بیان کرتے ہیں جو اس میں نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے اپنے اس بندے کے حق میں دوسرے بندوں کی گواہی قبول کی اور جو

(۱) سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۱۵ کتاب اللادب

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۴ کتاب الرقن

(۳) کنز العمال جلد ۱۵ ص ۶۸۰ حدیث ۲۲۷۱۲

(۴) صحیح بخاری جلد اول ص ۳۶ کتاب الشہادات



کچھ اس کے بارے میں میرے علم میں ہے میں نے معاف کر دیا۔ (۱۱)  
ساتواں باب

## موت کی حقیقت اور صور بھونکتے تک میت پر کیا گزرتی ہے

فصل ۱

### موت کی حقیقت

جان لو کہ حقیقتِ موت کے بارے میں کچھ لوگ جھوٹے خیالات رکھتے ہیں، بعض کا خیال ہے کہ موت بالکل مٹ جانے کا نام ہے اس لیے نہ تو قیامت کے دن اٹھنا اور نہ جمع ہونا ہوگا اور نہ ہی نیک و بد کا کوئی انجام ہوگا اور انسان کی موت، حیوان کی موت اور سبزیوں کے خشک ہونے کی طرح، یہ بے دین (ملحدین) کی رائے ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کا عقیدہ ہے۔

اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ موت سے آدمی مٹ جاتا ہے اور جب تک قبر میں ہے اسے نہ تو عذاب کی تکلیف ہوتی ہے اور نہ ہی نواب کی وجہ سے راحت ملتی ہے۔ جب تک قیامت کے دن دوبارہ پیدا نہ ہو جائے۔ کچھ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ روح باقی رہتی ہے موت کی وجہ سے ختم نہیں ہوتی اور خواب و عذاب کا تعلق روح کے ساتھ ہی جسم کے ساتھ نہیں اور اجسام بالکل اٹھائے نہیں جائیں گے۔

یہ تمام خیال ناسد ہیں اور حق سے ہٹے ہوئے ہیں بلکہ جو بات اعتبار کے لائق ہے اور آیات اور حدیث سے ثابت ہے وہ یہ کہ موت فقط حالت کی تبدیلی کا نام ہے اور جسم سے جدا ہونے کے بعد بھی روح باقی رہتی ہے اب یا تو اسے عذاب ہوتا ہے یا راحت و آرام پاتی ہے۔ اور جسم سے اس کی جدائی کا مطلب یہ ہے کہ اب جسم پر اس کا تصرف نہیں ہوتا یعنی جسم اس کی فرمانبرداری نہیں کرتا کیونکہ اعضاء روح کے آلات ہیں جن کو روح استعمال کرتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ ہاتھ سے پکڑتی ہے، کان سے سنتی ہے، آنکھ سے دیکھتی ہے اور دل سے حقیقتِ اشیاء کو معلوم کرتی ہے۔ اور دل سے میاں روح مراد ہے اور روح کسی آلے کے بغیر خود بخود اشیاء کو جانتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات اسے ذاتی طور پر طرح طرح کے غموں اور دکھوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مختلف قسم کی خوشیوں سے لذت محسوس کرتی ہے اور ان تمام باتوں کا اعضاء سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور روح جن چیزوں سے محروم ہوتی ہے موت کے بعد بھی وہ روح کے ساتھ باقی رہتی ہیں اور جن چیزوں کا روح کے ساتھ تعلق اعضاء کے واسطے سے



ہوتا ہے وہ کام جسمانی موت سے معطل ہو جاتے ہیں جب تک روح کو جسم میں دوبارہ لوٹایا نہ جائے اور قبر میں روح کو جسم میں دوبارہ لوٹانا کوئی بعید بات نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت تک دوبارہ یہ تعلق پیدا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں جو فیصلہ کرتا ہے وہ اسے خوب جانتا ہے۔

موت کی وجہ سے جسم کا معطل ہونا اسی طرح ہے جیسے اپنا بیج آدمی کے اعضاء مزاج کے فساد کی وجہ سے معطل ہو جاتے ہیں یا اعصاب میں شدت واقع ہونے کی وجہ سے ان میں روح کا نفوذ نہیں ہوتا۔ اس صورت میں روح جاننے والی اور اک کرنے والی اور سمجھنے والی ہوتی ہے اور بعض اعضاء کو استعمال کرتی ہے لیکن بعض اعضاء اس کے نافرمان ہوتے ہیں اور موت تمام اعضاء کے نافرمان ہونے کا نام ہے۔ اور یہ تمام آلات ہیں جن کو روح استعمال کرتی ہے۔

اور روح سے مراد وہ قوت ہے جو انسان میں علوم، غموں کی تکلیف اور خوشبو کی لذت معلوم ہوتی ہے اور حیب اعضاء میں اس کا تصرف باعمل ہوتا ہے تو اس سے علوم و ادراکات باطل نہیں ہوتے اور نہ غم اور خوشی باطل ہوتی ہے اسی طرح تکلیفوں اور لذتوں کا احساس و قبولیت بھی باطل نہیں ہوتی حقیقت میں انسان وہی چیز ہے جو علوم، تکلیف اور لذتوں کا ادراک کرنے والی قوت ہے اور اس کے لیے موت نہیں ہے یعنی وہ معنی ختم نہیں ہوتا اور موت کا معنی اس کا بدن میں تصرف نہ کرنا اور بدن کا اس کے لیے بطور آلہ باقی نہ رہنا ہے جس طرح اپنا بیج ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ اب استعمال ہونے والا آلہ نہیں اور موت تمام اعضاء کا مطلقاً اپنا بیج ہونا ہے اور انسان کی حقیقت اس کا نفس اور روح ہے۔ جو باقی رہتی ہے۔

## روح انسانی میں تغیر

البتہ روح انسانی میں دو طرح تبدیلی آتی ہے۔

۱) اس سے اس کی آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء اس سے سلب ہو جاتے ہیں نیز اس سے اس کے گھرواے، اولاد، رشتہ دار اور تمام جان پیمان والے دور کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے گھوڑے، جانور، غلام، مکانات، زمینیں اور تمام املاک لے لی جاتی ہے اور اس سے فرق نہیں پڑتا کہ انسان سے یہ چیزیں لی جائیں یا انسان کو ان چیزوں سے دور کر دیا جائے۔ تکلیف دہ چیز تو جدائی ہے اور جدائی بعض اوقات اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ آدمی کا مال لے لیا جاتا ہے اور کبھی آدمی کو اس سے الگ تھلگ تیار کر دیا جاتا ہے دونوں صورتوں میں تکلیف یکساں ہوتی ہے۔

موت کا معنی انسان کو اس کے مال سے الگ تھلک اور دور کر کے دوسرے عالم میں پہنچا دینا ہے جو اس عالم جیسا نہیں ہے اب اگر دنیا میں اس کے پاس کچھ تھا اور وہ اس سے مانوس تھا اور اس کے ذریعے راحت حاصل کرتا



کرتا ہے اور اس کو شمار کرتا تھا۔ نوموت کے بعد اس کا بہت زیادہ افسوس ہوتا ہے اور اس کی جدائی سے اسے بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے، بلکہ اس کا دل ایک ایک چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے، وہ مال ہو، عزت ہو، یا زمین ہو، حتیٰ کہ وہ تمیضیں جو پہنتا ہے اور اور اس پر خوش ہوتا تھا اور اگر اسے صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خوشی ہوتی تھی اور اسی سے مانوس ہوتا تھا تو موت کے ذریعے اسے بہت بڑی نعمت حاصل ہوتی ہے اور اس کی خوش بختی مکمل ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے اور اس کے محبوب کے درمیان جو رکاوٹ تھی وہ ختم ہو گئی اور تمام موانع دور ہو گئے۔ کیونکہ دنیا کا تمام مال و اسباب ذکر خداوندی میں رکاوٹ تھا۔ تو حالت موت اور حالت زندگی کے درمیان اختلاف کی ایک وجہ تو یہ تھی۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو کچھ زندگی میں اس پر واضح نہیں تھا اب وہ اس پر منکشف ہوتا ہے جس طرح نیند کی حالت میں ایک چیز ظاہر نہیں ہوتی لیکن جب آدمی بیدار ہوتا ہے تو وہ اس کے سامنے آ جاتی ہے اور تمام لوگ سوتے ہیں جب وہ مرتے ہیں تو جاگ جاتے ہیں اور سب سے پہلے ان کے سامنے ان کی نیکیاں اور برائیاں ظاہر ہوتی ہیں جن سے نفع یا نقصان ہوتا ہے اور یہ ایسی کتاب میں لکھا ہوا تھا جو اس کے دل کے اندر لپٹی ہوئی تھی، لیکن دنیوی مشغولیت کی وجہ سے وہ اس پر مطلع نہیں ہو سکتا تھا جب دنیوی مشاغل اور موانع دور ہو گئے، تو تمام اعمال اس کے سامنے منکشف ہو گئے اب وہ گناہ کو دیکھتا ہے تو اس پر بہت زیادہ افسوس ہوتا ہے، حتیٰ کہ اس کے لیے آگ میں غوطہ زن ہونے کو بھی تیار ہو جاتا ہے اس وقت اس سے کہا جائے گا۔

كَيْفَ يَنْقُصُكَ الْيَوْمَ عَيْدُكَ  
 آج تمہارا نفس ہی تمہارے حساب کے لیے  
 حَسِيْبًا ۛ

کافی ہے۔

یہ انکشاف جان نکلنے ہی دفن ہونے سے پہلے پہلے ہو جاتا ہے اس وقت جدائی کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے جس فانی دنیا پر وہ مطمئن تھا، اس کی جدائی مراد ہے زادراہ کی مقدار مراد نہیں کیونکہ جو شخص منزل تک رسائی کے لیے زادراہ طلب کرتا ہے، وہ مقصد تک پہنچنے کے بعد باقی زادراہ کی جدائی پر خوش ہوتا ہے کیونکہ اس کا مقصد محض منزل تھی زادراہ ذاتی طور پر مقصد نہ تھا اور یہ اس شخص کا حال ہے جو دنیا سے ضرورت کے مطابق لیتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ یہ ضرورت بھی ختم ہو جائے تاکہ وہ اس سے بے نیاز ہو جائے پس جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ حاصل ہو گیا اور اسے بے نیازی حاصل ہو گئی اس قسم کا عذاب اور تکالیف بہت بڑی ہیں جو دفن ہونے سے پہلے ہی اس پر ہجوم کر جاتی ہے پھر تدفین کے وقت روح کو جسم کی طرف لوٹا یا جاتا ہے تاکہ دوسری قسم کا عذاب دیا جائے، اور کبھی معاف کر دیا جاتا ہے، اور جو شخص دنیا سے لطف اندوز ہوتا اور اس پر مطمئن ہوتا ہے اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ کی عدم موجودگی میں اس کے محل اور حکومت وغیرہ میں خوب مزے اڑاتا ہے اور اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ بادشاہ اس کے معاملہ میں آسانی اور چشم پوشی سے کام لے گا یا یہ کہ بادشاہ کو اس کی بری حرکتوں کا پتہ نہیں چلا اب بادشاہ اسے اچانک پکڑتا ہے اور اس کے سامنے



ایک نافرمانی ہے جس میں اس کی تمام خطائیں اور برے افعال ایک ایک کر کے درج ہوتے ہیں اور بادشاہ، غالب نازیروست اور بغیرت ناک ہوتا ہے۔

اس کے ملک میں جو جرائم ہوتے ہیں ان کی سزا دیتا ہے اور نافرمان لوگوں کے بارے میں کسی کی سفارش کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو دیکھو یہ شخص جو بیکڑا گیا اس کا کیا حال ہوگا۔ بادشاہ کے سزا دینے سے پہلے بھی اس پر خوف، شرمندگی، حیا اور افسوس اور ندامت طاری ہوگی۔

تو اس نینت کا بھی یہی حال ہوگا جو گناہ گار دنیا سے دھوکہ کھانے والا اور اس پر مطمئن ہوتا ہے، عذاب تبرہیں مبتلا ہونے بلکہ موت کے وقت ہی اس کی یہ حالت ہوتی ہے۔ ہم اس عذاب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کیونکہ ذلت و رسوائی اور پردہ دہی جسم کو پہنچنے والی ضرب اور جسم کے کٹ جانے اور اس کے علاوہ دوسرے عذاب کے مقابلے زیادہ بڑا عذاب ہے۔

تو یہ موت کے وقت میت کے حال کی طرف اشارہ ہے ارباب بھیرت اپنے باطنی مشاہدہ کے ساتھ دیکھتے ہیں جو آنکھ کے مشاہدے سے زیادہ قوی ہے، اور اس پر قرآن و سنت سے دلائل دلالت کرتے ہیں، ہاں حقیقت موت کی گہرائی سے پردہ اٹھانا ممکن نہیں کیونکہ جو شخص زندگی کی معرفت نہیں اللہ سے موت کی پہچان بھی نہیں ہوتی اور زندگی کی پہچان اس وقت ہوتی ہے جب روح کی ذات اور اس کی ماہیت کا اور اک ہو جائے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں گھنگو کی اجازت نہیں دی اور ہم صرف اس حد تک کہہ سکتے ہیں۔

روح میرے رب کے حکم سے ہے۔

الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي يَلْعَبُ

پس کسی عالم دین کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ روح کے راز سے پردہ اٹھائے اور اس پر مطلع ہو یا موت کے بعد روح کی کیا حالت ہوگی اس بات کا ذکر کرنے کی اجازت ہے۔ اور اس بات پر بہت سی آیات اور احادیث دلالت کرتی ہیں کہ موت اور اس کے علم کے ختم ہونے کا نام نہیں ہے۔

آیات:-

شہداء کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

أَمْواتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرَوِّدُونَ

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو جائیں انہیں مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں زرق پاتے ہیں۔

جب مغرورہ بدر کے موقع پر کفار کے بڑے بڑے سردار قتل ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکارا آپ نے فرمایا

۱۔ مجمع بخاری جلد ۲ ص ۸۶ کتاب التفسیر

۲۔ قرآن مجید، سورۃ آل عمران آیت ۶۹



اے فلاں اے فلاں اے فلاں! مجھ سے میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے اسے سچا پایا۔ کیا تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ عرض کیا یا رسول اللہ آپ ان مردوں کو پکارتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُمْ لَا تَسْمَعُ  
اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے  
یہ لوگ اس گفتگو کو تم سے زیادہ سنتے ہیں لیکن جواب  
نہیں دے سکتے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ بد بخت لوگوں کی روح بھی باقی رہتی ہے، نیز ان کا ادراک (جان پہچان) اور معرفت بھی باقی ہوتی ہے، اور آیت کریمہ میں شہد کی ارواح کے بارے میں واضح نص موجود ہے اور میت کی دعویٰ حالتیں ہوتی ہے نیک بختی یا بد بختی۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
الْقَبْرِ مَا حُصِرَتْهُ النَّارُ أَوْ رَدِمَتْهُ  
مِنْ رِيَا مِنْ الْجَنَّةِ يَلَهُ  
تبر یا تو جہنم کا گڑھا ہے یا جنت کے باغات میں سے  
ایک باغ ہے۔

یہ حدیث فریضہ اس بات کو واضح کرتی ہے کہ موت کا معنی فقط حالت کی تبدیلی ہے اور میت کی نیک بختی یا بد بختی موت کے فوراً بعد کسی تاخیر کے بغیر ظاہر ہو جاتی ہے البتہ عذاب یا ثواب کی بعض انواع موثر ہوتی ہیں اصل ثواب یا عذاب اسی وقت شروع ہو جاتا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا۔  
الْمَوْتُ الْقِيَامَةُ مَنْ مَاتَ فَقَدْ  
قَامَتْ قِيَامَتُهُ۔  
موت، قیامت ہے پس جو فوت ہوا اس کی  
قیامت قائم ہو گئی۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔  
إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ عُرِضَ عَلَيْهِ  
مَقْعَدُهُ عِدْوِيٌّ وَعَشِيَّةٌ إِنْ كَانَ مِنْ  
أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ  
فَمِنْ النَّارِ يُقَالُ لَهَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى تَبْعَثَ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔  
جب تم میں سے کوئی ایک فوت ہو جاتا ہے تو صبح و شام  
اس پر اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اگر وہ اہل جنت سے ہو  
تو جنت سے اور اہل جہنم سے تو جہنم سے اور کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا  
ٹھکانہ ہے حتیٰ کہ تو قیامت کے دن اٹھایا جائے۔

۱۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۱۸ روایات ابن عمر

۲۔ الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۲۳۸ کتاب التوبہ والنہی

۳۔ الفوائد المجموعۃ ص ۲۶۷ کتاب الادب

۴۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۴۴۳ کتاب الرقاق



حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک تھے تو انہوں نے فرمایا اس شخص کی قیامت قائم ہوگی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نفس کا دنیا سے نکلنا حرام ہے جب تک وہ جان نہ لے کہ وہ جنتیوں میں سے ہے یا جہنمیوں میں سے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 مَنْ مَاتَ عَدِيْبًا مَاتَ شَهِيدًا وَرَقِيٌّ  
 نَسًا نَاتِ الْغُبُوْرُ وَعُدِيٌّ وَرَقِيٌّ عَكِيْبُهُ  
 بِرِزْقِهِ مِنَ الْجَنَّةِ لَه  
 جو شخص حالت سفر میں انتقال کر جائے وہ شہید ہو کر  
 مرتابے اور قبر کے فتنوں سے محفوظ رہتا ہے نیز اسے  
 صبح و شام جنت سے رزق دیا جاتا ہے۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے کسی شخص پر اس قدر رشک نہیں آتا جس قدر قبر میں جانے والے اس مومن پر رشک آتا ہے جو دنیا کی شقت سے آرام پا گیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہوا۔

حضرت یعلیٰ بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا تو میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ جس سے محبت کرتے ہیں اس کے لیے کیا چیز پسند کرتے ہیں، فرمایا "موت" میں نے عرض کیا اگر وہ نہ مرے تو؟ فرمایا میں اس کے لیے مال و اولاد کی قلت پسند کرتا ہوں، موت کو اس لیے پسند کرتا ہوں کیونکہ اسے مومن ہی پسند کرتا ہے، اور موت، مومن کا قید خانہ سے چھوٹنا ہے اور مال و اولاد کی قلت اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ یہ آزمائش ہے اور دنیا میں اس کا باعث ہے اور جس سے جدائی لازمی ہو اس سے محبت انتہائی درجہ کی بدبختی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے ذکر اور اس سے انس کے علاوہ جو کچھ ہے موت کے وقت لامحالہ ہے اس سے جدائی اختیار کرنا ہوگی، اس لیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب مومن کا سانس یا روح نکلتی ہے اس وقت وہ اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو قید خانے میں رات گزارے پھر اسے وہاں سے نکالا جائے اور وہ زمین میں اچھلے کودے اور پھرے اور یہ جو کچھ انہوں نے بیان کیا اس شخص کا حال ہے جو دنیا سے پہلو تہی کرتا اور اس سے کنارہ کش ہوتا ہے۔ اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مانوس ہوتا ہے، اور دنیاوی مشاغل اسے محبوب سے روک لیتے ہیں۔ نیز خواہشات کی سنگھیوں کو برداشت کرتا اور اس کے لیے اذیت ناک ہوتا ہے۔ لہذا موت کے ذریعے وہ تمام ایذا رسال امور سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے اور اپنے محبوب کے ساتھ تنہائی میں چلا جاتا ہے جہاں کوئی شغل اور رکاوٹ نہیں ہوتی اور یہ بات نعمتوں اور لذتوں کی انتہا ہونے کے زیادہ لائق ہے، اور یہ ان شہداء کے لیے نہایت کامل لذت ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے کیونکہ انہوں نے جہاد کی طرف قدم اس لیے بڑھایا کہ وہ دنیاوی تعلقات سے اپنی توجہ کو مٹانے والے اللہ تعالیٰ



کی ملاقات کا شوق رکھنے والے اور اس کی رضا کی طلب میں قتل پر راضی رہنے والے ہیں۔  
پس اگر دنیا کی طرف نظر کی جائے تو اس نے اسے بخوشی آخرت کے بدلے بیچ دیا اور بیچنے والے کا دل اس چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا جس کا اس نے سودا کیا ہے اور اگر آخرت کو دیکھا جائے تو اس نے اسے خریدا اور اس کا مشتاق ہوا تو جس چیز کو اس نے خریدا اور اس کو دیکھ کر وہ کس قدر خوش ہوگا اور جس چیز کو بیچا ہے جب وہ اس سے جدا ہو جائے تو اس کی طرف توجہ کم ہوتی ہے۔ اور دل کا محبت خداوندی کے لیے خالی ہونا کبھی کبھی ہوتا ہے، لیکن چونکہ ایسی حالت پر موت نہیں آتی ہے اس لیے وہ بدل جاتا ہے۔ اور لڑائی موت کا سبب ہے بس وہ اسی حالت میں موت آنے کا سبب ہے۔

تو یہ ایک عظیم لذت ہے کیونکہ لذت کا معنی یہی ہے کہ انسان جو کچھ چاہتا ہے اس کو پائے ارشاد خداوندی ہے  
وَلَهُمْ مَا كِشْتُمْ وَلَهُ  
توجہ لذتوں کے سلسلے میں یہ سب سے زیادہ جامع عبادت ہے۔ اور سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ انسان کو اس کی مراد سے روک دیا جائے جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا  
يَشْتَهُونَ ۗ  
اور جو کچھ وہ چاہتے تھے اس کے اور ان کے لوگوں کے درمیان رکاوٹ پیدا ہو گئی۔

اور جہنم کی سزاؤں کے سلسلے میں یہ سب سے زیادہ جامع عبادت ہے اور یہ وہ لذت ہے جسے شہید روح کے پرواز کرتے ہی فوراً پاتا ہے، اور یہ بات ادباً بخل پر لور یقین کے ساتھ منکشف ہوتی ہے۔ اگر اس پر نقلی دلائل چاہتے ہو تو شہداء کے بارے میں وارد تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور ہر حدیث میں ان کی لذتوں کو الگ عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد احد کے دن شہید ہو گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے جابرا کیا میں تمہیں خوشخبری نہ دوں؟ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں بانگل فرمائیے! اللہ تعالیٰ آپ کو اچھی طرح بشارت دے آپ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے باپ کو زندہ کیا اور اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا اے میرے بندے ابو کچھ چاہتے ہو مجھ سے خواہش کرو میں تمہیں دوں گا انہوں نے عرض کیا اے میرے رب! میں نے کما حقہ تیری عبادت نہیں کی میں تجھ سے چاہتا ہوں کہ تو مجھے دنیا کی طرف بھیج دے پس میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لڑوں اور ایک بار پھر تیری راہ میں شہید ہو جاؤں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے پہلے سے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ تم دنیا میں



دوبارہ نہیں جاؤ گے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت میں ایک شخص رو رہا ہوگا، اس سے پوچھا جائے گا کہ تو کیوں روتا ہے، مالا کہ توجنت میں ہے؟ وہ کہے گا کہ میں اس لیے روتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں صرف ایک بار قتل ہوا میں چاہتا تھا کہ دوبارہ لوٹا جاؤں اور کئی بار قتل کیا جاؤں۔

جان لو کہ مومن کے وصال کے بعد اس کے لیے جلال الہی سے اس قدر وسعت منکشف ہوتی ہے کہ اس کے مقابلے میں دنیا قید خانہ اور تنگ کوٹھری دکھائی دیتی ہے اور اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوتی ہے جو اندھیرے کمرے میں قید ہو اور اس کمرے کا دروازہ ایک ایسے باغ کی طرف کھلتا ہو جس کے کنارے وسیع ہوں اور حدنگاہ تک ہوں اور اس میں طرح طرح کے درخت، پھول، پھلی، اور پرندے ہوں پس وہ اس تاریک قیدی میں واپس آنا نہ چاہتا ہو۔ اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال بیان فرمائی ایک شخص مر گیا تھا تو آپ نے فرمایا۔

امَنْبِمَ نَعْدَا مَنْ مَحَلًّا عَنِ الدُّنْيَا تَوَكَّهُمَا  
رَكَعِلَهَا فَاِنْ كَانَ تَدْرُصَتِي حَلَا يَسْرُوعُ  
اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا كَمَا لَا يَسْرُوعُ اَحَدُكُمْ  
اَنْ يَرْجِعَ اِلَى بَطْنِ اُمَّةٍ۔

یہ شخص دنیا سے کوچ کر گیا اور دنیا کو اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑ گیا اگر وہ (اس موت پر) راضی ہے تو اسے دنیا کی طرف لوٹنا چھانچھانچھ نہیں لگے گا، جس طرح تم میں سے کوئی ایک ماں کے پیٹ میں واپس جانا نہیں چاہتا۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے ذریعے بتایا کہ دنیا کے مقابلے میں آخرت کی وسعت اسی طرح ہے جس طرح شکم مادر کے اندھیرے کے مقابلے میں دنیا کی وسعت ہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
اِنَّ مَثَلَ الْمُؤْمِنِ فِي الدُّنْيَا كَمَثَلِ الْجَبِينِ  
فِي بَطْنِ اُمَةٍ اِذَا خَرَجَ مِنْ بِلَدِهَا بَكَى عَنَى  
فَخَرَجَ حَتَّى اِذَا نَادَى الْمُؤْمِنُ دُوْنَ مَنَعِ لَمْ  
يُحِبَّ اَنْ يَرْجِعَ اِلَى مَكَانِهِ۔

دنیا میں مومن کی مثال ماں کے پیٹ میں موجود بچے کی طرح ہے جب وہ اس کے پیٹ سے نکلتا ہے تو اپنے نکلنے پر روتا ہے یہاں تک کہ جب روشنی دیکھتا ہے اور اس کی پیدائش ہو جاتی ہے تو اپنے مکان کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرتا اسی طرح مومن موت سے گھبراتا ہے لیکن جب اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہے۔ تو دنیا کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرتا جس طرح پیٹ سے باہر آنے والا بچہ اپنی ماں کے پیٹ کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرتا۔

۱۔ مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۷۴ کتاب المناقب۔

۲۔



رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ فلاں شخص مر گیا ہے آپ نے فرمایا۔

مُسْتَرِيحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ۔ لے  
یہ شخص راحت پانے والا ہے یا اس سے دوسروں کو آرام پایا۔  
تو لفظ مستریح (آرام پانے والا) سے مومن اور مستراح منہ (جس سے آرام مل گیا) سے کافر مراد ہے کیونکہ اس سے  
دنیا کو آرام و سکون مل جاتا ہے۔

حضرت ابوہریر رضی اللہ عنہ پانی پلانے والے (یا پانی والے) فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے  
گزرے اور ہم (اس وقت) بچے تھے، آپ نے ایک قبر کو دیکھا کہ وہاں کھوپڑی کھلی ہوئی تھی آپ نے ایک شخص کو  
حکم دیا تو اس نے اسے چھپایا پھر فرمایا۔ ان جسموں کو یہ مٹی کچھ لقمقان نہیں پہنچاتی اور قیامت کے دن تک ان روحوں کو  
عذاب یا ثواب ہوتا ہے۔

حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر مرنے والے کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر  
میں کیا ہو رہا ہے اور جیب اسے غسل دیتے اور کفن پہناتے ہیں تو ان کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ مومن کی روحیں آزاد ہوتی ہیں جہاں چاہیں جاتی ہیں۔  
حضرت لقمان بن بشر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے قبر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا۔

إِلَّا رَبَّهُ كَسَبَتْكَ مِنَ النَّبِيَّ إِلَّا مِثْلُ  
الذُّبَابِ۔ يُجَوِّدُ فِي جَوْهَانَا اللَّهُ  
فِي رِخْوَانِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْقُبُورِ كَانَتْ  
أَعْمَاكُمْ تَعْوَضُ عَنكُمْ حَرًّا۔  
سنہ دنیا سے مرنے مکھی کے برابر باقی رہ گیا ہے وہ  
اپنی نفی میں اڑتی ہے اپنے قبروں والے بھائیوں کے  
بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر و بے شک تمہارے اعمال ان  
کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

لَا تَقْفَحُوا مَوْتَكُمْ بِسَيِّئَاتٍ أَعْمَاكُمْ كَانَتْهَا  
تَعْوَضُ عَلَيَّ أَوْلِيَاءُكُمْ مِنْ أَهْلِ الْقُبُورِ۔  
اپنے بُرے اعمال کے ذریعے اپنے فوت شدہ لوگوں کو کاہت نہ دو  
کیونکہ تمہارے اعمال اہل قبور میں سے تمہارے دوستوں پر پیش کیے جاتے ہیں۔

اسی لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی۔

يَا اللّٰهُ اِنِّي السَّاعِلُ كَرْنِي سَيِّئَاتِي مَا جَاهِتُهَا هُوَ جِسْمِي مَا جَاهِتُهَا هُوَ جِسْمِي  
يا اللہ! میں ایسا عمل کرنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سامنے  
مجھے شرمندگی اٹھانا پڑے۔ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ ان کے ماموں تھے جو فوت ہو چکے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جب مومن انتقال کرتے ہیں تو ان کی ارواح کہاں جاتی  
ہیں؟ آپ نے فرمایا سفید پرندوں کے پوٹوں میں عرش کے سائے میں ہوتی ہیں جب کہ کافروں کی روحیں ساتویں

۱۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۲ کتاب الرقاق۔ ۲۔ السنن المستدرک للہیثم جلد ۲ ص ۲۰۷ کتاب الرقاق۔

۳۔ کنز العمال جلد ۱۵ ص ۶۸۵ حدیث ۵۲۷۳۹



زمین میں جاتی ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

إِنَّ أُمَّيَّتَ يَعْرِفُ مَنْ يَعْسِدُهُ  
وَمَنْ يَجْسِدُهُ وَ مَنْ يُدَابِّهِ فِي  
قَبْرِهَا لَمْ  
میت کو اس بات کی پہچان ہوتی ہے کہ اسے کون  
غسل دے رہا ہے، اور کون اسے اٹھا تا ہے نیز اسے  
قبر میں کون کون اتارتا ہے۔

حضرت صالح مری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ موت کے وقت روجوں کے درمیان ملاقات ہوتی  
ہے تو فوت شدہ لوگوں کی روجوں سے جو ان کی طرف جا رہی ہیں کہتی ہیں، تمہارا ٹھکانہ کیسا تھا اور تم پاک جسم میں  
رہی ہو یا ناپاک جسم میں؟ ...

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہل قبور قبروں کے منتظر رہتے ہیں جب ان کے پاس کوئی میت آتی ہے تو  
وہ کہتے ہیں فلاں شخص نے کیا کیا وہ کہتا ہے کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا یا وہ تمہارے پاس نہیں بھیجا گیا؟ وہ کہتے ہیں  
”انا للہ وانا الیہ راجعون“ اسے کسی اور راستے پر لے جایا گیا، ہمارے ہاں نہیں آیا....

حضرت جعفر بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس کا (فوت شدہ) لڑکا اس طرح  
استقبال کرتا ہے جس طرح کسی آنے والے مسافر کا استقبال کیا جاتا ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آدمی کو قبر میں اس کے بیٹے کے نیک ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے،  
حضرت ابوالایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں  
آپ نے فرمایا۔

جب مومن کی روح پرواز کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت والے اس سے اس طرح ملاقات کرتے  
ہیں جس طرح دنیا سے خوشخبری دینے والے سے ملاقات کی جاتی ہے، وہ کہتے ہیں اپنے بھائی کو مہلت روحی کہ  
یہ آرام پائے کیونکہ یہ سخت تکلیف میں مبتلا تھا پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں فلاں نے کیا کیا؟ فلاں عورت نے کیا کیا؟ کیا  
فلاں عورت کی شادی ہو گئی ہے؟ جب وہ اس سے اس شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں جو اس سے پہلے مر چکا  
ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ وہ شخص مجھ سے پہلے مر گیا تھا تو وہ ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں وہ اپنے  
ٹھکانے دوزخ میں لے جایا گیا۔

۱۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۳ مرویات ابو سعید خدری -

۲۔ المعجم الکبیر للبطیری جلد ۴ ص ۱۲۹ حدیث ۳۸۸۷



## قبر کا میت سے کلام کرنا

مرد سے یا تو زبان سے کلام کرتے ہیں یا حال سے جو مردوں کو سمجھانے کے لیے زبان کے مقابلے میں زیادہ فصیح ہے جو مردوں کو سمجھانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے، اے بد بخت انسان! تجھے میرے بارے میں کس نے دھوکے میں ڈالا کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ میں آزمائش کا گھر ہوں، اندھیری کو ٹھٹھری، تنھائی اور کپڑوں مکوڑوں کا گھر ہوں جب تو میرے اوپر اکر کر جلتا تھا کبھی تدم آگے کی طرف جاتے کبھی پیچھے کی طرف، تو تجھے کس چیز نے دھوکہ دیا۔ اگر وہ نیک ہو تو اس کی طرف سے کوئی جواب دینے والا جواب دیتا ہے، اور کہتا ہے (اے قبر) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ یہ شخص نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا تھا تو قبر کہتی ہے، اگر یہ بات ہے تو میں اس پر سر بسز ہو جاتی ہوں اس کا جسم نور میں بدل جائے گا اور اس کی روح اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جائے گی۔ لے

حضرت عبید بن عمیر البقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب بھی کوئی شخص مرتا ہے تو اس کی قبر جس میں وہ دفن کیا جائے گا کہتی ہے "میں اندھیری کو ٹھٹھری ہوں اور تنہائی کا گھر ہوں اگر تو اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبرار تھا تو آج میں تجھ پر رحمت بنوں گی اور اگر تو اس کا نافرمان تھا تو آج میں تجھ پر عذاب بنوں گی۔ میں وہ ہوں کہ جو اطاعت گزار ہو کر مجھ میں داخل ہو وہ خوش خوش نکلے گا اور جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہو کر مجھ میں داخل ہو وہ تباہ و برباد ہو کر نکلے گا۔

حضرت محمد بن صبیح رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص قبر میں رکھا جاتا ہے اور اسے عذاب دیا جاتا ہے یا اسے بعض ناپسندیدہ باتیں پہنچتی ہیں تو اس کے مردہ پڑوسی کہتے ہیں اپنے بھائیوں اور پڑوسیوں سے پیچھے رہنے والے کیا تو نے ہم سے عبرت حاصل نہ کی کیا تو نے اپنے آپ سے پہلے آنے والوں کا حال نہ سوچا کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہمارے اعمال کا سلسلہ ختم ہو گیا اور تیرے پاس مہلت تھی، کیا تو نے ان باتوں کا تدارک نہ کیا جو پہلے والوں سے رہ گئی تھیں۔ تجھے زمین کا ٹکڑا آواز دیتا تھا کہ اے دنیا کے ظاہر سے دھوکہ کھانے والے کیا تو نے گھر کے ان افراد سے عبرت حاصل نہیں کرتا جو زمین کے پیٹ میں چھپ گئے، اور تجھ سے پہلے وہ بھی دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہوئے پھر ان کی موت ان کو قبروں کی طرف لے گئی اور تو نے دیکھا کہ ان کے محبوب لوگ ان کو اپنے کانڈھوں پر اٹھائے اس منزل کی طرف لے جا رہے ہیں جو ان کے لیے ضروری تھی۔



حضرت یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اعمال اُسے گھیر لیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کو قوت گویائی عطا فرماتا ہے، تو وہ کہتے ہیں اے قبر میں تمہاری گزارنے والے اتم سے دوست احباب الگ ہو گئے گھر والے بھی تمہیں چھوڑ گئے پس ہمارے پاس تمہارے سوا کوئی انیس نہیں ہے

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نیک بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اچھے اعمال جیسے نماز، روزہ، حج، نما اور صدقہ وغیرہ اسے گھیر لیتے ہیں اب عذاب کے فرشتے اس کے پاؤں کی طرف سے آتے ہیں نماز کہتی ہے اے چھوڑ دو تم اس کی طرف راہ نہیں پاسکتے یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ان پاؤں پر کھڑا ہوتا تھا پھر وہ اس کے سر کی طرف سے آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے تم اس تک نہیں جاسکتے اس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے بہت زیادہ پیاس بھراشت کی لہذا تم اس تک نہیں پہنچ سکتے اب وہ اس کے جسم کی طرف سے آتے ہیں تو حج اور حجاب کہتے ہیں اس سے دور ہو جاؤ اس نے اپنے نفس کو مشقت میں ڈالا اور بدن کو تھکایا اور اللہ تعالیٰ کے لیے حجاب کیا لہذا تم اس تک نہیں پہنچ سکتے فرماتے ہیں پھر وہ اس کے سامنے کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ کہتا ہے میرے دوست سے رک جاؤ اس نے اپنے ان دونوں ہاتھوں سے بہت زیادہ صدقہ دیا ہے، حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں چلا گیا اور اس نے اسی کی رضا حاصل کرنے کی خاطر دیا تھا پس تم اس تک نہیں پہنچ سکتے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اب اس سے کہا جاتا ہے تمہیں مبارک ہو تم نے اچھی زندگی گزاری اور اچھی موت پائی، فرماتے ہیں اور اس کے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور اس کے لیے جنت کا پھونکا پھاتے ہیں اور جنتی کبیل ہوتا ہے، اور اس کی قبر کو حدنگاہ تک کشادہ کیا جاتا ہے، اور جنت سے ایک تندیل لائی جاتی ہے اور وہ قبر سے اٹھنے تک اس کی روشنی میں رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ ایک جنازے کے ساتھ تھے تو انہوں نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میت (قبر میں) بٹھایا جاتا ہے اور وہ ساتھ آنے والوں کی آواز سنتا ہے اور اس سے قبر کے علاوہ کوئی چیز کلام نہیں کرتی قبر کہتی ہے اے خانہ خراب انسان! کیا تجھے مجھ سے ڈرایا نہیں گیا تھا میری تنگی، بدبو، خون، ناک نظر اور کپڑوں سے ڈرایا جاتا ہے تو تو نے میرے لیے کیا تیاری کی ہے۔ لے۔

فصل ۳

## عذاب قبر اور نیکرین کے سوالات

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ انصاری میں سے ایک شخص کے

لے کتاب الزہد والبرقانی ص ۱۱۱ حدیث ۱۶۲



کے جنازے کے ساتھ نکلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرانور کو جھکا کر اس کی قبر کے پاس بیٹھ گئے پھر تین بار ارشاد فرمایا اے نبی! میں منداب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اس کے بعد فرمایا جب ایماندار آدمی آخرت کے قریب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجتا ہے گویا ان کے چہرے سورج ہیں ان کے پاس اس کی خوشبو اور کفن ہوتا ہے وہ اس کے سامنے حدنگاہ تک بیٹھتی ہیں جب اس کی روح نکلتی ہے تو وہ تمام فرشتے جو آسمان وزمین کے درمیان ہیں اور تمام آسمانی فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعا مانگتے ہیں اور آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پس اس کا ہر دروازہ اس کی روح کو اپنے اندر لے جانا چاہتا ہے جب اس کی روح اوپر لے جائی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے یا اللہ! یہ تیرا نانا بندہ ہے کہا جاتا ہے اس کو واپس لے جاؤ اور اس کو دکھاؤ جو آسمان کراست میں نے اس کے لیے تیار کیا ہے کیونکہ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

اسی زمین میں ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں  
 مِثْمَا خَلَقْنَاكُمْ وَ فِيهَا  
 نُؤْتِيكُمْ كُوفِيهِمَا

میت لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جب وہ واپس پھرتے ہیں حتیٰ کہ کہا جاتا ہے اے فلاں اتیرا رب کون ہے، اور تیرا رب کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اور میرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ نے فرمایا وہ (دونوں فرشتے) اسے بہت زیادہ بھڑکتے ہیں اور یہ سب آخری آزمائش ہے جس میں میت کو مبتلا کیا جاتا ہے، پس جب وہ یہ بات کہتا ہے تو ایک منادی آواز دیتا ہے، تو نے سچ کہا اور اس ارشاد خداوندی کا یہی مطلب ہے۔

بَيِّنَاتُ اللَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا يَا نَعْوَالِ  
 التَّابِتِ يَلَهُ  
 اللہ تعالیٰ سچے ایمان والوں کو سچے قول کے ساتھ  
 ثابت قدم رکھتا ہے۔

پھر اس کے پاس ایک آنے والا آتا ہے، جو نہایت خوبصورت ہوتا ہے، اس سے عمدہ خوشبو نکلتی ہے اور اس کے کپڑے بھی عمدہ ہوتے ہیں وہ کہتا ہے مجھے تیرے رب کی رحمت اور جنتوں کی خوشخبری ہو جن میں دائمی نعمتیں ہیں وہ کہتا ہے، اللہ تعالیٰ مجھے بھی مہلای کی بشارت دے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا عمل صالح ہوں، اللہ کی قسم! میں جانتا تھا کہ تو نبی کی طرف جلدی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں تاخیر کرنے والا تھا، اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے پھر ایک منادی ندا دیتا ہے کہ اس کے لیے جنت کا پھونا، پچھاؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف

۱۔ قرآن مجید، سورہ طہ آیت ۵۵

۲۔ " " سورہ ابراہیم آیت ۲۷



دروازہ کھول پس اس کے لیے جنتی بچھونا بچھایا جاتا ہے۔ اور جنت کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے۔ پس وہ کہتا ہے یا اللہ! جلاز جلد قیامت قائم فرماتا کہ میں اپنے اہل دمال کی طرف لوٹ جاؤں۔

اور کافر کی حالت یہ ہے کہ جب وہ آخرت کے کچھ قریب ہوتا ہے اور دنیا سے اس کا رشتہ منقطع ہونے لگتا ہے۔ تو اس کی طرف فرشتے نازل ہوتے ہیں، جو نہایت سخت ہوتے ہیں ان کے پاس آگ کا لباس اور گندھک کی قمیض ہوتی ہے وہ اسے گھیر لیتی ہے، جب اس کی روح نکلتی ہے تو آسمان وزمین کے درمیان والے فرشتے اور تمام آسمانی فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور (اس پر) آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں ہر دروازہ اس کے گزرنے کو ناپسند کرتا ہے جب اس کی روح کو اوپر لے جایا جاتا ہے۔ تو اسے پھینک دیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے الہی ایہ تیرا فلاں بندہ ہے۔ اسے آسمان قبول کرتا ہے نہ زمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کو واپس لے جاؤ اور میں نے اس کے لیے جو بھی شہرتیا کر لیا ہے وہ اسے دکھا دو کیونکہ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

وَمِنْهَا خَلَقْنَا كُفْرًا وَفِيهَا نَعَيْدُ كُفْرًا لَّ  
اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم  
تمہیں لوٹا دیں گے۔

اور وہ لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جب وہ پیٹھ پھیر کر واپس جاتے ہیں حتیٰ کہ اس سے پوچھا جاتا ہے، اے فلاں! تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا پس کہا جاتا ہے تو نہ جانے پھر اس کے پاس ایک آنے والا آتا ہے جو نہایت بد صورت، بد لبو دار اور بد لباس ہوتا ہے وہ کہتا ہے تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناراضگی اور دردناک دائمی عذاب کی خبر ہو وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ تجھے بری خبر سنائے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا برا عمل ہوں اللہ کی قسم تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں جلدی کرتا اور اس کی فرمانبرداری میں تاخیر کرتا تھا اللہ تعالیٰ تجھے بدلہ دے وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ تجھے بھی بدلہ دے پھر اس پر ایک بہرہ۔ اندھا اور گونگا مقرر کیا جاتا ہے اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے اگر جن وانسان اسے مل کر اٹھانا چاہیں تو نہیں اٹھا سکتے اگر اسے پاؤں پر مارا جائے تو وہ مٹی بن جائے۔

اب وہ اسے ایک ضرب مارتا ہے تو وہ (کافر) مٹی ہو جاتا ہے، پھر اس میں روح لوٹ آتی ہے تو وہ اس کی آنکھوں کے درمیان ایک حرب لگاتا ہے تو جنوں انسانوں کے علاوہ تمام زمینوں کی مخلوق اسے سنتی ہے فرمایا پھر ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ اس کے لیے آگ کی تختیاں بچھاؤ اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول پس اس کے لیے آگ کی دو تختیاں بچھائی جاتی ہیں اور جہنم کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے لے

لے۔ قرآن مجید، سورہ طہ آیت ۵۵۔

لے۔ سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۹۸ کتاب السنۃ۔



حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص بھی مرتا ہے اس کے اچھے اور برے اعمال موت کے وقت مثالی شکلوں میں آتے ہیں تو وہ اپنی نیکیوں کی طرف دیکھتا ہے اور برائیوں سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس فرشتے ایک ریشمی کپڑا لے کر آتے ہیں جس میں کستوری اور ربحان کے بندل ہوتے ہیں۔ پس اس کی روح اس طرح نکالی جاتی ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اے مطمئن نفس! اپنے رب کی طرف یوں نکل کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف روح اور کرامت کی طرف نکل پس جب اس کی روح نکالی جاتی ہے تو اس کو کستوری اور ربحان پر رکھا جاتا ہے اور اس پر ریشمی کپڑا پیٹ کر اسے علیستین کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔

اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس فرشتے ٹاٹ میں چنگاریاں لے کر آتے ہیں پس اس کی روح کو نہایت سختی سے نکالا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اے خبیث روح! اس حال میں باہر نکلی کہ تو اس (اللہ تعالیٰ) سے ناراض اور وہ تجھ سے ناراض ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرے لیے ذلت اور عذاب ہے پس جب اس کی روح کو نکالا جاتا ہے تو اسے انگاروں پر رکھ دیا جاتا ہے اور اس سے جوش مارنے والے پانی کی طرح آواز آتی ہے پھر اسے ٹاٹ میں پیٹ کر سمین (سب سے نچلے درجہ) کی طرف لے جایا جاتا ہے۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ نے آیت پڑھی۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ  
قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ  
مَنَافِعًا لِّمَا تَرَكْتُ ۚ  
یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب مجھے واپس بھیج دے تاکہ جو اچھے کام میں چھوڑ آیا ہوں ان کو بجالاؤں۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے تو کیا چاہتا ہے؟ تجھے کس چیز میں رغبت ہے؟ کیا تو اس لیے واپس جاتا چاہتا ہے کہ مال جمع کرے، درخت لگاے، مکان تعمیر کرے اور نہرس نکالے وہ کہتا ہے نہیں بلکہ اس لیے کہ میں نے جو اعمال صالح نہیں کیے، ان کو بجالانا چاہتا ہوں فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہرگز نہیں۔ تو موت کے وقت وہ یہ بات کہتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”مومن اپنی قبروں میں ایک سرسبز باغ میں ہوتا ہے اور اس کی قبر ستر گز کشادہ کی جاتی ہے اور روشن ہوتی ہے۔“

اے المستدرک للحاکم جلد اول ص ۵۳ کتاب الجنائز حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۴۴ ترجمہ ۲۱۸

۱۰۰، ۹۹، قرآن مجید، سورہ مومنون آیت



حتیٰ کہ وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوتی ہے اور تمہیں معلوم ہے یہ آیت کس کے بارے میں اتری ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

بَانَ لَهُ مَوَيْشَةً صَدَّكَ۔ پس بے شک اس کی زندگی تنگ ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا۔ کافر کو قبر میں یوں عذاب ہوتا ہے کہ اس پر ننانوے دیتیں ہر سلسلہ کر دیئے جاتے ہیں کیا تم جانتے ہو دیتیں کیا ہے، وہ ننانوے سانپ ہیں ہر سانپ کے سات بچھن ہیں وہ اسے قیامت تک کاٹتے، چاٹتے اور پھنکارتے رہیں گے۔

اس خصوصی تعداد سے تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ سانپ اور بچھو اخلاق منمومہ یعنی تکبر، ریاکاری، حسد، کینے اور دیگر برسی صفات کی تعداد کے مطابق ہیں کیونکہ ان برے اخلاق کی اصل چند گنتی کے امور ہیں پھر ان سے متعدد شاخیں نکلتی ہیں اور یہ برسی صفات ذاتی طور پر ہلاک کرنے والی ہیں، اور یہی بچھوؤں اور سانپوں میں بدلتی ہیں ان میں سے جو زیادہ طاقتور ہے، وہ دیتیں سانپ کی طرح کاٹتا ہے اور کمزور بچھو کی طرح کاٹتا ہے اور جو درمیان والے اخلاق بد ہیں وہ عام سانپ کی طرح اذیت پہنچاتے ہیں، اور ارباب قلوب بھرت نور بصیرت سے ان ہنگامات اور ان کی شاخوں کے پھیلاؤ کو دیکھتے ہیں لیکن ان کی تعداد کتنی ہے اس پر اگر گاہی صرف نور نبوت سے ہو سکتی ہے، اس قسم کی روایات کا ظاہر صحیح اور اسرار پوشیدہ ہیں لیکن ارباب بصیرت پر واضح ہے لہذا جس شخص پر ان کے حقائق واضح نہ ہوں وہ ان کے ظاہر کا انکار نہ کرے، بلکہ کم از کم درجہ ایمان تصدیق کرنا اور مان لینا ہے۔

سوال ۱۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کافر اپنی قبر میں مدت تک اسی طرح رہتا ہے لیکن ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی تو مشاہدے کے خلاف بات کی تصدیق کس طرح کی جاسکتی ہے۔

جواب ۱۔ جان لو کہ ان جیسے امور کی تصدیق کے تین مقام ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ یہ مقام سب سے واضح زیادہ صحیح اور اعتراض سے زیادہ محفوظ ہے، یعنی اس طرح تصدیق کی جائے کہ یہ چیزیں موجود ہیں اور میت کو کاٹتی ہے، لیکن تم ان کو نہیں دیکھتے کیونکہ آنکھ عالم ملکوت سے تعلق رکھنے والے امور کو دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور ہر وہ بات جس کا آخرت سے تعلق ہو وہ عالم ملکوت سے ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح حضرت جبریل علیہ السلام کے اترنے پر ایمان رکھتے تھے حالانکہ ان کو دیکھتے نہیں تھے اور ان کا ایمان تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے ہیں اور اگر تم اس بات پر ایمان نہیں رکھتے

۱۔ قرآن مجید، سورہ طہ آیت ۱۲۴



تو پہلے فرشتوں اور وحی پر ایمان کی درستگی ضروری ہے، اور اگر تم اس بات پر ایمان رکھتے ہو اور اس بات کو جائز سمجھتے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کا مشاہدہ بھی کرتے تھے، جن کا مشاہدہ امت نہیں کرتی تو یہ بات فوت شدہ کے حق میں جائز کہوں نہیں ہوگی، اور جس طرح فرشتہ انسانوں اور حیوانات کے مشاہدہ نہیں ہوتا اسی طرح سانپ اور کچھو جو قبر میں کاٹتے ہیں وہ دنیوی سانپوں کی جنس سے نہیں ہیں بلکہ وہ دوسری جنس سے ہیں اور ان کا ادراک کسی دوسری قوت احساس سے ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ تم سونے والے کے معاملے کو یاد کرو کہ کبھی وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ اسے سانپ کاٹ رہا ہے اور اس کی وجہ سے اسے تکلیف ہوتی ہے حتیٰ کہ تم دیکھتے ہو کہ وہ نیند کی حالت میں چیختا ہے اور اس کی بیشانی پر پسینہ آجاتا ہے اور کبھی وہ اپنی جگہ سے اچھل پڑتا ہے اور اس سونے والے کو یہ سب کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے اور اس سے اس کو جاگنے والے کی طرح اذیت پہنچتی ہے اور وہ اس کو دیکھ رہا ہوتا ہے، حالانکہ تم اسے پرسکون دیکھتے ہو اور تمہیں اس کے اڑ کر دو سانپ نظر نہیں آتا جبکہ اس کے حق میں سانپ موجود ہے اور اسے عذاب ہو رہا ہے، لیکن تمہارے اعتبار سے نظر نہیں آتا اور جب اس کے کاٹنے کی تکلیف میں عذاب ہے تو اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ وہ سانپ خیالی ہے یا نظر آ رہا ہے۔

۳۔ تیسرا مقام یہ ہے کہ تم جانتے ہو سانپ ذاتی طور پر اذیت ناک نہیں بلکہ تمہیں اس کا زہر نقصان پہنچاتا ہے پھر زہر بھی درد نہیں ہے بلکہ تمہیں زہر کے اثر سے تکلیف ہوتی ہے پس اگر ایسا ہی اثر زہر کے بغیر پایا جائے تو بدن میں بہت تکلیف ہوگی اور اس قسم کے عذاب اور تکلیف کو بیان نہیں کیا جاسکتا ہاں اس سبب کی طرف اس کی نسبت کی جائے جو عام طور پر اس تک پہنچاتا ہے اگر انسان میں جماع کی صورت کے علاوہ لذت جماع پیدا کر دی جائے تو اس کا بیان جماع کے حوالے سے بھی ہو سکتا ہے تاکہ سبب کی طرف نسبت سے اس کی تعریف ہو سکے اور اس کا ثمر معلوم ہو اگرچہ سبب کی صورت موجود نہیں ہوگی اور سبب بھی ذاتی طور پر درد نہیں ہوتا بلکہ اس کا نتیجہ اور ثمر ہی مقصود ہوتا ہے اور یہ جہلک صفات موت کے وقت خود موزی اور تکلیف دہ بن جاتی ہیں اور ان سے پہنچنے والا درد سانپ کے ڈسنے کی طرح ہوتا ہے حالانکہ ان کا وجود نہیں ہوتا اور بری صفت کا موزی بن جانا اسی طرح ہے جیسے معشوق کی موت کے وقت عشق انہیں اپنی اپنی تار ہے حالانکہ پہلے اس سے لذت حاصل ہوتی تھی لیکن اب اس پر ایسی حالت طاری ہو گئی کہ لذت چیز خود بخود تکلیف دہ بن گئی حتیٰ کہ دل پر طرح طرح کی تکالیف وارد ہوتی ہیں اور اس بنیاد پر وہ تنا کرتا ہے کہ کاش وہ عشق اور وصل سے لطف اندوز نہ ہوا ہوتا۔

بلکہ میت کو پہنچنے والے عذابوں میں سے ایک عذاب بعینہ یہی عذاب ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ پر دنیا کے عشق کو مسلط کیا اور وہ اپنے مال، زمین، جاہ، مرتبہ، اولاد، رشتہ داروں اور دوست احباب سے عشق کرنے لگا اگر زندگی میں



کوئی ایسا شخص اس سے یہ سب کچھ لے لیتا جس سے وہ ایسی کی امید نہ ہوتی تو تم دیکھتے اس کا کیا حال ہوتا کیا وہ عظیم بدبختی کا شکار نہ ہوتا اور یہ تمنانہ کرتا کہ کاش اس کے پاس مال بالکل نہ ہوتا اور نہ اسے کوئی جاہ و مرتبہ ملتا اور یوں وہ اس کے فراق سے اذیت نہ پاتا تو موت کا مطلب دنیا کی تمام محبوب چیزوں سے یکبارگی جدائی ہے۔

مَا حَالٌ مَنْ كَانَ لَهُ وَاحِدٌ  
عَيْنٌ عَنْهُ ذَلِكِ الْوَاحِدِ  
اس کا کیا حال ہوگا جس کا اکھوٹا ہی ہو اور وہ  
غائب ہو جائے۔

تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو صرف دنیا کے حاصل ہونے پر خوش ہوتا ہے اور اس سے دنیا کو لے کر اس کے دشمنوں کے حوالے کر دیا جائے اور اس پر اضا نہ یہ کہ آخری نعمتوں کے نہ ملنے کی حسرت بھی ہو اور اللہ تعالیٰ سے حجاب بھی ہو کیونکہ غیر اللہ کی محبت اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس سے لطف اندوزی کے راستے میں حجاب بن جاتی ہے۔

پس تمام محبوبوں سے فراق اور آخری نعمتوں کے نہ ملنے کا افسوس نیز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مردور ہونے اور حجاب میں ہونے کی ذلت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یکے بعد دیگرے اس کا پیچھا کرتی ہے اور اسے اسی عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے کیونکہ جدائی کی آگ کے بعد صرف جہنم کی آگ ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

كَلَّا إِنَّهُمُ عَنْ رَبِّهِمْ كَانُوا بُرْهًا  
مُجْرِبُونَ فَمَالَكُمْ صَانُوا لِيَوْمِئِذٍ  
بہگز نہیں! بے شک وہ اس دن اپنے رب  
سے پردے میں ہوں گے پھر بلاشبہ وہ جہنم میں  
جائیں گے۔

لیکن جو شخص دنیا سے مانوس نہ ہو اور صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرے اور اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق بھی ہو وہ دنیا کے تیرے خانے اور اس میں خواہشات کی سختیاں بھگتنے میں چھوٹ جاتا ہے، اپنے محبوب کے ہاں چلا جاتا ہے اور تمام دنیاوی رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں نیز اسے آخری نعمتیں پوری پوری دی جاتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان نعمتوں کے زوال سے بے خوف ہوتا ہے اور اسی مقصد کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے اور مقصد یہ ہے کہ آدمی کبھی اپنے گھوڑے کو چاہتا ہے حتیٰ کہ اگر اسے اختیار دیا جائے کہ یا تو اس سے گھوڑا لے لیا جائے یا اسے پھوٹے تو وہ پھوٹے کاٹنے پر صبر کرنے کو ترجیح دیتا ہے، تو معلوم ہوا کہ گھوڑے کی جدائی کا دکھ پھوٹے کے کاٹنے سے زیادہ پریشان کن ہے اور جب اس سے گھوڑا لے لیا جائے تو یہ جدائی اسے کاٹنے سے تو چاہیے کے اس کاٹنے کے لیے تیار ہو جائے کیونکہ موت اس سے اس کا گھوڑا، سواری، گھر، زمین، اہل و اولاد، دوست احباب سب کچھ لے لیتی ہے اس سے اس کا جاہ و مرتبہ اور مقبولیت بھی لے لیتی ہے، بلکہ اس کی سماعت و بصارت اور



تمام اعضاء کو چھین لیتی ہے اور وہ ان تمام چیزوں کی واپسی سے مانوس ہو جاتا ہے اگر وہ ان چیزوں کے علاوہ کسی اور سے محبت نہ کرے اور اس سے یہ سب کچھ لے لیا جائے تو یہ (جدلی) پچھوڑوں اور سانپوں کے زیادہ سخت ہے تو جس طرح اس کی زندگی میں یہ چیزیں لی جائیں تو اسے سخت تکلیف ہوتی ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہوتی ہے۔

کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ تکالیف اور لذتوں کا ادراک کرنے والی توت کے لیے موت نہیں ہے بلکہ موت کے بعد اس کا عذاب زیادہ سخت ہوتا ہے کیونکہ زندگی میں وہ ان اسباب سے تسلی حاصل کرتا ہے جن میں اس کے حواس مشغول ہوتے ہیں یعنی دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو کے ذریعے اسے تسلی ہوتی ہے اور اس کو اس بات کی امید بھی ہوتی ہے کہ اس چیز کا بدل مل جائے گا لیکن موت کے بعد تو کوئی تسلی نہیں کیونکہ تسلی کے تمام راستے بند ہو گئے اور مایوسی چھا گئی۔

تو اس کی ہرقیض اور درمال جس کو چاہتا تھا کہ اگر اس سے لی جائے تو یہ بات اس کے لیے قابل برداشت نہ تھی تو اس پر اسے افسوس ہوتا ہے اور اگر دنیا میں ہلکا پھلکا رہے گا تو محفوظ رہے گا اور بزرگوں نے جو بات فرمائی کہ ہلکے پھلکے لوگ نجات پا گئے اس کا یہی مطلب ہے اور اگر دنیا میں زیادہ بوجھ ہو گا تو عذاب بھی زیادہ ہو گا اور جس طرح اس شخص کا حال جس کا ایک دینار چوری ہو جائے اس شخص کے بقابلے میں ہلکا ہوتا ہے جس کے دس دینار چوری ہو جائیں اسی طرح ایک درہم والے کا حال دو درہموں والے کے حال سے ہلکا ہوتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا یہی مطلب آپ نے فرمایا۔

صَاحِبِ الدَّرْهَمِ أَحْفَ حَسَابًا  
مِنْ صَاحِبِ الدَّهْرِيِّينَ رَلَه  
ایک درہم والا، دو درہموں والے کی نسبت ہلکا  
پھلکا ہے۔

اور دنیا کی جو بھی چیز تم موت کے وقت چھوڑو گے موت کے بعد اس کا افسوس ہو گا اب تمہاری مرضی ہے زیادہ کرو یا کم اگر زیادہ حاصل کرو تو حسرت ہی زیادہ ہو گی اور اگر تھوڑا حاصل کرو گے تو تمہاری پیٹھ کا بوجھ ہی کم ہو گا اور ان مالدار لوگوں کی قبروں میں سانپ اور بچھوڑا زیادہ ہوں گے جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اس پر خوش ہونے اور مطمئن ہوتے ہیں تو قبر کے سانپوں اور بچھوڑوں کے سلسلے میں ایمان کے مقامات یہ (مذکورہ بالا) ہیں اور دوسری قسموں کے عذابوں کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کا بیٹا فوت ہو گیا ہے تو انھوں نے فرمایا بیٹا مجھے



کچھ وصیت کرو اس نے کہا اباجان! جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے اس کی مخالفت نہ کرو فرمایا بیٹا! کچھ اور بتاؤ جو اب دیا اباجان آپ اس پر عمل نہیں کر سکیں گے فرمایا کہو بیٹے نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے اور اپنے درمیان ایک تمیض کو حجاب نہ بنانا چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے تیس سال تک تمیض نہیں پہنی۔

سوال: ان تین مقامات سے کون سا مقام صحیح ہے؟

جواب: لوگوں میں بعض صرف پہلے مقام کے قائل ہیں دوسرے مقامات کا انکار کرتے ہیں بعض پہلے کے منکر ہیں اور دوسرے مقامات کو مانتے ہیں اور کچھ حضرات صرف تیسرے مقام کے قائل ہیں لیکن ہمارے لیے چشم بعیرت سے جو حق بات ظاہر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک کا اپنا مقام ہے اور جو شخص ان میں سے بعض کا انکار کرتا ہے تو اس کی وجہ اس کے حوصلے کی تنگی ہے نیز وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وسعت اور اس کی تدبیر کے عجائب سے جاہل ہیں پس وہ اللہ تعالیٰ کے ان بعض افعال کا انکار کرتا ہے جن سے وہ مانوس نہیں ہوتا۔ اور یہ جہالت اور کوتاہ فہمی ہے۔

بلکہ عذاب دینے کے سلسلے میں یہ تینوں طریقے ممکن ہیں اور ان کی تصدیق واجب ہے بعض بندوں کو ان میں سے کسی ایک عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے اور بعض کو تمام قسم کے عذاب دیئے جاتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے ذلیل و کثیر عذاب سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔

یہی حق ہے لہذا دلیل کے بغیر ہی تقلید کے طور پر اس کی تصدیق کی جائے ورنہ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں جو اس بات کو بطور تحقیق جانتا ہو میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اس کی تفصیل میں نہ جانا اور نہ ہی اس کی معرفت میں مشغول ہونا بلکہ عذاب کو دور کرنے کی تدبیر اختیار کرو جس طرح بھی ہو سکے۔ اور اگر تم عمل اور عبارت کو چھو کر بحث میں مشغول ہو گئے تو تمہاری مثال اس طرح ہوگی جیسے کسی شخص کو بادشاہ نے پکڑ کر تہیہ کر دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹے اور وہ تمام رات یہی بات سوچتا رہا کہ وہ پھری سے کاٹے گا یا تلوار سے یا سترے سے؟ اور اس نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے کسی تدبیر کو اختیار کرنے کا راستہ چھوڑ دیا اور یہ انتہائی درجہ کی حالت ہے۔ اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ موت کے بعد بندہ یا تو بہت بڑے عذاب میں مبتلا ہوگا یا دائمی نعمت حاصل ہوگی لہذا اس کے لیے تیاری کی جائے جہاں تک عذاب ثواب کی تفصیل کے بارے میں بحث کا تعلق ہے تو وہ فضول بات ہے اور وقت کو ضائع کرنا ہے۔

فصل ۷  
منکر نکیر کے سوالات، قبر کا دبانا اور عذاب قبر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس



کے پاس سیاہ رنگ اور نیلے آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے وہ اس سے پوچھتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ اگر وہ مومن ہو تو کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی جواب دو گے پھر اس کے لیے اس کی قبر کو ستر ستر گز کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اس کی قبر کو منورہ کر دیا جاتا ہے اس کے بعد اس کے کہا جاتا ہے سو جا، وہ کہتا ہے مجھے چھوڑ دو میں اپنے گھر والوں کی طرف جاؤں اور ان کو خبر دوں اس سے کہا جاتا ہے سو جا جس طرح دلہن سوتی ہے کہ اس کے گھر والوں میں سے صرف اس کا محبوب ہی جگاتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی قبر سے اٹھائے گا۔ اور اگر وہ منافق ہو تو کہتا ہے مجھے معلوم نہیں میں لوگوں سے سنتا تھا وہ کوئی بات کہتے تھے اور میں بھی کہتا تھا تو وہ فرشتے کہتے ہیں ہمیں معلوم تھا تم یہی بات کہو گے پھر زمین سے کہا جاتا ہے اس پر مل جا تو وہ اس پر مل جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسیدیاں ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں تو اسے مسلسل عذاب دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اسے اس کی قبر سے اٹھایا جائے گا۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عمر! جب آپ کا انتقال ہو گا تو کیا کیفیت ہو گی آپ کی قوم آپ کو لے جائے گی اور آپ کے لیے تین گز لمبی اور ڈیڑھ گز چوڑی قبر تیار کریں گے پھر واپس آ کر آپ کو غسل دیں گے اور کفن پہنائیں گے اور پھر خوشبو لگا کر آپ کو اٹھائیں گے حتیٰ کہ آپ کو قبر میں رکھ دیں گے پھر آپ کی قبر پر مٹی بلا بسکریں گے اور آپ کو دفن کر دیں گے اور جب وہ واپس لوٹیں گے تو آپ کے پاس امتحان لینے والے دو فرشتے منکر اور نکیر آئیں گے ان کی آواز بجلی کی ٹرک جیسی اور ان کی آنکھیں اچکنے والی بجلی کی طرح ہوں گی وہ اپنے بالوں کو گھیسٹتے ہوئے آئیں گے اور اپنی دائرہوں سے قبر کو کھڑکرتے جھنجھوڑیں گے اے عمر اس وقت کیا کیفیت ہو گی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا اس وقت میری عقل آج کی طرح میرے ساتھ ہو گی؟ آپ نے فرمایا ہاں، عرض کیا پھر میں ان کو کافی ہوں گا۔

یہ اس بات کے بارے میں عرض ہے کہ عقل میں موت کی وجہ سے کوئی تبدیلی نہیں آتی بلکہ بدن اور اعضاء میں تبدیلی آتی ہے۔ لہذا میت غفلت و سمجھار اور تکالیف و لذات کو جاننے والا ہوتا ہے جس طرح پہلے تھا اور ادراک کرنے والی عقل ان اعضاء کا نام نہیں بلکہ وہ ایک باطنی چیز ہے جس کی لمبائی چوڑائی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ جیز ذاتی طور پر تقسیم نہیں ہے۔ جامع ترمذی ص ۱۸۳، ابواب الجنائز۔



ہوتی رہی اشیاء کا ادراک کرتی ہے اور اگر انسان کے تمام اعضاء بکھر جائیں تو صرف وہی مددک جزرہ جائے جو تقسیم نہیں ہوتی تو انسان مکمل طور پر عقلمند اور زنام و باقی ہوتا ہے تو موت کے بعد بھی یہی حالت ہوتی ہے کیونکہ اس جزیرہ موت نہیں آتی اور نہ ہی عدم طاری ہوتا ہے۔

حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ قبر میں کافر پرانہ اور سیرہ چوپایہ مسلط کیا جاتا ہے اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ڈنڈا ہوتا ہے جس کا سر ادنٹ کے کوبار کی طرح ہوتا ہے اور اسے قیامت تک مارتا رہے گا نہ تو تم اس کو دیکھتے ہو کہ اس کو بچاؤ اور نہ اس کی آواز سننے ہو کہ اس پر رحم کھاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اعمال صالح اگر اسے گھیر لیتے ہیں اگر عذاب اس کے سر کی طرف سے آئے تو قرأت قرآن اسے روک لیتی ہے اور اگر پاؤں کی طرف سے آئے تو نماز میں قیام اٹھے آپ ہے۔ اگر ہاتھوں کی طرف سے آئے تو ہاتھ کہتے ہیں اللہ کی قسم یہ ہمیں صدقہ دینے اور دعا کیلئے پھیلاتا تھا تم اس تک نہیں پہنچ سکتے اگر منہ کی طرف سے آئے تو ذکر اور روزہ سامنے آجاتے ہیں اسی طرح ایک طرف نماز اور صبر کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کچھ کسر باقی ہے تو ہم موجود ہیں۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آدمی کے نیک اعمال اس کی طرف سے اس طرح جھگڑتے ہیں جس طرح آدمی اپنے بھائی، رگم و اولاد کی طرف سے جھگڑتا ہے پھر اس وقت کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ تیری خواب میں برکت دے تیرے دوست کتنے اچھے ہیں اور تیرے ساتھی کتنا چھے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم ایک جنازہ میں بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے آپ اس کی قبر کے سرہانے تشریف فرما ہوئے پھر اس میں دیکھنے لگے اس کے بعد فرمایا

يُضَخُّ الْمُؤْمِنُ فِي هَذِهِ الصَّخْطَةِ  
ثُرْدُ مِنْهَا حَمًا يُدْرَسُ

مومن کو اس قبر میں اس طرح دبایا جاتا ہے کہ اس کی پسلیاں ادا دھر ادا دھر ہو جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ لِقَبْرِ صَخْطَةً وَتَوْسِيلَةً أَوْ بَحَا  
مِنْهَا أَحَدٌ لَكَيْتَا مَعَهُ بَيْنَ مَعَاذِهِ

بے شک قبر دباتی ہے اور اگر کوئی اس سے محفوظ رہتا یا (فرمایا) نجات پاتا تو وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہوتے۔

۱۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۲۰۷ مرویات حذیفہ

۲۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۵۵ مرویات عائشہ



حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور آپ اکثر بیمار بنتی تھیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلے اور ہمیں آپ کی حالت میں کچھ تبدیلی محسوس ہوئی جب ہم قبر کے پاس پہنچے تو آپ قبر شریف کے اندر داخل ہوئے آپ کا چہرہ انور کچھ پیلا پڑ گیا جب باہر تشریف لائے تو چہرہ انور روشن تھا ہم نے عرض کیا (یا رسول اللہ) ہم نے آپ کا جو حال دیکھا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا مجھے نذر کا میری بیٹی کو دبانانا اور غلاب قبر پیدا آیا جب میں اترا تو مجھے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تحقیق فرمادی ہے اور ان کو اس قدر دیا گیا کہ ان کی آواز کو شرق و مغرب کے درمیان والی مخلوق نے سنا (انسائوں اور جنوں کے علاوہ) اٹھواں باب

## حالاتِ خواب میں کشف کے ذریعے مردوں کے حالات کا علم

جاننا چاہیے کہ نذر عقل جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نیز برت کی راہوں میں سے ہے اس میں ہمیں مردوں کی حالات اجمالی طور پر معلوم ہوتے ہیں نیز یہ کہ ان میں نیک نخت بھی ہیں اور بد نخت بھی، لیکن متعین طریقے پر کسی شخص کا حال معلوم نہیں ہوتا اگر ہمیں زید اور عمر یعنی کسی بھی شخص کے ایمان پر اعتماد بھی ہو تو بھی ہمیں معلوم نہیں کہ ان کی موت کس عقیدے پر ہوگی اور ان کا خاتمہ کیسے ہوا؟ ہم ان کی ظاہری نیکی کا اعتبار کرتے ہیں لیکن تقویٰ کا مقام دل سے اور وہ نہایت باریک ہے حتیٰ کہ خود تقویٰ والے کو بھی اس کا علم نہیں ہوتا۔ دوسروں کو کیسے ہوگا لہذا باطنی تقویٰ کے بغیر ظاہر پر حکم نہیں لگایا جا سکتا ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّمَا يَنْتَظِرُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝۱۰۰

بے شک اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے ہی قبول کرتا ہے۔ لہذا کسی بھی شخص کے حکم کی معرفت، اس کے مشاہدے کے بغیر نہیں ہو سکتی اور مشاہدہ اس چیز کا ہونا ہے جو اس پر جاری ہوتی ہے لیکن جب آدمی مر جاتا ہے تو وہ ملک و شہادت کے عالم سے غیب و ملکوت کے عالم میں چلا جاتا ہے لہذا وہ ظاہری آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا بلکہ وہ دوسری آنکھ سے نظر آتا ہے اور وہ آنکھ ہر انسان کے دل میں پیدا کی گئی ہے لیکن انسان نے اپنی خواہشات اور دنیوی مشاغل کا موٹا پردہ ڈال رکھا ہے لہذا وہ اس سے دیکھ نہیں سکتا اور جب تک اس کی قلبی آنکھ سے یہ پردہ ہٹ نہیں جاتا اس کے لیے عالم ملکوت کو دیکھنا ممکن نہیں اور چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی (قلبی) آنکھوں سے یہ پردہ ہٹا ہوا ہوتا ہے لہذا انہوں نے یقیناً ملکوت کو دیکھا اور اس کے عجائبات کو دیکھنا اور فوت شدہ لوگ بھی عالم ملکوت میں ہوتے ہیں اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام نے ان کا مشاہدہ

۱۔ الحج الکبیر للطنی جلد اول ص ۲۵۷ حدیث ۷۴۵

۲۔ قرآن مجید سورہ مائدہ آیت ۲۷



کیا اور ان کے بارے میں بتایا۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں قبر کے دبائے کو ملاحظہ فرمایا اور اس طرح جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کا حال بھی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے سامنے بٹھایا ہے اور درمیان میں کوئی حجاب نہیں لے، اور اس قسم کے مشاہدے کے سلسلے میں انبیاء کرام اور ان اولیاء کرام کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے طبع نہیں ہو سکتی جن اولیاء کرام کا درجہ انبیاء کرام علیہم السلام کے قریب ہے۔

ہم جیسے لوگوں کو ایک اور ضعیف مشاہدہ ہو سکتا ہے لیکن وہ بھی مشاہدہ نبوی ہے اس سے مراد خواب میں حاصل ہونے والا ہے اور یہ انوار نبوت میں سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَارْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النَّبُوَّةِ ۖ اِجْتِهَا خَوَابُ نُبُوتِ كَاطِحِيَّاءِ لَيْسُوْنَ حَصَّةٌ ۚ

یہ انکشاف بھی اسی وقت ہوتا ہے جب دل سے پردہ اٹھ جائے اسی لیے صرف نیک اور سچے آدمی کے خواب پر اعتماد کیا جاتا ہے اور جو آدمی زیادہ جھوٹ بولتا ہو اس کے خواب کی تصدیق نہیں کی جاسکتی اور جس کا فسار اور گناہ زیادہ ہوں اس کا دل تاریک ہو جاتا ہے لہذا وہ جو کچھ دیکھتا ہے وہ پریشان خواب ہیں۔

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت وضو کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ طہارت کی حالت میں سوئے اور یہ باطنی طہارت کی طرف بھی اشارہ ہے اور یہ اس لیے ہے جب کہ ظاہری طہارت اس کی تکمیل کی طرح ہے اور جب باطن صاف ہو تو دل کی آنکھ پردہ بات منکشف ہوتی ہے جو مستقین میں واقع ہوگی جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ جانا خواب میں منکشف ہوا حتیٰ کہ قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ رَسُولَهُ الرَّؤْيَا  
يَا نُحَيْتِي ۖ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں مسخ کر دیا۔

اور انسان اپنے خوابوں سے بہت کم خالی ہوتا ہے۔ جن میں سچی باتیں نظر آئیں، خواب اور نیند کی حالت میں غیب کی باتوں کا نظر آنا اللہ تعالیٰ کی عجیب صنعتوں اور انسانی فطرت کی نادر باتوں میں سے ہے اور یہ عالم ملکوت پر سب سے واضح دلیل ہے حالانکہ لوگ اس سے اس طرح عین نہیں جس طرح وہ دل کے عجائب اور عجائب عالم

۱۔ الجمع الکبیر للطبرانی جلد اول ص ۲۵۷ حدیث ۷۴۵۔

۲۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۳۵۔ کتاب البعتر۔

۳۔ الترغیب والترہیب جلد اول ص ۱۰۱ کتاب النوافل۔

۴۔ قرآن مجید سورہ فتح آیت ۲۴/ الدر المنثور جلد ۲ ص ۸۰ بحث اسی آیت کے تحت۔



سے غافل ہیں اور خواب کی حقیقت کے بارے میں گفتگو علوم مکاشفہ کی گہری باتوں میں سے ہے لہذا علم معاملہ کے ساتھ اس کا بطور ضمیمہ ذکر ممکن نہیں لیکن جس قدر ذکریاں ممکن ہے وہ ایک مثال ہے جس سے تم مقصود کو سمجھ جاؤ گے وہ یوں کہ تم جانتے ہو دل کی مثال شیشے جیسی ہے جس میں صورتیں اور حقائق امور دکھائی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس عالم کی تخلیق سے اس کی آخر تک جو کچھ مقرر فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق میں لکھا ہوا ہے جس کو کبھی لوح محفوظ کہتے ہیں کبھی کتاب ہمیں اور کبھی امام ہمیں کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے جو کچھ عالم میں ہو چکا ہے اور اس کے بعد ہو گا وہ اس میں لکھا ہوا ہے اور اس طرح نقش ہے کہ اسے (اس) ظاہری آنکھ سے دیکھا نہیں جاسکتا۔ اور تمہیں یہ خیال بھی نہیں کرنا چاہیے کہ یہ لوح محفوظ کٹری یا لوہے کی یا ہڈی سے بنی ہوئی ہے اور کتاب کاغذ یا پتے کی ہے لیکن اس بات کو قطعی طور پر سمجھنا چاہیے کہ لوح محفوظ مخلوق کی لوح (تختی) جیسی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب مخلوق کی کتاب جیسی نہیں ہے جس طرح اس

کی ذات و صفات مخلوق کی ذات و صفات کی طرح نہیں بلکہ اگر تم اس کے لیے مثال چاہو جس سے تمہیں بات سمجھ آ جائے تو جان لو کہ لوح محفوظ پر تعدیروں کا لکھا ہونا اسی طرح ہے جیسے حافظ قرآن کے دل و دماغ پر قرآن پاک کے الفاظ و حروف نقش ہوتے ہیں وہ اس پر لکھے ہوتے ہیں حتیٰ کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ پڑھتے وقت وہ ان کو دیکھ رہا ہے لیکن جب دماغ کے ایک ایک کونے میں اسے تلاش کیا جائے تو تمہیں اس کا ایک حرف بھی دکھائی نہیں دے گا اور وہاں کوئی خط یا حرف نظر نہیں آئے گا۔

تو اس طرح پر لوح محفوظ کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و تقدیر میں جو کچھ ہے وہ سب کچھ لوح محفوظ میں نقش ہے اور اس مثال میں لوح شیشے کی طرح ہے جس میں صورتیں ظاہر ہوتی ہیں اور اگر ایک شیشے کے مقابلے میں دوسرا شیشہ رکھا جائے تو اس شیشے والی صورت دوسرے شیشے میں دکھائی دے گی بشرطیکہ دونوں کے درمیان حجاب نہ ہو۔

پس دل ایک شیشہ ہے جو علم کی تحریر کو قبول کرتا ہے اور لوح محفوظ ایک اور شیشہ ہے جس میں تمام علم نقوش اور موجود ہے لیکن دل کا خواہشات اور حواس کے تقاضوں میں مشغول ہونا ایک پردہ ہے جو لوح محفوظ کو دیکھنے کے درمیان رکاوٹ ہے اور لوح محفوظ کا تعلق عالم ملکوت سے ہے پس اگر ہوا چلے تو اس پردے کو حرکت ہوتی ہے اور یہ اس سے اٹھ جاتا ہے اس لیے دل کے شیشے میں عالم ملکوت سے کوئی چیز چمکتی ہے جس طرح بجلی چمکتی ہے اب یہ چمک کبھی باقی رہتی ہے اور دائمی ہوتی ہے اور یہ چمک کبھی قائم نہیں رہتی ہے اور عام طور پر اسی طرح ہوتا ہے اور جب تک آدمی جاگتا رہتا ہے اس وقت تک وہ ان امور میں نگار رہتا ہے جو ظاہری عالم سے حواس کے ذریعے پہنچتے ہیں اور یہ عالم ملکوت سے حجاب ہے۔



اور نیند کا معنی یہ ہے کہ حواس ساکن ہو جائیں اور دل پر کوئی چیز نہ پہنچائیں پس جب ظاہری حواس کے عمل اور خیال سے فارغ ہوتا ہے اور اس کا جوہر بھی صاف ہوتا ہے تو اس کے اور لوج محفوظ کے درمیان سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور اس سے کوئی چیز دل میں واقع ہوتی ہے جس طرح کوئی صورت ایک شیشے سے دوسرے شیشے میں واقع ہوتی ہے لیکن اس وقت جب پردہ اٹھ جائے لیکن تمام حواس کو عمل سے روک دیتی ہے البتہ خیال کو عمل اور حرکت سے کوئی چیز نہیں روک سکتی پس جو کچھ دل میں واقع ہوتا ہے خیال اس کی طرف جلدی کرتا ہے اور اس چیز کے مشابہ چیز کو قریب کر دیتا ہے اور خیالات حافظہ میں دوسری باتوں کے مقابلے میں زیادہ محفوظ ہوتے ہیں لہذا خیال حافظہ میں باقی رہتا ہے پس جب وہ بیدار ہوتا ہے تو اسے صرف خیال یا ذرا ہوتا ہے لہذا تعبیر بتانے والا اس خیال کو کسی معنی کے ذریعے حکایت کرتا ہے لہذا وہ خیال اور اس کے معنی کے درمیان مناسبت کی طرف رجوع کرتا ہے۔

جو شخص علم تعبیر میں نظر رکھنا ہے اس کے لیے اس کی مثالیں ظاہر ہیں اور تمہیں ایک مثال کافی ہے وہ یہ کہ ایک شخص نے حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے دیکھا گویا میرے ہاتھ میں انگوٹھی ہے جس کے ذریعے میں لوگوں کے موہنوں اور عورتوں کی شرمگاہوں پر مہر لگاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم موذن ہو رمضان شریف میں صبح سے پہلے اذان دیتے ہو اس نے کہا آپ نے صبح فرمایا۔

تو دیکھئے مہر لگانے کا معنی روکنا ہے اور مہر سے یہی بات مقصود ہوتی ہے اور دل کے لیے انسان کا حال جو لوج محفوظ میں ہے جوں کا توں منکشف ہوتا ہے۔ یعنی لوگوں کو کھانے پینے سے روکنا لیکن خیال اس بات کا عادی ہے کہ مہر لگانے کے ذریعے رکاوٹ ہوتی ہے تو خیالی صورت جو روح معنی کو متضمن ہے دکھائی گئی ہے اور ہی میں صرف خیالی صورت باقی رہتی ہے۔

جو خوابوں کا علم جس کے عجائب بے شمار ہیں اس میں سے تھوڑا سا ہم نے بیان کیا اور خوابوں کے عجائب کس طرح زیادہ نہ ہوں جبکہ خواب اور موت کا باہم تعلق ہے اور موت عجائب میں سے ایک عجوبہ ہے۔ اور اس مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں بھی عالم غیب سے کچھ نہ کچھ ظاہر ہو جاتا ہے حتیٰ کہ سونے والے کو مستقبل کی باتوں کا علم ہو جاتا ہے تو موت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے حالانکہ وہ پردے کو پھاڑ دیتی ہے اور پردہ مکمل طور پر ہٹ جاتا ہے حتیٰ کہ سانس نکلتے ہی کسی تاجیز کے بغیر وہ اپنے آپ کو سزا، ذلت اور رسوائی میں پاتا ہے ہم اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں یا وہ دائمی نعمتوں یا ایسی عظیم بادشاہی میں اپنے آپ کو گھیرا ہوا پاتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اس وقت جب پردہ اٹھ جاتا ہے تو بد بخت لوگوں سے کہا جاتا ہے۔

لَقَدْ كُنْتُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مِنْْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكُمْ غِطَاءَ رُؤُوسِكُمْ لِئَنتُمْ تَعْلَمُوْنَ  
تم اس بات سے غفلت میں تھے پس ہم نے تم سے تمہارا پردہ ہٹا دیا تو آج تمہاری نگاہ بہت تیز ہے۔



اور کہا جائے گا۔

أَتَسْتَحْزِرُ هَذَا أَمْ أَنْتَ لَا تَتَّبِعُونَ إِهْلَاكَهُمَا  
فَأَمِيرُهُمَا أَوْ لَا تَتَّبِعُونَ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ  
إِنَّمَا نَجْزِي مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ لِيَه

کیا یہ جاؤ ہے یا تم نہیں دیکھتے اس میں داخل ہو  
جاؤ تم صبر کرو یا نہ کرو تم پر دونوں باتیں برابر ہیں تمہیں  
تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

اور ارشاد خداوندی میں انہی لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔

وَدَبَّ إِلَهُهُمَا مَا لَهُمُ شَيْءٌ مِّنْهُ  
يُحْتَسِبُونَ لِيَه

اور ان کے لیے وہ چیز ظاہر ہوئی جس کا ان کو گمان  
بھی نہ تھا۔

تو جو سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا دانہ ہے اس کے لیے موت کے بعد اپنے عجائب اور نشانیوں ظاہر ہوتی  
ہیں کہ کبھی دل میں ان کا کھٹکا تک نہ ہو اور نہ ہی کبھی خیال پیدا ہو یا پس اگر عقلمند آدمی کو صرف اسی حالت کی نگر اور غم ہو کہ  
جب کس طرح اٹھے گا اور معلوم لازمی بد بختی نظر آئے گی یا دائمی سعادت تو عمر بھر کے لیے یہی نگر کافی ہے یہ بات تعجب  
غیر ہے کہ یہ بڑے بڑے امور ہمارے سامنے ہیں اور ہم غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اس سے بھی زیادہ تعجب کی  
بات تو یہ ہے کہ ہم اپنے مالوں، گھر بار، اسباب، اولاد، بلکہ اپنے اعضاء، قوت سماعت اور قوت بصارت پر خوش ہوتے  
ہیں حالانکہ ہم یقین سے جانتے ہیں کہ ان سب کو چھوڑنا ہو گا لیکن کہاں ہے وہ جس کے دل میں روح القدس وہ بات  
ڈال دے جو اس نے تمام نبیوں کے سردار سے کہی تھی حضرت جبریل امین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں عرض کیا۔

أَحْبِبْتُ مَا أَحْبَبْتَ فَإِنَّكَ مُعَارِقُهُ وَ  
عِشْ مَا عِشْتَ فَإِنَّكَ مَيْتٌ وَأَعْمَلُ  
مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مُجْزَى بِهِ لِيَه

آپ جس چیز سے چاہیں محبت کریں بالآخر اس سے جلائی  
ہوگی اور جب تک زندہ رہنا چاہیں زندہ رہیں آخر کار مرنا ہے  
اور جو عمل چاہیں کریں اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

تو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات یقین کی آنکھ سے کھنوف اور واضح تھی تو آپ دنیا میں مسافر  
کی طرح رہے آپ نے اینٹ پر اینٹ اور بانس پر بانس نہ رکھا (عمارت نہ بنائی) بلکہ نہ آپ نے کوئی دینار چھوڑا  
اور نہ ہی کسی کو حبیب و خلیل بنایا ہاں یہ بات فرمائی۔

لے قرآن مجید سورہ طور آیت ۱۵، ۱۶

لے " " سورہ زمر آیت ۴۷

لے شرح السنۃ للبخاری جلد ۱۴ ص ۲۰۴ حدیث ۱۱۱۲

لے کنز العمال جلد ۱ ص ۱۰۱ حدیث ۳۰۶۹۳



كَو كُنْتُمْ مِتَّحِدًا هَيْبَلًا لَا تَخَذْتُمْ اَبَابِكُمْ  
هَيْبَلًا وَكُنْتُمْ مَصَابِحَكُمْ حَيْبَلُ الرَّحْمٰنِ ۝

اگر میں کسی کو اپنا خلیل بنا تا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ  
کو اپنا خلیل بنا تا لیکن تمہارے ساتھ ہی تو رحمن کے خلیل ہیں۔

تو آپ نے بیان فرمایا کہ رحمن کی دوستی آپ کے دل میں گھر گھری ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت آپ کے دل میں گھر گھری ہے  
لہذا کسی دوسرے خلیل یا حبیب کی گنجائش باقی نہ رہی اور آپ نے اپنی امت سے فرمایا۔ (ارشاد خداوندی ہے)

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ  
يُحِبُّكُمْ اللّٰهُ ۝

اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع  
کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

اور آپ کی امت وہی ہے جو آپ کی پیروی کرے اور آپ کی پیروی رہی کر سکتا ہے جو دنیا سے منہ پھیرے  
اور آخرت کی طرف متوجہ ہو کیونکہ آپ نے صرف اللہ تعالیٰ اور آخرت کی دعوت دی ہے اور دنیا اور اس کی فوری لذتوں  
سے باز رکھا۔ تو تم جس قدر دنیا سے اعراض کرو گے اور آخرت کی طرف متوجہ ہو گے۔ اسی قدر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے راستے پر چلنے والے ہو گے اور جس قدر آپ کے راستے پر چلو گے اسی قدر آپ کے پیرو کار کہاؤ گے اور جس قدر  
آپ کی پیروی کرو گے اسی قدر آپ کی امت سے تمہارا تعلق ہو گا۔

لیکن جس قدر دنیا کی طرف متوجہ ہو گئے اسی قدر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں روگردانی کرنے والے  
اور آپ کی اتباع سے اعراض کرنے والے ہو گے اور لوگوں سے مل جاؤ گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَاَمَّا مَنْ طَغَىٰ وَآتَىٰ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا  
بَانَ النَّجْحِيۡنَ وَهِيَ الْاٰمَادٰى ۝

پس جس شخص نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو ترجیح  
دی پس جہنم ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

اور اگر تم غرور کی گھات سے نکلو اور اپنے نفس سے انصاف کرو بلکہ ہم سب کا یہی معاملہ ہے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ تم  
صبح سے شام تک دنیا کے فوائد کے لیے کوشش کرتے ہو پھر تم اس بات کی طمع رکھتے ہو کہ کل سرکار دو عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی امت اور آپ کی اتباع کرنے والوں میں شمار ہو۔

یہ بات کس قدر عقل سے دور ہے اور کتنی مروطع ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

اَفَتَجْعَلُ الْمُتَسَلِّبِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ  
مَا تَكْفُرُوْنَ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝

تو کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح قرار دیں تمہیں کیا ہوا  
کیا فیصلہ کرتے ہو۔

۱۔ صحیح بخاری جلد اول ص ۵۱۶ کتاب المناقب .

۲۔ قرآن مجید سورہ آل عمران آیت ۳۱ .

۳۔ " " سورہ النازعات آیت ۳۴ .

۴۔ " " سورہ آیت ۳۵ ، ۳۶ .



بات کہیں کی کہیں جا پڑی اب ہم اصل مقصد کی طرف لوٹتے ہیں اور ان خوابوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے مردوں کے حالات کا کشف ہونا اور اس کا بہت بڑا فائدہ ہے کیونکہ نبوت جلی گئی اور بشارتیں باقی رہ گئیں اور وہ خوابیں ہی ہیں  
فصل ۱

## مردوں کے آخری فوائد پر مبنی احوال سے متعلق خوابیں

ان میں سے ایک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب ہے آپ نے فرمایا۔

مَنْ لَدِّي دَعِيَ النَّسَامَ فَقَدْ دَاخِيَ حَفَاً  
فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ لِي رَحِمَهُ  
جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے حقیقتاً مجھے دیکھا  
کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی میں نے دیکھا کہ آپ میری طرف نظر نہیں فرما رہے ہیں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا کیا قصور ہے؟ آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم نے روزے کی حالت میں (اپنی بیوی کا) بوسہ نہیں لیا؟ اس نے عرض کیا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اُسندہ میں روزے کی حالت میں کسی عورت (بیوی) کا بوسہ نہیں لوں گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت اور دوستی تھی میں چاہتا تھا کہ خواب میں ان کو دیکھوں تو سال کے آخر میں مجھے ان کی زیارت ہوئی میں نے دیکھا کہ آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں اور فرماتے ہیں یہ میری فراغت کا وقت ہے اگر میں رُون در حیم ذات سے نہ ملا ہوتا تو میری کشتی کا تختہ ٹوٹ چکا ہوتا۔  
حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے رات کو خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی امت سے مجھے کچھ بھلائی نہیں پہنچی آپ نے فرمایا ان کے حق میں بدعا کرو۔ میں نے دعا کی یا اللہ! مجھے ان کے بدلے میں ان سے اچھے لوگ عطا فرما اور میرے بدلے میں ان کو ایسا شخص دے جو میرے مقابلے اچھا نہ ہو۔ چنانچہ آپ باہر تشریف لائے تو ابن بلعم نے آپ پر حملہ کر دیا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت سفیان بن عیینہ نے حضرت محمد بن منکدر سے روایت کی ہے فرماتے ہیں ہم سے بیان کیا انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ سے جب بھی کچھ مانگا آپ نے لفظ "لا" (نہیں) نہیں فرمایا لے تو آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا

لے۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۳۵۰ کتاب التَّجْبِيرِ

۱۱۔ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۵۳ کتاب الفضائل  
www.maktabah.org



اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔ ابولہب سے میرا بھائی چارہ اور دوستی تھی جب وہ مر گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا جو کچھ فرمایا سورہ لہب نازل کی تو مجھے دکھ ہوا اور میں اس کے محلے میں پریشان ہوا میں نے ایک سال تک اللہ تعالیٰ سے یہی دعا مانگی کہ اس کو مجھے خواب میں دکھائے فرماتے ہیں میں نے اسے دیکھا کہ اس پر آگ کی لپیٹ ہے میں نے اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا میں دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوں اور یہ عذاب مجھ پر لیکا نہیں ہونا اور نہ ہی مجھے راحت پہنچتی ہے مگر سوموار کی رات عذاب کم ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ ابولہب نے جواب دیا اس رات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی تو مجھے ایک لونڈی نے آکر بتایا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے میں نے اس پر خوش ہو کر لونڈی کو آزاد کر دیا تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ہر سوموار کی رات مجھ سے عذاب کو اٹھا دیتا ہے (سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف پر خوش ہونے والوں کے لیے بشارت ہے۔ ۱۲ ہزاروی)

حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں حج کے لیے نکلا تو ایک شخص میرے ساتھ ہو گیا اور اٹھتے بیٹھتے چلتے چرتے اور حالت سکون میں بارگاہِ نبوی میں ہدیہ درود بھیجتا میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا میں آپ کو بتاؤں گا پھر اس نے کہا میں پہلی مرتبہ اپنے والد کے ہمراہ مکہ شریف کی طرف نکلا جب ہم واپس ہوئے تو میں ایک مقام پر سو گیا اس دوران کہ میں سویا ہوا تھا کوئی آنے والا میرے پاس آیا اس نے کہا۔ اٹھو تمہارے باپ کی موت واقع ہو گئی ہے اور اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا ہے وہ کہتا ہے میں ڈرتا ہوا اٹھا اور باپ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو واقعی وہ فوت ہو چکا تھا اور چہرہ بھی سیاہ تھا میں بہت زیادہ خوف زدہ ہوا میں اسی غم میں مبتلا تھا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا۔ میں نے دیکھا کہ میرے باپ کے سر ہانے چار سیاہ خام آدمی لوہے کے ڈنڈے لیے کھڑے ہیں کہ اچانک ایک خوبصورت شخص جس نے دو سبز کپڑے پہن رکھے تھے تشریف لائے انہوں نے فرمایا اس سے ہٹ جاؤ پھل پناہ دست مبارک میرے والد کے چہرے پر پھیرا اس کے بعد میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اٹھو اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کا چہرہ سفید کر دیا ہے میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ وہ شخص کہتا ہے میں نے اپنے باپ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ سفید تھا اس کے بعد میں نے کبھی بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ترک نہیں کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں



سلام عرض کر کے بیٹھا گیا میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت محاور رضی اللہ عنہ داخل ہوئے ان دونوں پر دروازہ بند کر دیا گیا اور میں دیکھ رہا تھا زیادہ دیر نہ گزری کہ حضرت علی المرتضیٰ باہر تشریف لائے اور فرما رہے تھے رب کجہ کی قسم! میرے حنن میں فیصلہ ہو گیا پھر جلد ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور فرمایا رب کجہ کی قسم! میری بخشش ہو گئی۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نیند سے بیدار ہوئے تو انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے اور فرمایا اللہ کی قسم! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، اور یہ خواب واقع شہادت سے پہلے کا ہے صحابہ کرام نے اس بات کو تسلیم نہ کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کے پاس خون سے بھری ہوئی ایک نشیبی ہے آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے میری امت نے میرے بعد کیا کیا؟ انہوں نے میرے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا یہ ان کا اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے میں اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں لے جاؤں گا۔ فرماتے ہیں میں بیس دن بعد اسی دن جب خواب دیکھا تھا اس کی شہادت کی اطلاع مل گئی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا گیا تو عرض کیا گیا آپ اپنی زبان کے بارے میں ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اس نے مجھے تباہی کی جگہوں پر پہنچا دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے جواب دیا میں نے کلمہ طیبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں داخل کر دیا۔

نصل ۲

## بزرگوں کے خواب

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے حضرت متمم درستی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اے میرے آقا! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے فرمایا مجھے جنتوں میں پھرایا گیا اور پوچھا گیا اے متمم! کیا آپ کو ان میں سے کوئی چیز اچھی لگی ہے؟ میں نے کہا اے میرے آقا! نہیں فرمایا اگر تمہیں ان میں سے کوئی چیز اچھی لگتی تو میں تمہیں اس کے حوالے کرتا اور تمہیں اپنا قرب عطا نہ کرتا۔

حضرت یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کو خواب دیکھا گیا تو پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا اس نے مجھے بخش دیا پوچھا اس کی وجہ؟ فرمایا میں نے سنجیدہ بات کو مذاق کے ساتھ نہیں ملا یا۔

حضرت منصور بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک فرمایا؟ انہوں نے فرمایا اس نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور میں نے جن جن گناہوں کا اقرار کیا ان سب کو بخش دیا لیکن ایک گناہ رہ گیا مجھے اس کا اقرار کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی تو اس



نے مجھے پسینے میں کھڑا کیا حتیٰ کہ میرے چہرے کا گوشت گر پڑا۔ میں نے پوچھا وہ کون سا گناہ ہے؟ فرمایا میں نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھ کر اسے پسند کیا تو مجھے جیسا آئی کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا ذکر کروں۔

حضرت ابو جعفر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ کے گرد نقرہ کی ایک جماعت تھی ہم اسی حالت میں تھے کہ آسمان پھٹا اور دو فرشتے اترے ایک کے ہاتھ میں تھال اور دوسرے کے ہاتھ میں لوٹا تھا تھال والے نے تھال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا اور آپ نے اپنے دست مبارک دھوئے پھر آپ کے حکم سے دوسروں نے بھی ہاتھ دھوئے پھر تھال میرے سامنے رکھا گیا تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اس کے ہاتھوں پر پانی نہ ڈالنا کیونکہ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ حدیث آپ سے مروی نہیں ہے کہ انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں (مروی ہے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ سے اور ان فقراء سے محبت کرتا ہوں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے ہاتھ پر بھی پانی ڈالو یہ بھی ان میں سے ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا گیا میں لوگوں میں تقریر کر رہا ہوں تو ایک فرشتے نے میرے پاس کھڑے ہو کر پوچھا جن باتوں کے ذریعے لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ قریب چیز کون سی ہے؟ میں نے کہا پوشیدہ عمل جو پورے ترازو میں ہو اور یہ سن کر فرشتے نے یہ کہتے ہوئے پیٹھ پھیر لی اللہ کی قسم! اس شخص کو توفیق دی گئی ہے۔

حضرت مجمع رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا گیا آپ نے معاملہ کیسا پایا؟ انہوں نے فرمایا میں نے دیکھا کہ زاہدین دنیا اور آخرت کی بھلائی لے گئے۔

ایک شامی نے حضرت علامہ ابن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا گویا آپ جنت میں ہیں (یہ سن کر) آپ اپنی نشست سے اٹھے اور اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا شاید شیطان نے مجھ سے کسی بات کا ارادہ کیا تو میں اس سے محفوظ ہو گیا اور اس نے اب کسی شخص کو میرے قتل کے لیے مقرر کیا ہے۔

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! خواب مومنین کو خوش کرتی ہے دہوکے میں نہیں ڈالتی۔ حضرت صالح بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عطا سلمیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ دنیا میں بہت غمگین رہتے تھے انہوں نے فرمایا سنو! اللہ کی قسم مجھے اس پر بہت زیادہ آرام اور دائمی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا آپ کس درجہ میں ہیں؟ فرمایا۔



وہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور وہ انبیاء و کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ لوگ نہایت اچھے ساتھی ہیں۔

ذَا ذُرِّيَّتٍ مَّعَ الَّذِيْنَ الْحَوَالِيْهِمْ  
مِنَ النَّبِيِّْنَ ذَا لِيْصِيْدٍ لِّقَبِيْطٍ  
وَ الشَّهِيْدِ اَوْ الصَّالِحِيْنَ  
وَ حَسْبُكَ اَوْلِيَاكَ رَفِيْقًا

حضرت زرارہ بن ابی اوفی رحمتہ اللہ علیہ سے خواب میں پوچھا گیا کہ تم لوگوں کے نزدیک سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟ فرمایا (اللہ تعالیٰ کے حکم پر) راضی رہنا اور امید کم رکھنا۔

حضرت زبیر بن مذکور رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت امام اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا اے ابو عمرو! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس کے ذریعے میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کروں۔ انہوں نے فرمایا میں نے یہاں علماء سے بڑھ کر کسی کا مقام نہیں پایا اس کے بعد ان لوگوں کا درجہ ہے جو ننگین رہتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں حضرت زبیر بن مذکور رحمتہ اللہ علیہ بڑے بزرگ تھے وہ ہمیشہ روتے حتیٰ کہ ان کی آنکھیں چلی گئیں۔ حضرت ابن عیینہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اے میرے بھائی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے فرمایا میں نے جس گناہ کی بخشش طلب کی اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اور جس کی مغفرت مانگی اسے نہیں بخشا۔

حضرت علی طلحی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں ایک عورت کو دیکھا جو دنیا کی عورتوں جیسی نہ تھی میں نے پوچھا تم کون ہو؟ جواب دیا میں ایک حور ہوں میں نے کہا میرے نکاح میں آ جاؤ اس نے کہا میرے آقا کے ہاں درخواست کرو اور مہرا کرو میں نے کہا تیرا مہر کیا ہے؟ اس نے جواب دیا اپنے نفس کو اس کی تمام آفات سے بچائے رکھو۔

حضرت ابراہیم بن اسحاق حریبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت زبیرہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا میں نے پوچھا آپ نے مکہ مکرمہ کی راہ میں کیا خرچ کیا؟ جواب دیا میں نے جو کچھ خرچ کیا اس کا ثواب ان کے مالکوں کے پاس چلا گیا اور مجھے نیت کی وجہ سے بخش دیا۔

جب حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ان کو خواب میں دیکھا گیا پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا میں نے پہلا قدم پل صراط اور دوسرا قدم جنت میں رکھا۔ حضرت احمد بن ابوالوارث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں ایک لونڈی کو دیکھا جس سے زیادہ



خولصورت میں نے کبھی نہیں دیکھی اس کے چہرے پر زور چمک رہا تھا میں نے پوچھا یہ چہرے کی روشنی کس وجہ سے ہے اس نے کہا تمہیں یاد ہے کہ ایک رات تم در رہے تھے میں نے کہا ہاں یاد ہے اس نے کہا میں نے تمہارے آنسو کراپنے چہرے پر ملے تو اس وجہ سے میرا چہرہ روشن ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

حضرت کنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ وہ اشارات اور عبارات تباہ ہو گئیں اور ہمیں صرف وہ در کفتیں ملیں جو ہم رات کے وقت پڑھا کرتے تھے۔

حضرت زبیدہ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جواب دیا ان چار کلمات کی وجہ سے مجھے بخش دیا گیا۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَفْنِي بِهَا عُمَرُ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَدْخَلُ بِهَا تَبْرِي  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَهْلُو بِهَا وَحْدِي  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَتَقِي بِهَا رَبِّي،

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی بات پر  
اپنی عمر ختم کروں اسی کلمے پر قبر میں داخل ہوں اسی  
کلمے کیساتھ گوشتہ نشینی اختیار کروں اور اسی کلمے پر اپنے  
رب سے ملاقات کروں۔

حضرت بشیر رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ اے بشیر ایک مجھے مجھ سے جیسا نہیں آتا؟ کہ اس قدر ڈرتا تھا۔

حضرت ابوسیمان رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا! فرمایا اس نے مجھ پر رحم فرمایا اور میرے لیے سب سے زیادہ ضرر کی بات لوگوں کا ہماری طرف اشارہ کرنا یعنی تمہارا حضرت ابوبکر کنانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے خواب میں ایک نوجوان کو دیکھا کہ اس سے زیادہ خوبصورت میں نے کسی کو نہیں دیکھا میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا ”تقویٰ“ میں نے کہا کہاں کے رہنے والے ہو کہا ہر عکین دل میں رہتا ہوں پھر میں نے توجہ کی تو ایک سیاہ نام عورت تھی میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا بیماری ہوں میں نے کہا تم کہاں رہتی ہو؟ اس نے کہا ہر خوش رہنے والے اکڑنے والے کے دل میں فرماتے ہیں میں بیدار ہوا تو میں نے عہد کیا کہ آئندہ کسی مجبوری کے بغیر نہیں ہنسوں گا۔

حضرت ابوسعید حراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا گو یا شیطان مجھ پر حملہ آور ہوا ہے میں نے لاٹھی اٹھائی تاکہ اسے ماروں لیکن وہ اس سے نہ گھبرایا تو مجھے نیلی آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا یہ دل میں پائے جانے والے نور سے ڈرتا ہے۔

حضرت مسعودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں شیطان کو دیکھا کہ ننگا چل رہا ہے میں نے کہا تجھے



لوگوں سے جیسا نہیں آتا، اس نے کہا سبحان اللہ ایہ لوگ ہیں۔

اگر یہ انسان ہوتے تو میں صبح و شام ان سے اس طرح نہ کھیتا جس طرح بچے گیند سے کھیلتے ہیں بلکہ انسان تو ان کے علاوہ ہیں جنہوں نے میرے جسم کو بیمار کر دیا ہے اور اس نے اپنے ہاتھوں سے ہمارے درختوں کو صونیا کر ام کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت ابو سعید خزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں دمشق میں تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے سہارے تشریف لارہے ہیں، آپ تشریف لائے اور میرے پاس کھڑے ہو گئے میں کچھ الفاظ کہہ کر بیٹھے پر ضرب لگاتا تھا آپ نے فرمایا اس کی برائی اس کی بھلائی سے زیادہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا گویا آپ جنت میں ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف اڑ رہے ہیں اور فرماتے ہیں اسی قسم کے مقصد کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے، میں نے عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کیجئے فرمایا،

حضرت ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قیس بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا اور فرماتے ہیں میں نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے فرمایا،

میں نے اپنے رب کی طرف تو اس نے مجھ سے فرمایا  
بٹھے میری رضا مبارک، اے خوش بخت! جب رات چھاتی  
تو مشتاق کے آنسو اور دل کے ساتھ کھڑا ہو جاتا پس آؤ اور  
جو عمل چاہتے ہو اختیار کرو اور میری زیارت کرو میں تم سے  
دور نہیں ہوں۔

نَظَرْتُ إِلَى رَبِّي لَمَّا فَتَقَالَ لِي هَنِيئًا  
رَحْمَالِي عِنْدَكَ يَا ابْنَ سَعِيدٍ فَغَدُ كُنْتُ  
قَوْمًا إِذَا أَظْهَرَ السُّجُجَ يَعْبُورُهُ مُسْتَأْتِقِ  
وَقَدِّبْ عَمِيدِي فَدُنْتُكَ مَا حَتْرًا أَيْ قَصِي  
أَرَدْتَهُ وَرُدِّي يَا سَيِّدِي مِنْكَ غَيْرَ لَعِيدِي۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ کے وصال کے تین سال بعد ان کو دیکھا گیا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا مجھ سے مناقشہ (جھگڑا) کیا حتیٰ کہ میں مایوس ہو گیا جب اللہ تعالیٰ نے میری مایوسی کو دیکھا تو مجھے اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لیا۔

بنو عباس کے ایک مجنون کو اس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جواب دیا اس نے مجھے بخش دیا اور محبت کرنے والوں پر مجھے حجت بنا دیا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا اس نے مجھ پر رحم فرمایا کہ کیا حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا کیا حال ہے؟ فرمایا وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو دن میں دو مرتبہ اپنے رب کے حضور حاضری دیتے ہیں۔



کسی دوسرے بزرگ کو (خواب میں) دیکھا تو ان کا حال پوچھا گیا انہوں نے فرمایا: فرشتوں نے ہمارا ٹھیک ٹھاک حساب کیا پھر احسان کرتے ہوئے آزاد کر دیا۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا۔ فرمایا ایک کلمہ کی وجہ سے بخش دیا جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے جب آپ کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے سُبْحَانَ الْحَمْدِ الَّذِي لَا يَمُوتُ “ (وہ ذات پاک ہے جو زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔)

جس رات حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اس رات دیکھا گیا کہ گویا آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور ایک منادی ندادے رہا ہے کہ سنو! حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس حالت میں حاضر ہوئے کہ وہ ان سے راضی ہے۔

جا حظ کو خواب میں دیکھ کر کسی نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا سلوک کیا تو اس نے پڑھا۔  
 وَلَا تَكْتَبُ كُحْلًا غَيْرَ سَنِيٍّ بِيَسْرٍ  
 فِي الْيَمَامَةِ أَنْ تَرَكَ  
 اپنے تلم سے صرف ایسی بات لکھو کہ جسے قیامت کے دن دیکھ کر تم خوش رہو۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں شیطان کو ننگا دیکھا تو فرمایا تو لوگوں سے جیسا نہیں کرتا اس نے کہا یہ لوگ انسان ہیں؟ انسان تو وہ ہیں جو مسجد شریف میں ہیں اور انہوں نے میرے جسم کو کمزور کر دیا اور میرے جگر کو جلادیا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب میں بیدار ہوا تو مسجد میں گیا میں نے ایک جماعت کو دیکھا انہوں نے اپنے سروں کو گھٹنوں پر رکھا ہوا تھا اور مگر میں مبتلا تھے جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے اس غنیمت کی باتوں سے دہو کہ نہ کھانا (شیطان کے بارے میں کہا)

حضرت نصر اباضی رحمۃ اللہ کو ان کی وفات کے بعد مکہ مکرمہ میں خواب کی حالت میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک فرمایا انہوں نے فرمایا مجھے اثرات کی طرح جھڑک پلائی گئی پھر آواز دی گئی اے ابوالقاسم! کیا ملاپ کے بعد جلائی ہوئی ہے؟ میں نے کہا اے ذوالجلال! انہیں چنانچہ مجھے قبر میں رکھتے ہی میں اپنے رب سے جا ملا۔

حضرت عقبہ غلام نے خواب میں ایک تور کو اچھی صورت میں دیکھا اس نے کہا اے عقبہ! میں تم پر عاشق ہوں تو دیکھنا ایسا عمل نہ کرنا جو میرے اور تمہارے درمیان حائل ہو جائے حضرت عقبہ نے جواب دیا میں نے دنیا کو تین طلاقیں دے دی ہیں، اور میں جب تک تم سے ملاقات نہ کروں اس کی طرف رجوع نہیں کروں گا۔  
 کہا گیا ہے کہ حضرت الیوب سنیقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک گناہ گار آدمی کا جنازہ دیکھا تو اپنے دروازے سے



اندر چلے گئے تاکہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں کسی نے اس میت کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا اللہ نے مجھے بخش دیا اور فرمایا حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ سے کہہ دینا۔  
 قَدْ نَوَّأْنَا نَفْسَكَ لِمَا كُنْتَ تَخَافُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّكَ  
 إِذْ لَا مَسْكَتَ مَخَشِيَةَ الْإِنْفَاقِ لَهُ  
 خزانوں کے مالک ہوتے تو اس وقت تم

کسی نے بیان کیا کہ جس رات حضرت داؤد علیہ السلام کا انتقال ہوا اس نے ایک نور اور فرشتوں کو اترتے ہوئے اور اُپر جاتے ہوئے دیکھا میں نے کہا یہ کون سی رات ہے؟ تو انہوں نے کہا آج رات حضرت داؤد علیہ السلام کا انتقال ہو گیا اور ان کی روح کے لیے جنت کو آراستہ کیا گیا ہے۔

حضرت ابو سعید شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سہل صلحہ کی رحمت اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو کہا اے شیخ! انہوں نے فرمایا اب شیخ کہنا چھوڑ دو جو احوال میں نے دیکھے ہیں اس وجہ سے کہہ رہا ہوں فرمایا وہ ہمارے کام نہ آئے میں نے کہا تو آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا ان مسائل کی وجہ سے مجھے بخش دیا گیا جو عوام الناس مجھ سے پوچھا کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر رشیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت محمد طوسی معلم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت ابو سعید صفا رمودب سے کہو۔

وَكُنَّا عَلٰى اَنَّ لَا نَحْوَلْ عَنِ الْهُوٰى فَقَدْ  
 وَحَيَاةِ اَلْحَيٰتِ حُلَّتْهُ وَ مَا حُلَّتَا  
 ہم تو محبت کے راستے میں حائل ہونے والے نہ  
 تھے محبت کی زندگی آپ کو میسر آتی ہے ہمیں نہیں آتی۔  
 فرماتے ہیں میں بیدار ہوا تو ان سے ذکر کیا انہوں نے فرمایا میں ہر جمعہ کے دن ان کی قبر پر جایا کرتا تھا لیکن اس  
 وجہ نہ جاسکا۔

حضرت ابن رشد فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ کے وصال کے بعد ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا آپ کا انتقال نہیں ہوا تھا؟ فرمایا ہاں ہوا تھا میں نے پوچھا تو آپ پر کیا گزری؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس قدر مغفرت عطا فرمائی کہ اس نے تمام گناہوں کو گھیر لیا میں نے پوچھا حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا کیا ہوا؟ ان کا کیا کہنا وہ اس آیت کے مصداق ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہوا۔

فَاذْكُرْكُم مِّنَ الَّذِيْنَ اٰتَعَمَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ  
 مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصّٰلِحِيْنَ وَالشّٰهِدِ اٰرَوْ  
 یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام  
 فرمایا اور وہ انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ  
 کتنے اچھے ساتھی ہیں۔  
 الصّٰلِحِيْنَ وَحَسَنَ اذْكُرْكُم رَنِفَعًا لَّهُ



حضرت ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اے ابو عبد اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا کہ اس نے مجھے سونے کی کمرس پر بٹھایا اور مجھ پر ناز و شاداب موتی بکھرے۔

جس رات حضرت حسن بھری رحمۃ اللہ کا وصال ہوا اس رات ان کے ایک شاگرد نے دیکھا کہ ایک منادی اعلان کر رہا ہے (یہ آیت پڑھ رہا ہے)

بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت نوح علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور آل عمران کو اپنے زمانے کے لوگوں کو چن لیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا  
وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَإِلَٰهَ عِمْرَانَ  
عَلَىٰ الْعَالَمِينَ ۗ

اور حضرت حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے زمانے کے لوگوں پر چن لیا۔

حضرت البریعقب قاری رقیفی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس کا تہلبا اور رنگ گندمی ہے اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں میں ان کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کریں اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ انہوں نے مجھ پر ناک چڑھائی میں نے کہا میں ہدایت کا طلب گار ہوں میری رہنمائی فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی حیرانمانی سے بچا دے۔ وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی محبت کے وقت اس کی رحمت کو طلب کرو اور اس کی نافرمانی ہو جائے تو اس کے عذاب سے ڈرو اور اس دوران اس سے ناامید نہ ہونا پھر وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔

حضرت ابو بکر بن ابومریم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت دقار بن بشر حضرت رضی رحمۃ اللہ کو دیکھا تو کہا آپ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا بڑی مشقت کے بعد نجات ملی ہے میں نے پوچھا آپ نے کس عمل کو افضل پایا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا۔

حضرت یزید ابن نضامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں طاعون کی عام وبا میں ایک لوٹدی ہلاک ہو گئی اس کے باپ نے اسے خواب میں دیکھا تو کہا اے بیٹی! آخرت کے بارے میں مجھے بتاؤ اس نے کہا ابا جان! ہمیں ایک بہت بڑے معاملے سے واسطہ پڑا ہم جانتے ہیں اور عمل نہیں کر سکتے اور تم کرتے ہو لیکن جانتے نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم ایک بار سبجان اللہ پڑھنا یا ایک دو رکعتوں کا میرے نامہ اعمال میں ہونا مجھے دینا اور جو کچھ اس میں ہے، سے زیادہ پسند ہے۔



حضرت عقبہ غلامِ رحمتہ اللہ کے بعض احباب نے فرمایا کہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا میں دعا کی برکت سے جنت میں چلا گیا تمہارے گھر میں لکھی ہوئی ہے۔ راوی فرماتے ہیں میں صبح اٹھا تو اپنے گھر آیا میں نے دیکھا کہ حضرت عقبہ غلام کے خط سے دیوار پر لکھا ہوا ہے۔

يَا هَادِيَ الْمُضِلِّينَ يَا رَاحِمَ الْمَذْنُبِينَ  
 يَا مُقِيلَ عَثْرَاتِ الْعَاثِرِينَ اِرْحَمِ  
 عَبْدَكَ ذَا الْخَطْرِ الْعَظِيمِ وَالْمُسْلِمِينَ  
 كُلَّهُمْ اَجْمَعِينَ وَاَجْعَلْنَا مَعَ الْاَحْيَاءِ  
 الْمَرْزُوقِينَ الْكَذِبِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ  
 مِنَ الْبَشَرِ وَالْطَّيْرِ وَالْبَهَائِمِ وَالْشُّجَرِ  
 وَالصَّارِحِينَ اَمِيْنٌ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ

اے گمراہوں کو راستہ دکھانے والے اے گناہ گاروں  
 پر رحم فرمانے والے اے لغزش کرنے والے کی لغزشوں  
 کو معاف کرنے والے اپنے بندے کو جو بہت بڑے خطرے  
 میں گھا اہوا ہے نیز تمام مسلمانوں پر رحم فرما اور ہمیں ان  
 لوگوں کے ساتھ کر دے جو زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا  
 جاتا ہے وہ لوگ جن پر تو نے انعام فرمایا یعنی انبیاء کرام  
 صدیقین، شہداء اور صالحین اے اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول  
 فرما۔ اے تمام جہانوں کے رب۔

حضرت موسیٰ بن جہاد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو جنت میں دیکھا کہ آپ ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف اور ایک شاخ سے دوسری شاخ کی طرف اڑ رہے ہیں میں نے کہا اے ابو عبد اللہ آپ کو یہ مقام کیسے ملا؟ فرمایا تقویٰ کے ذریعے میں نے پوچھا حضرت علی بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کا کیا حال ہے؟ فرمایا وہ ستاروں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔

ایک تابعی رحمۃ اللہ نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیں آپ نے فرمایا ہاں جو نقصان کی تلاش اور گواہ میں نہیں رہتا وہ نقصان اٹھاتا ہے اور جو نقصان میں ہو اس کے لیے موت بہتر ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں مجھے ان دنوں ایک ایسا معاملہ پیش آیا جس نے مجھے رنجیدہ اور پریشان کر دیا اور اس پر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مطلع ہے جب دوسری رات ہوئی تو خواب میں کوئی شخص میرے پاس آیا اور اس نے کہا اے محمد بن ادریس (حضرت امام شافعی) یوں کہیں۔

اللَّهُمَّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْسًا  
 وَلَا صَوًّا وَلَا مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا  
 وَلَا اسْتِطِيْعَمَ اَنْ اُخَذَ اِلَّا مَا اَعْطَيْتَنِي  
 وَلَا اَتَيْتَنِي اِلَّا مَا وُتِّئْتَنِي اللَّهُمَّ تَرَفَّقْ بِي

یا اللہ! میں اپنے نفس کے لیے نفع، نقصان،  
 موت، زندگی اور مرنے کے بعد اٹھنے کا مالک نہیں  
 ہوں جو تو عطا فرمائے اور اسی سے بچ سکتا ہوں جس سے تو  
 بچائے یا اللہ مجھے اس بات اور عمل کی توفیق عافیت کے ساتھ



لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ وَالْحَمَلِ فِي عَافِيَةٍ۔ عطا فرمائی جس کو تو پسند کرتا ہے۔  
 فرماتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں نے یہی کلمات دہرائے دن چڑھا تو اللہ تعالیٰ نے میرا مقصد پورا کر دیا اور جب صبح  
 میں پریشانی میں مبتلا تھا اس نے نجات عطا فرمائی۔ پس تم پر لازم ہے کہ ان کو اپنا وارڈن سے غافل نہ رہو۔  
 تو یہ کچھ مکاشفات تھے جو فوت شدہ لوگوں کے حالات پر میزان اعمال پر دلالت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قریب  
 کرنے والے ہیں اس کے بعد ہم ضرور سمجھنے سے آخری ٹھکانے تک کے حالات لکھتے ہیں وہ جنت ہو یا دوزخ  
 اور اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے شکر کرنے والوں کی حمد۔

دوسرا حصہ

## صور چھونکنے سے جنت یا دوزخ میں جانے تک کے حالات

اس حصے میں مندرجہ ذیل امور کا بیان ہوگا۔

۱. صور چھونکنا ۲۰۔ محشر کے اہل اور ان کا وصف (۳) اہل محشر کا پسینہ (۴) یوم قیامت کس قدر بڑا ہوگا (۵) یوم  
 قیامت کی صفت اس کے مصائب اور نام (۶) گناہوں کے بارے میں سوال (۷) میزان کیسا ہوگا (۸) حقوق کا  
 مطالبہ اور ان کی واپسی (۹) پل حراط (۱۰) شفاعت (۱۱) حوض کوثر (۱۲) جہنم اور اس کے ہولناک مناظر، جہنم کی سزا اس کے  
 سانپ پچھو (۱۳) جنت اور اس کی نعمتوں کی انتہا (۱۴) جنتوں کی تعداد ان کے دروازے۔ بلاخانے۔ باغات، نہریں، درخت  
 جنتوں کا لباس۔ ان کے پچھونے اور تخت۔ ان کے کھانے، حوریں اور بچے (۱۵) اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی  
 رحمت کی وسعت۔ اس کے ساتھ ہی یہ کتاب ختم ہو جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

فصل ۱

## صور چھونکنا

گذشتہ بیان سے سکران موت کے سلسلے میں میت کے احوال، موت عاقبت کا خطرہ قبر کا اندھیرا اور اس  
 کے کیرٹوں کو برداشت کرنا، منکر نکیر اور ان کے سوال، غدا قبر دار اس کا خطرہ اگر اس پر غضب ہو اور غیور وغیرہ باتیں  
 آپ کو معلوم ہو چکی ہیں۔

ان سب سے بڑے خطرے وہ ہیں جو فوت ہونے والے کے سامنے ہیں اور وہ صور چھونکنا، قیامت کے  
 دن اٹھنا، جبارزات کے سامنے پیش ہونا، قیاس و کثیر کے بارے میں سوال مقدار اعمال کی پہچان کے لیے میزان  
 کا قیام۔ پل حراط کے باریک اور تیز ہونے کے بارے میں سوال پر سے گزرنا اس کے بعد یہ فیصلہ ہو جائے تو اعلان



کا انظار اور یا تو سعادت کے ساتھ ہوگا یا شقاوت کا فیصلہ ہوگا۔ ان تمام احوال اور ہولناک امور کی معرفت اور پھر ان پر قطعی طور پر ایمان لانا اور تصدیق کرنا ضروری ہے اس کے بعد طویل غور و فکر کرنا ہے تاکہ تمہارے دل میں اس کی تیسری کے لوازم پیدا ہوں۔

اور اکثر لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں میں آخرت پر ایمان مضبوط نہیں اور نہ ہی ان کے دلوں کے اندر اس ایمان کے مقام پکڑا ہے۔ اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ وہ گرمیوں کی گرمی اور سردیوں کی سردی کے لیے خاص طور پر تیار کرتے ہیں لیکن جہنم کی گرمی اور سردی کا انتظام کرنے میں سستی کرتے ہیں حالانکہ وہاں نہایت سختی اور خطرات ہوں گے۔ بلکہ جب ان سے قیامت کے بارے میں پوچھا جائے تو ان کی زبان پر الفاظ جاری ہوتے ہیں لیکن ان کے دل غافل ہوتے ہیں جس آدمی کو بتایا جائے کہ اس کے سامنے زہر ملا ہوا کھانا ہے اور وہ خبر دینے والے سے کہے کہ تم نے بیچ کہا لیکن اس کے باوجود اسے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو وہ زبان سے تصدیق کرنے والا اور عمل سے جھٹلانے والا ہے اور زبان سے جھٹلانے کے لیے مقابلے میں عمل سے جھٹلانا (مزید) برابر ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى سَتَمَيِّتُ ابْنَ آدَمَ وَمَا يُبَيِّعُ لَهُ أَنْ يَشْتَمِيَّ دَكَّ بَنِي وَمَا يُبَيِّعُ لَهُ أَنْ يَكْفُرَ بَنِي أَمَا شَتْمُهُ إِيَّاهُ نَيْقُولُ إِنَّ بِي دَكًّا وَ أَمَا تَكْفُرُ بِيَهُ نَقُولُ لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي ۝

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے انسان نے گالی دی اور اس کے لیے مناسب نہ تھا کہ وہ مجھے گالی دے اور اس نے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے مناسب نہ تھا کہ مجھے جھٹلانا اس کا مجھے گالی دینا یوں ہے کہ وہ میرے لیے اولاد ثابت کر لے اور مجھے جھٹلانے کی صورت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جس طرح اس نے مجھے پیدا کیا دوبارہ نہیں لوٹائے گا۔

قیامت کے دن دوبارہ اٹھنے پر یقین اور تصدیق کے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس عالم میں لوگ ان امور کی مثالوں کو بہت کم سمجھتے ہیں اگر انسان حیوانات کی پیدائش کو نہ دیکھتا اور اس سے کہا جاتا کہ بنانے والا ناپاک اور گندے مادہ منویہ سے اس قسم کے آدمی کو پیدا کرتا ہے جو عقلمند بولنے والا اور عمل کرنے والا ہے تو اس کی تصدیق سے اس کے دل کو شدید نفرت ہوتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

أَوَلَمْ يَرَوْا نَسْأَنُ إِنَّا خَلَقْنَا هُمِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ حَصِيمٌ مَبِينٌ يَهُ

کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے مادہ منویہ سے پیدا کیا پس وہ ظاہر جھگڑالو ہے۔

۱۔ صحیح بخاری جلد اول ص ۵۳ کتاب بدو الخلق۔

۲۔ قرآن مجید سورہ یسین آیت ۷۷۔



اور ارشاد خداوندی ہے ۔

أَجَسِبَ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى  
 أَلَعَدَّ يَدُكَ نَظْفَةً وَمِنْ مَتْنِي يُمَجِّئُ  
 ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا فَسَوَّيْنَا  
 فَجَعَلْنَا مِنْهُ الْإِنْسَانَ الْكَزُورَ  
 وَالْأُنْثَىٰ - ١٤

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اسے مہمل چھوڑ دیا جائے گا  
 کیسا وہ ابتداء میں متنی کا ایک تپو نہ تھا جو رحم مادر میں چمکیا  
 جاتا ہے ۔ پھر اس سے وہ تو تھرا بنا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے  
 بنایا اور اعضا درست کئے پھر اس سے دو قسمیں بنائیں  
 مرد اور عورت ۔

تو انسان کی تخلیق میں بے شمار عجائب اور اس کے اعضا کی ترکیب کے اختلاف کے ساتھ ساتھ مزید کچھ عجائب  
 ہیں جن کا تعلق اس کے دوبارہ پیدا ہونے اور اٹھنے سے ہے ۔ تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی صنعت و قدرت میں اس چیز کو  
 دیکھتا ہے وہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کا انکار کیسے کر سکتا ہے اگر تمہارے ایمان میں کمزوری ہے  
 تو پہلی مرتبہ پیدائش میں غور کر کے اپنے ایمان کو پکا کر لو بے شک دوسری مرتبہ پیدا کرنا اس کی شل بلکہ اس سے  
 زیادہ آسان ہے اور اگر اس پر تمہارا ایمان مضبوط ہے تو اپنے دل کو ان خطرات اور خوف سے آگاہ کرو اور اس سلسلے  
 میں زیادہ سے زیادہ غور و فکر کرو تاکہ تمہارے دل سے راحت و قرار نکل جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جلنے کی  
 تیاری میں لگ جائے ۔

سب سے پہلے اس آواز کی فکر کرو جو قبرستان والوں کے کانوں میں پڑے گی اور وہ شدت سے صور کا چھونکا  
 جانا ہے یہ ایک ایسی چیخ ہوگی کہ اس کی وجہ سے قبریں پھٹ جائیں گی اور تمام مردے ایک ہی بار باہر نکل آئیں گے  
 تو تم اپنے بارے میں تصور کرو کہ تمہارے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے اور سر سے پاؤں تک قبر کی مٹی سے آلودہ ہے اور  
 چیخ کی شدت سے تم حیران ہو آواز کی طرف نگاہ لگی ہوئی ہے اور لوگ جو مدتوں تک قبروں میں گھٹتے سترتے تھے یکدم نکل  
 پڑے اب اس خوف اور رعب نے ان کے عموں اور انجام کار کی شدت انتظار میں اضافہ کر دیا ۔ جیسے ارشاد خداوندی ہے

وَلَفِخَتْ فِي الصُّورِ فَصَبَحَتْ مَنْ فِي  
 السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ  
 شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نَفَخْنَا فِيهِ أَحْزَىٰ  
 فَإِذَا هُمْ فِي نَارٍ يَنْظُرُونَ - ١٥

اور صور چھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے  
 بیہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے پھر  
 دوسری بار صور چھونکا جائے گا تو وہ اس وقت کھڑے  
 ہو کر دیکھنے لگیں گے ۔

۱۵۔ قرآن مجید سورہ القباۃ آیت ۳۶ تا ۳۹

۱۶۔ قرآن مجید سورہ زمر آیت ۶۸



اور ارشاد فرمایا۔

پس جب بگل بجایا جائے گا تو یہ دن کافروں پر دھڑکتا ہوگا آسان نہیں ہوگا۔

فَاِذَا انْقَرَضَ فِي السَّائِغِ نَدَاكَ يَوْمَ مَكِّي  
يَوْمَ عَسِيْرٍ عَلَي الْكَافِرِيْنَ عَاِيْرٍ لِّيْسِيْرٍ لِيْ

اور ارشاد خداوندی ہے۔

اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سے ہو وہ ایک چنچ کا انتظار کرتے ہیں جو ان کو کپڑے کی اور وہ جھگڑ رہے ہیں گے پس نہ تو وصیت کر سکیں گے اور نہ ہی گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے۔ اور صور چھوٹا جائے گا۔ تو وہ فوراً اپنی اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف تیزی سے جا لگیں گے وہ کہیں گے ہائے ہم برباد ہوئے ہیں ہماری قبر سے کس نے اٹھایا تو یہ رحمن کا وعدہ ہے اور رسولوں نے سچ فرمایا۔

وَيَقُولُوْنَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ اِنْ  
كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا مِصْحَةً  
وَاحِدَةً تَاْخُذُوْهَا وَهَمًّا وَهَمًّا يَحِيْثُ سَمُوْنَ  
فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا اِلَى اَهْلِهِمْ  
يَرْجِعُوْنَ وَنُوْفَخَ فِي السُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ  
اِلَى اٰلِهِمْ يُسَلُّوْنَ قَاوَاِيْرٍ يَلْبَسُوْنَ لِعَنَّا مِنْ  
مَّرْقَدٍ نَاهَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ لِيْ

اور اگر مردوں کے سامنے صرف اس کا وز کی رہشت ہی ہو (اور کچھ نہ ہو) تو بھی ڈرنا اور پرہیز کرنا ان کے لائق تھا کیونکہ یہ ایک ایسی چھونک اور چنچ ہوگی جس سے آسمانوں اور زمینوں والے سب بیہوش ہو جائیں گے یعنی سر جا میں گے ہاں جسے اللہ تعالیٰ چاہے وہ زندہ رہے گا اور وہ بعض فرشتے ہیں۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں کس طرح آرام کروں جب کہ صور چھوٹنے والے (فرشتے) نے بگل منہ میں رکھا ہوا ہے۔ پیشانی پھر کر کان لگائے ہوئے وہ اس انتظار میں ہے کہ کب اسے حکم دیا جائے اور چھوٹے۔

حضرت متائل رحمۃ اللہ فرماتے ہیں صور ایک سنگ ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام نے سنگ کے اوپر منہ رکھا ہوا ہے جس طرح بگل ہوتا ہے اور سنگ کی گولائی آسمانوں اور زمین کی چوڑائی جیسی ہے حضرت اسرافیل کی نگاہ عرش پر لگی ہوئی ہے۔ وہ اس انتظار میں ہیں کہ کب ان کو حکم دیا جائے اور وہ پہلی بار صور چھوٹیں جب وہ صور چھوٹیں گے

۱۰۔ قرآن مجید سورہ المذثر آیت ۸ تا ۱۰۔

۱۱۔ قرآن مجید سورہ یسین آیت ۴۸ تا ۵۲۔

۱۲۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۳۲۶ روایات ابن عباس۔



تو آسمانوں اور زمین والے سب بیہوش ہو جائیں گے یعنی ہر زندہ چیز مر جائے گی البتہ چند فرشتے جنکو اللہ تعالیٰ چاہے گا باقی رہ جائیں گے اور وہ حضرت جبریل حضرت میکائیل حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے موت کے فرشتے کو حکم دے گا تو وہ حضرت جبریل علیہ السلام کی روح قبض کرے گا پھر حضرت میکائیل علیہ السلام کی روح اور اس کے بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام کی روح نکالے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ موت کے فرشتے کو حکم دے گا تو وہ خود مر جائے گا پہلی پھونک کے بعد مخلوق عالم برزخ میں چالیس سال رہے گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرے گا اور اسے دوبارہ صور پھونکنے کا حکم دے گا اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے۔

تَوَّافِعُ يَنْفُخُ فِيهِ اٰخِرَىٰ يٰۤاٰهَمُّ  
رَبِّيۡمُ يَنْظُوۡنَ اِلَيْهِ  
پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو وہ کھڑے ہو کر  
دیکھنے لگیں گے۔

یعنی پاؤں پر کھڑے ہو کر زندہ ہونے کو دیکھیں گے۔  
اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جَبَّ اِلَىٰ اِلٰهِيۡمُ يٰۤاٰهَمُّ  
اَلْقُوۡرُ نٰۤاَهْوٰىۤا بِهٖ اِلٰى يٰۤاٰهَمُّ وَاَقْدَمُ  
رَجُلًا وَّاٰخِرًا اٰخِرٰى يَنْظُرُ مَتٰى يُوۡمَرُ  
يٰۤاٰتَفٰخُ اَلَّا تٰتَقُوۡۤا۔ ۱۷

جب اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا تو صور پھونکنے  
والے فرشتے کو بھی پیغام بھیجا۔ پس اس نے صور منبے  
لگایا ہوا ہے ایک قدم آگے بڑھا رکھا ہے اور دوسرے کو  
پچھے ہٹایا ہوا ہے وہ انتظار میں ہے کہ کب پھونکنے کا حکم دیا  
جائے سنو! پھونک سے ڈرو۔

تو مخلوق اور ان کی ذلت، انکساری، دوبارہ اٹھتے وقت خوف کے باعث، بیچارگی میں غور کرو اور فیصلے کا انتظار  
کہ وہ خوش ہنستی کی صورت میں ہوتا ہے یا بد ہنستی کی شکل میں، تو غور کرو کہ تم بھی ان کے درمیان شکستہ دل اور حیران  
ہو جس طرح وہ شکستہ دل اور حیران ہیں۔ بلکہ اگر تم دنیا میں خوش حال اور مالدار لوگوں میں سے ہو تو اس دن زمین کے  
بادشاہوں کا حال باقی تمام زمین والوں سے زیادہ ذلت والا ہو گا وہ سب سے زیادہ چھوٹے اور حقیر نظر آئیں گے  
اور چھوٹی سی کی طرح پاؤں سے سسلے جائیں گے اس وقت وحشی جانور جنگلوں اور پہاڑوں سے سر جھکائے ہوئے  
آئیں گے اور وحشت کے باوجود لوگوں میں مل جائیں گے اگرچہ وہ خطا کار نہیں ہوں گے لیکن اس دن کے  
اٹھنے، بیچھ کی شدت اور پھونک کے ہولناک منظر کی وجہ سے سب کچھ سمجھوں جائیں اور لوگوں سے وحشت اختیار  
کرنے اور بھاگنے کا خیال بھی نہ ہو گا۔

۱۷۔ قرآن مجید سورہ زمر آیت ۶۸۔

۱۸۔ تاریخ ابن عساکر جلد ۳ ص ۲۲ ترجمہ اسماعیل بن رافع



ارشاد خداوندی ہے۔

وَإِذَا الْوُجُوشُ حُشِرَتْ لَه

اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے،

پھر سرکش شیطان اپنی سرکش اور نافرمانی کے باوجود آئیں گے اور بارگاہ خداوندی میں پیش ہونے کی ہمدیت کے باعث سر جھکائے ہوئے ہوں گے یہ اس ارشاد خداوندی کی تصدیق ہے۔

ذَرِيكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ

پس تیرے رب کی قسم ہم ان کو اور شیطانوں کو اکٹھا کریں گے پھر ان کو جہنم کے گردیوں لائیں گے کہ وہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہوں گے۔

ثُمَّ لَنُخَضِّرَنَّهُمْ جَدَلًا جَهَنَّمَ خَبِيثًا ۝

فصل ۲

## میدان محشر اور اہل محشر

پھر دیکھو قبروں سے نکلنے اور جمع ہونے کے بعد لوگوں کو کس طرح چلایا جائے گا وہ ننگے پاؤں ننگے جسم اور بے خنتہ ہوں گے میدان محشر کی طرف جائیں گے جو نرم اور سفید رنگ کی ہموار زمین ہے اس میں کوئی اونچ نیچ نہیں ہوگی اور نہ وہاں کوئی ٹیلہ ہوگا جس کے پیچھے آدمی چھپ جائے۔ اور نہ گڑھا ہوگا کہ اس کے اندر غائب ہو جائے بلکہ وہ ایک پھیلی ہوئی زمین ہے جس میں کوئی فرق نہیں لوگوں کو اس کی طرف گروہوں کے شکل میں چلایا جائے گا تو وہ ذات پاک ہے جس نے زمین کے مختلف کناروں سے مختلف قسم کے لوگوں کو جمع کیا کہ پہلی پھونک ان کو چلائے گی اور اس کے پیچھے دوسری پھونک ہوگی اس دن دلوں کا خوف زدہ ہونا اور آنکھوں کا جھکا ہونا لائق ہے۔

قیامت کے دن لوگوں کا حشر ایک سفید زمین پر ہوگا جس طرح چھنے ہوئے آٹے کی روٹی اس میں کسی کے لیے کوئی اثر نہ ہوگی۔

يُحْشِرُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ أَرْضٍ  
بَيْضَاءَ عَصْرًا ۚ لَقَدْ صِدِّقٌ لِّقَوْلِ  
رَبِّهَا مُعَلِّمٌ ۚ لَا حَدِيثَ ۝

راوی کہتے ہیں "عقرا" کا معنی سفیدی ہے لیکن خالص سفیدی نہیں اور "نقی" جس میں کوئی چھلکانہ ہوا اور

۱۔ قرآن مجید، سورہ تکویر آیت ۵

۲۔ قرآن مجید سورہ مریم آیت ۶۸

۳۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۶۵ کتاب الرقاق



”مُعَلَّمٌ“ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی دیوار نہیں کر چھپ جائے اور نہ کوئی فرق کہ نظر نہ آسکے۔

اور یہ خیال نہ کرنا کہ زمین دنیوی زمین کی طرح ہوگی بلکہ ان میں صرف نام کا اشتراک ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

يَوْمَ تَبْدِلُ اِلَآءِ اَرْضٍ غَيْرِ اِلَآءِ اَرْضٍ

جس دن زمین اور آسمان دوسری زمین سے

بدل جائیں گے۔

وَالسَّمَوَاتِ ۙ لَٰ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس زمین میں کچھ کمی بیشی کی جائے گی اور اس کے درخت، پہاڑ وادیاں اور جو کچھ ان میں ہے سب چلا جائے گا۔ اور اسے عکاظ (ایک مقام جہاں عربوں کا میلہ اور بازار لگتا تھا) کے چڑے کی طرح پھینک دیا جائے گا چاندی کی طرح سفید زمین ہوگی اس میں نہ تو قتل ہوگا اور نہ کوئی گناہ نیز آسمانوں کا سورج چاند اور ستارے چلے جائیں گے۔ تو اسے مسکین! اس دن کی شدت اور ہولناک منظر کو دیکھو۔ جب اس زمین پر مخلوق اٹھی ہوگی تو ان کے اوپر سے ستارے بکھر جائیں اور سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے اور زمین کا چراغ بجھ جانے کی وجہ سے اس پر اندھیرا چھا جائے گا۔ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ ان کے سروں پر آسمان چکر کھا کر بھٹ جائے گا حالانکہ وہ سخت اور پانچ سو سال کی مسافت کے برابر سوتا ہے۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے تو اس کے پھٹنے کی آواز سے کس قدر ہولناکی ہوگی اور اس دن کی ہیبت کس قدر ہوگی جب آسمان اپنی شدت کے باوجود پھٹ جائیں گے پھر وہ اس چاندی کی طرح بہنے لگیں جس میں زردی ملی ہوئی ہو پس وہ سرخ چڑے کی طرح گلابی رنگ ہو جائیں گے اور آسمان گھلی ہوئی دھاتوں کی طرح اور پہاڑ دھنی ہوئی روتی کی طرح ہو جائیں اور لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہوں گے اور وہ ننگے پاؤں، ننگے جسم اور پیدل چلنے والے ہوں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

يُبْعَثُ النَّاسُ حُفَاةً عُرَاةً عُرًا لَّا

تَدَأُ جَمَهُمُ الْعَرَقُ وَيَلْبَسُ نَحْوَهُمُ

الْاَذَانِ۔

لوگ ننگے پاؤں ننگے جسم اور خنڈے کیے ہوئے اٹھیں گے

اور ان کو پسینہ نے گام ڈال رکھی ہوگی جو ان کے

کانوں کی ٹونگ پہنچا ہوا ہوگا۔

ام المؤمنین حضرت سورہ رضی اللہ عنہا جو اس حدیث کو روایت کرتی ہیں فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو بڑی خرابی ہوگی لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ فرمایا، لوگوں کو اس بات کی فرصت ہی نہ ہوگی۔

ارشاد خداوندی ہے۔ لَٰ

۱۔ قرآن مجید سورہ ابراہیم آیت ۲۸۔

۲۔ المتدرک للمحکم جلد ۴ ص ۵۶۲ کتاب الاحوال



رُكِّلَ امْرِئِي مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاتٍ  
يُخَيِّتُهُ رِجْلَهُ  
اس دن ہر شخص اپنی اپنی نگر میں ہوگا جو اسے (دوسری  
طرف سے) بے نیاز کرے گی۔

تو وہ دن کس قدر عظیم ہوگا جس میں شرمگاہیں کھلی ہوئی ہوں گی لیکن لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے  
سے بے نیاز ہوں گے۔ اور ایسا کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ بعض اپنے پیٹوں کے بل اور کچھ اپنے چہروں کے بل  
چلتے ہوں گے ان کو دوسروں کی طرف دیکھنے کی طاقت ہی نہ ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يُجَسِّرُ النَّاسُ يَوْمَ اَلْقِيَا مَنَاةَ ثَلَاثَةَ اَسْتَايِنٍ قِيَامَتِ كَے دن لوگوں کو تین صورتوں میں اٹھایا  
دُكْبَا نَا وَمَشَاةً وَعَلَى دُجُوْهُهُمْ۔  
جائے گا۔ سوار، پیدل اور چہروں کے بل چلنے والے

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ چہروں کے بل کیسے چلیں گے تو آپ  
نے فرمایا۔

جو ذات ان کو قدموں پر چلا سکتی ہے وہ ان کو چہروں کے بل بھی چلا سکتی ہے۔ ۱۷

انسان فطری طور پر اس چیز سے انکار کرتا ہے جس سے مانوس نہ ہو اگر اس نے سانپ پیٹ کے بل  
تیزی سے چلتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو وہ پاؤں کے بغیر چلنے سے انکار کر دیتا اور جو شخص کسی کو پاؤں پر چلتے  
ہوئے نہ دیکھے اس کے لیے یہ بات بھی عقل سے بعید ہوتی ہے پس تمہیں چاہیے کہ قیامت کے دن رونما  
ہونے والے عجائبات کا اس لیے انکار نہ کرنا کہ وہ دنیوی قیاس کے خلاف ہیں۔ اگر تم دنیوی عجائب کو نہ دیکھتے  
پھر یہ امور تمہارے سامنے پیش کیے جاتے اور ابھی تک تم نے ان کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا تو تم ان باتوں سے  
بہت زیادہ انکار کر دیتے پس تمہیں چاہیے کہ اپنی صورت کو سامنے لاؤ کہ تم ننگے جسم، ذلیل، دھتکارے ہوئے  
حیران پریشان کھڑے ہو اور تمہارے بارے میں سعادت یا شقاوت کا جو فیصلہ ہونے والا ہے اس کے  
منظر ہو تو اس حالت کو بہت بڑا سمجھو کیوں کہ واقعی یہ بہت بڑی حالت ہے۔

فصل ۳۷

## پسنے کی کیفیت

پھر لوگوں کے بجوم اور اجتماع کے بارے میں سوچو کہ میدانِ حشر میں ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں

۱۷۔ قرآن مجید، سورہ عبس آیت ۳۷

۱۸۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۵۴ روایات ابوہریرہ



کی مخلوق فرشتے، جن، انسان، شیطان، وحشی جانور، درندے اور پرندے جمع ہوں گے ان پر سورج چمکے گا اور اس کی گرمی دو چند ہوگی اور جس طرح اب اس کا معاملہ ہلکا ہے ایسا نہیں رہے گا پھر اس کی مخلوق کے سروں پر دو کمانوں کے فاصلے کے برابر قریب کیا جائے گا اور زمین پر رب العالمین کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا اور اس سے بھی صرف مقربین ہی سایہ حاصل کر سکیں گے تو کچھ لوگ عرش کے سائے میں ہوں گے جبکہ بعض سورج کی گرمی سے سکتے ہوں گے کہ اس کی گرمی کے باعث کرب و غم بہت زیادہ ہو گا نیز بہت زیادہ ہجوم کی وجہ سے ایک دوسرے کو دھکا دے رہے ہوں گے اور پاؤں پر پاؤں آئیں گے نیز ذلت و رسوائی کی وجہ سے شرمندگی اور جیاد الگ ہو اور آسمانوں کے جبار کی بارگاہ میں پیشی کی ذلت ہوگی تو سورج کی چمک اور سانسوں کی حرارت، جمع ہوگی نیز جیاد اور خون سے دل جل رہے ہوں گے تو ہر بال کے نیچے سے پسینہ بہ رہا ہوگا حتیٰ کہ وہ قیامت کی زمین پر جاری ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کو جو جو مقام حاصل ہوگا اس کے حساب سے ان کے بدنوں پر چڑھے گا بعض کا پیتھ ان کے گھٹنوں تک، بعض کا ان کے ازار بند تک بعض کا کانوں کی ٹونگ اور کچھ لوگ اس میں غائب ہونے کے قریب ہوں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:   
یَوْمَ يُدْرَمُ النَّاسُ لِيَدِّ الْعَالَمِينَ   
حَتَّىٰ يَغِيَّبَ أَحَدُهُمْ فِي رُنْجِيَةٍ   
إِلَىٰ انْصَافِ أَذُنَيْهِ ۖ

جس دن لوگ تمام جہانوں کے پانے والے کے سامنے کھڑے ہوں گے تو بعض لوگوں کا پسینہ اس قدر ہوگا کہ کانوں کے نصف تک پہنچے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:   
يُعْرِقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّىٰ   
يَذْهَبَ عَرْقُهُمْ فِي الْأَرْضِ سَبْعِينَ   
بَاعًا وَيُلْجِمُهُمْ وَيَبْلُغُهُمْ إِذَا نَهَضُوا ۖ

قیامت کے دن لوگوں کو پسینہ آئے گا حتیٰ کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر باغ (تک چلا جائے گا اور بعض لوگوں تک لگام کی شکل میں پہنچے گا حتیٰ کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے:   
قِيَامًا شَاحِصَةً أَبْصَارُهُمْ أَرْبَعِينَ   
وَهِيَ عَالِيَةٌ سَالِمَةٌ أَسْمَانِ كِي طَرَفِ الْكُنْكَسِ بَانِدِهِ



سَنَّةٌ لِّىَ اسْمَاءُ فَيُجْمَعُ هُوَ الْعَرَقُ  
 مِنْ نَشْدَةِ الْكُرْبِ - ۱۷

کھڑے ہوں گے تو سخت تکلیف کے باعث ان کو  
 پسینے نے گام دے رکھی ہوگی۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 قیامت کے دن سورج زمین کے قریب ہو جائے گا تو لوگوں کو پسینہ آئے گا بعض لوگوں کا پسینہ  
 ان کی ایڑیوں تک جائے گا بعض کا پنڈلی کے نصف تک بعض کا گھٹنوں تک پہنچے گا کچھ کارانوں تک کچھ لوگوں  
 کا پسینہ ان کے ازار بند کے مقام تک اور بعض کا ان کے منہ تک پہنچے گا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے  
 اشارہ فرمایا کہ وہ ان کو گام ڈال دے گا اور بعض کو پسینہ ڈھانپ لے گا۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ مبارک  
 کو سرانور پر رکھا۔

تو اے بیچارے! محشر والوں کے پسینے اور ان کی سخت تکلیف کو دیکھو ان میں سے کوئی آواز دے  
 رہا ہو گا یا اللہ! مجھے اس مصیبت اور انتظار سے نجات عطا فرما چاہے جہنم کی طرف لے جا۔

اور یہ سب تکلیف حساب اور عذاب سے پہلے ہیں اور وہ ابھی باقی ہیں اور تو بھی ان لوگوں میں  
 سے ایک ہے۔ اور تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارا پسینہ کہاں تک جائے گا۔

اور جان لو کہ جو پسینہ اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی حج، جہاد، روزے اور قیام نیز کسی مومن کی حاجت کو  
 پورا کرنے میں نہ نکلے اور نہ ہی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی مشقت اٹھائی ہو تو عنقریب قیامت کے  
 دن جیاد و خوف کی وجہ سے یہ پسینہ نکلے گا اور اس میں تکلیف زیادہ ہوگی۔

اگر آدمی جہالت اور دھوکے سے محفوظ ہو تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ عبادت کی مشکلات میں پسینے  
 کی مشقت آسان ہے اور قیامت کے دن پریشانی اور انتظار کے پسینے کے مقابلے میں کم ہے کیونکہ وہ  
 بڑا سخت اور لمبا دن ہوگا۔

فصل ۲

## قیامت کے دن کی بڑائی

جس دن لوگ انتظار میں کھڑے ہوں گے آنکھیں کھلی اور دل پھٹے ہوئے ہوں گے نہ ان سے کلام کیا

۱۷۔ المطالب العالیہ جلد ۴ ص ۳۶۵ حدیث ۴۶۱۱۔

۱۸۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۵۷ روایات عقبہ بن عامر۔



جائے گا اور نہ ہی ان کے معاملات میں نظر کی جائے گی وہ تین سو سال کھڑے رہیں گے اور ایک لقمہ تک نہیں کھائیں گے۔ اور نہ ہی ایک گھونٹ پانی پیئیں گے۔ اور نہ ہی اس دن ان پر ہوا کا جھونکا چلے گا۔ قرآن مجید میں ہے۔

يَوْمَ يَذُودُ النَّاسُ يَدَيَّ الْحَاكِمِينَ  
جس دن لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت کعب اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں وہ تین سو سال کی مقدار کھڑے رہیں گے بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا۔

كَيْفَ يَكُونُ إِذَا جَمَعَكُمْ اللَّهُ كَمَا  
تَجَمَّعُ النَّبُلُ فِي الْكُنَا نَزِخِيَّتِ  
الْفَتْ سَنَةٍ لَا يَنْظُرُ إِلَيْكُمْ يَلَهُ  
تمہارا کیا حال ہوگا جب اللہ تعالیٰ تم سب کو جمع کرے گا جیسے ترکش میں تیز جمع ہوتے ہیں پچاس ہزار سال تک تمہاری طرف نظر نہیں کرے گا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں تمہارا اس دن کے بارے میں کیا خیال ہے جب لوگ پچاس ہزار سال کی مقدار اپنے مقدموں پر کھڑے ہوں گے اس میں نہ تو ایک لقمہ کھائیں گے اور نہ ہی ایک گھونٹ پانی پیئیں گے حتیٰ کہ جیب پیاس سے ان کی گردنیں کٹ جائیں گی اور جھوک سے ان کے پیٹ جل جائیں گے تو ان کو دوزخ کی طرف لے جا کر انہیں کھولتے ہوئے پانی سے پلایا جائے گا جب ان کی مشقت طاقت سے بڑھ جائے گی تو وہ ایک دوسرے سے ہم کلام ہوں گے کہ ان کے مولیٰ کی بارگاہ میں کون زیادہ معزز ہے جو ان کے حق میں شفاعت کرے تو وہ جس نبی کی بارگاہ میں جائیں گے وہ ان کو دور کر دیں گے اور فرمائیں گے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو مجھے میرے اپنے معاملے نے دوسروں سے بے نیاز کر دیا ہے اور عذر پیش کریں گے کہ اللہ تعالیٰ آج سخت غصے میں ہے اس قدر غصہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا حتیٰ کہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی شفاعت فرمائیں۔

۱۷۔ قرآن مجید، سورہ تفضیف آیت ۶۔



گے جن کی شفاعت کی آپ کو اجازت دی جائے گی، ارشاد خداوندی ہے۔  
 لَا يُمْكِنُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ  
 آذَنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ  
 لَهُ قَوْلًا ۝

وہ شفاعت کے مالک نہیں ہوں گے مگر  
 جس کو رحمن اجازت دے اور اس کی  
 بات کو پسند کرے۔

تو اس دن کی بڑائی اور اس میں شدت انتظار میں غور کرو تاکہ تمہاری اس مختصر عمر میں تم  
 پر گنہوں سے صبر کا انتظار آسان جان لو کہ جو شخص دنیا میں موت کا زیادہ انتظار کرے اور  
 اس سلسلے میں خواہشات سے صبر کو برداشت کرے اس دن اس کو خاص طور پر کم انتظار  
 کرنا پڑے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ قیامت کا دن کس قدر طویل ہوگا تو  
 آپ نے فرمایا۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُ لَيُخَفَّفُ  
 عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتَّى يَكُونَ أَهْوَنَ  
 عَلَيْهِ مِنَ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ  
 يُصَلِّيَهَا فِي الدُّنْيَا ۝

اس ذات کی قسم! جس کے تبعہ قدرت میں  
 میری جان ہے کہ وہ مومن پر آسان ہوگا حتیٰ کہ  
 دنیا میں فرض نماز کی ادائیگی سے بھی تھوڑا  
 وقت معلوم ہوگا۔

تو تمہیں ایسے مومنوں میں سے ہونے کی کوشش کرنا چاہیے جب تک تمہاری زندگی کا  
 ایک بھی سانس باقی ہے معاملہ تمہارے اختیار میں ہے اور تیاری کرنا تمہارے بس میں  
 ہے لہذا چھوٹے دنوں میں بڑے دنوں کے لیے عمل کیجیے تمہیں ایسا نفع حاصل ہوگا جس  
 کی خوشی بے انتہا ہے مثلاً اگر تم سات ہزار سال اس لیے صبر کرو کہ پچاس ہزار کی مقدار  
 والے دن سے چھکارا پاؤ تو تمہیں مشقت کم اٹھانا پڑے گی اور نفع زیادہ ہوگا۔



## قیامت کا دن اس کے مصائب اور نام

تو اسے مسکین! جس دن کی یہ عظمت ہے، وہ اس قدر بڑا ہے، حاکم زبردست اور زمانہ قریب ہے اس دن کے لیے تیاری کر۔ جس دن تو دیکھے گا کہ آسمان پھٹ گئے، اس کے خون سے ستارے جھڑ گئے روشن ستاروں کی چمک ماند پڑ گئی، سورج کی روشنی لپیٹ دی گئی پہاڑ چلنے لگے، پانی لانے والی اونٹنیاں کھلی پھریں جنگلی جانوروں جمع ہو گئے، سمندر اُبلنے لگے رُو حین بدنوں سے جا میں جہنم کی آگ جھڑکائی گئی، جنت قریب لائی گئی اور پہاڑ اڑائے گئے اور زمیں پھیلائی گئی۔

اور جس دن تم دیکھو گے کہ زمین میں زلزلہ بپا ہوگا، زمین اپنے پوجھ باہر نکال دے گی اور لوگ گرد و مٹی میں بٹ جائیں گے کہ اپنے اعمال (کا بدلہ) دیکھیں اور جس دن زمین اور پہاڑ اٹھا کر پتھر دیتے جائیں گے اس دن عظیم واقعہ رونما ہوگا اور آسمان پھٹ جائیں گے حتیٰ کہ ان کی بنیادیں کمزور پڑ جائیں گی فرشتے ان کے کناروں پر ہوں گے اور اس دن تمہارے رب کے عرش کو اٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہوگا۔ اس دن تم سب کو پیش ہونا ہوگا اور تم سے کوئی بھی بات پوشیدہ نہ ہوگی جس دن پہاڑ جلیں گے اور تم زمین کو کھلی ہوئی دیکھو گے۔ جس دن زمین کا پنے کی اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑنے والی گرد بن جائیں گے جس دن انسان بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی ردنی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے اس دن ہر دودھ پلانے والی دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی اور ہر حمل دالی کا حمل گر جائے گا اور نم لوگوں کو نشے کی حالت میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا۔

جس دن یہ زمین و آسمان دوسری زمین میں بدل جائیں گے اور اللہ تعالیٰ واحد و قہار کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ جس دن پہاڑ اڑ کر بکھر دیئے جائیں گے اور صاف زمین باقی رہ جائے گی اس میں کوئی ٹیڑھا راستہ (مور وغیرہ) اور ٹیلے نہیں ہوں گے جس دن تم پہاڑوں کو جسے ہوئے دیکھو گے حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے جس دن آسمان پھٹ کر گلانی لال چمڑے کی طرح ہو جائیں گے اور اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔ اس دن گناہ گار کو بولنے سے روک دیا جائے گا اور نہ ہی اس کے جرموں کے بارے میں پوچھا جائے گا بلکہ پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے گرفت ہوگی جس دن ہر شخص اپنے اچھے عمل کو سامنے پائے گا اور برے عمل کو بھی اور وہ چاہے گا کہ اس برے عمل اور اس (شخص) کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہو۔

جس دن ہر نفس اس چیز کو جان لے گا جو وہ لایا ہوگا اور جو آگے بھیجا یا پیچھے چھوڑا وہ سب حاضر ہوگا۔ جس دن زبانیں گنگ ہوں گی اور باقی اعضاء بولیں گے۔



یہ وہ عظیم دن ہے جس کے ذکر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دیا جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا  
یا رسول اللہ! آپ تو بوڑھے ہو گئے ہیں تو آپ نے فرمایا۔  
شَيْبَتِي هُوَ دُونَ وَآخِرَاتِهَا۔  
مجھے سورہ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا

کر دیا ہے۔

(۱)

اور وہ سورہ واقف، سورہ مرسلات، سورہ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ اور اِذَا السَّمَاسُ كُوِّرَتْ۔ (وغیرہ سورتیں) ہیں۔  
تو اسے قرآن پڑھنے والے عاجز، تیز قرأت قرآن سے مرث اتنا حصہ ہے کہ تو گویا اس کے ساتھ کلی کرتا ہے اور  
اس کے ساتھ زبان کو حرکت دے اور اگر تو جو کچھ پڑھتا ہے اس میں غور و فکر کرتا تو اس لائق تھا کہ ان باتوں سے تیرا کلیجہ  
پھٹ جاتا ہں باتوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دیا تھا۔ اگر تم صرف زبان کی حرکت پر قناعت کرو تو ثمرہ قرآن  
سے محروم رہو گے جن امور کا قرآن مجید میں ذکر ہے ان میں سے ایک قیامت ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے مصائب کا ذکر  
کیا اور اس کے بہت سے نام ذکر کئے تاکہ تم اس کے ناموں کی کثرت سے اس کے معانی کی کثرت پر مطلع ہو جاؤ  
زیادہ ناموں کا مقصد ناموں اور القاب کو بار بار ذکر کرنا نہیں بلکہ عقل مند لوگوں کے لیے تہنید ہے کیوں کہ قیامت کے  
ہر نام کے تحت ایک لڑ ہے اور اس کے پروف کے تحت ایک معنی ہے پس تجھے اس کے معانی کی معرفت کی  
حرص ہونی چاہیے۔

اب ہم ان تمام ناموں کو بیان کرتے ہیں۔

وہ نام یہ ہیں (یوم قیامت) قائم ہونے کا دن، (یوم حسرت) افسوس کا دن، (یوم ندامت) پشیمانی کا دن، (یوم الحساب)  
(حساب کتاب کا دن) (یوم المسائتہ) پوچھ گچھ کا دن، (یوم المسابقہ) آگے بڑھنے کا دن، (یوم المناقشہ) جھگڑے کا دن، (یوم المناظرہ)  
(مقابلے کا دن) (یوم زلزله) زلزلے کا دن، (یوم دامر) اٹل دینے کا دن، (یوم الصاعقہ) کڑک کا دن، (یوم الواقعہ) واقع ہونے کا دن،  
(یوم القارعہ) کھٹکھٹانے والی کا دن، (یوم الرأجفہ) صدمے یا زلزلے کا دن، (یوم الرادفہ) پیچھے آنے والا دن، (یوم الغاشیہ) ڈھانپنے  
والی کا دن، (یوم الداہیہ) مصیبت کا دن، (یوم آرزفہ) زنگ کا دن، (یوم الحاقہ) آفت و مصیبت کا دن، (یوم الطامرہ) بڑے حادثے  
کا دن، (یوم الصاخترہ) چیخنے چلانے کا دن، (یوم التلاق) ملاقات کا دن، (یوم الفراق) جدائی کا دن، (یوم المساق) چلنے کا دن،  
(یوم انقصاص) بدلے کا دن، (یوم المتنار) جمع ہونے اور بچاؤ کا دن، (یوم الحساب) (حساب کا دن) (یوم المآب) لوٹنے کا دن، (یوم  
العذاب) عذاب کا دن، (یوم الفرار) بھاگنے کا دن، (یوم القوار) ٹھہرنے کا دن، (یوم اللقاء) ملاقات کا دن، (یوم البقاء) باقی  
رہنے کا دن، (یوم القضاء) فیصلے کا دن، (یوم المجداد) بدلے کا دن، (یوم البلدر) آزمائش یا انعام کا دن، (یوم البکا) روتے کا دن،



یوم الحشر (جمع ہونے کا دن) یوم الوعد (ڈر والادن) یوم العرض (پیشی کا دن) یوم الوزن (نام اعمال تو لنے کا دن) یوم السحی (سچ ظاہر ہونے کا دن) یوم الحکم (فیصلے کا دن) یوم الفضل (فیصلے کا دن یا جہادنی و امتیاز کا دن) یوم الجمع (جمع ہونے کا دن) یوم البعث (قبروں سے اٹھنے کا دن) یوم الفتح (نام اعمال کھولنے کا دن) یوم الغزنی (ربض لوگوں کے لیے) ذلت کا دن) یوم عظیم (بہت بڑا دن) یوم عقیم (سخت دن) یوم مسیر (مشکل دن) یوم الدین (بدلے کا دن) یوم الیقین (یقین کا دن) یوم النشور (اٹھنے کا دن) یوم المصیر (لوٹنے کا دن) یوم النعمۃ (صُور چھینکنے کا دن) یوم الرجفۃ (زلزلے کا دن) یوم البصیترۃ (چرخ و پیکار کا دن) یوم الرحیۃ (ہلا دینے والادن) یوم الزجرۃ (جھڑک کا دن) یوم السکرۃ (نشے کا دن) یوم الفزع (گھبراہٹ کا دن) یوم الجزع (فریاد کا دن) یوم المنتہی (انتہا کا دن) یوم الماوی (ٹھکانے کا دن) یوم المیقات (مقررہ وقت کا دن) یوم المیعاد (وعدے کا دن) یوم المرصاد (انتظار کا دن) یوم التعلق (پریشانی کا دن) یوم العرق (پسینے کا دن) یوم الانتقار (مخارجی کا دن) یوم الانکرار (تلخی کا دن) یوم الانتشار (پھیلنے کا دن) یوم الانتقاق (پھٹنے کا دن) یوم الوقوف (کھڑے ہونے کا دن) یوم الخروح (قبروں سے باہر نکلنے کا دن) یوم الخلود (محشر میں رہنے کا دن) یوم التغابن (گھاٹے اور خسارے کا دن) یوم عبوس (سخت دن) یوم معلوم (معلوم دن) یوم موعود (وعدے کا دن) یوم مشہود (حاضر ہی کا دن)۔

وہ دن جس میں کوئی شک نہیں وہ دن جس میں دلوں کے رازوں کا امتحان ہوگا، جس دن کوئی (کافر) نفس کسی نفس کے کام نہیں آئے گا وہ دن جب آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، جس دن کوئی ساتھی کسی ساتھی کے کام نہیں آئے گا جس دن کوئی کسی دوسرے نفس کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، جس دن (کفار کو) جہنم کی طرف بلایا جائے گا، جس دن ان کو چہروں کے بل اوندھا کر یا چبائے گا، جس دن ان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا جس دن باپ اولاد کے کام نہ آسکے گا، جس دن آدمی اپنے بھائی، ماں اور باپ سے بھاگتا پھرے گا جس دن لوگ بات نہیں کر سکیں گے نہ ان کو اجازت ہوگی کہ عذر پیش کریں جس دن اللہ تعالیٰ سے سچانے والا کوئی نہ ہوگا جس دن لوگ ظاہر ہوں گے جس دن وہ جہنم میں عذاب دیئے جائیں گے جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دے گی جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی ان کے لیے لعنت اور برا گھر ہوگا جس دن عذر نامنظور ہوں گے اور دلوں کی آزمائش ہوگی۔ پوشیدہ باتیں ظاہر ہوں گی اور پردے اٹھ جائیں گے جس دن آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور آوازیں بند ہوں گی، اس دن تو صبر کم ہوگی اور پوشیدہ باتیں ظاہر ہوں گی گناہ بھی عائنے آجائیں گے جس دن لوگوں کو ان کے گواہوں سمیت چدایا جائے گا بچے جو ان ہو جائیں گے اور بڑے نشے میں ہوں گے پس اس دن ترازو رکھے جائیں گے اور اعمال نامے کھولے جائیں گے جہنم ظاہر کی جائیگی اور گرم پانی کو جوش دیا جائے گا آگ مسلسل جلے گی اور کفار نامید ہوں گے آگ بھڑکائی جائے گی اور رنگ بدل جائیں گے، زبان گونگی ہوگی اور انسانی اعضاء گفتگو کریں گے۔ تو اسے انسان! تجھے اپنے کرم رب کے بارے میں کس تے دہرے میں ڈالا کرتا تو نے دروازے بند کر دیئے اور پردے ٹکا دیئے اور لوگوں سے چھپ کر فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا پس جب تیرے اعضاء تیرے خلاف گواہی دیں گے تو تو کیا کرے گا۔



پس اسے غفلتوں کی جماعت! ہمارے لیے کمن خرابی ہے اللہ تعالیٰ ہمارے پاس تمام رسولوں کے سردار (علیہ وعلیہم السلام) کو بھیجے اور آپ پر روشن کتاب نازل فرمائے اور ہمیں قیامت کے ان اوصاف کی خبر دے پھر ہماری غفلت سے بھی ہمیں آگاہ کرے اور ارشاد فرمائے۔

راِثْرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ  
مُعْرِضُونَ مَا يَارْتِيهِمْ مَنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَبِّهِمْ  
مُحَدَّثًا إِلاَّ اَسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْبَثُونَ لَهَيْبَةِ  
قُلُوبِهِمْ۔ (۱)

لوگوں کے لیے ان کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں  
منہ پھرتے ہیں ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو  
تازہ ذکر (حکم) آتا ہے وہ اس کو سنتے ہیں لیکن کھیل کود میں  
لگے ہوئے ہیں ان کے دل لہو و لعب میں مشغول ہیں۔

پھر وہ ہمیں بتائے کہ قیامت قریب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالنُّجُومُ انْقَسَتُ۔ (۲)

قیامت قریب آگئی اور چاند بھٹ گیا۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

رَأَتْهُمْ يَوْمَئِذٍ بُرُونَ يَبْغِدُونَ وَمِنَ الْجِبَالِ أَسَدًا مُّخَوِّفًا  
مَّا يَدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا۔ (۳)

وہ اس (یوم) قیامت کو کو دُور دیکھتے ہیں جب کہ ہم  
اسے قریب دیکھتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا۔

وَمَا يَذُرُّكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا۔ (۴)

اور تمہیں کیا معلوم کہ شاید قیامت قریب ہو۔

پھر ہماری سب سے اچھی حالت تو یہ ہے کہ ہم اس قرآن پاک کے سبق پر عمل کریں لیکن ہم اس کے معانی میں غور نہیں  
کرتے اور اس (روز) قیامت کے بے شمار اوصاف اور ناموں کو نہیں دیکھتے اور اس کے مصائب سے نجات کے لیے کوشش  
نہیں کرتے ہم اس غفلت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی وسیع رحمت سے اس کا تدارک فرمائے۔

فصل ۷۱:

## سوال کا بیان

اے مسکین! پھر ان حالات کے بعد تجھ سے سوال ہوگا اس کی فکر کر اور یہ سوال بالمشافہ کسی ترجمان کے بغیر ہوگا تجھ سے

(۱) قرآن مجید، سورہ انبیاء آیت ۱، ۲، ۳، ۴

(۲) قرآن مجید، سورہ القماریت ۱

(۳) قرآن مجید، سورہ المعارج آیت ۱، ۲

(۴) قرآن مجید، سورہ احزاب آیت ۲۳



تھوڑے اور زیادہ کے بارے میں پوچھا جائے گا گٹھلی کے سوراخ اور کھجور کے ریشے جیسی معمولی چیز سے متعلق بھی سوال ہوگا تو قیامت کی سختیوں، پسینے اور بڑی بڑی آفات میں مبتلا ہوگا کہ آسمان کے کناروں سے بڑے بڑے جسموں والے اور نہایت سخت فرشتے اتریں گے ان کو حکم ہوگا کہ مجرموں کو ان کی پیشانیوں سے پکڑ کر اس جبار ذات کے سامنے پیش کریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جن کی آنکھوں کے درمیان پلکوں کا فاصلہ ایک سو سال کی مسافت ہے۔

(۱)

مَصِيرَةٌ مِائَةٌ عَامٍ -

تو بتاتیرا اپنے نفس کے بارے میں کیا خیال ہے جب تو ان فرشتوں کو دیکھے گا جو تیری طرف اس لیے بھیجے گئے کہ تجھے پکڑ کر پیشی کے مقام پر لے جائیں اور تو دیکھے گا کہ وہ اتنے بڑے جسم کے باوجود اس دن کی سختی کے باعث شکستہ حال ہوں گے اور اس جبار ذات کا غضب جو لوگوں پر ظاہر ہو گا وہ اس کی مجسم تصویر بنے ہوں گے۔ اور جب وہ اتریں گے تو ہر نبی، صدیق اور ولی اس خوف سے سجدے میں گر جائیں گے کہ کہیں وہی ماخوذ نہ ہوں۔ یہ تو مغربین کا حال ہے نافرمان مجرمین کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔

اس وقت شدتِ خون کے باعث کچھ لوگ جلدی کریں گے اور فرشتوں سے کہیں گے کیا تمہارے درمیان ہمارا رب ہے؟ کیوں کہ ان کا رعب اور ہیبت زیادہ ہوگی تو فرشتے ان کے سوال سے ڈر جائیں گے کہ کہاں خالق کی شان اور کہاں اس کا ہمارے درمیان ہونا۔

تو وہ بلند آواز سے پکاریں گے اور زمین والوں نے اپنے رب کے بارے میں جو وہ ہم کیا اس سے اس کی پاکیزگی بیان کریں گے اور کہیں گے ہمارا رب پاک ہے وہ ہم میں نہیں ہے لیکن وہ اس کے بعد آ رہا ہے اس وقت فرشتے مخلوق کو چاروں طرف سے گھیر کر کھڑے ہوں گے اور ان سب پر اس دن کی شدت کے باعث عاجزی مسکیتی اور ہیبت طاری ہوگی اس وقت اللہ تعالیٰ کے اس قول کی صداقت ظاہر ہوگی ارشاد خداوندی ہے۔

پس ہم ان لوگوں سے بھی پوچھیں گے جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا اور رسولوں سے بھی پوچھیں گے اور ہم ان کو اپنے علم سے تمام احوال سنائیں گے اور ہم غائب نہیں تھے۔

(۲)

كُنَّا غَائِبِينَ -

اور ارشاد خداوندی ہے۔

(۱) کنز العمال جلد ۶ ص ۱۲۷ حدیث ۱۵۱۹۰

(۲) قرآن مجید، سورۃ اعراف آیت ۷۶،



فَوَرَبِّكَ لَنَسْتَأْتِنَهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا  
يَعْمَلُونَ - ۱۱

پس تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور بھڑوران  
کے اعمال کے بارے میں پوچھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے ابتدا کرنے ہوئے ارشاد فرمایا۔

يَوْمَ يَخْتَمِرُ اللَّهُ الرُّسُلَ وَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ  
فَالْوَالِدَ يَعْلَمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ - ۱۲

جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کر کے فرمائے گا تمہیں کیا  
جواب ملا؟ وہ کہیں گے ہیں کوئی علم نہیں بے شک تو ہی  
غیب کی باتوں کو خوب جانتے والا ہے۔

تو اس دن کی شدت کے باعث ان کی عقلیں متوجہ نہ ہوں گی اور شدتِ ہیبت کی وجہ سے ان کے علوم مٹ جائیں  
گے جب ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں مخلوق کے پاس بھیجا گیا تھا تو تمہیں کیا جواب ملا حالانکہ ان کو اس جواب کا علم ہو گا لیکن  
ان کی عقلوں پر دہشت طاری ہوگی اور ان کو تپہ نہیں چلے گا کہ وہ کیا جواب دیں۔ پس سخت ہیبت کے باعث کہیں گے کہ ہمیں علم  
نہیں بے شک تو ہی غیب کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ اور وہ اس وقت سچے ہوں گے لیکن ان کی عقلیں پرواز کر گئیں اور علوم  
مٹ گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو قوت عطا فرمائے۔

حضرت نوح علیہ السلام کو بلا کر پوچھا جائے گا کیا آپ نے تبلیغ کی وہ عرض کریں گے جی ہاں، پھر ان کی امت سے پوچھا  
جائے گا کیا انہوں نے تمہیں تبلیغ کی؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی درس نہ لانا والا نہیں آیا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لایا  
جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا آپ نے لوگوں سے فرمایا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو مسجور مانو اور اللہ تعالیٰ کو  
چھوڑ دو؟ آپ اس سوال کی ہیبت کے تحت کئی سالوں تک پریشان رہیں گے تو وہ دن کتنا عظیم ہے کہ اس دن اس قسم کے  
سوالات کے ذریعے انبیاء کرام سے سیاست کی جائے گی پھر فرشتے آکر ایک ایک کو پکاریں گے اے فلاں عورت کے  
بیٹے فلاں! پشی کے مقام پر آؤ اس وقت کاندھے ٹھرائیں گے اور اعضاء کا نپ اٹھیں گے نیز عقلیں حیران رہ جائیں گی  
اور کچھ لوگ تنا کریں گے کہ ان کو جہنم کی طرف لے جایا جائے اور ان کے برے اعمال اللہ تعالیٰ جبار کے حضور پیش نہ  
ہوں نہ اور نہ ہی مخلوق کے سامنے ان کی پردہ دری ہو۔

اور سوال کی ابتدا سے پہلے عرش کا نور ظاہر ہو گا اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک رہی ہوگی اور ہر بندے کے دل  
کو یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے سوال کی طرف متوجہ ہے اور ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ میرے سوا سے کوئی نہیں دیکھتا  
اور صرف میری ہی پکڑ اور باز پرس مقصود ہے کسی اور کی نہیں۔ اس وقت وہ جبار فرمائے گا اے جبریل علیہ السلام! میرے

(۱) قرآن مجید، سورۃ حجرات ۶۲

(۲) قرآن مجید، سورۃ ماہدہ آیت ۱۰۹



پاس آگ کو لاؤ حضرت جبریل علیہ السلام دوزخ کے پاس آئیں گے اور فرمائیں گے اے جہنم! اپنے خالق و مالک کے حکم کی تعمیل کر اس وقت وہ غیظ و غضب میں ہوگی اور آواز سنتے ہی جوش میں آئے گی اور مخلوق کی طرف دھاڑے گی اور چلائی گی تمام مخلوق اس کے جوش میں آنے اور آواز کو سنے گی اور اس کے محافظ غصہ سے بھرے ہوئے مخلوق میں سے ان لوگوں کی طرف دوڑیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس کا حکم نہیں مانا۔

تو تم اپنے دل میں بندوں کے دلوں کی حالت کا تصور کر کہ وہ رعب اور خوف سے بھرے ہوں گے اور گھٹنوں کے بل گریں گے اور پٹیٹھو پھیچ کر بھاگیں گے اس دن تم امت کو زانوؤں کے بل کرے ہوئے اور بعض کو اوندھے منہ پڑے ہوئے دیکھو گے نافرمان اور ظالم لوگ تباہی اور خرابی کو چاریں گے کہ ہائے تباہ ہو گئے اور صدیقین نفسی نفسی کہتے ہوں گے۔ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ جہنم دوبارہ پیچ مارے گی تو اس سے ان کا خوف بڑھ جائے گا اور اعضاء راست پڑ جائیں گے وہ گمان کریں گے کہ ان کا مواخذہ ہوگا۔ پھر تیسری مرتبہ جہنم چنگھاڑے گی تو تمام مخلوق منہ کے بل گر جائے گی اور وہ آنکھیں اٹھا کر خوف زدہ پوشیدہ دہلی نگاہ سے دیکھیں گے اس وقت ظالموں کے دل ٹوٹ کر غم کے مارے گلے تک آجائیں گے اور نیک بخت و بد بخت سب کی عقلیں کام کرنا چھوڑ دیں گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ رسولوں کی طرف متوجہ ہوگا اور فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا تھا جب لوگ انبیاء کرام سے یہ سوال دیکھیں گے تو گناہ گار بے حد خوف زدہ ہو جائیں گے اس وقت باپ، بیٹے سے، بھائی، بھائی سے اور خاوند اپنی بیوی سے بھاگ جائے گا اور ہر ایک اللہ تعالیٰ کے حکم کا منتظر ہوگا پھر ایک ایک کو پکڑا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے براہ راست اس کے قلیل و کثیر عمل نیز اس کے ظاہر و باطن اور تمام اعضاء کے بارے میں پوچھے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کا دیدار کریں گے؟ آپ نے فرمایا جب آسمان پر بادل نہ ہوں تو دو پہر کے وقت سورج کو دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں فرمایا جب بادل نہ ہوں تو چودھویں لات کے چاند کو دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ عرض کیا نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم اپنے رب کے دیدار میں بھی شک نہیں کرو گے بندے کی ملاقات ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھے عت عطا نہیں کی تھی؟ کیا میں نے تجھے مردار نہیں بنایا تھا؟ کیا تیرے لیے جوڑا نہیں بنایا تھا؟ کیا تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے؟ کیا تجھے قوم کا رئیس نہیں بنایا تھا کہ تو مال غنیمت کا چوتھا حصہ لیتا تھا تو بندہ کہے گا ہاں کیوں نہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے میری ملاقات کا یقین تھا وہ کہے گا نہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج میں تجھے پھوڑتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلایا تھا (۱)



تو اسے مسکین! سو جو جب فرشتوں نے تمہارے بازوؤں کو پکڑ رکھا ہوگا اور تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا اور وہ تجھ سے بالمشافہ سوال کرے گا اور فرمائے گا کیا میں نے جوانی کے ذریعے تجھ پر انعام نہیں کیا؟ تو نے اس کو کہاں خرچ کیا؟ کیا میں نے تجھے زندگی میں مہلت نہیں دی؟ تو نے اسے کہاں صرف کیا؟ کیا میں نے تجھے مال عطا نہیں کیا تو تو نے اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ کیا میں نے تجھے علم کے ذریعے عزت نہیں بخشی تھی تو تو نے اپنے علم میں کیا عمل کیا؟ تو دیکھو اس وقت تمہاری حیا اور شرمندگی کا کیا عالم ہوگا اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنے انعامات اور تمہاری نافرمانیاں شمار کرے گا نیز اپنے احسانات اور تیری برائیاں سننے کا اگر تم انکار کرو تو تمہارے اعضاء تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ آپ مسکرائے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرایا ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا میں اس بات پر ہنسا ہوں کہ بندہ اپنے رب سے یوں مخاطب ہوگا کہ یا اللہ! کیا تو نے مجھے علم سے پناہ نہیں دی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں وہ کہے گا میں اس وقت مانوں گا جب مجھ میں سے ہی کوئی گواہ ہو اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج تیرا نفس ہی تیرے حساب کے لیے کافی ہے اور نامہ اعمال کھنے والے فرشتے گواہ ہیں پس اس کے منہ پر مہر لگ جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا بلو تو فرمایا اس کے اعضاء اس کے اعمال کا ذکر کریں گے پھر اس کے منہ سے پابندی اٹھے گی تو اپنے اعضاء سے کہے گا تمہارے لیے دُوری اور دہنکار ہوں تمہاری طرف سے ہی تو (ط) تھا۔ (۱)

تو لوگوں کے سامنے اعضاء کی گواہی کے ذریعے ذلت سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے مومن سے وعدہ فرمایا کہ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور اس پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں کرے گا۔

ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرگوشی سے گفتگو کرتے ہوئے کیسے سنا؟ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تم میں سے کوئی ایک اپنے رب کے قریب ہو گا حتیٰ کہ وہ اپنا شانہ اس پر رکھے گا جیسے اس کے شایانِ شان ہے اور پوچھے گا تو نے فلاں فلاں عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا جی ہاں پھر پوچھے گا تو نے فلاں فلاں عمل کیا؟ وہ ہاں میں جواب دے گا پھر فرمائے گا میں نے دنیا میں ان اعمال پر پردہ ڈالا اور آج میں تجھے بخش دیتا ہوں۔ (۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ سَتَرَ عَلَيَّ مُؤْمِنٍ سَتَرْتَهُ سَتْرَ اللَّهِ

جو شخص کسی مومن کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۰۹ کتاب الزہد

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۱۹ کتاب التوحید



عَوْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - (۱) کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

اس بات کی امید اس شخص کو ہوگی جو دنیا میں لوگوں کے عیبوں کو چھپاتا ہے۔ اور اگر وہ اس کے حق میں کوئی تقصیر کریں تو اسے برداشت کرتا ہے اور ان کی برائیوں کو زبان پر نہیں لانا اور نہ ہی ان کی میٹھ پیٹھ ایسی بات کرتا ہے کہ اگر وہ اسے سنیں تو ناپسند کریں تو ایسے لوگ اس بات کے لائق ہیں کہ قیامت کے دن ان کو اسی قسم کا بدلہ دیا جائے۔

فرض کرو اس نے تیرے گناہ کو دوسروں سے چھپایا ہو لیکن کیا پیشی کے لیے تیرے کانوں میں آواز نہیں پڑی تو تیرے گناہوں کی سزا کے طور پر یہ خوف بھی کافی ہے جب تیری پیشانی کو پیکر کر آگے کو کھینچا جائے گا تیرا دل پریشان ہوگا عقل اڑتی پھرے گی اور تیرے شانے تھراتے ہوں گے، تیرے اعضاء مضطرب ہوں گے تیرا رنگ بدل چکا ہوگا اور سخت خوف کی وجہ سے تجھے تمام جہاں سیاہ نظر آئے گا۔

تو اپنے بارے میں سوچ تیری ہی حالت ہوگی تو گردنوں کو بھلانا اور صفوں کو چیرنا ہوا جائے گا، تجھے سبائے ہوئے گھوڑے کی طرح لے جایا جائے گا اور لوگ نظریں اٹھا اٹھا کر تجھے دیکھیں گے پس تو خیال کر کہ اسی حالت میں ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو تجھ پر قہر میں حتیٰ کہ وہ تجھے رحمن کے عرش تک لے جائیں گے اور اپنے ہاتھوں سے پھینک دیں گے اللہ تعالیٰ تجھے اپنے عظیم کلام کے ساتھ نادرے کا فرمائے گا۔

”اے ابن آدم! میرے قریب ہو جا، پس تو پریشان نگیں اور شکستہ دل کے ساتھ اس کے قریب ہو گا تیری آنکھیں جھکی ہوئی اور زلزلت سے بھر پور ہوں گی دل ٹوٹا ہوا ہوگا اور تیرے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا جس میں ہر چھوٹا بڑا گناہ لکھا ہوگا تو کتنی ہی بھلائیوں کو ٹھوں گیا ہوگا تو یہ تجھے یاد دلائے گا تو کتنی ہی عبادت کی آفات سے غافل رہا تو اس کی برائیاں تیرے سامنے ظاہر ہوں گی تو تجھے کس قدر شرمندگی اور بزدلی پیش آئے گی اور زبان کی رکاوٹ اور عاجزی و درپش ہوگی تو معلوم نہیں تم کس قدم کے ساتھ اس کے سامنے کھڑے ہو گے اور کس زبان سے جواب دو گے اور جو کچھ کہو گے اس کو کس دل سے سمجھو گے۔“

پھر سوچو جب اللہ تعالیٰ اپنے سامنے تمہارے گناہ گنوائے گا تو کس قدر شرم آئے گی جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے کیا تجھے مجھ سے جانا آیا کہ میرے سامنے برے کاموں کے ساتھ آیا اور میری مخلوق سے جیا کرتے ہوئے ان کے سامنے اچھائی ظاہر کی۔ کیا تیرے نزدیک میں اپنے بندوں کی نسبت ہلکا تھا تو نے اپنی طرف میرے دیکھنے کو ہلکا جانا اور کوئی پرواہ نہ کی جب کہ دوسروں کے دیکھنے کو بڑا خیال کیا کیا میں نے تجھ پر انعام و اکرام نہیں کیا تھا؟ تو تجھے میرے بارے میں کس نے دھوکے میں ڈالا کیا تیرا خیال تھا کہ میں تجھے نہیں دیکھتا اور نہ ہی تو مجھ سے ملے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم



نے ارشاد فرمایا۔

تم میں سے ہر ایک سے تمام جہانوں کو پالنے والا اس  
 طرح سوال کرے گا کہ درمیان میں نہ کوئی پردہ ہوگا اور نہ  
 کوئی ترجمان۔

مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَبَيْنَهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ  
 لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ وَلَا تَرْجُمَانٌ

(۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوگا  
 اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کیا میں نے تم پر انعام نہیں کیا؟ کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا؟ وہ کہے گا ہاں (یا اللہ! دیا ہے)  
 اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجا وہ کہے گا ہاں (یا اللہ! تو نے بھیجا تھا) پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے  
 گا تو آگ کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا پھر بائیں جانب دیکھے گا تو آگ کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے گا تو تمہیں چاہیے کہ جہنم سے  
 ڈرو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہوا کرتا ہے تو اچھی گفتگو کے ذریعے بچو۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک اللہ عزوجل کے سامنے اس طرح اکیلا ہوگا جس طرح  
 کوئی چودھویں لات کے چاند کے سامنے تنہا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم! تجھے میرے بارے میں کس  
 چیز نے دہوکہ دیا؟ اے آدم کے بیٹے! تو نے جو علم حاصل کیا اس کے مطابق کیا عمل کیا؟ اے آدم کے بیٹے! تو نے  
 (میرے) رسولوں کو کیا جواب دیا؟ اے آدم کے بیٹے! کیا تمہاری آنکھیں میرے سامنے نہ تھیں پھر تو ان آنکھوں کے ساتھ  
 اس چیز کو دیکھتا تھا جو تیرے لیے حلال نہ تھی کیا میں تیرے کانوں کو نہیں دیکھتا تھا؟ اسی طرح تمام اعضاء کے بارے میں  
 پوچھے گا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب تک بزم سے چار باتوں کے بارے میں سوال  
 نہ کرے اس کے قدم وہاں سے نہیں ہٹیں گے اس کی عمر (وقت) کتنے بارے میں کہ کس کام میں خرچ کی، علم کے بارے  
 میں کہ اس میں کیا عمل کیا، جسم کے بارے میں کہ اس کو کس کام میں مبتلا رکھا اور مال کے بارے میں سوال ہوگا کہ کہاں  
 سے کیا یا اور کس کام پر خرچ کیا۔

تو اسے مسکین، اس وقت تجھے کس قدر شرم آئے گی اور کتنا بڑا خطرہ ہوگا یہ بھی ہو سکتا کہ کہا جائے ہم نے دنیا  
 میں تمہاری پردہ پوشی کی اور آج تجھے بخش رہے ہیں اس وقت بہت زیادہ خوشی اور سرور حاصل ہوگا اور پہلے اور پھلے

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۷۷ روایات عدی بن حاتم

(۲) صحیح بخاری جلد اول ص ۱۹۰ کتاب الزکوٰۃ



تجھ پر رشک کریں گے یا فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس بوسے بندے کو پکڑ کر گلے میں طوق ڈالو اور پھر جہنم میں ڈال دو۔ اس وقت تو اتنی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گا کہ اگر آسمان وزمین تجھ پر روئیں تو ان کو منا سب ہے تجھے اس بات پر سبت زیادہ حسرت ہوگی کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری میں کوتاہی کی۔ اور تم نے کبھی دنیا کے لیے اپنی آخرت بیچ ڈالی اور اب تیرے پاس کچھ نہیں۔

## فصل ۱۷

### میزان کا ذکر

پھر تجھے میزان (ترازو) کے بارے میں غور و فکر کرنے سے بھی غافل نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اعمال نامے کے دائیں بائیں اڑنے کے بارے میں بے خبر رہنا چاہیے کیوں کہ سوال کے بعد لوگوں کی تین جماعتیں ہو جائیں گی ایک جماعت وہ ہوگی جن کی کوئی نیکی نہیں تو جہنم سے ایک سیاہ گردن نکلے گی اور جس طرح پینڈے دانے چمکتے ہیں اس طرح وہ ان لوگوں کو اچک لے گی اور وہ ان کو اپنی گرفت میں لے کر جہنم میں ڈال دے گی اور آگ ان کو نگلی لے گی اور ان کو آواز دی جائے گی کہ اب بدبختی ہی ہے اس کے بد نیک بختی نہیں۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہوں گے جن کا کوئی گناہ نہیں ہو گا ان کو ایک منادی آواز دے گا کہ جو لوگ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور اس کی حمد بیان کرتے تھے وہ کھڑے ہو جائیں وہ کھڑے ہوں گے اور رحمت کی طرف چل پڑیں گے۔ پھر ان لوگوں کے ساتھ ہی یہ سلوک کیا جائے گا جو رات کے وقت (عبادت کے لیے) قیام کرتے ہیں پھر ان لوگوں سے جن کو دنیا کی تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روکتی یہ سلوک ہو گا اور ان کو آواز دی جائے گی کہ خوش بختی ہے اس کے بعد کبھی بھی بدبختی نہیں آئے گی۔

اب تیسری قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے اور وہ سب سے زیادہ ہوں گے ان کے نیک اور برے اعمال ملے جملے ہوں گے ان کو معلوم نہ ہو گا لیکن اللہ تعالیٰ پر یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ ان کی نیکیاں زیادہ ہیں یا برائیاں، لیکن اللہ تعالیٰ ان کو بھی اس بات کی سچائی کرائے گا تاکہ معافی کے وقت اس کا فضل اور عذاب کے وقت اس کا عدل ظاہر ہو۔ پس نامہ ہائے اعمال اڑیں گے اور وہ نیکیوں اور برائیوں پر مشتمل ہوں گے اس وقت میزان قائم ہو گا اور آجھیں نامہ ہائے اعمال پر لگی ہوں گی کہ وہ دائیں پلڑے میں گرتے ہیں یا بائیں جانب؟ پھر ترازو کے کانٹے کو دیکھیں گے کہ وہ برائیوں کی جانب جھکتا ہے یا نیکیوں کی طرف اور یہ نہایت خوف کا وقت ہو گا اس سے مخلوق کی عقلیں ڈرجائیں گی۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر انور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا کہ آپ کو اوجھڑا لگئی اس دوران ام المومنین کو آخرت یاد آگئی اور آپ رو پڑیں حتیٰ کہ ان کے آنسو بہنے لگے اور



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخصت مبارک پر جا پڑے آپ بیدار ہوئے تو فرمایا اسے عائشہ! کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا مجھے آخرت کا خیال آ گیا تھا۔ کیا آپ لوگ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے (یاد رکھیں گے) مگر تین جگہ ہر شخص صرف اپنے آپ کو یاد رکھے گا جب ترازو رکھے جائیں گے اور اعمال کا وزن کیا جائے گا حتیٰ کہ آدمی دیکھے گا کہ اس کا ترازو ہلکا ہے یا بھاری؟ اور نامہ اعمال دینے کے وقت وہ دیکھے گا کہ میرا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں آتا ہے یا بائیں ہاتھ میں؟ اور پل صراط کے پاس (۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں قیامت کے دن انسان کو لایا جائے گا حتیٰ کہ اسے میزان کے دونوں پلٹوں کے درمیان کھڑا کیا جائے گا اور اس پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا اگر (نیکوں کا) پلٹا بھاری ہو تو فرشتہ بلند آواز سے پکارے گا کہ تمام مخلوق سنے گی وہ کہے گا فلاں شخص نیک بخت ہوا اب وہ کبھی بھی بدبخت نہیں ہوگا اور اگر اس کا نیکوں کا پلٹا ہلکا ہو تو فرشتہ ایسی آواز سے پکارے گا جسے تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں بدبخت ہوا اس کے بعد یہ بھی نیک بخت نہیں ہوگا۔

اور جب نیکوں کا پلٹا ہلکا ہوگا تو دوزخ کے فرشتے ہاتھوں میں لوہے کے گز لیے ہوئے آئیں گے۔ ان کا لباس آگ کا ہوگا تو وہ آگ کے حصے کو آگ کی طرف لے جائیں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم قیامت کے بارے میں فرمایا۔

یہ وہ دن ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو آواز دے گا اور فرمائے گا اے آدم علیہ السلام! اٹھ بیٹھے اور جہنمیوں کو جہنم کی طرف بھیجے وہ پوچھیں گے جہنم کے لیے کتنے آدمی بھیجنے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ایک ہزار میں سے نو سو تنانورے۔ جب صحابہ کرام نے یہ بات سنی تو وہ غلگین ہو گئے حتیٰ کہ وہ اچھی طرح ہنس بھی نہ سکے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی یہ حالت دیکھی تو ارشاد فرمایا۔

عمل کرو اور خوش ہو جاؤ پس اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تمہارے ساتھ دو ایسی مخلوق ہیں کہ وہ جس کے ساتھ ہوتے ہیں اس کے افسانے کا باعث ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ وہ بھی ہیں جو انسانوں اور شیطانوں کی اولاد سے ہلاک ہو گئے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دونوں مخلوق کون لوگ ہیں؟ فرمایا جوج اور ماجوج ہیں۔ راوی کہتے ہیں یہ ہیں صحابہ کرام خوش ہو گئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کرو اور خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے قیامت کے دن تم، دوسرے لوگوں میں اس طرح ہو گے جیسے اونٹ کے پہلو میں سیاہ داغ یا جانور کے بازو میں نشان ہوتا ہے (۲)



## حقوق کا مطالبہ اور ان کی واپسی

میزان کا خوف اور خطرہ تم معلوم کر چکے ہو اور تمہیں میزان کی طرف لگی ہوئی ہوں گی۔ ارشاد خداوندی ہے۔  
 قَامَا مَن تَقَلَّتْ مَوَازِينَهُ كَهْفُوفٍ عَيْشَةٍ  
 اور جس کے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو گا وہ اچھی زندگی میں ہوگا  
 وَاصِيَةٍ وَاَمَّا مَن خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَاَمَةٌ  
 اور جس کا نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانا دوزخ کا  
 هَاوِيَةٌ وَمَا اَدْرَاكَ مَا هِيَ تَارِحَامِيَةٌ۔  
 ایک درصہ (باویر) ہے اور تمہیں کیا معلوم وہ کیا ہے ایک  
 دہکتی ہوئی آگ ہے۔ (۱)

اور جان لو کہ میزان کے خطرے سے وہی بچ سکتا ہے جس نے دنیا میں اپنا محاسبہ کیا ہو اور اس میں شرعی میزان کے ساتھ اپنے اعمال اور اقوال اور خطرات و ضیالات کو تو لیا ہو جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور قیامت کے دن وزن کرنے سے پہلے خود وزن کرو۔ اپنے نفس کے حساب (یا محاسبہ) سے مراد یہ ہے کہ مرنے سے پہلے روزانہ سچی توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے فرائض میں جو کوتاہی کی ہے اس کا تدارک کرے اور لوگوں کے حقوق ایک ایک کوڑی کے حساب سے واپس کرے اور اپنی زبان، ہاتھ یا دل کی بدگمانی کے ذریعے کسی کی ہتک کی ہو تو اس کی معافی مانگے اور ان کے دلوں کو خوش کرے حتیٰ کہ جب اسے موت آئے تو اس کے ذمہ نہ کسی کا کوئی حق ہو اور نہ ہی کوئی فرض، توبہ شخص کسی حساب کے بغیر جنت میں جائے گا۔ اور اگر وہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے پہلے مر جائے تو حقدار اس کا گھیراؤ کریں گے کوئی اسے ہاتھ سے پکڑے گا۔ اور کوئی اس کی پیشانی کے بال پکڑے گا اور کسی کا ہاتھ اس کی گردن پر ہوگا کوئی کہے گا تم نے مجھ پر ظلم کیا اور کوئی کہے گا تو نے مجھے گالی دی اور کوئی کہے گا تم نے مجھ سے مذاق کیا کوئی کہے گا تم نے میری عنیت کرتے ہوئے ایسی بات کہی جو مجھے بری لگتی تھی کوئی کہے گا تم میرے پڑوسی تھے لیکن تم نے مجھے ایذا دی کوئی کہے گا تم نے مجھ سے معاملہ کرتے ہوئے دھوکہ کیا کوئی کہے گا تو نے مجھ سے سودا کیا تو مجھ سے دھوکہ کیا اور مجھ سے اپنے مال کے عیب کو چھپایا کوئی کہے گا تو نے اپنے سامان کا نرخ بتاتے ہوئے جھوٹ بولا کوئی کہے گا تو نے مجھ محتاج دیکھا اور تو مال دار تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا کوئی کہے گا تو نے دیکھا کہ میں مظلوم ہوں اور تو اس ظلم کو دُور کرنے پر قادر تھی تھا لیکن تو نے ظالم سے مصالحت کی اور میرا خیال نہ کیا۔



تو جب اس وقت تیرا یہ حال ہوگا اور حقداروں نے تیرے بدن میں ناخن گاڑ رکھے ہوں گے اور تیرے گریبان پر مضبوط ہاتھ ڈالا ہوگا اور تو ان کی کثرت کے باعث حیران پریشان ہوگا حتیٰ کہ تو نے اپنی زندگی میں جس سے ایک درہم کا معاملہ کیا ہوگا یا اس کے ساتھ کسی مجلس میں بیٹھا ہوگا تو غیبت یا خیانت یا حقارت کی نظر سے دیکھنے کے اعتبار سے اس کا تجھ پر حق تبا ہوگا اور تو ان کے معاملے میں کمزور ہوگا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مولیٰ کی طرف اس نیت سے اٹھائے گا کہ شاید وہ تجھے ان کے ہاتھ سے چھڑائے کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ کی آواز تیرے کانوں میں پڑے گی ارشاد خداوندی ہے۔

الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ  
 آج ہر نفس کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور  
 آج کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ (۱)

اس وقت ہیت کے مارے تیرا دل نکل جائے گا اور تجھے اپنی ہلاکت کا یقین ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبان پر تجھے ڈرا ہے وہ تجھ یاد آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ  
 اس دن تک موخر کرتا ہے جس دن آنکھیں کھلی کی کھلی رہ  
 جائیں گی بھاگ بھاگ جا رہے ہوں گے اپنے سر اٹھاتے  
 ہوئے ان کی بلکیں جھپکتی نہیں ہوں گی اور ان کے دل  
 (خون سے) اڑے جا رہے ہوں گے اور (اے محبوب)  
 لوگوں کو ڈرائیے۔  
 النَّاسِ -

(۲)

آج جب تو لوگوں کی عزتوں کے پیچھے پڑتا ہے اور ان کے مال کھاتا ہے تو کس قدر خوش ہوتا ہے لیکن اس دن تجھے کس قدر حسرت ہوگی جب تو عدل کے میدان میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوگا اور خطابتِ سیاست تیرے سامنے ہوگی اس وقت تو مفلس فقیر عاجز اور ذلیل ہوگا نہ کسی کا حق ادا کر سکے گا اور نہ ہی کوئی عذر پیش کر سکے گا۔ پھر تیری وہ نیکیاں جن کے لیے تو نے زندگی بھر مشقت پر داشت کی تجھ سے لے کر ان لوگوں کو جن کے حقوق تیرے ذمہ ہوں گے، دے دی جائیں گی اور یہ ان کے حقوق کا عوض ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے درمیان مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی درہم یا دینار یا کوئی مال نہ ہو۔

(۱) قرآن مجید، سورہ غافر آیت ۱۷

(۲) قرآن مجید، سورہ ابراہیم آیت ۲۴ تا ۲۷  
 www.maktabah.org



آپ نے ارشاد فرمایا۔

میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا لیکن اس نے کسی کو گال دی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا پس اس (حقدار) کو بھی اس کی کچھ نیکیاں دی جائیں گی اور دوسرے کو بھی، اور اگر نیکیاں ختم ہو جائیں اور اس کے ذمہ جو حقوق ہیں وہ پورے نہ ہوں تو ان لوگوں کے گناہوں میں سے لے کر اس پر ڈال جائے گا اور پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (۱)

تو دیکھو اس دن تم کس قدر مصیبت میں مبتلا ہو گے کیوں کہ پہلے تو تمہاری نیکیاں ریاکاری اور شیطانی مکر و فریب سے محفوظ نہیں ہوں گی اور اگر طویل مدت کے بعد کوئی ایک نیکی بچ جائے تو اس پر حق دار روڑیں گے اور اسے لے لیں گے اور شاید تو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور دن کو روزہ رکھنے والا اور رات کو قیام کرنے والا ہو تو تجھے معلوم ہوگا کہ تو دن بھر مسلمانوں کی عنایت کرتا رہا جو تیری تمام نیکیوں کو لے گئی باقی برائیاں مثلاً حرام اور مشتبہ چیزیں کھانا اور عبادات میں کوتاہی کرنا اپنی جگہ ہے اور جس دن سینگوں والے جانور سے بے سینگ جانور کا حتیٰ کیا جائے گا تو اس دن حقوق سے چھٹکارا پانے کی امید کیسے رکھ سکتا ہے۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کیریاں دیکھیں جو لڑ رہی تھیں؛ آپ نے فرمایا اسے ابو ذر رضی اللہ عنہ کیا آپ کو معلوم ہے یہ دونوں کیوں لڑتی ہیں؟ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا آپ نے فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ (۲)

انسان کو تنبیہ کے طور پر یہ بات فرمائی تاکہ وہ دوسروں کے حقوق غضب نہ کریں نیز عدل خداوندی کا اظہار ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

دَمَائِنِ ذَا بَقَعٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ  
بِحَنَاقِهِ إِلَّا أُمَّةٌ أُمَّتُكُمْ - (۷) تمہاری طرح گروہ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا قیامت کے دن تمام مخلوق یعنی چار پائے اور چند پرند سب جمع ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کا عدل اس حد کو پہنچے گا کہ وہ بے سینگ بکری کا بدلہ سینگ والی سے لے گا پھر فرمائے گا مٹی ہو جا اس وقت کافر کھے گا کاش میں مٹی ہو جا۔

تو اے مسکین شخص! اس دن کیا صورت حال ہوگی جب تو اپنے نامہ اعمال کو نیکیوں سے خالی دیکھے گا حالانکہ

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۹۰ روایت ابو ہریرہ (۳) ایضاً

(۲) قرآن مجید، سورہ انعام آیت ۲۸



تو نے ان کے لیے سخت مشقت اٹھائی ہوگی تم کہو گے مہربانی کیا کہاں ہیں؟ تو جواب دیا جائے گا وہ تو ان لوگوں کی طرف متعلق ہوئیں جن کے حقوق تمہارے ذمہ تھے اور تم دیکھو گے کہ تمہارا نامہ اعمال براٹیوں سے بھرا ہوا ہے کہ ان سے بچنے کے لیے تم نے بہت زیادہ مشقت اٹھائی ہوگی۔ اور ان سے رکنے کے سبب تم نے بہت تکلیف اٹھائی ہوگی تم کہو گے اے میرے رب! میں نے یہ گناہ کبھی نہیں کئے جواب دیا جائے گا یہ ان لوگوں کے گناہ ہیں جن کی تم نے عینت کی ان کو گالی دی ان سے برائی کا ارادہ کیا، خرید و فروخت کے اعتبار سے پڑوسی ہونے کے ناطے سے، گفتگو، مناظرے مذاکرے اور درس و تدریس کے اعتبار سے یا باقی معاملات میں تو نے ان پر ظلم کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شیطان اس بات سے ناامید ہو گیا کہ اب عرب کی سرزمین پر اس کی پوجا کی جائے لیکن عنقریب وہ اس سے کم اور حقیر باتوں پر تم سے راضی ہوگا اور وہ ہلاکت خیز باتیں ہیں پس جس قدر ممکن ہو ظلم سے بچو کیوں کہ بندہ قیامت کے دن پہاڑوں کی مثل عبادات لائے گا اور اس کے خیال میں وہ اس کو نجات دینے والی ہوں گی لیکن ایک بدہ اگر کہے گا اے میرے رب فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کی نیکیوں میں سے کچھ ٹٹا دو اسی طرح لوگ آتے رہیں گے اور نیکیاں لے جاتے رہیں گے حتیٰ کہ اس کی کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی اس کی مثال اس طرح ہے جیسے مسافر جنگل میں اتریں اور ان کے پاس لکڑیاں نہ ہوں اب وہ لوگ بکھر جائیں اور لکڑیاں جمع کر کے لائیں اور ٹھوڑی دیر بھی نہ گزرے کہ وہ بہت بڑی آگ جلا کر اپنا مقصد حاصل کریں (۱) یعنی ان لکڑیوں کی طرح دیکھتے ہی دیکھتے یہ نیکیاں بھی چلی جائیں گی۔

جب یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَأَنْتُمْ مَبْتَلُونَ ثُمَّ آتَاكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الَّذِي كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ -  
 یسے شک آپ کا وصال بھی ہوگا اور پران لوگوں کو بھی موت  
 آئے گی پھر قیامت کے دن تم لوگ اپنے رب کے  
 پاس جھکنا کرو گے (۲)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا خاص گناہوں کے ساتھ ہمارے دینی جھگڑے بھی دوبارہ ظاہر ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ بھی تمہارے اوپر آئیں گے حتیٰ کہ تم ہر حق دار کا حق ادا کرو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا معاملہ بیت سخت ہے (۳)

(۱) مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۸۹ کتاب التوبۃ

(۲) قرآن مجید، سورہ زمر آیت ۲۳، ۲۴

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۱۶۷ روایات زبیر بن عوام



تو اس دن کی سختی بہت بڑی ہے جس میں ایک قدم سے بھی درگزر نہ ہو گا حتیٰ کہ ایک تھپڑ اور ایک گلے کا بدلہ بھی ظالم سے مظلوم کے لیے لیا جائے گا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔  
يَخْشُرُ اللهُ الْعِبَادَ عَصَاةً غَيْرًا بُهْمًا۔  
اللہ تعالیٰ بندوں کو ننگے تھپڑ اور بغیر مال کے اٹھائے گا۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ پھر ان کا رب بلند آواز سے پکارے گا جس کو دُور والے اسی طرح سنیں گے جس طرح قریب والے سنتے ہیں (فرمائے گا) میں بادشاہ ہوں میں بدلہ لینے والا ہوں کوئی جنتی یا جہنمی جس کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہو وہ اس وقت تک جنت یا جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک میں اس سے بدلہ نہ لے لوں حتیٰ کہ ایک تھپڑ کا بدلہ بھی۔ ہم نے عرض کیا یہ کیسے ہو گا جب کہ ہم تو ننگے، سٹفلس اور بغیر مال کے ہوں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بدلہ نیکیوں اور برائیوں کے ذریعے ہو گا (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) اسے اللہ کے بندوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو (۱۱)

اور بندوں کے حقوق غضب کرنا ان کے مال لینے، ان کی عزتوں کے درپے ہونے ان کے دلوں کو تنگ کرنے اور ان سے بدانتقامی کا مظاہرہ کرنے کی صورت میں ہوتا ہے (ان سے بچو) بیوں کہ جن گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہے ان کی بخشش جلد ہو جائے گی۔ اور جس شخص کے ذمہ کئی لوگوں کے حقوق ہوں اور اس نے ان سے توبہ کی ہو لیکن حقدار لوگوں سے معاف کرنا مشکل ہو تو زیادہ سے زیادہ نیک کام کرے تاکہ قیامت کے دن کام آئیں اور بعض نیکیاں خاص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان چھپا کر لوہے کے ساتھ کرے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلع نہ ہو سکتا ہے یہی نیکیاں اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں اور اس کے ذریعے اس لطف خداوندی کو حاصل کر سکے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن دوستوں کے لیے حقداروں کے حقوق کو دور کرنے کی صورت میں رکھا ہے جس طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آپ تشریف فرما تھے کہ ہم نے دیکھا آپ ہنس رہے ہیں حتیٰ کہ آپ کے دانت مبارک نظر آتے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہنسنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میری امت میں سے دو آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے دو دانو ہوئے ان میں سے ایک نے کہا اے میرے رب! میرے اہل ساتھی سے میرا حق دلا دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے بھائی کا حق ادا کرو اس نے کہا اے میرے رب! میری نیکیوں میں سے کچھ بھی نہیں بچا اللہ تعالیٰ نے طلب کرنے والے سے فرمایا اب تم کیا کرو گے اس کے پاس تو کوئی نیکی نہیں بچی اس نے کہا یا اللہ! یہ شخص میرے گناہوں میں سے کچھ اپنے اوپر لے لے۔



راوی کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں میں آنسو آگئے پھر فرمایا یہ بہت بڑا دن ہے جس دن آدمی اس بات کا محتاج ہوگا کہ کوئی شخص اس کے گناہ اٹھالے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مطالبہ کرنے والے سے فرمایا اپنے سر اٹھاؤ اور جنت میں دیکھو اس نے جنت کی طرف دیکھا اور عرض کیا مجھے چاندی کے بلند شہر اور سونے کے محلات جن میں موتی جوڑے ہوئے ہیں، نظر آتے ہیں یہ کس نبی کے لیے ہیں؟ یا کس صدیق یا شہید کے لیے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اس کی قیمت ادا کرے اس نے عرض کیا یا اللہ! اس کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو دے سکتا ہے اس نے کہا کیا قیمت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اپنے بھائی کو معاف کر دے اس نے عرض کیا اے میرے رب! میں نے اس کو معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں لے جاؤ۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے لوگو!) اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں کے درمیان صلح کرتا ہے (۱) یہ اس بات سے آگاہی ہے کہ یہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنانے سے حاصل ہوتا ہے اور وہ باہم صلح رکھنا اور دوسرے اخلاق کو اپنانا ہے۔

تو اب تم اپنے نفس کے بارے میں سوچو اگر تمہارا نامہ اعمال لوگوں کے حقوق سے خالی ہو گیا یا اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے تمہیں معاف کر دے گا اور تجھے ابدی سعادت کا یقین ہو جائے گا تو تو فیصلے کی جگہ سے کس قدر خوش خوشی واپس ہو گا تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف رضا کا لباس ملے گا اور ایسی سعادت کے ساتھ واپس آئے گا جس کے بعد شقاوت نہیں اور ایسی نعمتیں حاصل ہوں گی جن کے گرد فانی نہیں ہوگی اس وقت خوشی سے تمہارا دل پرواز کرنے لگے گا نیز تیرا چہرہ روشن اور چمکدار ہو جائے گا اور اس طرح چمکے گا جس طرح چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے تو سوچو تو لوگوں کے درمیان کس طرح سر اٹھاتے چلے گا تیری پیٹھ پر کوئی بوجھ نہیں ہوگا نسیم راحت کی تازگی اور رضائی ٹھنڈک تیری پیشانی پر چمکتی ہوگی پہلے اور پچھلے لوگ تجھے اور تیرے حال کو دیکھ رہے ہوں گے نیز تیرے حسن و جمال پر رشک کریں گے فرشتے تیرے آگے اور پیچھے چلیں گے اور لوگوں کے سامنے اعلان کریں گے کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوا اور اس کو راضی کیا اس نے ایسی سعادت حاصل کی ہے جو کبھی بدبختی میں تبدیل نہیں ہوگی۔

تمہارا کیا خیال ہے دنیا میں رہا کاری منافقت اور بناوٹ کے ذریعے تو لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام بنانا ہے یہ منصب اس سے بڑا نہیں اگر تو جانتا ہے کہ یہ رتبہ دنیوی رتبے سے بہتر ہے بلکہ اس کو اس سے کوئی نسبت نہیں تو صاف ستم سے انصاف کے ذریعے اس مقام کو حاصل کرنے کی کوشش کر۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملے میں سچی نیت اختیار کر کیوں کہ اس کے بغیر یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔



اور اگر دوسری صورت ہوتی (اللہ تعالیٰ کی پناہ) کہ تمہارے نامہ اعمال میں ایسے جرائم ہوں جن کو تم معمولی سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ بہت بڑے ہیں اور ان کے باعث تجھ پر غضب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بے بندے تو میری رحمت سے ڈور ہے میں تیری عبادت کو قبول نہیں کرتا۔ اور یہ آواز سنتے ہی تیرا چہرہ سیاہ ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے فرشتے بھی تجھ پر غضب ناک ہوں گے اور کہیں گے تجھ پر بھاری اور تمام مخلوق کی لعنت ہو اس وقت اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے دوزخ کے فرشتے بھی غضب ناک ہو کر تجھ پر چھپٹ پڑیں گے اور اپنے غصے اور سختی میں ناپسندیدہ صورتوں کے باوجود تیری طرف بڑھیں گے اور تیری پیشانی پکڑ کر لوگوں کے سامنے تجھے منہ کے بل گھسیٹیں گے لوگ تیرے چہرے کی سیاہی اور ذلت کے ظاہر ہونے کو دیکھیں گے اور توتا ہی اور خرابی بپا کر باہوگا وہ کہیں گے آج ایک تباہی کو نہ بپا کرو بلکہ بہت سی تباہیوں اور ہلاکتوں کو بپا کرو اور فرشتے آواز دیتے ہوئے کہیں گے یہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی ذلت و رسوائی کو ظاہر کیا اور اس کے برے اعمال کی وجہ سے اس پر لعنت بھیجی ہے یہ اس قدر شقاوت کا مستحق ہوا کہ کبھی بھی سعادت سے بہرہ ور نہیں ہوگا۔

اور ہو سکتا ہے یہ خرابی ایسے گناہ کی وجہ سے ہو جو تو نے لوگوں سے چھپ کر کیا یا ان کے دلوں میں اپنا مقام بنانے کے لیے کیا یا ان کے سامنے ذلیل ہونے سے بچنے کے لیے کیا تو کتنا بڑا جاہل ہے کہ نتم ہونے والی دنیا میں بندگانِ خدا کے ایک چھوٹے سے گروہ کے سامنے ذلیل ہونے سے بچتا ہے لیکن بہت بڑی جماعت کے سامنے بہت بڑی ذلت سے تیس ڈرتا ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کا درد ناک عذاب بھی ہے نیز دوزخ کے فرشتوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر جہنم کی طرف جانا ہوگا۔

تو تمہارے یہ احوال ہی لیکن تجھے اس سے بھی بڑے خطرے کا شعور نہیں اور وہ پل صراط ہے۔

فصل ۹ :

## پل صراط کا ذکر

پھر ان ہولناک مناظر کے بعد اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی میں غور کر فرمایا۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا  
وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وُجُودًا۔  
جس دن ہم متقی لوگوں کو رحمن کی طرف اکٹھا کریں گے  
رمعزز مہمان بنا کر اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانک کر  
لائیں گے۔ (۱)



اور ارشاد خداوندی ہے۔

فَاَهْدُوهُمْ اِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ وَتَقْوَاهُمْ  
رِثْمَهُمْ مَسْلُوكُونَ۔  
پس ان کو جہنم کے راستے کی طرف لے جاؤ اور ان کو  
ٹھہراؤ ان سے پوچھا جائے گا۔

ان ہولناک مناظر کے بعد لوگوں کو پہلے صراط کی طرف لے جایا جائے گا اور وہ جہنم کے اوپر بنایا ہوا ایک پہل ہے جو  
تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے پس جو شخص اس دنیا میں صراط مستقیم پر قائم رہا وہ آخرت کے پہلے صراط  
پر پہنکا ہوگا اور نجات پائے گا اور جو دنیا میں استقامت سے ہٹ گیا گا ہوں کی وجہ سے اس کی پیٹھ بھاری ہوئی اور  
اس نے نافرمانی کی تو وہ پہلے قدم پر ہی پل صراط سے پھسل کر گر جائے گا۔

تو اس وقت سوچ تیرا دل کس قدر گھبرائے گا جب تو پل صراط اور اس کی باریکی کو دیکھے گا پھر اس کے نیچے جہنم کی سیاہی  
پر تیزی نگاہ پڑے گی اس کے نیچے آگ کی چنج اور غصے میں آنسو کے گاؤں اور حرارت کے باوجود تجھے پل صراط پر چلنا ہوگا چاہے  
تیرا دل مضطرب ہو، قدم پھسل رہے ہوں اور پیٹھ پر اس قدر بوجھ ہو جو زمین پر چلنے سے رکاوٹ ہے پل صراط کی باریکی پر  
چلنا تو ایک طرف رہا۔ اس وقت کیا حالت ہوگی جب تو اپنا ایک پاؤں اس پل پر رکھے گا اور اس کی تیزی کو محسوس  
کرے گا نیکین دوسرا قدم اٹھانے پر مجبور ہوگا اور تیرے سامنے لوگ پھسل کر گر رہے ہوں گے اور جہنم کے فرشتے ان  
کو کاٹھنوں اور مٹھے ہوئے برے والے لہجے سے پکڑ رہے ہوں گے اور تو ملین کی طرف دیکھ رہا ہوگا کہ وہ کس طرح سر  
نیچے اور پاؤں اوپر کھینے ہوئے جہنم میں جا رہے ہوں گے تو کس قدر خوفناک منظر ہوگا سخت مقام پر چڑھائی اور تنگ راستے سے  
گزرنا ہوگا۔

تو اپنی حالت کے بارے میں سوچ کر توجیب تو اس پر چلے گا اور چڑھے گا اور بوجھ کی وجہ تیزی پیٹھ بھاری ہوگی تو دائیں  
بائیں لوگوں کو دیکھے گا اور وہ جہنم میں گر رہے ہوں گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پکار رہے ہوں گے اے میرے رب!  
بچالے اے میرے رب! بچالے۔

تباہی اور خرابی کی پکار جہنم کی گہرائی سے تیری طرف آئے گی کیوں کہ بے شمار لوگ پل صراط سے پھسل جائیں گے اگر  
تیرا قدم بھی پھسل گیا تو کیا ہوگا۔ اس وقت ندامت بھی کوئی فائدہ نہ دے اور تو بھی ہائے خرابی ہائے ہلاکت پکارے اور یوں کہے کہ  
میں اسی دن سے ڈرتا تھا کاش میں اپنی (آخری) زندگی کے لیے کچھ آگے بھجیتا ہائے افسوس! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کے راستے پر چلنا ہائے مجھ پر افسوس میں فلاں کو دوست نہ بنا تا کاش میں مٹی ہو جاتا کاش میں ٹھو لاسر ہو جاتا کاش میری ماں  
مجھے نہ بنتی۔



اس وقت آگ کے شعلے تجھے اُچک لیں گے (معاذ اللہ) اور ایک منادی اعلان کرے گا۔

اِحْسَبُوا فِيهَا وَرَأَوُكُمْ كَمَا كُنْتُمْ - (۱) اس جہنم میں پھٹکار کے ساتھ رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔

اب چینیچنے چلنے، رونے، فریاد کرنے اور مدد مانگنے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہوگا تو اس وقت تو اپنی عقل کو کس طرح دیکھتا ہے جب کہ یہ تمام خطرات تیرے سامنے ہیں۔ اگر تیرا ان باتوں پر عقیدہ نہیں تو معلوم ہوا کہ تو دیر تک کفار کے ساتھ جہنم میں رہنا چاہتا ہے اور اگر تو ایمان رکھتا ہے لیکن غفلت کا شکار ہے اور اس کے لیے تیاری میں سستی کا مظاہرہ کرتا ہے تو تیرا نقصان اور سرکشی کتنی بڑی ہے۔

ایسے ایمان کا تجھے کیا فائدہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کی نافرمانی چھوڑنے کے ذریعے تجھے اس کی رضا جوئی کہ خاطر کوشش کی ترغیب نہیں دیتا اگر بالفرض تمہارے سامنے پُل صراط سے گزرنے کے خوف سے پیدا ہونے والی دل کی دہشت کے سوا کچھ نہ ہو اگرچہ تو سلامتی کے ساتھ ہی گزر جائے تو یہ ہولناکی خوف اور رعب کیا کم ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

پُل صراط دوزخ کے درمیان میں قائم کیا جائے گا اور رسولوں میں سے اپنی امت کے ساتھ سب سے پہلے میں گزروں گا اس دن صرف رسول ہی کلام کریں گے اور ان کی پکاری ہوگی "اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ يٰاَللّٰهُ بچالے۔ اور جہنم میں کانٹے ہوں گے جو سعدانِ درخت کے کانٹوں کی طرح ہوں گے کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں) آپ نے فرمایا وہ سعدان کے کانٹے کی طرح ہوں گے لیکن وہ کتنے بڑے ہوں گے یہ بات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اُچک لیں گے ان میں سے بعض اپنے عمل کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے اور بعض لڑائی کے دانے جیسے ہو جائیں گے پھر نجات پائیں گے (۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ جہنم کے پُل پر گزریں گے اور اس پر دائیں بائیں کانٹے اور مڑے ہوئے صمے والے لوہے ہوں گے نیز اس کی دونوں جانب فرشتے ہوں گے جو پکاریں گے۔ یا اللہ! سلامتی سے گزار دے یا اللہ! سلامتی سے گزار دے۔ پس بعض لوگ بجلی کی چمک کی طرح گزر جائیں گے بعض ہوا کی طرح گزریں گے بعض دوڑنے والے گھوڑے کی طرح، کچھ دوڑ رہے ہوں گے کچھ عام چال سے چل رہے ہوں گے بعض گھٹنوں کے بل چلیں گے اور بعض سُرین کے بل گھسیٹے ہو جائیں گے اور دوزخ والے جو اس میں رہیں گے وہ نہ مریں گے اور نہ ہی زندہ ہوں گے اور جن لوگوں کو گناہوں اور خطاؤں کی وجہ سے پکڑا جائے گا وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے پھر شفاعت کی

(۱) قرآن مجید سورہ مومنون آیت ۱۰۸

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۷۲، ۹۷۳، کتاب الرقاق



اجازت دی جائے گی (۱) آخر تک حدیث ذکر کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ پہلوں اور پھلوں کو ایک معلوم دن میں ایک مقام پر چالیس سال جمع کرے گا ان کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوں گی اور وہ فیصلے کے منتظر ہوں گے۔ انہوں نے حدیث بیان کرتے ہوئے مومنوں کے سببہ کرنے کا ذکر کیا اور فرمایا۔

پھر اللہ تعالیٰ مومنوں سے فرمائے گا اپنے سروں کو اٹھاؤ وہ اپنے سر اٹھائیں گے تو ان کو ان کے اعمال کے مطابق نور عطا فرمائے گا ان میں سے بعض کو بہت بڑے پہاڑ کی مثل نور دیا جائے گا جو ان کے آگے دور ہوگا بعض کو اس سے کم نور ملے گا کچھ کو کھجور کے درخت جتنا نور ملے گا اور بعض کو اس سے کم ملے گا حتیٰ کہ ان میں سے کمزوری شخص کو پاؤں کے انگوٹھے جتنا نور دیا جائے گا وہ کبھی چمکے گا اور کبھی بجھ جائے گا جب وہ چمکے گا تو یہ قدم بڑھا کر چلے گا اور سب اندھیرا ہو جائے گا تو کھڑا ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے ہر ایک کے نور کے مطابق پل صراط سے گزرنے کا ذکر کیا کچھ لوگ آٹھ جھینے کی مقدار میں گزریں گے یعنی بجلی کی چمک کی مقدار میں گزریں گے بعض باول کی مثل گزریں گے بعض ستاروں کے ٹوٹنے کی طرح گزریں گے کچھ لوگ گھوڑے کے دوڑنے کی مثل گزریں گے بعض لوگ آدمی کے دوڑنے کی طرح گزریں گے حتیٰ کہ جس کو پاؤں کے انگوٹھے کی مثل نور دیا جائے گا وہ چہرے ہاتھوں اور پاؤں کے بل گزرے گا۔

ایک ہاتھ بڑھائے گا تو دوسرا اٹک کر رہ جائے گا ایک پاؤں اٹکے گا تو دوسرے کو کھینچے گا۔ اور اس کے پہلوؤں تک آگ پہنچ جائے گی۔ فرمایا۔

وہ اسی طرح رہے گا حتیٰ کہ نجات پائے جب وہ نجات پائے گا تو وہاں ہی کھڑا رہے گا پھر کہے گا اللہ تعالیٰ کے لیے توفیق ہے اور اس کا شکر ہے کہ اس نے مجھے وہ کچھ عطا کیا جو کسی کو نہیں دیا کہ میں نے اس کو دیکھا پھر اس نے مجھے نجات عطا کی۔ چنانچہ اسے جنت کے دروازے کے پاس ایک انور پر لے جا کر غسل دیا جائے گا۔ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

أَقْبِرَاطُ كَعَدِّ السَّيْفِ أَوْ كَعَدِّ الشَّعْرَةِ  
وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُنْجُونَ الْمُؤْمِنِينَ  
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَإِنَّ جَبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
لَاخِذٌ بِجُجْزِي وَآتَى لِقَوْلِ يَارَبِّ سَلِّمْ

پل صراط تو اس کی طرح تیز ہے یا فرمایا چھری کی طرح تیز ہے اور فرشتے مومن مردوں اور عورتوں کو بچالیں گے اور حضرت جبریل علیہ السلام میری کمر بٹھے ہوں گے اور میں ہوں گا "يَارَبِّ سَلِّمْ يَارَبِّ سَلِّمْ" اے میرے رب اسلامی

(۱) مستدام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۶ مرویات البوسید

(۲) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۹۱ تا ۹۵ کتاب البعث



سَلِّعُوا الزَّالُونَ وَالذَّالَاتِ يُؤْمِدْنَ كَثِيرًا - سے گزار دے۔ اس دن پھسلنے والے مرد اور پھسلنے والی عورتیں زیادہ ہوں گی۔ (۱)

نویسٹری صراط کے مصائب اور ہونکیاں ہیں اس میں بہت زیادہ فکر کرو یوم قیامت کے ہونکے حالات میں وہی شخص زیادہ محفوظ ہوگا جو دنیا میں اس کا فکر زیادہ کرے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ ایک بندے پر دو خوف جمع نہیں کرتا پس جو آدمی دنیا میں ان خوفوں سے ڈرا وہ آخرت کے دن ان سے محفوظ رہے گا۔ اور خوف سے ہماری مراد عورتوں کی طرح کا خوف نہیں ہے سنتے وقت دل نرم ہو جائے اور آنسو جاری ہو پھر جلدی ہی بھول جاؤ اور اپنے کھیل کود میں مشغول ہو جاؤ اس بات کا خوف سے کوئی تعلق نہیں بلکہ جو آدمی کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے اور جو شخص کسی چیز کی امید رکھتا ہے اسے طلب کرتا ہے پس تجھے وہی خوف نجات دے گا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکے اور اس کی اطاعت پر آمادہ کرے۔ عورتوں کے دل نرم ہونے سے بھی بڑھ کر بے وقوفوں کا خوف ہے جب وہ ہونکے مناظر کے بارے میں سنتے ہیں تو فوراً ان کی زبان پر استعاذہ جاری ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں میں اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ یا اللہ! مجھے بچالینا، بچالینا۔ اس کے باوجود وہ گناہوں پر ڈٹے رہتے ہیں جو ان کی ہلاکت کا باعث ہیں شیطان ان کے پناہ مانگتے پر ہنستا ہے جس طرح وہ اُس آدمی پر ہنستا ہے جس کو صحرا میں کوئی درندہ پھاڑنا چاہے اور اس کے پیچھے ایک قلعہ ہو جب وہ دور سے درندے کی ماڑھوں اور اس کے حملے کو کو دیکھے تو زبان سے کہے میں اس مضبوط قلعے میں پناہ لیتا ہوں اور اس کی مضبوط دیواروں اور سخت عمارت کی مدد چاہتا ہوں وہ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے زبان سے یہ کلمات کہتا ہے تو یہ بات کس طرح اسے درندے سے بچائے گی؟

تو آخرت کا بھی یہی حال ہے اس کا قلعہ صرف پچھے دل سے "لا الہ الا اللہ" کہنا ہے اور سچائی کا معنی یہ ہے کہ اس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ ہو اس کے علاوہ کوئی مقصد و معبود نہ ہو اور جو شخص اپنی خواہش کو معبود بنا لیتا ہے وہ تو حید میں سچائی سے دور ہوتا ہے اور اس کا معاملہ خود خطرناک ہے۔

اگر تم ان باتوں سے عاجز ہو تو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے بن جاؤ آپ کی سنت کی تعظیم کے عرصے ہو جاؤ صلحائے امت کے دلوں کی رعایت کا شوق رکھنے والے ہو جاؤ اور ان کی دعاؤں سے برکت حاصل کرو ممکن ہے تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان نیک لوگوں کی شفاعت سے حصہ ملے اور اس وجہ سے نجات پاؤ اگرچہ تمہاری پوچھی کم ہو۔



## شفاعت کا ذکر

جان لو کہ جب کچھ مومنون پر جنت میں داخل ہونا واجب ہو جائے گا تو اللہ اپنے فضل و کرم سے ان کے سنی میں انبیاء کرام اور صدیقین کی شفاعت قبول کرے گا بلکہ علماء اور صالحین کی شفاعت بھی۔

جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام حاصل ہے اور اس کا معاملہ اچھا ہے وہ اپنے گھر والوں، ارشتہ داروں، دوستوں اور جان بچان والوں کی شفاعت کرے گا تو نہیں اس بات کا حرجین ہونا چاہیے کہ ان لوگوں کے ہاں رتبہ شفاعت حاصل کرو اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو خیر نہ جانو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت کو لوگوں میں چھپا رکھا ہے ہو سکتا ہے جو شخص تمہاری نگاہ میں معمول ہو وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو اور کسی گناہ کو معمولی نہ جانو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب کو گناہوں میں چھپا رکھا ہے ہو سکتا ہے اسی گناہ میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پوشیدہ ہو، اور کسی عبادت کو معمولی نہ جانو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو اپنی اطاعت میں پوشیدہ رکھا ہے ہو سکتا ہے اسی عبادت و اطاعت میں اس کی رضا پوشیدہ ہو، اگرچہ اچھی بات یا نیکہ یا اچھی نیت اور اس جیسی کوئی بات ہی کیوں نہ ہو۔

شفاعت پر قرآن مجید کی بے شمار آیات اور احادیث مبارکہ شاہد ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ - عنقریب آپ کا رب آپ کو اس قدر عطا کرے گا کہ آپ

راضی ہو جائیں گے۔

(۱)

حضرت عمر بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کے قول پر مشتمل یہ

قرآنی آیت پڑھی۔

اے میرے رب! ان ربتوں نے (اہل بیت سے لوگوں

کو گمراہ کیا پس جو میرے رستے پر چلا وہ میرا ہے اور جس نے

میرے نافرمانی کی پس بے شک تو مجھ سے والا مہربان ہے۔

رَبِّ اِنَّبَنَّا اَصْلَلْنَا كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ

فَمَنْ تَبِعَنِي فَاِنَّهٗ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَاِنَّهٗ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ -

(۲)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا ارشاد خداوندی ہے۔

اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہی۔

اِنَّ لِعَذِيْبِهِمْ فَاِنَّهٗمْ عِبَادُكَ - (۳)

(۱) قرآن مجید، سورہ الصنعی آیت ۵

(۲) قرآن مجید، سورہ ابراہیم آیت ۳۶

(۳) قرآن مجید، سورہ مائدہ آیت ۱۱۸



پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر یوں فرمایا ”مَتَّحِيْ اُمَّتِيْ“، یا اللہ! میری امت کو بخش دے یا اللہ! میری امت کو بخش دے! پھر آپ روپے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے جبریل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے روتے کا سبب پوچھو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے وجہ بتائی کہ امت کے لیے روز ہا ہوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے جبریل! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ہو کہ عنقریب ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کریں گے اور ناراضی نہیں کریں۔ (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَعْطَيْتُ حَسْمًا لِعَطْمَانَ اَحَدًا تَبْنِيْ لَصِرْتُ  
بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةً شَهْرًا وَاَحَلَّتْ لِي الْغَنَاءُ  
وَلَمْ تَحِلْ لِاَحَدٍ نَبِيًّا وَجُعِلَتْ لِي الْاَرْضُ  
مَسْجِدًا وَتَرَابُهَا طَهْرًا نَايِمًا رَجُلٍ مِّنْ  
اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيَصَلِّ وَاَعْطَيْتُ  
الشَّفَاعَةَ وَكُلَّ نَبِيٍّ بَعِثْتُ اِلَى قَوْمِهِ حَاصَةً  
وَبَعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَةً۔

(۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِذَا كَانَ يَوْمًا لِّقَامَتِ كُنْتُ اِمَامًا  
النَّبِيِّينَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ  
مِّنْ غَيْرِ قَحْرِ۔

(۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَنَا سَيِّدٌ وَكَلِيْدٌ اَدَمٌ وَوَلَدٌ خَرَوْنَا اَوَّلَ مَنْ  
تَنْشَقُّ الْاَرْضُ عَنْهُ وَاَنَا اَوَّلُ شَاْفِعِ وَاَوَّلِ

مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں ایک مہینے کی مسات سے رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا سالانہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا۔ میرے لیے تمام زمین کو سجدہ گاہ اور مٹی کو پاک قرار دیا گیا میرے جن امتی کو جہاں مقررہ نماز پڑھنے کے لیے مجھے شفاعت کا منصب عطا کیا گیا اور ہر نبی کو ایک خاص قوم کی طرف بھیجا گیا لیکن عام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔

جب قیامت کا دن ہوگا تو میں تمام نبیوں کا امام و خطیب اور ان کے لیے شفاعت کا دروازہ کھولنے والا ہوں گا۔

میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں لیکن مجھے اس پر فخر نہیں میں وہ ہوں جس کے لیے سب سے پہلے قبر کھلے گی

(۱) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۱۳ کتاب الایمان

(۲) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۹۹ کتاب المساجد

(۳) سنن امام احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۱۳۶ روایت طفیل بن ابی بن کعب



مُنْشَعٍ بِيَدِي لِرِوَاءِ الْحَمْدِ تَحْتَهُ آدَمُ مَقْمًا  
ذُرَّةً -

سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے  
پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی میرے ہی ہاتھ میں حمد کا  
جھنڈا ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان  
کے علاوہ سب لوگ ہوں گے۔

(۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لِكُلِّ نَبِيٍّ رِعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ قَارِبَةٌ أَنْ  
أَخْبَتِي دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِذَخِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ  
میں اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت  
کے لیے چھپا کر رکھوں۔

(۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے سونے کے منبر بچھائے جائیں گے پس وہ ان پر بیٹھیں گے اور میرا  
منبر باقی رہ جائے گا میں اس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں گا مجھے یہ خون لاحق ہوگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں  
جنت میں چلا جاؤں اور میری امت پیچھے رہ جائے میں کہوں گا یا اللہ! میری امت؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم! آپ کیا چاہتے ہیں میں آپ کی امت سے کیا سلوک کروں؟ میں کہوں گا اے میرے رب! ان کا حساب جلد از جلد کر  
دے تو میں مسلسل شفاعت کروں گا حتیٰ کہ مجھے ان لوگوں کے لیے جنت کا اجازت نامہ مل جائے گا جن کو جہنم کی طرف  
بھیج دیا گیا ہوگا اور سستی کر جہنم کا فرشتہ حضرت مالک علیہ السلام کہیں گے اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم جہنم کی آگ نے آپ کی امت  
کے لیے آپ کے رب کے غضب کا کچھ نہیں چھوڑا (۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رَأَيْتِي لَا تَسْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِذَكَرْتُمَا  
عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مِنْ حَجَرٍ وَمَكْرٍ -

یہ شک میں قیامت کے دن زمین پر پڑے ہوئے  
پتھروں اور ڈھیلوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کے لیے  
شفاعت کروں گا۔

(۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت (بکری کا) بازو پیش کیا گیا اور وہ آپ کو پسند تھا۔

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲ روایات ابوسعید خدری

(۲) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۳ کتاب الایمان

(۳) مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۲۸۰ کتاب البعث

(۴) " " " " " " " "



آپ اس سے گوشت نہ چنے لگے پھر فرمایا میں قیامت کے دن تمام رسولوں کا سردار ہوں گا اور تم جانتے ہو کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ پیلوں اور پھلوں سب کو ایک میدان میں جمع کرے گا اور ان کو پکارنے والے کی آواز سائے گا اور ان کو نظروں کے سامنے رکھے گا اور سورج قریب ہوگا۔ لوگوں پر ان کی طاقت سے غم اور پریشانی ہوگی پس لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہاری کیا حالت ہوگئی ہے کیا تم کسی ایسی ذات کو تلاش نہیں کرتے جو تمہارے رب کے ہاں تمہاری شفاعت کرے تو وہ ایک دوسرے سے کہیں گے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جاؤ چنانچہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ میں اپنی رُوح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کیجئے؛ آپ نہیں دیکھتے ہم کس مصیبت میں ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں حضرت آدم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے آج میرے رب نے اس قدر غضب فرمایا کہ اس کی طرح اس سے پہلے نہیں فرمایا اور نہ اس کے بعد ایسا غضب فرمائے گا اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت (کے قریب جانے) سے منع فرمایا تھا تو مجھ سے لغزش ہوئی مجھے اپنے آپ کی طیسی ہوئی ہے تم میرے علاوہ کسی کے پاس جاؤ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ چنانچہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے نوح علیہ السلام آپ زمین پر آنے والے سب سے پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام مشک گزار بندو رکھا ہے اپنے رب کے ہاں ہماری سفارش کرویں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں؟ وہ فرمائیں گے آج میرے رب نے اس قدر غضب فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی فرمایا نہ اس کے بعد ہوگا میں نے اپنی قوم کے خلاف بددعا کی آج مجھے اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس نہ جاؤ۔

چنانچہ سب لوگ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور اہل زمین میں سے اس کے خلیل ہیں ہماری شفاعت فرمائیں دیکھیں تو سہی ہم کس پریشان کن حالت میں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا آج میرے رب نے جس قدر غضب فرمایا نہ اس سے پہلے ایسا غضب فرمایا اور نہ ہی اس کے بعد فرمائے گا۔ میں نے تین باتیں ظاہر کے خلاف کہیں (اگرچہ سچ بولا) آپ ان کا ذکر کریں گے اور فرمائیں گے مجھے اپنے نفس کی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ چنانچہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور شرفِ ہمگامی کے ذریعے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے اپنے رب کے ہاں ہماری سفارش فرمائیں کیا آپ نہیں دیکھتے ہم کس حالت میں ہیں وہ فرمائیں گے میرا رب آج جس قدر غضبناک ہے نہ اس سے پہلے ایسا غضب فرمایا اور نہ ہی اس کے بعد فرمائے گا میں نے ایک شخص کو قتل کیا حالانکہ مجھے اس کے قتل کا حکم نہیں ہوا تھا مجھے اپنی فکر ہے کسی اور کے پاس جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے عیسیٰ علیہ السلام! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس کا حکم ہے جو حضرت مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا اور اللہ تعالیٰ کی رُوح ہی اور آپ نے پھونکے میں لوگوں سے کلام کیا ہماری شفاعت کیجئے آپ نہیں دیکھتے ہم کس قدر



پریشانی میں ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے بے شک میرے رب نے آج اس قدر غضب فرمایا کہ نہ اس سے پہلے اس قدر غضبناک ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا آپ اپنی کسی خطا کا ذکر نہیں کریں گے (فرمائیں گے) میرے علاوہ کسی کے پاس جاؤ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، چنانچہ لوگ میرے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر پہلی اور پچھلی خلاف اولیٰ بات سے محفوظ رکھا ہماری شفاعت فرمائیں کیا آپ نہیں دیکھتے ہم کس پریشانی میں ہیں راہب نے فرمایا، پس میں عرش کے نیچے آؤں گا اور اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ اپنی حمد و ثناء میں سے میرے لیے وہ چیز نکھول دے گا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے نہیں نکھولی پھر کہا جائے گا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک اٹھائیں اور مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا نیز شفاعت فرمائیں قبول کی جائے گی چنانچہ میں اپنا سر اور اٹھاؤں گا اور کہوں گا یا اللہ! میری امت کو بخش دے یا اللہ! میری امت کو بخش دے پس کہا جائے گا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب نہیں جنت کے داہنے دروازے سے داخل کر دیں اور باقی دروازوں میں وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جنت کے (دروازے کے) دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ مکرمہ اور حیر (مقام) کے درمیان یا مکہ مکرمہ اور بصریٰ کے درمیان ہے (۱)

ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون ہے لیکن اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خطاؤں کا بھی ذکر ہے اور وہ ستاروں کے بارے میں آپ کا قول ہے کہ یہ میرا رب ہیں اور ان لوگوں کے معبودوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہے اور یہ فرمانا کہ میں بیمار ہوں۔ (یاد رہے کہ آپ نے جو کچھ فرمایا اس کا ظاہر بھوٹ نظر آتا ہے لیکن درحقیقت وہ بھوٹ نہیں ہے ۱۲ ہزاروی)

تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہے اور آپ کی امت کے علماء و صلحاء و انفرادی طور پر بھی شفاعت کریں گے حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ اور  
مفسر کی تعداد سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے۔

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي  
أَكْثَرُ مِنْ رِبِيعَةٍ وَمَنْزَرٍ (۲)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۱۱ کتاب الایمان

(۲) المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۵۰۰ کتاب معرق الصیبات



ایک آدمی سے کہا جائے گا اٹھ اے فلاں اور شفاعت  
کر پس ایک شخص اٹھ کر اپنے قبیلے، گھر والوں اور ایک  
مرد اور دو مردوں کے لیے اپنے عمل کے مطابق شفاعت  
کرے گا۔

يُنَالُ لِلرَّجُلِ قَوْمًا يَا فُلَانُ فَاسْتَعْمُ نِيْقَوْمِ  
الرَّجُلِ فَيَسْتَعْمُ لِقَبِيلَتِهِ وَلَا هَلِ الْبَيْتِ  
وَالرَّجُلِ وَالرَّجُلَيْنِ عَلَى قَدَرِ عَمَلِهِ

(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اہل جنت میں سے ایک شخص جہنم  
والوں کی طرف جھانکے گا تو ایک جنسی اسے آواز دے کر کہے گا اے فلاں! تجھے پہچانتے ہو؟ وہ کہے نہیں اللہ کی قسم میں  
تجھے نہیں پہچانتا تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں وہ شخص ہوں کہ دنیا میں تم میرے پاس سے گزرے اور تم نے مجھ سے پانی مانگا  
تو میں نے تمہیں پانی پلایا وہ کہے گا میں نے پہچان لیا وہ کہے گا اپنے رب کے ہاں میری سفارش کر دو پس وہ اللہ تعالیٰ سے  
ذکر کرتے ہوئے عرض کرے گا کہ میں نے جہنم والوں کو جھانک کر دیکھا تو ان میں سے ایک آدمی نے مجھ سے پوچھا کیا مجھے  
پہچانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں تو کون ہے؟ اس نے کہا میں وہ ہوں کہ تم نے دنیا میں مجھ سے پانی مانگا میں تو میں نے تجھے  
پانی پلایا پس تم نے اپنے رب کے ہاں میری شفاعت کر پس اللہ تعالیٰ اس کے حق میں اس شخص کی شفاعت قبول کرے گا  
ادلاں کو حکم ہو گا چنانچہ وہ دوزخ سے باہر نکل آئے گا۔ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو (قبر سے) سب سے  
پہلے میں نکلوں گا اور جب وہ وقوف بن کر آئیں گے تو میں  
ان کا خطیب ہوں گا اور میں ان کو خوشخبری دینے والا  
ہوں گا جب وہ ناامید ہو جائیں گے اس دن حمد کا جھنڈا  
میرے ہاتھ میں ہو گا اور میں اپنے رب کے ہاں تمام اولاد  
آدم سے زیادہ معزز ہوں گا اور اس پر میں فخر نہیں کرتا۔

أَذَا أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوجًا إِذَا بُمْتُوْا وَأَنَا  
خَطِيْبُهُمْ إِذَا أَرْتَدَوْا وَأَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا  
يُسْأَلُوْا لَوَاعِ الْحَمْدِ يَوْمَ يُذْبِقُنِي وَأَنَا  
أَكْرَمُهُمْ وَكَلِمَةُ عَلَى رَجَبٍ وَلَا  
فَخْرٍ»

(۳)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میں اپنے رب عزوجل کے سامنے کھڑا ہوں گا اور بہشت

إِنِّي أَقْوَمُ بَيْنَ يَدَيْ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فَكَتَبِي

(۱) جامع ترمذی ص ۲۵۱، ابواب القیامت

(۲) الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۶۹، کتاب الصدقات

(۳) جامع ترمذی ص ۱۹۹، کتاب النقب



کے حُلّوں میں سے ایک لباس پہنوں گا پھر عرش کے  
داہنے طرف کھڑا ہوں گا اس جگہ میرے علاوہ مخلوق میں  
سے کوئی بھی کھڑا نہیں ہوگا۔

حُلَّةٌ مِّنْ حُلِيِّ الْجَنَّةِ ثُمَّ أَقْوَمُ عَنْ يَمِينِ  
الْعَرْشِ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُومُ  
ذَلِكَ الْمَقَامَ عِزْرِي - (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کرام بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے  
تھے آپ باہر تشریف لائے جب ان کے قریب پہنچے تو وہ باہم گفتگو کر رہے تھے آپ نے ان کی گفتگو سنی ان میں سے  
کسی نے کہا تعجب کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے خلیل بنایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا دوسرے نے کہا  
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام سے بھی کوئی تعجب خیز بات ہے اللہ تعالیٰ نے آپ سے گفتگو فرمائی ایک اور صحابی  
نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی رُوح ہی ایک صحابی نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ  
نے منتخب فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سلام کرنے کے بعد فرمایا میں نے تمہارا کلام اور تعجب سنا ہے شک  
حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں یہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سبقت دی یہی بات ہے  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رُوح اور کلمہ میں یہی بات ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چُن لیا بات اسی  
طرح ہے سنو! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں  
اور اس پر مجھے فخر نہیں قیامت کے دن سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے  
گی اور اس پر مجھے فخر نہیں جنت کے کندھے کو سب سے پہلے میں ہی حرکت دوں گا تو اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے کھول  
دے گا پس میں جنت داخل ہو جاؤں گا اور میرے ساتھ مومن فقرا رہیں ہوں گے اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے پہلوں اور  
پچھلوں سے بزرگ نہ ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں۔

نصل ۱۱:

## حوض کا ذکر

جان لو کہ حوض کوثر ایک بہت بڑا اعزاز ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ خالص  
فرمایا اور اس کے اوصاف میں کئی احادیث مبارکہ آئی ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ دنیا میں اس کا علم  
اور آخرت میں اس کا ذائقہ نصیب فرمائے حوض کوثر کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ جو شخص اس میں سے پیئے گا وہ کبھی پانیسا

(۱) جامع ترمذی ص ۵۱۹، ابواب المناقب

(۲) جامع ترمذی ص ۵۲۰، ابواب المناقب



نہیں ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند کا ایک جھونکا سا آیا آپ نے سر مبارک اٹھایا تو مسکرا رہے تھے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں مسکرائے ہیں؟ فرمایا ابھی ایک آیت نازل ہوئی ہے اور آپ نے پوری سورہ کوثر پڑھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا اَعْطٰیْنٰكَ  
اَلْکُوْثِرَ فَصَلِّ لِربِّکَ وَاَنْحَرِ اِنَّ شَانَکَ  
هُوَ الْاَبَدُ۔

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا بیشک  
ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا پس آپ اپنے رب کے  
لیے نماز پڑھیں اور قربانی دیں بے شک آپ کا دشمن  
ہی مقطوع النسل ہے۔

(۱)

آپ نے فرمایا کی تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں  
آپ نے فرمایا یہ ایک نہر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا یہ جنت میں ہے اس پر بہت برکت ہے اس پر ایک  
حوض ہے جس پر میری امت آئے گی اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں جتنی ہے (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں (شب معراج) جنت میں چل رہا تھا تو ایک  
نہر آئی جب کے دونوں طرف موتیوں کے قبے ہیں جو اندر سے خالی ہیں میں نے پوچھا اے جبریل! یہ کیا ہے۔ انہوں نے  
نے عرض کیا یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے پھر فرشتے نے اس پر ہاتھ مارا تو اس کی مٹی اذفر خوشبو تھی۔ (۳)  
حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے میرے حوض کے دونوں طرف کی تھریلی  
زمین کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مدینہ شریف اور صنعاء کے درمیان ہے یا مدینہ طیبہ اور عمان کے درمیان ہے (۴)  
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب سورہ کوثر نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جنت میں ایک  
نہر ہے جس کے کنارے سونے کے ہیں اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے زیادہ خوشبو دار  
ہے وہ موتیوں اور مرجان کے پتھروں پر چلتا ہے (۵)

(۱) قرآن مجید، سورہ کوثر پارہ ۲

(۲) صحیح مسلم جلد اول ص ۷۲، کتاب الایمان

(۳) جامع ترمذی ص ۴۱۵، ابواب التفسیر

(۴) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۵۲، کتاب الفضائل

(۵) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۱۲، روایات ابن عمر



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میرا حوض عدن سے بلقاء کے عمان تک ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اس کے گوزے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہیں جو شخص اس سے ایک گھونٹ بھی پی لے وہ اس کے بعد کبھی بھی پیسا نہیں ہوگا اس پر سب سے پہلے فواد ہاجرین آئیں گے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے اور کپڑے سیلے میں وہ خوش عیش عورتوں سے نکاح نہیں کرتے اور ان کے لیے ڈیوڑھیوں کے دروازے بھی نہیں کھلتے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں نے دولت والی نازو انداز میں پروان چڑھنے والی خاتون فاطمہ بنت عبدالمک سے نکاح کیا ہے اور میرے لیے ڈیوڑھیوں کے دروازے بھی کھلے ہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے میں اب لازمی طور پر سر میں تیل نہیں لگاؤں گا تاکہ بال کچھ جائیں اور میرے جسم پر چوڑے ہیں ان کو نہیں دہوؤں گا تاکہ میلے ہو جائیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حوض کوثر کے برتن کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی گنتی سے زیادہ ہیں جب اندھیرا رات ہو اور وہ گرد و غبار سے صاف ہو جو شخص اس حوض سے پیئے گا وہ کبھی پیسا نہیں ہوگا جنت سے دو پرزائے اس میں گرتے ہیں اس کی چوڑائی اس کی لمبائی تین ہے اور وہ عمان اور ابلہ مقام کے درمیان مسافت بتنی ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ (۲)

حضرت سمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ہر نبی کا ایک حوض ہے اور وہ ایک دوسرے پر فخر کریں  
 اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَانْتُمْ يَتَبَاهُونَ اَيْتَهُمْ  
 گئے کہ کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں اور بے شک  
 اَكْتَرُوْا رِدْعًا وَاتِي لَا رَجْعَانَ اَكُوْنَ  
 مجھے امید ہے کہ میرے حوض پر سب سے زیادہ لوگ آئیں گے۔  
 اَكْتَرُهُمْ رَاوِدَةً - (۳)

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امید ہے پس ہر شخص کو امید رکھنی چاہیے کہ وہ بھی حوض پر جانے والوں میں شامل ہے اور اس بات سے بچے کہ وہ تمنا کرے اور دھوکے میں ہو کر امید رکھے کیوں کہ کھیتی کاٹنے کی امید وہی رکھتا ہے جو بیج ڈالتا ہے،

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۲۵۵ مرویات ثوبان

(۲) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۵۱ کتاب الفضائل

(۳) جامع ترمذی ص ۳۵۲، ابواب القیامۃ



زمین کو صاف کرتا ہے اور اسے پانی سے سیراب کرتا ہے پھر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے فضل کی امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فضل اگائے گا اور فضل کاٹنے تک کر تک (وغیرہ آفات) سے بچائے گا لیکن جو شخص کھتی میں ہل نہیں چلا تا اور نہ زمین کو صاف کرتا ہے اور پانی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہے کہ وہ اپنے فضل سے اس کے لیے غلہ اور پھل پیدا کرے گا تو یہ دہو کے کے ساتھ متمنی ہے حقیقی امید کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں اکثر لوگوں کی امید اسی طرح ہے اور یہ بے وقوف لوگوں کے دہو کے جیسا ہے ہم دہو کے اور غفلت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دہو کو دنیا پر دہو کے سے زیادہ بڑا ہے۔  
ارشاد خداوندی ہے۔

لَا تَقْرَبُوا حَيَاةَ اللَّهِ يَوْمَ تَلْقَوْنَهُ وَلَا يُعَذِّبْكُمْ بِاللهِ الْعَذْرُورُ۔ (۱)

پس تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دہو کے میں نہ ڈالے اور نہ ہی تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام پر دہو کو ہو۔

فصل ۱۲:

## جہنم، اس سختیوں اور عذاب کا ذکر

اے اپنے نفس سے غافل شخص! اور اس فانی اور مٹ جانے والی دنیا پر دہو کو کھانے والے اس چیز کی فکر نہ کر جس کو چھوڑ کر جانے والا ہے بلکہ اپنے فکر کی لگام کو اس کی طرف موڑ دے جو تیرے اترنے کی جگہ ہے کیوں کہ تجھے بتایا گیا کہ سب لوگوں کو جہنم میں جانا پڑے گا کہا گیا ہے۔

وَأَنْ مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا تَتَّبِعُونَ الَّذِينَ اتَّفَقُوا وَنَزَّلْنَا الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثًّا۔ (۲)

اور تم میں سے ہر ایک نے اس میں جانا ہے یہ تمہارے رب کا حتمی فیصلہ ہے پھر ہم ڈرنے والوں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں اندر سے گے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

تو تجھے وہاں جاتے کا یقین ہونا چاہیے اور نجات کے بارے میں شک ہے تو تو اپنے دل میں اس مقام کے ہولناک منظر کا شعور پیدا کر شاید تو اس سے نجات کے لیے تیاری کرے نیز مخلوق کے حال میں غور و فکر کر قیامت کے مصائب میں سے ان پر گزرا جو کچھ گزرا وہ کرب اور پریشانیوں میں ہوں گے اور اس بات کے منظر ہوں گے کہ ان کو اس کی حقیقت اور سزا سننے والوں کی شفقت کی خبر ملے کہ اچانک مجرموں کو شاخ در شاخ اندھیرے گھیر لیں گے اور لپٹ جانے والی آگ ان پر چھا جائے گی وہ اس کی آواز اور جھنجھناہٹ سنیں گے جو اس کے سخت غیظ و غضب پر دلالت کر رہی ہوگی اس وقت مجرموں کو اپنی

(۱) قرآن مجید، سورہ فاطر آیت ۵

(۲) قرآن مجید، سورہ مریم آیت ۶۹، ۷۰



ہلاکت کا یقین ہو جائے گا اور لوگ گھٹنوں کے بل گر جائیں گے حتیٰ کہ جو لوگ بچ جائیں گے ان کو بُرے انجام کا خوف ہوگا اور جہنم کے فرشتوں میں سے ایک آواز دے گا وہ کہے گا اے فلاں بن فلاں! جو دنیا میں لمبی امید کی وجہ سے ٹال مٹول سے کام لیتا تھا اور تو نے برس اعمال میں عمر کو ضائع کر دیا پھر وہ لوہے کے گرز لے کر اس کی طرف دوڑیں گے اور اس کو طرح طرح کی دھمکیاں دیں گے نیز اسے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے اور گہرے جہنم میں اونڈھا پھینک دیں گے وہ کہیں گے۔

ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ - (۱)

چھوٹم عزت اور بزرگی والے بنتے پھرتے تھے

پس وہ اسے ایسے گہرے قید کر دیں گے جس کے کنارے تنگ، راستے تاریک اور مقاماتِ ہلاکت پر شدید ہوں گے قیدی وہاں ہمیشہ رہے گا اور اس میں بھڑکتی ہوئی آگ جھٹی جائے گی وہاں ان کا مشروب کھوٹا ہوا پانی اور ٹھکانہ جہنم ہوگا آگ کے فرشتے ان کو گز ماریں گے اور آگ ان کو جمع کرے گی وہاں وہ موت کی تمنا کریں گے لیکن اس سے چھوٹ نہیں سکیں گے ان کے پاؤں پشانی کے بالوں سے بندھے ہوں گے اور گناہوں کی تاریکی کے باعث ان کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ ہر گناہ سے پکاریں گے اور چنچن چلائیں گے اور کہیں گے اے مالک! (جہنم کا فرشتہ) ہم سے عذاب کا وعدہ پورا ہو چکا ہے بیڑیاں ہم پر بھاری ہو گئی ہیں اے مالک! ہمارے چڑے پک چکے ہیں اے مالک! ہمیں یہاں سے نکالو ہم کبھی بھی گناہ نہیں کریں گے۔

دوزخ کے فرشتے کہیں گے نہیں، امن کے دن چلے گئے اب ذلت کے گھر سے نکل نہیں سکتے اس میں پھنکار کے ساتھ پڑے رہو اور باتیں نہ کرو اگر تمہیں یہاں سے نکال بھی دیا جائے تو جس کام سے تمہیں روکا گیا تم دوبارہ وہی کام کرو گے اس وقت وہ ناامید ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے مقابل جو باتیں کی ہوں گی ان پر انہیں افسوس ہوگا لیکن اب نہ تو ان کو ندامت نجات دے گی اور نہ ہی افسوس کا کوئی فائدہ ہوگا بلکہ انہیں طوق پہنا کر چہروں کے بل اونڈھا کر دیا جائے گا۔ ان کے اوپر نیچے، دائیں اور بائیں آگ ہی آگ ہوگی وہ آگ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے ان کھانا آگ، پینا آگ، لباس آگ اور چھوٹا آگ اور وہ آگ کے ٹکڑوں، تارکوں کے لباس، گزروں کے ساتھ مارے جانے اور بھاری بیڑیوں کے درمیان ہوں گے وہ دوزخ کے تنگ راستوں میں چلیں گے اور جہنم کی سیڑھیوں سے جہنم کے ساتھ اتریں گے اور اس کے اطراف و جوانب میں پریشاں پھر رہے ہوں گے آگ ان پر اس طرح جوش مار رہی ہوگی جس طرح ہنڈیا میں اُبال آتا ہے وہ تباہی اور بربادی کے ساتھ آواز دے رہے ہوں گے جب وہ ہلاکت کا لفظ بولیں گے ان کے سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کے پیٹوں کے اندر کاسب کچھ اور چڑے پھل جائیں گے ان کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے



جن سے ان کی پیشانیاں چُور چُور ہو جائیں گی اور ان کے مونہوں سے پیپ نکلنے لگے گی۔ پیاس کی وجہ سے جگر چھٹ جائے گی اور آنکھوں کے ڈھیلے چہروں پر نکل پڑیں گے اور زخاروں کے اوپر سے گوشت گر جائے گا اور ان کے اعضا سے چمڑے اور بال بھی سب گر جائیں گے جب ان کے چمڑے پک جائیں گے تو ان کو دوسرے چمڑوں سے بدل دیا جائے گا۔ ان کی ہڈیاں گوشت سے خالی ہو جائیں گی اور اب رُوحوں کا مرکز صفت رنگین اور پٹھے ہوں گے اور اس آگ کی لپیٹ میں ان کی آواز آرہی ہوگی اس کے ساتھ ساتھ وہ موت کی تمنا کریں گے لیکن ان کو موت نہیں آئے گی۔

سوچو اگر تم ان کو دیکھو تو تمہاری کیا کیفیت ہو حالانکہ ان کے چہرے کوٹلے سے بھی زیادہ سیاہ ہو گئے آنکھوں کی بینائی چلی گئی اور زبانیں گنگ ہو گئیں پٹھے اور ہڈیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں کان کٹے ہوئے چمڑے پھٹے ہوئے ہاتھوں کو گردنوں سے باندھا ہوا اور پاؤں کو پیشانیوں کے ساتھ جمع کیا ہو گا وہ آگ پر چہروں کے ساتھ چلتے ہوں گے اور لوہے کے کانٹے آنکھ کے ڈھیلے سے روندتے ہوں گے آگ کا شعلہ ان کے اندر کے اجزاء میں دوڑتا ہو گا اور جہنم کے سانپ اور بھپوان کے ظاہر اعضاء سے پیٹے ہوں گے۔

یہ ان کے بعض حالات ہیں اب تم ان کی پریشانیوں کی تفصیل ملاحظہ کرو اور جہنم کی وادیوں اور گھاٹیوں کے بارے میں بھی سوچو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بے شک جہنم میں ستر ہزار وادیاں ہیں ہر وادی میں ستر ہزار گھاٹیاں ہیں ہر گھاٹی میں ستر ہزار اژدہا اور ستر ہزار بھپو ہیں کافر اور منافق جب تک ان تمام وادیوں میں پہنچ جائے اس کا انجام انتہا کو نہیں پہنچتا۔

إِنَّ فِي جَهَنَّمَ سَبْعِينَ أَلْفًا وَادِيًا كُلُّ وَادٍ سَبْعُونَ أَلْفًا شَعْبًا فِي كُلِّ شَعْبٍ سَبْعُونَ أَلْفًا ثَعْبَانِ وَسَبْعُونَ أَلْفًا عَقْرَبًا لَا يَسْتَعْبِي الْكَاذِبُ الْمُنَافِقَ حَتَّى يَمُوتَ فَمَنْ ذَلِكُ كُلُّهُ (۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غم کے نویں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو یا غم کی وادی فرمایا عرض کیا گیا یا رسول اللہ! غم کی وادی یا کنواں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی روزانہ ستر مرتبہ پناہ مانگتی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے ریا کار قاریوں کے لیے تیار کیا ہے (۲)

تو یہ جہنم کی وسعت اور اس کی وادیوں کا شاخ در شاخ ہونا ہے اور دنیا کی وادیوں اور خواہشات کے مطابق ہے اور اس کے دروازوں کی تعداد ان سات اعضاء کے حساب سے ہے جن سے بندہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں سب سے بلند جہنم ہے پھر سقر، پھر لظی، پھر حطمہ، پھر سمیر، پھر جحیم اور اس کے بعد ہادیہ ہے اور سب دوزخ

(۱) تاریخ الکبیر للبخاری جلد ۸ ص ۱۲۲ ترجمہ ۲۲۲

(۲) سنن ابن ماجہ ص ۲۳ المقدمہ



کے نام ہیں جو درجہ بدرجہ ہیں) اب تم ہادیہ کی گہرائی کو دیکھو کہ اس کی گہرائی کی کوئی حد نہیں جس طرح دینی خواہشات کی گہرائی کی کوئی حد نہیں تو جس طرح دنیا کا شوق اسی وقت ختم ہوتا ہے جب اوپر والے شوق تک پہنچتا ہے اسی طرح جہنم کا ہادیہ وہاں ختم ہوتا ہے جہاں اس سے بھی گہرا ہادیہ ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ ہم نے ایک دھماکہ سنا آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے، فرمایا یہ پتھر ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں چھوڑا گیا اب وہ اس کی گہرائی تک پہنچ گیا۔ (۱)

پھر جہنم کے مختلف طبقات میں غور کرو کیوں کہ آخرت کے بڑے بڑے درجے اور بڑی بڑی فضیلت ہے پس جس طرح دنیا کی طرف لوگوں کا رجحان مختلف ہے بعض تو بالکل ہی دنیا میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں اور کچھ ایک خاص حد تک اس میں منہمک ہیں اس طرح ان تک آگ کا پہنچنا بھی مختلف ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا لہذا جہنم میں جانے والے لوگوں پر ایک ہی قسم کا عذاب نہیں ہوتا چاہے وہ کوئی بھی عذاب ہو بلکہ ہر ایک کے لیے ایک معلوم حد ہے جو اس کی نافرمانی اور گناہ کے مطابق ہے لیکن سب سے کم عذاب والے کی حالت یہ ہوگی کہ اگر اسے تمام دنیا دی جائے تو وہ اس شدت سے جان چھڑانے کے لیے بطور فدیہ دے ڈالے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ أَذَى أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
يَسْعَلُ سَعْلَيْنِ مِنْ مَارٍ يَغْلِي دِمَاغَهُ مِنْ  
حَرَارَةِ لَعْنَتِهِ - (۲)

قیامت کے دن جہنمیوں کو سب سے کم عذاب یہ ہوگا کہ  
آگ کے دو جوئے پہنائے جائیں گے جن کی گرمی سے  
اس کا دماغ کھوٹتا ہوگا۔

تو سوچو کم عذاب والے کی یہ حالت ہے تو جس پر زیادہ سختی ہوگی اس کا کیا حال ہوگا اگر تمہیں آگ کے عذاب میں شک ہے تو اپنی آنکھ آگ کے قریب کرو اور اس سے اندازہ لگا لو پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ تمہارا قیاس درست نہ تھا کیوں کہ دنیا کی آگ کو جہنم کی آگ سے کوئی نسبت نہیں لیکن جب دنیا کا سخت ترین عذاب اس آگ کا عذاب ہے تو اس سے جہنم میں آگ کے عذاب کا اندازہ ہو جاتا ہے اگر جہنمیوں کو یہ دنیا کی آگ سے تو وہ جہنم کی آگ سے خوشی خوشی بھاگ کر اس آگ میں داخل ہو جائیں حدیث شریف میں یہی بات بیان ہوئی کہا گیا ہے کہ دنیا کی آگ کو رحمت کے ستر پانیوں سے دہرایا گیا تو اب دنیا والے اس کی طاقت رکھنے کے قابل ہوئے (۲)

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۷۱ مروایت ابوہریرہ

(۲) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۱۵ کتاب الامان

(۳) تذکرہ الموضوعات ص ۲۲۲، ۲۲۵ باب امور القیامت



بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی آگ کا وصف نہایت وضاحت سے بیان فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس آگ کو ہزار سال جلد یا گینا حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال جلدائی گئی حتیٰ کہ سفید ہوگئی پھر اسے ایک ہزار سال جلد یا گینا تو یہ سیاہ ہوگئی اب سیاہ اندھیری ہے (۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

آگ نے اپنے رب کے ہاں شکایت کرتے ہوئے کہا اے میرے رب! میرے بعض نے بعض کو کھایا تو اسے دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دی گئی ایک سانس سردیوں میں اور ایک سانس گرمیوں میں تو گرمیوں میں تمہیں جو حرارت اور سردیوں میں ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے یہ وہی دو سانس ہیں (۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن کفار میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو نہایت ناز و نعمت میں پلے بڑھے ہوں گے کہا جائے گا اس کو آگ میں ایک غوطہ دو پھر کہا جائے گا کہ تم نے کبھی نعمت دیکھی وہ کہے گا نہیں اور جس نے دنیا میں سخت تکلیف اٹھائی ہوگی اسے لایا جائے گا اور کہا جائے گا اسے جنت میں ایک غوطہ دو پھر کہا جائے گا کیا تم نے کوئی تکلیف دیکھی تھی وہ کہے گا نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر مسجد میں ایک لاکھ یا اس سے زائد آدمی ہوں پھر کوئی جہنمی سانس لے تو

وہ مر جائیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

تَلْفَحُ وَّجُوهَهُمُ النَّارُ (۳) ان کے چہروں پر آگ چڑھی ہوگی۔

بعض علماء نے اس کی تفسیر میں فرمایا وہ ایک تہمتی لپٹ جائے گی تو کسی بڑی پرکوشش نہیں چھوڑے گی بلکہ ان کی اڑیوں پر گرادے کی پھر پپ کی بدلو کو دیکھو جو ان کے جسموں سے نکلے گی حتیٰ کہ وہ اس میں ڈوب جائیں گے اور اسے غساق کہتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

كُوَانٌ دَلْوَاتٌ مِّنْ عُسَاقٍ جَهَنَّمَ اَلْقِي فِي السَّبْيَاكِ نَتَّ اَهْلَكَ الْاَرْضِ - (۴) اگر جہنم کی پپ کا ایک ڈول دنیا میں ڈالا جائے تو تمام زمین والوں کو بدبو دار بنا دے۔

(۱) شعب الایمان جلد اول ص ۲۸۹ حدیث ۷۹۹

(۲) صحیح مسلم جلد اول ص ۲۲۲ کتاب المساجد

(۳) قرآن مجید، سورۃ مومنون آیت ۱۰۴

(۴) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۸۲ روایات ابوسعید خدری



تو جب وہ پیاس کی وجہ سے پانی طلب کریں گے تو ان کو یہ پیپ پلائی جائے گی ارشاد خداوندی ہے۔  
 مِّنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ يُسَجَّرُهُ وَلَا يَكَادُ سَيْتُهُ  
 وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ  
 بِعَقِيْبٍ - (۱)

نیز ارشاد فرمایا۔

اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو ان کو پیپ کی طرح غلیظ  
 پانی دیا جائے گا جو پیروں کو جھون ڈالے گا کیا ہی برا مشروب  
 ہے اور کیا ہی تکلیف دہ ٹھکانہ ہے۔  
 وَإِنْ كَسَبْتُمْ أَوْيَاتُوا لِمَا كَالْمُبْلِ يَسْتَوِي  
 الْمَوْجُوهَ بِنَسْ أَسْرَابٍ وَسَاءَتْ  
 مَرْتَقِيًا - (۲)

پھر ان کے کھانے کو دیکھو جو تھوس (گروا پھل) ہوگا ارشاد خداوندی ہے۔

پھر تم اسے گمراہ لوگو! جھٹکاتے دلے لوگو! تھوس ہر کے  
 درخت سے کھاؤ گے اس سے اپنے پیوں کو بھرو گے  
 پس اس کے اوپر کھوتا ہوا پانی پیو گے اس طرح پیو  
 گے جس طرح پیاس کا مارا اونٹ پیتا ہے۔  
 ثُمَّ أَنْتُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ لَوْ كُنُونَ  
 مِنْ سَجَرٍ مِنْ زَقْوَمٍ فَمَا لَوْنٌ مِنْهَا الْبَطُونَ  
 فَضَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ فَضَارِبُونَ  
 شَرِبَ الْحَمِيمِ - (۳)

ارشاد خداوندی ہے۔

یہ شک یہ ایک درخت ہے جو جہنم کی اصل سے نکلتا ہے  
 اس کے شکونے کو اشیطانوں کے سر ہیں بے شک وہ  
 اس سے کھائیں گے اور اپنا پیٹ بھریں گے پھر ان کو اس  
 کے اوپر کھوتا ہوا پانی دیا جائے گا اس کے بعد ان کو  
 جہنم کی طرف لوٹنا ہوگا۔  
 إِنهَآ سَجْرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ طَلْعُهَآ  
 كَأَنهَآ رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ فَإِنَّهْمُ لَوْ كَانُوا  
 مِنْهَا فَمَا لَوْنٌ مِنْهَا الْبَطُونَ ثُمَّ أَنْ لَوْهْمُ  
 عَلَيْهَآ لَنُؤَبًا مِنْ حَمِيمٍ ثُمَّ أَنْ مَرَجَعَهُمْ  
 لَوِي الْجَحِيمِ - (۴)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

دھکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے (اور) انہیں کھولتے ہوئے  
 چشمے سے پلایا جائے گا۔  
 تَصَلَّى نَارًا صَامِيَةً تُسْقَى مِنْ عَيْنٍ آتِيَةٍ - (۵)

(۱) قرآن مجید سورۃ ابراہیم آیت ۱۶، ۱۷

(۲) قرآن مجید سورۃ الضافات آیت ۶۴ تا ۶۸

(۳) قرآن مجید، سورۃ کہف آیت ۳۹

(۴) قرآن مجید سورۃ العنقاب آیت ۱۲، ۱۵

(۵) قرآن مجید سورۃ واقعہ آیت ۵۵ تا ۵۸



اور ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّ كَدَّ دُنْيَا أَمْكَالًا وَحَبِيبًا وَطَعَامًا ذَا عَصِيَّةٍ  
وَعَدَا أَبَا أَيْمَاءٍ۔

بے شک ہمارے پاس ان کے لیے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی  
ہوئی آگ ہے اور گلے میں بھسنے والی غذا اور دردناک

عذاب ہے۔

(۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر زقوم (جہنمیوں کی خوراک تھوہر) کا ایک  
قطر دنیا کے سمندروں میں گری جائے تو دنیا والوں کی معیشت کو خراب کر دے تو جن کا کھانا یہ ہوگا ان کا کیا حال ہوگا۔ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

الرَّغِيْبُوْا فَيَمَّا رَغِبَكُمْ اللهُ وَآخِذُوا وَخَلَقُوا  
مَا خَوْفُكُمْ اللهُ بِهِ مِنْ عَذَابِهِ وَعِقَابِهِ  
وَمِنْ جَهَنَّمَ خَاتَمٌ لَوْ كَانَتْ قَطْرَةٌ مِنْ  
الْجَنَّةِ مَعَكُمْ فِي دُنْيَاكُمْ أَلَيْسَ أَنْتُمْ فِيهَا  
طَيِّبَتُهَا لَكُمْ وَلَوْ كَانَتْ قَطْرَةٌ مِنَ النَّارِ  
مَعَكُمْ فِي دُنْيَاكُمْ أَلَيْسَ أَنْتُمْ فِيهَا حَبِئْتُهَا  
عَلَيْكُمْ؟

اللہ تعالیٰ نے تمہیں جس چیز کی رغبت دی ہے اس میں رغبت  
رکھو اور جس چیز سے یعنی اپنے عذاب، جھڑک اور جہنم سے  
ڈرا یا ہے پس اس سے بچو اور ڈرو اگر جنت کا ایک قطرہ تمہارے  
ساتھ دنیا میں ہو جس میں تم اب موجود ہو تو وہ تمہارے  
لیے اسے اچھا کر دے اور اگر دوزخ کا ایک قطرہ تمہاری  
اس دنیا میں آجائے جس میں تم ہو تو وہ اسے تم پر خراب  
کر دے۔

(۲)

حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں پر بھوک ڈالی جائے گی تاکہ ان پر  
عذاب برابر ہو جائے جس میں وہ مبتلا ہیں پس وہ کھانا مانگیں گے تو ان کو گلے میں بھسنے والی خوراک دی جائے گی جو نہ موٹا  
کرے گی اور نہ بھوک مٹائے گی پھر وہ کھانا مانگیں گے تو ان کا نٹے دار کھانا دیا جائے گا تو انہیں یاد آئے گا کہ وہ دنیا میں  
پانی کے ذریعے گلے میں اٹکے ہوئے کھانے کو زانا کرتے تھے پنا نچہ وہ پانی طلب کریں گے تو لوہے کے آنکڑوں (گندوں)  
سے کھوتا ہوا پانی ان کے قریب کیا جائے گا جب وہ ان کے چیمروں کے قریب ہوگا تو ان کو ٹھون کر رکھ دے گا اور جب  
وہ مشروب ان کے پیٹوں میں داخل ہوگا تو جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہوگا سب کو کاٹ کر رکھ دے گا وہ کہیں گے دوزخ  
کے داروغہ کو بلاؤ فرمایا پس وہ دوزخ کے داروغہ کو بلائیں گے اور کہیں گے کہ اپنے رب سے دعا کرو کسی دن ہم پر

(۱) قرآن مجید، سورہ مزمل آیت ۱۲، ۱۳

(۲) سنن ابن ماجہ ص ۲۳۱، ابواب الزہد

(۳) جامع ترمذی ص ۲۷۱ ابواب جہنم



عذاب میں تخفیف فرمائے وہ کہیں گے کیا تمہارے پاس رسل کرام علیہم السلام روشن نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے ہاں آئے تھے فرشتے کہیں گے پس پکارو اور کافروں کی نیکار بیکار ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کہیں گے حضرت مالک فرشتے کو بلاؤ وہ بلائیں گے تو کہیں گے اے مالک علیہ السلام اپنے رب سے کہیں کہ وہ ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ کرے وہ جواب دے گا تم نے یہاں ہی رہنا ہے حضرت امتش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے خبر دی گئی ہے کہ ان کی حضرت مالک کو پکارو اور حضرت مالک کے جواب کے درمیان ایک ہزار سال کا وقفہ ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ کہیں گے اے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ قوم تھے اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال دے اب اگر ہم ایسا کریں تو ظالم ہوں گے فرمایا اللہ تعالیٰ جواب دے گا ادھر ہی ذلیل و رسوا رہو کر رہو اور مجھ سے بات نہ کرو فرمایا اس وقت وہ ہر قسم کی بھلائی سے نا امید ہو جائیں گے اور چھینا چلانا اور افسوس کرنا شروع کریں گے (۱)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔ آیت کریمہ یہ ہے  
وَلَيَسْقِيَنَّ مِنَ مَاءٍ صَدِيدٍ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسَبِّغُهُ۔ (۲)

اسے خون اور پیپ کا پانی پلایا جائے گا وہ مشکل ایک ایک گھونٹ بھرے گا اور صلیق سے نیچے نہیں اتار سکے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی اس کے قریب کیا جائے گا تو وہ اسے ناپ نہ کرے گا اور جب بالکل اس کے قریب ہو جائے گا تو اس کے پہرے کو جھون کر رکھ دے گا اور سر کی کھال گر پڑے گی اور جب وہ اسے پیے گا تو وہ اس کی آنتوں کو کاٹ کر رکھ دے گا حتیٰ کہ اس کی پیشاب گاہ سے نکلے گا۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ۔  
اور ان کو کھوتا ہوا پانی پلایا جائے گا پس وہ ان کی آنتوں کو کاٹ دے گا۔ (۳)

اور ارشاد فرمایا۔

وَأَن يَسْتَعْبَثُوا لَيَئِمَّا نُؤْتِيهِم مَّا كَانَتْ لَهُمْ لِيَتَوَسَّوْا  
اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو ان کو پیپ کی طرح کا پانی ملے گا جو چہروں کو جلد کر رکھ دے گا۔ (۴)

(۱) جامع ترمذی ص ۲۷۷، الجواب جنم

(۲) قرآن مجید، سورۃ ابراہیم آیت ۱۶، ۱۷

(۳) قرآن مجید، سورۃ محمد آیت ۱۵

(۴) قرآن مجید، سورۃ کہف آیت ۶۱



توان کی بھوک اور پیاس کے وقت ان کا کھانا اور پانی یہ (مذکورہ بالا) ہوگا اب جہنم کے سانپوں اور چھوڑوں کو دیکھوان کے نہر کی شدت اور جسموں کی بڑائی اور بری صورتوں پر نظر کرو۔ وہ دوزخیوں پر مستط کئے جائیں گے اور ان کو برا بکھینٹہ کیا جائے گا تو وہ ان کو کاٹنے اور ڈٹنے میں ایک گھڑی بھی کوتاہی نہیں کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مِثْلَ لَدُوِّ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ سُبَّعًا أَوْ زَيْتَانٍ  
يُطَوَّمُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِكَهَازِمِهِ  
يَعْنِي أَشَدَّ أَقْدَارٍ يَقُولُ أَنَا مَالِكَ أَنَا كُنُوكَ۔ (۱)

جب لے گا پھر اس کی باچھوں سے پکڑ کر کہے گا میں تیرا مال اور تیرا خزانہ ہوں اس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (۲) ارشاد خداوندی ہے۔

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں بخل سے کام لیتے ہیں کہ وہ ان کے لیے بہتر سے بلکہ یہ ان کیلئے برا ہے عنقریب قیامت کے دن ان کو اسی مال کا طوق ڈالا جائے گا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنَا لَهُمْ  
اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ بَلْ هُمْ  
شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ۔ (۳)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جہنم میں کچھ سانپ ہیں جو بختی اونٹ کی گردن رلبی گردن مراد سے ایسے ہیں وہ ایک مرتبہ ڈسیں گے تو اس کا درد چالیس سال تک محسوس کرے گا اور اس میں چھوہیں جو اس خچر کی طرح ہیں جس پر پالان پڑا ہوا ہو وہ بھی اس طرح ڈسیں گے کہ چالیس سال تک اس کی تکلیف محسوس ہوگی۔

إِنَّ فِي النَّارِ لَجَبَّاتٍ مِثْلَ أَعْنَانٍ لَبُغْتِ  
يَلْسَعْنَ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَمَوْتَهَا أَرْبَعِينَ  
خَرِيْفًا وَإِنَّ فِيهَا لَعَقَّارِبَ كَالْبَغَالِ الْمُؤَكَّفَةِ  
يَلْسَعْنَ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَمَوْتَهَا أَرْبَعِينَ  
خَرِيْفًا۔ (۴)

(۱) جامع ترمذی ص ۲۴۰، ابواب جہنم

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۵۵، کتاب التفسیر

(۳) قرآن مجید، سورۃ آل عمران آیت ۱۰۰

(۴) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۱۱۹، روایات عبد اللہ بن الحارث



اور یہ سانپ اور بھون لوگوں پر مسلط ہوں گے جن پر دنیا میں بخل، بداخلاقی اور لوگوں کو عذاب دینا مسلط تھا اور جس شخص کو اس قسم کی بداخلاقیتوں سے بچایا گیا وہ ان سانپوں سے بھی محفوظ ہوگا اور اس کا مال ان کی شکل میں نہیں آئے گا۔ پھر ان تمام باتوں کو سوچو کہ دوزخوں کے جہنم کتنے بڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے طول و عرض کو بڑھائے گا تا کہ اس کے سبب ان کے عذاب میں اضافہ ہو اور آگ کی لپیٹ نیز بھجروں اور سانپوں کا کاٹنا بہت سی جگہ پر ایک ہی مرتبہ مسل ہو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ دَسَّ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مِثْلَ أَحَدٍ وَعَلِظَ  
جِلْدُهُ مَسِيرَةَ ثَلَاثٍ - (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

شَفْتُهُ السُّفْلَى سَاقِطَةً عَلَى صَدْرِهِ وَالْعُلْيَا  
قَالِصَةً قَدْ غَطَّتْ وَجْهَهُ -

(۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ الْكَافِرَ لَيَجْرُ لِسَانَهُ فِي سَجِينٍ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ يَتَوَاطَأُ النَّاسُ - (۳)

بے شک کافر قیامت کے دن اپنی زبان کو جہنم میں کھینچ رہا ہوگا جسے لوگ (پاؤں سے) روندیں گے۔

اور جہنم کے بڑا ہونے کے ساتھ ساتھ آگ بھی ان کو کئی بار جلائے گی اور ان کے چمڑے اور گوشت بار بار تازہ ہوں گے قرآن مجید میں ہے۔

وَمَا نُنْفِجُ جُلُودَهُمْ بَدَلًا لَهُمْ  
جُلُودًا غَيْرَهَا - (۴)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر دن آگ ان کو ستر ہزار مرتبہ جلائے گی جب وہ ان کو

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۲۳ کتاب الجنۃ

(۲) جامع ترمذی ص ۲۶۱، البواب جہنم

(۳) // ۲۶۰ //

(۴) قرآن مجید سورۃ النساء آیت ۵۶



جلا دے گی تو ان سے کہا جائے گا دوبارہ پہلی حالت پر لوٹ جاؤ پس وہ پہلے والی حالت پر لوٹ جائیں گے۔

پھر جنہیں ان کے رونے اور چلانے کے بارے میں سوچو تیز وہ ہلاکت اور تباہی کے الفاظ پکار رہے ہوں گے جب ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو اس کے ساتھ ہی یہ بات ان پر مسلط کر دی جائے گی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَوْمَ تَأْتِي بَعْضَهُمْ يُومِدُ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ  
زَمَانٍ مَعَ كُلِّ زَمَانٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَائِكَةٍ - (۱)

اس دن جہنم کو یوں لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگائیں  
ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يُرْسَلُ عَلَى أَهْلِ النَّارِ الْبُكَاءُ: فَيَبْكُونَ  
حَتَّى تَنْقَطِعَ التَّمْرُومُ ثُمَّ يَبْكُونَ الدَّمَ  
حَتَّى يَرَى فِي وُجُوهِهِمْ كَهَيْئَةِ الْأَحْدُوْدِ  
تَوَارِسِلَتْ فِيهَا السُّفْنُ لَجَبْرُتٍ - (۲)

جنہیوں پر رونا مسلط کیا جائے گا تو وہ روئیں گے حتیٰ کہ  
آنسو ختم ہو جائیں گے پھر وہ خون کے ساتھ روئیں گے حتیٰ کہ  
ان کے چہروں میں ایسے گڑھے پڑ جائیں گے کہ اگر ان  
میں کشتیاں چھوڑی جائیں تو وہ چل پڑیں۔

اور جب تک ان رونے، چیخنے اور ہلاکت و تباہی کی پکار کی اجازت ہوگی تو اس میں ان کے لیے راحت ہوگی لیکن ان کو اس سے بھی روک دیا جائے گا حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنہیوں کے لیے پانچ دعائیں ہوں گی اللہ تعالیٰ ان کی چاروں دعاؤں کا جواب دے گا کہیں جب پانچویں دعا ہوگی تو اس کے بعد وہ کبھی گفتگو نہیں کر سکیں گے۔ وہ کہیں گے

(ارشاد خداوندی ہے)

رَبَّنَا آمَنَّا بِأَنَّكَ أَنْتَ الْغَنِيُّ وَأَخْبَيْنَا أَنْتَ الْغَنِيَّ  
فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِنْ  
سَبِيلٍ - (۳)

اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوسرے تیرے موت دی اور  
دوسرے تیرے زندہ کیا پس ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا  
کیا باہر نکلنے کی کوئی صورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمائے گا۔

ذَلِكَ بِأَنَّكَ إِذْ أَدْعَى اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَأَنْتَ  
بِئْسَ تَرْكُ يَدِهِ تَوَافَا لِحُكْمِهِ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ -  
(۴)

یہ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلا یا گیا تو  
تم نے کفر کیا اور اگر اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا گیا تو تم  
نے تسلیم کیا پس فیصلہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو بہت بلند بہت بڑا ہے

(۱) المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۴۵۵ کتاب الاہوال

(۲) سنن ابن ماجہ ص ۲۲۰، ۲۲۱، ابواب الزہد

(۳) قرآن مجید، سورہ مومن آیت نمبر ۱۱

(۴) قرآن مجید، سورہ غافر آیت ۱۲



پھر وہ کہیں گے۔

رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَاجْعَلْنَا لَعْمَلٍ صَالِحًا۔

اے ہمارے رب! ہم نے دیکھا اور سنا پس تو ہمیں ٹوٹا  
دے تاکہ ہم اچھے عمل کریں۔

(۱)

تو اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیتے ہوئے فرمائے گا۔  
أَوَلَمْ تَكُونُوا أَتَمْتَمْتُمْ مِنْ قَبْلِ مَا لَكُمُ  
مِنْ زَوَالٍ۔

کیا تم اس سے پہلے قیام نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے یہ  
زوال نہیں ہے۔

(۲)

وہ کہیں گے (ارشاد خداوندی ہے)

رَبَّنَا أَخْرِجْنَا لَعْمَلٍ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي  
كُنَّا نَعْمَلُ۔

اے ہمارے رب! ہمیں نکال دے کہ ہم اچھے عمل  
کریں جو پہلے نہیں کرتے تھے۔

(۳)

اللہ تعالیٰ ان کو جواب میں ارشاد فرمائے گا۔

أَوَلَمْ نَعْمَرْكُمْ مَا بُدِّئَ بِكُمْ مِنْ تَدَكُّرٍ  
وَجَاءَكُمْ التَّنذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ  
مِنْ نَصِيرٍ۔

کیا ہم نے تمہیں اس قدر عمر نہیں دی تھی کہ اس میں  
جو نصیحت حاصل کرنا چاہے کر سکتا ہے اور تمہارے  
پاس ڈر سنانے والا آیا پس (عذاب) چکھو ظالموں کا کوئی  
مددگار نہیں۔

(۴)

پھر وہ کہیں گے۔

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا  
ضَالِّينَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِن عُدْنَا  
فَأَنَّا ظَالِمُونَ۔

اے ہمارے رب! ہم پر بیماریاں بد بخنی غالب آگئی اور ہم  
گمراہ لوگ تھے اے ہمارے رب! ہمیں اس سے  
نکال دے پس اگر ہم دوبارہ وہی کام کریں تو بے شک  
ہم ظالم ہوں گے۔

(۵)

اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا۔

(۱) قرآن مجید، سورہ سجدہ آیت ۱۲

(۲) قرآن مجید، سورہ ابراہیم آیت ۴۴

(۳) قرآن مجید، سورہ ناطر آیت ۳۷

(۵) قرآن مجید، سورہ مومنوں آیت ۱۰۶ تا ۱۰۸



اِحْسُوْا فِيْهَا وَلَا تَكْلَمُوْنَ - (۱۱)  
اس میں ذلت و رسوائی کے ساتھ رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔  
تو اس کے بعد وہ کبھی کلام نہیں کریں گے اور یہ شدتِ عذاب کی انتہا ہے۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔  
ارشاد خداوندی ہے۔

سَوَاءٌ عَلَيْنَا اَجْرُ عَنَّا اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ  
مَعِيْنٍ - (۱۲)  
ہمارے لیے برابر ہے ہم چینیں، چلا میں یا صبر کریں ہمارے  
لئے کوئی چھٹکارا نہیں۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہما نے فرمایا، وہ ایک سو سال صبر کریں گے پھر ایک سو سال روئیں گے اور فریاد کریں گے  
پھر ایک سو سال صبر کریں گے پھر یہ الفاظ کہیں گے جو آیت کریمہ میں مذکور ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يُوْتِيْ بِاَلْمَوْتِ يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ كَاَنَّهُ كَبْتٌ  
اَمْلَعُ قَيْدٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَيُقَالُ  
يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ خَلُوْا بِاَهْلِ  
وَيَا اَهْلَ النَّارِ خَلُوْا بِاَهْلِ  
مَوْتٍ - (۱۳)  
قیامت کے دن موت کو ایک سیاہ و سفید مینڈکے کی  
طرح لائے جائے گا پس اسے جنت اور دوزخ کے درمیان  
ذبح کر دیا جائے گا جنتیوں سے کہا جائے گا یہاں ہمیشہ رہنا  
ہے موت نہیں آئے گی اور جہنم والو! ہمیشگی ہے موت نہیں  
آئے گی۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک شخص جہنم سے ایک ہزار سال بعد نکلے گا کاش کہ وہ شخص میں ہوتا۔  
حضرت حسن رحمہ اللہ کو دیکھا گیا کہ آپ ایک کونے میں بیٹھے اور ہے ہی پوچھا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا مجھے ڈر  
ہے کہ کہیں مجھے جہنم میں نہ ڈالا جائے اور اس بات کی پرواہ نہ کی جائے۔

تو یہ جہنم کے عذاب کی اجمالی صورتیں ہیں اس کے غموں، روتے مشقتوں اور حسرت کی کوئی انتہا نہیں اس شدتِ عذاب  
کے ساتھ ساتھ ان کے لیے جو سب سے بڑی پریشانی ہوگی وہ جنتی نعمتوں کے نہ ملنے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف حاصل نہ  
ہونے اور اس کی رضا حاصل نہ ہونے کی حسرت ہے اور یہ کہ انہوں نے ان تمام چیزوں کا سودا چند کھوٹے سکوں کے عوض کیا  
کیوں کہ انہوں نے یہ تمام نعمتیں دنیا میں چند دنوں کے لیے حقیر خواہشات کے حصول کے لیے بیچ دیں حالانکہ وہ خواہشات

(۱۱) قرآن مجید، سورہ مومنون آیت، ۱۰۶ تا ۱۰۸

(۱۲) قرآن مجید، سورہ ابراہیم آیت ۲۱



صاف بھی نہیں بلکہ ان میں پریشانی شامل ہے وہ اپنے دلوں میں کہیں گے ہائے افسوس! ہم نے اپنے رب کی نافرمانی کر کے کس طرح اپنے آپ کو ہلاک کیا اور ہم نے اپنے آپ کو چند دن صبر کرنے کی عادت نہ ڈالی اگر ہم صبر کرنے تو وہ دن ختم ہو جاتے اور اب ہم تمام جہانوں کو پالنے والے کی بارگاہ میں شرف یاب ہوتے اس کی رضا اور رضوان سے لطف اندوز ہوتے۔ تو ایسے لوگوں پر افسوس ہے ان کا نقصان ہوا جو ہوا اور ان کو آزمائش میں ڈالا گیا جیسے ڈالا گیا اور ان کے پاس دنیا کی کوئی نعمت اور لذت بھی باقی نہ رہی۔

پھر اگر وہ جنت کی نعمتوں کو نہ دیکھتے تو ان کی حسرت زیادہ نہ ہوتی لیکن ان پر یہ نعمتیں پیش کی جائیں گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”قیامت کے دن کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں لایا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ اس کے قریب ہوں گے اور اس کی خوشبو سونگھیں گے اس کے محلات اور ان نعمتوں کو دیکھیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لیے تیار کی ہیں تو آواز دی جائے گی کہ ان کو یہاں سے واپس لے جاؤ اس میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں پس وہ اس قدر حسرت کے ساتھ واپس جائیں گے کہ پہلوں اور پھلوں کو ایسی حسرت کبھی نہ ہوگی۔“

وہ کہیں گے اے ہمارے رب! اگر تو یہ ثواب اور جنت کی نعمتیں تجھ کو نے اپنے دوستوں کے لیے تیار کی ہیں دکھانے سے پہلے ہیں جہنم میں لے جانا تو یہ بات ہمارے لیے آسان ہو جاتی اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا یہ مقصد تھا جب تم اکیلے ہوتے تھے تو بڑے بڑے گناہوں کے ساتھ میرے مقابل آتے تھے اور جب لوگوں کے سامنے آتے تھے تو عاجزی کرتے لوگوں کو وہ کچھ دکھاتے تھے جو تمہارے دلوں نے میرے سامنے پیش نہیں کیا تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور مجھ سے نہیں ڈرتے تھے تم لوگوں کو بڑا سمجھتے تھے اور میرے جلال کو کچھ نہیں سمجھتے تھے تم نے لوگوں کے لیے کتنا ترکے کیے لیکن میری رضا کے لیے ایسا نہیں کیا آج میں تمہیں دردناک عذاب دوں گا اور اس کے ساتھ ہی تم پر دائمی ثواب کو حرام بھی کر دوں گا۔ (۱۱)

حضرت احمد بن عرب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم میں سے ایک شخص دھوپ پر سائے کو ترجیح دیتا ہے پھر جنت کو جہنم پر ترجیح نہیں دیتا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کتنے ہی صحیح جسم، روشن چہرے اور فصیح زبان والے لوگ کل جہنم کے مختلف لقبوں کے درمیان چنیں گے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے مولا! میں تیرے لیے دھوپ کی گرمی برداشت کر لوں گا لیکن تیری آگ کی گرمی کس طرح صبر کروں گا میں تیری رحمت کی آواز پر صبر نہیں کر سکتا تو تیرے عذاب کی آواز پر کیسے صبر کروں گا تو اے میں! تو ان ہولناک مناظر کو دیکھ اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو اس کی ان تمام گھبراہٹوں کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کے



کچھ اہل لوگ پیدا کئے ہیں نہ وہ زیادہ ہوں گے اور نہ ہی کم اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے ارشاد خداوندی ہے۔  
 وَأَنْذَرْتَهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ۔  
 اور ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیں جب ہر بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور (آج) یہ لوگ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

(۱) اس میں قیامت کے دن کی طرف اشارہ ہے لیکن فیصلہ تو ازل میں ہی ہو گیا تھا قیامت کے دن اس بات کا فیصلہ ہو گا جو تیرے بارے میں گزر چکی ہے تو تجھ پر تعجب ہے کہ تو سنتا اور دیکھتا ہے اور دنیا کی حقیر چیزوں میں مصروف ہے حالانکہ تجھے معلوم نہیں کہ تیرے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے۔

### سوال:

کیسے معلوم ہو گا کہ میرا ٹھکانہ کونسا ہو گا اور مجھے کہاں جانا ہو گا نیز میرے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے۔

### جواب:

اس سلسلے میں تیرے لیے ایک علامت ہے اس سے اُنس پیدا کرو اور اس کے سبب سے اپنی امید کی تصدیق کرو یعنی اپنے احوال و اعمال کو دیکھو کیوں کہ ہر شخص کے لیے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے تیری بھلائی کا راستہ آسان کر دیا ہے تو تجھے خوش ہونا چاہیے بے شک تو جہنم سے دُور رکھا جائے گا اور اگر تو بھلائی کا ارادہ کرتا ہے لیکن کئی رکاوٹیں سامنے آئی ہیں اور تو اُن کو رد کرتا ہے لیکن جب برائی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ تیرے لئے آسان ہو جاتی ہے تو جان لو کہ تمہارے خلاف فیصلہ ہو چکا ہے اس علامت کی انجام پر دلالت اسی طرح ہے جس طرح بارش کی سبزی پر اور دیہوں کی آگ پر دلالت اسی طرح ہے۔

إِنَّ الْآبِرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفَعَّارَ لَفِي جَحِيمٍ۔  
 بے شک نیک لوگ نعمتوں میں اور بدکار لوگ جہنم میں ہوں گے۔

(۲) اپنے آپ کو ان دونوں آیتوں پر پیش کرنے سے تجھے دونوں گھروں میں سے اپنے ٹھکانے کا علم ہو جائے گا۔

### فصل ۱۱:

## جنت کی کیفیت اور اس کی نعمتوں کی اقسام

جان لو کہ ابھی جس گھر کے غموں اور پریشانیوں کا تمہیں علم ہوا اس کے مقابلے میں ایک اور گھر بھی ہے اس کی نعمتوں

(۱) قرآن مجید، سورہ مریم آیت ۳۹

(۲) قرآن مجید، سورہ انفطار آیت ۱۲، ۱۳



اور سرور میں غور کرو کیوں کہ جو شخص ان دونوں گھروں میں سے ایک سے دُور رہا وہ لامحالہ دوسرے گھر میں جائے گا تو جہنم کے خطرات کے بارے میں زیادہ فکر کے ذریعے اپنے دل میں اس کا خوف پیدا کرو اور دائمی نعمتوں جن کا اہل جنت سے وعدہ ہے کے بارے میں خوب فکر کرو اور اپنے نفس کو خوف کے ڈنڈے سے جلا اور امید کی لکام سے سیدھے راستے کی طرف کھینچ اس سے تجھے بہت بڑی بادشاہی حاصل ہوگی اور تو دردناک عذاب سے محفوظ رہے گا۔

تو جنیتوں اور ان کے چہروں کے بارے میں غور کرو جو آرام کی تازگی میں ہوں گے ان کو سبز مہر شراب پلائی جائے گی سُرخ یا قوت کے مندروں پر شاداب سفید موتیوں کے خیموں میں بیٹھے ہوں گے جن میں سبز رنگ کے پھونسنے پچھے ہوں گے تنقوں پر تیکھ لگائے ہوں گے وہ خیمے ایسی نہروں کے کناروں پر ہوں گے جو شراب اور شہد کی ہوں گی۔ وہ خیمے غلاموں اور بچوں سے بھر لو رہوں گے خوبصورت چہروں والی عورتوں سے مزین ہوں گے گو یا وہ یا قوت اور مرجان ہیں ان سے پہلے کسی انسان اور جن نے ان عورتوں کو ہاتھ نہیں لگایا ہوگا وہ جنت کے درجات میں خراماں خراماں چلیں گی اور جب ان میں کوئی عورت اپنی چال میں فخر کا اظہار کرے گی تو اس کے دامنوں کو ستر ہزار لڑکے اٹھائیں گے ان پر سفید ریشم کے ایسی چادریں ہوں گی کہ آٹھیں رنگ رو جائیں گی ان کو ایسے تاج پہنائے جائیں گے جو موتیوں اور مرجان سے مرصع ہوں گے آنکھوں میں سُرخ دُور سے ہوں گے اور وہ ناز و انداز والی ہوں گی نیز خوشبو والی ہوں گی بڑھاپے اور مغسی سے محفوظ ہوں گی جنقوں کے درمیان یا قوت سے بنے ہوئے محلات میں خیموں میں باپردہ ہوں گی انہوں نے نگاہیں جھکا رکھی ہوں گی پھر ان جنیتی مردوں اور عورتوں پر سفید چمکدار پیالوں کا دورو ہوگا جن میں خالص سفید شراب ہوگی جو پینے والوں کے لیے لذتبخش ہوگی۔ یہ پیالے خالص موتیوں جیسے لڑکے ان کے پاس لائیں گے یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا وہ امن والے مقام میں ہوں گے باغات اور چشے جو بانوں اور نہروں کے درمیان ہوں گے طاقت والے بادشاہ کے پاس سچی نشست ہوگی وہ اپنے رب کریم کی زیارت سے مشرف ہوں گے ان کے چہروں پر آرام و راحت کی تازہ ہوگی ان پر گرد ہوگی نہ زلت، بلکہ وہ سبز بندے ہوں گے پروردگار کی طرف سے طرح طرح کے تحفوں کے ساتھ ان کی خبر گیری ہوگی ہمیشہ اپنی من چاہی نعمتیں پائیں گے وہاں ان کو کسی قسم کا غم اور خوف نہیں ہوگا نیز وہ موت کے شبے سے محفوظ ہوں گے وہ وہاں نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے جنیتی کھانے کھائیں گے اور اس کی نہروں سے دورو شراب اور شہد پئیں گے یہ ایسی نہروں سے حاصل ہوں گے جن کی زمین چاندی کی ریت مرجان کی مٹی کستوری کی اور سبزہ زعفران سے ہوگا۔ ان پر اسے بادلوں سے بارش برے گی نیز ان کو ایسے پیالے ملیں گے جو چاندی کے ہوں گے اور ان پر موتی، یا قوت اور مرجان جڑا ہوا ہوگا ایک پیالے میں سبز مہر شراب ہوگی جس میں میٹھے سلسبیل کی ملاوٹ ہوگی ایسے پیالے ہوں گے کہ ان کے جوہر راصل، کی صفائی کی وجہ سے شراب کی سرخی اور لطافت نمایاں ہوگی ان کو کسی انسان نے نہیں بنایا کہ ان کی بناوٹ میں کسی قسم کی کمی یا کوتاہی ہو اور ان کے صحن میں کچھ فرق ہو۔

یہ پیالے ایسے خادموں کے ہاتھوں میں ہوں گے کہ گویا ان کے چہرے چمک کے اعتبار سے سورج کی عکاسی کر



رہے ہیں لیکن ان کی صورتوں میں جو مٹھاس ہوگا وہ سورج میں کہاں؟

نیز ان کے بالوں کا مٹھن اور آنکھوں کی ملاحظت سورج کے پاس کہاں؟ تو ایسے شخص پر تعجب ہے جو ان صفات والے گھر پر ایمان رکھتا ہے اور اسے یقین ہے کہ اہل جنت کے لیے موت نہیں ہوگی اس کے صحن میں اترنے والوں کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی کوئی حادثہ ان میں تغیر و تبدل نہیں کر سکے گا تو وہ ایسے گھر کے ساتھ کیسے مانوس ہو گیا جس کی دیرانی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور یہ شخص کس طرح یہاں خوشگوار زندگی گزارتا ہے۔

قسم نجد! اگر وہاں صرف بدلوں کی سلامتی موت، بھوک، پیاس اور ہر قسم کے حادثات سے بے خوفی ہوتی تو بھی دنیا چھوڑنے کے لائق تھی اور جس چیز نے ختم ہونا ہے نیز وہ صاف نہیں ہے اسے جنت پر ترجیح نہ دی جاتی تو اب کیا کیفیت ہوگی جب کہ جنتی بادشاہ ہوں گے جن کو امن حاصل ہوگا طرح طرح کے سرور سے نفع اٹھائیں گے ان کے لیے وہاں ہر من پسند چیز ہوگی اور وہ ہر دن عرش کے صحن میں حاضر ہو کر اپنے رب کریم کی زیارت سے مشرف ہوں گے اور اس دیدار خداوندی سے ان کو وہ لذت حاصل ہوگی جو جنت کی تمام نعمتوں کو دیکھنے اور ان کی طرف متوجہ ہونے سے حاصل نہیں ہوگی نیز وہ ہمیشہ ان نعمتوں میں رہیں گے اور ان کے زوال کا کوئی خدشہ نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایک منادی آواز دے گا کہ اے اہل جنت! تمہارے لیے صحیح ہے کبھی بیماری نہیں ہوگی تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی تم ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بڑھا یا نہیں آئے گا تم ہمیشہ مال دار رہو گے کبھی محتاجی نہیں ہوگی اسی سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے (۱)

اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ جنت ہے جس کا تمہیں وارث بنایا گیا تمہارے اعمال کی جزا ہے۔

وَلَدُونَ دَانَ تِلْكَ الْجَنَّةِ اُورْتَشُوْهَا  
رِمَاكُنْمُ تَعْمَلُوْنَ - (۲)

اگر تم جنت کی صفت معلوم کرنا چاہتے ہو تو قرآن پاک پڑھو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے بیان سے بڑھ کر کوئی بیان نہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی پڑھو۔

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف رکھتا ہو اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ - (۳)

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۸۰ کتاب الجنۃ

(۲) قرآن مجید، سورہ اعراف آیت ۴۳

(۳) قرآن مجید، سورہ رعد آیت ۲۶



سورہ رحمن کے آخر تک پڑھو نیز سورہ واقعہ اور دوسری سورتیں پڑھو اور اگر تم احادیث کے مطابق ان صفات کی تفصیل معلوم کرنا چاہتے تو اب ان کی تفصیل کو دیکھو جب اجمالی معلومات حاصل کر چکے ہو۔

### جنتوں کی تعداد :

مندرجہ بالا آیت رَدِّمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ (۱) کے سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 دو جنتیں ہوں گی جن کے برتن اور سب کچھ چاندی کا ہوگا  
 اور دو جنتیں ایسی ہوں گی کہ ان کے برتن اور جو کچھ ان  
 میں ہے وہ سب سونے کا ہوگا اہل جنت اور اللہ تعالیٰ  
 کے پیار کے درمیان اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر ہوگی  
 جو جنت عدن میں ہوگی اس کے علاوہ کوئی رکاوٹ  
 نہ ہوگی (۱)

### جنت کے دروازے :

پھر جنت کے دروازوں کو دیکھو وہ بنیادی عبادات کے حوالے سے بے شمار ہوں گے جن طرح بنیادی گناہوں کے اعتبار سے اعتبار سے جہنم کے دروازے زیادہ ہوں گے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو شخص اپنے مال میں دو جوڑے سونا چاندی یعنی روپیہ پیسہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرے اسے جنت کی تمام دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں پس جو شخص غازی ہوگا اس کو نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا جو روزہ داروں میں سے ہوگا اس کو روزے کے دروازے سے بلایا جائے گا جو صدقہ دینے والوں میں سے ہوگا اس کو صدقہ کے دروازے سے آواز دی جائے گی اور جو اہل جہاد سے ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے طلب کیا جائے گا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی دروازے سے بلایا جائے گا تو کیا کسی کو ان تمام دروازوں سے بھی بلایا جائے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہاں“ اور مجھے امید ہے کہ وہ آپ ہی ہوں گے (۲)  
 حضرت عاصم بن حمزہ، حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے جہنم کا ذکر کرتے ہوئے اس کے معاملے کی بڑائی کو بیان فرمایا لیکن مجھے یاد نہیں پھر یہ آیت پڑھی۔

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲۴ کتاب التفسیر

(۲) صحیح بخاری جلد اول ص ۱۷ کتاب المناقب



وَسَيُقَى الَّذِينَ اتَّقَوْا إِلَى الْجَنَّةِ زَمْرًا - اور ڈرنے والوں کو جنت کی طرف جماعتوں کی شکل میں لے جایا جائے گا۔ (۱)

حتیٰ کہ جب وہ اس کے کسی دروازے تک پہنچیں گے تو وہاں ایک درخت پائیں گے جس کی جڑ کے نیچے سے دو چشمے جاری ہوں گے تو جس طرح ان کو حکم ہوگا ان میں سے ایک کا قصد کریں گے اور اس سے پئیں گے تو ان کے پیوں میں جو تکلیف ہوگی وہ سب زائل ہو جائے گی پھر دوسرے چشمے کا ارادہ کریں گے تو اس سے پاکیزگی حاصل کریں گے اب ان پر راحت و سرور کی شادابی ہوگی اس کے بعد ان کے بالوں میں کبھی تبدیلی نہیں آئے گی اور نہ ہی وہ بکھر جائیں گے گویا انہوں نے ان پتیل لگایا ہو پھر وہ جنت کی طرف چلے جائیں گے جنت کے محافظان سے کہیں گے تم پر سلامتی ہو تم اچھے رہو اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

پھر لوگوں سے ملاقات ہوگی اور وہ ان کے گرد اس طرح جمع ہوں گے جن طرح کسی کا کوئی عزیز سفر سے آیا ہو وہ کہیں گے تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعزاز کے لیے یہ سب کچھ تیار کیا ہے فرمایا پس ان لوگوں میں سے ایک لڑکا اس جنتی کی کسی عورت سے ملے گا اور دنیا میں جس نام سے اسے پکارا جاتا تھا اس نام کے ساتھ ذکر کر کے کہے گا کہ خدا آیا ہے وہ پوچھے گی کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ وہ کہے گا میں نے اس کو دیکھا ہے اور وہ میرے پیچھے پیچھے آ رہا ہے وہ خوش ہو جائے گی حتیٰ کہ دروازے کی چوکھٹ میں کھڑی ہو جائے گی۔

جنتی جب اپنی منزل میں پہنچے گا اور اس کی بنیادوں کو دیکھے گا تو وہ موتیوں کی چٹانیں ہوں گی جن کے اوپر سرخ، سبز اور زرد عنعنیک ہر رنگ کا محل ہوگا پھر نظر اٹھا کر اس کی چھت کو دیکھے گا تو وہ بجلی کی طرح چمکتی ہوگی اگر اللہ تعالیٰ نے اسے روک نہ رکھا ہو تو قریب ہے کہ وہ اس کی بینائی لے جائے پھر وہ اپنے سر کو جھکائے گا تو دیکھے گا تو اس کی بیویاں ہوں گی پیالے رکھے ہوں گے (قرینے سے) گاؤں کیے قطار در قطار اور قیمتی قالین پچھے ہوں گے پھر وہ تکیہ لگا کر بیٹھے گا اور کہے گا اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے اس کے لیے ہماری راہنمائی فرمائی اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے پھر ایک منادی آواز دے گا کہ تم اس میں ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی مرو گے نہیں اس میں ہمیشہ رہو گے کوئی نہیں کرو گے صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

آخِرُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ بَابُ الْجَنَّةِ فَاسْتَفْتِحْ  
فَيَقُولُ الْخَازِنُ مَنْ أَنْتَ؟ فَيَقُولُ  
مُعْتَمِدٌ فَيَقُولُ بِكَ أَمْرٌ أَنْ لَا تَدْخُلَ  
مِنْ قِيَامَتِ كَيْ دَن جَنَّتِ كَيْ دَرَوَازِ پَرَا كَرَا سَ  
خَلُوَانَا چاہوں گا تو داروغہ کہے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں  
گا ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ وہ کہے گا مجھے یہی حکم ہے کہ



لَا حِدَّ قَبْلِكَ - (۱)  
 آپ سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولوں -  
 اب تم جنت کے بالا خانوں اور ان کی بلندی کے سلسلے میں مختلف درجات کے بارے میں سوچو کیوں کہ آخرت کے درجات بہت بڑے ہیں اور اس کی فضیلت زیادہ ہے۔

اور جس طرح ظاہری عبادات اور باطنی اعتقادِ محمودہ کے اعتبار سے لوگ مختلف درجات میں تقسیم ہوتے ہیں اسی طرح جہنم کے اعتبار سے بھی ان میں فرق ہوگا اگر تم سب سے اعلیٰ درجہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تم سے کوئی آگے نہ بڑھے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں آگے بڑھنے اور مقابلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔  
 ارشاد خداوندی ہے۔

سَابِقُوا إِلَى مَعْرِفَةِ مِّن رَّبِّكُمْ -  
 اپنے رب کی بخشش حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ (۲)

اور ارشاد خداوندی ہے۔  
 وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ -  
 اور اسی (مصولِ بخشش) میں مقابلہ کرنے والوں کو مقابلہ کرنا چاہیے۔ (۳)

تعجب کی بات ہے جب تمہارے ساتھی یا پڑوسی ایک درہم یا مکان کی بلندی کے ذریعے تم سے آگے بڑھتے ہیں تو یہ بات تم پر گراں گزرتی ہے اور تمہارے سینے میں گھٹن پیدا ہوتی ہے اور حسد کی وجہ سے تمہاری زندگی پریشان کن ہو جاتی ہے اور بات یہ ہے کہ سب سے بہتر حالت جنت میں ٹھکانے کا ملنا ہے اور توان لوگوں سے سچ نہیں سکتا جو نیک کاموں کے ذریعے تم سے آگے بڑھتے ہیں ایسی نیکیاں کہ تمام اپنے تمام مال و اسباب کے ساتھ بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتی۔  
 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جنت والے اپنے سے اوپر بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم مشرق یا مغرب میں افق میں نکلنے والے ستاروں کو دیکھتے ہو کیوں کہ ان کے درمیان بہت زیادہ (بلندی کا) فاصلہ ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ انبیاء کرام کے مقامات ہیں جن تک دوسرے پہنچ نہیں سکیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولِ عظام کی تصدیق کی۔ (۴)

(۱) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۲ کتاب الایمان

(۲) قرآن مجید سورہ حدید آیت ۲۱

(۳) قرآن مجید سورہ مطفین آیت ۲۶

(۴) صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱، کتاب الحجۃ



آپ نے یہ بھی فرمایا۔

إِنَّ أَهْلَ الدَّرَجَاتِ الْعُلَىٰ كَيَّرَهُمْ مَكَانَ  
تَحْتَهُمْ كَمَا سَوَّوْنَ النَّجْمَ الطَّالِعَ فِي آفَاقِ  
مِنَ آفَاقِ السَّمَاءِ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ مِنْهُمْ  
وَالنَّعِيمَا۔

جنت والوں میں سے) اعلیٰ درجات والوں کو نیچے درجے  
والے اس طرح دکھیں گے جس طرح تم آسمان کے کسی نمنے  
پر طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو اور بے شک  
حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی ان  
میں سے ہیں اور بہت اچھے ہیں۔ (۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کیا میں تمہیں جنت کے بالا خانوں کے بارے  
میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتائیے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے فرمایا  
جنت میں کچھ بالا خانے ہیں جو مختلف جوہروں سے بنے ہیں ان کے اندر سے باہر اور باہر سے اندر نظر آنا ہوگا ان میں ایسی  
نعمتیں، لذتیں اور مسرور ہوگا جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا میں نے عرض  
کیا یا رسول اللہ! یہ بالا خانے کس کے لیے ہوں گے؟ فرمایا ان لوگوں کے لیے ہیں جو سلام پھیلانے (محتاجوں کو) کھانا کھلانے  
، ہمیشہ روزہ رکھتے اور رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ (۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس بات کی طاقت کون رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا  
میری امت اس کی طاقت رکھتی ہے اور عنقریب میں تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں گا جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات  
کرے اور۔۔۔ سلام کہے یا سلام کا جواب دے تو اس نے سلام کو رواج دیا اور جو شخص اپنی بیوی اور بچوں کو کوئی کھانا  
کھلائے حتیٰ کہ ان کو سیر کر دے تو اس نے کھانا کھلا دیا اور جس نے رمضان شریف کے روزے اور ہر مہینے سے تین  
دن (تیرہ چودہ پندرہ تاریخ) کے روزے رکھے اس نے گویا ہمیشہ روزہ رکھا اور جس نے عشاء اور صبح کی نماز باجماعت پڑھی  
اس نے گویا رات بھر نماز پڑھی جب کہ لوگ سوئے ہوئے تھے اور لوگوں سے مراد یہودی، عیسائی اور مجوسی ہیں (۳)  
ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ۔ (۴)  
اور ہمیشہ رہنے والے جنت میں اچھے ٹھکانے ہیں۔  
اس آیت کی وضاحت کے سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۶ روایات ابو سعید خدری

(۲) الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۱۱ کتاب صفة الجنة

(۴) قرآن مجید، سورہ الصف آیت ۱۲



موتیوں کے بنے ہوئے عمارت ہیں ہر محل میں سرخ یا قوت کے ستر گھر ہیں ہر گھر میں ستر زرد سے بنے ہوئے ستر کرے،  
 میں ہر کرے میں ایک تخت ہے ہر تخت پر ستر بچھوئے ہیں جو مختلف رنگوں کے ہیں اور ہر بستر پر اس کی بوی ہے جو ٹھاروں  
 میں سے ہے ہر مکان میں ستر خوان ہیں ہر دسترخوان پر ستر قسم کے کھانے ہیں اور ہر مکان میں ستر خدمت گار عورتیں اور ہر مومن  
 کو روزانہ ان سب کے پاس جانے کی طاقت دی جائے گی۔ (۱)

## فصل ۱۴

### جنت کے باغات زمین، درخت اور نہریں

جنت کی صورت میں غور کرو اور اس کے رہنے والوں پر رشک کرنے کا سوچو اور سوچو کہ جو شخص جنت کے بدلے دنیا پر  
 قناعت کرتا ہے اسے کس قدر حسرت ہوگی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 رَأَى حَائِطَ الْجَنَّةِ لَبَنَةً مِنْ فِصَّةٍ وَلَبَنَةً  
 مِنْ ذَهَبٍ تُرَابُهُا زَعْفَرَانٌ وَطَيْبُهُا مِسْكٌ  
 بے شک جنت کی دیوار کی ایک اینٹ چاندی کی اور  
 ایک اینٹ سونے کی ہوگی اس کی مٹی زعفران اور گارا  
 کستوری ہوگی۔ (۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

دَرَمَكَةٌ بَيْضَاءُ مِسْكٌ خَالِصٌ - (۳) سفید نرم و ملائم مٹی اور خالص کستوری ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ بات پسند ہو  
 کہ اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں شراب پلائے پس وہ اسے دنیا میں چھوڑ دے اور جس آدمی کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے  
 آخرت میں ریشم پہنائے وہ اسے دنیا میں چھوڑ دے (۴) جنت کی نہریں کنندی کے ٹیلوں یا فرمایا کستوری کے پہاڑوں کے  
 نیچے سے نکلتی ہیں۔ (۵) اور اگر سب سے کم درجے والا جنتی کا زیور تمام دنیا والوں کے زیورات کے برابر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے  
 آخرت میں جو زیورات پہنائے گا وہ دنیا کے تمام زیورات سے افضل ہوگا (۶)

(۱) احکام القرآن للقرطبی جلد ۱۸ ص ۸۸ تحت آیت ومسکن طیبینہ

(۲) تاریخ ابن عساکر جلد ۲ ص ۶۷ ترجمہ احمد بن محمد بن عبید

(۳) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۴۸ کتاب الفتن

(۴) صحیح الزوائد جلد ۵ ص ۶، کتاب الاشریہ

(۵) الدر المنثور جلد اول ص ۲۷ تحت آیت تجری من تحتها الانھار

(۶) مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۰۸ کتاب اهل الجنة



حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں سو ایک سو سال چلے گا لیکن اسے طے نہیں کر سکے اگر تم چاہو تو پڑھو!  
وَطَيْلٍ مَّمْدُودٍ۔ (۱) اور پھیلائے ہوئے سائے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیباہوں اور ان کے سوالات  
کے ذریعے نفع پہنچاتا ہے ایک اعرابی نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک ٹوڈی درخت کا ذکر کیا ہے  
اور میں نہیں جانتا کہ جنت میں کوئی ایسا درخت ہوگا جو اپنے صاحب کو اپنا پہنچائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کونسا  
درخت ہے؟ عرض کیا "سدرہ"، (بریری کا درخت) ہے اس کے کانٹے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔  
رَبِّي سِدْرٌ مَّحْضُورٌ۔ (۲) کانٹوں کے بغیر بیروں میں۔

اللہ تعالیٰ اس کے کانٹے کو دور کر دے گا اس کے ہر کانٹے کی جگہ پھل لگا دے گا پھر اس کا پھل بہتر قسم کے رنگ  
دے گا ان میں سے کوئی بھی رنگ دوسرے کے مشابہ نہیں ہوگا۔ (۳)  
حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم مقام صفاح اترے تو دیکھا کہ وہاں درخت کے نیچے ایک شخص  
سویا ہوا ہے اور اس پر دھوپ پہنچنے والی ہے میں نے غلام سے کہا یہ چمڑے کا دسترخوان لے جاؤ اور اس پر سایہ کرو وہ  
گیا اور اس پر سایہ کیا جب وہ شخص بیدار ہوا تو دیکھا کہ وہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں میں ان کے پاس آیا تاکہ  
سلام کہوں انہوں نے فرمایا اے جریر اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرو کیوں کہ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع  
اختیار کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا کرے گا کیا تم جانتے ہو قیامت کے اندھیرے کیا ہیں؟  
میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا فرمایا بعض کا یعنی بظلم کرنا پھر آپ نے ایک چھوٹی سی لکڑی اٹھائی وہ اتنی چھوٹی تھی کہ گویا مجھے  
نظر نہ آتی فرمایا اے جریر! اگر تم جنت میں اس کی مثل طلب کرو گے تو نہیں پاؤ گے میں نے پوچھا اے ابو عبداللہ یہ کھجور اور  
دوسرے درخت کہاں جائیں گے؟ فرمایا وہ لکڑی کے نہیں ہوں گے بلکہ ان کی جڑیں موتیوں اور سونے کی ہوں گی اور ان کے  
اوپر پھل ہوں گے۔

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۴۵۵ مرویات ابو ہریرہ

(۲) قرآن مجید، سورۃ الواقعة آیت ۳۰

(۳) قرآن مجید، سورۃ الواقعة آیت ۲۸

(۴) المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۶۷ کتاب التفسیر



## جنتیوں کا لباس، پچھونے، تخت ہسندیں اور خیمے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يُجْعَلُونَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا  
وَرِبَاطًا سُحُفًا فِيهَا حَرِيرٌ۔ (۱)

اس سلسلے میں بہت سی آیات آئی ہیں اور تفصیل احادیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْهَمُ لَرَبِيئَاتٍ لَا تَبْلَى  
شَابَهُ وَلَا يَفْسُقُ شَابَهُ فِي الْجَنَّةِ مَا لَمْ  
عَيْنَ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَمَلِي  
قَلْبٍ لَبَثَ۔ (۲)

جو شخص جنت میں داخل ہوگا اسے نعمت ملے گی نہ وہ محتاج ہوگا نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ اس کی جوانی ختم ہوگی جنت میں وہ کچھ ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل میں اس کا خیال گزرا۔

ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں خیموں کے لباس کے بارے میں بتائیے کیا وہ مخلوق ہوں گے جو پیدا کئے جائیں گے یا ان کو بنا جائے گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور لوگ حضرات ہنس پڑے آپ نے فرمایا اس بات پر ہنستے ہو کر ایک بے علم نے علم والے سے سوال کیا پھر فرمایا وہ جنت کے پھلوں میں سے نکلیں گے۔ دو بار فرمایا۔ (۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کی شکلیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی وہ وہاں نہ تھوکیں گے نہ ناک صاف کریں گے نہ قضا کے حاجت کے لیے بیٹھیں گے ان کے برتن اور گنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی ان کا پسینہ کتوری ہوگا ان میں سے ہر ایک کے لیے دو بویاں ہوں گی وہ اس قدر حسین ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کا منہ گوشت کے اوپر سے نظر آتا ہوگا ان کے درمیان نہ اختلاف ہوگا اور نہ بغض، ان کے دل ایک دل کی طرح ہوں گے۔ وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے (۴)

(۱) قرآن مجید، سورہ حج آیت ۲۲

(۲) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۷۰ مرویات ابو ہریرہ

(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۲۵ مرویات ابن عمرو

(۴) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۹، کتاب الحجۃ



ایک روایت میں ہے ہر بیوی پر ستر لباس ہوں گے (۱)  
ارشاد خداوندی ہے۔

يَحْلُونَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرٍ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا (۲) ان کو سونے اور موتیوں کے کنگھن پہنائے جائیں گے۔  
اس آیت کے ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے سروں پر تلج ہوں گے جن کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر دے گا۔ (۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
الْجَنَّةُ دَرَّةٌ مَجْرُوفَةٌ طَوْلَهَا فِي السَّمَاءِ سِتُونَ  
مِيلًا فِي كُلِّ نَوَاطِيَةٍ مِنْهَا لِلْمُؤْمِنِ  
أَهْلًا لَا يَرَاهُمْ آخَرُونَ۔  
جنت کا خیمہ ایک موتی ہوگا جو اندر سے خالی ہوگا اس کی  
اُوچائی آسمان کی طرف ساٹھ میل ہوگی اس کے ہر کونے  
میں موتی کی زوہب ہوگی جس کو دوسری طرف دالی دیکھ نہیں  
سکے گی۔ (۴)

اس حدیث کو حضرت امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں خیمہ ایک ایسا  
موتی ہوگا جو اندر سے خالی ہوگا اور اس کا طول و عرض ایک ایک فرسخ (تین میل) ہوگا اور اس میں سونے کے چار ہزار  
دروازے ہوں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن مجید کی آیت۔  
وَوَشَّيْنَا مَرْجُونَةً (۵) اور بچھونے ہوں گے بلند کئے ہوئے۔

کی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بچھونوں کے درمیان آسمان وزمین کے درمیان جتنا فاصلہ ہوگا (۶)۔  
فصل ۱۶:

## جنتیوں کا کھانا

جنتیوں کا کھانا قرآن پاک میں مذکور ہے کہ وہ پھل، موٹے موٹے پرندے، من سلاوی، شہد، دودھ اور دیگر بے شمار

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۹، کتاب الجنۃ

(۲) قرآن مجید، سورہ حج آیت ۲۳

(۳) المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۲۶، کتاب التفسیر

(۴) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۸۰، کتاب الجنۃ

(۵) قرآن مجید، سورہ واقعہ آیت ۲۴

(۶) الترغیب والترہیب جلد ۳ ص ۳۰، کتاب صفۃ الجنۃ



اقسام میں ارشاد خداوندی ہے -  
 كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأَنْتُمْ بِهٖ مُتَسَابِهَةٌ  
 جب بھی ان کو اس کے پھلوں میں سے رزق دیا جائے گا  
 تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا اور ان کو  
 لَمَّا جُلِّتْ لَمْ يَلْمِزْهُمُ اللّٰهُ لَمَّا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأَنْتُمْ بِهٖ مُتَسَابِهَةٌ  
 (۱)

اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے مشروبات کا ذکر کئی مقامات پر کیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرزو کردہ غلام حضرت  
 ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا تھا کہ یہودیوں کے علماء میں سے ایک عالم وہاں آیا  
 اور اس نے کئی سوالات ذکر کئے یہاں تک کہ اس نے کہا کہ پل صراط پر سب سے پہلے کون گزرے گا؟ نبی اکرم صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقرا و مہاجرین، اس نے پوچھا جب وہ جنت میں جائیں گے تو ان کا تحفہ کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا مچھلی  
 کے جگر کے کباب، اس نے پوچھا اس کے بعد ان کی غذا کیا ہوگی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کے لیے  
 جنت کا بہن ذبح کیا جائے گا جو اس کے کناروں میں پھرتا تھا اس نے پوچھا ان کا مشروب کیا ہوگا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا اس چھتے سے ہوگا جس کو سلسبیل کہا جاتا ہے یہودی عالم نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہودیوں میں سے ایک شخص بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور اس نے کہا  
 اے ابوالقاسم! صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ یہ خیال نہیں کرتے کہ جنت والے کھائیں گے اور پیئیں گے۔ ادھر اس نے اپنے  
 ساتھیوں سے کہا کہ اگر انہوں نے اقرار کیا تو میں ان پر اعتراض کروں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس ذات  
 کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ان میں ایک ایک کو ایک سو آدمیوں کے برابر کھانے پینے اور جماع کی طاقت  
 دی جائے گی۔ یہودی نے کہا جو شخص کھانا پیتا ہے اسے حاجت بھی ہوتی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی حاجت  
 پسینے کی شکل میں ہوگی جو ان کے چہرہوں سے کتوری کی طرح نکلے گا اور سیٹ اپنی جگہ پر لگا جائے گا۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 إِنَّكَ لَتَنْظُرُنِي الطَّيْرُ فِي الْجَنَّةِ فَتَسْتَبِيهُ  
 بے شک تم جنت میں ایک پرندے کو دیکھ کر اس کی خواہش

(۱) قرآن مجید، سورہ بقرہ آیت ۲۵

(۲) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۲۶ کتاب البیض

(۳) الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۲۵ کتاب صفۃ الجنۃ



فَيَخْرُجُ بَيْنَ يَدَيْكَ مَسْتَوِيًّا - (۱) کرو گے تو وہ جھٹا ہوا تمہارے سامنے گرے گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ طَيْرًا مِثْلَ الْبَخَائِيِّ - جنت میں کچھ پرندے بخئی اونٹ جیسے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا خوب ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اس سے زیادہ

اچھے تو ان کو کھانے داتے ہیں اور اسے ابو بکر آپ بھی ان کھانے والوں میں سے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

يُطَاوَنُ عَلَيْهِنَّ بِصَحَابٍ - (۲) ان پر جام گردش کریں گے

اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ان (اہل جنت) پر سونے کے ستر پیالوں کا دور ہوگا ہر پیالے میں دوسرے پیالے سے مختلف رنگ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آیت کریمہ۔

وَمِزَاجٌ مِنْ تَسْنِيمٍ - (۳) اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اصحابِ بعین کے لیے اس میں ملاوٹ ہوگی اور مقربینِ خالص پسینے گے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ارشاد خداوندی ہے۔

خِتَامُهُ حِسْكٌ - (۴) اس کی مہر کتوری کی ہوگی۔

کی تفسیر میں مروی ہے فرماتے ہیں وہ چاندی کی طرح سفید شراب ہوگی اور ان کی آخری شراب مہر لگائی ہوئی ہوگی

اگر دنیا والوں میں سے کوئی اپنے ہاتھ کو اس میں داخل کر کے باہر نکالے تو ہر ذی روح کو اس کی خوشبو محسوس ہو۔

فصل ۱۴

## خوَرِ عَيْنٍ اَوْ زَيْجُولٍ كِي كَيْفِيَّةِ

قرآن مجید میں ان کا وصف بار بار مذکور ہوا ہے اور احادیث مبارکہ میں ان کی زیادہ وضاحت کی گئی ہے حضرت انس

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

(۱) مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۴۴ کہ کتاب اہل الجنة

(۲) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲۲۱ روایات انس

(۳) قرآن مجید، سورہ زخرف آیت ۷۱

(۴) قرآن مجید، سورہ تطفیف آیت ۲۷

(۵) قرآن مجید سورہ تطفیف آیت ۲۶



اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح کا ایک شام دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کی لکان کے کونے سے مٹھی تک یا قدم رکھنے کی جگہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے اور اگر کوئی جنتی عورت زمین کی طرف جھانکے تو اسے روشن کر دے اور اس کے درمیان خوشبو ہی خوشبو پھیل جائے اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے (۱)

ارشاد خداوندی ہے۔

كَانَتْ آيَاتٍ قُورَتْ وَالْمَرْجَانُ - (۲) گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ وہ اس (خُور) کے چہرے کو اس کی چادر کے اوپر سے دیکھے گا تو وہ پیشے سے زیادہ صاف ہوگا اور اس کے اوپر کالانی موتی مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر دے گا اس کے اوپر ستر کپڑے ہوں گے لیکن ان سے نگاہ پار ہو جائے گی حتیٰ کہ وہ ان کے اوپر سے اس (خُور) کی پنڈلی کا مغز دیکھ لے گا۔ (۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج کرایا گیا تو میں جنت کے ایک مقام میں داخل ہوا جس کو بیدخ کہا جاتا ہے وہاں موتیوں، سبز زبرجد اور سرخ یاقوت کے جیسے ہیں (وہاں) خُوروں نے کہا "السلام علیک یا رسول اللہ" میں نے پوچھا اسے حیران کیا یہ کیسی آواز ہے! انہوں نے عرض کیا یہ (خُوریں ہیں جو انہوں میں قیام پذیر ہیں انہوں نے آپ پر سلام پیش کرنے کے لیے اپنے رب سے اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دے دی تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ہم راضی ہونے والی ہیں پس ہم سبھی ناراض نہ ہوں گی ہم یہاں ہمیشہ رہیں گی یہاں سے کبھی نہیں جائیں گی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (۴)

حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ - (۵) یہ خُوریں پردہ دار خیموں میں ہوں گی۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَاتٌ - (۶) اور نیک بیویاں ہوں گی۔

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۲ کتاب الرقاق

(۲) قرآن مجید، سورہ رحمن آیت ۵۱

(۳) المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۵۰، کتاب التفسیر

(۴) الدر المنثور جلد ۶ ص ۱۵۱ تحت آیت حُور مقصورات فی الخیام

(۶) قرآن مجید سورہ آل عمران ۱۵

(۵) قرآن مجید، سورہ رحمن آیت ۷۲



حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ حیض، قضا کے حایت پیشاب، ٹھوک، رینٹھ، مادہ منویہ اور اولاد سے پاک ہوں گی ارشاد خداوندی ہے۔

فِي شَعْلِ قَا كَهْوَنَ - (۱)

وہ اپنے کام سے لطف اندوز ہوں گے۔

ان کا کام پر وہ بکارت کو زائل کرنا ہوگا۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا اہل جنت جماع کریں گے آپ نے فرمایا ان میں سے ایک ایک کو ایک دن میں تمہارے ستر ازار سے زیادہ قوت دی جائے گی۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنتیوں میں سے سب سے کم درجہ والا شخص وہ ہوگا جس کے ساتھ ایک ہزار خادم جائیں گے اور ہر خادم کو رنگ رنگ ذمہ داری سونپی جائے گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اہل جنت میں سے ایک شخص پانچ سو جوڑوں چار ہزار کنواری لڑکیوں اور آٹھ ہزار شادی شدہ سے نکاح کرے گا وہ ان میں سے ہر ایک سے اتنی مدت گلے ملے گا جس قدر دنیا میں اس نے زندگی گزاری ہے (۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جنت میں ایک بازار ہوگا جس میں خرید و فروخت نہیں ہوگی البتہ مردوں اور عورتوں کی تصویریں ہوں گی جب کوئی شخص کسی صورت کی خواہش کرے گا تو اس بازار میں داخل ہو جائے گا وہاں جوڑوں کا اجتماع ہوگا وہ آواز بلند کریں گی اور ایسی آواز مخلوق نے کبھی نہ سنی ہوگی وہ کہیں گی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں ہم ناز و نعمت والی ہیں کبھی مایوس نہ ہوں گی ہم راضی رہنے والی ہیں کبھی ناراض ہوں گی۔ پس اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جو ہمارے لیے ہے اور ہم اس کے لیے ہیں (۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی جوڑیں یہ گانا گائیں گی کہ ہم خوبصورت ہو رہی ہیں جو معزز جوڑوں کے لیے چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ (۵)

ارشاد خداوندی ہے۔

(۱) قرآن مجید سورہ یسین آیت ۵۵

(۲) کنز العمال جلد ۱ ص ۸۵ حدیث ۳۹۳۶۲

(۳) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۳۲ کتاب صفتہ الجنۃ

(۴) مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۱۵۶

(۵) مجمع الزوائد، جلد ۱۰ ص ۱۹ کتاب اہل الجنۃ



فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ - (۱)

حضرت یحییٰ بن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اس سے مراد جنت میں سنا ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ عَبْدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا وَيَجْلِسُ عِنْدَ

نَاسِهِ وَعِنْدَ رَجُلَيْهِ تَنْتَانٍ مِنَ الْخُورِ الْعَيْنِ

يَتَّبِعَانِهِ بِأَحْسَنِ صَوْتٍ سَمِعَهُ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ

وَلَيْسَ بِمِزْمَارِ الشَّيْطَانِ وَلَكِنْ يَتَجَمِّدُ

اللَّهُ وَقَدْ لَيْسَ بِهِ - (۲)

جو شخص بھی جنت میں جائے گا اس کے سر ہانے اور پاؤں کے طرف دو ٹھوس بیٹھیں گی وہ اسے ایسی اچھی آواز کے ساتھ گائیں گی جو کسی انسان یا جن نے سنی ہو لیکن وہ آواز شیطانی آلہ نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور پاکیزگی بیان ہوگی۔

فصل ۱۸:

## اہل جنت کے مختلف اوصاف سے متعلق احادیث مبارکہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔

کیا کوئی شخص جنت کے لیے آمادہ ہے جنت کے لیے کوئی خطہ نہیں رہے کعبہ کی قسم! یہ ایک چمکتا ہوا نور ہے اور خوشبو

ہے جو پھلتی ہے مضبوط محل ہے جاری نہر ہے بہت زیادہ پکے ہوئے پھل ہیں خوبصورت بیویاں ہیں جو ناز و نعمت میں ہیں دائمی

مقام میں نعمت ہے نیز بلند، محفوظ اور خوبصورت مکان میں ترفنازی ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اس کے لیے آمادہ اور تیار ہیں آپ نے فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ کے الفاظ بھی

کہو پھر آپ نے جہاد کا ذکر کیا اور اس کی ترغیب دی۔ (۳)

ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے یہ مجھے پسند

ہیں آپ نے فرمایا اگر تم وہاں گھوڑے پسند کرو گے تو تمہیں سرخ یا قوت کے گھوڑے دیئے جائیں گے جو تمہیں جنت

میں اڑا کر وہاں لے جائیں گے جہاں تم چاہو گے۔

ایک دوسرے شخص نے عرض کیا مجھے اونٹ پسند ہیں کیا جنت میں اونٹ ہوں گے؛ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۱) قرآن مجید، سورہ روم آیت ۱۵

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱ ص ۱۱۳ حدیث ۴۴۸

(۳) سنن ابن ماجہ ص ۳۲۱، ابواب الزہد



فرمایا اسے بندہ خدا! اگر تم جنت میں چلے گئے تو تجھے وہاں وہ کچھ ملے گا تو تم جاہو گے اور جس سے تمہاری آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی۔ (۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی آدمی کے لیے اسی طرح بچ پیدا ہوگا جیسے وہ چاہے گا اس کا عمل، بچے کی پیدائش اور اس کی جوانی ایک ہی ساعت میں ہو جائے گی (۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب جنتی جنت میں ٹھہرائیں گے اور بھائی اپنے بھائی اور دوست اپنے دوست سے ملنا چاہے گا تو اس کا تخت اس کے تخت کی طرف چلے گا اور وہ آپس میں ملاقات کریں گے اور دنیا میں ان کے درمیان جو گفتگو ہوتی تھی وہ باتیں کریں گے وہ کہے گا اے میرے بھائی! فلاں دن فلاں مجلس کا واقعہ یاد کرو کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو اس نے ہمیں بخش دیا۔ (۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جنتی جسم سے ننگے بے ریش، سفید قریب قریب ہوں گے سرمہ لگا ہوا اور تیس سال کی عمر کے ہوں گے اور وہ آدم علیہ السلام کی طرح ہوں گے کہ ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی سات ہاتھ ہوگی۔ (۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سب سے کمتر جنتی کے لیے اسی ہزار فادم لعر بہتر سویاں ہوں گی ان کے لیے موتیوں، زبرجد اور یاقوت کا خیمہ ہوگا اور وہ اتنا بڑا ہوگا جتنا فاصلہ مقام جابیبہ سے صفا، ایک ہے اور ان (کے سروں) پر تاج ہوں گے جن کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر دے گا (۵) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میں نے جنت کی طرف دیکھا تو وہاں ایک انار دانہ تھا جو اس اونٹ کے پھلے حصے کی طرح ہوگا جس پر کجاوہ رکھا گیا ہو وہاں کے پرندے سُختی اونٹ جیسے تھے وہاں ایک لونڈی تھی میں نے پوچھا اے لونڈی! تو کس کے لیے ہے؟ اس نے کہا

(۱) الدر المنثور جلد ۶ ص ۲۳ تحت آیت و قیما ت شہیہ النفس

(۲) ایضاً

(۳) حلیۃ الاولیاء جلد ۶ ص ۹۹ ترجمہ ص ۹۵

(۴) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۵۰ کتاب صفت الجنۃ

(۵) مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۹ کتاب الفتن



حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے، اور جنت میں ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔ (۱)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا تو رات کو اپنے دست قدرت سے کھٹا اور جنت کو اپنے دست قدرت سے قائم کیا پھر کہا کہ کلام کرو اس نے کہا۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ - (۲)

تحقیق ایمان والوں نے کامیابی حاصل کی۔

تو یہ جنت کی صفات ہیں جو ہم نے اجمالی طور پر اور تفصیل سے ذکر کی ہیں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے ایک خلاصہ تحریر فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں بے شک اس (جنت) کے انار ڈولوں جتنے ہیں اور اس کی نہروں میں پانی بھی ہے جو کبھی نہیں بدلے گا اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ بدلتا نہیں صاف شہد کی نہیں ہیں کہ لوگ اس کی صفت بیان نہیں کر سکتے۔ کچھ نہریں شراب کی ہیں جو پیئے والوں کے لیے لذت کا باعث ہے نہ اس سے عقل زائل ہوگی اور نہ اس سے سروں میں درد ہوگا اور جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا خوش عیش بادشاہ ہوں گے سب کی عمریں ایک جیسی ہوں گی یعنی تیسریں سال کے ہوں سب کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی، ہمرنگ لگا ہوا ہوگا، ہنرمنگا ہوگا اور بے ویش ہوں گے عذاب سے محفوظ ہوں گے اور اس گھر میں مطمئن ہوں گے جنت کی نہریں یا قوت اور زبرد کی چھوٹی کنکریوں پر جاری ہوں گی ان درختوں کی جڑیں، شاخیں اور پھلیں موتیوں کی ہوں گی اور ان کے پھلوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ان کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے سونگھی جائے گی اور ان (اہل جنت) کے لیے وہاں تیز چلنے والے گھوڑے اور اونٹ ہوں گے ان کے کجاوے، لگائیں اور زین یا قوت کی ہوں گی وہ وہاں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے ان کی بیویاں خود ہی ہوں گی گو یا وہ شتر مرغ کے اندھوں کی طرح گرد و غبار سے محفوظ ہیں اور وہاں کی عورت اپنی دو انگلیوں کے درمیان شتر تھمتی لباس پہن کر ان کو پہننے کی پس اس کی پنڈلی کا مغز ان ہنر باسوں کے اوپر سے نظر آئے گا اللہ تعالیٰ اخلاق کو برائی سے اور جموں کو موت سے پاک کر دے گا وہ وہاں ناک صاف نہیں کریں گے نہ پیشاب کریں گے اور نہ قضا نے حاجت کے لیے بیٹھیں گے بلکہ خوشبودار ڈکار آئے گا اور ان کو وہاں صبح و شام رزق ملے گا۔ لیکن وہاں رات کا آنا جانا نہیں ہوگا کہ شام کے بعد صبح اور صبح کے بعد شام ہو ان میں سے جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اور جس کا سب سے کم مرتبہ ہوگا اس کی حد نگاہ اور حکومت ایک سو سال کی مسافت تک ہوگی اور یہ ایک ایسا محل ہوگا جو سونے اور چاندی سے بنا ہوگا نیز موتیوں کے جیسے ہوں گے اور اس کی نگاہ کو کھول دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ

(۱) تاریخ ابن عساکر جلد ۵ ص ۶۲ ترجمہ زید بن حارثہ

(۲) قرآن مجید سورہ مؤمنون آیت ۱



اس محل کے آخر کو اسی طرح دیکھے گا جس طرح اس کے قریب کو دیکھے گا صبح و شام ان کے سامنے سونے کے ستر ستر ہزار پیالے پیش کئے جائیں گے ہر پیالے میں مختلف رنگ کا کھانا ہوگا اور آخری پیالے کا ذائقہ پہلے پیالے کی طرح ہوگا اور جنت میں ایسا یا قوت ہوگا جس میں ستر ہزار مکانات ہوں گے ہر مکان میں ستر ہزار کمرے ہوں گے اور ان میں کوئی چھن یا سوراخ نہیں ہوگا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت میں سب سے کم درجے والا شخص وہ ہوگا جو اپنے ملک میں ایک ہزار سال چلے گا وہ اس کے دور والے حصے کو اس طرح دیکھے گا جس طرح قریب والے کو دیکھتا ہے اور سب سے بلند درجے والا شخص صبح و شام اپنے رب کی زیارت کرے گا۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر جنتی کے ہاتھ میں تین لنگن ہوں گے ایک لنگن سونے کا دوسرا لنگن پرتوں کا اور تیسرا لنگن پانڈی کا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت میں ایک ٹور ہے جسے عینا کہا جاتا ہے جب وہ چلتی ہے تو اس کے دائیں بائیں ستر ہزار لوٹیاں چلتی ہیں اور وہ کہتی ہے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والے لوگ کہاں ہیں؟ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دنیا کو چھوڑنا مشکل ہے لیکن جنت کو چھوڑنا زیادہ مشکل ہے اور دنیا کو چھوڑنا آخرت کی مہر ہے۔

انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ دنیا کو طلب کرنے میں نفس کی ذلت ہے جب کہ طلب آخرت میں نفس کی عزت ہے تو اس شخص پر تعجب ہے جو دنیا ہونے والی چیز کی طلب میں ذلت اختیار کرے اور باقی رہنے والی چیز کی طلب میں عزت کو چھوڑ دے۔

فصل ۱۹

## اللہ تعالیٰ کی زیارت اور دیدار

ارشاد خداوندی ہے۔

لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا لِحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۝

نیکیاں کرنے والوں کے لیے اچھا اجر اور زیادہ بھی ہے۔

اور یہ زائدیات اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو بہت بڑی لذت ہے اس میں جنت کی آسائش بھول جاتی ہے اس کی حقیقت ہم

نے محبت کے بیان میں ذکر کی ہے اور اس پر قرآن و سنت سے دلائل گواہ ہیں جب کہ اہل بدعت کا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ جبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے چودھویں رات

کا چاند دیکھا تو فرمایا۔

(۱۱) قرآن مجید، سورہ یونس آیت ۳۶



أَلَمْ تَرَوْا رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ  
 لَا تَلْمِزُوهُمْ فِي رُؤْيَيْهِ فَإِنْ أَسْتَقَمْتُمْ أَنْ  
 لَا تَقْلُبُوا عَلَى صِلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ  
 وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا -

بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس  
 چاند کو دیکھ رہے ہو اس کے دیکھنے میں کوئی شک نہ ہوگا  
 اگر تم سے ہو سکے کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے کی نماز  
 (فجر کی نماز) اور غروب آفتاب سے پہلے کی نماز (عصر کی نماز)  
 سے نہ تھکو تو ان کو ادا کیا کرو۔

پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ  
 وَقَبْلَ غُرُوبِهَا - (۱)

اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرو  
 طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب سے پہلے۔

صحیح بخاری و مسلم میں یہ حدیث بیان ہوئی ہے۔ (۲)

حضرت امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (صحیح مسلم) میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا لِحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ - (۳)

نیکی کرنے والوں کے لیے اچھا بدلہ بھی ہے اور زیادہ بھی۔

پھر فرمایا۔

جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے تو ایک ندادینے والا پکارے گا اسے اہل  
 جنت! تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک وعدہ ہے وہ چاہتا ہے کہ اسے تم سے پورا کرے وہ کہیں گے کون سا وعدہ  
 ہے؟ کیا ہمارے نیکیوں کے پلڑے کو بھاری نہیں کیا گیا؟ ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا گیا؟ کیا ہمیں جنت میں داخل اور جہنم سے  
 بچایا نہیں گیا؟ آپ نے فرمایا پس پردہ اٹھایا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے تو دیدار الہی سے بڑھ کر اتنی کچھ  
 نہیں ملے گا (۴)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے دیدار خداوندی سے متعلق حدیث مروی ہے اور یہ بہت بڑا اجر اور انتہائی  
 درجہ کی نعمت ہے اور ہم نے جس قدر لفظوں کا ذکر کیا ہے اس نعمت کے مقابلے میں وہ سب محجول جاتی ہیں اور اہل جنت

(۱) قرآن مجید، سورہ طہ آیت ۱۳۰

(۲) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۱۹، روایت ابو سعید خدری

(۳) قرآن مجید، سورہ یونس آیت ۲۶

(۴) مستدام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۲۳ روایت صہیب



جب ملاقاتِ خداوندی کا شرف حاصل کریں گے تو ان کے سرور کی کوئی انتہا نہ ہوگی بلکہ جتنی لذتوں میں سے کسی چیز کو لذتِ ملاقات سے کوئی نسبت نہیں ہم نے یہاں اختصار سے کام لیا کیوں کہ ہم یہ بات محبت، شوق اور رضا کے بیان میں تفصیلاً ذکر کر چکے ہیں پس اپنے مولیٰ کی ملاقات کے سوا کسی نعمت کی طرف بندہ متوجہ نہ ہو کیوں کہ جنت کی باقی نعمتوں میں وہ جانور بھی انسان کے ساتھ شریک ہیں جو چراگاہوں میں چرتے ہیں۔

## خاتمہ۔ رحمتِ خداوندی کی وسعت

ہم اس کتاب کا خاتمہ نیک فال کی صورت میں لکھ رہے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال لینے کو پسند فرماتے تھے (۱) اور ہمارے پاس اس قدر اعمال نہیں ہیں کہ ہمیں بخشش کی امید ہو پس ہم نیک فال لینے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں ہماری عاقبت بہتر ہو جیسا کہ ہم نے کتاب کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بیان پر مکمل کیا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کوئی شریک ٹھہرایا جائے لیکن اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دے۔

لَٰنَ اللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ  
مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔

(۲)

اور ارشادِ خداوندی ہے۔

آپ فرما دیجئے اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سنا امید نہ ہو لے شک اللہ تعالیٰ تمام گنہوں کو بخش دے گا اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ اَسْرَفُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ  
لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ  
الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ  
الرَّحِيْمُ۔

نیز ارشاد فرمایا۔

اور جو شخص برا عمل کرے یا اپنے نفس پر زیادتی کرے پھر

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا اَوْ يَظِلْمِ نَفْسَهٗ ثُمَّ

(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۳۲ روایت ابوہریرہ

(۲) قرآن مجید، سورہ النسا، آیت ۴۸

(۳) قرآن مجید، سورہ زمر، آیت ۵۳



يَسْتَعِظُ اللهُ بِعَدِ اللهِ عَفْوًا رَحِيمًا۔ (۱)

اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پلے گا۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے قدم کی ہر پھسلن اور قلم کی ہر لغزش سے جو اس کتاب میں واقع ہوئی یا ہماری باقی کتب میں واقع ہوئی، بخشش کے طالب ہیں۔ ہم اپنے ان اقوال کے لیے بھی طالبِ بخشش ہیں جو ہمارے اعمال کے موافق نہیں نیز ہم نے جس علم اور دینی بصیرت کا دعویٰ اور اظہار کیا لیکن اس میں کوتاہی واقع ہوئی اس کے لیے بھی بخشش طلب کرتے ہیں اور ہم ہر اس علم اور عمل سے اللہ تعالیٰ کی بخشش کے طلب گار ہیں کہ ہم نے اس سے اسی ذاتِ کریم کی رضا کا ارادہ کیا لیکن پھر اس میں ملامت ہوگئی اور ہم ہر اس وعدے کے سلسلے میں بھی بخشش مانگتے ہیں جو وعدہ ہم نے اپنے آپ سے کیا پھر اس کو پورا کرنے میں کوتاہی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے جو نعمت ہمیں عطا فرمائی اور ہم نے اسے گناہوں میں استعمال کیا اس کے لیے بھی بخشش طلب کرتے ہیں اور ہم بخشش کے طلب گار ہیں ہر اس واضح اشارے کے بارے میں جو ہم نے کسی کوتاہی کرنے والے کی طرف کیا جب کہ ہم خود اس میں مبتلا تھے۔ اور ہر اس خطرے کے سلسلے میں بخشش طلب کرتے ہیں جس نے ہمیں تکلف اور بناوٹ کی طرف بلایا اور ہم نے لوگوں کے لیے اس کتاب کی تحریر میں اختیار کیا یا کلام لکھنے یا تعلیم و تعلم کے سلسلے میں ہم نے تکلف سے کام لیا اور ہم اس تمام استغفار کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے، اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے اسے لکھنے اور سننے والے کے لیے امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مغفرت، رحمت اور ظاہری و باطنی گناہوں سے درگزر کے ذریعے ہم پر کرم فرمائے کیوں کہ اس کا کرم عام اور رحمت وسیع ہے اور تمام مخلوق پر اس کے جوہر دستخا کا فیضان ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہیں اس ذاتِ کریم تک پہنچنے کا ایک ہی وسیلہ رکھتے ہیں اور وہ اس کا فضل و کرم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَائَةٌ رَحْمَةً اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً  
وَاحِدَةً بَيْنَ الْجَنِّ وَالْانْسِ وَالطَّيْرِ وَالْبَهَائِمِ  
وَالْمَوَاطِنِ فِيْهَا يَتَعَاطَوْنَ وَبِهَا يَتْرَاحُونَ  
وَآخِرَتُسَعَاوَتُسَعَيْنَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا  
عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک سو چھتیس ہیں جن میں سے ایک رحمت اس نے جنوں، انسانوں پرندوں، جانوروں اور کپڑوں کوڑوں کے درمیان رکھی ہے اسی کے ذریعے وہ ایک دوسرے پر رحمت اور مہربانی کرتے ہیں اور ننانوے رحمتوں کو روک کر رکھا ہے ان کے ذریعے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ (۲)

روایات میں آتا ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا جس میں یوں تحریر ہوگا۔

(۱) قرآن مجید، سورہ نساء، آیت ۱۱

(۲) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۵۶ کتاب التوبہ



إِنَّ رَحْمَتِي سَيَقْتُ غَضَبِي وَأَنَا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔  
 بے شک میری رحمت، میرے غضب پر غالب آگئی اور میں  
 سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ جنتوں کے برابر جہنم سے نکالے گا۔ (۱)  
 اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مسکراتے ہوئے (جیسا اس کے شایان شان ہے) تجلی فرمائے گا (۲) اور ارشاد فرمائے گا اے  
 مسلمانوں کی جماعت تمہیں خوشخبری ہو میں نے تم میں سے ہر ایک کی جگہ جہنم میں یہودی یا عیسائی کو بھیج دیا ہے (۳)  
 اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَشْفَعُ اللَّهُ تَعَالَىٰ أُمَّةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَوْجِبِ  
 جَمِيعِ ذُرِّيَّتِهِ فِي مِائَةِ أَلْفِ أَلْفٍ وَعَشْرَةَ  
 أَلْفٍ أَلْفٍ۔ (۴)  
 اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی شفاعت  
 ان کی اولاد سے ایک لاکھ اور ایک کروڑ کے بارے میں  
 قبول فرمائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔  
 اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مومنوں سے پوچھے گا کہ کیا تمہیں میری ملاقات پسند ہے؟ وہ کہیں گے ہاں اے ہمارے  
 رب! وہ فرمائے گا کیوں وہ جواب دیں گے ہم نے تیری طرف سے عفو و درگزر اور تیری مغفرت کی امید رکھی اللہ تعالیٰ فرمائے گا  
 پس میں نے تمہارے لیے اپنی مغفرت کو واجب کر دیا۔ (۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔  
 يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اخْرِجُوا  
 مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِي يَوْمًا أَوْ خَافَنِي فِي  
 مَقَامٍ۔ (۶)  
 اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا جس شخص نے مجھے  
 ایک دن بھی یاد کیا یا کسی مقام پر مجھ سے ڈرا یا جہنم  
 سے نکال دو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۵۶ کتاب التوبہ

(۲) کنز العمال جلد ۱۴ ص ۲۴۸ حدیث ۳۹۳۱۱

(۳) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۶۰ کتاب التوبہ

(۴) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۲۴۵ کتاب البعث

(۵) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۲۶۸ کتاب التوبہ

(۶) الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۲۶۱ کتاب التوبہ



جب تمام جہنمی جنہم میں جمع ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ اہل قبلہ میں سے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کفار، مسلمانوں سے پوچھیں گے کیا تم مسلمان نہیں تھے؟ وہ جواب دیں گے ہاں کیوں نہیں وہ پوچھیں گے تو تمہیں تمہارے اسلام نے کوئی فائدہ نہ دیا کہ تم ہمارے ساتھ جہنم میں ہو وہ کہیں گے ہم نے کنگ ہوں کا ارتکاب کیا اسی وجہ سے ہمارا مواخذہ ہوا اللہ تعالیٰ ان کی بات سن کر فرمائے گا کہ جو لوگ اہل قبلہ (مسلمان) ہیں ان کو نکال دو پس ان کو نکال دیا جائے گا جب کفار یہ بات دیکھیں گے تو کہیں گے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے پس ان کی طرح ہم بھی نکلتے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی (۱)  
 رَبُّمَا يَوْمَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ  
 بہت سے کفار (عذاب میں گرفتار ہونے کے بعد)  
 آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ (۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔  
 اللَّهُ أَزْهَمُ بَعْدِي الْمُؤْمِنِينَ الْوَالِكَةِ  
 الشَّفِيقَةِ بَوَكْدَهَا۔ (۳)  
 اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے پر بچے کی شفیق ماں سے  
 بھی زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔  
 حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قیامت کے دن جس شخص کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں گی وہ بغیر حساب کے جنت میں جائے گا۔ اور جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی اس کا حساب آسان ہوگا پھر جنت میں داخل کیا جائے گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ان کو گروں کے لیے ہوگی جنہوں نے (دنیا میں) اپنے آپ کو ہلاک کیا اور ان کی پیٹھ پر بوجھ ہے۔  
 ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ! قارون نے آپ سے مدد مانگی تو آپ نے اس کی مدد کیوں نہیں کی مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اگر وہ مجھ سے مدد مانگتا تو میں اس کی مدد بھی کرتا اور اسے معاف بھی کر دیتا۔

حضرت سعد بن بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن دو آدمیوں کو جہنم سے نکالنے کا حکم ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ تمہارے ان اعمال کا بدلہ ہے جو تم نے آگے بھیجے اور میں بندوں پر ظلم کرتے والا نہیں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ جہنم میں بھیجے گا حکم دے گا ان میں سے ایک تیز تیز چلے گا حتیٰ کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے گا اور

(۱) المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۲۴۲ کتاب التفسیر

(۲) قرآن مجید سورۃ الحجرات آیت ۲

(۳) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۸۱۷ کتاب الادب



دوسرا دیر لگائے گا ان کو دوبارہ لانے کا حکم دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان سے ان کے اس فعل کے بارے میں پوچھے گا تو وہ جو جہنم کی طرف تیزی سے گیا ہوگا وہ کہے گا مجھے نافرمانی کے وبال سے ڈرایا گیا تو میں دوبارہ تیری ناراضگی مول لینا نہیں چاہتا اور میں نے دیر لگائی ہوگی وہ کہے گا میرا تیری ذات کے بارے میں اچھا لگان تھا کہ جب تو نے مجھے جہنم سے نکال دیا تو اب دوبارہ نہیں بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جانے کا حکم دے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يُنَادِي صُنَادٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ مَا كَانَ لِي قَبْلَكُمْ  
فَقَدْ وَهَبْتُهُ لَكُمْ وَبَقَيْتِ السَّعَاتِ  
فَتَوَاهَبُوهَا وَادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي -

قیامت کے دن عرش کے نیچے ایک منادی آواز دے گا  
اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بسنو! میرا جو حق تمہارے  
ذمہ تھا وہ میں نے معاف کر دیا اب ایک دوسرے کے  
حقوق باقی رہ گئے تو تم ایک دوسرے کو معاف کر کے میری  
رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(۱)

ایک روایت میں سے کہ ایک اعرابی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔  
وَكُنْتُمْ عَلَيَّ شَفَاخَصْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمُ  
مِنْهَا -

اور تم، جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے  
تمہیں اس سے بچا لیا۔

(۲)

اعرابی نے کہا اللہ کی قسم! وہ تمہیں اس سے نہیں بچائے گا جب کہ وہ تمہیں ڈالنا چاہے حضرت ابن عباس رضی اللہ  
عنہما نے فرمایا بے سجدہ آدمی کی بات سنو! کیا کہہ رہا ہے! حضرت صنابحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عبادہ بن صامت رضی  
اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ مرض الموت کی حالت میں تھے میں روپڑا تو انہوں نے فرمایا رک جاؤ کیوں روتے  
ہو؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی حدیث سنی ہے اور اس میں تمہارے لیے جھڈائی ہے وہ میں نے تم سے  
بیان کر دی لیکن ایک حدیث باقی رہ گئی میں اس صحیح ہی وہ بھی بیان کر دوں گا کیوں کہ میرا نفس گھیر لیا گیا ہے میں نے نبی اکرم صلی  
اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَانَّمَا  
رَسُولُ اللَّهِ مُحَمَّدٌ -

(۳)

جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود  
نہیں اور بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ  
کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم کو حرام کر دیا۔

(۱)

(۲) قرآن مجید، سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳

(۳) صحیح مسلم جلد اول ص ۴۳ کتاب الایمان



حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک آدمی کو قیامت کے دن لوگوں کے سامنے لائے گا میں اس پر نانا تو سے رجسٹر کھولے گا ہر رجسٹر حدنگاہ تک ہوگا پھر فرمائے گا کیا تو اس میں سے کسی بات کا انکار کرتا ہے! کیا میرے محافظ لکھنے والے فرشتوں نے تجھ پر ظلم کیا؟ وہ کہے گا اے میرے رب! ظلم نہیں کیا فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں میرے پاس تمہاری ایک نیکی سے اور آج تم پر کوئی ظلم نہیں ہوگا پس وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالے گا جس میں کلمہ شہادت لکھا ہوا ہوگا وہ کہے گا اے میرے رب! ان بڑے بڑے رجسٹروں کے مقابلے میں اس پرچے کی کیا حیثیت ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہیں ہوگا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہ رجسٹر ایک پلٹے سے ہیں اور وہ پرچہ دوسرے پلٹے میں رکھا جائے گا پس رجسٹروں والا پلٹا ہلکا اور پرچے والا پلٹا بھاری ہو جائے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کوئی چیز وزنی نہیں ہوتی۔ (۱)

ایک طویل حدیث جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت اور پل صراط کی کیفیت بیان فرمائی۔ کے ضمن میں فرمایا۔  
اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ جس کے دل میں ایک دینار کی مثل بھی بھلائی پاؤ اسے جہنم سے نکال دو پس وہ بہت سی مخلوق کو نکالیں گے پھر کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے جن لوگوں کے بارے میں فرمایا ہم نے ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑا پھر فرمائے گا واپس جاؤ جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھلائی پاؤ اس کو نکال دو پس وہ بہت سی مخلوق کو نکالیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے جن لوگوں کو نکالنے کا حکم دیا ہم نے ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑا اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا جاؤ پس جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی بھلائی پاؤ اسے نکال دو پس وہ بہت سے لوگوں کو نکالیں گے پھر کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے جن لوگوں کو نکالنے کا حکم دیا ہم نے ان میں سے کسی کو بھی باقی نہیں چھوڑا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اگر تم اس حدیث کے سلسلے میں میری تصدیق نہیں کرتے تو اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔

بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرے گا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے بڑھادے گا اور سچی طرت سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

رَأَىٰ اللَّهُ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَايَاتُ  
تَكَ حَسَنَةً يُضَاعِفُهَا وَيُؤْتِي مِنْ لَدُنْهُ  
أَجْرًا عَظِيمًا۔ (۲)

(۱) سند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۱۳ روایت عبداللہ بن عمرو۔

(۲) قرآن مجید، سورۃ النساء، آیت ۴۰



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا فرشتوں نے سفارش کی، نبیوں نے شفاعت کی اور زمینوں نے سفارش کی اب سب سے زیادہ رحم کرنے والی ذات باقی رہ گئی ہے پس وہ اس سے ایک مٹھی بھرے گا اور جہنم سے ایسے لوگوں کو نکال دے گا جنہوں نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی ہوگی جو کوئلہ بن چکے ہوں گے وہ ان کو جنت کے سامنے والی نہریں ڈالے گا جس کو نہر حیات کہتے ہیں وہ اس سے اس طرح نکلیں گے جیسے سیلاب کے لائے ہوئے کوڑے کرکٹ میں سبزہ اگتا ہے کیا تم اسے نہیں دیکھتے جو پتھر اور درخت سے ملتا ہوا ہے وہ زرد اور سبز ہوتا ہے اور جو سایہ کی طرف ہوتا ہے وہ سفید ہوتا ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ جنگل میں چرا یا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ موتیوں کی طرح باہر آئیں گے ان کی گردنوں میں مہرے ہوں گی اہل جنت ان کو پہچان لیں گے وہ کہیں گے یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کئے ہوئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کسی عمل کے بغیر جنت میں داخل کیا اور نہ ہی انہوں نے کوئی نیکی اگے بھی پھر فرمائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ جو کچھ دیکھ رہے ہو وہ سب کچھ تمہارا ہے وہ کہیں گے یا اللہ تو نے ہمیں وہ چیز دی ہے جو تو نے کسی کو نہیں دی اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے پاس تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہے وہ کہیں گے اے ہمارے رب! اس سے بہتر کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ میری رضا ہے جو تمہیں حاصل ہوئی میں کبھی بھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا (۱)

اس حدیث کو حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں کسی نبی کے ساتھ ایک شخص تھا کسی کے ساتھ دو، کسی نبی کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا اور کسی نبی کے ہمراہ ایک جماعت تھی پھر میں نے ایک جم غفیر دیکھا مجھے امید تھی کہ وہ میری امت ہوگی مجھے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سے پھر مجھے کہا گیا کہ دیکھئے میں نے ایک بہت بڑا اجتماع دیکھا جس نے اتنی کو گھیر رکھا تھا مجھے کہا گیا اسی طرح دیکھئے تو میں نے بہت بڑی جماعت دیکھی مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ متر متر ہزار مزید ہیں جو کسی حساب کے بغیر جنت میں جائیں گے۔ اس کے بعد صحابہ کرام جلا ہو گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے وضاحت نہ فرمائی صحابہ کرام کی باہم گفتگو ہوئی تو انہوں نے کہا ہم لوگ تو شرک سے ماحول میں پیدا ہوئے لیکن ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو وہ لوگ ہماری اولاد ہوگی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر بات پہنچتی تو آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو بلا ضرورت) دارغ نہیں گواتے نہ (شرکیہ کلمات سے) دم جھاڑا کرتے ہیں اور نہ بدفالی لیتے ہیں اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے آپ



نے فرمایا آپ ان میں سے ہیں پھر ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور حضرت عکاشہ کی طرح عرض کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 "عکاشہ تم سے سبقت لے گئے" (۱)

حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے تین دن غائب رہے  
 آپ صرف فرض نماز کے لیے باہر تشریف لائے پھر واپس چلے جاتے جب پوچھا دن ہوا تو آپ ہمارے پاس باہر تشریف  
 لائے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے روکے گئے حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا شاید کوئی واقعہ پیش  
 آگیا ہے آپ نے فرمایا اچھا واقعہ پیش آیا ہے بے شک میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ وہ میری امت  
 میں سے ستر ہزار افراد کو حساب کے بغیر جنت میں داخل کرے گا اور میں نے ان تین دنوں میں زیادہ کا سوال کیا تو میں نے  
 اپنے رب کو بزرگی والا ہر چیز کا مالک اور کریم پایا پس اس نے مجھے ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار عطا فرمائے  
 فرمایا میں نے عرض کیا اے میرے رب! میری امت اس تعداد کو پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں آپ کے لیے اعراب (عربی  
 دیہاتی) سے تعداد پوری کر دوں گا (۲)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبریل علیہ السلام (پھر نبی زین) کی  
 جانب میرے لیے ظاہر ہوئے اور فرمایا اپنی امت کو خوشخبری دیں کہ جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی  
 کو شریک نہیں ٹھہراتا وہ جنت میں داخل ہوگا میں نے کہا اے جبریل! اگرچہ وہ چوری کرے اگرچہ زنا کا مرتکب ہو حضرت جبریل  
 علیہ السلام نے جواب دیا جی ہاں اگرچہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے میں نے کہا اگرچہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے جواب دیا  
 اگرچہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے میں نے کہا اگرچہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے انہوں نے جواب دیا اگرچہ چوری کرے اگرچہ  
 زنا کرے اگرچہ شراب پیئے۔ (۳)

(مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ گناہ کبیرہ ہیں لیکن چونکہ یہ شخص مسلمان ہے لہذا اگر اللہ تعالیٰ نے اسے معاف نہ کیا تو سزا بھگتنے  
 کے بعد وہ جنت میں چلا جائے گا کیوں کہ اہل ایمان کا ٹھکانہ جنت ہے چاہے وہ گناہ گار ہوں ۱۲ ہزاروی)  
 حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔  
 وَلِمَنْ حَاتَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ -  
 اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے  
 اس کے لیے روح جنت ہیں۔ (۴)

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۸ کتاب الرقاق

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱ ص ۱۲۷ حدیث ۳۱۲

(۳) صحیح مسلم جلد اول ص ۶۶ کتاب الایمان

(۴) قرآن مجید، سورہ رحمن آیت ۶۶



میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ وہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے؟ آپ نے پھر یہی آیت پڑھی میں نے کہا اگرچہ وہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے آپ نے پھر یہی آیت پڑھی میں نے کہا اگرچہ وہ چوری کرے اگرچہ زنا کرے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اگرچہ ابو درداد کی مرضی کے خلاف ہو (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مومن کو کسی دوسرے دین کا ایک شخص دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا یہ تیرا بدلہ ہے جو دوزخ میں جائے گا (۲)

حضرت امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا انہوں نے اپنے والد حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رَدِّيَعُونَ رَجُلًا مُسْلِمًا إِلَّا أَدَخَلَ اللَّهُ تَعَالَى  
مَكَانَهُ النَّارَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا۔  
جو مسلمان فوت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی یہودی اور  
عیسائی کو جہنم میں داخل کرے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتے ہوئے پوچھا کہ کیا ان کے والد نے ان سے یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کی ہے؟ تو انہوں نے قسم کھائی (۳)

ایک روایت میں ہے کہ ایک بچہ کسی جہاد کے موقع پر کھڑا تھا جس کی بولی لگائی جا رہی تھی کہ کون زیادہ بولی دے گا اور وہ موسم گرما کا شدید گرم دن تھا تو بچے کے اندر سے ایک عورت نے اسے دیکھا اور وہاں سے دوڑتی ہوئی آئی اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے پیچھے آئے حتیٰ کہ اس نے بچے کو لے کر اپنے سینے سے لگایا پھر خود گرم زمین پر پیٹ کر اس بچے کو اپنے پیٹ پر لیا اسے گرمی سے بچانے لگی یہ دیکھ کر لوگ رونے لگے اور اپنا کام چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حتیٰ کہ وہاں کھڑے ہو گئے صحابہ کرام نے آپ کو واقعہ بتایا آپ ان کے ترس کھانے سے خوش ہوئے پھر ان کو خوشخبری دی اور فرمایا۔

کیا تمہیں اس عورت کے بچے پر رحم کھانے سے تعجب ہوا؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم سب پر اس سے بھی زیادہ رحم فرمائے والا ہے جس قدر یہ عورت اپنے بیٹے پر رحم کھاتی ہے (۴)

(۱) سند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۶۶ روایات ابوذر

(۲) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۶۰ کتاب التوبہ

(۳) ایضاً۔

(۴) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۵۶ کتاب التوبہ (کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ)



چنانچہ مسلمان بہت بڑی خوشی اور عظیم بشارت کے ساتھ وہاں سے الگ ہوئے۔  
تو یہ احادیث مبارکہ ہم نے امید کے بیان میں لکھ دی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کی خوشخبری دیتی ہیں پس ہم اللہ تعالیٰ  
سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہم سے وہ معاملہ نہ کرے جس کے ہم مستحق ہیں بلکہ اپنے شیان شان فضل و کرم فرمائے اپنے وسیع  
احسان اور جود و رحمت کا مظاہرہ فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ نبیہ الکریم علیہ التیمتہ والتسلیم۔

الحمد لله! سرکارِ دو عالم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل، مرشد گرامی حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید  
کاظمی رحمہ اللہ کے فیضانِ نظر میرے والدین رحمہما اللہ اور اساتذہ کرام زید مجید صم کی دعاؤں سے آج ۱۸ صفر المظفر ۱۴۲۰ بمطابق  
۲۳ جون ۱۹۹۹ بروز جمعرات صبح پانچ بجکر پچیس منٹ پر اُجیا علوم الدین، کارڈ ترجمہ اہل سنت و جماعت کی عظیم علمی دینی  
درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ / جامع مسجد غزالیان اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں مکمل ہوا ۹ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ کو جب جامع  
کلام عرفات میں مصروف دعائے یہ ترجمہ شروع کیا گیا اور آج رات سید الاولیاء حضرت علی بن عثمان المعروف حضرت  
داتا گنج بخش رحمہ اللہ کا عرس شروع ہو رہا ہے اور جامعہ نظامیہ رضویہ میں بغداد شریف کے امام صاحب بھی تشریف لارہے ہیں  
اس مبارک موقع پر یہ ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ترجمہ کے سلسلے میں میری کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور امت مسلمہ کو اس کتاب سے بھرپور  
استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد صدیق ہزاری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

دعائے خاص  
اللہ تعالیٰ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کی قبر  
پر انوار پراچی رحمتوں کی برسات فرمائے آمین



پروگریسو بکس

۴۰- بی، اردو بازار، لاہور  
فون: ۳۵۲۹۵

ایک تصویر شاہ فرحتقاہ مقبرہ کے ساتھ

جو کہ بقیہ امینہ اور بقیہ عباس کی علمی و فکری تاریخ پر مشتمل ہے۔

از: ادیب شہباز

حضرت شمس بریلوی علیہ الرحمہ

صفتا رنگین خطاطی کے لیے پیرا دستہ نمبر بیستہ اٹھارہ

تاریخ الخلفاء

تفصیلاً

ہر ماہ ایک حصہ  
مضمون غریب و نادر  
تاریخ الخلفاء  
جلد اول  
تاریخ الخلفاء  
جلد اول

تاریخ الخلفاء  
جلد اول

نمبر بیست و ہفتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَذَكَرْنَا فَاَتَاكَ الذِّكْرُ فِي الْمَجْتَمَعِ الْمُؤْمِنِينَ

اردو ترجمہ کتاب مستطاب

مِنَهَا جِج العَابِدِينَ

تصنیف

امام تہام مجتہد الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

توجہ خواہی

از مولانا محمد سعید احمد نقشبندی

خطیب امام مسجد حضرت آغا گل بخش رحمۃ اللہ علیہ، لاہور

ذکرہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ

ترجمہ:

صاحبزادہ میان جلیل احمد شہرقوی نقشبندی محرمی بخشیں آغا شہزادہ شہزادہ

بجس نامی:

صاحبزادہ میان جلیل احمد شہرقوی امسلسہ معاشیات

پروگریسو بکس ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

فون: 7352795

www.maktabah.org

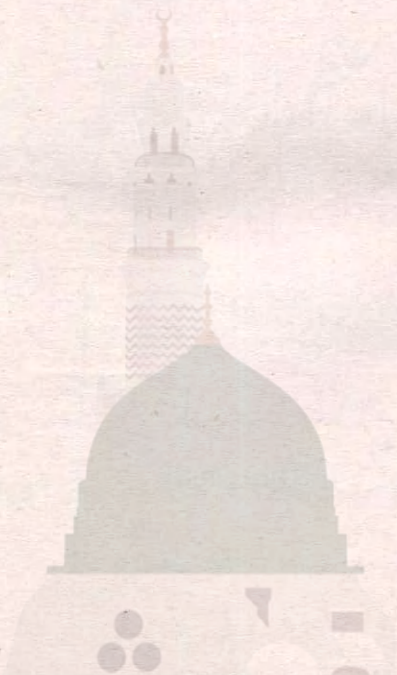
۴۰- بی، اردو بازار  
فون: ۳۵۲۹۵





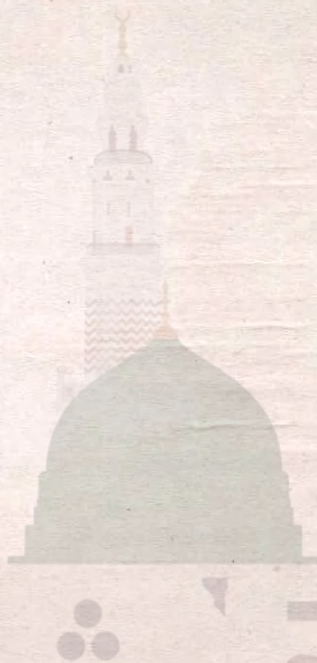
[www.maktabah.org](http://www.maktabah.org)





[www.maktabah.org](http://www.maktabah.org)





[www.maktabah.org](http://www.maktabah.org)



# ہماری چند خوبصورت اور معیاری مطبوعات



پروفیشنل پبلشرز

www.darululoomhaqqania.org



# **Maktabah Mujaddidiyah**

[www.maktabah.org](http://www.maktabah.org)

This book has been digitized by Maktabah Mujaddidiyah ([www.maktabah.org](http://www.maktabah.org)).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2012

Files hosted at Internet Archive [[www.archive.org](http://www.archive.org)]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to [ghaffari@maktabah.org](mailto:ghaffari@maktabah.org), or go to the website and click the Donate link at the top.